[redacted]

سلسلۂ نصابات تعلیم جامعۂ عثمانیہ

تاریخ یونان قدیم

(جلد اوّل اردو)

تالیف

پروفیسر اڈولف ہولم

(جلد اوّل انگریزی کے کل اور جلد دوم کے ۶ ابواب)

ترجمۂ

مولوی محمد ہارون خاں شروانی صاحب ایم۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

سینیر پروفیسر جائزہ دار شعبۂ تاریخ کلیۂ جامعۂ عثمانیہ

رکن مجلس شعبۂ فنون و مجالس نصاب تاریخ و معاشیات جامعۂ عثمانیہ

رفیق (فیلو) جامعۂ عثمانیہ۔

ممتحن سیاسیات علیگڈھ مسلم یونیورسٹی

سنہ ١٣٤٦ھ م سنہ ١٣٣٧ف م سنہ ١٩٢٧ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین تاریخ یونان قدیم

(جلد اول)

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اڈولف ہولم

تاریخ یونانِ قدیم

جلد اول

دیباچہ

میری تصانیف کے شائع کرنے والوں نے جنھوں نے ازمنۂ قدیم کے حالات کے مطالعے اور تحقیقات کے لئے بہت کچھ کیا ہے مجھ سے فرمائش کی کہ میں تاریخ یونان پر ایک مختصر سی کتاب لکھوں، لیکن اگر مجھے اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ ایک نئی تاریخ ان لوگوں کے لیے کارآمد ہوگی جنھیں اس مضمون سے دلچسپی ہے تو میں ہرگز اس موضوع پر قلم نہ اٹھاتا۔ مجھے اپنی قابلیت کی کمی اور اُس کی بساط کا پورے طور پر احساس تھا اور یہ معلوم تھا کہ نہ تو میں اس باریک بینی اور نکتہ رسی پر قادر ہوں جو گروٹ اور ڈنکر کی تصانیف میں پائی جاتی ہیں اور نہ میری عبارت میں وہ سلاست اور شیرینی ہے جس کا کرتیوس مسلمہ اُستاد ہے۔ ساتھ ہی میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ ایک خاص موضوع کی بہت کم تحقیقات کی گئی ہے اور اگر میں اسی کو اپنا مقصد تصنیف بنالوں تو یہ سودمند ہوگا؛ وہ یہ کہ اہم ترین امور کو نسبتًا مختصر طور پر بیان کیا جائے اور یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ وہ کونسے امور ہیں جو پایۂ ثبوت کو پہنچ گئے ہیں اور کونسے ہنوز معرض بحث میں ہیں۔ یہی میں نے اس کتاب کے ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

مورخ کا کام یہ ہے کہ اہم ترین واقعات کو غیر اہم سے ممیز کرے اور اس طرح گویا

دیباچہ

ازمنۂ ماضیہ کا ایک مرقع تیار کردے۔ میں نے اس کتاب کی تصنیف کے آخری زمانے میں اُس کے متن میں بہت سے نئے فقروں کا اضافہ کیا ہے اور بہت سے ایسے فقروں پر قلم پھیر دیا ہے جو ابتدا میں لکھے جا چکے تھے۔ اگر ہم تاریخ نویسی کے اصول پر غور کریں تو یہ عیاں ہو جائیگا کہ نہ تو تسلسل واقعات اور نہ تفصیلی حالات کے بعض خصوصیات نظر انداز کئے جا سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے تفصیلات کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا جا سکتا اور اُن واقعات کو بھی پیش نظر رکھنا پڑتا ہے جن میں صدق وکذب دونوں کا شائبہ ہونے کا ہمیں یقین ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ کے عام خاکے پر بھی زور دینا نہایت ضروری ہے اور میں نے اس پر کافی توجہ کی ہے۔ چونکہ اس ضمن میں امور زیر بحث کی صحیح تقسیم پر بہت کچھ مدار ہوتا ہے اس لئے میرے ابواب ذرا چھوٹے ہیں، انہیں سے ہر ایک کا طرز بیان جداگانہ ہے، ہر ایک فی حد ذاتہ مکمل ہے اور ہر ایک کے مضمون کے مطابق مخصوص براہین و دلائل پیش کئے گئے ہیں۔

یہاں ایک خاص امر نظر انداز نہ ہونا چاہیئے۔ کوئی مورخ اُس وقت تک کسی اہم قوم کی تاریخ نہیں لکھ سکتا جب تک اُسے اُس قوم کی خصوصیات وخصائل کا اندازہ نہ ہو جائے، اس سے نہ صرف اُس کی رائے پر عظیم الشان اثر پڑتا ہے بلکہ اُس کی مدد سے وہ مختلف واقعات کے انتخاب پر قادر بھی ہو جاتا ہے۔ میں نے قدیم یونانیوں کی خصوصیات کا جو اندازہ کیا ہے وہ میری کتاب کی پہلی جلد سے اچھی طرح واضح ہو جائیگا۔ اگر مجھے اُن کی خصائص ایک خاص زاویۂ نگاہ سے دیکھنے کی اجازت دیجائے تو میں بلاخوف رد کہوں گا کہ میں یہ تو ہرگز نہیں سمجھتا کہ جو کچھ اس قوم کے افراد نے کیا اُس کے نتائج تمامتر بہترین ہی ثابت ہوئے؛ لیکن اس میں بھی شبہہ نہیں کہ میں اسے بنی نوع انسان کی ایک ممتاز قوم سمجھتا ہوں جس کے افراد نے زندگی کے اہم ترین شعبوں میں کمال پیدا کرنے کی کوشش کی، جن میں وہ تمام اوصاف موجود تھے جو ایک جفاکش محقق کے لئے ضروری ہیں اور اسی قسم کا جذبہ سرایت کئے ہوئے تھا جس کا لیسنگ کی تصانیف میں پتہ لگتا ہے۔ جب کبھی اُنھیں موقع ملا اُنھوں نے جدید انکشافات کئے؛ حالانکہ محض ایک یا دو شعبوں میں بھی زندگی کی کوئی نئی بات دریافت کرنا بہت بڑی کامیابی ہے۔

میں نے یہی سطح نظر بڑے بڑے یونانیوں کی طبائع کا اندازہ کرنے میں برابر قائم رکھا ہے۔ اسی طرح میرے نزدیک سیاسیات میں یونانیوں کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ یہاں بھی اُنھوں نے بے انتہا تفحص و تجسس کیا۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُنھوں نے ان تمام مسائل کا جو اُن کے سامنے آئے بحسن تمام تصفیہ کیا، اور یہاں جس چیز پر ہمیں رطب اللسان ہونا پڑتا ہے وہ صرف وہ امور ہی نہیں جنھیں اُنھوں نے انجام کو پہنچایا بلکہ اس قوم کے مقاصد اور آراء بھی شامل ہیں جن کی خواہش رہبران قوم کو ہمیشہ پیش نظر رکھنی پڑتی تھی۔

اس کتاب میں میں نے یہ التزام رکھا ہے کہ بس اسی وقت کسی باب میں قطعی رائے قائم کروں جب میری اسناد مجھے اس کی اجازت دیں، اور اگر کسی امر میں تیقن کی گنجائش نہیں ہوتی تو میں صاف صاف اپنا شبہہ ظاہر کر دیتا ہوں اس طرح میں نے اپنی کتاب کے محدود دائرے میں وہ تمام تاریخی مواد بھر دیا ہے جس پر مجھے دسترس حاصل تھی۔ آجکل کے زمانے میں اس اصول پر عام طور پر عمل نہیں کیا جاتا، لیکن حال ہی میں ڈروا سن سے مؤرخ نے جس کی مہارت میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا صاف اعلان کر دیا ہے کہ گو مورخوں کی اس روش میں کہ محض تحقیقات کے نتائج کو تاریخی واقعات کا جامہ پہنا دیا جاتا ہے بہت سی خوبیاں ہیں اور اس سے بیان کی خوبصورتی، سلاست و لطافت میں بہت کچھ اضافہ ہوتا ہے لیکن یہ روش نہایت ہی ناپسندیدہ ہے؛

جہاں تک تنقید کا تعلق ہے مجھے یہ امر متواتر مدنظر رکھنا پڑتا ہے کہ میری تصنیف کی نوعیت تاریخی ہے محض تفتیش واقعات کی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص یونان کی تاریخ لکھنا چاہے تو بلاشبہہ اسے متعدد شعبوں میں تحقیقات کرنی پڑیگی لیکن اگر وہ تاریخ کے جملہ شعبوں میں تحقیقات کریگا تو اندیشہ ہے کہ اُس کی تصنیف ایک نہایت مختصر طبقے تک محدود رہے گی۔ اس کتاب کے مصنف کا یہ خیال ہے کہ ہم میں سے ان افراد کا طرز تنقید جو یونان کی تاریخ کا بغور مطالعہ کرتے ہیں ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ ہے اور ہم اکثر مکمل تاریخ یونان کو قطعاً نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہم ابتدائی اسناد کے پرکھنے میں بہت کچھ مغز پاشی کرتے ہیں لیکن اس سے کماحقہٗ استفادہ حاصل نہیں کرتے

دیباچہ

ہم تاریخی طرز تنقید کو اپنی بنیاد قرار دیتے ہیں لیکن اُس کے نتائج کے استعمال کے متعلق کوئی متحدرائے قائم نہیں کرتے۔ حکمیات کے دیگر شعبوں کی صورت حال بالکل مختلف ہے۔ ماہر آثار قدیمہ تعمیرات کے مختلف طریقوں پر اپنی رائے قائم کرتا ہے اور اُسی پر تاریخ فنون لطیفہ کی بنیاد مستحکم کردیتا ہے، عالم لسانیات قلمی نسخوں کو چھانٹتا ہے اور اُن کی مدد سے اپنی تصانیف مرتب کرتا ہے؛ اس کے برعکس ہم قدیم اسناد کا تجزیہ کرتے ہیں لیکن ہمارا نصب العین یہ نہیں ہوتا کہ اُس سے ہم تاریخ کا تسلسل قائم کریں بلکہ صرف یہ کہ ہم ایک فرضی الیفوروس یا کھیوپومپوس کا تصوّر پیش کریں؛ اور لطف یہ ہے کہ چونکہ اس الیفوروس یا کھیوپومپوس کو ہر ایک مصنّف نے ایک نئے رنگ میں رنگا ہے اس لیے باوجود اس تزئین وندرت کے ان خیالی اشخاص کی زندگی نہایت ہی مختصر ہوتی ہے۔ ان دونوں حدود کے درمیان یعنی ایک جانب تو وہ نہایت قابل تعریف وتوصیف تصانیف جنھوں نے تاریخی تفحّص وتجسّس میں ایک ہیجان پیدا کردیا ہے اور دوسری جانب اُن کے مخصوص نصب العین یعنی حقیقی تاریخ یونان کے درمیان ایک عظیم الشّان قعر حائل ہے۔

اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ہم بہت کم فی نفسہٖ تاریخی تنقید کے اصولوں پر غور کرتے ہیں۔ ہر شخص کے نزدیک ان اصولوں کی ایک خاص کیفیت ہے اور ہر شخص جس طرح چاہتا ہے اُن کو استعمال کرتا ہے۔ اور چونکہ وہ ان اصولوں کو اپنے لئے انفرادی طور پر مدوّن کرتا ہے اس لئے خواہ مخواہ وہ اپنے نتائج پر پہنچنے میں مبالغے سے کام لیتا ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ اُصول تنقید کے چند ایسے غیر مکتوب قواعد بھی ہیں جو مسلمہ ہیں، اور اب اُس کا وقت آپہنچا ہے کہ اُن میں سے کم از کم اہم ترین قواعد پر ہم متّفق الرّائے ہوجائیں۔ میرا خیال ہے کہ ان غیر مکتوب قواعد میں مفصلّہ ذیل بھی شامل ہیں:-

اس وقت تک یہ قاعدہ رہا ہے کہ تاریخ کے محقّقوں نے اپنی توجّہ کلّیتہً گم شدہ کتابوں کے اجزا کو مربوط کرنے پر مبذول کی ہے اور جن مصنّفوں کی کتابیں سالم موجود ہیں ان پر بہت ہی کم التفات کیا ہے۔ میرے نزدیک آئندہ ہمیں بہ نسبت اُن اجزا کے اُن سالم کتابوں پر زیادہ توجّہ کرنی چاہیئے۔

دیباچہ

اس طرز کا اصل مقصد یہ ہے کہ نئے واقعات منکشف ہو جائیں؛ جن باریک تنقیدی اصولوں کا اس سے تعلق ہے وہ چند مخصوص قواعد کے تحت ہی قابل عمل ہیں؛ اوران قواعد کا علم مورّخ کو صرف اپنے مواد کی چھان بین اور تحقیق و تدقیق کی مشق سے ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں مفصلۂ ذیل نکات پر غور کرنا مناسب ہوگا
کسی مصنّف کے مخصوص مطمح نظر کے معیار کا (خصوصًا سیاسیات کے ضمن میں) اطلاق کرتے وقت ہمیں نہایت ہوشیاری سے قدم رکھنا چاہیے اس لیئے کہ ممکن ہے کہ اس کی تحریر میں ایسا جذبہ مضمر ہو جس سے اس کا پیرایہ ہی بدل گیا ہو۔ مناسب تو یہ ہے کہ جو واقعات اس قسم کے ہوں اُن کی ایک فہرست مرتب کرلی جائے۔

رسم و رواج ثابت کرنے کے لیے اکثر چند واقعات پر استدلال کر کے نئے کلیے قائم کیئے جاتے ہیں اور اس پر عمارت کھڑی کر دی جاتی ہے۔ لیکن ایسی صورتیں بہت کم ہوتی ہیں کہ اس قسم کے جعل کی اصلیت تک ہماری دسترس ہو سکے؛ اور اگر ہم قطعیہ مسائل کی ایک فہرست مرتب کرلیں تو ہمیں اُن مسائل کا بھی علم ہو جائیگا جو ہنوز پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچے۔

اس قسم کے خود ساختہ انکشافات بعض مرتبہ مخصوص خود غرضی کے لیئے کیئے جاتے ہیں۔ مثلاً قدیم یونان میں پرانے دفاتر تو موجود تھے ہی نہیں اور ساتھ ہی ملک میں یہ ایک وقت بہت سی ریاستیں اور شخصیتیں پھیلی ہوئی تھیں؛ ان باتوں کی وجہ سے اراضی کی بابت اکثر جھگڑوں کی بنیاد محض روایتی حق توریث پر تھی۔ اور یہ حقوق قدیم مذہبی واقعات میں جڑ پکڑے ہوئے تھے۔ بدیں وجوہ بڑے بڑے سورماؤں کی طرف ایسی نئی نئی جاں بازیاں منسوب کی جاتی تھیں جو منسوب کرنے والوں کے لیئے کارآمد ثابت ہوں۔ مثلاً یہ کہا جاتا تھا کہ فلاں سورما فلاں فلاں مقامات پر گیا یا ایک دوسرے سورما کا فلاں حسب نسب تھا۔ حسب نسب مسلّم نہیں ہوتے تھے بلکہ ان میں نہایت آزادی کے ساتھ قطع و برید کی جاتی تھی۔ نظر بر آں اس کی سخت ضرورت ہے کہ ان سب امور کی فہرست بنائی جائے اور انھیں پرکھا جائے۔

دیباچہ

اگر ہم مختلف عہدوں میں ایک ہی قسم کے واقعات کا اعادہ پائیں تو ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ واقعات در اصل ایک ہی مرتبہ پیش آئے ہوں گے اور زمانہ مابعد میں نہایت جسارت سے اُنھیں دیگر واقعات کے ساتھ چسپاں کر دیا گیا ہوگا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ زمانۂ مابعد کے کسی واقعے کے نمونے پر ابتدائی زمانے میں چند واقعات کا اختراع کیا گیا ہو۔ لیکن اس امر سے زیادہ کوئی امر مسلّم نہیں کہ تاریخ خود اپنا اعادہ کرتی ہے اور محض واقعات کے تطابق سے یہ ضرور نہیں کہ ہم کسی مخصوص واقعے سے انکار کریں۔

اسی طرح بعض مرتبہ زمانۂ مابعد کی لفّاظی سے زمانۂ ماضیہ کی ایک ایسی تصویر تیّار کر دی جاتی ہے جو اصل سے بہت دور جا پڑتی ہے۔ اس کی بدیہی مثال جنگ ایران کی تاریخ سے ملتی ہے۔ ایسے موقع پر بھی ہم شکل واقعات کی فہرست ہمارے مفید مطلب ہوگی اور واقعات کے شمار اور مخصوص تمثیلات کے مباحث سے نہ صرف بہت سے نئے واقعات معلوم ہو جائیں گے بلکہ بہت سے جدید مسائل بھی حل ہو سکیں گے۔ اس وقت تک مورخوں کا عام قاعدہ یہ رہا ہے کہ وہ ہر ایک انفرادی واقعے پر کسی مخصوص قانون کا اطلاق کرتے ہیں جسے وہ مشہور و معروف فرض کر لیتے ہیں؛ اور اس لیئے اُن کی تنقید کا لہجہ درشت ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ فعل کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

جب اس قسم کی تصانیف کے ذریعے سے ان امور پر بحث کی جائے گی جن میں تاریخ یونان کے حقایق اس وقت پوشیدہ ہیں تو اُس کے تفصیلی حالات سے وہ ثمرات حاصل ہوں گے جو اس وقت تک بڑے بڑے طبّاع اور ذہین علما کی کاوش و محنت کے باوجود بھی نہیں ہوئے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ علم لسانیات کا مبصّر مختلف ہم شکل الفاظ کی تحقیقات کرتے ہوے اُن کے تلفظ کا فرق شمار کر کے چند مخصوص نتایج پر پہنچتا ہے۔

اسناد کے انتخاب میں بھی مجھے وہی مشکلات پیش آئی ہیں جن کا مجھے واقعات کے ضمن میں مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ میں ہر مرتبہ ان دلائل کو بیان نہیں کر سکا ہوں جنکی بنا پر میں نے زمانۂ حالیہ کے محققوں کی رائے سے اختلاف کیا ہے اور بعض مرتبہ

میں نے یہ کافی سمجھا ہے کہ کسی قدیم سند کا حوالہ دیئے بغیر محض آجکل کی کسی مفید مطلب تصنیف کا اقتباس ناظرین کے سامنے پیش کردوں۔

آخری بات قابل تحریر یہ ہے کہ جب میں اس مقصد کامل کتاب سے مقابلہ کرتا ہوں جسے تالیف کتاب سے پیشتر اپنے سامنے رکھا تھا تو تفصیلی واقعات اور بالکلیہ تمام کتاب میں مجھے بہت سی خامیاں نظر آتی ہیں۔ ابتدا ہی سے میرا نصب العین یہ رہا ہے کہ میری کتاب مختصر ہو، ممکن ہے کہ اسی وجہ سے میں نے بعض امور کو اچھی طرح روشن نہ کیا ہو۔ چند مرتبہ مجھے بعض مورخوں کی رائے سے مجبوراً اختلاف کرنا پڑا ہے؛ اور مجھے یقین ہے کہ محض اختصار کی وجہ سے اس عزت و احترام کا احساس جو میرے دل میں اپنے وقتی فریق مخالف کا ہمیشہ ہوتا ہے اس کتاب کے ناظرین سے پوشیدہ نہ رہیگا۔

اڈولف ہولم

نیپلز،

نومبر ۱۸۸۵ء

انگریزی مترجموں کی یادداشت

انگریزی مترجموں کی یادداشت

انگریزی مترجم جناب مولف کے تہ دل سے ممنون ہیں کہ اُنھوں نے کتاب کے چند واقعات کی تصحیح کی ہے نیز بعض امور کی تفصیل میں کچھ اضافے کیے ہیں جنھیں مترجموں نے ترجمے میں شامل کرلیا ہے ساتھ ہی وہ فریڈرک کلارک صاحب کا بھی (جو جامعۂ آکسفرڈ میں کسی زمانے میں "ٹیلری" وظیفہ یاب تھے) شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُنھوں نے ترجمے پر غائر نظر ڈالی ہے اور پروف کی تصحیح کی ہے۔

تمہید

اہل یونان ان اقوام کی زنجیر میں بطور ایک نہایت مہتم بالشان کڑی کے ہیں جن کے واقعات اور حالات پر تاریخ عالم مشتمل ہے۔ ایسی قومیں بہت کم صفحۂ ہستی پر نمودار ہوئی ہیں جنھوں نے آئندہ نسلوں پر اس قدر عظیم الشان اثر ڈالا ہو، اور ان اقوام کی تعداد بہت کم ہے جن کے حالات کے مطالعے سے اس قدر دلچسپی ممکن ہو جتنی ہمیں تاریخ یونان سے ہے۔

چونکہ یونانی قوم حضرت عیسیٰؑ سے پہلے ہی معراج کمال کو پہنچ چکی تھی اسلیئے اُس کا مذہب، عیسویت کی طرح ارفع و اعلیٰ نہیں تھا؛ لیکن جہاں تک مذہب اور عام زندگی کے باہمی تعلقات کا سوال ہے ان میں اور مشرقی اقوام میں بہت بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ مشرقی اقوام میں ہمیں ایک نہایت زبردست مذہبی طبقہ نظر آتا ہے جس کا اثر اور سطوت ہر جگہ بہت بڑھی ہوئی ہے اور بعض ممالک میں تو یہ طبقہ ایک علیحدہ ذات بن جاتا ہے۔ اس کے افراد کے سپرد صرف مقدس رسوم کی بجا آوری ہی نہیں ہوتی بلکہ اُن تمام علوم کا مدار بھی اُن پر ہوتا ہے جن پر قوم کی ترقی کا انحصار ہے اور ساتھ ہی اخلاق کے جملہ مسایل پر انھیں کا حکم ناطق سمجھا جاتا ہے۔ یونان کی حالت اس سے بالکل جداگانہ ہے۔ بلا شبہہ وہاں بھی پجاریوں کا بہت بڑا اثر تھا اور اُن کی بے حد عزّت کی جاتی تھی لیکن اس اثر کے یہ معنے نہ تھے کہ انھیں ہر بات میں تفوّق اعلیٰ حاصل ہو یا کوئی شخص اُن کے احکام کی پابندی پر مجبور کیا جاسکے۔ چونکہ ان کے فرائض کسی خاص دیوتا کی خدمت تک ہی محدود تھے،

تمہید

اور لوگوں کا خیال تھا کہ دیوتاؤں کی خدمت اور زندگی کے لوازمات یہ بالکل مختلف چیزیں ہیں جن میں آپس میں کوئی فطری تعلق نہیں بلکہ اُن میں جو کچھ بھی واسطہ ہے وہ در اصل قوم اور اس کے سپوتوں کی معقول رائے سے پیدا ہوا ہے! اسی وجہ سے کوئی شخص ان پجاریوں کے مرتبے کو دیگر افراد کے مرتبے سے بہت زیادہ ارفع و اعلیٰ نہیں تصور کرتا تھا - یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم کو اس کلیے سے کہانت کے بعض مرکز خصوصًا ڈیلفی کا بت خانہ (جس کا دور ہیانی ترک وطن اور جنگ ایران کے درمیان ایک خاص رتبہ تھا) مستثنیٰ کرنا پڑیگا! لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یونانی ان کہانت خانوں کی کارروائیوں پر آزادانہ تنقید کرنے سے کبھی نہیں جھجکتے تھے - ان میں اخلاق اور زہد و تقوٰے دونوں موجود تھے، لیکن یہ کسی مافوق الفطرت ہستی کے احکامات کے باعث نہ تھے بلکہ یہ در اصل اس باہمی معاملہ داری مظاہرہ تھا جسے فطرۃً ہر فرد بشر محسوس کرتا تھا، حق تو یہ ہے کہ اُن کے اخلاق پر مذہب سے زیادہ مملکت کو اختیارات حاصل تھے - یونانیت کی ممتاز خصوصیت مذہبی اور اخلاقی آزادی ہے اور یہی در اصل اُن کے حصول علم کی طرف توجہ کرنے کا اصلی باعث تھا*

سیاسیات میں بھی اسی قسم کی آزادی کا تخیل موجود تھا اور یہاں بھی یونان مشرقی ممالک سے متبائن نظر آتا ہے - باوجودیکہ مشرق میں مطلق العنان حکومتوں اور عظیم الشان سلطنتوں کا ایک عام قاعدہ ہے، پھر بھی یونان میں جو چیز سب سے زیادہ ممتاز نظر آتی ہے وہ چھوٹی چھوٹی جمہوریتیں ہیں، اور یونانی مملکت ایک زندہ عضویت ہے جو اپنے انتظام و انصرام اور اپنے مستقبل کی تشکیل کی خود ہی ذمہ دار ہے*

باوصف ان تمام باتوں کے یعنی ذہنی اور سیاسی آزادی کو پیش نظر رکھ کر بھی اس رتبے اور حیثیت کا کافی اندازہ نہیں ہو سکتا جو قدیم یونانیوں کو اقوام عالم میں حاصل تھا - محض سطحی طور پر بھی یہ یونانیوں کے خصوصی امتیاز کے لیئے بالکل ناکافی ہے، اس لیئے کہ گو رومنوں کی ذہنی قابلیت محدود تھی اور ابتدائی زمانے میں ہی اُن کی سیاسی آزادی کا وہ عنصر جس کو یونان میں اس درجہ وقعت حاصل تھی جاتا رہا تھا

تمہید

اس طرح کہ بجائے متعدد انفرادی شخصیات کے ایک واحد سلطنت قائم ہوگئی تھی، پھر بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان میں ایک حد تک ذہنی اور سیاسی آزادی کا مادہ موجود تھا، اور اگر ہم یونانی ذہن و عقل کی انتہائی علوی کیفیت کو معیار قرار دیں؛ تو یہ تعریف بالکل ہی نامکمل رہ جاتی ہے۔

یونانیوں کے تشخص کی تکمیل کے لیے ابھی ایک جزو باقی ہے اور وہ اُن کی مخصوص حسّ "حسن وجمال" ("توکالون") ہے۔ اُنھوں نے ادبیات اور فنون لطیفہ کے بہترین نمونے تیار کیے اور علی العموم ایسی مثالیں پیدا کیں جو باستثنائے چند، اس وقت تک ادیبوں اور نقاشوں کے لیے مایۂ ناز ہیں۔ یہ بہ آسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ (برخلاف اقوام مشرقی اور ازمنۂ جدیدہ کے) مفصلۂ بالا خصائص اُن کی فنی قابلیت کے ممد ومعاون ہوئے ہوں گے جس قسم کے علم ادب اور فنون لطیفہ نے یونان میں نشوونما پایا اُس کا ارتقا کسی عیسوی ملک یا کسی مشرقی مطلق العنان حکومت میں بالکل ناممکن ہے اور وہ کمابیش مکمل شکلیں جو یونانی ماہروں نے بنائیں صرف اسی سیاسی اور ذہنی آزادی کی فضا میں پیدا ہوسکتی تھیں جو یونانیوں ہی کا خاص ورثہ تھا۔ یونانی "حسن وجمال" کے اس درجہ فریفتہ تھے کہ ابتدا ہی سے اُن کے اخلاقیات کے لیے یہی لفظ استعمال ہوتا تھا۔

اگر امور متذکرۂ بالا میں اس رتبے کا صحیح اندازہ کیا گیا ہے جو یونان کو اقوام عالم میں حاصل ہے یعنی اگر ہمیں اُنکی اس وقعت کا اندازہ ہوتا ہے جو اُنھیں ہمیشہ حاصل رہیگی باایں ہمہ ایک امر ضرور ہے جس سے اُن کی اُس قابلیت کا راز معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی ذہانت کو تکمیل کے درجے پر پہنچا سکے؛ اور یہ وہ ادراک تھا جو اُنھیں اصول تناسب کی قدر وقیمت کا تھا۔ "زوفروزیوتے" کا اصل مفہوم "صحت قوائے ذہنیہ" ہے اور یہ وہ صفت ہے جو یونانی ادبیات اور فنون لطیفہ کو مشرقی فنون سے ممتاز کرتی ہے بلکہ دراصل اسی کمی کی وجہ سے اعلیٰ ترین یونانی تصور کی تشکیل ممکن ہوگئی۔ اگر ان میں تناسب کا احساس نہ ہوتا تو وہ صرف اُن خصوصیات پر ہی اکتفا کرتے جو خوبصورت اجسام میں پائی جاتی ہیں اور اس صورت میں وہ اکثر اپنے خیالات کو مبالغہ آمیزی کے ساتھ ظاہر کرتے۔

تمہید

اس امر کا اظہار کرنے کی بہت کم ضرورت ہے کہ اگر ہم یونانیوں کو اتنی ہی اہمیت دیں جس کے وہ مستحق ہیں تو اُس کے یہ معنیٰ ہر گز نہ ہوں گے کہ اُنھوں نے ہر ایک شعبۂ زندگی میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ عیسویت جیسے مذہب کے ذریعے سے جو بلاشبہہ اُن کے مذہب سے ارفع و اعلےٰ ہے بہترین ادبیات اور اعلیٰ ترین علوم و فنون پیدا ہوں گے اور اُس کے دور دورے میں جو کچھ بھی کیا جائیگا وہ عہد ارباب پرستی کی کارگزاری سے کہیں بہتر ہوگا سیاتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے زمانے میں بہت سے ایسے نفسیاتی اور معاشرتی مسئلوں پر غور ہونا ممکن ہے جن سے قدیم یونانی بالکل ہی نابلد تھے اسی لیئے آجکل کے زمانے میں ہم بہ نسبت یونانیوں کے کہیں زیادہ عمیق مباحثہ کر سکتے ہیں۔

سیاسیات کی طرح اخلاقیات میں بھی یہی حکم لگایا جا سکتا ہے۔ یونانی قوم کی خصوصیات میں چند ایسے نقائص موجود تھے جن سے اُن کے بہترین افراد بھی بری نہ تھے، اور یہ نقائص دراصل اُصول انفرادیت کی اسی محبت کا باعث تھے جو اُن کے عشق آزادی کی گویا بنیاد تھی۔ کسی شخص کا قول ہے کہ وہ ہمارے مفہوم کے مطابق جذبۂ انسانیت کے تخیل سے مطلق ناآشنا تھے۔ اوّل تو ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ "حب البشر" ایک بالکل ہی یونانی تخیل ہے؛ اور جہاں تک مفصلۂ بالا الزام حقیقت پر مبنی ہے اس کی اصل وجہ اُن کی مخصوص روش تھی جو مسائل زندگی کے متعلق اُنھوں نے اختیار کی تھی اور یہ طریقہ محض کسی چھوٹی سی شہری مملکت میں ہی کارآمد ہو سکتا تھا؛ لیکن اس طرح ان مظالم کی توجیہ ہو سکتی ہے جن کے تاریخ یونان کے بہترین عہد میں یونانی مرتکب ہوئے۔

اس کے برعکس اخلاقیات کے دائرے میں یونانیوں کو کسی قسم کی پابندی سے جو نفرت اور اُصول انفرادیت کی طرف اُن کا جو فطری میلان تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنھوں نے فلسفیوں اور شعرا کی رہبری میں شاہراہ ترقی پر پورے انہماک اور جوش کے ساتھ قدم بڑھایا۔ ہم اس تحریک کا صحیح اندازہ صرف اسی وقت کر سکتے ہیں جب ہم خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ سب کچھ بغیر کسی قسم کے مذہبی دباؤ کے ظہور میں آیا تھا۔[۱]

[۱] جس دور کا ذکر کیا جا رہا ہے اُس کے ادبیات میں جو طرز اختیار کیا گیا ہے وہ غور و فکر اور

تمہید

یونانیوں کی طبیعت میں خیال اور عمل دونوں کا جو تطابق پایا جاتا ہے اُسکی وجہ سے اس قوم میں متعدد افراد ایسے پیدا ہوگئے جن کی مخصوص خصائل اور نمایاں اور ممتاز عادتوں کا مطالعہ ہر ایک دور میں کیا جاتا ہے جس طرح یونان کی مختلف نسلوں، مملکتوں اور گروہوں کو ایک خاص وقعت حاصل ہے اسی طرح وہاں کے سربرآوردہ اور ممتاز افراد نے بھی اپنی وقعت تاریخ عالم پر ثبت کردی ہے، اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ان میں سے ہر ایک شخصیت کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کریں۔ اگر آج کل کا کوئی مورّخ ازمنۂ قدیمہ کے کسی فرد کی جانبداری کرے تو خواہ وہ اخلاقی یا سیاسی اصول پر ہی کیوں نہ مبنی ہو اور اس کا جذبہ کتنا ہی فطری یا قدرتی کیوں نہ قرار دیا جائے پھر بھی اس سے اکثر بے انصافی سرزد ہو جانے کا احتمال ہے۔ یونان قدیم کے ممتاز افراد کو صرف خصوصیات انسانی کے مختلف الاقسام نمونے سمجھنا چاہیے اور اُن پر غور کرنے میں محض اسی کا لحاظ کرنا چاہیے:

اس بیان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یونان کی تاریخ مرتب کرنے والے کو وہاں کی سیاسی ترقی کا بیان ذہنی اور فنی ترقی کے ذکر سے علٰحدہ نہیں کرنا چاہیے۔ وہ تاریخ جس میں ان مرکزی اصولوں پر جو یونان کی حیات و ممات کی گویا بنیاد تھے بحث نہ کی جائے بلکہ اس میں سیاسی ارتقا کا ہی تذکرہ ہو، ہرگز مکمل نہیں کہی جا سکتی۔ اگر ہم سے تاریخ یونان کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے لئے کہا جائے تو ہم پہلے حصے میں اس اثر کو بیان کریں گے جو اصول انفرادیت نے (جو اُن کے جملہ افعال کی گویا جان تھا) یونانیوں پر ڈالا تھا، اور دوسرے میں اُن کے فنی ارتقا کا ذکر کریں گے، لیکن

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ بحث و مباحثے کا ہے اور یہ اُس طریقے سے بالکل متغائر ہے جو آجکل مروّج ہے اور جو ایک حد تک محض عقیدہ پرستی پر مبنی ہے۔ یونانی فنون لطیفہ میں ابتدا ہی سے بحث و مباحثے کا طرز جاری ہے؛ اور گو سیاسیات کے میدان میں جو کچھ یونانیوں نے حاصل کیا وہ ہمارے لئے کسی طرح نمونہ نہیں بن سکتا لیکن یہاں بھی ہمیں اُن کی داد دینی چاہئیے کہ انھوں نے ہمیشہ اپنی سیاسی ادارات کی مکمل صورت پیدا کرنے کی کوشش کی، یونانیوں کے حب تناسب کے لئے **پولی بیوس** ۵، ۹ کا مطالعہ کیا جائے۔

تمہید

تاریخ یونان کی تکمیل ان دونوں کو یک جا کرنے سے ہی عمل میں آئیگی۔

یونانیوں کے نزدیک شہری آزادی کا ارتقا اور فنی نصب العین کی جستجو دونوں کی رفتار دوش بدوش تھی۔ اُن کی سیاسی آزادی اور میدان فنون میں ترقی دونوں ایک ہی مدت تک جاری رہی، ایک ہی زمانے میں معراج کمال کو پہنچی اور بہ یک وقت دونوں کا زوال شروع ہوگیا؛ اس لیے کہ گو ایک زمانہ ایسا بھی آیا جب معاملات خارجہ میں اُن کی شوکت باقی نہیں رہی تھی لیکن اُس وقت بھی اُنھیں اندرونی آزادی برابر حاصل تھی۔ غرض یہ ہے کہ یونانی تمدن اور سیاسیات سمجھنے کا صرف ایک طریقہ ہے، وہ یہ کہ ان دونوں کا ساتھ ساتھ مطالعہ کیا جائے۔

ان امور پر بحث کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تاریخ یونان کے مکانی و زمانی حدود کیا ہیں۔ اگر یونان کی آزادی کا خاتمہ جنگ خیرونیہ پر ہی تسلیم کرلیا جائے تو پھر اس کے بعد کے واقعات پر قلم اُٹھانا بیکار ہے، لیکن یہ طرز عمل صحیح نہوگا۔ بلاشبہہ جو رتبہ اس لڑائی سے پیشتر یونانیوں کو حاصل تھا وہ اسکے بعد زائل ہوگیا، لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ اس کی اندرونی خودمختاری کا ایک جزو باقی رہ گیا اور بہت سی یونانی مملکتیں پہلے ہی کی طرح خودمختار رہیں۔ بہرحال یہ ہرگز مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ اسپارٹیوں کی کوشش کہ وہ اپنی قوم میں از سر نو روح پھونک دیں، اور اکائیائیوں اور اتولیوں کے وفاقی اصول حکومت کی تخلیق، ان دونوں ممتاز واقعات کو ہم اپنے دائرۂ عمل سے خارج کردیں؛ اسی لئے ہمیں کورنتھ کی بربادی کے واقعات تک جانا پڑیگا۔ اب رہے جغرافی حدود، سو وہ ہر عہد میں برابر گھٹتے بڑھتے رہے ہیں اور جہاں کہیں یونانی معیار کے مطابق زندگی بسر ہوتی ہے وہی مقام تاریخ یونان کے لیے گویا ایک میدان بن جاتا ہے؛ مثلاً جب نؤکراتیس، پانتی کاپیوم اور مسالیہ کا ذکر آتا ہے تو فوراً ہمیں مصر، کریمیہ اور غالیہ پر بحث کرنی پڑتی ہے۔ چونکہ دیار یونان کا کوئی مستقل مرکز نہیں اس لیئے ہماری مشکلات اور بھی بڑھ جاتی ہیں، لیکن یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ مرکزیت کا بالکل ہی فقدان ہے بلکہ کبھی ایک اور کبھی دوسری مملکت دیار یونان کی رہبری کے

فرائض انجام دیتی ہے چنانچہ اکثر تو اسپارٹا، بعض مرتبہ ایتھنز اور اس سے کم درجہ تھیبز اور مختلف وفاقیتوں کی قسمت کے ساتھ چند روز کے لئے تمام یونان کی قسمت وابستہ ہوجاتی ہے: تمہید

ہمارے خیال کے مطابق تاریخ یونان کو چار مختلف عہدوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے دور کے (جو ۵۰۰ ق م تک رہتا ہے) ابتدا میں محض نسلیاتی اور بعد میں تنقیدی مسائل پیش نظر رکھنے پڑیں گے؛ ہمیں یہاں ایک محض روایتی تاریخ سے کام پڑیگا اور قابل وثوق واقعات کو اخذ کرنے کے لیے اُن کی مکمل جانچ کی ضرورت لاحق ہوگی۔ جہاں تک ابتدائی دور کا تعلق ہے یہ واقعات محض ارتقائے تہذیب کے چند حوادث پر مشتمل ہیں۔ یونان کی سیاسی نشوونما ایک مکمل اتحاد سے شروع ہوتی ہے جو ایک حد تک مذہبی بنیاد پر قائم ہے؛ لیکن دنیا بہت جلد دیکھ لیتی ہے کہ اس قوم کے اندر بلاد عالم میں پھیل جانے کا مادہ موجود ہے اور اُن کی مملکتوں کے ارتقا میں ایک خاص ضابطہ پایا جاتا ہے۔ یونان میں دو مہتم بالشان ریاستیں ایتھنز اور اسپارٹا تھیں؛ ان میں سے اسپارٹیوں نے تو اپنے لئے ابتدا ہی میں ایک دستور مرتب کرلیا، لیکن ایتھنز نے اس دور کے آخر ہی میں اپنی شوکت کا سکہ جمایا۔ غرض یہ ہے کہ تاریخ یونان کے ابتدائی دور میں جو چھٹی صدی ق م تک برابر جاری رہتا ہے یونانی نسل کی تشکیل ہوتی ہے اور یونانی خصائل ایک مخصوص سانچے میں ڈھل جاتے ہیں:

دوسرا دور (۵۰۰ ق م تا ۴۳۱ ق م) اس حملے سے شروع ہوتا ہے جو مشرق اور مغرب میں بہ یک وقت اُس پر کیا گیا اور جس میں یونانیوں نے اپنے دشمنوں کو خاص ارض یونان اور سسلی دونوں میں شکست فاحش دی۔ ان فتوحات سے یونان کی ذہنی اور سیاسی کیفیات میں شباب کے آثار نمودار ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہی اس میں ضعف کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے۔ یونان کی ترقی کا اصلی سبب یہ تھا کہ اُس میں متعدد ریاستیں ایک دوسرے کی معاونت پر ہمیشہ کمربستہ رہتی تھیں؛ اور صرف یہی تنوع اُن کی بربادی کا بھی باعث ہوا۔ دوریانیوں اور ایونیائیوں نے مشرق اور مغرب میں ایک دوسرے سے لڑنا شروع کیا، بعد ازاں

تمہید

مشرق میں تو ایونیائی ایتھنز نے اور مغرب میں دریائی سہر قوسہ نے سیادت حاصل کرلی جو مدّت دراز تک برابر قائم رہی؛ آخر کار گو دوریانیوں کو ہی فتح حاصل ہوئی لیکن ایتھنز کو یہ تفوق حاصل رہا کہ اُس نے ان تمام اوصاف کو جو علوم و فنون میں یونانیوں کو حاصل تھے یک جا کر کے اُن کی قابلیت کو بدرجۂ اتم مکمّل کردیا۔ گو یہاں بھی انحطاط کی ابتدائی جھلک نظر آتی ہے، بااین ہمہ ان ایّام کی ابتدائی کیفیات بھی ایک مخصوص شان سے خالی نہیں اور یوریپدیس سوفوکلیس کا ہر معنیٰ میں صحیح جانشین ہے۔ غرض یہ ہے کہ تاریخ یونان کے دوسرے دور میں جو پانچویں صدی ق م میں ختم ہوجاتا ہے یونان پایۂ کمال کو پہنچ گیا اور ساتھ ہی اس کے تہذیب و تمدن کو زوال بھی شروع ہوگیا؛

تیسرے دور میں (۴۰۴ ق م تا ۳۳۸ ق م) مشرقی اور وسطی یونان کے اندر اسپارٹا کے برابر کوئی اور مملکت ذی اثر نہیں باقی رہتی اور تھبز کے ساتھ اُس کو ایران کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ مغرب میں شہر قوسہ کو سیادت حاصل ہوجاتی ہے اور اُس کے طرز عمل پر قرطاجنہ کے ساتھ باہمی تعلقات کا گہرا اثر پڑتا ہے؛ اب مشرق اور مغرب دونوں میں شمالی اقوام تماشا گاہ یونان پر نمودار ہوتی ہیں؛ مغرب میں تو اُنھیں کسی قدر نیچا دیکھنا پڑتا ہے، لیکن مشرق میں مقدونیہ کی نیم ملکی ملوکیت کے سر ہی سہرا رہتا ہے اور وہ یونانی مملکتوں کے خارجی اثر کا خاتمہ کردیتی ہے۔ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس تیسرے دور میں یونانیوں کی سیاسی زندگی کا آخری مرتبہ اچھا ہوتا ہے اور مشرق میں چھوٹی چھوٹی یونانی مملکتوں کو سرنگوں ہونا پڑتا ہے؛

چوتھے دور میں (۳۳۸ ق م تا ۱۴۶ ق م) یونان روز بروز مقدونیوں کا ایک کھلونا بنتا جاتا ہے؛ لیکن ساتھ ہی مقدونیہ کی سیادت میں یونانی دیار مشرقی میں جاکر اپنی تہذیب اور تمدّن کی مشعل روشن کرتے ہیں۔ مغرب میں یونانی نوآبادیاں قرطاجنہ کے خلاف جنگ آزما ہوکر اپنی خودمختاری قائم رکھتی ہیں لیکن رومۃ الکبریٰ کے سامنے وہ بھی ہتھیار ڈال دیتی ہیں اور یہی حشر آخر کار اقلیم یونان کا بھی ہوتا ہے۔ الغرض اس چوتھے دور میں جسے اکثر "دور یونانیت"

تمہید

کا بھی لقب دیا جاتا ہے جو جنگ خیرونیہ سے شروع ہو کر ممیس کی تاراجی کو تھ تک چلتا ہے، یونانی تمدن بڑی بڑی غیر یونانی اقوام میں پھیل جاتا ہے اور آئین خود مختار حکومت کو بحال کرنے کی آخری مرتبہ کوشش کی جاتی ہے۔ یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ یونانی اقوام خصوصًا مشرقی یونان کی بلدیات نے سیادت روما کے ماتحت اپنی اندرونی آزادی کو متواتر مستحکم رکھا تھا۔

تاریخ یونان مرتب کرنے کا خیال سب سے پہلے حال ہی کے زمانے میں پیدا ہوا۔ ممکن ہے کہ یونانیوں نے بھی اپنی تاریخ مرتب کرنی چاہی ہو اس لیے کہ وہ ہمیشہ اپنا اور غیر یونانیوں کا مقابلہ کیا کرتے تھے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ کسی یونانی نے کبھی تاریخ یونان کے موضوع پر کچھ نہیں لکھا، اور خود افیورس کے تذکروں میں یونانی اور غیر یونانی دونوں قوموں کے حالات موجود ہیں۔ زمانۂ حالیہ میں انگریزوں نے ہی سب سے پہلے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ اگرچہ جرمنیوں نے بھی اس میدان میں بے حد ترقی کی ہے اور گرٹیوس کی فاضلانہ تصنیف فنی حیثیت سے کمال کو پہنچ گئی ہے ساتھ ہی ڈنکر کی تاریخ فن تنقید اور تفسیر نویسی کا بدرجۂ اتم مظہر ہے، بایں ہمہ گروٹ کی تاریخ ہماری پوری تعریف و توصیف کی مستحق ہے، وہ ہر ایک تفصیلی واقعے کی تحقیق و تفسیر کا گویا ایک نمونہ پیش کرتی ہے اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے مؤلف کو یونانی سیاسیات اور یونانیوں کی خصوصیات پر پورے طور پر عبور حاصل تھا۔ [۱]

[۱] ہمارا ارادہ ہے کہ اپنے حواشی میں صرف اُن کتابوں کے حوالے پر اکتفا کریں جن کا ذکر اشد ضروری ہے اور محض اہم ترین اسناد اور زمانۂ حالیہ کی تصانیف کے اقتباسات درج کریں۔ قدیم یا جدید مورخین یونان کے حالات سے اس کتاب کو اتنا ہی بُعد ہے جتنا تاریخ ادبیات سے۔ ہمارا انتخاب ہمیشہ مضمونی ہوتا ہے اور ہم ہمیشہ اس نکتہ چینی کے لیے تیار رہتے ہیں کہ ہم نے فلاں اہم واقعہ نظر انداز کر دیا۔ یا فلاں معاملے میں جو آخرترین تحقیقات ہوئی ہے اُس سے مدد نہیں لی حقیقت یہ ہے کہ اکثر مواقع پر ہم اپنے حوالوں کو ضرورت سے زیادہ مختصر نہیں کر سکتے۔ بہرحال اگر کسی کو تاریخ یونان کا مطالعہ کرنا ہو

تمہید

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - اس کتاب سے اصول سمجھنا ہے تو اُس کی رہبری کے لیے ہم مفصلۂ ذیل
امور کا تذکرہ کرتے ہیں - اول تو پڑھنے والے کو تاریخ یونان کی دو کتابوں کا مقابلہ کرنا چاہیے یعنی
(۱) فیشر کا مضمون تاریخ یونان کے متعلق آخرترین کتب "مکتوبات مختصر" جلد ۱، لائپزگ سنہ ۱۸۷۷ء
(Kl. Schriften) اور مہافی "مسائل تاریخ یونان" Mahaffy: Problem
In Greek History) لندن سنہ ۱۸۹۲ء انکے علاوہ منجملہ موجودہ زمانے کی تصانیف کے مفصلۂ ذیل
ضرور مطالعے کے قابل ہیں :- (۱) گروٹ: "تاریخ یونان" (Grote: History
of Greece) ۱۲ جلد، لندن سنہ ۱۸۴۶-۵۵ء، اشاعت ہائے مابعد - جرمن ترجمہ، اشاعت دوم، ۶ جلد،
برلن سنہ ۱۸۸۰ء (۲) کُرتیوس "تاریخ یونان" (E. Curtius: Griechische Geschichte)
تین جلد، برلن سنہ ۱۸۵۷ء اور اس کے بعد کی اشاعتیں جن میں آخری تحقیقات کا ملخص دیا ہوا ہے۔
(۳) م ڈُنکر: "تاریخ قدیمیات" M. Duncker: Geschichte des Alterthums
جلد ۵ تا ۷، اشاعت ۳ تا ۵، لائپزگ سنہ ۱۸۸۱ء، سلسلۂ جدیدہ جلد ۱، لائپزگ سنہ ۱۸۸۴ء - ان کے
علاوہ (۴) تھرل وال: تاریخ یونان Thrill-wall: History of Greece
اور زمانۂ مابعد کی تصانیف یعنی (۵) ڈیوُ ریوُلی (Durny) جسکی اہمیت خاصکر اسلیے ہے کہ اسمیں
نہایت نادر تصانیف کی نقلیں دی ہوئی ہیں (۶) بوسولٹ: "تاریخ یونان" Busolt: Griechische
(Geschichte ۲ اشاعت جدیدہ، جلد ۱، سنہ ۱۸۹۳ء - (۷) ا۔ ایبٹ: "تاریخ یونان"
(E. Abbot. History of Greece) جلد ۱ و ۲ (۸) پرسی گارڈنر: "تاریخ یونان کے
چند نئے ابواب" Percy Gardner: new chapters in Greek History
لندن سنہ ۱۸۹۲ء میں بھی بہت سی مفید معلومات ہیں - (۹) وارڈ فاؤلر: "یونان اور روما کی شہری حکومتیں"
Warde Fowler: City States of the Greeks and Romans
لندن سنہ ۱۸۹۳ء تاریخ یونان کی ایک نہایت عمدہ تمہید ہے - (۱۰) پاپاریگوپولو "تاریخ اقوام یونان"
Historia tou Hellanikou ethnous hypo K. Pappar egopoulou
ایتھنز سنہ ۱۸۸۱ء اچھی کتاب ہے - ان تمام تصانیف کے علاوہ طالب علم یقیناً چند تصانیف کا ضرور
مطالعہ کریگا جو مخصوص موضوعوں پر لکھی گئی ہیں خاصکر ا۔ میولر (Ottfr. Muller) کی دو کتابیں یعنی
"اُرخومینوس" اور "دوریانی قوم" ضرور قابل مطالعہ ہیں اور یہ کہنا بیجا نہیں کہ ان دونوں تصانیف میں فاضل مصنف نے
اپنے تبحر اور علمیت کا ثبوت دیا ہے - ا۔ مے یر کی کتاب "تاریخ قدیمیات" ایک جلد (سلسلۂ تاریخ دیار مشرق تا ابتداء دولت ایران)

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ E. Meyer: Geschichte der Uterthums, I Bd., Geschichte des Orients bis zur Gruendung des Perserreiches اشٹٹگارٹ ۱۸۸۴ء تمہید کے طور پر بہت مفید ثابت ہوگی۔

سنویت کے اعتبار سے ہماری بہترین سند یوسیبیوس ہے جس کی آخری اشاعت اے شیونے کی ادارت میں شائع ہوئی ہے (برلن ۷۶-۱۸۷۵ء A. Schoene: Eus-chronicorum Lib. II. زمانہ حال کی سنوی تصانیف میں مفصلہ ذیل قابل ذکر ہیں: (۱) ہ ف کلنٹن کی "یونانی کاروباری ایام" آکسفورڈ ۳۴-۱۸۲۴ء (N. F. Clinton: Fasti Hellenici) اس کتاب کے تین حصے ہیں: پہلا پندرھویں اولمپیاد تک، دوسرا اولمپیاد ۱۲۴ تک اور تیسرا اگسٹس کی موت تک جب رومن جنتری رائج ہوجاتی ہے۔ کلنٹن کی کتاب کے پہلے حصے کا فیشر اور سیوٹ بیر نے جرمن زبان میں ترجمہ کرکے اسکا نام "تاریخ جدول ہائے ازمنہ" (Vischer und Soetbeer. Geschichte Zeittafeln) نام رکھا ہے اور یہ الٹونا میں ۱۸۴۰ء میں شائع ہوئی تھی اور اس کے دوسرے حصے کا ک، و، کریگر نے لاطینی میں ترجمہ کرکے لائبزگ سے ۱۸۳۰ء میں شائع کیا (K. W. Kreieger) اسکے علاوہ ک پیٹر کی "جدول ہائے تاریخ یونان" اشاعت چہارم، ہالے ۱۸۷۳ء (C. Peter: Zeittafeln der griech Geschichte) نہایت کار آمد ہے اور اُنگر (Unger) نے اپنے متعدد مضامین میں بہت سے تفصیل واقعات کی نہایت عمدہ تحقیقات کی ہے۔ ہمارے لیے بنیادی اسناد کا مطالعہ اس وقت سے اور بھی آسان ہوگیا ہے جب سے ک، میولر نے "مجموعہ تواریخ اہل یونان" میں بہت سا مواد جمع کردیا ہے جسے ف، ڈیڈو نے پانچ جلدوں میں پیرس سے شائع کیا ہے C. Mueller: Fragmenta Historicorum Graecorum, F. Didot Paris, 5 Vols. اور جس میں اصل متن کے ساتھ لاطینی ترجمہ بھی دیا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ تاریخ یونان کے لیے کسی قدیم مورخ کی تصنیف کا استعمال محض اس پر منحصر ہے کہ ہم اس خاص شخص کو کس قدر اعتبار و اعتماد کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، یعنی ہمارے نزدیک وہ کس قدر حق پسند ہے اور صحیح روایات کا کہاں تک اعادہ کرتا ہے۔ اگر کسی ایسے قدیم مورخ کی تصانیف جس نے اپنی دیکھی ہوئی باتیں نہ لکھی ہوں ہمارے سامنے آجائیں تو یہ دریافت کرنا مناسب ہے کہ خود اُس کے ماخذ کا کیا پایہ ہے۔ اس ضمن میں حال ہی میں بہت کچھ تحقیق و تدقیق کی گئی ہے،

بقیۂ حاشیۂ صفحہ گزشتہ۔ لیکن مختلف مورخ کسی خاص اصول پر متحد نہیں ہوئے۔ اس لیے یہ ناممکن ہوگیا ہے کہ اس تحقیقات سے جو عام نتائج نکالے جاتے ہیں انھیں تاریخ یونان کے مہتم بالشان واقعات پر چسپاں کیا جاسکے۔ یہاں ایک اور امر بھی ملحوظ رکھنا چاہیے؛ کسی زمانے میں یہ خیال عام تھا کہ ازمنۂ قدیمہ کے بڑے بڑے مورخ محض نقل نویس تھے اور مثال کے طور پر یہ دعوے کیا جاتا تھا کہ پلوٹارک میں ان اسناد کے اقتباسات تقریبًا لفظ بہ لفظ دیے ہوئے ہیں جن کو اس نے نقل کیا ہے۔ لیکن یہ نظریہ اب مسترد ہوگیا ہے اور اس کتاب کے مصنف نے بھی حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس کی پیروی نہ کی جائے۔ لیکن قابل وثوق اسناد کو مختلف مورخوں کی تحریروں سے بالکل الگ کردینا کوئی آسان کام نہیں اور مکمل تاریخی ایوان کی تعمیر میں زمانۂ حال کے مورخ کے مخصوص انداز پر بہت کچھ مدار ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر بالفرض ہم کسی خاص سند کو قابل وثوق ٹھیرالیں، تب بھی اس کے جملہ بیانات محض اسی اصول پر مسترد کردینا ہر حالت میں درست نہ ہوگا۔ صرف اسی حالت میں جب ایک مخصوص واقعہ قابل وثوق انداز سے چند مستند تصانیف میں بیان ہوچکا ہے لیکن اسی واقعے کے متعلق بعض وقائع نگاروں نے غلط معلومات بہم پہنچائی ہیں تو ایسی صورت میں اسے ترک کردینا مناسب ہے۔ تاریخ یونان کی اسناد کا بہترین خلاصہ ا۔ شیفر نے اپنی کتاب "خلاصۂ ماخذ تاریخ یونان تا پولی بوس جلد ا۔ A. Schaeffer: A briss der Quelbnkunder der griechischen und roemirschen Geschischte, I, Abth: Griechische Geschichte bis auf Polybius, 3 aufl., Lpz., 1882 میں دیا ہے:

قدیمیات یونان کے نوشتوں کی بنا پر جو تصانیف مرتب کی گئی ہیں ان میں تاریخ یونان پر ایک مخصوص اور مہتم بالشان حیثیت سے توضیح کی گئی ہے۔ علاوہ گلبرٹ کی پچھلی تصنیف کے "بیاض قدیمیات یونان" جلد ا، لائپزگ ۱۸۸۱ء Gilbert: Handbuch der (Griechischen Staatsalter thumer) دو اور تصانیف کا ذکر کرنا ضروری ہے یعنی ایک تو شیومان کی "قدیمیات یونان" (Schoemann: Griechioche Alterthumer پر دو جلدیں جو اس ماہر مصنف نے نہایت سلیس پیرائے میں لکھی ہیں اور دوسرے ک، ف، ہرمان C. F. Hermann کی تصنیف جو عمدہ ادبی اقتباسات

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ کی وجہ سے نہایت کارآمد ہے اور جس کی حال ہی میں از سر نو اشاعت ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ پاؤلی کے "دائرۃ المعارف" Pauly's Realencyclopadie میں بہت سے مضامین خصوصًا وہ مختلف اقتباسات کی تفسیر کے طور پر لکھے گئے ہیں نہایت عمدہ ہیں۔ اسمتھ کی انگریزی فرہنگوں Smith's Dictionaries کے خاص کر وہ حصے جنمیں سوانحی و جغرافی مضامین قابل دید ہیں کتبوں پر جو تصانیف لکھی گئی ہیں اُنمیں سے "یونانی کتبوں کا مجموعہ" Corpus Inscriptionum Graecarum اور "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" Corpus Inscriptionum Atticarum اور دو بیاض جنمیں جو حال ہی میں مدون کیے گئے ہیں یعنی اے ال ہکس کی "کتابچہ نوشتہ جات تاریخ یونان قدیم" A. L. Hicks: Manual of Greek Historial Inscriptions اکسفرڈ ۱۸۸۲ء اور گ ڈٹن برگر کی "مجموعہ نوشتہ جات یونان" G. Dittenburger: Sylloge Inscriptionum Graecarum لائپزگ ۱۸۸۳ء کا مطالعہ کیا جائے نیز نیوٹن کا ایک نہایت عمدہ مضمون اسکے "مضامین فنون و آثار قدیمہ" Newton: Essays on Art and archacology ۱۸۸۰ء اور رائناش: "یونانی کتبوں کا رسالہ" S. Reinach: Traite d' Epigraphic grecque پیرس ۱۸۸۵ء اور وہ جرمن فرانسیسی اور یونانی جرائد جو اتھنز میں طبع ہوئے ہیں یعنی "رویداد انجمن آثار قدیمۂ جرمانیہ بہ بلدۂ اتھنز" Mittheilungen des deutsches archaeologischer Instituts in Athen "رویداد مراسلات یونانی" Bulletin de correspondence Hellenique اور جریدۂ آثار قدیمہ Ephemeris archaiologike اور لندن کا مخزن مطالعات یونانی Journal of Hellenic Studies' یہ سب مطبوعات کارآمد ہیں۔

ایسے متبحر مصنفوں جیسے فریڈلینڈر، امهوف، ہیڈ، فون سالٹ، سکس، واڈنگٹن
Eriedlauder, Imhoof, Head, Von Sallet, Six Waddington
وغیرہ کی محنت کا یہ نتیجہ ہے کہ علم سکہ جات کی تعمیر بالکل نئی بنیاد پر شروع ہو گئی ہے اور اب میونے (Mionnet) کی جامع تصنیف کسی حالت میں کافی نہیں سمجھی جاتی۔ عجائب خانۂ برطانیہ میں جو یونانی سکے ہیں اُن کی فہرست آجکل بتدریج شائع ہو رہی ہے، اور اُسکے وہ حصے جن کا تعلق اٹلی، سسلی، وسطی اور شمالی یونان کے بعض حصوں، ایشیا اور مصر سے ہے چھپ چکے ہیں، یہ سب مورخین یونان کے لیے کارآمد ثابت ہوں گے انکا نہایت عمدہ ملخص

تمہید

بقیہ صفحہ حاشیۂ گذشتہ - ب، و، ہیڈ نے اپنی تصنیف سکّہ جات اقوام قدیمہ (Barolay V. Head: coins of the ancients) (لندن ۱۸۸۰ء) میں دیا ہے اور اس کو سکّوں کی تصاویر کے ۰ ۷ تختوں سے مزین کیا ہے - ف، لینورمان کی غیر مکمل تصنیف "قدیم زمانہ کے سکّے" F. Lenormant: Lamonnaie dans l' antiquite میں بہت کچھ مواد موجود ہے امہوف کی کتاب "سکہ جات یونان" Imhoof: Monnaies greoques اور اسکی تالیف موسوم "قدیم یونانی اقوام کے سکوں کی تصاویر" Portrait koepf auf antiken Muenzen hellen. Voelker، ۱۸۸۵ء) تاریخ کے طالب علم کے لیے گویا ایک معدن معلومات ہے - ان کے علاوہ پیرسی گارڈنر کی کتاب "یونانی سکوں کے اقسام" Percy Gardner: Types of Greek coins کیمبرج ۱۸۸۳ء بھی سبق آموز ہے اور ہلچ: "مقیاسیات" Hultsch: Metrologie اشاعت دوم کا بھی مقابلہ کیا جائے - جغرافی اہمیت کے لیے دوسرا باب دیکھا جائے۔

دینیات، تاریخ فنون لطیفہ اور تعمیرات کے مطالعے پر اس کتاب میں زیادہ زور نہیں دیا گیا۔ ان مضامین کے مطالعے کے لیے جن تصانیف سے بہت مدد ملیگی وہ و، ایچ، روشر "قاموس دینیات" W. H. Roscher: Lexicon der mythologie لائپزگ، ا، بومیسٹر "تعمیرہائے ازمنہ قدیمہ" A. Bau-meister: Denkmaler des Klassischen Alterthums میونخ، داران برگ و سالیو: "قاموس قدیمیات رومانیہ و یونانیہ" Darembezget Saglic: Dictionnaire des antiquites Grecques et romaines پیرس میں اور موخرالذکر ابھی شائع ہو رہی ہے - یونانی فنون لطیفہ کے مطالعے کے لیے پیرو اور شیپیئے کی کتاب "تاریخ فنون قدیمہ" Perrote et chipiez: -Histoire de l' art (پیرس، آشٹ ۱۸۸۲ء) dans l' antiquite کے وہ حصے جن میں مصر، خالدیہ، اشور، فنیقیہ اور قبرس شامل ہیں نہایت عمدہ تمہید کا کام دیں گے - ان کے علاوہ طالب علم کو مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے (لیکن واضح ہو کہ اس فہرست میں وہ کتابیں شامل نہیں ہیں جو آج سے بہت پہلے لکھی گئی تھیں) - ل، م، مچل "تاریخ سنگتراشی قدیمہ" (L.M Michel; History of ancient Sculpture) کولی نیون (Colignon) "تاریخ سنگتراشی قدیمہ"

تمہید

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ جلد ۱، پیرس ۱۸۹۲ء ۱۔ ایس۔ مرے: "کتابچۂ آثار یونان قدیم"
A. S. Murray: Handbock of Greek Archaeology اور ڈرم:
"کتابچۂ فن تعمیر" (Durm: Handbuch der architectur) جلد ۱ "یونانیوں کا فن تعمیر"
Baukunst der Griechen دوسری اشاعت ڈارمشاٹ ۱۸۹۲ء بیڈیکر (Baedeker)
کی "رہبر یونان و اطالیہ" میں کیکولے (Kekule) کی تمہید نہایت عمدہ ہے۔ تاریخ ادبیات
کے لیے ا۔ میولر (O. Mueller) کی کلیات (اشاعت جدیدہ)، برنہارڈی، برگک
اور بلاس (Bernhardy, Bergk, Blass) کی کلیات کا مطالعہ کیا جائے۔ فلسفے کیلیے
تسیلر نے (Zeller) اور یونانیوں کی زندگی کے ایک اہم پہلو پر ل۔ شمدٹ نے "اخلاق یونان قدیم"
L. Schmidt: Ethik der alten Griechen (۲ جلد، برلن ۱۸۸۲ء) میں بحث
کی ہے۔ ا۔ کُرتیوس نے یونانیوں کی تاریخی قابلیت پر ایک لکچر دیا ہے جو اُس کے "ایام ماضیہ و حالیہ"
E. Curtius: Alterthum und Gegenwart (برلن ۱۸۷۷ء) میں طبع ہوا
ہے اور ساتھ ہی دنیائے یونان سے متعلق اُس کے دیگر مضامین بھی جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے
ہیں سب نہایت کارآمد ہیں۔ اسیطرح س۔ رائناش کی "کتابچۂ لسانیات قدیمہ" S. Reinach.
(Manuel de Philologie classique اشاعت دوم پیرس ۱۸۸۴ء سے بہت سے
مفید مطالب حل ہو سکتے ہیں اور ایوان میولر کے "قدیمیات" Iwan Mueller: Hand buch
der Klassischen alter thunwiseen schaft نیورڈلنگن ۱۸۸۵ء کی بھی
یہی حالت ہے جسے بہت سے محقق مل کر تیار کر رہے ہیں اور جو اختتام پر غالباً سات جلدوں تک
پہنچ جائے گی۔ آخرترین تحقیقات سے استفادہ حاصل کرنے کے لیے ان جرائد سے جو س۔ کالواری
S.Calvary کے اہتمام سے برلن سے نکلتے ہیں بہت مدد ملتی ہے، یہ برسیان میولر کا جریدہ
"کتب نمانۂ لسانیات" Bursian Mueller: Bibbottoca pailologica Berlin
اور "ہفتہ وار جریدۂ لسانیات"
(Philologische wochenschrift ہیں۔

ہمیں اپنے طرز تنقید کی مثالیں دینے کے لیے اتنی بات اور کہنی ہے کہ یونانیوں کو افسانہ سازی
کا بہت شوق تھا اور یہی افسانے اُن کے وحشی قصوں اور زمانۂ مابعد کی تاریخ کے بہت بڑے حصّے کی
گویا بنیاد تھے۔ حال ہی میں ارڈمانس ڈورفر (Erdmannsdorfer) نے قصص تاریخ یونان

تمہید

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - کی طرف ہماری توجہ مبذول کی ہے' یونانیوں نے اپنی تصانیف کے تاریخی زمانے میں سنوسنی اصول کو اکثر ترک کر دیا ہے اور جن اشخاص کا ذکر کیا ہے اُنمیں سے بعض کا تو سرے سے وجود ہی نہیں تھا؛ لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ ان میں زمانۂ متعلقہ یا نسل متعلقہ کی چند خصوصیات ضرور مضمر ہوتی ہیں اور ان حکایات میں سب سے بہترین کا پایہ تو وہی ہے جو واقعی تاریخ کے اجزا کا ہوتا ہے؛ بدیں وجہ ان حکایات کو بھی کلیتہً نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ بجنسہ اسی طرح جیسے ایک شاعر کسی شخصیت کا بیان خود مورّخ سے بہتر کر سکتا ہے یا جیسے کسی قدرتی منظر کا ہو بہو نقشہ بعض مرتبہ اُسکی حقیقت پر کماحقہٗ مبنی نہیں ہوتا جیسے کسی نقاش کی تصویر؛ اسیطرح تاریخ یونان کے بہترین قصے (مثلاً **سولن** اور **کریسیوس** کا قصہ یا **اگاریستے** کے عشاق کا قصہ) نفس مطلب کے لحاظ سے ان واقعات سے زیادہ حقیقت پر مبنی ہیں جو تحقیقات وتجسس کے بعد معلوم ہوئے ہیں - اسی وجہ سے گو **ہیروڈوٹس** کی کتاب سنہ ۵۰۰ق م سے پہلے کے واقعات (مثلاً **دوریانیوں** کے حملے سے پیشتر ان کی حالت یا سنوسنی تعین) کے لیے کوئی سند نہیں ہے، بایں ہمہ اسے تاریخ یونان میں بہت کچھ امتیاز حاصل ہے؛ **وائڈمان** (Weidmann) کی اشاعت میں اِشٹائن (Stein) کے جو حواشی دیئے ہوئے ہیں اُن سے **ہیروڈوٹس** کی تاریخ استناد کا اندازہ کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ لیکن اس کتاب میں جو کافی مبسوط ہے یہ ناممکن ہے کہ ان تمام دقیق اور پر معنی وسائل کا ذکر کیا جائے جو سنہ ۵۰۰ق م سے پہلے کے واقعات مجتمع کرنے کے لیے اختیار کیے گئے ہیں اس قدر بعید زمانے کی روایات کو کسی نئے سانچے میں ڈھالا جائے۔ ان طریقوں میں اس قدر باہمی مغائرت پائی جاتی ہے کہ ان سے دو بالکل مختلف النوع تاریخیں مرتب کی جاسکتی ہیں۔ آجکل یہ عام قاعدہ ہوگیا ہے کہ ذاتی قیاسات اور قدیم روایتوں کو یکجا کرکے دونوں کو ایک لڑی میں پرو دیا جاتا ہے؛ ہمارے خیال میں یہ طریقہ خاصکر ایسی حالت میں جب واقعات کیلیے کسی قسم کی سند موجود نہ ہو نہایت نامناسب ہے - اکثر وہ امور جنھیں قدیم مورّخ واقعات کہتے ہیں محض خود ساختہ اور مخترعہ ہوتے ہیں اور اُن کی قیمت زمانۂ حال کے نظریوں کے برابر بھی نہیں ہوتی؛ لیکن یہ بالکل ممکن ہے کہ اس مواد میں جو قدیم مورّخ چھوڑ گئے ہیں حقیقی واقعات بھی پنہاں ہوں - بدیں وجہ ہمارا خیال ہے کہ تاریخ یونان کو ترتیب دیتے وقت روایات اور محض قیاس کو ایک دوسرے سے بالکل جدا کر دینا چاہیئے اور ہم نے اس کتاب میں یہی کوشش کی ہے ؛

باب ۱

باب اوّل

یونانیوں کا ابتدائی وطن اور یونان میں آنیکے وقت اُنکی تہذیب و شائستگی کا اندازہ

تاریخ یونان کی بنیاد اس واقعے پر ہے کہ تمام یونانی ایک ہی نسل کے افراد تھے اور ابتداءً (و نیز عام طور پر) صرف وہی قبائل جن کا ایک دوسرے سے رشتہ تھا یونانی تہذیب و تمدّن کے بانی ہوئے؛ اس باہمی تعلق کی ظاہری علامت اُن کا ہمزبان ہونا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ محض ہمزبان ہونے سے اس قسم کا تعلق کلّیتہً ثابت ہوسکتا ہے۔ گو یہ اُصول قائم کیا جاسکتا ہے کہ ہمنسل اقوام کی زبان ایک سی ہی ہوتی ہے اور گو تاریخ عالم میں ہمیں ایسی بہت سی مثالیں ملیں گی جہاں یہ کلّیہ قائم نہیں رہتا بااین ہمہ عام طور پر اسی قاعدے کے مطابق عمل ہوتا ہے، اور اگر نسل اور زبان ایکدوسرے سے متبائن ہوں تو ہمیں فرض کرلینا پڑیگا کہ تمدن نے محض قومی امتیاز کو مغلوب کرکے لوگوں کے خصائل میں تغیر پیدا کردیا ہے۔ تاریخ یونان کے مطالعے میں ایک مشکل یہ بھی پیش آئیگی کہ ہمیں جو کچھ معلومات یونانی زبان کے متعلق ہیں وہ زیادہ تر اُسی کی ادبیات سے ماخوذ ہیں اور مقامی بولیوں کے متعلق بہت ہی کم واقفیت ہے۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ سرحدی اضلاع میں دراصل یونانی زبان بولی جاتی تھی یا نہیں تاکہ ہم تاریخ یونان کے جغرافی حدود کا تعین کرسکیں؛ لیکن ہم کو اکثر یہاں تک دسترس نہیں ہوتی اسی لیے ممکن ہے کہ ہم ایسے ممالک کو یونان میں شامل کرلیں جو اُس میں نہیں تھے یا ایسے اضلاع کو چھوڑ دیں

جو دراصل اُسی میں شامل تھے[1]۔ اس کے علاوہ یونان کی مقامی بولیوں کی لاعلمی سے اور بہت سے نقائص پیدا ہونیکا احتمال ہے کیونکہ کسی قوم کی زبان معلوم ہونے سے اُس کے بہت سے خصائص کا اندازہ ہو سکتا ہے[2] ساتھ ہی اگر ہمارا علم تحریری الفاظ تک ہی محدود رہے تو اس میں بڑا نقص رہیگا۔ بلاشبہہ علم ادب زبان کا گویا شگوفہ ہے لیکن زبان کی صحیح وقعت کا اندازہ کرنے کے لیے اُس کی ضرورت ہے کہ ہم قبائلی بولیوں سے بدرجۂ اتم مانوس ہو جائیں؛ باب ۱

باوجود ان تمام نقائص کے یونانی زبان کے مطالعے سے ہمیں یونانی خصائص اور تاریخ کے انکشافات میں بہت مدد ملتی ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ قدیم ترین عہدوں کی تاریخ کے لیے یہ ہی ہمارے لیے واحد سند ہے؛

اس میں کلام نہیں کہ مختلف اقوام عالم دراصل ایک ہی قوم کے مختلف قبیلے تھے؛ آبادی کی زیادتی اور مزید اراضی کی ضرورت پیش آنے پر انھیں اپنا آبائی وطن چھوڑ دینا پڑا اور وہ دیگر اطراف دُنیا میں جا کر بس گئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب قبائل کسی زمانے میں ساتھ ساتھ رہتے تھے اور اُن میں کسی قسم کا

---

[1] اصلی مسئلۂ زیر بحث یہ ہے کہ مقدونیوں کو یونانیوں میں شامل کرنا چاہیے یا نہیں۔ فِک Fiok کی رائے کے مطابق (جو اُسنے کوہن کے جریدے (Kuhn's Zeitschriften) ۲۲ میں ظاہر کی ہے) اسکا جواب اثبات میں ہے۔ اسکے برخلاف گ، مے یر (G. Moyer) کی رائے ہے۔ مقابلہ کیا جائے ڈروا سے سن: "سکندر اعظم" (Droysen: Alex) (۱،(۲)، ۶۹؛

[2] یونانی زبان کی خصوصیات کا کرٹیوس نے اپنی تاریخ یونان (Curtius: Gräech. Gesch) (۱؍۴)، ۱۷ میں نہایت عمدہ ملخص دیا ہے اس سے اُن صفات کا اندازہ ہو سکتا ہے جنکی وجہ سے یونانی قوم معراج کمال کو پہنچ گئی یعنی ان میں نہ تو انتہائی عزیت پائی جاتی تھی نہ انتہائی عیش پرستی، نہ بجید سختی اور دہشیار ملائمت۔ چونکہ ہمیں قدیم یونانی مقامی بولیوں کا حسب دلخواہ علم نہیں اس سے ہم اُن کے باہمی روابط کا صحیح اندازہ نہیں کرسکتے۔ لیکن اس زمانے میں اس ضمن میں نہایت عمق کیساتھ تحقیقات کی جارہی ہے اور نوشتوں کی تعداد میں روزمرہ اضافہ ہوتا ہے اسلیے امید کامل ہے کہ بہت جلد ہماری معلومات بہت بڑھ جائیگی؛

نسلی امتیاز نہ تھا یہاں تک کہ ہم زبان کی ہیئت پر غور کرکے ان اقوام کے متعلقین کو پہچان سکتے ہیں اور ان کی حرکت کی سمت کا تعین کر سکتے ہیں - ان لسانیاتی مطالعات کا ایک اور بھی فائدہ ہے؛ اس سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جب یہ اقوام ایک ہی جگہ رہتی تھیں تو اُن کی تہذیب و تمدن کی کیا حالت تھی اور وہ اپنے ساتھ اپنے آبائی وطن سے کیا کیا لائے تھے - مثلاً اگر ہمیں کسی قوم کی زبان میں زراعت کے مترادف کوئی لفظ ملے اور وہی لفظ بعض دیگر اقوام کی زبانوں میں بھی پایا جائے جس سے اس قوم سے کسی زمانے میں تعلق تھا تو ظنِ غالب ہے کہ جب یہ اقوام ایک دوسرے سے جدا ہوئیں تو ان میں وہ پیشہ موجود ہوگا جو اس لفظ سے ظاہر ہوتا ہے؛ ساتھ ہی ہم یہ بھی دریافت کر سکتے ہیں کہ وہ ملک کونسا تھا جہاں سے یہ سب اقوام نکلیں۔ یہ وہ طریقے ہیں جن کے ذریعے سے علم لسانیات نے اکثر تاریخ تمدن کی مدد کی ہے - اس شعبے میں اے کوہن (A. Kuhn) اور یعقوب گرم (Jacob Grimm) کے زمانے سے یورپی اقوام اور ان نسلوں کی جن کا انسے رشتہ ہے بہت کچھ تحقیقات ہوئی ہے، اور روز بروز ہم پر یہ منکشف ہوتا جاتا ہے کہ جہاں تک تفصیلی حالات کا تعلق ہے بہت سے امور ہنوز متنازعہ فیہ ہیں لیکن تاریخ قدیم کے لیے زبان کے ایک نہایت عمدہ معدن واقعات ہونے میں شبہہ نہیں؛

سب سے پہلے ہمیں چند سوالات قائم کرنے پڑیں گے جن کا جواب ہمارے لیے ضروری ہے - پہلا سوال تو یہ ہے کہ وہ کونسی اقوام ہیں جن کا یونانیوں سے رشتہ تھا اور اس رشتے کی کیا نوعیت تھی؟ تیسرے یونانی اُس ملک میں، جس کو انھوں نے اپنے نام سے منسوب کیا کس راستے سے آئے اور جس وقت وہ یہاں آکر آباد ہوئے تو اُن کی تہذیب و تمدن کی کیا حالت تھی؟

بالفعل صرف لسانیات ہی کی مدد سے ان سوالوں کا جواب دیا جا سکتا ہے؛ اس لیے کہ گو تیسرے سوال کا ایک حد تک اس معلومات سے جس پر زمانۂ قبل تاریخ کے مطالعات مشتمل ہیں، جواب مل جائیگا پھر بھی ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس دور کے متعلق ہمیں اس قدر کم معلومات حاصل ہیں کہ انسے

باب ۱

تاریخ یونان میں بہت ہی کم مدد دیگی۔ بالفرض اگر تحقیقات سے ان مقبروں اور اوزاروں کی تعداد میں گو نہ اضافہ ہو جائے جو اس وقت تک منکشف ہوئے ہیں تو بھی ہم کامل وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ ابتدائی یونانیوں کو وہ تہذیب و شائستگی حاصل تھی جس کا ان سے پتہ لگتا ہے؛ ممکن ہے کہ وہ اس قوم کی اُن شاخوں کے آثار ہوں جو ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے تھے یا غیر ملکیوں کی باقیات ہوں اگر ہم ایسے نتائج پر پہنچنا چاہیں جو ایک چھوٹی سی تاریخ یونان میں شامل کرنے کے قابل ہوں تو اس کے لیئے ہمیں بہت سے مزید انکشافات کی ضرورت ہوگی[۱]۔

---

[۱] برائے نام قدیمیات قبل تاریخ کی صورت حال نہایت ندرت رکھتی ہے۔ مختلف کھدائیوں سے خصوصاً ان سے جو **شلی مان** کی سرکردگی میں کی گئی ہیں بہت سا ایسا مواد فراہم ہو گیا ہے جس کی چھان بین کے لیے بہت کوشش کی جارہی ہے اور جس کا بیشتر حصہ قبل تاریخ کہا جا سکتا ہے۔ یونان میں روایات قدیم کی کثرت ہے اس لیے ہمارا فطری میلان یہ ہوا کہ خاص خاص مقامات پر جو انکشافات ہوئے ہیں اُن سے قدیم زمانے کے سورماؤں کا تعلق دکھایا جائے اس طرح گویا یہ بتایا جائے کہ وہ امور جو دیگر ممالک میں قبل تاریخ قرار دیے جائیں وہ دراصل ان واقعات کی گویا تمثیلیں ہیں جو دیگر مآخذ سے جمع کیے گئے ہیں، یہی وہ ابتدائی جذبات ہیں جو غالباً اُس متبحر عالم کے ہوں گے جو سب سے پہلے کوئی انکشاف کرے، ہمیں اسکا یقین ہے کہ یہ انکشافات اُن ازمنہ کے متعلق ہیں جنھیں عام طور پر پیش از تاریخ کا لقب دیا جاتا ہے اور یہ وہ عہد ہے جس کی بابت ہمارے پاس کوئی تحریری مواد موجود نہیں ہے، لیکن ہمارا یہ بھی خیال نہیں کہ یہ سب انکشافات اس دور افتادہ اور بعید زمانے کے متعلق ہیں جنکا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ اولین تاریخ یونان کے لیئے بالفعل لسانیات ہی کی مدد سے کچھ نہ کچھ مواد فراہم ہو سکتا ہے۔ بلا شبہہ جزیرۂ **تھیرا** کے انکشافات اور **الیوم** کی برآمدہ اشیا دونوں مستثنیات سے ہیں اور مقدم الذکر تو درحقیقت اُس جزیرے کی قدیم تاریخ کا بس ایک ہی ثبوت ہے۔ یونان میں عصر الحجر کی باقیات پر **ڈیومول** (A. Dumont) نے اپنے مضمون "یونان قبل حکایات و قبل تاریخ" جریدۂ آثار قدیمہ جلد ۱۶

La Grece avant la legende et avant l'histoire, Revue

باب ۱

بہر نہج بالفعل صرف لسانیات ہی ایسا علم ہے جس کی مدد سے ان سوالات کا کسی قدر جواب دینا بھی ممکن ہے ؛

منجملہ اُن اقوام کے جن کا ہمیں علم ہے یونانیوں کا چند اطالوی اقوام خصوصًا لاتینیوں، امبریائیوں اور اوسکائیوں سے نہایت قریب کا رشتہ ہے اور ان سے ذرا بعید تعلق کلٹیوں، جرمانیوں، اسلافیوں، ارمنوں اور ایرانیوں سے یعنی اُن اقوام سے ہے جنھیں مجموعی طور پر "ہند و یورپی" کہتے ہیں قیاس غالب یہ ہے کہ ان تمام اقوام میں اطالوی ہی زمانۂ دراز تک یونانیوں کے ساتھ رہے اور یہ دونوں قومیں ایک دوسرے سے سب کے بعد علیحدہ ہوئیں۔ لیکن اگر ہم یہ کوشش کریں کہ محض لسانیات کی مدد سے ہی ابتدائی تاریخ یونان کا تسلسل قائم ہو جائے تو ہم فورًا یہ محسوس کریں گے کہ ہمارے بیان میں بہت بڑا میدان چھوٹ جاتا ہے ؛ ہمیں اطالوی قوم کی جنوبی شاخ، جزیرہ نمائے بلقان کے جنوبی نصف اور ایشیائے کوچک کی زبانوں کا بہت ہی کم علم ہے، حالانکہ یہی وہ قومیں ہیں جن سے زمانۂ مابعد میں یونانیوں کا سب سے زیادہ ربط ضبط رہا اور جن کے ساتھ وہ بہ نسبت دیگر اقوام کے بہت زیادہ عرصے تک متفق و متحد رہے ہوں گے۔ ہم یہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ افروجیوں، تھریسیوں، الیریائیوں اور مسایپیوں سے یونانیوں کا کس قسم کا تعلق تھا، نہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ ان اقوام میں کونسی قوم نے سب سے پہلے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ Archeologique T. Xui اور لامبروس نے اپنی کتاب "مطالعات" (Sp. Lampros: Meletemata, ایتھنز ۱۸۸۴ء) میں بحث کی ہے

۱، شراڈر نے جو رائے اپنی کتاب "لسانیات متقابلہ و تاریخ دور ابتدائی" (O. Schrader; Sprach ver-gleichung-und Urgeschichte) صفحہ ۲۱۰ پر ظاہر کی ہے وہ ہماری رائے کے مطابق ہے۔ ہمیں ان انکشافات کو اس لیے نامناسب اہمیت نہیں دینی چاہیے کہ ان سے وہ بالکل غیر معلوم امور کی بابت ہیں ایک تو قوم اور دوسرے وہ دور جن سے ان اشیاء کا تعلق ہے یا اسی وجہ سے بڑے بڑے متبحر علما میں بھی ایسے مباحث جیسے دریائے پو کے وادی میں جھیلوں کے مکانات پر بھی اختلاف رائے رہتا ہے ؛

اُن کا ساتھ چھوڑا اور کونسی نے بعد میں؟ مثلاً کیا افروجیوں نے اپنے اعزہ و اقارب کو سب سے پہلے خیرباد کہا، اس کے بعد تھریسیوں نے اور سب کے بعد الیریائیوں اور مسایوں نے؟ کیا کبھی کوئی زمانہ ایسا بھی گزرا ہے جب ان اقوام کی مفارقت کے بعد یونانی اور اطالوی ایک دوسرے کے ساتھ بطور "اطالو یونانیوں" کے رہے؟ ہم ان سوالوں کا جواب کماحقہٗ تیقن کے ساتھ نہیں دے سکتے۔ جن یورپی زبانوں کا ہمیں علم ہے اُن کی مثال بالکل اس میزانِ الوان کی سی ہے جس میں ایک دو بنیادی رنگ مع تمام ارتقائی رنگوں کے بالکل مفقود ہوں۔ ایسے رنگوں کو صحیح نوعیتوں میں تقسیم کرتے ہوئے جو دقت پیش آئیگی وہ ظاہر ہے۔ اگر ہم کو یہ پتا لگ جاتا کہ وہ کونسی قوم ہے جو نسل کے اعتبار سے یونانیوں اور ایرانیوں کے درمیان رکھی جاسکتی ہے تو اس کی مدد سے ہمیں خود یونانیوں کی اصل کے متعلق مزید معلومات حاصل ہو جاتیں۔ ان "ہند و یورپی" زبانوں کی ایسے درخت سے بھی تشبیہ دی جاسکتی ہے جس کی بہت سی شاخوں پر پردہ پڑا ہو اور ہمیں یہ بھی نہ معلوم ہو کہ ان شاخوں کا جو ہماری نظر کے سامنے ہیں ایک دوسرے سے اور ان شاخوں سے جو ہماری نظر سے اوجھل ہیں کیا رشتہ ہے، نہ ہم اس سے واقف ہیں کہ اصل تنے کے کس حصے سے یا کس ڈالی سے وہ شاخ جسے ہم یونانی کہتے ہیں نکلی ہے۔ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ افروجیہ سے سسلی تک بہت سی ہم نسل اقوام پھیلی ہوئی تھیں جنھیں ہم افروجی، ٹرویانی، تھریسی، مقدونوی، الیریائی، ایپائیروسی، یونانی، اطالوی، مسائی، کاؤنیائی، اوئے نوتری، صقالی اور سکانی کا لقب دیتے ہیں؛ یونانی اسی شجرے کی ایک شاخ تھے۔ ممکن ہے کہ بعض مؤرخوں کی رائے کے مطابق ان ہم نسل اقوام کا ابتدائی مسکن اندرون براعظم ایشیا میں نہ ہو بلکہ سرزمین یورپ ہی ہو، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یونانی قوم کا ایک حصہ ایشیا سے یورپ نہیں آیا، بلکہ اس کے برعکس جن واقعات کا ہمیں علم ہے ان کے لحاظ سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یونانی اس ملک میں دو مختلف سمتوں سے داخل ہوئے، ایک تو جزیرہ نمائے بلقان کے شمالی حصے سے بجانب جنوب اور دوسرے ایشیائے کوچک سے بحیرۂ ایجین ہوتے ہوئے

باب ا

بجانب غرب۔ اگر یورپ ہی یونانیوں کا جنم بھوم تھا تو ہمیں یہ فرض کر لینا پڑیگا کہ وہ تھریس پہنچ کر متفرق ہو گئے ہوں گے اور آخر کار ارض یونان میں از سر نو مل گئے ہوں گے؛

اب تیسرے سوال کو لیجئے، یعنی جب یونانی یونان میں آ کر آباد ہوئے تو اُن کی تہذیب و تمدن کی کیا حالت تھی؟ اس کا جواب علم لسانیات یہ دیتا ہے کہ یہ قوم کسی طرح غیر مہذب نہیں کہی جا سکتی۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ”ہل چلانے“ اور ”ہل“ کو یونانی ”آرو“ اور ”آروٹرون“ (Arow, Arotron) اور رومن ”آرو“ اور ”آراترم“ (Aro, Aratrum) کہتے تھے تو ہم فوراً اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جب وہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو اُنھیں فن کاشتکاری سے واقفیت حاصل تھی۔ حال ہی میں اس نظریہ کے خلاف کہ یونانیوں کی تہذیب کا پایہ بلند تھا نہایت مناسب پیرایے میں صدائے احتجاج بلند کی گئی ہے اور اس میں شبہہ نہیں کہ فن زراعت میں بھی اُنھوں نے بہت زیادہ ترقی نہیں کی ہو گی[۱]، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انھیں اس فن میں ضرور کچھ نہ کچھ معلومات تھی۔ وہ متواتر خانہ بدوش نہ تھے بلکہ جہاں تہاں قیام کرتے اور پھلوں کے درخت، باجرا، جوار اور جو بوتے تھے۔ باقیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جزیرۂ تھریس کے ابتدائی باشندے زراعت سے واقف تھے، لیکن اگر وہ اپنے ساتھ بیج کیلیے اناج لیے پھرتے تھے تو اس سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے پاس انگور کے قلم بھی رہتے ہوں گے، اس لیئے کہ اول تو انگور کی کاشت اور ثمرباری کے لیے مختصر موسم گرما کافی نہیں ہوتا، دوسرے روٹی کی طرح شراب ضروریات زندگی میں نہیں ہے، لہذا یہ فرض کر لینے کی مطلق ضرورت نہیں کہ جب وہ یونانی جن کا ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں یونان میں

---

[۱] ف، ہین نے اپنی کتاب ”ایشیا سے یونان اور اٹلی کو ترک وطن کے وقت کاشتکاری اور مویشی کی حالت“ V. Hehn: Kulturpflanzen und Hausthiere in ihrem Uebergange von Asien nach Griechenland und Italien. Berlin, 1870 (برلن ۱۸۷۰ء) میں قدیم یونانیوں کے ترقی یافتہ فن کاشتکاری کے متعلق شبہات کا اظہار کیا ہے؛

آئے تو اپنے ساتھ انگور کی بیل بھی لیتے آئے؛ بلکہ جب ہم دیونی سیوس کی آمد کے افسانوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اس صریح نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ ابتدا میں شراب خوار نہ تھے، لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ شراب کی ماہیت سے واقف ہوں۔ زراعت سے بھی زیادہ یونانیوں کی زندگی کا مدار مویشی کی پرورش پر تھا خواہ مخصوص مقامات پر ملک کی سطح میں کتنا ہی نشیب و فراز کیوں نہ ہو، یونان کے مختلف دیہات میں زندگی کی تقریباً یکساں کیفیت تھی؛ وادیوں میں اناج کی کاشت ہوتی اور مویشی چرائے جاتے؛ شہد کی مکھیوں سے شہد اور موم، جھاڑیوں سے کھٹے پھل، شکار سے گوشت، مردہ جانوروں سے لباس، برتن اور کمانوں کے لیئے تانت مہیا کی جاتی تھی، بھیڑوں کی اون سے نمدے کی ٹوپیاں (یونانی پیلوس Pilos لاطینی پلیوس Pileus) بنائی جاتی تھیں اور درختوں کی چھال اور ریشوں سے پہلے تو تہ در تہ اور پھر بنا ہوا کپڑا تیار کیا جاتا تھا اور وہ اپنے مٹی کے برتن دھوپ میں تپا کر بناتے تھے۔ جب کوئی قبیلہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا تو اُس کے کمزور افراد گاڑیوں میں سوار ہوتے: وہ قدرتی یا مصنوعی غاروں میں رہتے یا اپنے لیے لکڑی یا ڈالیوں، مٹی یا پتھر کے جھونپڑے بناتے۔ بلاشبہ جس طرح آجکل ان ممالک میں جہاں جھیلیں ہیں لوگ لکڑیوں کو جھیلوں میں گاڑ کر اُن پر مکانات بناتے ہیں ویسے ہی یونانی بھی کرتے ہوں گے، بلکہ خود ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ تھریس کے پائونیائی اپنے مکانات اسی طرح تعمیر کرتے تھے۔ سنسکرت، لاطینی اور جرمن میں تانبے کیلیے ایک ہی لفظ ہے (Ajas, ais, aes) لہذا ظن غالب ہے کہ اوّلین یونانی قوم دھاتوں کے استعمال سے واقف تھی، لیکن چونکہ یونانی زبان میں تانبے کو "خالکوس" (Chalkos) کہتے ہیں اس لیے ہم فرض کرسکتے ہیں کہ وہ اپنے اوزار بنانے میں پتھر کے برابر تانبا استعمال نہ کرتے ہوں گے؛

قدیم یونانیوں کے مذہب پر علم لسانیات سے بہت روشنی پڑتی ہے، اس سے یہ منکشف ہوگیا ہے کہ یونانی مذہب اور ہندو دھرم میں باہمی تعلق تھا اس سے یونانی وثنیات کا مسئلہ پہلے سے نسبتہً آسان ہوجاتا ہے۔ اب ہمیں یہ معلوم ہوگیا ہے کہ وثنیات دراصل اُس زاویہ نگاہ کی جس سے وہ قدرتی مناظر کا مطالعہ کرتے تھے گویا

باب ۲

ایک شاعرانہ شکل تھی۔ اُن کے ذہنی تخیلات کے تنوع کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اُن کی زبان میں ایک طرف تو بہت سی اشیا کے لیئے ایک ہی لفظ تھا اور دوسری جانب بعض الفاظ ایسے تھے جن کے بے شمار معنی تھے۔ لہٰذا جہاں ایک ہی چیز کے لیئے بہت سے الفاظ استعمال کیئے جاتے تھے، وہاں اُسی چیز کے اظہار کے لیے مختلف طریقے برتے جاتے تھے۔ مثلاً جرمن، یونانی اور ہندی وثنیات میں گائے، گھوڑے، بھیڑ اور جہاز سب بادلوں کے تخیل کے اظہار کے لیئے استعمال ہوتے ہیں؛ اس کے برعکس بعینہٖ جیسے ایک صفت مختلف اسما کے لیے استعمال ہو سکتی ہے اسی طرح ایک ہی استعارے کو مختلف معنی پہنائے جاتے ہیں مثلاً "گھوڑے" سے بادل، شعاع، آفتاب، موسم بہار اور سمندر کی لہر سب ہی معنی لیے جا سکتے ہیں۔ دراصل اسما کے اسی تنوع سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ مختلف ہم نسل اقوام میں کیوں چند ہی ایسے دیوتا ہیں جن کے نام مختلف زبانوں میں ایک سے ہیں؛ ایک ہی تخیل کے مظاہر کے لیے اتنے طریقے تھے کہ مختلف اقوام نے ایک دیوتا کے لیئے مختلف نام نہایت آسانی سے تجویز کر لیئے۔ اس کے باوجود بعض نام یونانیوں اور اُن کی ہم نسل اقوام میں ایک سے ہی ہیں؛ مثلاً الٰہ الآلہہ کا نام **زیوس** (حالت اضافی "**دیوس**") تقریباً وہی ہے جو ہندی خدائے سماوات یعنی **اندر** کا ہے دوسرا نام "دیوش"، حالت اضافی "دیواس" اور دونوں کے لفظی معنی صاف و شفاف آسمان کے ہیں۔ اس کے علاوہ آسمان کے لیئے ایک اور لفظ **یورانوس** ابتدائی زمانے سے برابر چلا آتا ہے اور یہ سنسکرت "وروناس" کے بالکل ہمشکل ہے جس کے ابتدائی معنی "محیط الکل" یا ڈھکن کے ہیں۔ ساتھ ہی یونانی **ایوس**، لاطینی **اورورا** اور سنسکرت "اوشاس" ایک دوسرے کے بالکل مشابہ ہیں۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یونانی عقیدے کے مطابق آسمان کو جو خاص الوہیت حاصل تھی اور اُس سے جو کرامات ظہور پذیر ہوتی تھیں اُن سب تخیلات کو یونانی اپنے ابتدائی مساکن سے اُس وقت ساتھ لائے تھے جب اُن میں اور اُن کی ہم نسل اقوام میں باہمی روابط و ضوابط موجود تھے۔ آسمان سے چونکہ روشنی نکلتی تھی اس لیئے یہ قابل التفات و قابل پرستش تھا۔ لیکن اُن افسانوں میں جن میں دیوتاؤں اور عالم بالا کے موجودات کی بجائے ایسے اشخاص کا ذکر ہے جن کا

باب ۱ معمولی انسانوں سے تعلق ہے انھوں نے بالکل مختلف النوع ہیولات سماوی پر زور دیا ہے۔ اور یہاں بھی یونان اور ہندوستان میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ ہندی اشوین کو مانتے تھے اور یہ وہ سوار تھے جنھیں (نعوذ باللہ) دن اور رات نے پیدا کیا تھا؛ اشوین درحقیقت صبح صادق کا دوسرا نام تھا۔ بالکل اسی طرح یونانی دیوس کوری بھی سوار مانے جاتے ہیں جو گاڑیوں اور جہازوں پر سفر کرتے ہیں۔ ہندوستان میں "ازوری" راجہ اندر کے مویشی چرا کر انھیں پہاڑ کی ایک کھوہ میں چھپا دیتے ہیں اور بالآخر وہ اندر کو پھر مل جاتے ہیں؛ یونانی دینیات میں بجنسہ یہی قصہ بار بار دہرایا جاتا ہے۔ ہرقل گریونیس کے مویشی اری تھیا سے چرا لے جاتا ہے جو مغرب الاقصیٰ میں واقع ہے؛ اسی طرح نوزائیدہ ہرمیس اپولو کے مویشی چرا کر ایک غار میں چھپا دیتا ہے۔ ان قصوں میں جو حقیقت پنہاں ہے وہ یہ کہ "ازوری" اور ہرمیس دراصل طوفان کے دیوتا ہیں اور مویشی سے بادل مراد ہیں۔ ہندوستان اور یونان دونوں میں دیوتاؤں کے لیئے شراب مہیا کی جاتی ہے، ایک ملک میں "سوما" دوسرے میں نکتار اور امبروزیہ؛ ہندوستان کے گندھاروا" اور یونان کے قنطار ایک ہی چیز ہیں اور دونوں سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو برسات کے بادلوں کو اڑائے لیئے پھرتی ہیں؛ "گندھاروون" اور قنطاروں میں بعض موسیقی کو پسند کرتے ہیں، اور بعض بالکل غیر مہذب ہیں۔ یہ یقیناً تعجب کی بات نہیں کہ دونوں قوموں میں خدائے سماوی کا آلۂ حرب بجلی ہے اور پرومے تھیوس اور ہندوستانی دیوتا دونوں کے قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیم دیوتا نے دیوتاؤں سے بجلی چرا کر انسان تک پہنچا دی۔ یونان میں بجلی کا دیوتا ہفستائیوس ہے اور یہ ہندوستان میں دو مختلف حیثیتوں یعنی "اگنی" اور "تواشتر" کی حیثیت سے نمودار ہوتا ہے، اور جس طرح ان دیوتاؤں سے جن کا ہفستائیوس سے تعلق ہے (مثلاً کیکلوپیس، تلخی نیس، کابی ری اور داکتی لی) دراصل فنی مہارت مراد ہے، بالکل یہی حالت ہندی "رِبھوؤں" کی ہے۔ دونوں ملکوں میں طوفان باد و باراں کو دیوتاؤں اور ان کے دشمنوں کی باہمی جنگ وجدال سے تشبیہ دی جاتی ہے اور دینیات کے دونوں سلسلوں میں دیوتاؤں کے قوی ہیکل دشمن ہم شکل ہیں؛

باب ۱

گو اس کا کوئی خاص ثبوت نہیں دیا جا سکتا کہ مفصلۂ بالا حالات یونان کے اولین عہد میں ظہور پذیر ہوئے، لیکن بادی النظر میں ان قصوں سے نہایت ہی قدیم زمانے کا پتہ لگتا ہے اور ہم ان کو یونانیوں کے اوّل ترین مذہب پر محمول کر سکتے ہیں مخصوص طرز پرستش کے باب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ دعا کا طریقہ ابتدا ہی سے رائج تھا۔ یونانی بھجن گا کر دیوتاؤں کو اپنی طرف ملتفت کرتے تھے۔ اس عہد کے ابتدائی زمانے میں کسی پینے کی چیز کی قربانی کی جاتی تھی، یعنی ہندوستان میں تو "سوما" کی یونان میں شراب یا خمیرہ شہد کی، لیکن بعض مرتبہ جانوروں کی قربانی کا ذکر بھی سننے میں آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ترک وطن کے سبب سے بہت سی تبدیلیاں ہوئیں اور مذہب میں نئی نئی بدعتیں پیدا ہو گئیں، اسی لئے ہندی اور یونانی پوجا کے طریقوں میں مکمل یکسانی نہیں پائی جاتی۔ بہت سی باتیں تذرنسیاں ہو گئیں اور ان کی یاد اس وقت تازہ ہوئی جب مشرق اور مغرب میں از سر نو تعلقات پیدا ہوئے۔[۵]

---

۵ اس باب کے مضامین کے لیئے خاص طور پر شراڈر کی کتاب "لسانیات متقابلہ و تاریخ دور ابتدائی" (O. Schrader: Sprachver-gleichung und Urgeschichte, jena, 1883) دیکھنی چاہیئے۔ اس نادر تصنیف کے پہلے حصے میں اُس تحقیقات کا ذکر ہے جو لسانیات متقابلہ کی مدد سے تاریخ قدیم پر حال کے زمانے میں ہوئی ہے۔ نیز خاص خاص مسائل مثلاً ترویج معدنیات پر بحث کی گئی ہے اور اولین زمانے کی تاریخ نہایت تفصیل کے ساتھ بتائی گئی ہے۔ ماہرین لسانیات کی طرح اس کتاب کا مصنف نہایت غور و فکر کے ساتھ تاریخ تمدن کے مسائل پر بحث کر کے اصطلاح تاریخی تفحص کے لیئے گویا ایک مثال قائم کر دیتا ہے۔ اس تحقیقات کی وجہ سے اب یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی گزرا ہوگا جب اطالوی اور یونانی بطور ایک "اطالو یونانی" قوم کے یکجا رہتے ہوں۔ شراڈر کی کتاب کے صفحہ ۳۱۴ پر لاطینی اور یونانی اسلحہ کے ناموں پر بحث کی گئی ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ یونانی اور آریائی زبانوں میں اُن کے نام ایک سے ہی ہیں، وہ صفحہ ۴۵۰ پر یہ بھی کہتا ہے کہ تاریخ تمدن کے اعتبار سے یونانیوں اور آریائیوں کے مذہب، نذر اعتقاد، اسمائے اسلحہ وغیرہ میں یکسانی پائی جاتی ہے۔ ہمارا نظریہ ہے کہ یونانی صرف شمال کی جانب کے بری راستے سے ہو کر ہی نہیں آئے (جیسا شراڈر صفحہ ۴۴۹ اور دیگر مورخ فرض کر لیتے ہیں) بلکہ مشرق کی طرف سے بھی

باب ۱

الغرض ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جب یونانی یونان میں آئے تو وہ آریائی نسل سے تھے، اُن کی طرز معاشرت بالکل سیدھی سادی تھی، اُنھیں فن زراعت کا علم تھا، وہ مناظر قدرت کی جن کا مظاہرہ روشنی، بجلی، بادل اور بارش کی صورت میں ہوتا تھا، پوجا کرتے تھے، اور ان چیزوں نے اُن کے دینیات کے سلسلے میں جگہ پائی تھی۔ اس قوم کے یونان میں داخلے کے مسئلے پر صرف خیالی گھوڑے ہی دوڑائے جا سکتے ہیں اور انہیں غالباً نصف تو شمالی بری راستے اور نصف بحری راستے سے مشرق کی طرف سے آئے ہوں گے۔

اب وقت آگیا ہے کہ ہم اس ملک کے قدرتی حالات سے واقف ہو جائیں، نہ صرف اس لیے کہ اسی خطۂ زمین پر وہ واقعات پیش آئے جن پر تاریخ یونان مشتمل ہے بلکہ اس سے یونانی قوم کی خصائل بخوبی سمجھ میں آ جائیں گی۔ یہ ظاہر ہے کہ باہر سے آنے والی قوم اُس ملک کی مٹی سے تو نہیں بنتی جس میں آ کر وہ بود و باش اختیار کرتی ہے لیکن اُسکی اراضی سے اُس کی خصائل پر ضرور اثر پڑتا ہے اور کسی ملک کی جغرافی کیفیات سے اُسکے باشندوں کی تاریخ بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہے۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ سمندر کو عبور کر کے یورپی یونان میں داخل ہوئے اور یہ اس نظریے کا مزید ثبوت ہے۔ ازمنۂ ابتدائیہ میں مذہب کی حالت کے متعلق ا، کون (A. Kuhn) اور ماکس میولر (Max Muller) کی شہرۂ آفاق کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ شراڈر اپنی تصنیف (صفحہ ۲۰ تا صفحہ ۱۴۲) میں ان کتابوں پر بحث کرتا ہے جو اس موضوع پر لکھی گئی ہیں، اس لیے مزید اقتباسات کی چنداں ضرورت نہیں۔

باب ۲

باب دوم

ملک کی جغرافی کیفیت

تاریخ یونان کے مناظر صرف اُسی ملک تک محدود نہیں جو عام طور پر ارض یونان کہلاتا ہے اسی لئے جو جغرافی خاکہ اس باب میں دیا گیا ہے وہ اس سے زیادہ وسیع تر رقبے کا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جو چیز یونانی خطوں کو ایک دوسرے سے ملاتی ہے وہ خشکی نہیں بلکہ سمندر ہے۔ مشرقی یورپ کے میدانی دریا سب بحیرۂ اسود (یونتوس یوکسی نوس) میں آکر گرتے ہیں جو ایک طرف تو یورپ کو ایشیا سے جدا کرتا ہے، دوسری جانب بحیرۂ مارمورا (پرو یونتس) اور خاکنایوں (بوسفورس و درۂ دانیال) کے ذریعے سے اس کا بحیرۂ روم سے واسطہ ہو جاتا ہے۔ یہاں جو حصہ بحیرۂ روم کا واقع ہے اس کی نوعیت کھلے سمندر کی نہیں، اسی کے ساحلوں، راسوں اور جزیروں میں تاریخ یونان کے گوناگوں واقعات پیش آئے تھے اور ان سب کو یونان کی اراضی کے حصے کہہ سکتے ہیں۔ بدیں وجہ ارض یونان کو تین اجزا میں تقسیم کرنا مناسب ہے یعنی ساحل ایشیا، جزائر اور یورپی یونان۔ پہلا حصہ حدب ایشیائے کوچک کے کناروں کے محاذ میں پھیلا ہوا ہے، اور گو اندرون ایشیائے کوچک کی کیفیت ایران کی طرح بالکل اقلیمی ہے لیکن سمندر کے قریب اس میں پہاڑ، وادی، راسیں اور خلیجیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ چونکہ پہاڑوں کے زنجیرے جنوبی ساحل کے قریب ہیں اسلئے ملک کا ڈھلاؤ شمال اور مغرب کی جانب ہے اور اسی طرف اس کے بڑے بڑے دریا بہتے ہیں۔ مغرب کی طرف ساحل بہت کٹا ہوا ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں سے ارض یونان کی گویا ابتدا ہوتی ہے۔ اس نواح میں بہت سے دریا بہتے ہیں اور اُن کے بیچ میں پہاڑوں کے مختلف زنجیرے ایک دوسرے کے متوازی برابر ساحل تک

باب۱ جا کر قریب ترین جزیروں میں نکل آتے ہیں؛ دریا طویل خلیجوں کے بالکل دہانے پر گرتے ہیں، اور ان خلیجوں کی وجہ سے مختلف اقسام کے ساحل نمودار ہو گئے ہیں۔ ان دریاؤں میں ہرموس، کیسٹر اور میاندر سب سے بڑے ہیں؛ ہرموس کے شمال کی اراضی کا سلسلہ جزیرۂ لسبوس ہیں، ہرموس اور کیسٹر کے درمیانی زنجیرے کا سلسلہ جزیرۂ خیوس تک اور کیسٹر اور میاندر کا درمیانی سلسلہ جزیرۂ ساموس کی راس میکالے تک چلا گیا ہے۔ دریائے میاندر کے جنوب کی طرف جو ساحل ہے اُس کی وہی شکل ہو جاتی ہے جو ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل کی ہے، یعنی اونچے اونچے پہاڑ عمیق خلیجوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور کوئی ایسا اہم دریا نہیں جس کی مدد سے ساحل مسطح ہو جائے۔ اس ساحل کے کنارے پر بے شمار جزیرے ہیں جن میں سب سے اہم کوس اور رھوڈس ہیں۔ اس کے بعد لسیہ کا مدوّر ساحل آتا ہے اور خلیج پم فیلیہ پر جا کر ارض یونان ختم ہو جاتی ہے:۔

اب بحیرۂ ایجین کو عبور کر کے یورپ آئیے۔ چونکہ اکثر جزیرے اقلیمی پہاڑوں کے قدرتی تسلسل کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں اس لیے انھیں یورپ ہی سے وابستہ کرنا پڑیگا۔ جنوب میں ایشیا سے یورپ تک جزیروں کا گویا ایک زنجیرہ نظر آتا ہے جس میں کارپاتھوس، کاسوس، کریٹ اور کی تھرا جنوب میں، اور ساحلوں اور جزیروں کا ایک طویل خط شمال میں ہے جو بحیرۂ ایجین کو بحیرۂ تھریس سے جدا کرتا ہے۔ ایشیا میں پہلے تو ایک چوڑی چکلی سطح مرتفع نظر آتی ہے جس کا سب سے اونچا قلّہ کوہ آیدا ہے اور جس کے بالکل مقابل جزیرۂ تنے دوس ہے؛ اسی سلسلے کے متعلق تھریسی خرسونیز کا طویل الشکل جزیرہ نما بھی ہے؛ یہ ہیلیس پونٹ کے متوازی چلا گیا ہے اور اس کے اور تھریس کے درمیان صرف ایک نہایت تنگ خاکنائے واقع ہے۔ یہی سلسلہ آگے بڑھ کر جزائر امبروس اور لیم نوس کی صورت میں رونما ہوتا ہے تھریسی ساحل اور اندرون ملک میں تین بڑی بڑی ندیاں یعنی ہبروس، نستوس اور استری مون بہتی ہیں اور اُن کے دہانوں پر گویا ساحل کی یکرنگی توڑنے کے لیے ساموتھریس اور تھاسوس کے جزیرے ہیں۔ شمالی حصے میں مشرق سے مغرب تک کوہ ہیموس یا بلقان حائل ہے؛ اس کی شاخیں جنوب کیطرف نکلی ہوئی ہیں،

باب۲

جو ابتداءً تو زیادہ بلند نہیں لیکن آگے چل کر انھیں کی وجہ سے جزیرۂ نمائے خالکویس بن جاتا ہے جس کا کٹا ہوا ساحل اور تین راسیں نقشے پر نہایت ممتاز معلوم ہوتی ہیں۔ خلیج تھرمائے کی دوسری طرف، جو مقدونیہ کے ساحل کو سیراب کرتی ہے وہ عظیم الشان سلسلہ ہے جس کی شاخوں سے اُس ملک کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے جو مخصوص طور پر ارض یونان کہلاتا ہے اور جنوب کی طرف وہ کوہ پنڈوس کے نام سے الیریہ اور مقدونیہ کو، اور پھر ایپائیروس اور تھسلی کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ مغرب یعنی بحیرۂ ادریہ کی طرف بہت سے متوازی زنجیرے اور اُن کے درمیان نہایت عمیق گھاٹیاں ہیں۔ مشرق یعنی بحیرۂ ایجیئن کی طرف آڑی پہاڑیاں حائل ہیں جن کا رخ مغرب سے مشرق کی طرف کو ہے اور یہ دیگر پہاڑوں سے نکل کر جو شمال سے جنوب کو آتے ہیں سمندر کے قریب پہلے تو مقدونیہ کی اور پھر تھسلی کی سرحد بن جاتی ہیں۔ تھسلی دراصل ایک بہت بڑا طاس ہے جو مشرق میں کوہ اولمپوس، اوسا اور پیلیون سے اور جنوب میں اوتھریس سے محدود ہے، جس کے دریاؤں کا صرف دریائے پے نیوس کے دہانے پر ہی نکاس ہے۔ جنوب میں پہاڑوں نے ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے، کوہ پنڈوس کے مرکزی زنجیرے کے جو ذرا مشرق کی طرف جھکا ہوا ہے ایتہ ہوتا ہوا پارناسوس پہنچ جاتا ہے اور وہاں اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو جاتے ہیں جن سے آخر کار جزیرہ نمائے اٹیکا بن جاتا ہے؛ اُدھر تھسلی کا مشرقی حصہ آگے بڑھ کر جزیرۂ یوبیہ کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور اس کے بعد اس سے اور بہت سے جزیرے بن جاتے ہیں جن میں قریب ترین اندروس ہے۔ اب سمندر ہر طرف ملک میں گھس آتا ہے، اور گو تھسلی کی حالت اب بھی اقلیمی ہی رہتی ہے، لیکن یوریپوس کے ہر چہار طرف کے اضلاع یعنی یوبیہ، لوکرس، فوکس، بیوتیہ اور اٹیکا کو سمندر ہی ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ اب صرف جزیرے باقی رہ گئے، ان میں سب سے پہلے تو جزائر مدوّر (کیکلادیس) کو لیجئے؛ اس مجموعے میں مغرب میں تو کیوس، کیتھنوس، ہسری فوس، اور سفنوس (جو دراصل اٹیکا کا ہی سلسلہ ہے) ہیں، مشرق میں اندروس، تینوس، میکونوس، ناکسوس، اموَرگوس (جو دراصل یوبیہ کے ہی تسلسل کی وجہ سے وجود میں آیا ہے) اور

باب ۲

اور وسط میں گیاروس، سیروس، پاروس، یوس اور انافے ہیں جن میں سے یوسب اور انافے، میلوس اور تھیرا کے آتش فشاں جزائر میں ایک واسطہ پیدا کرتے ہیں:

ایتہ اور پارناسوس کے مغرب میں اکارنانیہ، ایتولیہ اور اوزولی لوکریوں کا ملک ہے، اور ان سب کی ساخت ایپائیروس جیسی ہے۔ ان کے سامنے خلیج کورنتھ کے جنوب میں پیلوپونیز ہے جو در اصل بہ نسبت ایک جزیرہ نما کے جزیرے سے زیادہ مشابہ ہے اور اسی لیے اُسے "پیلوپ کا جزیرہ" کہتے ہیں۔ اُسکے پہاڑوں کو بیوتیہ اور اٹیکا کی پہاڑیوں سے کچھ تعلق نہیں اور اُس کے مرکزی مجموعے سے جنوب و مشرق کی جانب شاخیں نکلتی ہیں۔ در اصل وہ زنجیرے جو کوہ پنڈوس کے مغرب میں اُس کے متوازی نظر آتے ہیں ایپائیروس میں اکروکے رونوس، ایتولیہ میں پانئے تولیکوس اور ارکنتھوس کی شکلوں میں رونما ہوتے ہیں، وہ پیلوپونیز میں آکر بہت بلند ہونے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں۔ یہاں کے پہاڑوں کا سب سے بڑا جھرمٹ شمالی ساحل کے قریب اکائیہ اور آرکیڈیہ کے درمیان واقع ہے اور اس کی شاخیں جنوب کی طرف نکلتی ہیں جن میں سب سے نمایاں وہ زنجیرہ ہے جو آرکیڈیا اور آرگوس کے بیچ میں ہوتا ہوا لقونیا کے قریب زنجیرۂ پارنون کی صورت میں برابر راس مالیہ تک چلا گیا ہے؛ یہ اس قدر مرتفع ہے کہ اندرونی ملک کے دریا اس سے گزر کر ساحل تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے برعکس آرکیڈیا کی مغربی سرحد کو دریائے الفیوس عبور کرکے اس ملک کی ندیوں کا پانی لیتا ہوا سسلی کے سمندر میں گر جاتا ہے۔ اس کا تعلق صرف مغربی آرکیڈیا سے ہے؛ مشرق میں متعدد گھرے ہوئے طاس ہیں جن کا نکاس ایک حد تک زمین کے نیچے ہو کر ہے؛ انکے اور وادیٔ الفیوس کے درمیان ایک زنجیرۂ کوہی ہے، اور عظیم الشان کوہ تے گتوس کو بھی جو لقونیہ کو مسینیہ سے جدا کرتے کے بعد راس تینئے ناروم پر ہو کر سمندر میں نکل جاتا ہے، اسی کا سلسلہ سمجھنا چاہیے۔ پیلوپونیز کی بڑی بڑی ندیاں بھی ایپائیروس، اکارنانیہ اور ایتولیہ کی طرح مغرب اور جنوب کی سمت میں بہتی ہیں۔ ایونی جزائر کورکائرا، لیوکاس، کیفالے نیہ اور زاکنتھوس کی روش بھی شمال و مغرب سے جنوب و مشرق

کی طرف کو ہے، اور یہ سب شمالی یونان اور پیلوپونیز کے محاذات میں ہی واقع ہیں۔ باب ۱
جزیرۂ کتیھرا بھی در اصل کوہ پارنون کا تتمہ ہے۔

یہ سب اُس ملک کے حالات ہیں جسے یونان کا لقب دیا جاتا ہے۔ بحیرۂ ایجین
کی چاروں طرف والے ممالک شامل ہیں؛ واضح ہو کہ یونانی آبادی کے حدود اُن
مقامات پر غیر معین ہیں جہاں ایشیائے کوچک اور تھریس میں دو بڑے بڑے اعظموں
سے ان کا واسطہ پیدا ہو جاتا ہے، لیکن جس جگہ کوئی غیر ملکی قوم ان پر دست درازی
نہیں کر سکتی یعنی یوریپوس، خلیج کورنتھ اور خلیج سارون کے (جو در اصل خلیج کورنتھ
کا ہی تتمہ ہے) چاروں طرف وہاں اُس کے حدود قطعی طور پر معین ہیں۔ پیلوپونیز یونانیوں
کا گویا ایک مستحکم قلعہ ہے، یہ ایک عظیم الشان جزیرہ ہے جس کا رقبہ ویلز یا ورٹمبرگ
کے برابر اور سسلی کا تین چوتھائی ہے، لیکن اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ساحل
نہایت کارآمد، اُس کا اندرونی حصہ اقلیمی اور اُسکے جزیرے نما طویل ہیں۔ اگر ہم ایجین
اور تھریسی ساحلوں کے محاذی رقبے سے وہ حصہ نکال لیں جس کے حدود جنوب،
مشرق اور مغرب میں تو وہی ہیں جو اس پورے ساحلی علاقے کے ہیں لیکن شمال میں
وہ اس خط سے محدود ہو جاتا ہے جو کوہ اولمپوس سے کوہ آتھوس ہوتا ہوا جزیرۂ لیمنوس
تک چلا گیا ہے (اور اس طرح گویا اس سے بحیرۂ تھریس کے محاذی ممالک کو خارج
کر دیں) تو وہ ملک رہ جائیگا جسے ارض یونان کہا جا سکتا ہے اور جو کچھ واقعات اس
میں پیش آئے اُن پر قطعی طور سے یونانی ہونے کا حکم لگانا بجا ہوگا۔

یونان کی آب و ہوا پر اُس کے عرض البلد، سمندر کے قرب یا مشرقی بحیرۂ روم
میں جغرافی حیثیت اور اُس بحیرے کی شمالی و مشرقی سمت میں کھلے ہونے کا اثر پڑتا ہے۔
جنوب کی طرف یہاں کے مخصوص عرض البلد کے سبب سے بہت سی ایسی اشیا پیدا ہو سکتی ہیں جنکی
پیداوار کے لئے گرمی کی زیادہ ضرورت ہے، لیکن ملک شمال و مشرق کی طرف بالکل
کھلا ہوا ہے اور بحیرۂ اسود کی ہر چہار طرف دشت ہی دشت ہیں اسلئے اسکی گرمی کسی قدر کم ہو جاتی ہے
اور موسم سرما خوب سرد ہوتا ہے چونکہ بحری ہوا کا ہر جگہ گزر ہے اس لئے ہر موسم کی شدت
بہت گھٹ جاتی ہے۔ ان تمام اثرات کا یہ نتیجہ ہے کہ یونان میں بہت سی قسموں کے درخت
نظر آتے ہیں، اور چونکہ اٹلی کی آب و ہوا نسبتہً زیادہ جنوبی اسلوب کی ہے اس لئے

باب ۲

یونانی پیداوار اس سے مختلف ہے جو اسی عرض البلد اٹلی میں ہوتی ہے مثلاً ضلع فلتیوتس میں زیتون پیدا نہیں ہوتا، نارنگی اور نیبو سے قدیم یونانی تو ناواقف محض تھے، آجکل بھی وہ شمالی یونان میں آرگولس تک پیدا نہیں ہوتے۔ اٹلی میں ان چیزوں کی کاشت کے لیئے اس قدر جنوب میں جانے کی مطلق ضرورت نہیں؛ مثلاً بارہی جہاں کا تیل مشہور ہے فیتوتس سے دو دقیقہ شمال میں واقع ہے اور سورنتو کی نارنجیاں آرگوس سے تین دقیقہ شمال میں پیدا ہوتی ہیں۔ یونان میں صرف دو ضلعے یعنی لقونیہ اور مسینیہ ہی ایسے ہیں جہاں کی آب وہوا جنوبی طرز کی ہے۔ اس ملک کی کھجوریں ملک کے لیئے محض باعث زینت ہیں، ان سے نہ تو رزق مہیا ہو سکتا ہے اور نہ ان کی کاشت سے کوئی فائدہ مقصود ہوتا ہے۔ گو وہ پھل جو خاص طور پر جنوبی ممالک میں پیدا ہوتے ہیں یونان میں بکثرت نہیں ملتے۔ لیکن زمین معتدل ممالک کی پیداوار کے لیئے نہایت زرخیز ہے خاصکر اس پیداوار کیلیئے جو دیمیتر، دیونی سوس اور اتھینے کے نام کے ساتھ وابستہ کی جاتی ہے*۔ علاوہ مختصر سے موسم سرما کے باقی سال بھر کے معتدل موسم میں ہوائیں کمابیش باقاعدہ چلتی ہیں، یعنی دن کو تو تازگی بخش شمالی ہوائیں اور رات کو ہلکی ہلکی جنوبی ہوائیں۔ بحری راستے بھی بالکل محفوظ ہیں۔ ملک کی اراضی کئی قسم کی ہے؛ زمین میں اکثر چینیا پتھر کی تہیں پائی جاتی ہیں اور جہاں کنکر سطح زمین پر آجاتا ہے وہاں وہ ہوا کی تری جذب کر لیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جزیرہ نماؤں جزیروں اور پہاڑوں پر خشکی زیادہ ہے؛ اس کے برعکس گھاٹیوں اور ظروف کوہی میں مٹی کا وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے پانی جمع ہو جاتا ہے۔ فی الجملہ یونان ایسا ملک نہیں جہاں بلا محنت ومشقت کاشتکار کو تموّل نصیب ہو۔ ملک کی مہتم بالشان کاشت اناج ہے اور چونکہ اراضی ہر قسم کی آب وہوا سے متاثر ہوتی ہے اسلیئے اسکی کاشت کے لیئے بے حد محنت درکار ہے۔ اسی وجہ سے اناج کی پیداوار ملک کی ضروریات کے لیئے نہ تو قدیم زمانے میں کافی ہوتی تھی نہ اب کافی ہوتی ہے۔ الغرض کہ یونانیوں کی قسمت میں محنت لکھی تھی، اور باوجود اس کے بھی رزق مایحتاج میں کمی پڑتی تھی جو وہ بحری تجارت

* یعنی اناج اور انگور (مترجم اردو)

کے ذریعے سے پورا کرتے تھے:

خلاصہ یہ ہے کہ اس قوم کی عام خصوصیات پر جو ہندی، ایرانی، اطالوی اور جرمانی اقوام کی ہم نسل ہے، ملک کی آب و ہوا اور اراضی کی کیفیت نے خاص اثر ڈالا۔ ہندوستان میں تو قوائے فطرت کو ہر چیز پر غالب آنے کی قابلیت تھی، ملک میں عظیم الشان دریا اور رفیع الشان پہاڑ واقع تھے، اور یہ لابد تھا کہ اُس کے مذہب پر ان کا ایک خاص اثر پڑے جس کے سبب سے اس میں انتہا پسندی کا مادہ پیدا ہو جائے۔ ایران کی حالت مختلف ہے، وہاں آباد اضلاع کی زرخیزی اور صحرا کی خشکی میں عظیم الشان تبائن پایا جاتا ہے، اسی لیئے وہاں کے مذہب میں اچھے اور بُرے اصول (یعنی یزداں اور اہرمن کی خصوصیات) کا فرق نمایاں ہے۔ لیکن یونان میں جو صورت حال ہے وہ ان سے بالکل مختلف ہے؛ اس میں نہ تو قوائے فطرت غالب ہیں اور نہ کسی قسم کا تبائن؛ بلکہ اُس کی اور اٹلی کی کیفیات میں بہت کچھ ہم رنگی واقع ہوئی ہے۔ ساتھ ہی چونکہ ملک متعدد قدرتی اضلاع میں منقسم ہے اس لیے اسمیں چھوٹی چھوٹی اقوام کے فطری ارتقا کے لیے بہت کافی مواقع موجود ہیں۔ بلاشبہہ یونان اور اٹلی کی قدرتی خصائص میں کچھ اختلاف بھی ہے، ایک طرف تو اٹلی کا ساحل طویل لیکن خلیجیں اور بندرگاہ کم ہیں، اور اراضی کے زرخیز ہونے کی وجہ سے اطالوی قوم نے کاشتکاری کے فن میں کمال حاصل کیا؛ دوسری جانب یونانی اپنے ملک کے جغرافی حالات سے ملاح گری اختیار کرتے اور نئی نئی چیزوں کی دریافت کرنے پر مجبور ہوئے۔ فی الجملہ اطالوی قدامت پسند تھے، لیکن یونانیوں میں صرف وہی لوگ پرانے رسم و رواج سے چمٹے رہے جنھوں نے جہازرانی کا پیشہ اختیار نہیں کیا:

نوٹ باب ۲

نوئی مان: "جغرافیۂ طبعی یونان مع حوالہ جات متعلق مسئلہ جات قدیمیات"

Neumann: Physical Geography of Greece, with special

reference to antiquity پارنج، بریز لاؤ سنہ ۱۸۸۵ء اور بریان "جغرافیۂ یونان"
Geographie von Griechenland ۲ جلد، لائپزگ سنہ ۱۸۶۲ء تا سنہ ۱۸۷۲ء۔ ہ، کیپرٹ:
"جغرافیۂ قدیمہ" H. Kiepert: Lehrbuch der alten Geographie
برلن سنہ ۱۸۷۸ء (اس کتاب کے حصہ ۹ صفحہ ۲۳۹ کا خاص طور پر مطالعہ کیا جائے)
ا، کرتیوس: "پیلوپونیسوس" A. Curtius: Peloponesos گوتا سنہ ۱۸۵۱-۵۲ء
۲ جلد۔ نقشوں کے لیے ہ، کیپرٹ: "نقشۂ یونان و نوآبادیہائے یونان"
H. Kiepert: Modern atlas of Hellas and the Hellenic
Colonies ۱۵ نقشے، برلن سنہ ۱۸۷۲ء، خاص خاص نقشوں کے لیے کرتیوس و
کاؤپرٹ: نقشۂ اٹیکا (انجمن آثار قدیمۂ المانیہ) Curtius and
Kaupert: Map of Attica, published by order of Imperial
German Archaeological Institute سنہ ۱۸۸۱ء؛ اولمپیا، میکانیے
اور پرگاموس کے نقشے اور ساموتھریس اور لسبیہ کے وہ نقشے جو آسٹروی
تحقیقات آثار قدیمہ کے لیے تیار کیے گئے، واکنا؛ کیپرٹ کا مخصوص نقشۂ ایشیائے کوچک مغربی
برلن سنہ ۱۸۹۰ء کا نہایت اہم ہے۔ قدیم و جدید سفرناموں میں سے مفصلۂ ذیل کارآمد ثابت ہوں گے:
ڈوڈویل، گل، لیک Dodwell, Gill, Leake: "موریا" لندن سنہ ۱۸۳۳ء
ایضاً "شمالی یونان" سنہ ۱۸۳۶ء، ایضاً "ممالک پیلوپونیز" Peloponesiaca سنہ ۱۸۴۶ء
روس، الرخس، و، فیشر: Ross, Ullrichs, W. Vischer:
"یونان کی یاد Erinnerungen und Eindrucke von Griechenland
اور ہم پر اس کا نقش" سنہ ۱۸۵۷ء؛ ک، بیڈیکر: "رہنمائے مسافران یونان"
K. Baedeker Greece, Handbook for travellers Leipzig 1889
جس کے متن کا اکثر حصہ لولنگ Lolling نے لکھا ہے۔ ہینسین: "ارض یونان"
Hanson: The land of Greece لندن سنہ ۱۸۸۶ء۔

باب ۳

باب سوم

ابتدائی تاریخ یونان کے غیر متیقن واقعات اور اُن کی تحقیقات کی کوشش

ہماری ابتدا ہی سے یہ کوشش رہی ہے کہ یونانیوں کا جو رتبہ اُن کی ہم نسل اقوام میں ہے اُسے واضح کریں اور یہ دکھائیں کہ جب وہ یونان میں آئے تو اُن کی تہذیب و تمدن کی کیا حالت تھی؛ ساتھ ہی ہم اُس ملک کی عام کیفیت اور اُن اثرات سے واقف ہو گئے ہیں جو اُس پر پڑتے رہے اور اس طرح تاریخ یونان کے مطالعے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ لیکن جوں ہی ہم اُس کی دہلیز پر قدم رکھتے ہیں ہمیں فوراً چند در چند مشکلات سے دو چار ہونا پڑتا ہے؛ ہم وہ واقعات معلوم کرنا چاہتے ہیں جو یونانیوں کے یونان میں آنے کے وقت ظہور پذیر ہوئے۔ لیکن مدت دراز تک ہمیں ان کی تاریخ سے مطلق واقفیت نہیں ہوتی ؛

یہ امر مسلم ہے کہ تاریخ یونان کے ابتدائی واقعات بہت دھندلے ہیں لیکن بہت سے مصنفوں کو اس بات کا یقین ہے کہ اُس زمانے کے چند مخصوص طرز کے بڑے واقعات کا تعین ممکن ہے؛ اسی لیے آجکل جو تواریخ یونان سب سے زیادہ مقبول عام ہیں ان میں دوریانی حملے سے پیشتر کے چند ایسے واقعات دیئے ہوئے ہیں جو بعض وحشی افسانوں اور زمانۂ مابعد کی روایات پر مبنی ہیں جنھیں تاریخی رتبہ دیا جاتا ہے۔ میں نے اس کتاب کے چوتھے باب میں ان برائے نام تاریخی واقعات کی کچھ تفصیل دی ہے۔ لیکن یہاں صرف اس ابتدائی سوال پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ یہ طرز تحقیقات جائز بھی ہے یا نہیں ؛

یہ ایک کلیہ ہے کہ تمام تاریخی معلومات کا دارمدار ہمعصر شہادتوں ہی پر منحصر

فن تحریر کا یونان میں سنہ ۸۰۰ ق م سے پیشتر رواج نہیں ہوا تھا، اور اس سے پہلے جملہ واقعات خواہ کتنے ہی اہم کیوں نہ ہوں، سینہ بہ سینہ آئندہ نسلوں کے سپرد کردیئے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ بہت سے واقعات کا پیرایہ اُن زبانی روایات کی شکل میں بالکل غلط ہو جاتا ہوگا، اور یہ غلطیاں امتداد زمانہ سے روز افزوں ہوتی گئی ہوں گی۔ یہ افسانے پتا دیتے ہیں کہ اوّلین واقعات جو یونان میں پیش آئے سنہ ۱۵۰۰ ق م سے پہلے ہی رونما ہو چکے تھے، لیکن یہ فی نفسہٖ ناممکن محض ہے کہ سات سو برس کے بعد کوئی بھی ایسا شخص ہوگا جسے ان کے متعلق کچھ حالات بھی معلوم رہے ہوں گے۔ بلاشبہہ وقائع کو محفوظ رکھنے کے لیے شعر گوئی بہترین تدبیر ہے اور اشعار کی مدد سے بہت سی باتیں بہ آسانی یاد رہتی ہیں؛ اسی لیئے یونان میں بھی حفاظت واقعات کے لیئے یہ ترکیب مفید ثابت ہوئی ہے؛ لیکن یونان یا کسی اور ملک میں وہ ابتدائی عہد کے حالات محفوظ کرنے کے لیے بالکل بیکار ظاہر ہوئی ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شعر گوئی اور حق پسندی میں کوئی باہمی لگاؤ نہیں؛ یہ غلط ہے اس لیے کہ نظم اور بالخصوص زمانۂ قدیم کے لکھے ہوئے اشعار ہمیشہ حق پر مبنی ہوتے ہیں؛ لیکن یہ حقیقت محض عوام الناس کے علم تک ہی محدود ہوتی ہے اور عوام الناس کی حالت یہ ہے کہ وہ کسی لفظ کے صرف ادبی یا اخلاقی معنی لیتے ہیں اور محض عام مطلب یا کسی واقعے کے نتیجے پر نظر رکھنے کے بعد تفصیلی واقعات بالکل ناقابل التفات سمجھتے ہیں۔ ایک ہی واقعے کے بیان کے لیئے مختلف پیرایے اختیار کیئے جاسکتے ہیں باایں ہمہ یہ ضروری نہیں کہ اس کے عام معانی میں کسی قسم کا فرق پیدا ہو جائے۔ اس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ لوگوں کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ حقیقت واقعات کیا ہے، حالانکہ تاریخ کی بنا اسی حقیقت واقعات پر مبنی ہے۔ بجنسہٖ یہی حالت ابتدائی بیانیہ نظم کی ہے۔ جب شعرا نے بڑے بڑے واقعات ایسے لوگوں کے سامنے بیان کیئے جو ہنوز عالم طفلی سے نہیں نکلے تھے، تو انھوں نے صرف اس پیرایۂ بیان تک اپنے آپ کو محدود رکھا جس سے اُس زمانے کے لوگ آگاہ تھے اور حسب حال تفصیلی واقعات کا انتخاب کرکے چسپاں کر دیئے؛ ان کے لیئے گویا یہی حقیقت تھی۔ اس کے علاوہ ایک اور امر بھی قابل غور ہے۔ ابتدائی انسان اور ہمارے درمیان نہ صرف ماہیت حقیقت میں اختلاف ہے بلکہ جس چیز کی ہماری نظروں میں

باب ۱

ضرورت ہے وہ اُس کے نزدیک ضروری نہیں۔ہم تاریخ کو ترتیب دیتے وقت اس کے قواعد کا لحاظ رکھتے ہیں، اس لئے ہم رہبران قوم، اُن کی مدت قیادت، حقوق عوام، اختیارات شاہی اور اسی قسم کے بہت سے امور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔بلاشبہہ ابتدائی انسان کو بھی ان باتوں سے دلچسپی تھی، لیکن اتنی نہیں کہ وہ ان باتوں کو سینہ بہ سینہ ازمنۂ مستقبلہ کے فائدے کے لیے محفوظ کرے بلکہ ان میں سے بعض معاملات کو تو وہ بالکل بے کار سمجھتا تھا۔اسکے برعکس وہ ایسے امور پر زور دیتا تھا جیسے بڑے بڑے سورماؤں کی جانبازیاں، دیوتاؤں کا اُن کی مدد کرنا، اُن کا حسب نسب، اور اُن کی موت کی کیفیات، اور اگر ان باتوں کو وہ شاعری کا جامہ پہناتا تو وہ ایسی شاعری تھی جس سے وثنیات کی زبان کی خوبو نہیں گئی تھی یعنی اُس کے الفاظ کے وہ معنی نہ تھے جو آجکل سمجھے جاتے ہیں۔غرض یہ ہے کہ جب ابتدائی یونانیوں نے اُن واقعات کو منظوم کیا جو اُنھیں یاد تھے تو اُس وقت اُنھیں اُن کی تاریخی حقیقت کا مطلق احساس نہ تھا، اُنھوں نے ایسے امور کو اہم گردانا جنھیں ہم ہرگز اہم نہیں سمجھتے، اور اُن کے اعادے کے لیے الفاظ کے وہ معانی لیے جو ہمارے مفہوم سے بالکل متغائر ہیں ؛

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ آیا ان اشعار میں قدیم زمانے کی وہ روایات اور یادداشتیں مدوّن ہیں جنھیں ہم ابتدائی تاریخ یونان کی بنیاد قرار دے سکیں۔اس خاص طرز کی آجکل یہاں تک مخالفت کی جارہی ہے کہ بعض مورّخ یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہومر کی نظمیں دراصل محض انفرادی تخیلات کے باغ سبز ہیں۔[۱]

---

[۱] بینے ڈکٹ نیز نے اُن واقعات کو جو افسانوں سے اخذ کیے جاسکتے ہیں اپنی تالیف مجموعۂ اشعار ہومر" Bened. Niese: Entwickelung der Homerischen Poesie (برلن ۱۸۸۲ء) میں جمع کردیا ہے۔اس نہایت نادر کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں ہومر کی نظموں کا تاریخ یونان سے تطابق کیا گیا ہے۔بلاشبہہ رزمیہ نظموں میں اشخاص اور مقامات کے اختراع نے افسانوں کے نفسیاتی جزو کو خود سرانہ انداز سے اصل سے کہیں زیادہ خوبصورت بنادیا ہے اور چند ترمیموں کے بعد اس فاضل مولّف کے نظریے کارآمد کہے جاسکتے ہیں لیکن ہمیں نفس نظریے کے اعتبار سے بھی ضرورت سے زیادہ

باب ۱

یہ اصحاب کہتے ہیں کہ ابتدا میں کسی شاعر نے ایک نہایت دلچسپ قصّہ گھڑا ۔ اُس پر دیگر شعرا نے اضافے کیئے اور آخر کار ایک اچھا خاصہ افسانہ بن گیا۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر اس اُصول پر کوئی عالمگیر کلیّہ قائم کیا جائے تو سخت غلطی ہوگی۔ بلاشبہہ جہاں تک تفصیلات کا سوال ہے مختلف شعرا نے اپنے آپ کو بالکل آزاد سمجھکر جو چاہا اپنی نظموں میں بھردیا، یہ اس لیئے کہ عوام کے نزدیک اگر کوئی امر تاریخ کے موٹے موٹے واقعات کے مطابق تھا تو اُس کی صحت میں شبہہ کی گنجائش نہ تھی؛ لیکن اس میں بھی شبہہ نہیں کہ مختلف روایات کے مرکزی واقعات صحیح ہوں گے۔ لوگوں کو قدیم سورماؤں کی جاں بازیوں کے حالات سے بہت دلچسپی تھی اس وجہ سے یہ مفروضہ بعید از قیاس نہیں کہ بعض ایسے واقعات ضرور پیش آئے ہوں گے جن کو محفوظ کرلیا گیا ہوگا۔ لیکن عملاً یہ مشکل پیش آتی ہے کہ اس مواد کے اختراع کے نظریئے کو اس طرح مسدود کردینا در اصل اُس کی صحت بلا چون وچرا تسلیم کرنے کے مترادف ہے؛ گو ہمیں اس کا یقین ہو کہ ہر ایک امر اختراع نہیں کیا گیا پھر بھی یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ ہم کو اس کا قطعی علم ہے کہ کونسی بات سینہ بہ سینہ محفوظ کرلی گئی اور کونسی ایجاد کی گئی؛

لیکن اس پر زور دیا جاتا ہے کہ یونان کے ابتدائی زمانے کے مسلسل حالات موجود ہیں اور یہ سوال پیش کیا جاتا ہے کہ اس صورت میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ مختلف روایات خود بخود عدم محض سے وجود میں آگئی ہوں؟ یہاں ہم بتائیں گے کہ یہ کس طرح ظہور میں آیا؛

جو مسلسل تحریریں اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں اُن میں سب سے پرانی (یعنی ہیروڈوٹس) پانچویں صدی ق م سے پہلے کی نہیں، اور قدیم سے قدیم وقائع نگار بھی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نفی کا پہلو نہیں اختیار کرنا چاہیئے۔ مثلاً، اوئے خالیہ کا ذکر ہرقل کے افسانوں میں آیا ہے؛ اور اگر ہم اسکے جغرافی موقع محل سے ناواقف ہوں تو صرف اس وجہ سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ کسی مخصوص شاعر کے دماغ کا ہی اختراع تھا (ورنہ وہ شاعر ضرور کسی مخصوص مقام کا تعین کرتا)، بلکہ اس سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اُس زمانے میں کوئی خاص روایت زبان زد عام ہوگی۔ میں نے کہیں اور بھی کہا ہے اور یہاں بھی کہتا ہوں کہ نیبر نے جو نظریئے یونان کی تاریخ نویسی کی بابت قائم کیئے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں؛

جزوی تالیفات کا تعین بھی چھٹی صدی ق م سے پیشتر نہیں کیا جاسکتا۔ اب اس سوال کا کہ ان مورخوں نے اپنا مواد کہاں سے فراہم کیا یہ جواب ہے کہ ان کے سب سے ابتدائی ماخذ تو اشعار اور زبانی روایات تھیں؛ ہومری نظموں میں زمانہ قدیمہ کے دو مخصوص واقعوں کا بیان نہایت عمدہ پیرائے میں دیا ہوا ہے، ان واقعات کے ساتھ انھوں نے چند حصے جو "دور رزمیہ" کے نام سے منسوب ہیں، ملا دیئے جس میں جنگ ٹروائے کے افسانوں کا نہایت بسیط اور مکمل تذکرہ تھا۔ ہومری اشعار کی ترتیب کے بعد دوسرے شعرا اٹھے اور ہر ایک نے افسانے مرتب کرکے ان پر اس دلچسپی کے لحاظ سے جو عوام الناس کو سورماؤں کے کارناموں سے تھی مخصوص رنگ کا اضافہ کردیا۔ اب شعرا کے ایک نئے مذہب کی ابتدا ہوئی جو اپنے پیش روؤں سے زیادہ عملی پہلو لیئے ہوئے تھا؛ یہ ایک قاعدہ چلا آتا تھا کہ بڑے بڑے خاندانوں کے افراد ہمیشہ قدیم سورماؤں اور قومی دیوتاؤں کے نام سے اپنے اپنے نسب ناموں کی ابتدا کرتے تھے، اس پر طرہ یہ ہوا کہ ان خاندانوں نے ہسیودی سلسلے کے شعرا کی مدد سے اپنے آباواجداد کی فرضی تاریخیں مرتب کیں جو "فہرست زناں" اور دیگر تصانیف میں موجود ہے ظاہر ہے کہ یہ سب تاریخیں بالکل خودساختہ تھیں اور اسمیں واقعات مخترعہ کو مسلسل حالات کا جامہ پہنانے کے سوا کچھ نہ تھا۔ [لہ]

باب ۳

لہ ازمنۂ قدیمہ کی تاریخ دراصل ان معزز خاندانوں سے شروع ہوتی ہے جنکی خواہش تھی کہ اگلے وقتوں کے درخشاں کارناموں سے ان کے خاندانی نام میں چار چاند لگیں، اور زمانہ حالیہ کی تاریخ کی ابتدا ان پُرزور حکمرانوں سے ہوتی ہے جنھوں نے اپنے کارنامے آیندہ نسلوں کے واسطے چھوڑے۔ دونوں کی حالت بالکل ہمشکل ہے اور دونوں حقیقت کو نظر کے سامنے سے ہٹا دیتے ہیں۔ مصری تاریخ سے ہمیں اس کا ثبوت ملتا ہے کہ موخرالذکر اور مقدم الذکر میں کچھ زیادہ فرق نہیں اور اسی بنا پر ہم تاریخ بابل پر بھی اپنا قیاس دوڑا سکتے ہیں:

"دور رزمیہ" کے لیئے فون ولاموو تز میولینڈورف کی کتاب "تحقیقات ہومر"
Von Willanowitz-Moellendorf : Honerische Untersw chungen
برلن ۱۸۸۴ع کا مطالعہ کیا جائے۔ مقامی رزم گو شعرا میں سب سے مشہور آسیوس ساکن سماموس

باب ۳

چھٹی صدی ق م میں جب وقائع نگاروں نے شعرا کے کام کا سلسلہ جاری کیا تو اُن کے پاس اس قسم کا مواد موجود تھا۔ اُنھوں نے اپنا مقصد لوگوں کو تعلیم دینا قرار دیا نہ کہ اُنھیں محظوظ کرنا، اور اپنی تالیفات نثر میں مرتب کیں۔ چونکہ اُنھوں نے اکثر مواد تحریری تواریخ سے اخذ کر کے واقعات ایجاد کرنے سے اصولی طور پر گریز کیا اس لیئے اُن کی تالیفات میں تھوڑا بہت تاریخی رنگ پایا جاتا ہے۔ اشعار تو ہمیشہ دل کو خوش کرنے کے لیئے پڑھے جاتے ہیں، لیکن تاریخ میں سنویت کا لحاظ بھی کرنا پڑتا ہے، اور سنوی تسلسل قائم کرنے کے لیئے صرف اس کی ضرورت تھی کہ ہسیود کے مخصوص طرز پر عمل کیا جائے۔ اُنھوں نے اپنی تالیف کا خاکہ انسانی پشتوں کی تعداد سے تیار کیا اور ترتیب واقعات میں یہ اُصول مدِ نظر رکھا کہ بہت سے اشخاص کو ہم عصر کر دیا جائے۔ واضح ہو کہ اسی اُصول پر شعرا بھی عمل کر چکے تھے، اور اشعار میں بھی بہت ہی کم ایسا ہوتا تھا کہ سورما اپنی جاں بازیوں کو محض اپنے وطن مالوف تک ہی محدود کریں؛ وہ ایک دوسرے سے برابر ملتے رہتے تھے اور یا تو دوست کی حیثیت سے کسی اور کے ساتھ پیش آتے ورنہ دشمن کی حیثیت سے جنگ آزما ہو جاتے۔ یہی طرح اگر کوئی مقام کسی زمانے میں کسی خاص واقعے کی رزمگاہ رہ چکا ہو تو مقامی سورما کبھی تنہا نہیں ہوتے بلکہ امتدادِ زمانہ سے اور لوگ بھی ان کے ساتھ شامل کر دیئے جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ ازمنۂ رزمیہ کے اکثر واقعات میں ہم زمانگی پائی جاتی ہے اور مختلف پشتیں یکے بعد دیگرے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اور **یومیلوس** ساکن کورنتھ ہیں (آٹھویں صدی ق م)؛ ان کے علاوہ پیساندر نے "واقعات **ہرقل**" مرتب کیئے؛ تقریباً ۶۰۰ ق م میں **ستیسی خوروس** نے، جو ایک رزم گو شاعر تھا اپنے اشعار مزماری بحر میں لکھے۔ چھٹی صدی ق م میں اخبار نویسوں کی تصانیف کی ابتدا ہوتی ہے (ان کا یہ نام **طوسی دیدش** ۱، ۲۱ کے ایک فقرے کی غلط تاویل سے پڑ گیا) مقابلہ کرو **کروئتسر**: تاریخ فنون یونانیان" سنہ ۱۸۰۳ء و ۱۸۲۵ء (Kreuzer: Histor, Kunst der Griechen F.) ا، **شیفر**: "تحقیقات" (A. Schaefer: Quellenkunde) حصہ ۱؛ **میولر**: "اُجزائے تاریخ یونان" (Mueller Fragmenta) خاسکر جلد ۱؛ (Hist. Gr.)

ایسی گزرتی ہیں جو تمام یونان کے لیے سنوی معیار قرار پاتی ہیں یشعراہی نے اس طرز عمل کی بنیاد ڈالی تھی، لیکن بہت سی جگہ اُن کے اشعار متضاد معانی سے بھرے ہوئے تھے۔ اب واقعہ نگاروں نے ان شعرا کا کلام مستند سمجھ کر متضاد واقعات کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ کر دیا، بعض اشعار کو بالکل نکال دیا اور جہاں کہیں انھیں اختلافات یا غیر امکانی کیفیات نظر آئیں وہیں قلم پھیر دیا۔ یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ جس زمانے کے حالات ان افسانہ آمیز تواریخ میں بیان کیے گئے ہیں اس کے واقعات کی ترتیب میں افسانوں کی صحت کا یقین کر لیا گیا تھا، اسی لیے اُنھوں نے خوب جان بوجھ کر مختلف افسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا؛

ان روایتی سورماؤں اور واقعات میں دو قصے نہایت ممتاز و نمایاں نظر آتے ہیں، ایک تو ہرقل کی شخصیت اور دوسرا جنگ ٹروائے کا واقعہ۔ یہ دونوں مرکز ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ ہیں، ایک کا دائرہ دوسرے سے بالکل متغائر ہے، اور ہرقل کے ساتھی وہ اشخاص ہیں جو آگے میم نون کے ساتھ ہیں لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ ہرقل کی شخصیت سب سے زبردست بیان کی گئی ہے اور اُس میں اور دیوتاؤں میں کچھ زیادہ فرق نہیں رکھا گیا اس لیے یقینی بات ہے کہ وہ جنگ ٹروائے کے سورماؤں سے پہلے ہوا ہوگا۔ ان دونوں افسانوں سے ہمیں دو مختلف پشتوں کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں، اور چونکہ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ اُن سورماؤں کی اولاد کی قسمت، جو ٹروائے کے سامنے لڑے تھے افسانہ ٹروائے کیساتھ وابستہ تھی اسلیئے یہ گویا تیسری پشت ہوئی۔ ہرقل کے سلسلے میں جو طرز اختیار کیا گیا ہے وہ اسکے قطعاً برعکس ہے، چونکہ یہاں صرف ایک فرد واحد کے کارناموں سے بحث تھی اور اُس کا حسب نسب معلوم کرنا تھا اس لیئے ہم نیچے سے اوپر کی طرف چلتے ہیں۔ اس کی ماں صنف انسانی سے تھی اور اس کا نانا بھی ایک انسان ہی تھا، اس طرح گویا دو مزید پشتوں کا پتا چلا۔ اب ہم ایک نہایت ہی قدیم سورما کا نام پڑھتے ہیں جو کم از کم اُتنا قدر ہی مشہور ہے جتنا خود ہرقل اور اُس کا نام پرسیوس ہے۔ پرسیوس کا کبھی ہرقل سے کوئی واسطہ نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس مصلحت اسی میں سمجھی گئی کہ اُسے ہرقل کے آباد اجداد میں شمار کیا جائے؛ لیکن دیگر افسانہ جات سے ہمیں اُس کے

باب ۳

باپ اور دادا کے نام معلوم ہوئے اس لیئے ہرقل نہ تو اُس کا باپ ہو سکتا تھا نہ دادا اور اُسے قطعی طور پر ہرقل کا پردادا بنا دیا گیا۔ پرسیوس کی ماں اور اُس کے نانا کے نام (جو خود بادشاہ تھا) معلوم ہیں، اور اسطرح گویا دو اور پشتوں کا علم ہوا۔ چنانچہ ہمیں آٹھ پشتوں کا علم حاصل ہو گیا ہے جن کے قائم مقام اکریسیوس، داناے، پرسیوس، الکتریون، الک مینے، ہرقل، اگامیم نون اور اورس تیس ہیں۔ اس فہرست سے ظاہر ہے کہ ہرقل اور اگامیم نون کے بیچ میں کسی اور پشت کا واسطہ نہیں دکھایا گیا، چونکہ دونوں افسانوں کا دائرہ ایک دوسرے سے متغائر تھا اس لیئے کسی درمیانی پشت کی ضرورت نہ تھی، اور محض اُن پشتوں کے نام ہی بتائے گئے ہیں جنکی ضرورت سمجھی گئی۔ ہرقل کی اولاد کو جنگ ٹروائے سے کسی قسم کا تعلق نہیں اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں دونوں سلسلے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوں گے؛ ان کے درمیان جو تعلق پیدا کیا گیا ہے اس سے پہلے تو مختلف پشتوں کی صورت میں اور پھر سنین کے ذریعے سے تسلسل واقعات ظاہر کیا گیا ہے؛ اکریسیوس سے اورس تیس تک آٹھ پشتیں یعنی ان دونوں کے درمیان دو سو چالیس سال کا وقفہ ہوا، اور واقعتہً یہ زمانہ تقریباً سنہ ۱۳۸ ق م سے سنہ ۱۱۵ ق م کا قرار دیا گیا۔ ان سنین سے پہلے اور ان کے بعد بھی تاریخ کے واقعات دکھانے کے لیئے محض ناموں پر ہی اکتفا کیا گیا ہے؛ ان میں سے ابتدائی ناموں کے شمار کی بھی ہمیں ضرورت نہیں؛ اورس تیس اور تیلے ماخوس کے بعد جو نام ہیں اُن کی ایجاد کا مالہٗ و ماعلیہ بہ آسانی سمجھ میں آسکتا ہے؛ وہ یہ کہ جب ایسے لوگ دنیا میں آباد تھے جو دیوتاؤں کی اولاد سے تھے اُس زمانے اور ازمنۂ مابعد میں جب دیوتاؤں اور انسانوں کے درمیان کسی قسم کا ظاہری تعلق باقی نہ رہا تھا، ایک ارتقائی کیفیت کی ضرورت تھی جس کے لیئے صرف ایک فہرست اسماء ہی کافی سمجھی گئی[2]؛

[2] ہم نے جس طریقے سے افسانہ آمیز تاریخ پر بحث کی ہے اُس سے یہ مغالطہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ

باب ۲

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ دوریانیوں کے ترک وطن سے پیشتر یونان کے واقعات کے متعلق جو بیانات موجود ہیں اُن کی مطلق کوئی تاریخی وقعت نہیں، اور ہم اس سنوی جدول کے اختراع کی تاریخ بیان کر سکتے ہیں جس کی تصحیح کیلیے زمانۂ مابعد کے اسکندریہ اور دیگر مقامات کے علماء وفضلا ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کے متمنی رہتے تھے۔ یہ کہنا لاحاصل محض ہے کہ چونکہ تاریخ یونان کے کسی ایک واقعے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کافی ثبوت نہیں ہے اس لیئے کم از کم ہر ایک تفصیلی واقعے کو نا قابل ثبوت نہیں ٹھیرایا جا سکتا، اور یہ ممکن ہے کہ جو خصوصیات اگامیمنون سے وابستہ کی جاتی ہیں اُن میں سے بعض صحیح ہوں۔ یہاں تشبیہ سے مدد لی جاتی ہے، اور گروٹ نے اس طرز سے نہایت خوبصورتی کیساتھ کام نکالا ہے۔ اگر چارلس اعظم کا نام کسی رزمیہ نظم میں آجائے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ چارلس اعظم کا سرے سے وجود ہی نہ تھا، لیکن اگر کوئی شخص محض "کارولینجی دور" سے چارلس اعظم کی تاریخ مرتب کرنا چاہے تو اُسے بہت کم واقعات ایسے ملیں گے جنھیں صحیح کہا جا سکے اور اگر اس کے متعلق معلومات کا ماخذ صرف اشعار ہی ہوں تو ہمیں اُس کے وجود کے صدق وکذب کا اندازہ کرنے میں بڑی مشکل پیش آئیگی۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ افسانوں کے ہم وقت ہونے سے تاریخی سنویت کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ اگر سورما دراصل محض تخیل عامہ اور مختلف شعرا کے ہی ساختہ پرداختہ ہیں، اگر ان کے باہمی تعلقات دراصل اختراعات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے، تو پھر اُس حقیقی تاریخی زمانے کے حالات کے متعلق مطلق کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا جن کا ان قصوں میں مضمر ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ اگر یہ سورما کبھی بھی اس دنیا میں تھے تو ممکن ہے کہ وہ سب کے سب ایک ہی صدی میں ہوں یا پانچ چھ سو سال کے دور میں یکے بعد دیگرے ہوئے ہوں۔ نام نہاد عہد رزمیہ کا دو سو چالیس سال کا محض خود ساختہ زمانہ فرض کر لینا، اُسے تاریخ یونان کا ایک امر واقعہ قرار دینا، اور پھر یہ دیکھنا کہ اُس سے مصری اور فنیقی تاریخ کا کیونکر تطابق ہو سکتا ہے، یہ کوئی صحیح طریقہ نہیں ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ محض افسانوں کی بنیاد پر سنویت کا سلسلہ قائم نہیں ہو سکتا۔

؎ یہاں ہمیں خلط مبحث سے گریز کرنا چاہیئے۔ اصول تنقید کی مدد سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ

اشخاص کو تو یہاں چھوڑیئے؛ اب اُن قبیلوں کا ذکر باقی ہے جو قدیم روش کے بموجب اپنا وطن چھوڑ کر دوسری جگہ آباد ہو گئے۔ سوال یہ ہے کہ آیا ان قبائل کے متعلق جن کے حالات افراد کے حالات سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہیں، کوئی بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے یا نہیں۔ ہمیں اس معاملے میں قدیم مصنّفوں سے تو مطلق مدد نہیں ملیگی اس لیئے کہ وہ تو محض افسانوں کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر ایتولوس ایلس کا بادشاہ تھا تو اِس سے یہ نتیجہ کب نکالا جا سکتا ہے کہ ایتولی قوم اِلیس سے آئی تھی، اس لیئے کہ ممکن ہے کہ دوریانیوں کے ترک وطن کے بعد جب ایتولیوں نے ایلس پر قبضہ کر لیا تو اُس وقت اُن کے اس فعل کا جواز ثابت کرنے کے لیے یہ قصّہ اختراع کیا گیا ہو۔ ان اسباب کی بنا پر قبیلوں کے ترک وطن کے لیے کسی اور نظریئے کی بدیہی ضرورت ہے۔ اوٹفریڈ میولر ایک نئے نظریئے کا بانی ہے؛ اس کے بعد بہت سے مورخوں نے اُس کی پیروی کی ہے۔ اس نظریئے میں اُس کے قائم کرنے والے کی ہوشیاری اور عقلمندی صاف عیاں ہے۔ وہ اس بات کے فرض کرنے میں یقیناً حق بجانب ہے کہ خاص خاص قبیلوں میں خاص خاص طرز پر پوجا رائج تھی اور اُس نے اس طریق عبادت کی وسعت و اشاعت کے حدود کا اندازہ کر کے ان قبائل کے ترک وطن اور نو آبادی کا حساب لگایا ہے اور سب سے پہلے اس نظریئے کو دوریانیوں کے بارے میں کام میں لا کر اپولو دیوتا کی پوجا کو اپنا اساسی واقعہ قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ نظریہ درست ہوتا تو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ یونانی افسانہ آمیز تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جسکے متعلق ہم وثوق کے ساتھ کوئی رائے قائم کر سکیں، اور اُس کا بیشتر حصّہ، خاصکر مقامی سورماؤں کا باہمی تسلسل محض اختراع ہی اختراع ہے۔ ظاہر ہے کہ اس نظریئے کی وجہ سے متبحر علما کو کوئی امر مانع نہیں ہوتا کہ قدیم تعمیرات، دیگر روایات یا خود ان افسانوں کی مختص کیفیات کی مدد سے مختلف اشخاص یا واقعات کے متعلق قیاسات دوڑائیں، اور اسی اصول پر آجکل کے زمانے میں عمل ہوتا ہے۔ ان علما کی رائے سے اتفاق کرنا ممکن ہے، لیکن ان کے قیاسات کو ثبوت کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جا سکتا؛

باب ۳

اُس کی مدد سے بہت سے واقعات ایک دوسرے سے اخذ کیے جاسکتے تھے[۵۵]۔

محض نظری حیثیت سے بھی اس میں کوئی خاص بات نہیں پائی جاتی پوجاپاٹ کے طریقے ان مقامات پر بھی جہاں ان کا رواج بیان کیا جاتا ہے ایک سے نہیں تھے پجاریوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ اپنے بت خانوں کی شہرت قائم رکھنے کے لیئے اُس کی اس قدر قدامت جتاتے ہیں اور اتنی وقعت بڑھاتے ہیں جس کے وہ ہرگز اہل نہیں ہوتے اور اگر بالفرض اُن کی عبادت کا اسلوب واقعی اتنا ہی قدیم ہو پھر بھی ممکن ہے کہ خود پجاریوں نے ہی اُسے قرب وجوار میں پھیلایا ہو چنانچہ اس مفروضے کی بنا پر اقوام کے ترک وطن کے متعلق استدلال نہیں کیا جاسکتا[۵۶]۔ اس ضمن میں ہمیں آخری بات یہ بیان کرنی ہے کہ توسیع طرز عبادت کی بنا پر اس قسم کا استدلال کرنے سے پہلے یہ صاف ظاہر ہوجانا چاہیئے کہ مخصوص اقوام میں کس قسم کی پوجا مروّج تھی لیکن اس کا تیقن بھی ناممکن ہے۔ ہمارے لیئے قوم اور طرز عبادت مترادف الفاظ نہیں اور یہ نہایت خوش گوار مفروضہ عملاً بالکل بے کار رہے[۵۷]۔

۵۵ ک، واخسموتھ نے اپنی تصنیف "شہر ایتھنز" لائپزگ ۱۸۷۴ء (K. Wachsmuth: Die Stadt Athen) ایتھنز کی بلدی تاریخ کے لیئے پوجاپاٹ کے اعداد و شمار نہایت ہوشیاری سے استعمال کیئے ہیں، اس کا صفحہ ۳۸۶ خاص طور پر دیکھا جائے۔

۵۶ خود او، میولر نے "ڈورینیان" میں اسے تسلیم کرلیا ہے O. Mueller: Dor. I. 250 اور اب اس مسئلے پر کوئی توجہ نہیں کرتا۔ نیز تیمپے اور دیلفی کے متعلقہ حواشی کا مطالعہ کیا جائے۔

۵۷ زمانۂ حال کے مورخ ہر بڑے دیوتا کو یکے بعد دیگرے تقریباً ہر قوم کا معبود تصوّر کرتے ہیں۔ اس لیے مقابلہ کیجیے:۔ ای، گرہارڈ: "یونان کی اقوام اور اُنکے قومی معبود" E.Gerhard: (Ueber Greechenlands Volk-Stâmme und Stammgotheiten) برلن اکاڈمی، ۱۸۵۲ء؛ ھ، ڈ، میولر: "تاریخ اقوام یونان" H.D.Mueller: Geschichte der griechische Sfamme؛ ک، پیٹرسن کی نہایت عالمانہ کتاب جس پر بہت کم توجہ کی گئی ہے، یعنی "دینیات یونان" Chr.Petersen:Griech.

باب۳

یہاں وہ اعتراضات شمار کر دیئے گئے ہیں جو تحقیقات کی اس مخصوص طرز پر ہو سکتے ہیں؛ ان میں مبالغہ آمیزی ضرور ممکن ہے، لیکن جب ہم نتائج پر غور کرتے ہیں تو ہمارے جملہ شکوک رفع ہو جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا اس طرز کے مؤید خود بھی متفق الرائے ہیں۔ اپولو کی خانہ بدوشی سے او، میولر نے مفصلۂ ذیل نتائج اخذ کیے ہیں:۔ اپولو کی پوجا کی توسیع کے دور اوّل میں معلوم ہوتا ہے کہ دوریائی قوم پہلی مرتبہ اپنے وطن سے نکل کر ٹیمپے سے ڈیلفی کریٹی شہر کنوسوس اور ڈیلوس گئی؛ دوسرے دور میں مینوس کو بحری سیادت حاصل ہوئی اور اس نے ایشیا میں جابجا مقدس باغیچے اور قربانگاہیں تعمیر کیں جو کسی نہ کسی دیوتا کے نامزد تھیں؛

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ Mythol., Ersch und Gruber I, 82

پیٹرسن یونانی مذہب کے مختلف زمانوں کا حوالہ دے کر مفصلۂ ذیل تبصرہ کرتا ہے:۔ "ہندو یورپی" اور "اطالو یونانی" دوروں کے بعد اولیائی زمانہ آتا ہے جس میں زیوس، ہیرا، اتھینے، دو دیوتا کے لیے لیادیس اور سیبیلون کی پوجا کی جاتی ہے؛ اسکے بعد "یونانی ایونیائی" دور جس میں اپولو، آرٹیمیس، پوسیڈون کی پرستش کی جاتی ہے اور تھیسیوس و پرومیتھیوس کے قصوں پر یقین کیا جاتا ہے؛ آخر میں اکائیائی دور شروع ہوتا ہے جس میں آیاکیان، پیلوپیان اور جنگ ٹرواے کے قصے ترتیب دیئے جاتے ہیں ان قرنوں کے علاوہ شٹارک نے اور عہدوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ہر ایک محقق کی تحقیقات بالکل جداگانہ ہے، اور یہ اپولو کی مثال سے واضح ہو جائیگا جسے میولر دوریائی گرہارڈ اکائیائی اور پیٹرسن وغیرہ ایونیائی بتاتے ہیں۔ اسی طرح پوسیڈون کا نام ایک طرف ایونیائی افسانوں (آئے گیوس) اور دوسری جانب ایونیائی قصوں (آرنے، بیوتوس) کے ساتھ مخلوط کر دیا گیا ہے، اور یہ سوال باقی رہتا ہے کہ وہ ایونیائی دیوتا ہے؛ اولیائی کسی کو ایک سراغ کے ذریعے سے تحقیقات کر کے چند قابل اطمینان نتائج نکلتے ہیں، دوسرے کو کسی اور بات کا پتا چلتا ہے اور اس کے نتائج ان مقدم الذکر سے بالکل مختلف ہیں لیکن وہ بھی اسی کی طرح قابل اطمینان ہیں۔ دھاگے ایک دوسرے سے الجھ جاتے ہیں آپ کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ جو سرا آپ کے ہاتھ میں ابتدا میں تھا وہی اب بھی ہے؛

باب ۳

تیسرے دور میں دوریائی نکل کر پیلوپونیز میں آباد ہوگئے[۵۸]۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ نظریہ (میولر کے شاگرد) اگروتیوس کے نظریئے سے کس حد تک مطابقت رکھتا ہے؟ کُرتیوس کہتا ہے کہ اپولو کی پوجا دوریانیوں سے نہیں نکلی بلکہ اسکی ابتدا مشرق اور ساحلی علاقوں میں ہو کر زمانہ مابعد میں یہ دوریانیوں میں رائج ہوئی؛ ساتھ ہی اُس کا یہ بھی خیال ہے کہ اپنے ترک وطن سے پہلے دوریائی جزیرہ کریٹ میں آباد نہیں تھے اور نہ مینوس دوریائی النسل تھا۔ اُس کے اور میولر کے نظریوں میں جو تضاد ہے اس سے زیادہ تضاد ممکن نہیں یعنی ترک وطن کی سمت بالکل پلٹ گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا ایک ہی صغری کبری سے اور ایک ہی قسم کی منطقی شکل سے بالکل متغائر نتائج اخذ کیئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ فی الواقع تاریخ میں اس قدر قطعیت نہیں ہے جتنی علوم متعارفہ میں ممکن ہے۔ مخصوص تاریخی حالات کا جو اندازہ ہمیں ہوتا ہے اُس کا معیار دراصل ہماری وہ رائے ہے جو اس خاص دور کے متعلق قائم ہوتی ہے۔ میولر اور کُرتیوس کی جو رائیں اُس عہد کی بابت ہیں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں؛ مقدم الذکر تو یونانی تمدن کو محض دیسی قرار دیتا ہے؛ موخرالذکر کی رائے یہ ہے کہ اس کا مرکز تو یونان ہی تھا لیکن اُس کی ہیئت متواتر مشرقی اثرات پڑنے سے بدل گئی۔ میولر کے نزدیک اپولو یورپ سے ایشیا کو اور کُرتیوس کے نزدیک ایشیا سے یورپ کو سفر کرتا ہے۔ دونوں علما اپنے نظریئے دراصل علم کی دیگر شاخوں کی تحقیق و تدقیق سے اخذ کرتے ہیں؛ میولر پر تو قدیمیات یونان کے ادبار کا اثر پڑتا ہے، دوسری طرف کُرتیوس کے نظریے میں مشرقی ممالک کے انکشافات کی وجہ سے تہیج پیدا ہوتا ہے[۵۹]۔

---

[۵۸] میولر، "دوریانیاں" ۱/۲۵۰۔

[۵۹] اس طرز سے نقاد قطعی متضاد نتائج کے خطرے کو اس طرح دور کرتے ہیں: عبادت کی توسیع سے ترک وطن ثابت ہوتا ہے، لیکن ممکن ہے کہ اُس کی سمت اُس سمت سے بالکل برعکس ہو جو روایت کے ذریعے سے ثابت ہوتی ہے، اس لئے کہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ابتدائی مقام

باب ۳

چند محققوں نے اس رائے کا بھی اظہار کیا ہے کہ تاریخ یونان قدیم کی تحقیقات میں وہی اصول برتے جائیں جو علم ارضیات میں چٹانوں کی تحقیقات کے لئے برتے جاتے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ مختلف اقوام کی تہیں ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی ہیں، اور یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا ارضیات کی طرح یہاں بھی ایسے صدفی یادگار موجود ہیں جن کی مدد سے ہم اپنے منصوبوں پر پہنچ سکیں؛ اس سوال کا جواب اثبات میں دیا جاتا ہے، وہ یہ کہ ہمیں معبودوں کی عبادت سے بہت مدد ملیگی۔ بدقسمتی سے ہماری معلومات کا دائرہ اس درجہ کوتاہ ہے کہ یہ محض دھوکا ہی دھوکا معلوم ہوتا ہے۔ نظریۃً یہ بالکل صحیح ہے کہ ہر ایک قوم کے ساتھ خاص قسم کی طرز عبادت وابستہ تھی، لیکن یہ طرز عبادت دوسرے طریقوں سے اس قدر مخلوط ہو جاتی ہے کہ انکو ایکدوسرے سے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اور منزل مقصود میں خلط مبحث ہوتا رہتا ہے۔ لیکن ہمارے سامنے **ڈیلفی، تھیبے** اور اپولو کے **ایونیائی** الیشیائی بت خانے ہیں جنکی آبادکاری میں بہ نسبت مذہبی عنصر کے دنیوی عنصر بہت زیادہ ہے، اور ان کے متعلق **کرٹیوس** (۱ (۴) ۹۹ (۴) کہتا ہے کہ انھیں **دوریانیوں** نے اپنی خانہ بدوشی کی حالت میں دریافت کرکے باہمی تعلق پیدا کر دیا۔ یہ بھی بہت قرین قیاس ہے۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انھیں اسباب (یعنی عبادت کی یکرنگی) سے بالکل مختلف نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں یعنی نسلی ترک وطن اور مذہبی نوآبادیوں کی سمتیں بالکل جداگانہ ہیں اور بعض اجنبی اقوام بھی عبادت کا یہ طرز اختیار کر لیتی ہیں تو پھر ہم یہ کہنے میں کس طرح حق بجانب ہیں کہ طرز عبادت کے شمار و اعداد سے تاریخ اقوام کے واقعات کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ حق یہ ہے کہ بہ نسبت معبودوں کے حالات کے رزمیہ تاریخ سے اس موضوع پر کہیں زیادہ روشنی پڑتی ہے، اس لیے کہ اکثر سورماؤں میں مقامی رنگ پایا جاتا ہے؛ لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اصلی اسناد کی ادبی اور تاریخی تحقیقات کے میدان میں، جسکی ابتدا حال ہی میں **فون ولاموویٹز میولینڈورف** Von Willamowitz Moellendorf نے کی ہے، تیز قدمی سے آگے بڑھنا چاہیئے۔ اس وقت تک یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ جہاں کہیں کسی بات کا کوئی ثبوت ملا وہیں سے اُسے اخذ کر لیا، اور ظاہر ہے کہ اس طرز سے صحت بیان کی کوئی ضمانت نہیں ہو سکتی۔

باب ۲ علیحدہ کرنا قطعاً ناممکن ہے - ازمنۂ قدیمہ کے متعلق ہمیں اس قدر کم معلومات حاصل ہیں کہ ہم تبدیل شدہ اور غیر تبدیل شدہ واقعات میں تمیز نہیں کر سکتے، اور یہ ظاہر ہے کہ صرف غیر تبدیل شدہ طرز عبادت ہی ہمارے کس کام آسکتی ہے - ہم پوجا کے مختلف طریقوں سے صرف جزوی طور پر ہی واقف ہیں اور ہماری معلومات کلیتہً تصانیف زمانۂ مابعد کے غیر مسلسل اور ناکافی حوالوں پر مبنی ہیں - اُن کی ان صدفی باقیات سے کوئی مماثلت نہیں جو ہزاروں برس کے بعد بھی اُسی قدر صاف و شفاف ہیں جیسی وہ اُس روز تھیں جب اُن پر پانی آیا، اور اُسی تہ میں اس وقت تک جمی ہوئی ہیں جہاں وہ ابتدا میں چسپاں ہوئیں - غرض یہ ہے کہ اعداد و شمار اور طرز عبادت کے تجزیے سے یونانی ترک وطن کے موضوع پر جو روشنی پڑتی ہے اُس میں مضمونیت کا اس سے زیادہ عنصر ہے جو تاریخ میں مناسب ہے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہر ایک تاریخ میں جس میں تھوڑی بہت جان موجود ہے اور جو محض فہرست اسما پر ہی مشتمل نہیں ہے مضمونیت کا عنصر ضرور ہوتا ہے، اور یہ بعید ترین زمانے کی تاریخ میں سب سے زیادہ پایا جاتا ہے، بلکہ درحقیقت چونکہ پڑھنے والا زندگی کے حالات مطالعہ کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے اسلیے وہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں مضمونیت بھی چاہتا ہے؛ ساتھ ہی وہ اس عقیدے والوں کا بھی یقیناً ممنون ہوگا کہ ہم صرف چند ہی امور سے کما حقہٗ واقف ہیں اور ان سے زیادہ آگے بڑھ کر احتمال کا دائرہ شروع ہو جاتا ہے[۱۵]۔

---

[۱۵] تبلیغ طرز عبادت کے افسانے دراصل رزمیہ افسانوں کے ہی اجزا ہیں، اور چونکہ موخر الذکر محض افراد یا ممالک کے مفاد کو مد نظر رکھ کر مرتب کیے گئے ہیں اس لیے وہ ہمارے مقصد کے لیے بالکل بیکار ہیں - ایسی حکایتوں کا مطلب بالکل صاف ہوتا ہے اور ان میں اس قسم کا ذکر ہوتا ہے جیسے ایک سورما تھا جس نے کسی ملک پر قبضہ کر لیا، یا کسی نے اُسے وہ ملک تحفۃً دیا، یا اُس نے کسی کو یہ ملک پیش کیا؛ بدیں سبب وہ قوم یا افراد، جو اُس سورما کی اولاد سے یا ان کی اولاد سے تھے جنھیں یہ ملک دے دیا گیا تھا، اُس کا مطالبہ کرنے کے مستحق تھے - اس سلسلے میں

باب ۲
حاشیہ ۱

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - ہرقل کی طرف بہت سے قصے منسوب کرکے اُن سے کام نکالا گیا، مثلاً یہ بیان کیا گیا کہ اُس نے پیلوپونیز اور مغربی سسلی تحفۃً دیدی۔ اسی طرح چونکہ اتھینز کا سگی یوم پر قبضہ تھا اس لیئے ایتھنزیوں نے سکامانڈر کے کنارے کی اراضی کا مطالبہ کیا (ائس خیلوس : یو، منیس، ۳۹۷ = Aesch. Eum. 397) اس قسم کے افسانے، جو بکثرت پائے جاتے ہیں، محض کام نکالنے کے لیئے گھڑے گئے۔ مقابلہ کیا جائے او، گروپے کی تنقید ستودنچکا کی کتاب "سرینہ" پر جو جریدۂ لسانیات برلن نمبر ۲۶ سنہ ۱۸۹۰ء میں چھپی ہے C. Gruppe: critique of Studniczka's Cyrene; Berlin Phil. woch 1890. بلاشبہ وہ مورخ جو افسانوں سے تاریخ اخذ کرتے ہیں واقعات کو بالکل دوسری نظر سے دیکھتے ہیں، مثلاً وہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ کسی خاص سورما کے ترک وطن کے افسانوں سے یہ مطلب ہے کہ اُس قوم نے جس کا وہ سورما ایک فرد تھا ترک وطن کیا، یا کم از کم اس کا یہ مطلب ضرور ہے کہ اُس قوم کے ترک وطن کی روایت موجود ہوگی - اس طرح وہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ افسانوں میں حقیقی واقعات کو ایک خاص انداز کا جامہ پہنایا گیا ہے، یا دوسرے الفاظ میں ایک پوری قوم کے کارنامے ایک فرد واحد کے نام پر مجتمع کر دیئے گئے ہیں: اس طرح یہ افسانے گویا تاریخی معمّوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جنھیں کوئی نہایت ہوشیار شخص حل کر سکتا ہے - یہی وجہ ہے کہ فورخ ہامر انھیں "ایام ماضیہ کی پہیلیاں" بتاتا ہے اگر یہ سچ بھی ہو تو جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قدیم زمانے کے انسان کا مطمح نظر کیا تھا اور وہ کن کن امور میں اپنا مفاد سمجھتا تھا، تو ہمیں یہ چاہیئے کہ انھیں تاریخ کے نہیں بلکہ قدرت کے معمے قرار دیں اور اس طرح اُس رشتے کو جو دینیات اور تاریخ کے درمیان ہے منقطع نہ ہونے دیں لیکن بہتر تو یہی ہے کہ ہم ان افسانوں کو کسی قسم کا بھی معمہ نہ سمجھیں، در اصل اُن کو ایسے تار سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو ابتدا میں تو بہت چھوٹا تھا لیکن جسے کھینچ کر بہت بڑھا دیا گیا ہے اور اُنکی اصل حقیقت کا تعین، خواہ اُس کا تعلق قدرت سے ہو خواہ انسانی زندگی سے، ہمیشہ نہیں کیا جا سکتا۔

باب۴

باب چہارم

اوّلین روایتی تاریخ

اب ہم اوّلین روایتی تاریخ کا ایک خاکہ ہدیۂ ناظرین کریں گے۔ اسکی حقیقت کے متعلق ہماری آخری رائے خواہ کچھ بھی ہو، اس میں شبہہ نہیں کہ تعلیم یافتہ شخص کے خیالات پر بہ نسبت ایسے واقعات کے جو تنقید و جستجو کے بعد منکشف ہوئے ہوں یا بمقابلۂ محض اس قول کے کہ فلاں واقعات سرے سے رونما ہوئے ہی نہیں، ابتدائی روایات کا اثر زیادہ پڑتا ہے، اور اُن کا علم گویا تاریخی معلومات ہی کا ایک جزو سمجھا جاتا ہے۔[۱] ہم فطرۃً اپنے خاکے کی بنیاد ان روایات کی آخری شکل کو قرار دیں گے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس زنجیر کی ابتدا افسانوں اور واقعہ نویسوں نے ڈالی تھی اُس کی یہ آخری کڑی ہے، اور اُسے ازمنۂ مابعد کے مصنفوں نے اپنے اپنے خیالات کے مطابق ڈھال دیا ہے۔

یونانی اپنے آپ کو ہیلے نیز کہتے تھے، لیکن ان ہی کے خیال کے مطابق اس خطّے میں ہیلے نیز سے بھی پہلے ایک اور قوم، یعنی پیلاسگی، آباد تھی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں قوموں میں باہمی تعلق کیا تھا؟ زمانۂ حال کے

---

[۱] جس شخص نے ارتقائی دور کی آخری تحقیقات کی ہے وہ گرتیوس ہے، اور اُسکی کتاب کی مقبولیت کا اُس کے انگریزی، فرانسیسی اور اطالوی تراجم سے پتا لگتا ہے۔ بدیں وجہ ہمیں اس مختصر خاکے کی ترتیب میں بار بار اس سے مدد لینی پڑیگی۔ ڈنکر روایات کے متعلق سکوت اختیار کرتا ہے لیکن مجھے روایات کا اعادہ کرنا اور پھر ان کے متعلق اپنی ذاتی رائے کا اظہار کرنا دونوں ضروری معلوم ہوئے۔

مورخوں کا قیاس ہے کہ دونوں میں کوئی قطعی تباین نہیں تھا، بلکہ دراصل ہیلے نیز پیلاسگی ہی تھے جن میں مختلف نسلی عنصروں کے مل جانے اور ایک متغائر تمدن کے اختلاط سے بہت سی تبدیلیاں ہوگئی تھیں۔ بعض مورخوں کی جنہیں ڈنکر سب سے ممتاز ہے، یہ رائے ہے کہ یونانی قوم صرف بری راستے سے شمال سے آئی ہوگی؛ دیگر متجسس جن کا سرتاج کرتیوس ہے، یہ کہتے ہیں کہ انکے علاوہ ایک اور قوم جس کا اس شمالی قوم سے کوئی واسطہ نہ تھا، سمندر کے راستے ایشیا سے یونان آئی؛ کرتیوس کی رائے ہے کہ اس شاخ کو دراصل فنیقیوں نے ترک وطن پر مجبور کیا، اور یہ ایشیائی یونانی اس ابتدائی دور میں ہی ایونیائیوں کے نام سے تماشاگاہ عالم پر نمودار ہو جاتے ہیں۔ یہ نووارد یونانی النسل تو ضرور تھے، لیکن ان پر ایشیائی ہمسایوں کا نہایت زبردست اثر پڑ چکا تھا اور اس تعلق کی وجہ سے اس قوم کی سیدھی سادی زندگی میں ایک عظیم الشان انقلاب رونما ہو چکا تھا۔ ان کے مذہب میں تبدیلی پیدا ہوگئی؛ اُن کا ایک ہی قومی معبود زیوس تھا، اسکے علاوہ جو معبود وجود میں آئے، اُن کی قربان گاہیں ابتدا میں صرف بحیرۂ ایجین کے سواحل پر تعمیر کی گئیں جس سے ان کا بدیشی جنم صاف ظاہر ہوتا ہے۔ پیلاسگیوں کے عقیدے میں آلہ پرستی کو دخل نہ تھا، یا کم از کم یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ان کے مذہب میں اس کا محض ایک شائبہ پایا جاتا تھا۔ لیکن ایونیائیوں پر ایشیائی تمدن کا اثر پڑ چکا تھا جس کی وجہ سے یونانی بھی ارباب پرست ہوگئے۔ ہم افرودیت اور ہرقل کی پوجا میں براہ راست فنیقی اثر محسوس کرتے ہیں، لیکن ان کے علاوہ جملہ دیوتا مثلاً پوسئیدون، دیونی سوس، ارتیمس، دیمیتر اور خود اتھینے بالواسطہ دراصل ایشیائی الاصل ہیں، اور ابتدا میں خود اپولو بھی دریائی دیوتا ہے اور سمندر پار سے آتا ہے۔ لیکن ہمارا قیاس ہے کہ یہ دیوتا یونان کی تاریخ کے بعید ترین دور میں یونان لائے گئے ہوں گے۔ ہم اُن رزمیہ افسانوں کے ذریعے سے جن میں یونانیوں نے یہ دکھایا ہے کہ کس طرح پیلاسگی زندگی کی یکرنگی یونانی زندگی کی بوقلمونی سے بدل گئی، تاریخی دور کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ ابتدائی تارکان وطن کا تہذیب آفریں اثر ہرقل کی تاریخ میں نظر آتا ہے؛ تھے سیوس کی شخصیت کو ترکیب دینے میں دراصل اسی کی نقل سے

مدد لی گئی ہے اور جہاں کہیں ہرقل نے اپنے کارنامے دُنیا کے سامنے پیش کیئے ہیں، وہیں رزمیہ نظم کا نشو و نما ہوا ہے۔ بیوتیہ میں کادموس کے افسانوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یونان ایشیا کا کس درجہ مرہون منّت ہے؛ تھسلی میں رزمیہ افسانے خلیج پاگئے کی ہر چہار طرف مجتمع ہوتے ہیں جہاں سے آرگو کشتی چلی تھی؛ آرگوس کے قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس تمدن کا مشرق میں نشو و نما ہوا تھا وہ کس طرح ساحلی علاقے پر آکر متسلّط ہو گیا؛ بحیرۂ ایجین کے کناروں پر جو قومیں آباد تھیں (جن میں سے کاریہ کی مخلوط آبادی ممتاز تھی) اُنھوں نے فنیقیوں کی طرح بحری قزاقی شروع کردی، اور اس ہنگامے کا خاتمہ مینوس شاہ کریٹ نے کیا؛ یہ وہی مینوس ہے جسے ہم تاریخ یونان کی پہلی واقعی شخصیت کہہ سکتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایشیائے کوچک میں چند بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہوئیں: یعنی افروجیہ جس کی آبادی آریائی تھی، لدیہ جہاں غالباً سامی آباد تھے، ساحلی علاقے میں سلطنت ٹروا اور اُس کے جنوب میں کوہ سیپی لوس پر ریاست تنتالوس۔ ایشیا کے جنوب و مغربی زاویئے میں تمدن لسیہ کا آغاز ہوا جو فن تعمیر کی ترقی کے لیئے خاص طور پر ممتاز ہے، اور چونکہ یہ اپولو کی پوجا کا گویا گہوارہ تھا (اپولو لسیہ سے ڈیلوس اور وہاں سے ڈیلفی جاتا ہے) اس وجہ سے مذہب کی تاریخ میں اُسے بہت کچھ وقعت حاصل ہے۔ اس ملک میں اور خاصکر خلیج پاگاسائے کے چاروں طرف منیائی رہتے تھے جنھیں ہم یونان کے اوّلین ملّاحوں کا لقب دے سکتے ہیں؛ یہ یہاں سے نقل وطن کر کے اور خومینوس میں (جو شہر تھبز کا مدمقابل تھا) جا کر آباد ہو گئے۔ تھبز بہت سی نسلی شاہراہوں کا جائے اتصال ہے اور یہاں یوریا سے صور کی، ہرقل سے سیدا اور امفیون کی اور زیتھوس سے ایشیائے کوچک کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ کادمیائیوں کے غیر ملکی ہونے اور ایولیائیوں کے ملکی سورما ہونے میں شبہہ نہیں؛ کرتیوس کے نزدیک یہ موخرالذکر بجائے ایک ہی قوم کے افراد ہونے کے ایک خاص منزل تمدّن (یعنی پلاسگی تہذیب) کے قائم مقام تھے جنھوں نے لیلیگیس اور غیر ملکی ایونائیوں سے تعلقات پیدا کر کے تمدّن کے زینے کی بہت اونچی سیڑھی پر قدم رکھا تھا۔ کرتیوس اکائیائیوں کو ایولیائیوں کی ایک شاخ قرار دیتا ہے لیکن ان دونوں میں کم از کم یہ فرق ضرور ہے

کہ ان کی تاریخی حقیقت ایولیائیوں سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ ساحلی علاقوں یعنی قبرس، کریٹ، دہانۂ پے نیئوس، کوہ پے لیون، جزیرۂ آئی گینیا اور اٹیکا میں پائے جاتے تھے، اور دراصل اُن کی کوئی علیحدہ نسل نہ تھی بلکہ یہ چند ممتاز خاندانوں کے مجموعوں پر مشتمل تھے جن کا ارتقا یورپی یونان میں ایولیائیوں سے بالکل علیحدہ ہوا تھا۔ ہرکی لیس اور پیلوپس کے افسانوں کی ابتدا دراصل اکائیائیوں سے ہی ہوئی، اور لدیہ کی طرح اُن میں بھی وہ تودے پائے جاتے ہیں جنھیں مردوں کے اعزاز میں تعمیر کیا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ تھسلی میں دیسی آبادی کے ساتھ ایک غیر ملکی شاہی نسل مخلوط ہو گئی ہو، بہر حال یہاں سے ایک شاخ آرگوس کی طرف جاتی ہے، لیکن وہاں کے خیال کے مطابق اس سے پہلے ہی داناؤس نے رھوڈس سے آکر ایک مخصوص تمدن کا آغاز کر دیا تھا۔ داناؤس کی اولاد نے اپنا رشتہ مشرق سے برابر قائم رکھا، ٹرنز کی تعمیر لسسیہ کے ہی کیکلوپس نے کی اور خود پرسیوس کا وطن بھی لسسیہ ہی تھا۔ داناؤسیوں میں باہمی نزاعات پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے ایولوسی خاندان کو عروج حاصل ہوا جس کا ممتاز ترین رکن آذر استوس ہے جسے کادموس کے شہر سے للّٰہی بغض تھا اور دلی خواہش تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح نابود ہو جائے لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہونے پائی تھی کہ تنتالوسی جو عوام الناس کو خوش رکھنے کے فن کے گویا ماہر تھے، برسر اقتدار ہو گئے۔ اب آرگوس میں لدیہ والے لسسیہ والوں کو مغلوب کر لیتے ہیں اور اس طرح پیلوپسیوں کا اقتدار بڑھ جاتا ہے۔ ابتدا میں تو پیلوپونیزیوں کے اقتدار کا انحصار بڑی تفوق پر تھا لیکن انھیں بحری سیادت بھی حاصل ہو گئی جس کی وجہ سے اُن میں اور ٹروائے میں باہمی تصادم لابُد ہو گیا۔ الیوم، تھبز، اور خومینوس، میکے نائی اور تیرنز کے وجود میں تو شک ہی نہیں اس لیئے ہم اس پر بھی مجبور ہیں کہ دردانی، مینائی، کادموسی اور آرگوسی شاہزادوں کے وجود کو بھی تسلیم کر کے اگامیم نون اور پریام کی تاریخی شخصیتوں کو بھی مان لیں۔ یہ سب ریاستیں دراصل ایشیائی یونانیوں کی وجہ سے عدم سے وجود میں آئیں؛ یہی وہ زمانہ ہے جب پیلاسگی تمدن

باب

رفتہ رفتہ یونانیت کا جامہ پہن لیتا ہے ؛

اب یورپ کی قوموں میں ردّ عمل شروع ہوتا ہے جس کے لئے ہمیں محض افسانوں پر اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہاں یہ ذکر کرنا بالکل کافی ہے کہ گُرُوتیوس کے مطابق دوریائی شاہ آئے گی میوس کی ماتحتی اور اپولو کے تمپی کی رہبری میں اپنے تاریخی دور کا آغاز کرتے ہیں۔ یہاں اس نسل کے جو بادشاہ گزرے ہیں وہ خود کو ہرقل کی اولاد بتاتے تھے۔ جب وہ جنوب کی طرف جانے پر مجبور ہوئے تو اُن کی تہذیب کا پایہ بہت بلند تھا اور اس سے کام نکال کر انھوں نے مجالس امفک تیون کے ذریعے سے اپنی ہمسایہ اقوام کو متحد کر لیا۔ دوریائی تمپے ہی میں اپولو کی پوجا سے واقف ہو گئے تھے، اور اب اُنھوں نے دیلفی میں اس دیوتا کا ایک معبد بنا کر دونوں معبدوں کا ایک دوسرے سے رشتہ پیدا کر دیا۔ اصل یہ ہے کہ لفظ "ہیلے نیز" اور ہیلینی قومیت کے تخیل کی ابتدا اسی اَمفِک تیونی لیگ سے ہوئی جس کی بنیاد دوریانیوں نے ڈالی تھی ؛

باب پنجم

روایتی اور خصوصاً افسانہ آمیز تاریخ کی تنقید

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس روایتی تاریخ کے کونسے حصے ایسے ہیں جنھیں حقیقت پر مبنی کہا جا سکتا ہے؟ ہم چوتھے باب میں دکھلا چکے ہیں کہ محض روایتی اشخاص اُن کی زندگی کے واقعات اور باہمی تعلقات کے علم سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ یہ سب امور پایۂ ثبوت کو پہنچ گئے ہیں۔ بلاشبہ بہ نظر غائر ڈال کر کم و بیش احتمال و عدم احتمال کا اندازہ کر سکتے ہیں، لیکن اس موقع پر اس قسم کی تنقیح کی گنجائش نہیں ہے بلکہ اُس کی بجائے ہمیں محض مثالوں پر اکتفا کرنا پڑیگا اور اُن سے ہی یہ امر واضح ہو جائیگا کہ شعرا اور قدیم وقائع نویسوں کے تخیلات اور بلند پروازیاں اس درجہ بڑھ جاتی ہیں کہ اُنھیں تاریخی سند نہیں قرار دیا جا سکتا؛

سب سے پہلے آرگولس کے افسانوں کو لیجئے۔ اس ضلع کا سب سے اہم شہر میکنے نامی ہے جہاں کی مسلّمہ روایات میں دو مختلف خاندانوں یعنی پرسیوسیان اور پیلوپسیان کا ذکر ملتا ہے اور ان میں سب سے ممتاز شخصیت پیلوپسی خاندان کے رکن اگے میم نون کی ہے۔ لیکن درانحالیکہ اس پر اتفاق رائے نہیں ہے کہ اس کے باپ کا کیا نام تھا، تاہم یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہمیں اُس کے پُرآشوب زمانے کے اُن حالات سے واقفیت ہے جن کے باعث ایک خاندان کی بجائے دوسرا خاندان مقتدر اعلیٰ ہو گیا[1]۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی شاعر نے اپنی بلند پروازیوں کو

[1] اس کا ماخذ در اصل طوسی ویدش کی تمہید ہے جو اُس دور کے واقعات کے لیے نہایت پُر از معلومات ہے۔ اس تمہید کا مقابلہ تکیا ویلی کی تاریخ فلورنس سے کیا جا سکتا ہے۔ ہم طوسی ویدش کی عظمت اور عزت کرنے میں کسی سے کم نہیں لیکن یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جن امور کا علم اُسے محض استدلال کے ذریعے سے ہوا اُنکی بابت ہم اس سے بہتر رائے قائم کر سکتے ہیں۔

باب ۳

کام میں لاکر ان واقعات کو گھڑ لیا ہوگا اور زمانۂ مابعد کے وقائع نویسوں نے اُن کا نثر میں ترجمہ کرلیا ہوگا۔ شہر آرگوس کے افسانوں میں جو اختراع واقعات کیا گیا ہے وہ اس سے زیادہ بدیہی ہے[1]۔ اگرچہ یہ بالکلیہ تاریخ میں شامل نہیں کیے گئے لیکن تاریخ پر اُن کا بہت زبردست اثر پڑا ہے۔ آرگوس اپنے حکمرانوں کی مسلسل فہرست تیار کرنے پر تُلا ہوا تھا، لیکن کیا دے کر؟ اناخوس کے بعد (جو دراصل آرگوس کے ایک دریا کا نام ہے) حکمرانوں کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے جن کے نام یا تو ملک کی اقوام اور قصبات سے لیے گئے ہیں جیسے اے گیالیوس، پیلاس گوس، ایپی دوروس، آرگوس (تاکہ یہ ثابت ہوسکے کہ اے گیالیا اور ایپی دوروس کے باشندے، و نیز جملہ پیلاسگی آرگوس سے آئے تھے)، ور نہ اُن کے انتخاب میں کوئی نہ کوئی مخصوص انداز پیش نظر رکھا گیا ہے، جیسے یاسوس دراصل ہومر کے ایک توصیفی لفظ سے اخذ کیا گیا تھا[2]۔ اسکے بعد مشہور و معروف یو آتا ہے جس کی بابت بیشتر علما مختلف الرّائے ہیں۔ مذکورۂ بالا ناموں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آرگوس کے باشندے یونانی افسانوں کے ممتاز ترین افراد کو اپنے ملک کے سلسلۂ تاریخ میں شامل کرنے کے ازبس آرزو مند تھے۔ بہر حال داناؤس یو کی اولاد سے ہے اور دانائیوں کے قصّوں کی وقعت افسانوں سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کی اولاد میں سے ایک لڑکی لینکیوس سے شادی کرتی ہے جو خود آباس کی اولاد سے ہے اور جس کا نام دراصل ابانتی قوم کے نام سے

[1] فرمانروایان آرگوس کے نسب ناموں میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، اس موضوع پر مفصلۂ ذیل کا خاص طور پر مطالعہ کیا جائے: اپولودوروس Apollodorus ۲، ۱؛ پئوسانیاس (Paus) ۲، ۱۶؛ گروٹ (Grote) (۲)، ۵۹۔ ہم نے ان میں سے کسی ایک مورّخ کا اتباع نہیں کیا بلکہ "خذ ما صفا" کے مقولے پر عمل کیا ہے۔

[2] یاسوس کا ذکر ہیلانیکوس ۲۳۸ میں ہے۔ ہومر (اوڈیسی ۱۸، ۲۴۶) یاسون آرگوس" کا ذکر کرتا ہے جس کی بنا پر کسی ہوشیار نساب نے فوراً یاسوس شاہ آرگوس کا نام ایجاد کرلیا۔ مقابلہ کی جائے گروٹ (۲)، ۵۹۔

باب ۵

نقل کیا گیا ہے؛ لیکن چونکہ یہ قوم اکثر یوبیہ میں رہتی تھی اس لیئے دیگر مصنّف اسکے لیئے ایسے والدین تلاش کرنے کی فکر کرتے ہیں جس کا اس جزیرے سے تعلق ہو، بالآخر وہ کامیاب ہو جاتے ہیں اور اُسے پوسئیڈول یا خالکون (متعلق بہ خالکس) اور ارِے تھوزا کا بیٹا بنایا جاتا ہے۔ اباس کے بیٹے اکری زیوس اور پروئی توس ہیں جن کا ترنز سے زیادہ تعلق ہے؛ ان میں سے پروئی توس کے زمانے میں اور استوس شاہ آرگوس بن جاتا ہے، اور گو اس کا تعلق بہ نسبت آرگوس کے سکیون سے زیادہ ہے لیکن آرگوس اس سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ غرض یہ ہے کہ آرگوس کے حکمرانوں کے طویل سلسلے میں اکثر افراد کی بِنا محض تخیلات اور شاعرانہ مبالغوں پر ہے [۱]

---

[۱] جس طرز پر ہرقل کا آرگوس سے تعلق پیدا کیا گیا ہے اس سے بھی ہم ان اختراعات کی تہ کو پہنچ سکتے ہیں۔ مسلمہ طور پر ہرقل تھبز کا باشندہ تھا اور جس طرح تھسانوی فلے گیاس سے (جس کی بیٹی کورونس اسکلے پیوس کی ماں تھی) صرف اس لیئے ایپی دوروس پر جنگ آزمائی کرائی گئی تھی کہ اسکلے پیوس وہیں پیدا ہوا، اسی طرح محض اس لیئے کہ ہرقل کا جنم بھوم تھبز تجویز کر دیا گیا تھا امفتریون اور الکمنے کے آرگوس سے تھبز بھاگ جانے کا قصہ گھڑا گیا۔

پاؤلی کے مجموعے Pauly's R. E. I. ۱۸۹ کے مطابق اور استوس سکیون کا باشندہ تھا۔ اسٹیفن کی موقع کی تحقیقات (بیانات متعلق نقشہ جات میکینائی Steffen: Text zu den Karten von mykenai برلن ۱۸۸۴ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ آرگوسی افسانوں سے بہت ہی کم تاریخی واقعات اخذ کیئے جا سکتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ بلاشبہہ فرمان روایان میدان آرگوس کا مستقر شہر آرگوس ہی تھا اور اس امر پر محقق اور افسانے دونوں متفق ہیں، نیز یہ بھی درست ہے کہ ناؤپلیا، ترنز، مدیا اور میکینائی کی تعمیر میں غیر ملکی اثرات شامل تھے اور اُن کا مقصد ہی یہ تھا کہ آرگوس کی مخالفت کی جائے (صفحہ ۷) لیکن اس مقام پر آکر افسانوں اور تحقیقات میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اس لیئے کہ آرگوسی پہ وتیون اور پرسیوسیون میں جو تباین نظر آتا ہے وہ وقائع نویسوں کے

باب ۳

مینوس کی شخصیت سے بھی اس اثر کا پتا چلتا ہے جو تاریخ پر تخیلات محض کا پڑا ہوگا۔ ہومر کی کتابوں میں اسے پرسیوس، ڈیوٹی سیوس اور ہرقل کی طرح زیوس کا بیٹا تسلیم کیا گیا ہے، وہ ہمیشہ زیوس کے ساتھ رہتا اور مُردوں کے باہمی معاملات طے کرتا ہے؛ اُس کا نتیجہ بدیہی ہے، وہ یہ کہ جو علم اُس نے زیوس سے حاصل کیا ہے جس سے مردوں کے باہمی معاملات طے کرنے میں مدد لی جاتی ہے اسے بنی نوع انسان کے مفاد کی خاطر بھی کام میں لایا جائیگا، یہی وہ تخیل ہے جس کی بنا پر ہسیود کہتا ہے کہ مینوس اطراف وجوانب کے باشندوں پر زیوس کا عَلَم ہاتھ میں لے کر حکومت کرتا ہے۔ لیکن مینوس کا نام اٹیکائی، مگاریٰ اور صقالوی افسانوں میں بھی ملتا ہے، بلکہ سسلی میں تو اُس کی قبر کی زیارت بھی کرائی جاتی تھی۔ ان امور کو مدّنظر رکھ کر ایک قدم اور بڑھایا جاتا ہے؛ وہ یہ کہ بلاشبہہ مینوس سمندروں پر بھی حاکم ہوگا، اور ہیروڈوٹس اسی روشنی میں اُسے پیش کرتے ہوئے اُس کا نسب نامہ دیوتاؤں سے ملا دیتا ہے اور چونکہ اس حیثیت سے اُس کی شخصیت محض نیم تاریخی رہ جاتی ہے اس لیئے ہیروڈوٹس یہ کہتا ہے

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نام نہاد ملکیوں اور غیر ملکیوں کے باہمی تخالف سے مطابقت نہیں رکھتا اور پروتی اُتنے ہی کم ملکی ہیں جتنے خود پرسیوی۔ نیز در انکالیکہ موقع کی تحقیقات سے ترتزہ اور ناوپلیا کے باہمی تعلقات کا پتا لگتا ہے لیکن افسانہ نویس بالکل ساکت ہیں۔ اسی طرح مقامی تحقیقات افسانوں کے میدان کو اس وقت بھی چھوڑ دیتی ہے جب یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ پیلوپی بری راستے سے مقدونیہ ہوکر خاکنائے میں سے گزرتے ہوئے میدان اناخوس آئے اور اس کے بعد پرسیوسیون کے قلعۂ میکے نائے پر قبضہ کرکے اپنا پڑاؤ ڈالدیا۔ آگے میمنون کے قصبۂ کورنتھ کے علاوہ افسانوں میں پیلوپیون اور شمال کے تعلقات کا مطلق ذکر نہیں بلکہ اسکے برعکس پرسیوی کورنتھ سے مخالفہ کرلیتے ہیں۔ اسٹیفن Steffen نے موقع پر جاکر جو تحقیقات کی ہے انکی ایک خاص تاریخی قیمت ضرور ہے، لیکن یہ اسلیئے نہیں کہ وہ افسانوں پر مبنی ہے؛ افسانے برابر چولے بدلتے رہتے ہیں اسلیئے اُنکی مدد سے کوئی بات بھی ثابت کیجا سکتی ہے افسانوں میں سورماؤں کا تذکرہ ہے، شعرا اور وقائع نویس انہیں باہمی تعلق پیدا کرتے ہیں، لیکن نہ تو افسانوں اور نہ وقائع میں کسی شہر کے خطوط مدافعت اور بچاؤ کی تدابیر کا ذکر ہے۔

باب ۲ کہ پہلا انسان جس نے سمندروں پر حکومت کی وہ پولیکراتیس تھا۔ اسکا بیان ہے کہ مِنوس نے جزائر کے باشندوں پر جو کاریہ سے آئے تھے اور جنکا نام لیلیے گیس تھا، حکومت کی۔ طوسی دیدِش ہمیشہ ہیروڈوٹس کے بیانات کی تصحیح کے درپے رہتا ہے، اور اس کا بیان ہے کہ غالبًا مِنوس نے کاریوں کو نکال دیا ہوگا اور شاید مِنوس پہلا بادشاہ ہوگا جس کی خدمت کے لیئے جنگی جہاز موجود تھے۔ اب ان تمام مناظر کی ایک مکمّل تصویر تیار کیجاتی ہے جس کے مطابق مِنوس پہلا شخص ہے جس نے قانون اور امن وامان کو یونان میں رائج کیا، جس نے شہر آباد کیئے، جس نے پوجا کے مختلف طریقوں کو رواج دیا اور مصر کی تاریخ میں بھی اُس کی بحری سیادت کے آثار بتائے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ہماری رائے ہے کہ مِنوس پرسیوس اور ہرقل کیطرح محض ایک خود ساختہ شخصیت ہے اور اُن واقعات کو جنھیں تاریخی بتایا جاتا ہے دراصل محض تزئین و زیبائش تاریخ سے زیادہ وقعت نہیں دی جاسکتی۔ ہم اسی طرح اُس کے ساقی ایاکوس کی شخصیت پر غور کرسکتے ہیں اور اُسکے خوشگوار عہد حکومت کو بھی تاریخی سانچے میں ڈھال سکتے ہیں[۶۵]:

---

[۶۵] مِنوس: ہومر: اودیسی ۱۹، ۲، ۱۷۸ وغیرہ ہیروڈوٹس ۳، ۱۲۲، ۱، ۱۷۱؛ طوسی دیدِش ۱، ۴۔ مِنوس کی بحری سیادت کا تعلق بحری لیگ اور مصر کی باہمی جنگ سے؛ لینورمان: "تمدّن کی ابتدا" پیرس ۱۸۷۵ء جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ وغیرہ؛ اس تعلق کو فرانسیسی مؤرّخ امرِ واقعہ تصور کرتے ہیں۔ اس بات کا ثبوت کہ مِنوس کی شخصیت محض فرضی ہے اس سے ملتا ہے کہ کریٹ میں کسی عہدیت کا پتا نہیں اور اگر مِنوس کی سلطنت ایک امرِ واقعہ رہی تو یہ عہدیت ضرور قائم ہوتی۔ کریٹی بلدی سواراج کے اصول پر ہمیشہ قائم رہے۔ مِنوس کی بحری سیادت کا تخیل دراصل ان افسانوں کے مجموعے سے پیدا ہوا ہے جو اس کی حرکات و سکنات کے متعلق ایجاد کیئے گئے تھے، اور وہ ہرقل کے افسانوں سے زیادہ قابلِ وقعت نہیں ہیں۔

باب ۵

ان کے علاوہ دیگر افسانوں کی بھی تنقید کرنا اور یہ دکھانا آسان ہے کہ اگر بالفرض ان کا واقعات پر مبنی ہونا حد امکان میں ہو بھی تاہم وثوق سے اس کا گمان غالب نہیں کہ فی الواقع اُن کی بنیاد واقعات پر تھی۔ لیکن بجائے اس طرز عمل کے ہمارے لیئے یہ بہتر ہوگا کہ ہم اُن حالات کے ضمن میں روایات کی بے اعتباری پر بحث کریں گے جہاں روایات عام طور سے قابل وثوق سمجھی جاتی ہیں۔ اگر کسی خاندان کا یہ مطالبہ ہو کہ وہ کسی خاص غیر ملکی سورما کی اولاد سے ہے تو فی نفسہٖ یہی اس بات کا ثبوت سمجھا جاتا ہے کہ اس خاندان کا نکاس اس ملک سے ہوگا جہاں سے وہ سورما آیا تھا؛ مثلاً چونکہ پی سستراتوس، سولن وغیرہم اپنے آپ کو نیلوس کی اولاد بتاتے تھے اس لیئے قوم کی قوم پیلوس سے ہی آئی ہوگی لیکن ہمارے نزدیک یہ نتیجہ لازم نہیں آتا۔[۵ا] واقعہ یہ ہے کہ ایسے خاندانوں نے اپنے آپکو نیلوس سے اس لیئے وابستہ کیا کہ اُن کی یہ خواہش تھی کہ اپنا نسب نامہ نہایت

۵ا قدیم نبیل خاندانوں کے نسب ناموں کو گ، پٹرسن G. Petersen قابل اطمینان تصور نہیں کرتا۔ اس کی جامع تصنیف "مسائل تاریخ اقوام اٹیکا" Quaestiones de historia gentium Atticarum مطبوعہ ۱۸۸۰ء ہے۔ ہمیں ٹیوسانیاس (۲، ۱۸، ۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنزی خاندانوں کے پیلوس سے آنے کا واقعہ کس درجہ ناقابل یقین ہے اور خود ٹیوسانیاس کو مطلق علم نہیں کہ نسطوری پی سستراتوس کہاں آیا۔ وہی ٹیوسانیاس جو ہر چیز پر یقین کر لیا کرتا ہے وہ نسب ناموں کی بے اطمینانی کا حوالہ دیتا ہے (۱، ۳۸، ۷؛ ۴، ۲، ۳؛ ۸، ۵۳، ۵)۔ زمانۂ حال کے مورخوں کو جو تاریخی تنقید کے اصول کو اُس سے بہتر سمجھ سکتے ہیں، اُن نسب ناموں کو تسلیم کرنے میں جن کا سلسلہ رزمیہ زمانے تک جاتا ہو، ذرا محتاط ہونا چاہیئے۔ اس موضوع کے لیئے پ، گارڈنر: "ابواب جدید" ۸۹ P. Gardner: New chapter پیلوپیول کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "چونکہ حکمیات میں متواتر ترقی ہو رہی ہے اس لیئے ہمیں امید ہے کہ ہم ان افسانوں سے روز بروز نئے نئے واقعات اخذ کر سکیں گے۔"

باب ۳

درخشاں و تاباں بنالیں، اور چونکہ ان کے نام بھی نیلوس کی اولاد کے ناموں سے مشابہ تھے اس لیئے اُنھیں اپنی کوشش میں کامیابی ہوئی۔ مثلاً اگر ان میں سے بعض کا نام پی سسٹراتوس تھا تو یہ اُس کے پی سسٹراتوس ولد نسطور کی اولاد ہونے کے دعوے کے لیئے بالکل کافی تھا، ساتھ ہی وہ خاندان جو رتبے میں ان سے کم تھے وہ بھی اس دعوے کو تسلیم کرنے کے لیئے اس لیئے تیار تھے کہ ان کے اپنے لیئے بھی اس قسم کی شاہراہ کھل جاتی تھی۔ جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ آجکل کے زمانے میں بھی لوگ اپنے نسلی امتیازات ثابت کرنے کے لیئے کیسے کیسے حقوق جتاتے ہیں اور یہ دعوے کس درجہ بے بنیاد ہوتے ہیں تو ہمیں قدیم ایتھنزیوں کے اسی قسم کے دعاوی پر اُن سے زیادہ یقین کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ نسب ناموں کے دعاوی غلط ہیں تو پھر اُنسے یہ کیونکر نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ایک خاص خاندان کسی مخصوص مقام سے آیا ہوگا۔ یہ فرض کر لیا گیا کہ نیلوسی ضرور پیلوس سے آئے ہوں گے ورنہ وہ نیلوس کی اولاد کب ہو سکتے تھے۔ لیکن صرف یہ دعوےٰ پیش کرنے کے لیئے کہ ایک خاص خاندان کا نسب نامہ نیلوس تک پہنچنا چاہیئے یہ ضروری نہ تھا کہ اُن کا مقام پیلوس سے آنے کو ایک تاریخی واقعہ تسلیم کر لیا جائے۔ اگر یہ مشہور و معروف ہوتا کہ بعض پیلوسی ترک وطن کر کے ایتھنز آئے تو یہ مفروضہ پیش نظر کے استحکام کے لیئے نہایت مناسب ہوتا، لیکن یہ لازمی نہ تھا کہ یہ واقعہ معروف و مشہور ہو۔ ممکن ہے کہ درحقیقت پیلوسی ایتھنز آئے ہوں اور ممکن ہے کہ دیگر اسباب کی بنا پر ظن غالب بھی یہی ہو، لیکن کم از کم پی سسٹراتوس کے مفروضہ نسب نامے سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ دیگر نسب ناموں کے متعلق بھی اسی قسم کے دلائل پیش کیئے جاسکتے ہیں ؛

غرض یہ ہے کہ ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ صرف عام دلائل سے نہیں بلکہ ہر ایک افسانے کی فرداً فرداً تنقید سے بھی ہمیں معلوم ہو رہا ہے کہ محض روایات کی مدد سے کوئی ایسی پایدار بنیاد قائم نہیں ہوتی جس پر ابتدائی تاریخ یونان کا ایوان تعمیر کیا جاسکے، بلکہ اُس کی مدد سے ہم صرف قدیم شعرا اور وقائع نگاروں کا

باب۵

کام جاری رکھ سکتے ہیں اور گویا کہ ریت پر بنے ہوئے محل کی آہک پاشی کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر بالفرض ان قصوں میں باہمی ربط واتصال کی کوئی صورت پیدا بھی کی جائے تاہم ہمیں اس سے کیا خاص فائدہ ہوگا؟ کیا ہمیں اس کے بعد قدیم یونانیوں کے خصائص کا صحیح اندازہ ہو سکیگا؟ ہومر کے اشعار سے یونانی خانگی حالات کا جو مرقع تیار ہوتا ہے، ٹروائے، میکے نائی اور ترنز کی کھدائیوں اور مختلف قصوں اور خرافوں کو اگر یونان کے ذہنی ماحصل کے طور پر دیکھا جائے، ان سب سے یونانی زندگی پر بادشاہوں کی فہرستوں اور نسب ناموں سے (خواہ وہ کتنے ہی قابل اعتبار کیوں نہ ہوں) کہیں زیادہ حالات معلوم ہوتے ہیں۔ جو چیز اشور اور مصر کی تاریخ کو اس درجہ دلچسپ بناتی ہے وہ بادشاہوں کے کارنامے نہیں (اور ہم اس سے خوب واقف ہیں کہ انھوں نے آنے والی نسلوں پر اپنا رعب جمانے کے بڑے بڑے سامان کیئے تھے) بلکہ اُن ممالک کی مخصوص تہذیب وتمدن ہے؛ اور بالفرض اگر منوس کی شخصیت مسلمہ ہو تاہم یونان کی تہذیب وتمدن کی جو حالت سورماؤں کے زمانے میں تھی اُس پر اس خاص واقعے سے کوئی روشنی نہیں پڑتی ہے[۱]۔

---

[۱] جس سورما کی شخصیت دوسرے سورماؤں کی شخصیت سے ذرا زیادہ تاریخی معلوم ہوتی ہے وہ تھے سیوس ہے جسے اٹیکا کے سیاسی اتحاد کا بانی بتایا جاتا ہے۔ چونکہ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اٹیکا کا اتحاد یونان کے عام اصول کے خلاف تھا اسلیئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تھے سیوس نے اپنے کارناموں کی نشانی چھوڑی ہے۔ گو اُس کی تاریخی وقعت لی کرگوس سے کم ہے لیکن چونکہ اس کا نام ایک واقعی نام ہے اس لیئے وہ رومیولوس سے زیادہ تاریخی ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص یہ حکم نہیں لگا سکتا کہ واقع میں کوئی تھے سیوس تھا بھی یا نہیں یونان میں دیوتاؤں اور انسانوں کے قصے ایک دوسرے کے ساتھ بالکل مخلوط ہو جاتے ہیں یونانیوں کے نزدیک دیوتا ایسے ہی واقعی اور تاریخی اشخاص ہیں جیسے سورما۔ شمڈٹ نے اپنی کتاب اخلاقیات یونان" (L. Schmidt: Ethek der Griechen) میں واضح کر دیا ہے کہ یونانیوں میں "تشخص" کی جو قابلیت تھی اُس سے وہ روز بروز شتہ نکے

باب ۵

یہ تو سورماؤں اور اُن کی وقعت کا ذکر ہوا؛ اب ہم نسل نگاری کے مسائل کی طرف رجوع ہوتے ہیں جن کا گزشتہ باب میں حوالہ دیا جاچکا ہے۔ یہ تمام مسائل دراصل ایک مسئلے پر مبنی ہیں وہ یہ کہ قدیم یونانی، اُن کے اسما، اور اُن کی تہذیب و تمدن کا جو کچھ حال روایات سے معلوم ہوتا ہے اس میں کسقدر حقیقت مضمر ہے؟:

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دیوتا ایجاد کیا کرلیتے تھے، اور یہی حکم سورماؤں کے متعلق بھی لگایا جاسکتا ہے جس طرح یونانیوں نے اُن اشخاص کو جو دیوتاؤں کے دائرے میں تھے، بالکل رقیق اور سیال حالت میں چھوڑ دیا، اور اُن کے ناموں اور ظاہری تضاد کی مطلق پروا نہ کی جیسے یہی سلوک انھوں نے سورماؤں کے ساتھ روا رکھا۔ بوقت ضرورت نئے نئے سورماؤں کا اختراع روزمرہ کا ایک واقعہ تھا۔ جیسے دیوتاؤں کا وجود اعتقاد پر مبنی تھا اسی طرح سورما کسی نہ کسی خاص تخیل کے گویا مجسمے تھے اور کسی نہ کسی وجہ سے انکا وجود لازمی سمجھا جاتا تھا۔ غرضکہ یونانی نئے نئے سورما پیدا کرنے میں نہایت آزادی برتتے تھے اور اسمیں مطلق تامل نہ کرتے تھے؛ انھیں کبھی اسکا خیال بھی نہ آتا تھا کہ محض فرضی سورما حقیقی نہیں ہوسکتے۔ ان کے لیے سورماؤں کی وہ وقعت نہ تھی جو آجکل کسی تاریخی فرد کی ہے۔ انھیں اپنے مذہبی عقیدے کے ملیئے اُن کی ضرورت تھی؛ حکمتی مورخ کے لیئے ان کا انفرادی وجود ہی نہیں۔

باب ۶

باب ششم

پیلاسگیون کا بیان

روایات اور حقیقت واقعات

ہم دیکھ چکے ہیں کہ روایتی تاریخ کا دعویٰ ہے کہ یونان کے ابتدائی باشندے پیلاسگی تھے اور امتداد زمانہ سے وہی ہیلینیس ہو گئے[1] لیکن اس نظریے کا

---

[1] مختلف زمانوں میں جو مفروضے قائم کیے گئے ہیں اور جو تفسیریں لکھی گئی ہیں اُن سے تاریخ یونان کا مواد اس درجہ بڑھ گیا ہے کہ یہاں اُس پر تفصیلی تبصرہ کرنا قطعاً ناممکن ہے اور ہماری رائے میں یہ تفصیل بہ نسبت تاریخ کے علم آثار قدیمہ کے سلسلے میں زیادہ کارآمد ہوگی۔ اول ترین زمانے کے متعلق ہمارے پاس بعض نہایت باخبر تصانیف کا ذخیرہ موجود ہے جنمیں ایک کتاب ھ، گ، پلاس کی "یونانیوں کے قبل تاریخ اور ابتدائی زمانے کے حالات" لایپزگ ۱۸۳۱ء (H.G.Plas Vor-und Urgeschichte der Hellenen) ہے۔ زمانۂ حال کے مؤرخوں نے پیلاسگیون کی بابت بہت کچھ لکھا ہے اور اپنی اپنی تصانیف کی ابتدا اس خیال سے کی ہے کہ ہیروڈوٹس اور اُس کے بعد کے مؤرخوں کو سند کا پایہ دینا چاہیے اور اگر ان میں کوئی باہمی تضاد ہو تو اُسے رفع کر دینا چاہیے۔ اس موضوع پر ایک علم آموز کتاب ک، ف، ہرمان کی "قدیمیات یونان" (K.F. Hermann: Gr. Staatsalterthiimes ۶ و ۷) کا مطالعہ مفید ہوگا۔ میں نے سنا ہے کہ حال ہی میں بریزلاؤ میں ایک اور کتاب شائع ہوئی ہے (بریوک: "حالات پیلاسگیان نوشتۂ قدما" Briick: Quae Veteres de Pelasgis tradidernut) لیکن بوجہ اتفاقات سے اس وقت تک میں نے اُس کا مطالعہ نہیں کیا۔

ہومر میں پیلاسگیون کو ٹروائے کی امدادی فوج بتایا گیا ہے (الیاڈ ۲، ۸۴۰ تا ۸۴۳، ۱۷ء) اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ڈوڈونا کا زیوس پیلاسگی الاصل ہے

باب ۲

ثبوت کوئی آسان کام نہیں۔ بلا شبہہ اگر ہم پانچویں صدی ق م کے مورخوں کو بیسویں یا پندرھویں صدی ق م کے واقعات کی سند سمجھنے لگیں تو ہمیں ایک خاص قسم کے بیان کی ایک بنیاد مل جائیگی، خواہ وہ بنیاد کتنی ہی کمزور کیوں نہو، لیکن اگر ہمیں اسکا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ (الیاڈ ۱۶، ۲۳۳)، نیز یہ کہ کریٹ میں پیلاسگی دیوتا موجود تھے (اوڈیسی ۱۹، ۱۷۷)۔ حال میں ہومر کے مختلف اجزا کی تاریخ کے متعلق جن آرا کا اظہار کیا گیا ہے اُن سے ہماری رائے میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اگر وہ ہومری فقرے جو یہاں نقل کیئے گئے ہیں اس قدر حال کے زمانے کے لکھے ہوئے ہیں کہ انھیں ہومری نہیں کہا جاسکتا تو ایسی حالت میں ہومر میں پیلاسگیون کا ذکر نہ آنا خود ایک قول فیصل اور نمایاں امر ہے۔ اس قوم کے متعلق ہسیود نے جو کچھ لکھا ہے اُسکا استرابو (۷، ۳۲۷) میں اور آسیوس کی تحریر کا پوسانیاس ۸، ۱، ۴ میں اقتباس دیا ہوا ہے۔ ودونا کو "مسکن پیلاسگیان" کا لقب دیا گیا ہے اور ہسیود کا اقتباس جسمیں پیلاسگوس کو لیکاؤن کا باپ بتایا گیا ہے، اُسترابو ۵، ۲۲۱ میں ہے۔ ہیروڈوٹس ۲، ۵۶ میں کہتا ہے کہ ہیلاس کو پہلے پیلاسگیا کہتے تھے اور جو پیلاسگی خود مورخ کے زمانے میں تھے ان کا تذکرہ ۱، ۵۷؛ ۵، ۲۶؛ ۷، ۴۲ میں ہے۔ زمانہ حال کے مورخ اور قدما دونوں لفظ "لاریسہ" کو پیلاسگی قرار دیتے ہیں اور اس نام کی ترویج سے اس نظریے کا تطابق ہوتا ہے کہ پیلاسگی صرف شمالی اضلاع اور ایشیا تک محدود تھے۔ ہم اس سے تھسلی میں تین جگہ آلیس اور اکائیا، آرگوس اور اٹیکا، ٹروائے، اُمتی لنہ، ایولس والے کیمے، ایفی سوس، ترالیس اور کریٹ میں دوچار ہوتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ یہ نام اشور، شام، پونٹوس اور کمپانیا میں بھی پایا جاتا ہے (استرابو کے فقرات ۴۴۰ اور ۶۲۰ میں لاریسہ کا ذکر ہے)۔ ایشیا اور تھسلی کے لاریسیون کا پتا ہومر میں بھی ہے۔ اور محض اُن کے کریٹ میں موجود ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ ابتداً اس اندرون ملک میں رہتے تھے۔ آرگوس میں جو ایک لاریسہ ملتا ہے وہ افوروس کی رائے کے ایک کمزور سے ثبوت کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے لیکن کسی اور ثبوت کے نہ ملنے پر یہ لفظ (جہاں تک تاریخی چھان بین کا تعلق ہے) بالکل بیکار

یقین نہیں کہ کوئی ایسی روایت جو کارآمد اور مفید کہی جا سکے اس قدر بعید زمانے تک محفوظ رہ سکتی ہے تو پھر ہمیں ایسے نوشتوں کی جستجو کرنی چاہیئے جو نسبتہً اُس دور سے قریب ہو جن کا اس میں تذکرہ ہو، اور کیا بلحاظ قدامت اور کیا بلحاظ عمدگی کوئی نوشتہ ہومری نظموں کی برابری نہیں کر سکتا جن کے آخری اجزا بھی دیگر قدیم ترین نوشتوں سے بھی قدیم تر ہیں۔ ہومر میں پیلاسگیوں کا بہت ہی کم تذکرہ ہے اور اُن کا ذکر یہ کہہ کر ختم کر دیا گیا ہے کہ وہ ٹروائیوں کی امدادی فوج کے ایشیائی افراد تھے۔ الیاڈ میں یہ بتایا گیا ہے کہ تھسالوی زیوس کی طرح دودونا کا زیوس بھی پیلاسگی الاصل ہے اور ہسیود نہایت صراحت کیساتھ بیان کرتا ہے کہ دودونا پیلاسگیوں کا وطن تھا، اور بہ اعتبار قدامت زمان کے یہی ایک قول پیلاسگی نظریئے کا ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان اقوال کے مطابق اس قوم کا وطن اپائرس، تھسلی اور ایشیائے کوچک ہوگا۔ عام طور پر اُسے یونان میں کبھی کوئی وقعت نہیں دی گئی۔ لیکن زمانہ مابعد کے حالات بالکل مختلف ہیئت اختیار کر لیتے ہیں۔ ہسیود کہتا ہے کہ پیلاسگوس لیکاؤن شاہ آرکیڈیا کا باپ تھا؛ اس کے بعد رزمی شاعر و نساب آسیوس نے جو غالباً ساتویں صدی ق م میں ہوگا) اور ہیروڈوٹس نے اُس میں اضافے کیئے۔ آسیوس کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ ابوالبشر کا نام پیلاسگوس تھا اور ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ یونان کو پہلے پیلاسگیا کہتے تھے۔ لیکن جب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ آخر یہ ہیروڈوٹس کو کیونکر معلوم ہوا تو ہمیں صرف یہ جواب ملتا ہے کہ اس دودونا کے پجاریوں نے بیان کیا، اور اگر ہم ان تمام روایات کو جو اُن پجاریوں نے

باب ٦

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہو جاتا ہے اس لیے کہ اسمیں جو ایک لاحقہ "یسہ" ہے وہ ایشیائے کوچک کے بہت سے مقامات کے ناموں سے ملتا ہے (کیپرٹ: کتاب جغرافیہ ۴ ۷ :Keepert Lehrbuch) غرض یہ ہے کہ اگر ہم لفظ "لاریسہ" کو خاص طور پر مہتم بالشان سمجھیں تو اس رائے کے موافق کہ پیلاسگی ملاح تھے متعدد دلائل پیش کیئے جا سکتے ہیں؛ اسی لیے زمانۂ حال کے بہت سے مورخوں نے جن میں کیپرٹ کا نام بہت نمایاں اور ممتاز ہے

مورخ سے بیان کیں پیش نظر رکھیں تو ہماری نظروں میں اُن کا وقار اور اعتبار نہیں بڑھتا؛ اس کے علاوہ ہیروڈوٹس نے جو کچھ ایتھنز اور پیلاسگیون کے باہمی تعلقات کے متعلق بیان کیا ہے اس میں صفائی یا صراحت نہیں پائی جاتی اور چونکہ پیش اس رو وں نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے اس میں نہایت پیچیدگی پائی جاتی ہے اس لیئے ہمیں ہیروڈوٹس کی عدم صراحت پر متعجب ہونا چاہیئے اس کے برعکس جو ذکر اس نے اپنے ہمعصر پیلاسگیون کا کیا ہے وہ بالکل سیدھا سادا اور قابل قبول ہے اور اُس کی جو ظہوری قیمت ہے وہ عیاں ہے۔ ہیروڈوٹس کے زمانے یا اس سے کچھ روز پیشتر پیلاسگی بحیرۂ ایجین کے شمالی ساحل اور تھریسی ساحل کے جزیروں میں آباد تھے اور اس بیان میں اور ہومر کے تذکرے میں ایک حد تک مطابقت پائی جاتی ہے۔ اسطرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پیلاسگی مختلف زمانوں میں شمالی یونان اور جنوب و مشرق کی طرف آباد تھے۔ لیکن آجکل کیطرح ہیروڈوٹس میں بھی پیلاسگی عروج کی وہی عظیم الشان لیکن اس کے ساتھ ہی نہایت مبہم تصویر کھینچی ہوئی ہے؛ وہ کہتا ہے کہ ایتھنزی نسلی اعتبار سے پیلاسگی تھے اور اسی طرح تمام ایونیانی، ایولیائی اور آرکیڈی پیلاسگی النسل تھے؛ صرف دوریانیوں میں ہی اصلی یونانی خون پایا جاتا ہے۔ ہیروڈوٹس یہ نہیں بتاتا کہ وہ تمام اقوام جو پہلے پیلاسگی تھے آخر ہیلینیس کیسے ہو گئے اور نہ وہ اس کی صراحت کرتا ہے کہ قدیم پیلاسگیون اور ہیلینیس کی زبان میں کیا امتیاز باہمی تھا؛ اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اسے پیلاسگیون کی بابت یہ سب امور کیونکر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ سامی الاصل تھے، گو اس وقت تک اُس کا کوئی قول فیصل ہم تک نہیں پہنچا (کیپرٹ ۲۱۶)۔ ڈیوڈوروس (۳، ۶۷) کہتا ہے کہ حروف ہجا پیلاسگی کہلاتے تھے، لیکن اُس کی کوئی اور مورخ تائید نہیں کرتا اس لیئے اُسکی وقعت نہیں ہے۔ اس سے زیادہ قابل یقین نظریہ تو یہ ہے کہ پیلاسگی ان قبائل میں سے ہیں جن کے لیئے گرٹیوس نے لفظ "ایونیانی" گھڑا ہے، لیکن یہاں بھی دودونا کی وجہ سے اشکال پیدا ہوتا ہے۔ پیلاسگیون کے متعلق مزید بیانات کیلیئے ہیروڈوٹس ۱، ۵۷؛ ۸، ۴۴

باب ۶

معلوم ہو گئے تھے؟ اس کے بعد الفوروس نے اس سے زیادہ قریب الفہم نظریہ قائم کیا، وہ یہ کہ پیلاسگی در اصل آرکیڈیا سے آئے، وہ فطری طور پر جنگجو تھے اور اُنھوں نے اپنی نسل کی اقوام کو جمع کر کے اُن کے ساتھ بہت سے ممالک مثلاً کریٹ کے بعض حصوں اور تھسلی پر قبضہ کر لیا۔ اس نظریے کے مطابق جب پیلاسگیون کا اعتبار و اقتدار بڑھا تو اُس وقت بھی یونانی قوم کا وجود تھا۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ان بیانات اور ہیروڈوٹس کی تحریروں میں کس قدر فرق ہے۔ بحقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں مورخ ان بعید واقعات سے بالکل نابلد تھے اور دونوں نے اپنی مختصر معلومات پر خود اپنے نظریوں اور مخترعات کا اضافہ کر کے ایک خاص قسم کی تصویر دکھا دی۔

یہ معلوم کرنے کے لیئے کہ ان مورّخوں نے یہ اختراعات کیوں کیے ہمیں دو باتوں پر غور کرنا پڑیگا۔ لفظ پیلاسگی کی جو اصل مورخوں نے بیان کی ہے وہ نہایت اہم ہے؛ ان کا خیال ہے کہ یہ لفظ (Palai) "یعنی قدیم" سے مشتق ہے؛ پیلاسگوس در اصل اوّلین انسان کا گویا قائم مقام ہے اور پیلاسگی گویا یونان کے قدیم ترین باشندے ہیں لیکن اُنکے پاس اس دعوے کا مطلق کوئی ثبوت نہ تھا۔ اسی کا اتباع کر کے ہیروڈوٹس کی یہ رائے ہوئی کہ دو ریانیوں کے (جو عرصے کے بعد یونان میں وارد ہوئے) باقی جملہ یونانی پیلاسگی تھے اور چونکہ دودونا کے پجاری اپنے معبد کو پیلاسگی زمانے کا تصور کرتے تھے اسلیئے اُنھوں نے اس نظریے کی تائید کی، نیز چونکہ آرکیڈیوں نے اپنی ابتدائی سادگی کو دیگر یونانیوں سے زیادہ محفوظ رکھا تھا اس لیئے اُنھوں نے بھی اپنا پیلاسگی الاصل ہونا ظاہر کیا؛ اور ساتھ ہی یہ دلیل بھی پیش کی کہ ہمارے ملک میں غیر ملکیوں کے آنے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (ایتھنزیوں کا تعلق پیلاسگیون سے): ۱، ۲۶، ۱۴۶ (آرکیڈی) ۷، ۹۵ (ایولیائی) ۷، ۹۴ (ایونیائی)۔ (اٹیکا میں پیلاسگیون کی موجودگی) ۲، ۵۱: ان سب حوالوں کے ساتھ شٹائن Stein کے حواشی بھی دیکھنا چاہئیں۔ ہیروڈوٹس (۱، ۵۸) کے نزدیک ہیلینیس اور پیلاسگی ایک دوسرے سے علٰحدہ ہو گئے۔

باب ۲

اور آباد ہونے کا کوئی ثبوت نہیں؛ اس کے علاوہ یہاں زیوس دیوتا کی خاص طور پر پوجا کی جاتی تھی۔

الفوروس کا نظریہ یہ ہے کہ پیلاسگی قوم آرکیڈیا کی رہنے والی تھی اور چونکہ اُس کے افراد فطرۃً جنگجو تھے اس لیئے رفتہ رفتہ یہ دیگر اطراف ملک پر حاوی ہو گئے؛ یا یہ نظریہ ایک اور طرح سمجھ میں آسکتا ہے؛ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک عام تاریخی نظریے کا ایک جزو ہے جس کا اطلاق دیگر اقوام دنیا پر بھی کیا جاتا ہے۔ ہمیں انجیل کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرقی ممالک میں یہ خیال عام تھا کہ مختلف اقوام کے نام وہی ہیں جو اُن کے مورثان اعلیٰ کے ہیں اور یہ مورث اپنی اولاد کے ذریعے سے اپنا نام کُل قوم کو دیدیتے ہیں۔ مثلاً ایونیانی ایک ایوکا اور لے لیگیس اور ایک لے لیکس کا وجود فرض کر لیتے ہیں۔ لیکن ایک مشکل سے دوچار ہونا پڑتا ہے، وہ یہ کہ اقوام کا ہمیشہ ایک ہی نام نہیں رہتا؛ اس کے لیئے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر ایک نام کے سلسلے میں کسی ایک مورث کا نام تجویز کر لیا جاتا ہے اور ان میں سے ایک کو مورث اعلیٰ اور باقی کو سلسلہ بہ سلسلہ اس مورث اعلیٰ کی اولاد بنایا جاتا ہے۔ اگر ایک شخص کی اس قدر وقعت ہو کہ قوم کی قوم اُس کے نام سے پکاری جاتی ہو تو یہ فرض کر لینا بیجا نہ ہوگا کہ اُس ایک شخص نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہوں گے؛ اس کا موقع اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب کسی غیر ملکی نے حملہ کر دیا ہو اور ملک کی خاموشی اور پُر امن ارتقائی کیفیت میں نقص پیدا کر دیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی تاریخ میں ہمیں اس کی بہت سی مثالیں ملیں گی کہ باہر سے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ اسٹرابو ایک حد تک ہسیود پر تکیہ کرتا ہے اور اول الذکر کی رائے کا اعادہ الفوروس (۵، ۲۲۱) میں کیا گیا ہے:

پیلاسگیون کے مسئلے کے سلسلے میں اٹیکائی اور تیرہے نیائی پیلاسگی خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں۔ ہیروڈوٹس (۶، ۱۳۷) کے بیان کے مطابق اٹیکائی پیلاسگیون نے ایتھنز کے قلعے کی دیواریں تعمیر کیں اور اُسکے زمانے میں انکا سردار ہی میتوس تھا؛ بالآخر انھیں اثنا

کوئی آیا اور ملک پر متسلط ہو گیا اور پوری قوم اُسی کے نام سے پکاری جانے لگی۔ مگر لوگوں کی خواہش یہ معلوم کرنے کی تھی کہ آخر اس جلیل القدر شخص نے اپنا وطن کیوں چھوڑا اور جن اصحاب نے قوم کی تاریخ مرتب کی اُن کے پاس اس کا جواب بھی موجود تھا، وہ یہ کہ اس ملک میں کوئی بدامنی یا جھگڑا پیدا ہوا تھا جس کی وجہ سے اُسے ترک سکونت کرنی پڑی یا کہ بیرونی حملے کی وجہ سے کسی اور نے اس کی مدد چاہی۔ یونان کی تاریخ ایسے افسانہ آمیز قصوں سے جن کی ابتدا اس قسم کے اسباب سے ہوئی بھری پڑی ہے، ان کے لئے کوئی تاریخی سند دریافت کرنا بیکار محض ہے، اصل یہ ہے کہ ان کی تاریخی سند سرے سے مفقود ہے۔

اب ایک قدم آگے بڑھیئے۔ اگر اقوام کے نام اُن کے ابوالآباء کے نام پر نہیں بلکہ ان لوگوں کے ناموں پر رکھے گئے تھے جنھوں نے اگر وقتاً فوقتاً ملک پر تسلط قائم کیا تو پھر یہ ممکن ہے کہ ایک ہی قوم کے متعدد نام ہوں جو اُس کے جملہ فاتحوں کے ناموں پر رکھے گئے ہوں، اور چونکہ بہت سے لوگوں کا بہت سے مقامات پر جانا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ وطن چھوڑ کر جزیرہ لیمنوس چلا جانا پڑا۔ **استرالبو** (۹، ۱، ۴۰) کے نزدیک وہ **بیوتیہ** سے اٹیکا آئے تھے۔ **طوسی ویدِٹس** (۴، ۱۰۹) کہتا ہے کہ وہ دراصل **تیرھے نیائی** تھے۔ **دیونی سیوس** ساکن **ہالی کارنا سوس** نے اسوفوکلیس کی کتاب **اناخوس** کا جو اقتباس دیا ہے (۱، ۲۵) اس میں بھی **تیرھے نیائیوں** اور **پیلاگیوں** کو ایک ہی قوم فرض کر لیا گیا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ **سوفوکلیس** کا مطلب دراصل **آرگوسیوں** سے ہے اور اس مثال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے کے مصنفوں کا یہ قاعدہ تھا کہ کسی نظم کے کسی خاص فقرے کی تاویل کرتے وقت محض تخیلات کو تاریخی اور واقعاتی جامہ پہنا دیتے تھے۔ قدیم زمانے کے جو باقیات ہمیں حاصل ہوئے ہیں اُن میں اس قسم کا مصنوعی اور جعلی مواد بھرا ہوا ہے اور اُسے مفسروں کے مفروضہ ہونے کے علاوہ اور کوئی وقعت حاصل نہیں ہے۔ اس کے برعکس **ہیروڈوٹس** (۱، ۵۷) **پیلاسگیوں** اور **تھریس** میں رہنے والے **تیرھے نیائیوں** کی تفریق کرتا ہے۔ بدیں سبب یہ بھی پورے طور پر صاف نہیں ہے کہ **لیمنوس**، **اِمبروس** اور **پلاکیہ** کے قدیم باشندوں کا

باب ۶

ایک ہی شخص کے جاننے سے زیادہ آسان ہے اس لیئے اگر مختلف اقوام کا ایک ہی نام ہو تو ظن غالب یہی ہے۔ ممکن ہے کہ یہی خیال اور مورخوں کے دل میں بھی آیا ہو لیکن کم از کم الیفوروئس نے پیلاسگیون کے ذکر میں اس پر بہت زور دیا ہے وہ کہتا ہے کہ پیلاسگیون کا ذکر متعدد اضلاع کے سلسلے میں آیا ہے، اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ اس قوم کے افراد نے جو ایک جنگجو آرکیڈی قوم کے رکن تھے۔ ان سب اضلاع کو فتح کرلیا تھا۔ (یہاں الیفوروس دراصل ہسیود کا اتباع کرتا ہے جس نے لیکاؤن کو پیلاسگوس کا بیٹا بنا دیا تھا)۔ اس نظریئے میں بہت سے آبائی ناموں سے مدد لی گئی ہے، لیکن فی الجملہ اس کی قیمت نظریۂ "واحد الشخصیت" سے زیادہ نہیں ہے اور ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ اس کا سلسلہ قدیم روایات تک پہنچتا ہے۔[۵۲]

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نام کبھی بھی پیلاسگی تھا یا یہ کہ اٹیکا میں کبھی بھی پیلاسگی آباد تھے۔ یہاں تک بھی خیر۔ اب ایک صاحب کا قول ہے کہ لدیہ کے ایک قبیلے کا نام تورہے بیانی تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ پیلاسگی ایشیائے کوچک میں آباد تھے، بدیں وجہ تیرہے نوس اور تورہے بوئس میں خلط بحث ہو جاتا ہے، یعنے اٹرسکی اقوام (تیرہےنی) دراصل لدیہ سے ہی آئی تھیں اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ ان ہی اٹرسکنوں کو بجائے پیلاسگی ہونے کے تیرہے نیائی بتایا جاتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اقوام کے ناموں کی بجنسہ وہی حالت ہے جو کسی شعبدہ باز کی گیند کی ہوتی ہے جسے قرار نہیں ہوتا اور جو ہوا میں اڑتی پھرتی ہے۔ حال ہی میں جزیرۂ لیمنوس میں ایک نوشتہ دریافت ہوا ہے جو ہے تو یونانی حروف میں لیکن بڑے بڑے مبصروں (مثلاً دے کے Deeke کی رائے میں وہ اٹروری زبان کے ہم شکل ہے "لیمنوس والا تیرہے نیائی نوشتہ"، Die Tyrrhen. Inschrift Von Lemnos, Rhein. Mus. 1886, p. 460)، اس لیئے ممکن ہے کہ لیمنوس کے تیرہے نیائی دراصل اٹروری قوم ہی کا ایک جزو ہوں۔ لیکن اس نظریئے سے پیلاسگوں کے وجود کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔

۵۲ جہاں تک ناموں کی اصل کا تعلق ہے یہ امر نہایت دلچسپ ہے کہ جس طرح الیفوروس نے

باب ۶

ان اسباب کی بنا پر اس کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا کہ پیلاسگی نامی قوم کی تاریخ کی یونان کے ابتدائی مراحل میں ذرا بھی دخل تھا۔ ہومر کے بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایشیا اور یورپ میں پیلاسگی ضرور تھے، لیکن ایشیا میں تو اُن کی قوم کبھی ممتاز نہیں ہوئی اور گو ہمیں معلوم ہے کہ یورپ میں وہ ایپائرس اور تھسلی میں آباد تھے، لیکن یہ سننے میں نہیں آتا کہ اُن کی تعداد زیادہ تھی یا وہ بہت دی اقتدار تھے۔ قدیم مورخ روز بروز پیلاسگیوں کے کارنامے بڑھانے چڑھانے پر تلے ہوئے تھے، اور یہ اس قدر زیادہ کہ زمانۂ حال کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ پیلاسگیوں کی اصل کی بابت تحقیقات کی ہے۔ ایسے ہیں طوسی ویدش نے یونانی قوم کے متعلق بھی اپنی تضیع اوقات کی ہے۔ اُس کے نزدیک (۱، ۳) یونانیوں کا ہیلے نیس اس لیے نام پڑ گیا کہ ہیلین اور اس کے بیٹے (جو تھسلی کے باشندے تھے) نہایت جنگجو تھے اور انھوں نے دیگر ممالک میں نام پیدا کیا وہ اپنے وطن مالوف سے خارج نہیں ہوئے بلکہ اُن سے امداد کی درخواست کی گئی۔ اس نظریے کے قائم کرنے میں اُس پرانے قاعدے پر عمل کیا گیا ہے کہ جہاں واقعات کی ضرورت ہو وہاں انھیں گھڑ لیا جائے۔ یہ نہایت دلچسپ بات ہے کہ کسی قوم کی اصل دریافت کرنے کے لیے تین مختلف طریقوں سے کام لیا جاتا ہے: (۱) یہ کہ مورث اعلیٰ ایک ہی ہے اور قوم کا نام اُسی کے نام پر رکھا گیا ہے؛ (۲) اس نام کا ایک شخص قوم کو مغلوب کر لیتا ہے اور اُسی کے نام سے قوم کی مخاطب کیجاتی ہے؛ (۳) بہت سے افراد جبراً حاکم بن بیٹھتے ہیں یا مختلف مقامات میں کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں اور اُنکی قوم اُنھیں کے نام سے پکارے جانے لگتی ہے، یا قوم کا اُس رہبر کے نام پر نام پڑ جاتا ہے جس کے ساتھ وہ ترک وطن کرتے ہیں۔ ڈیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس ا، ۱۱ میں پیوسے تیوس کا ذکر کرتا ہے جسنے ترک وطن میں "اپنی قوم" کی رہبری کی تھی اور ملینی کے قول کے مطابق (۳، ۵) اٹلی میں لوکانی اپنے سردار لوکیوس کی ماتحتی میں سانغا قوم سے جدا ہو گئے۔ طریق نمبر ۲ کی ایک نمایاں مثال اوئے نوتریائیوں کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس قوم پر اطالوس، مورگیس اور سیقے لوس نے حکومت کی، اور اسی لیے انکا نام اطالوی، مورگیتا سے اور سقالی پڑ گیا۔ (اس ضمن میں ڈیونی سوس ساکن ہالی کارناسوس کا اقتباس انطاکوس نے دیا ہے:

باب۲ مصنف بھی یہ سمجھنے لگے کہ یہ دراصل ابتدائی یونانی قوم کا ہی نام تھا۔ لیکن یہ محض غلط ہے۔ اگر ایسی قوم کا نام ہی تجویز کرنا تھا جس کا وجود ثابت ہو چکا ہے تو "پیلاسگی" تجویز کرنے میں چنداں حرج نہ تھا؛ کتنے ایسے نام ہوں گے جو کسی اشیائے معلوم کے لیئے حال کے زمانے کے ماہران حکمیات نے اُن کی بسیط تعریف کے لیئے اختراع کیئے ہیں؟ لیکن اس ضمن میں اشتباہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ لفظ "پیلاسگی" خود ساختہ نہیں بلکہ زمانہ قدیمہ میں بھی مستعمل تھا اس لیئے اگر ہم اُسے وسیع تر معنیٰ میں استعمال کریں تو یہ خیال پیدا ہو جانے کا احتمال ہے کہ اس لفظ کے معنیٰ فی نفسہٖ وسیع تر ہیں اور یہ کہ بیشتر ابتدائی یونانیوں کا نام پیلاسگی ہی تھا؛ یہ ایسی بات ہے جو نہ ثابت شدہ ہے اور نہ مظنون ہے۔ حال تو یہ ہے کہ اس وقت تک یہ امر پایۂ ثبوت کو ہی نہیں پہنچا کہ ان تمام اقوام میں جنھیں ایک نوعی نام "پیلاسگی" دیا جاتا ہے باہمی کوئی رشتہ بھی تھا یا وہ کسی نوعی نام کے مستحق بھی تھے؛ اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فرضی پیلاسگی تمدن بھی، جو ان لوگوں کے لیئے جو پیلاسگی نام کیساتھ اتنا کچھ وابستہ کرنا چاہتے ہیں، ایسے مفروضوں پر مبنی ہے جو ہنوز ثابت نہیں ہوئے اور جو قرین قیاس بھی نہیں ہیں تو اس نام کے استعمال میں اور بھی زیادہ خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔۳؎

۳؎ انھیں وجوہ سے ہم مجبور ہیں کہ اُن محققوں کا ساتھ دینے سے گریز کریں جو ابتدائی یونانی تمدن اور فنون کیلیئے سند مانے جاتے ہیں لیکن جو ایک مخصوص دورِ تاریخ یونان کو "دورِ پیلاسگی" کا لقب دیتے ہیں؛ اس لفظ کا یہ استعمال اس معنیٰ کر کے تاریخی نہیں ہے۔ پیلاسگیوں کیلیئے فرانکوٹ ("یونان قدیم کی آبادی" پیرس ۱۸۹۱ء)
(Francotte: Les populat. de la Grece; Paris, 1891
مجھ سے بالکل متفق الرائے ہے اور ا۔ مے یر ("تحقیقات تاریخ یونان جلد ا، ہالے سنہ ۱۸۹۲ء)
(E. Meyer: Forschungen zur griech. Gesch. I, Halle, 1892
انھیں امور کو جنھیں میں نے مختصراً ثابت کیا ہے نہایت تفصیل کے ساتھ واضح کرتا ہے لیکن میری تحریر کا اقتباس نہیں دیتا اور ساتھ ہی ویسے ہی فخر کرتا ہے جیسے کہ اگر اُس نے یہ رائے سب سے پہلی مرتبہ ظاہر کی ہو۔

باب ۷

باب ہفتم

دیگر یونانی اقوام؛ لیلے گیس، کاریائی، مینائے قدیم یونانیوں میں تہذیب و تمدن کا پھیلنا، ازمنۂ رزمیہ

ایونیانی

پیلاسگی اس ممتاز درجے کے مستحق نہیں جو انھیں دیا جاتا ہے؛ لیکن اور بھی بہت سی قومیں ایسی ہیں جن کا قدیم تاریخ یونان میں تذکرہ ہے، اور ان میں سے بعض تو یونانی النسل ہیں اور بعض نیم مشرقی ہیں۔ ان موخر الذکر اقوام میں سے کاریائیوں کا نمبر اول ہے؛ لیکن روایات کے اعتبار سے اُن کے ساتھ ایک اور قدیم قوم کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے جس کا ذکر ہم کاریائیوں سے پہلے کریں گے اس لیے کہ اُن کی واقعی تاریخ اور اُس رتبے نے جو بڑے بڑے علما نے اُنھیں دیا ہے، اُنھیں پیلاسگیوں کا ہمسر بنا دیا ہے۔ ہمارا مطلب لیلے گیس سے ہے۔ ہومر کی تصانیف میں وہ پیلاسگیوں کی طرح بحیرۂ ایجین کے ایشیائی ساحل پر ترویانیوں کے حلیفوں کی صف میں نمودار ہوتے ہیں[1]، لیکن مورخین مابعد کے نزدیک وہ دراصل

---

[1] لیلے گیس؛ ہومر: الیاڈ ۲۰، ۹۶؛ ۱۰، ۴۲۹ مع "آلہہ پیلاسگیاں"۔ اس کے لئے اِسترابو ۷، ۳۲۱ و ۳۲۲ کا عام طور پر حوالہ دیا جاتا ہے۔ ارسطاطالیس جزو ۷، ۱۲ میں جس کا اقتباس اِسترابو نے ۳۲۱ میں دیا ہے اکارنانیہ، لوکری، بوئیتیہ، میگارس، لیوکاس کا ذکر ہے؛ پوسانیاس ۱، ۳۶، ۱ میں ضلع میگارڈ اور پیلوپس کا، اور ۴، ۱، ۱ میں لقونیہ کا بیان ہے۔ لے لیکس کے مصر سے میگارا جانے کا حال

باب ۲ اکارنانیہ، لوکرِس، بیوتیہ، مگارِس، لقونیہ، مسینیہ اور پیلوپس کے باشندے تھے اور اس طرح گویا نصف یونان میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان بیانات کے بہت بڑے حصے کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ پیوسانیاس (۱، ۳۹، ۶ اور ۴، ۴۴، ۳) میں دیا ہوا ہے۔ الفیروس (جزو ۲۳۵) کے مطابق ملطہ کے ساحل پر بھی، جو عام طور پر کاریائی نو آبادی سمجھی جاتی ہے لیلےگیس آباد تھے۔ لیلےگیس کیلیئے ک، و، دائم لنگ: "لیلےگیس" K.W. Deimling: Die Leleges لائپزگ ۱۸۶۲ء کا مطالعہ کیا جائے۔ کیپرٹ اپنے مضمون میں جو روئداد ماہواری انجمن علمیہ برلن ۱۸۶۱ء صفحہ ۱۱۴ Kiepert: Monatsber. der Berl Acad 1861 میں چھپا ہے اس سے کلیۃً اختلاف کرتا ہے اور اُس نے اپنے اسی خیال کی پیروی اپنے "کتابچۂ نصاب" صفحہ ۲۴ ("الریائی") Lehrbuch میں بھی کی ہے۔ دائم لنگ کا ابتدائی خیال بالکل درست ہے کہ لیلےگیس کے اس قدر وسیع رقبے پر پھیلنے کے نظریے کی کوئی جہت ضرور ہونی چاہیئے؛ لیکن جو سبب اُس نے دیا ہے (یعنی اُن کی پوجا پاٹ کے طریقے) درست نہیں ہے؛ بلکہ اُس کی اصل وجہ یہ ہے کہ قدما نے اُن کے مساکن اور ناموں کو نہایت خودرائی کے ساتھ ملا دیا۔ پہلی جہت کی توجیہ دی ہوئی ہے: کاریائیوں کی طرح اُن کا اصلی وطن ایشیائے کوچک کے ساحل پر تھا، اور بلاشبہہ وہ اُنکی طرح ایک بحری قوم کے افراد تھے اور جگہ جگہ چکر لگاتے پھرتے تھے۔ دوسری جہت کے طور پر اُن کے نام پیش کیئے جاتے ہیں اس کی توجیہ ہسیود نے کی ہے جس کا اُسترابو نے (۳۲۲) میں اقتباس دیا ہے۔ اس سے شعرا اور قدیم مورخ بہ آسانی تاویل کر سکتے تھے۔ ملاحوں کی ایک قدیم قوم جو یا تو مختلف النسل اقوام کے مجموعے سے یا اُن لوگوں کے یکجا ہونے سے بنی تھی جنھیں زیوس نے دیوکالیون کے سامنے پیش کیا تھا، یقیناً ہر جگہ پائی جاتی ہوگی، اور ایسی جگہ وہ التزاماً ہوگی جہاں ملاح رہتے تھے (جیسے اکارنانیہ کے تیلی لوئے) یا جہاں الفاظ کی اصل اس نظریے کی منافی ہیں (جیسے یہ نظریہ کہ لوکری بھی لیلےگیس کی اولاد تھے) اس سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ آخر ایسے مواضعات میں جہاں غالباً لیلےگیس کا پتہ بھی نہ ہوگا آخر انھیں کیوں داخل کیا گیا۔ میولر (۳، ۱۰۳) منے ووتوس کا اقتباس دیتا ہے کہ ساموس میں ہیرا کا بتخانہ لیلےگی تھا۔

ماخذ دراصل ارسطاطالیس جیسے پائے کا مورخ ہے[۵۵]۔ قدما کی رائے کے مطابق بابٔہ
وہ اور پیلاسیجی دونوں جملہ بلاد یونان میں پھیل جاتے ہیں یعنی جو حصہ لیلےگیس
سے بچتا ہے (یعنی تھسلی، اٹیکا، آرکیڈیا) وہ سب پیلاسگیون کے قبضے میں
ہے۔ ان دونوں قوموں میں ایک مشابہت اور بھی پائی جاتی ہے؛ وہ یہ کہ بہت سے
اضلاع (مثلاً اکارنانیہ، اور لقونیہ) میں اُن کا ابو الآبا یا ابو الملوک پیلاسگیون
کی طرح لے لیکس ہی تھا، اور روایت کے مطابق وہ مصر سے مگارا آیا تھا

---

[۵۵] کاریائی؛ میگارہ میں، پیوسانیاس، ۱، ۴۰، ۶) ایپی دوروس اور ہرمیونے
میں، اِسترابو، ۸، ۴، ۲۷۔ (ہیروڈوٹس ۵، ۶۶ میں زیادہ سے زیادہ۔ یہ کہتا ہے کہ ایک
دفعہ ایک کاریائی ایتھنز جاکر آباد ہو گیا لیکن محض اس فقرے سے یہ استدلال کیا جاتا
ہے کہ عام طور پر کاریہ کے باشندے ایتھنز جاکر آباد ہو گئے) جزائر میں طلوسی ویدیشی
۱، ۸ (جہاں کاریائی اور فینیقی تقریباً مساوی التعداد ہیں اور گو یہ واقعہ غور کرنے کے قابل
تھا لیکن اس پر کافی غور نہیں کیا گیا)۔ کاریائیوں کی ایجادات کا ہیروڈوٹس ۲، ۷؛
استرابو ۱۴، ۲، ۱۶۶ اور دیگر فقروں میں تذکرہ ہے جنھیں ہیلبگ نے اپنی کتاب "دورِ ہومر"
Helbig. Hom. Epos ۲۲۹ میں نقل کیا ہے۔ وہ اس موضوع پر نہایت
بسیط تبصرہ کرتا ہے۔ ہیروڈوٹس (۱، ۸۸-۵) کے نزدیک ایونیائی زنانہ
لباس بھی "کاریائی" ہی ہے۔ ہیلبگ لکھتا ہے کہ ایونیائیوں کو ہومری
دور میں بھی کاریائی ایجادات کا علم تھا، اور معلوم ہوتا ہے کہ فرضی پرانے تام ایونیائی
تمدن میں بہت کچھ کاریائی عنصر شامل ہے۔

امتولیہ اور یوبیہ میں کورتیس، سترابو $\frac{۴۶۳}{۴۶۸}$۔
جنوبی ایلیس اور مسینیہ میں کاؤکونیس، استرابو ۳۴۵۔
یوبیہ میں ابانتیس، استرابو ۴۴۵
دریوپیس، استرابو ۳۷۳، ۴۳۴۔

یہ قوم زمانۂ مابعد کے دورِس میں کوہ ایتا پر جزیرۂ یوبیہ میں اِستیرا اور کارستوس میں اور
جزائر کیتھوس، ازینے اور ہرمیونے میں پائی جاتی ہے۔

باب

اس کے علاوہ وہ اکائیوں کے ہمقوم یا کم از کم ساتھی اور حلیف ضرور سمجھے جاتے ہیں۔ زمانۂ مابعد میں ہمیں نہایت قابل قدر اطلاع ملتی ہے کہ لیلیگیس ابتدا میں الیفی سوس سے فوکیہ تک تمام ساحل پر اور جزائر خیوس اور ساموس پر قابض تھے، یہ کہ وہ ایشیائی کاریائیوں کے غلام تھے، یہ کہ وہاں بعض مقامات کو لیلیگیس کا وطن بتایا جاتا تھا اور یہ کہ کاریہ میں بہت سے ویران و برباد قلعے تھے جنھیں لیلیگیس سے منسوب کیا جاتا تھا۔ ان امور کے علاوہ ایشیا میں ایک مقام پر "پیلاسگی لیلیگیس" کا نام سننے میں آتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ ان کے اور پیلاسگیوں کے حالات کم و بیش ایک سے ہیں۔ ہومر میں پیلاسگیوں کی طرح لیلیگیس ایشیا کی طرف ظاہر ہوتے ہیں، اور تاریخی زمانے میں وہ ایشیا میں اور پیلاسگی ایجین کے شمال میں نظر آتے ہیں۔ الغرض روایت کی رو سے یونانی یورپ ان دونوں قوموں کے درمیان تقسیم ہو جاتا ہے۔ لیکن یہاں پہنچکر ان کا صرف نام ہی نام باقی رہ جاتا ہے؛ اور درانحالیکہ دودونا کے پیلاسگی زیوس کا وجود ایک ناقابل انکار واقعہ ہے، لیلیگیس کا وجود پیلاسگیوں سے بھی زیادہ بے حقیقت ہے۔ اس خیال کو لے کر کہ لیلیگیس نصف یونان میں پھیل گئے تھے اور تاریخ یونان کے اس عظیم الشان عنصر کے لیئے ایک منفرد تہذیب و تمدن کا ہونا لازمی امر ہے، حال کے ایک محقق نے نہایت محنت و کاوش سے تمام مواد کو یکجا اور باترتیب کر کے اُسے جانچا ہے اور بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ مفصلۂ ذیل ادارات دراصل لیلیگی ہیں: ارتمیس کی پوجا، خاصکر ایفی سوس میں؛ مختلف بت خانوں کی وہ پجارنیں جنھیں "ہیئے رودولوئی ہیتائی رائی" (جماعت قربانی کنندگان) کا لقب دیا جاتا ہے؛ اقونیہ میں اپولو کارنیوس کی پوجا اور ہیاکنتھیا کا میلا۔ لیکن افسوس ان سب باتوں کا مطلق کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں ارتمیس کی پوجا کے جن امور کو وہ لیلیگی قرار دیتا ہے اُنھیں قدیم مورخ لیلیگیس سے منسوب نہیں کرتے اور اور اس سے بھی زیادہ تحیر انگیز بات یہ ہے کہ یونان میں جن اضلاع کو "لیلیگی" کا لقب دیا جاتا ہے وہاں لیلیگی خصوصیات کا پتہ بھی نہیں ملتا۔

کاریائیوں کی صورت حال ایک حد تک مختلف ہے، اس لیئے کہ یہاں

باب

ہمارے سامنے حقیقی واقعات کا میدان ہے لیکن اسی وجہ سے اس قوم کے آثار سرزمین یونان میں اس قدر پھیلے ہوئے نہیں ملتے - اس میں شبہہ نہیں کہ وہ میگارا میں رہتے تھے؛ تاریخی زمانے میں میگارا میں ایک قلعہ تھا جس کا نام کاریہ تھا؛ اس کے علاوہ وہ اپی دوروس اور ہرمیونے میں بھی آباد تھے لیکن اس وقت تک اس کا ثبوت میسر نہیں ہوا کہ فی الواقع وہ اٹیکا میں رہتے تھے یا نہیں؛ افسانوں سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ اُنھوں نے اٹیکا کے ساحلوں پر تاختیں ضرور کیں، ساتھ ہی یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ اُنھیں بحیرۂ ایجین پر سیادت حاصل تھی، اور ان دونوں اُمور میں جو تطابق ہے وہ ظاہر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یونانی تہذیب وتمدن پر اُن کا معتدبہ اثر پڑا اور زرہ بکتر کے ارتقا کی تاریخ میں اُن کے آثار نمودار ہیں؛ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے دُہرے دستے کی ڈھال، خود کی کلغی اور ڈھال پر خاندانی نشان ہونا یہ سب کاریائیوں کی ہی ایجادات ہیں۔ تاریخی زمانے میں بھی کاریائی ایک مشہور ومعروف قوم تھی لیکن یونانی اسے اپنے دائرے سے باہر خیال کرتے تھے؛

ہم اُن اقوام کو جنھیں یونان کے عہد اولین کے ساتھ وابستہ کیا جاتا ہے (مثلاً گورے تیز، کاؤکونیس، ابانتیس، دریوپیس وغیرہ کو) یہیں چھوڑتے ہیں اس لیے کہ علاوہ دریوپیس کے جو زمانۂ مابعد میں یونان میں داخل ہوئے، سب کے سب تماشاگاہ تاریخ یونان پر سے ہو کر محض گزر جاتے ہیں؛ لیکن ایک مشہور ومعروف قوم ایسی ہے جسے ہم نہیں چھوڑ سکتے؛ یہ قوم منیائے ہے جن کے ذریعے سے ہم بالآخر واقعی تاریخ کے میدان میں پہنچ جاتے ہیں[سہ] اس قوم کے ابتدائی حالات ہومر سے معلوم ہوتے ہیں؛ ہومر بیوتی اورخومینوس کو

سہ منیائے؛ اے میولر: تاریخ اقوام وبلاد یونان جلد ۱ O. Muller: Geschichten hellenischer Stämme und Städte I. Orchomenos und die Minyer; Breslau 1820 "اورخومینوس ومنیا سے" بریزلاو سنہ ۱۸۲۰ء
استرابو ۹/۴۱۵؛ پوسانیاس ۹، ۳۴، ۶ وغیرہ۔

باب

منیائی شہر بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ متمول ترین بلاد میں ایک اورخومینوس بھی ہے جس کا مقابلہ مصری تھیبز تک سے کیا جا سکتا ہے۔ اس بیان میں زمانہ مابعد کے مصنفوں نے اضافہ کیا ہے: وہ کہتے ہیں کہ یہ قوم (یعنی منیائی) اس ضلع میں زراعت کرتی تھی جسے جھیل کوپائس سیراب کرتی ہے؛ یہاں سے وہ تھسلی گئی جہاں سے اُس نے آرگوناٹ کی مہم روانہ کی، اور جزیرۂ لیمنوس میں اس قوم کے افراد موجود تھے جو خود کو ان ہی ملاحوں کی اولاد بتاتے تھے۔ اس جزیرے سے انھیں اُن پیلاسگیون نے جو ایتھنز سے آئے تھے، نکال دیا، اور آخر کار انھوں نے تیٹنار وم کی راس پر پناہ لے کر جزیرۂ تھیرا کی لقونوی نو آبادی میں حصہ لیا اور بعض جا کر ایلیس کے ضلع تری فی لیہ کے چھ شہروں میں آباد ہو گئے۔ نسابوں کا بیان ہے کہ اورخومینوس کا پہلا حکمران مِنیوس کا بیٹا تھا اور اس طرح منیائی قوم کا سلسلہ فلے گیائی خودسروں کے خاندان سے مل جاتا ہے۔ بعض مورخ اس نسب نامے کا اِسترابو سے مقابلہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منیائی بیوتیہ سے تھسلی نہیں گئے بلکہ اس کے برعکس تھسلی سے بیوتیہ گئے تھے۔ آرگوناٹ کے افسانوں اور منیائی بندرگاہوں کے درمیان جو تعلق ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے افراد فن ملاحی میں مہارت رکھتے تھے اور اورخومینوس اور اُس کی باقیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے تعلقات مشرقی اقوام سے بھی دیرینہ تھے۔

منیائی قوم کے بعد ہم تمام نہاد دور رزمیہ تک پہنچ جاتے ہیں[عہ]۔ یہ وہی دور ہے جہاں سے سورماؤں کی خاندانی تواریخ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور منیائی ہی ہم سے اس دور کے سب سے پھیلے ہوئے خاندان یعنی ایولیائیوں کا تعارف کراتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اورخومینوس کا پہلا حکمران یعنی مِنیوس کا بیٹا اندریوس (جس کے بعد اس کا بیٹا ایتیوکلیس تخت نشیں ہوا) خود ایولیائی نہ تھا، لیکن

عہ یونانی دینیات کا مجموعہ اپولودوروس کے "سلسلے میں" Abollodorus: Bibliotheca
(میولر: جزو ا - Muller:Fr.I - اس پر ہی نے (Heyne نے ایک بسیط تفسیر لکھی ہے۔

سسی فوس (جو بلاشبہ ایولیائی تھا) ایک نئے شاہی خاندان کا بانی سمجھا جاتا ہے
ہومر صرف دو ایولیائیوں یعنی سسی فوس اور کرے تھیوس کا ذکر کرتا ہے
اور ان میں ہسیوڈ ایک تیسرے یعنی سالمونیوس کا اضافہ کرتا ہے جب نسب نامہ
مکمل ہو جاتا ہے تو اس میں سات بیٹوں اور پانچ بیٹیوں کے نام نظر پڑتے ہیں
جن سے اس خاندان کی وسعت پذیری کا اندازہ ہوتا ہے۔ بیٹوں کی اولاد سے تو
متعدد اقوام کی ابتدا ہوتی ہے جو بعد میں مجموعی طور پر ایولیائی نام سے پکارے
جاتے ہیں، اور ایک بیٹی یعنی کالیکے کے ذریعے سے مغربی یونان کی مختلف اقوام
کا باقی ماندہ یونانیوں سے تعلق پیدا کیا جاتا ہے۔ اس کالیکے کا ایتھ لیوس
سے نکاح ہوتا ہے اور اُن کے تین بیٹے ہوتے ہیں جن کے نام اے پیوس،
ایتولوس اور پایان ہیں؛ ان میں سے ایتولوس پیلوپونیز سے شمال کی راہ
لیتا ہے اور اُس کے دو بیٹے یعنی پلیورون اور اوئے نیوس ہیں جنہیں سے
موخرالذکر کالیدون کا حکمران ہے اور جس کی اولاد میں دو مشہور سورما یعنی تی دیوس
اور دیومدیس ہیں۔ اس بیان سے ان اختراعات کی روش صاف طور سے عیاں
ہو جاتی ہے؛ ظاہر ہے کہ کالیکے کو ایتھ لیوس سے بہتر شوہر ملنا ناممکن تھا، اس لئے
کہ اول تو یہ بین یونانی میلوں کے سورما کا ہمنام ہے اور اس سے در اصل اُن
میلوں کی طرف بھی اشارہ ہے جو زمانۂ مابعد میں الیس میں ہوا کرتے تھے اور
اس سے یہ ضرورت بھی پوری ہوگی کہ اے پیائیوں اور ایتولیوں کے جدی نام
ایجاد ہوں اور پایان کے نام کے ساتھ ہم پھر تاریخ تمدن تک پہنچ جاتے ہیں۔
بہرحال یہ سب محض اختراعات ہی اختراعات ہیں۔ اتھاماس کے قصے میں نیفیلے کی
شخصیت محض ایک افسانۂ فطرت پر مبنی ہے؛ لی کرتیس فی الواقعہ سامی ملکارت
ہی کا دوسرا نام ہے؛ کلاؤگوس اور بیلے روفون کا سلسلہ جا کر ایولو کی اس پوجا
سے ملتا ہے جو لسیہ میں رائج تھی اور ساتھ ہی اس پوجا کے نقل مکان سے بھی
تعلق ہے؛ اور اوسے توس اور الکس تس سے ایولو کے افسانوں کے شمالی
اور تخیلی حالت کا پتا چلتا ہے' درحقیقت یہ ہے ان ایولیائی قصوں میں تہذیب و تمدن
کے جملہ مدارج کی مثالیں موجود ہیں اور یہ خاندان صحیح معنوں میں "انبوہ ایولیائیاں"

باب ۲ کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ ہم زمانۂ ابعد کے اُن مورخوں سے متفق الرائے نہیں جو ان افسانوں کو یورپی یونان کی مختلف ریاستوں کی بنا قرار دیتے ہیں، اور ہمارے نزدیک ان میں صرف یہ کوشش کی گئی ہے کہ مقامی حکایتوں کو ایک دوسرے میں پرو کر رسمی طور پر اُن سے نسب نامے تیار کیے جائیں اور ان کے ذریعے سے اُن تمام اقوام کے مابین جنھیں **ایولیائی** کا لقب دیا گیا تھا تعلق پیدا کیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ **ایولیائی** صرف سرزمین ایشیا میں اُس نام سے مخاطب ہوتے ہیں اور قیاس غالب ہے کہ **دوریانیوں** اور **ایونیانیوں** کی طرح یہ یک نسل نہ تھے۔ لیکن نام ضرور موجود تھا، اور چونکہ بغیر مورث اعلیٰ کے تعین کیے ہوئے آگے بڑھنا ناممکن تھا اس لیے ایک مورث اعلیٰ تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ مشکل یہ پڑی کہ **ایولوس** نامی ایک کی بجائے دو اشخاص پہلے ہی سے موجود تھے ورنہ اس نام کا مورث پیدا کر لیا جاتا، اور ان دونوں کے درمیان تعلق پیدا کرنا اور ایک تیسرا مورث اختراع کرنا دونوں باتیں ایک ہی سی تھیں۔ غرض یہ ہے کہ **تھسالولیوں** اور **بیوتیوں** کا تعلق (جو ایشیائے کوچک کی **ایولی** قوم کے نمائندے تھے) **ایولوس** کے بیٹوں کے ذریعے سے اور **ایلیس** اور **ایتولیہ** کی اقوام کا تعلق اُس کی بیٹیوں کی وساطت سے قائم کیا گیا۔[۵]

---

۵ "**ایولیائی**"۔ **تھسلی** کو بدرجۂ اتم "ایولستان" کا لقب دیا جاتا ہے اور **دیودوروس** (۲، ۶۷) کا بیان ہے کہ اس کا ابتدائی نام **ایولیس** ہی تھا۔ اس اطلاع کی اتنی ہی قیمت ہے جتنی ایک دوسرے بیان کی کہ کسی زمانے میں یونان کا نام **پیلاسگیا** تھا۔ یونانی اختراعات تاریخی کی ایک معمولی مثال ہے کہ کسی ملک کا کوئی اور ابتدائی نام رکھ دیا جاتا ہے؛ ممکن ہے کہ وہ نام کسی زمانے میں معروف ہو۔ لیکن یہ لازمی نہیں کہ وہ اسی ملک کے ساتھ وابستہ ہو جس کو اس سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ مثلاً **تھسلی** کو لیجیے؛ یہ نہایت جرأت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں اُس کا نام **تری ناکریا** تھا۔ ظن غالب یہ ہے کہ یہ ہومری لفظ **تھری ناکیے** کا بگاڑ ہے جسے لوگوں نے **تسلی** سمجھ لیا تھا۔ زمانۂ ابعد کے سب سے اہم **ایولیائی** مرکز **تھسلی** اور **بیوتیہ** ہیں۔ **طوسی دیدش** (۳، ۱۰۲) کے مطابق **پلیوروں** اور **کالی دون** کے قرب و جوار کے ملک کا نام بھی **ایولس** ہی تھا، اور اس سے

باب

مورخوں کی یہ ایک فطری خواہش ہے کہ ان نسب ناموں کی مدد سے مختلف اقوام کی حرکات و سکنات کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں، اور یہ اکثر کیا بھی جاتا ہے۔ رائج الوقت خیال کے مطابق منیائی تھسلی سے بیوتیہ گئے اور ایتولی ورا صل ایلیس سے آئے تھے۔ لیکن یہ امر مسلم ہے کہ ان افسانوں میں سے ہر ایک میں بہت سا خود ساختہ مواد موجود ہے۔ ایسی حالت میں دونوں قسم کے مواد کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنے کی کیا سبیل ہے؟ وہ کونسی معقول تاریخ ہوگی جن میں اُن اشخاص کا ذکر کرنا لازمی سمجھا جائیگا جو ایتھ لوس اور پایان کیساتھ تماشاگاہ تاریخ پر نمودار ہوتے ہیں؟ اس میں شبہ نہیں کہ اولین دور میں قوموں نے ترک وطن ضرور کیا ہوگا، لیکن سوال یہ ہے کہ آیا آٹھویں صدی ق م میں کسی فرد بشر کو بھی اس ترک وطن کا دھندلا سا بھی علم تھا؟ ان تمام اسباب کی بنا پر ہمارا خیال ہے کہ دوریانی ترک وطن سے پیشتر ایولیائی اسی نام سے ایشیائے کوچک میں آباد تھے؛ یہ کہ ان ایولیائیوں کے لیئے ایک سورما مورث اعلیٰ کی ضرورت پیدا ہوئی اس لیئے ایولوس ایجاد کیا گیا جسے ہومر نظموں میں سسی فوس اور کریتھیوس کا باپ بنایا گیا ہے؛ یہ کہ تمام یونانی اقوام جو دوریانی یا ایونیائی نہ تھیں وہ سب اس ایولوس کے ساتھ وابستہ کردی گئیں اور سب کو "ایولیائی" کا لقب دیا گیا؛ یہ کہ کورنتھ، بیوتیہ، تھسلی ایتولیہ اور ایلیس کے ایولیائیوں کے باہمی تقرب اور رشتہ داری کے متعلق ایک حصہ تو یقیناً ایجاد کیا گیا اور دوسرے حصے کی صحت کا ثبوت نہیں اس لیئے کہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ مسماۃ کالیکے کے تعارف کی توجیہ بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ جہاں تک ایولیائیوں کا تعلق ہے میں ڈنکر Duncker ۵/۳۵۶، ۳۶۶ سے بالکل متفق ہوں۔ میں اُسکی اس رائے سے بھی متفق ہوں کہ ایولیائی بولی کا تخیل محض اسلیئے پیش کیا گیا ہے کہ افسانہ ساز یونانی بولیوں اور دوریانی اور ایونیائی ارتقا شدہ زبانوں کے درمیان تبائن دکھانا چاہتے تھے ان بولیوں کیلیئے مقابلہ کرو برگمان: قواعد زبان یونانی ۳ Brugmann: Gr. Gramm یہ کتابچہ علوم قدیمہ مولفۂ ا، میولر کا ایک جزو ہے Iw. Mueller: Handbuch der Klass. Alterthümer. ان دو مشہور اور ممتاز اقوام کو نکال کر دیگر اقوام یونان کو ایولیائی نام سے مخاطب کیا جاتا تھا۔

باب ۲

دوریانی ترک وطن سے پیشتر نہ تو کوئی ایسی قوم تھی اور نہ تمدن کی کوئی خاص منزل جسے "ایولیائی" کا لقب دیا جا سکے؛

درانحالیکہ ہومر ایولیائیوں کا مطلق ذکر نہیں کرتا، اُس کی نظموں میں اکائیائیوں کا نام نہایت نمایاں ہے[1] وہ کہتا ہے کہ اکائیائی فتیوٹس اور پیلوپونیزی آرگوس کے باشندوں کا نام ہے اور ساتھ ہی جب وہ جنگ ٹروائے کا ذکر کرتا ہے تو اُن سب اقوام کو جو وہاں جنگ آزما ہوئیں اکائیائی بتاتا ہے؛ گویا کہ یہ نام "آرگوسی اور دانائے" کا مترادف ہوا۔ بدیں وجوہ اس میں شبہہ نہیں ہو سکتا کہ یہی وہ قوم تھی جو دوریائی ترک وطن سے پہلے آرگولس اور غالباً لقونیہ میں آباد تھی۔ خود ہرقلیس کے متعلق بھی یہی مشہور تھا کہ وہ اکائیائی قوم کا ہی فرد تھا؛

ہومری نظموں میں لفظ "ایونیائی"[2] کا اطلاق خاص طور سے ایتھنزیوں پر کیا جاتا ہے، لیکن بعض اقوام جو خلیج ساردن کے جنوب میں پیلوپونیزی ساحل پر (مثلاً ٹروائے زین میں) آباد تھیں ان کا نام بھی ابتدا سے ایونیائی ہی پڑ گیا تھا، اور خلیج کورنتھ کے جنوبی ساحل کے باشندوں کو بھی جنھیں دوریائی فتح پیلوپونیز کے زمانے میں اکائیائیوں کے لیئے اپنا ملک چھوڑنا پڑا، یہی لقب دیا گیا؛

یہاں تک تاریخ یونان کی ممتاز اقوام کے ناموں پر بحث ہوئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اُن کی تہذیب و تمدن کے متعلق ہمیں کس قدر معلومات حاصل ہیں شعرا اور فسانیوں کی روایات کی مدد سے یونانیوں کے اندرونی ارتقا کی مفصلۂ ذیل تصویر کھینچی گئی ہے:- یونان کے قدیم باشندے یعنی پیلاسگی قوم ایک سیدھی سادی امن پسند قوم تھی جو سوائے زیوس کے کسی اور کی پرستش نہیں کرتی تھی۔ جب فنیقیوں سے ربط ضبط بڑھا تو نئی نئی رسموں اور نئے نئے دیوتاؤں کی پوجا کو یونان میں رائج

---

[1] اکائیائی؛ ہومر: الیاڈ ۲، ۶۸۳؛

[2] ایونیائی "مطول قمیص"؛ الیاڈ ۱۳، ۶۸۵ سطر ۶۸۹ کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے ایتھنزیوں سے ہے، لیکن یہ لازم نہیں ہوتا کہ خلیج سارون کی دیگر اقوام بھی اسی نام سے نہیں پکاری جاتی تھیں؛

باب

کیا گیا ہے۔[۱] یہی قوم تھی جن سے یونانیوں نے ملاحی سیکھی، اور انھیں کے ساتھ دیگر اقوام (مثلاً لیلیگیس اور کاریائی) بھی ایشیا سے آئے جو پیلاسگیوں کے ہم نسل تھے اور جنھیں ایک قومی نام یعنی "ایونیائی،، دیا جاتا ہے۔ اس تصویر کے مطابق پیلاسگی بغیر کسی بت خانے یا بغیر کسی مورت کو اپنے سامنے رکھے ہوئے خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے اور غیر یونانی اقوام سے متاثر ہونے سے پہلے وہ اپنی عبادت میں کسی خاص معبود کا نام بھی نہ لیتے تھے! اور جب انھیں نام لے کر عبادت کرنے کا طریقہ معلوم ہوا تو انھوں نے خاص طور پر دودونا کے کاہنوں سے اجازت طلب کر کے اُس وقت یہ نئی پوجا شروع کی۔ دراصل اس قصے کی بنیاد وہ قصے ہیں جو دودونا کے پجاریوں نے ہیروڈوٹس سے بیان کئے اور اُس کے مطالعے سے اُس کا اختراع صاف ظاہر ہوتا ہے اسی لیے آج کوئی بھی اُسے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس تمام قصے سے یہ نتیجہ بھی نہیں نکالا جا سکتا کہ ابتدائی یونانی مذہب (بت پرستی کی آلائش سے) پاک وصاف تھا۔ اگر واقعتہً اسمیں خدائے واحد کی پرستش رائج تھی تو پھر یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اسکی بجائے ارباب پرستی کے اصول نے کسطرح رواج پکڑا۔ حال میں اسکی توجیہ کی کوشش کیگئی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ابتدا ہی سے یونانی مذہب میں ارباب پرستی کا عنصر موجود تھا جب شخصیت خداوندی کی مختلف کیفیات یا اطراف وجوانب میں زور دیا جانے لگا تو اسمیں تہیج پیدا ہوا اور اُسنے ایک نہایت مضبوط جڑ پکڑلی لیکن اس استدلال سے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یونانی مذہب (ارباب پرستی سے) کبھی بے میل نہ تھا، اور چونکہ یونانی ہمیشہ سے مختلف دیہات میں رہتے تھے اسلیئے وہ ہمیشہ مختلف معبودوں کو پوجا کرتے ہوں گے خود آریہ قوم میں ہر جگہ ارباب پرستی جاری تھی اور اسی اصول پر ہر جگہ عمل ہوتا تھا، فرق یہ تھا کہ ابتدا میں یہ اصول ایک دائرے میں محدود تھا، رفتہ رفتہ اُسمیں وسعت پیدا ہوگئی:

اس کے علاوہ یہ کہا جاتا ہے کہ یونانی ارتقا میں فنیقی قوم میں ایک خاص لوچ پیدا کیا اور اسی نے یونانیوں کو فن جہاز رانی سکھایا۔ اس میں کلام نہیں کہ یونانی ترقی میں فنیقی قوم کی طرف سے بہت مدد ملی، لیکن جتنی وقعت کہ فنیقی اثرات کو

---

[۱] یونانی تمدن کی شاہراہوں کے لیے دیکھا جائے۔ گروٹ ۱/۶۲۴۔ ہیروڈوٹس ۲/۵۲ میں۔ دودونا کے پجاریوں کا ذکر ہے:

باب

دی جاتی ہے وہ کسی حالت میں قرین قیاس نہیں۔ وہ مورخ جو ایشیائے کوچک، جزائر اور یورپی یونان کے باہمی تعلقات پر زور دیتے ہیں وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان اضلاع کے باشندوں نے فنیقی سے فن جہاز رانی سیکھا ہوگا؛ اگر ہر مسافر کو آنے والا بندرگاہ ہمیشہ نظر آتا رہتا تھا، اگر اقلیم یونان جزائر کے لیئے اور جزائر اقلیم یونان کے لیئے محض ایک مختصر سی منزل تھی تو پھر اس کی کیا ضرورت تھی کہ کوئی قوم باہر سے آئے اور یونانیوں کو فن جہاز رانی سکھائے۔ حق یہ ہے کہ فنیقی اس اہمیت کے ہرگز مستحق نہیں جو انھیں دی گئی ہے؛ یونان میں مشرقی تہذیب و تمدن کے ترویج کے لیئے اُن کی مداخلت کی قطعی ضرورت نہ تھی، اس لیئے کہ مشرقی تمدن کا پرتو ایشیائے کوچک پر ہمیشہ پڑ سکتا تھا، اور اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ یہ تمدن محض قدرتی وسائل سے جزائر اور سواحل یونان پر نہیں پھیلا۔ جب ابتدائی یونان کی اولین تاریخ کی نظریات محض مفروضات پر مبنی ہیں تو ایسی صورت میں کسی پیچیدہ نظریے سے ایک سیدھا سادا مفروضہ یقیناً قابل ترجیح ہوگا؛

زمانۂ حال کے مورخوں کی رائے یہ ہے کہ مشرقی اثرات بڑھنے کی وجہ سے یونان میں ایک نئے رزمیہ دور کی ابتدا ہوئی جس میں تقریباً اسی قسم کے واقعات پیش آئے جیسے قدیم رزمیہ شعرا اور نساب بیان کرتے ہیں۔ لیکن پیلاسگی عہد کی سادگی کے بعد جنگ و جدال کا دور صرف ایک شرط پر ثابت ہو سکتا ہے، وہ یہ کہ نسابوں اور شاعروں کے بیانات اور دودونا کے پجاریوں کے تذکرے حقیقت پر مبنی ہوں۔ یہ ممکن ہے کہ ہم ان روایات کو مجرداً تسلیم بھی کر لیں، لیکن یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اس ترتیب و تسلسل کو بھی تسلیم کرنے پر مجبور رہوں جو قدما چھوڑ گئے ہیں؛ ممکن ہے کہ اوراستوس، تی دیوس، اکیلیس، تھےسیوس، یاسون، اوڈےسوس وغیرہ کے حالات اور اُن کی چالبازیوں کے قصے محض زمانہ مابعد کے شعرا کے اختراعات نہ ہوں بلکہ اُن کی بنا اُن افسانوں پر ہو جو اس وقت زباں زد عوام تھے، لیکن کم از کم یہ تو ماننا پڑیگا کہ ان افسانوں میں یہ تمام واقعات یکجا نہ تھے اور ان میں کسی قسم کی تاریخ کا تعین نہیں کیا گیا تھا؛ اور جب ہم اس سے واقف ہیں کہ نسب نگاروں نے ان کا باہمی ربط و تعلق اور زیادہ کرایا تو پھر

باب ۳

ہمیں اس کا حق نہیں ہے کہ ہم انھیں کوئی بھی تاریخی اہمیت دیں، نہ ہمیں یہ چاہیئے کہ ہم ایک ایسے مبارزانہ عہد کو فرض کرلیں جو متواتر دو صدی رہا ہو اور جس میں جنگ و جدال کی نو ساختہ خواہش کی وجہ سے عظیم الشان و درخشاں نتائج ظہور پذیر ہوئے ہوں، اور کسی زمانے کے امن پسند پیلاسگیوں نے آپس میں لڑنا شروع کردیا ہو جس کی مثال اوساستوس اور تھبزیوں کے باہمی مجادلے سے دی جاسکتی ہے۔ یہ ہرگز قرین قیاس نہیں کہ محض فینیقیوں کے اثر سے یہ اقوام یکایک جنگجو ہوگئیں۔ زمانہ حال میں اگر کسی ملک کی غیر متمدن قوم جو فطرۃً امن پسند ہو تو محض انگریز سوداگروں کے تعلقات سے وہ جنگجو نہیں بن سکتی۹؎

کہیں زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ مشرقی روابط کے سبب سے یونانی پہلے سے زیادہ متمدن بھی ہوگئے اور ساتھ ہی اُن کی مردانہ وار عادتیں بھی کم ہوگئیں یہاں تک کہ آخرکار فرضی سورماؤں کو۱۰؎ دوریائی جیسی جنگجو قوم نے

۹؎ اب قدامت شناس اپنی عام فہم کتابوں میں اپنے متقی اور قابل قدر پیلاسگیوں کے قصوں میں ایک اور قصہ ایسے وحشی اور غیر متمدن پیلاسگیوں کا اضافہ کرتے ہیں جو زیوس دیوتا کے سامنے انسانی قربانی چڑھایا کرتے تھے اور جنھیں ایونیائیوں نے اپولو کی پرستش سکھا کر مہذب بنانے میں مدد دی۔ ظاہر ہے کہ دونوں قسم کے قصے بالکل ایک ہی نوع کے ہیں اور اس تضاد کی مطلق کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تہذیب پھیلانے والے اپولو کی پوجا در اصل اُس زمانے کی بات ہے جب دوریائی ترک وطن کے بعد کاہنوں کا دور دورہ شروع ہوا، اور اسے یہاں سے اٹھا کر ابتدائی عہد کو منتقل کردیا گیا ہے۔ اُس اولین عہد میں زیوس کے سامنے انسانوں کی قربانی ایک شاذ واقعہ ہے، اور یہ ذرا مشکل سے باور ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں اپولو کے مجاوروں کے رسوم زیوس کے پجاریوں کے رواجوں سے کچھ زیادہ نرم و ملائم ہوں گی۔

۱۰؎ ہیلبگ نے ("دور ہومر" صفحہ ۲۹۳/۲۹۴) یہ نہایت واضح طور پر ثابت کردیا ہے کہ ہومری نظموں کے سورما کچھ زیادہ جنگجو نہیں ہیں Helbig: Hom. Epos ؎

شکست دیکر مغلوب کر لیا تھا[۱۱]

ممکن ہے کہ ان یونانیوں کا نام جو وقتاً فوقتاً ایشیائے کوچک سے یورپ آئے الیونیائی ہی ہو۔ توریت کی کتاب پیدائش میں اقوام کی جو فہرست دی ہوئی ہے اُس میں ایک قوم "یاوان" بھی ہے؛ لیکن چونکہ یہ فہرست دوریانی ترک وطن کے بعد مرتب ہوئی تھی اس لیئے وہ اس نظریے کا خاطر خواہ ثبوت نہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ شامپولیوں نے خیتاس کے حلیفوں کی فہرست میں جو رامسیس دوم سے تقریباً ۱۲۸۸ ق م میں لڑے تھے، الیونیانیوں کے نام کا انکشاف کیا تھا، اُسی کا اب دوبارہ انکشاف ہوا ہے۔ بہرحال اس معاملے میں ہم گرتیوس سے متفق الرائے ہیں کہ ابتدائی زمانے سے ہی یونانی ایشیائی اور یورپی دونوں ساحلوں پر رہتے تھے؛ اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب کریٹ کو ان ممالک میں شمار کیا جاتا ہے جو ابتدا ہی سے یونانی تھے تو پھر خیوس اور ساموس کو یونانی نوآبادی کیوں بتایا جاتا ہے۔ بلاشبہ ساموس اور خیوس میں مصری تہذیب و تمدن کا اثر کریٹ سے زیادہ تھا، اور اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ جب

---

[۱۱] تاریخ یونان کے مطالعے میں مختلف طبعی علوم خصوصاً ارضیات سے مماثلت پیش کی جاتی ہے؛ ہم یہاں ایک تشبیہ اسی قسم کی دینا چاہتے ہیں جس سے ہمارا مطلب صاف اور واضح ہو جائیگا۔ کسی زمانے میں علم ارضیات کے ماہرین یہ نظریہ تسلیم کرتے تھے کہ زمین میں دفعتاً اور یکبیک انقلابات پیدا ہوتے رہتے ہیں، لیکن اب یہ نظریہ مسلمہ ہو گیا ہے کہ زمین کی ساخت میں جو تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں وہ مسلسل اس بات کی بنا پر تدریجی ہوتی ہیں۔ ہمیں یقین ہے اور ہم اس پر زور دینا چاہتے ہیں کہ یہی صورت حال اُن اثرات کی ہے جو یونان پر مشرقی تمدن کے ہوئے۔ ہمارا یہ خیال نہیں ہے کہ پہلے تو ایک دور پیلاسگی سادگی کا آیا اس کے بعد الیونیانی اور فینیقی اثرات کے سبب یہ سادگی مبارزت میں تبدیل ہو گئی؛ بلکہ اس کے برعکس ہماری یہ رائے ہے کہ ایشیائی یونانیوں اور غیر یونانیوں کا یورپی یونانیوں پر روز افزوں اثر پڑتا رہا، یہ یورپی یونانی اپنے دیگر آریائی بھائیوں کی طرح جنگجو بھی تھے، اور ان میں ارباب پرستی بھی رائج تھی؛ اور اگر ان میں امن پسندی کے وہ جذبات نہ تھے جو انکے ابتدائی دور میں اُن سے منسوب کیے جاتے ہیں تو انھوں نے زمانہ مابعد کے اس ردعمل کو جسے "دوریانی ترک وطن" کا لقب دیا جاتا ہے نسبتاً آسانی سے کامل طور پر ہضم کر لیا۔

باب

دوریانی ترک وطن کے بعد ایونیانی خیوس اور ساموس میں آئے تو انھیں جو قوم یہاں ملی وہ اس قوم کی بہ نسبت جس سے وہ کریٹ میں دوچار ہوئے تھے یونانیوں سے متاثر تھی۔ ان دونوں کے استعمار میں جو فرق ہے وہ صرف یہی ہے کہ خیوس اور ساموس کے مستعمرین کی تاریخ کا تعین فرض کر لیا گیا ہے درانحالیکہ کریٹ کی نوآبادی کی تاریخ کا پتا بھی نہیں۔ حق یہ ہے کہ ایشیائے کوچک کے ساحل اور جزائر میں ابتدا ہی سے یونانی آباد تھے۔[12]

---

۱۲ گرتیوس: "ایونیانی ترک وطن سے پیشتر ایلیانیوں کی حالت E Curtius: Ionier Vor Der Ionischer Wanderung, 1855 "تاریخ یونان" جلد ا صفحہ ا حاشیہ Gr. Gesch. ہم پورے طور سے ان سے متفق ہیں کہ یونانی یورپ کی طرح ایشیائے کوچک کے ساحل بہت قدیم زمانے سے یونانی ہیں، اور اس انکشاف کو ہم بہت بڑی تاریخی عظمت دیتے ہیں غیتاس کے حلیف "یاونوں" کے لیے و، م، میولر: "قدیم مصری عمارات اور ایشیا اور یورپ کے باہمی تعلقات" لائپزگ ۱۸۹۳ء صفحہ ۵۵ و صفحہ ۳۶۹ W. M. Mueller: Asien und Europa Nnach altaegyptischen Denkmalern, Lpz کا مطالعہ کیا جائے ابتدائے تاریخ کے دور میں یونانیوں کے ایشیائے کوچک کے ایک حصے میں پھیل جانے کی نسبت ہم گرتیوس سے متفق ہو کر مفصلۂ ذیل رائے کا اظہار کرتے ہیں:۔ قدیم یونانی روایت کے مطابق یونانی نوآباد پہلے پہل داکاماس ولد تھے سیوس کی سرکردگی میں قبرس، لسیہ اور پم فیلیہ آئے (ہیروڈوٹس ۷، ۹۰، ۹۱ میں تیوکروس، لیکوس اور کالخاس کا ذکر ہے) اکثر اس بیان کو محض من گھڑت سمجھا جاتا ہے۔ اسکے خلاف میر ("تاریخ ازمنۂ قدیمہ" جلد اول صفحہ ۲۷۹ E. Meyer: Gesch. des Alterthums) کا اس طرف میلان ہے کہ ایونیانی ترک وطن سے پہلے ہی جزیرۂ قبرس اور پم فی لیہ میں مغرب کی طرف سے آبادکاری ہو چکی تھی۔ لیکن ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ جب یورپ کے قریب ہی بہت سے غیر آباد مقامات پڑے ہوئے تھے تو پھر یورپی یونانیوں کو اتنی دور جانے کی کیا ضرورت پڑی تھی؟ کیا یہ استدلال محض ان یونانی روایات کی بنا پر کیا گیا ہے جو ان مقامات کا تعلق جنگ ٹروا سے ظاہر کرتی ہیں؟ کیا اس سے زیادہ قرین قیاس یہ مفروضہ نہ ہوگا کہ وہ دراصل ایشیائے کوچک کی

باب ۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ قدیم یونانی آبادی کے باقی تھے؟ **قبرسیوں** اور **یم فیلیوں** کے ان یونانیوں کی اولاد سے ہونا جو ٹروائے سے گھر واپس جا رہے تھے، ایشیائے کوچک کی تاریخ کے لیے اتنی ہی نسبت ہے جتنی **اوے نوتریوں** اور دیگر اقوام کی اصل کی جنکا یونان سے آنا بیان کیا جاتا ہے، اور جتنی **اٹلی** کی تاریخ میں **ڈیومدیس** اور دیگر سورماؤں کے آباد ہونے کی۔ اس کے علاوہ لطف یہ ہے کہ **کالخاس** دونوں ملکوں میں موجود ہے ؛

باب ہشتم

یونان کے ابتدائی فنون کے باقیات

ٹروائے، میکنے نائی، اورخومینوس، تیرنز

ان سب امور پر غور کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بالآخر دریائی نقل وطن سے پیشتر کے عہد کے متعلق ہمیں کیا معلومات حاصل ہیں۔ اس کے جواب میں سب سے پہلے تو ہمارے سامنے وہ انکشافات ہیں جو حال کے زمانے میں خاص ارض یونان میں اور ان مقامات پر ہوئے ہیں جو کسی زمانے میں تمدن اور سیاسی اقتدار کے مرکز شمار کئے جاتے تھے۔ حال ہی میں ہائنرخ شلی مان نے میکی نائے، اورخومینوس، تیرنز اور ٹروائے میں جو نہایت دلچسپ حالات دریافت کئے ہیں اُن کی تاریخی وقعت میں کسی قسم کے مبالغے کی گنجائش نہیں اور اُن کے لئے ہمیں اس محقق کے جوش اور تحقیقات کے ذوق کا ممنون ہونا چاہیئے۔ ان انکشافات نے ہمارے اُس معلومات میں جو زمانۂ قدیمہ کے متعلق ہمیں حاصل تھا، معتد بہ اضافہ کیا ہے اور اس سے اُن مسائل میں جو حکمیات کے ذریعے سے ہی طے ہو سکتے ہیں ایک اور مسئلے کا اضافہ ہو گیا ہے۔

ان مقامات میں سب سے قدیم تمدن کا موقع ٹروائے[1] تھا۔ اس شہر کے متعلق

---

[1] شلی مان: الیوس، بلدیہ وملک تسویانیان Schliemann: Stadt und Land Der Troyaner، لائپزگ ۱۸۸۱ء؛ ٹروائے، میری حال کی کھدائیوں کے نتائج" (Troja, Ergebnisse meiner neusten Ausgrabungen auf der Baustelle von Troja) لائپزگ ۱۸۸۴ء۔ یہ دونو تصانیف باتصویر ہیں۔ مقابلہ کرو

باب ۳ اب تک جو خیالات تھے اُن میں باہمی تضاد تھا۔لیکن ان میں سے اس رائے کو کہ پریام کا شہر کوہ بونار باشی پر واقع تھا ترجیح دی جاتی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ ہومر کی نظمیں اور ٹرواۓ کی عام وقعت اسی کی متقاضی تھی کہ وہ بونار باشی کے سے مستحکم اور مرتفع مقام پر ہی واقع ہو۔لیکن شلی مان نے جو معیار علمی دنیا کے سامنے پیش کیے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ اہم ہیں، اور درانحالیکہ بونار باشی پر کوئی اہم باقیات کبھی برآمد نہیں ہوئے اس کے برعکس کسی اور پہاڑی پر جو سمندر سے قریب ہے اور اب جس کا نام حصار لک ہے پرانے کھنڈر اس کثرت سے ملے ہیں اور ہماری تحقیقات اور مدح سرائی کے لیئے اتنا عظیم الشان ذخیرہ برآمد ہوا ہے کہ ہمیں کوئی قوی شک نہیں رہ سکتا کہ اگر اس میں اور ہومر کے حالات میں تطابق کلی نہ بھی پایا جائے بایں ہمہ یہی شہر اس وقت شعرائے یونان کے پیش نظر تھا جب انھوں نے جنگ ٹرواۓ کے متعلق اپنے اشعار نظم کیۓ تھے۔واضح ہو کہ خود قدما کے نزدیک اسی پہاڑی پر شہر الیوم واقع تھا اور بعض تو اُسے ٹرواۓ ہی کا موقع قرار دیتے تھے ؛

راس سگیوم سے عین مشرق کی طرف آٹھ میل دراز اور ڈھائی میل چوڑی ایک گھاٹی ہے جو کوہ ایڈا سے اتر کر پہلیں پونٹ کی طرف ذرا کشادہ ہوجاتی ہے۔اس گھاٹی کو دو ندیاں سیراب کرتی ہیں جن میں سے بڑی کا نام جو جنوب کی طرف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ شخ ہارٹ کی کتاب شلی مان کی کھدائیاں Schuchhardt : Y(
Schliemanns Ausgrabungen) دو جلد، لائپزگ ۱۸۹۲ء شلی مان کی رائے کے مطابق پہاڑی پر صرف قلعہ ٹرواۓ تھا اور شہر در اصل اُس کے دامن میں واقع تھا؛ اس سے اسکا اصل مقصد یہ تھا کہ ہومر کے اس بیان سے کہ شہر قلعہ سے بہت بڑا تھا کسی طرح تطابق پیدا کرے اُس کے دلائل میں تضاد پایا جاتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ شہر کے تین دروازے ہیں، ایک دیوار کا چھوٹا سا ٹکڑا ابھی موجود ہے جو ممکن ہے کہ شہر پناہ کے آثار ہی ہوں اور قلعہ کے نیچے بہت سا ملبہ اس وقت بھی نظر آتا ہے۔اول تو یہ دلائل فی نفسہٖ فیصلہ کن نہیں ہیں، اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ پہاڑی کے نیچے شہر آباد تھا پھر بھی شلی مان نے جو رقبہ معین کیا ہے اُس کی بنیاد کسی دیوار کے آثار پر نہیں بلکہ محض مصلحت پر ہے۔بیوتی شر کی رائے ہے (”جریدہ ممالک غیر“

واقع ہے، سکامانڈر اور چھوٹی کا نام جو شمال میں ہے سموئس ہے؛ دونوں ندیاں سمندر کے قریب آکر ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں۔ اس گھاٹی میں ساحل سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک سو ساٹھ فٹ بلند ایک پہاڑی واقع ہے جو درحقیقت پہاڑیوں کے ایک طولانی زنجیرے کی آخری چوٹی ہے؛ اس پہاڑی کا اوپر کا حصہ ۶۰۰×۹۰۰ فٹ یعنی تقریباً ساٹھ ہزار مربع گز ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں شلی مان نے (جس کے ساتھ بعد میں ڈیورپ فیلڈ بھی ہوگیا) ۱۸۷۰ء میں کھدائی شروع کی اور محیر العقول نتائج برآمد کیے۔ کھدائی سے یہ معلوم ہوا کہ اس موقع پر متعدد شہر ایک دوسرے کے کھنڈروں پر بنائے گئے ہیں جس کی وجہ سے پہاڑی کی چوٹی پر ۵۴ فٹ بلند تودہ بن گیا ہے۔ ان تمام تہوں میں سب سے عجیب و غریب تہ نیچے سے دوسری تہ ہے اور یہ اس قدر دلچسپ ہے کہ یہاں اس کا ایک توضیحی نقشہ کارآمد ہوگا۔ اُس کے ہر چہار طرف ایک شہر پناہ ہے جس کا نیچے کا حصہ دھوپ میں تپی ہوئی اینٹوں اور اوپر کا حصہ پتھر کا ہے؛ اس شہر پناہ کے تین بڑے بڑے پھاٹک اور متعدد برج ہیں۔ شہر کے اندر بہت سی دلچسپ اشیا مثلاً ظروف (منجملہ ان کے نام نہاد "تصویردار ظروف")، پتھر اور تانبے کے برتن، اور سونے کی اشیا کا ایک نادر مجموعہ ہے جس میں طلائی کنگن، مدریاں، جھومر وغیرہ نکلے ہیں۔ یہی وہ اشیا ہیں جن کے دستیاب ہونے پر علمائے قدیمیات میں ایک سنسنی سی پیدا ہوگئی اور جس کا نام شلی مان نے خزانۂ پریام رکھا۔ یہ زیور سب تہ بہ تہ ایک دوسرے پر ایسے رکھے ہوئے ملے گویا کوئی خاص خطرہ تھا جسکی وجہ سے اُنھیں ایک طرف رکھ دیا گیا ہوگا، اور ان سے ٹروائے کے مشہور آفاق تمول کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ Ausland ۱۸۸۳ء حاشیہ ۵۱ و ۵۲) کہ قلعہ میں صرف مردے جلائے جاتے تھے، لیکن شلی مان کے ساتھی ڈیورپ فیلڈ نے "تتمہ جریدۂ عالمگیر" ۱۸۹۱ء ۲۹۴ (W Dorpfeld: Beil. Z. Allgem Ztg.) میں اس نظریے کو مسترد کردیا ہے اور خاص ٹروائے میں ماہرین آثار قدیمہ کی ایک کانفرنس میں جو قراردادیں منظور ہوئی تھیں اُن سے ہیوتی شر کی رائے کی توثیق نہیں ہوتی۔

باب ۵

پتا لگتا ہے۔ شہر پناہ پر کریٹ اور راکھ کا اس قدر ڈھیر جما ہوا ہے کہ اُس سے وہ آتش زدگی یاد آتی ہے جو ٹروائے کی بربادی کا باعث ہوئی۔ بلاشبہ ایسی باتیں بھی ہیں جو ہومر کے بیان سے میل نہیں کھاتیں، مثلاً ان کھنڈروں کا رقبہ بہت کم ہے، اور یہاں کی تہذیب و تمدن کی حالت نہایت قدیم طرز کی ہے، بایں ہمہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ٹروائے اور حصارلِک ایک ہی چیز نہیں۔ ظاہر ہے کہ شعرا اعداد و شمار کے ماہر نہیں ہوتے خاصکر جب وہ واقعات متعلقہ سے صدیوں بعد انھیں نظم کا جامہ پہنائیں۔ ہمارا خیال ہے کہ ٹروائے کے ان انکشافات کا یونان کی قدیم تاریخ سے گہرا تعلق ہے، اس لیئے کہ اول تو ان اقوام کا جو بحیرۂ ایجین کے ہر چہار طرف آباد تھیں باہمی تعلق تھا اور دوسرے خود ہومر کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یونانیوں اور ترویانیوں میں کسی قسم کا قومی اختلاف نہ تھا۔

جزیرۂ تھیرا میں جو آثار برآمد ہوئے ہیں[۵۲] اُن کا قدیم ترین حصہ حصارلِک کے دوسرے شہر سے زیادہ جدید ہے۔ یہاں کی ابتدائی عمارات کو آتش فشانی زلزلوں اور لاوے نے بالکل ڈھانک دیا ہے اور کھنڈروں میں دبے ہوئے پتھروں کے اوزار اور برتن نہایت نفیس حالت میں ملے ہیں جو ظن غالب ہے کہ

---

۵۲ لینورمان: "جزیرۂ تھیرازیہ میں زمانۂ قبل تاریخ کی عمارات کا انکشاف" (جریدۂ آثار قدیمیہ پیرس ۱۸۶۶ء، ۱۶
F. Lenormant Decouverte De constructions Antehistoriques
dans L,ile de Therasia," Rev. archeol. ف، فوکے: "زمانۂ قبل تاریخ
F.Fouque: Une کا ایک پوم پی آئی" (جریدۂ عالمین" ۸۳ صفحہ ۲۳ ۹)
(Pompei antehistorique Rev. des D.mondes فوکے کے نزدیک
وہ مصیبت جس کی وجہ سے جزیرے کا ایک حصہ برباد ہو گیا اور اس کے اولین تمدن کا
خاتمہ ہو گیا سنہ ۲۰۰۰ ق م اور سنہ ۱۸۰۰ ق م کے درمیانی سنین میں پیش آئی ہو گی۔
نیز مقابلہ کیجیے مامے: "جزیرۂ تھیرا" پیرس ۱۸۶۸ء) جس میں تصویریں بھی دی ہوئی
ہیں (Mamet:De ins.Thera.)

باب۳

فنیقی الاصل ہیں۔ اس جزیرے کے باشندے جَو کی کاشت کرتے تھے؛

میکے نائے میں جو انکشافات ہوئے ہیں ان کے ذریعے سے ایک نئی دنیا جو اس سے بھی زیادہ درخشاں تھی ہمارے سامنے آتی ہے؛

جس وادی کا پانی اگرو کورنتھ کے مغرب کی جانب خلیج کورنتھ میں جاتا ہے اور اُس کے اور میدان آرگوس کی سب سے بڑی ندی اناخوس کے درمیان کوہ ترے توں واقع ہے۔ یہ پہاڑی دراصل جزیرہ نمائے آرگوس کے زنجیرے کی ایک چوٹی ہے اور کورنتھ سے آرگوس تک کی سڑک اسی پر ہو کر جاتی ہے جس مقام پر یہ سڑک جنوب کی طرف مڑ کر کوہ ترے توں کے جنوبی ڈھال کے قریب اتری یوسیون کا شہر میکے نائے واقع ہے اور یہاں سے ہر چہار طرف کا میدان دور دور تک نظر آتا ہے اور شمالی درے کی حفاظت بحسن و خوبی ہو سکتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں اس شہر کا طول کم و بیش ایک ہزار گز اور عرض چھ سو گز ہوگا جس سے اس کا رقبہ اور وسعت ظاہر ہوتی ہے۔ شہر کا قلعہ ایک بے قاعدہ مثلث کی شکل میں شمال و مشرق کی سمت پر واقع ہے۔ اس قلعے کے صدر دروازے میں داخل ہوتے ہی ایک دائرہ نظر آتا ہے جو پتھر کی سلوں کی دوہری قطار سے بن گیا ہے؛ اسی دائرے کے مغربی حصے میں موجودہ سطح زمین سے بیس سے لیکر پینتیس فٹ گہرائی تک شلی مان[1] کو پانچ بڑے بڑے مقبرے ملے اور حال ہی کے زمانے (یعنی سنہ ۱۸۷۶ء) میں ایتھنز کی انجمن آثار قدیمہ نے ایک اور مقبرے کا انکشاف کیا ہے۔ ان مقبروں میں کُل سترہ لاشیں اور بہت سی اشیا برآمد ہوئیں لیکن ان میں سے بعض لاشیں ایسی تھیں

[1] شلی مان: میکے نائے اور ترنز میں میرے تجسسات و انکشافات کا حال (Schliemann: Bericht uber meine Forschungen und Entdeckungen in mykenae und Tiryns)، لائپزگ ۱۸۷۸ء؛ سٹیفن: "نقشہ جات میکے نائے" (Steffen: Karten von. mykenae) مع دو تصاویر، برلن ۱۸۸۴ء، متن کتاب مصنفہ سٹیفن ولولنگ۔ نیز مقابلہ کیا جائے پی گارڈنر: ابواب جدید P. Gardner: new chapters باب ۳۔

باب جن کی تجہیز و تکفین میں اس عزت و حرمت کا لحاظ نہیں کیا گیا جو عام طور پر مردے کے ساتھ کی جاتی ہے بلکہ ویسے ہی خندق میں پھینک دیا گیا۔ ان کی ظاہری حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ دفن سے پہلے یا عین دفن کرتے وقت انھیں نصف جلا دیا گیا ہوگا۔

ان میں سے پہلے اور دوسرے مقبروں کی اہمیت کچھ زیادہ نہیں۔ تیسرے مقبرے میں تین لاشیں، تقریباً سات سو طلائی گول رکابیاں جن پر نہایت باقاعدہ کام نظر آتا ہے، ایک بہت بڑا جھومر جو طلائی پتیوں کا بنا ہوا ہے، تین طلائی مربع رکابیاں جن پر کندہ کیا ہوا کام ہے، اور ایک طلائی پیالہ برآمد ہوا۔ چوتھے مقبرے سے پانچ لاشیں نکلیں جن کے چہرے طلائی نقابوں سے ڈھکے ہوئے تھے، اور ان کے ساتھ تانبے کا ایک پیش قبض جس میں سونے کی پچی کاری کر کے شیر کے شکار کی تصویر بنائی گئی ہے، شیر کا طلائی چہرہ، بیل کا نقرئی سر، طلائی چھلے، سنگ مرمر کے برتن اور عنبر کے دانے نکلے۔ باقی ماندہ قبروں میں بھی اسی قسم کی اشیا برآمد ہوئیں، اور ان کے علاوہ مٹی کے برتن اور بھونڈی مورتیاں ہر جگہ نکلیں۔ ملبے میں ملے ہوئے قبروں سے تعویذ بھی ہاتھ لگے جن پر گاڑی بانوں کی تصاویر اور وسط میں پیچدار نقوش بنے ہوئے ہیں۔ ظن غالب یہ ہے کہ ان تعویذوں سے مختلف قبروں کا موقع معلوم ہوتا ہوگا۔ مقبروں کے اندر رکھے ہوئے پتھر اور ایسے مٹی کے برتن جو تاریخ فنون لطیفہ کے لئے نہایت دلچسپ ہیں برآمد ہوئے۔ قلعہ کا وہ حصہ جس میں یہ مقبرے نظر آتے ہیں، باقی ماندہ حصے سے بالکل علٰحدہ ہے۔ تمام قلعہ کی تعمیر پیلاسگی یا کیکلوپی طرز کی ہے یعنی مختلف دیواریں بے قاعدہ پتھروں کو یکجا کر کے بنائی گئی ہیں۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ خاص طرز تعمیر اپنی قسم کی سب سے قدیم تعمیر ہے۔ میکینائے کے مقبروں کی اندرونی اشیا سے نیز اس کی دیواروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکی تعمیر مختلف عہدوں میں ہوئی ہوگی۔ اس کے علاوہ ایسے مکانات وغیرہ بھی ہیں جن میں حملے کے وقت ذرا خطرے کی حالت رہتی ہوگی۔ یہ مکانات خاص طرز کے بنائے گئے تھے اور خاص قسم کی دیواروں سے انھیں مستحکم کر دیا تھا۔ اس امر سے

باب ۸

اس مضبوطی اور عمدگی کی اصلی توجیہ سمجھ میں آتی ہے جو قلعہ کے صدر دروازے (یعنی مشہور آفاق "شیر دروازے") کی شرکت میں پائی جاتی ہے۔ شلی مان کے انکشافات سے پیشتر قدیم ترین یونانی طرز تعمیر کی ایک درخشاں مثال سمجھی جاتی تھی اور اس وقت بھی اُس کی اہمیت میں کوئی خاص فرق نہیں ہوا ہے۔ یہ دروازہ دس فٹ طویل ہے اور اُس کا اوسط عرض تقریباً نو فٹ ہے اور اُس پر پتھر کی ایک نہایت وزنی سل رکھی ہے، جس کا طول سولہ فٹ، بلندی ساڑھے چھ فٹ اور موٹائی تین فٹ ہے؛ اس کا وزن کم کرنے کے لیئے اُس کے اوپر ایک مثلث خلا چھوڑ دی گئی ہے اور سامنے کی جانب ایک زیبائشی سل نصب کر دی گئی ہے جس کے دونوں طرف دو پاؤں پر کھڑے ہوئے دو شیر منبت کاری کے بنے ہوئے ہیں۔ افسوس اُن کے سر موجود نہیں ہیں لیکن دیگر اعضا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صناع نے اُن کے تراشنے میں قدرتی ساخت کے مطابق بلاکم و کاست چربہ اُتارنے کی کوشش کی ہے، اور اس صفت میں ان مجسموں اور عام ایشیائی مصنوعات کی ساخت میں معتد بہ تباین نظر آتا ہے ؛

یونانی فنون لطیفہ کی تاریخ میں میکینائے کی جو اہمیت ہے وہ قلعہ اور شیر دروازے تک ہی محدود نہیں، بلکہ اُن کے علاوہ شہر کے نشیبی حصّے میں چھ مختلف عمارتوں کے باقیات برآمد ہوئے ہیں جنھیں خزانوں کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جو ارض یونان میں اپنی طرز کی تنہا عمارتیں ہیں ؛

ان میں سب سے بڑی اور سب سے محفوظ عمارت نام نہاد خزانۂ اترےیوس ہے، جس کا علم تو پہلے ہی تھا لیکن اس پر اتنی مٹی جمی ہوئی تھی کہ باہر سے گنبد تک نظر نہ آتا تھا، اور اُسے شلی مان نے مٹی کھود کر اب بالکل برآمد کر لیا ہے۔ باہر سے ایک راستہ ایک دروازے میں جاتا ہے جو شیر دروازے کے طرز پر بنا ہوا ہے لیکن جو اُس سے ذرا تنگ اور بلند ہے۔ اس خزانے کے اندر کا حصہ دراصل ایک بہت بڑا گنبد ہے جو سولہ فٹ چوڑا اور اتنا ہی اونچا ہے؛ یہ گنبد بے قاعدہ کٹے ہوئے پتھروں سے نہیں بنایا گیا بلکہ اُس کی تعمیر کے لیئے پتھروں کی تہ پر تہیں جمائی گئی ہیں اور یہ اوپر کی طرف تنگ ہوتا جاتا ہے۔ اس گنبد کے

باب ۳

دروازے پر کسی زمانے میں رنگین سنگ مرمر کے مزین پیل پائے تھے۔ (واضح ہو کہ اسی طرح کی ایک عمارت آرگوس کی سڑک پر ہیرائیوم کے قریب بھی واقع ہے)۔

ایتھنز کے شمال میں مینی دی کے قریب بھی (جسکا قدیم نام اکارنائے تھا) اسی قسم کی ایک عمارت ملی ہے اور اُس کے بھی مقبرہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ قدما کا خیال تھا کہ میکے نائے کی گنبد نما عمارتیں دراصل خزانے تھے لیکن ظن غالب یہ ہے کہ یہ مقبرے ہی ہوں گے یا یہ بھی ممکن ہے کہ پ، گارڈنر کے خیال کے بموجب ان سے دونوں کام نکالے جاتے ہوں۔ مینی دی کے مقبرے میں بھی میکے نائے کی طرح مختلف اشیا برآمد ہوئی ہیں لیکن وہ اس قدر اہم نہیں۔ بالکل یہی حکم ان مقبروں پر بھی لگایا جا سکتا ہے جو اٹیکا کے دیہے پایانیہ میں سپاتا کے قریب ملے ہیں اور جو تھولیپیا کے نزدیک پہاڑ کاٹ کر بنائے گئے ہیں۔ اسیطرح امیکلی کے قریب بافایوم (وافیو) میں ایک گنبد نما مقبرے کا انکشاف ہوا ہے جس میں منجملہ دیگر اشیا کے طلائی پیالے بھی نکلے ہیں جن کی تزئین و زیبائش نہایت نادر اور شاندار ہے۔

میکے نائے کے موقع اور شمال رویہ پہاڑی دروں کے استحکامات کا ان توصیفی نقشوں سے خوب اندازہ ہوتا ہے جو جرمنی میں آخرترین تحقیقات کے بعد مرتب ہوئے ہیں، اور ان سے اُن کے تعمیر کرنے والوں کی فہم و فراست کا اندازہ ہوتا ہے۔ قلعۂ میکے نائے کی اہمیت کا راز یہ تھا کہ وہ آرگوس کے عین مقابل میں واقع تھا، اور شمالی پہاڑی درے اس لئے مستحکم کئے گئے تھے کہ حملے کے وقت عقبی حصے کی حفاظت ہو سکے اور جتنی فوج ممکن ہو وہ جنوب کی اطراف بھیجی جا سکے۔

تاریخ تمدن میں تیسری جگہ بیوتیہ کے شہر اورخومینوس نے پائی ہے جو زمانۂ حالیہ کے شہر سکریپو کے قریب کوپائے جھیل کے کنارے آباد تھا۔ لیکن

ہ ہ، شلی مان، "بیوتی اورخومینوس کے موقع پر میری کھدائیوں کا بیان"

H. Schliemann: Bericht uber meine Ausgrabungen im boeotischen Orchomenos لائپزگ ۱۸۸۱ء۔

باب ۳

علاوہ مشہور آفاق "خزانۂ منیاس" کے (جس کی طرز بالکل میکینے نائے کے خزانوں کی سی ہے) یہاں اور کچھ باقی نہیں رہا۔ اس کی کھدائی بھی شلی مان کی زیرنگرانی عمل میں آئی ہے۔ اس کے بیچ کے کمرے میں کوئی قابل لحاظ چیز برآمد نہیں ہوئی لیکن پہلو کے ایک کمرے میں بعض پتھر کی سلیں نکلی ہیں جن سے چھت پٹی ہوئی تھی۔ یہاں کی آرائش کی طرز اور مصری تھبیز کے ایک مقبرے کی زیبائش میں، جس کا قطعی تعین بارھویں صدی قائم کیا گیا ہے، بہت کچھ تطابق پایا جاتا ہے، اور یہ تطابق اولین یونانی صنعت اور اس کی ابتدا کے اہم ترین واقعات میں سے ہے ؂

قدیم بلدیات میں جو تھا نمبر ترنز کا ہے[۵]۔ یہ شہر نوپلیا اور آرگوس کے درمیان ایک پہاڑی پر واقع تھا جو آس پاس کے میدان سے بلند ہے۔ اس کی فصیل چٹانوں کے عظیم الشان بے ڈول ٹکڑوں سے تعمیر کی گئی ہے جن کا طول نوفٹ کے قریب اور موٹائی تین فٹ ہے؛ اور بعض جگہ تو یہ پتھر کے ٹکڑے پچیس پچیس فٹ تک ضخیم ہیں۔ چند مقامات پر اس دیوار کے متوازی ایک اندرونی راستہ بنایا گیا ہے جس کی چھت پر پتھر کی سلوں کا پاٹاؤ ہے جن کے بعض حصے ایک کے دوسرے پر بھی رکھے ہیں اور بعض جگہ روشنی کے لیے چھت میں سوراخ چھوڑ دیے گئے ہیں۔ اس فصیل کی بلندی ابتدا میں تقریباً ساٹھ فٹ ہوگی اور اس کی تعمیر کا سہرا لسیہ کے (نیم انسان) کیکلوپیوں کے سر رکھا جاتا ہے۔ ہومر ترنز کو "مورچہ بند شہر" کے نام سے موسوم کرتا ہے جس سے اس امر کا پتا لگتا ہے کہ اس زمانے میں اس کی فصیل کو ایک شان و شوکت حاصل ہوگی۔ یہ سب ہمیں پہلے سے معلوم تھا لیکن شلی مان نے حال ہی میں ایک نہایت بڑی عمارت کے آثار برآمد کیے ہیں جس سے ہم محض ناواقف تھے؛ اس عمارت کے اس زمانے کے محلات کا تصور نظر کے سامنے آجاتا ہے، اور اس کی آرائش کا بیشتر حصہ خاص طور پر قابل لحاظ ہے خصوصاً ایک دیوار جس کی ساخت اور خومینوس کی چھت کی ساخت سے بہت

---

[۵] شلی مان: ترنز، لائپزگ ۱۸۸۶ء؛ ایپ، گارڈنر: "ابواب جدید" باب ۴۔

باب ۶

مشابہ ہے، دیکھنے والے کی تمام تر توجہ اپنی طرف مبذول کر لیتی ہے ؛

ممکن ہے کہ کیکلوپی یا پیلاسگی فصیلیں زمانۂ مابعد میں بنائی گئی ہوں اس لئے اس جگہ ہم ان کا حوالہ نہیں دے سکتے ؛ یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں کہ جو پتھروں کو ہموار مستطیل کاٹنا تو جانتے ہوں لیکن اتنی تکلیف گوارا کرنے کی بجائے چٹانوں کے ناہموار ٹکڑوں پر ہی قانع رہے ہوں ؛ اور یہ عیاں ہے کہ طرز تعمیر یعنی پتھروں کا ناہموار یا چوکور ہونا پتھروں کی قسم پر منحصر ہے یہاں ہماری خواہش ہے کہ ہم گولاس کے حیرت انگیز آثار کا حوالہ دیں جو کوپائے جھیل کے کنارے واقع ہیں، اور بہت سے مورخوں کے نزدیک قدیم اورخومینوس اسی جگہ تھا، لیکن ہم اس رائے سے متفق نہیں ہیں[۱] ؛

جن پانچ مقامات کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے ان میں سے ٹروائے اور تھےرا کے آثار سے تمدن کی اول ترین منزل کا پتا لگتا ہے ؛ ان دونوں کے بعد ترنز کی فصیل پھر میکینائے اور ترنز اور خومینوس کا نمبر بلحاظ قدامت کے آتا ہے لیکن آرائشی باقیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میکینائے اور اورخومینوس کے شہرۂ آفاق ہونے کے بعد بھی ترنز برابر تہذیب و تمدن کا مرکز بنا رہا۔ اسکے علاوہ میکینائے اور ترنز کا باہمی تعلق بھی ظاہر ہے ؛ ان دونوں شہروں کے مواقع اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں استحکامات ایک ایسی قوم کے قبضے میں تھے جس نے تمدن کا سبق مشرق سے لیا اور سمندر کے قریب ترنز میں مورچہ بندی کر کے ذرا وسیع پیمانے پر میکینائے جا کر اسے اپنا مستقر بنایا جہاں وہ ہر چہار طرف کے حملوں سے بالکل مامون و مصئون ہو گئے ؛

ان مقامات سے مختلف اشیا کے برآمد ہونے سے مختلف مسائل زیر بحث ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ جہاں تک فنون لطیفہ کا تعلق ہے اس تمدن کا منبع

---

[۱] الریخ: یونان میں سیاحت اور تحقیقات Ulrich: Reisen und Forschungen in Griechenland جلد ۱، ۲۱۸ - اس کا گرتیوس حوالہ دیتا ہے لیکن اس نے اس نظریے کو (جس کا متن میں تذکرہ ہے) ثابت نہیں کیا۔

باب ۳

مشرق تھا لیکن یہ صرف ایشیا کا ہی مرہون منت نہیں بلکہ اس میں مصری تہذیب کا بھی بہت کچھ حصہ ہے۔ اب اس کا تعین نہایت دشوار ہے کہ اُن مصنوعات پر جو برآمد ہوئی ہیں (خصوصاً وہ جو میکینے نائے میں نکلی ہیں) مصر کا زیادہ اثر پڑا یا ایشیا کا۔ ان کے علاوہ بہت سی ایسی چیزیں بھی ہیں جو اپنی نوع میں بالکل یکتا ہیں اور ان سے ارتقائے فنون لطیفہ کی ایک اور منزل ظاہر ہوتی ہے جو مشرقی تمدن کے کسی بڑے سلسلے میں پائی جاتی ہے؛ ایسی اشیا تین شقوں میں تقسیم کی جا سکتی ہیں یعنی مٹی کی اشیا، منقوش پتھر اور طلائی کام[ے]۔

ابتدائی فنون لطیفہ کے سب سے اہم نمونے ظروف ہیں[شہ]۔ ان میں سے بعض پر روغن کیا گیا ہے اور بعض بالکل سادہ ہیں؛ جن پر رنگ چڑھایا گیا ہے وہ شمالی یورپ کے مفروضہ زمانہ قبل تاریخ کے برتنوں کے مشابہ ہیں اور ٹروائے میں بکثرت اور میکینے نائی میں ذرا کم دستیاب ہوئے ہیں۔ بعض رنگین برتن ایسے بھی ہیں جن کا رنگ ذرا ابھرا ہے، اس کی شکل اُن ظروف کی سی ہے جو اشور اور فنیقیہ میں برآمد ہوئے ہیں۔ روغنی ظروف میکینے نائے میں بکثرت پائے گئے ہیں اور مشرقی یونان، جزائر

ے ملش ہوفر: "یونان میں فنون لطیفہ کی ابتدا" A. Milchhofer: Die Anfänge der Kunst in Griechenland لائپزگ ۱۸۸۳ء۔ روس باخ نے اپنی کتاب "یونان میں جواہرات پر کام" (جریدہ آثار قدیمہ ۱۸۸۳ء) میں اس کی تصحیح بھی کی ہے اور بہت سا مواد بھی فراہم کیا ہے۔ O. Rossbach Griechische Gemmen altester Technik, Archäolog. Zeitung

شہ ڈیومون اور شاپلین کی کتاب "یونان خاص کے چینی کے ظروف" (پیرس) Dumont et Chaplain: Les céramiques de la Grèce propre ہنوز غیر مکمل ہے۔ فرٹ وینگلر کی کتاب "عجائب خانہ برلن میں چینی کے ظروف کا مجموعہ" Furtwangler Beschreibung der Versamml. im Ant. d. mus. Zu Berlin (دو جلد، ۱۸۸۵ء) حوالے کیلئے بہت اچھی ہے۔ ہیلبگ (ہومری دور، صفحہ ۲۷۹) کی رائے ہے کہ دریائی ترک وطن سے پہلے آرائش ظروف کے دو مختلف طریقے رائج ہوئے؛ ایک کے تحت تو ہندسی طرز کی آرائش کی جاتی اور دوسرے کے مطابق شیر، درخت چیتے اور عجیب و غریب قسم کے جانوروں کی شباہتیں بنائی جاتی تھیں

باب ۳

اور بعض مغربی حصوں میں بھی ملے ہیں، ان پر درختوں اور خیالی جانوروں کی تصویریں بنی ہیں جن کی ساخت کا فن کمال کو نہیں پہنچا؛ انسانی شبیہ ان برتنوں پر بہت ہی کم نظر آتی ہے - اب اس قسم کے برتنوں کو میکے نادی ظروف کہتے ہیں اور حال ہی میں ان کے ہمشکل برتن ایتھنز میں اریوپاگوس اور نِکس کے درمیان قدیم مقابر میں برآمد ہوئے ہیں - ان کا اور "دِپیلونی" ظروف کا (جن پر ہندسی طرز کے خطوط سے آرائش کی گئی ہے) باہمی تعلق معلوم ہوتا ہے؛ اور سب سے آخر میں وہ نوع آتی ہے جسے مشرقی کہنا چاہیئے اور جس کی خصوصیات میں گلاب کے پھولوں اور خیالی جانوروں کی تشبیہیں نمایاں ہیں[۹]:

اس عہد کے منقوش پتھروں کو عام طور پر "جزائری" پتھروں کا لقب دیا جاتا ہے اس لیئے کہ ان میں سے اکثر جزائر ایجین میں (خصوصاً جنوبی جزائر مثلاً کریٹ اور میلوس میں) پائے گئے ہیں؛ لیکن چونکہ اقلیمی ممالک میں بھی

---

[۹] لیوشکے اور فرٹ وینگلر نے اس مضمون کا خاص طور پر مطالعہ کیا ہے، لیکن افسوس ہے کہ موخر الذکر کی بسیط تصنیف کی ابھی اشاعت نہیں ہوئی ہے؛ اس کی آراء کے لیئے انجمن آثار قدیمہ برلن کے جولائی ۱۸۸۴ء کے جلسے کی روئداد پڑھنا مفید ہوگا جو ہفتہ واری جریدۂ لسانیات (Berliner Phil .Wochenschrift ۱۸۸۴ء ع۲۲۴) میں شائع ہوئی ہے - اس موضوع پر جو تحقیقات ہوئی ہے وہ اتنی مفصل اور اتنی نامکمل ہے کہ اس کتاب کے مختصر لب لباب میں مصنف کو دو خطروں کا سامنا کرنا پڑا ہے ایک تو یہ کہ تحقیقات کے مسلسل جاری رہنے کی وجہ سے جو کچھ اُس نے لکھا وہ بہت جلد باسی ہو جائیگا اور دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ مضمون بے حد باریک اور پیچیدہ ہونے کی وجہ سے وہ آخری تحقیقات کا لب لباب بھی کما حقہ بیان نہ کر سکے قدیم ظروف کی مفصلۂ ذیل تقسیم کیجا سکتی ہے (مرے: کتابچۂ آثاریات یونان Murray: Handbook of Greek Archaeology):

(۱) قدیم ترین نوع (۲) میکے نادی ظروف (جو پالی سوس، سپاتا، مینی دی، ایتھنز، کریٹ، کاریہ، کالیمنا و دیگر مقامات میں بھی دستیاب ہوتے ہیں اور جنھیں مرے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۰ پر "ظروف نوآبادیات" کا لقب دیتا ہے) (۳) ہندسی نوع جس میں

باب ۳

مثلاً پیلو پونیز میں اس قسم کے نمونے ملے ہیں اس وجہ سے یہ نام صحت پر مبنی نہیں ہے۔ یہ اُن اشیائے گلی کے مماثل ہیں جن کا اوپر ذکر آچکا ہے، لیکن ان دونوں صنفوں کے مابین جو اختلافات ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درحقیقت ایشیائی الاصل ہیں؛ ان بے شمار ٹھپے دار رکابیوں میں سے جو میکینے نائی کی اشیا میں اہم ترین ہیں، بعض پر ستارے، بعض پر مچھلیوں یا تتلیوں کی تصاویر گھڑی ہوئی ہیں، اور ان سب میں ایک خاص کاریگری نمایاں ہے۔ ان کے علاوہ اس مجموعے میں سونے کی کندہ کی ہوئی اشیا بھی ہیں جن کی قسم اور ساخت تقریباً ایک سی ہی ہے[؟]: ان میں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ فالیرون کے ظروف بھی شامل ہیں (مرے صفحہ ۳۸) (۴) یونانی ایشیائی ظروف جو رہوڈس اور نوکراٹس وغیرہ میں ملے ہیں اور جن پر جانوروں کی قطاروں کی تصاویر بنی ہیں (مرے ۶۱) (۵) کورنتھی ظروف (مرے ۶۹)۔

[۵۱] اگر یہ امر واقعی ہے کہ جنگجو آدمیوں کا وہ مجسمہ جس کی تصویر ملش ہوفر نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۴ (تصویر ۳۵) پر دی ہے، حقیقت میں دوریانی ترک وطن سے پہلے تیار کیا گیا تھا، تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس قدر بعید زمانے میں بھی دورِ مابعد کے یونانی فنون کے بعض اصول کا لوگوں کو علم ہوگا اور اُس کی مخصوص اسلوب کی پیش بندی کی گئی ہوگی۔ پیرو (Perrot) کی رائے ہے کہ وافیو کے ان طلائی پیالوں کا اسلوب جسے تزنتاس نے منکشف کیا ہے، بالکل دیسی ہے، لیکن ہمیں اطلاع ملی ہے کہ فلنڈرز پٹیری کو اسی طرز کی ایک منقوش دیوار خوئے ناتن کے محل میں بمقام تل العمرنا ملی ہے۔ میکینے نائی اور مصر کے باہمی تعلقات کے لیے پ، گارڈنر کی کتاب "ابواب جدید" P, Gardner : newchapters صفحہ ۲، وغیرہ و صفحہ ۸۵ کا مطالعہ کیا جائے۔ ان دونوں کے باہمی تعلق سے ہی میکینے نائی کی تہذیب اور اُس کے مخصوص فنون کی قدامت کا اندازہ ممکن ہے۔ خوئے ناتن مصر کے اٹھارھویں خاندان کا بادشاہ تھا اور اس نے سنہ ۱۵۰۰ ق م میں حکومت کی تھی، اس لیے ممکن ہے کہ میکینے نائی کی تہذیب سنہ ۱۶۰۰ ق م سے سنہ ۱۲۰۰ ق م تک رائج رہی ہو۔ لیکن یہ سب باتیں بالکل غیر متعین ہیں۔ بعض مورخوں کی یہ رائے ہے کہ مصری تعلقات سے یہ لازم نہیں آتا کہ میکینے نوی تمدن کا رواج بہت بعد میں ہوا ہو؛ اس موضوع پر رسالۂ اتھےنیئم سنہ ۱۸۹۲ء میں ک، ٹور اور ا، گارڈنر C.Torr and E.Gardner

باب ۳

سبب سے تشکیل اور خوبصورت وہ ظروف ہیں جو "وافیو کے پیالوں" کے نام سے منسوب ہیں ؎

غرض یہ ہے کہ میکے نائی میں بہت سی ایسی اشیا برآمد ہوئی ہیں جو دیگر حصص یونان میں بھی پائی گئی ہیں لیکن جنھیں نہ تو ایشیائی ہی کہا جا سکتا ہے نہ مصری۔ حال ہی بعض موریخوں نے نہایت شد و مد سے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ ان اشیا کا اسلوب محض دیسی ہے یعنی سامی النسل نہیں بلکہ ہند و یوروپی ہے؛ لیکن اس نظریے کا ہنوز خاطر خواہ ثبوت بہم نہیں پہنچا۔ ہمارے خیال میں اس ضمن میں بہترین استناج یہ ہوگا کہ یہ اس نہر تمدن کی ایک پیداوار ہے جو متواتر ایشیائے کوچک سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کے درمیان ایک مکالمہ چھپا تھا۔ اس امر کے Murray کی کتاب جیر Murray:Hand book کو دیکھنا چاہیے۔ میری رائے ہے کہ یہ تمدن دوریانیوں سے پہلے ہی رواج پا گیا ہوگا۔

لاہ ہلش ہوفر نے ان کے اور ہندوستانی اشیا کے درمیان ایک خاص مشابہت قائم کی ہے، لیکن یہ اس لیے ممکن نہیں کہ دونوں کے درمیان بہت بڑا تاریخی بُعد ہے۔ وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ جزائر میں بہت سے ایسے مجسمے پائے جاتے ہیں جن پر گھوڑوں کی شکلیں بنی ہوئی ہیں، لیکن یہ نہ تو دریائے فرات کے کنارے اور نہ مصر میں ملتے ہیں؛ یہاں کا بیان نسبتہً درست ہے، لیکن اس موقع پر بھی وہ کلیتہً حق پرست ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ خاص دریائے فرات کے کنارے ایک پردار گھوڑے کا مجسمہ برآمد ہوا ہے جس کی تصویر پیرو اور شپی اے (Perrot and Chiplez) نے اپنی کتاب جلد ۲ کے ۲۷۹ کے تحت دی ہے۔ اس کے برعکس ہلش ہوفر کا یہ قول کہ ہندی ڈمنیات میں گھوڑے کا بہت بڑا حصہ ہے بالکل درست ہے اور اس سے اس قسم کی مصنوعات کے ہند دیورپی ہونے کا پتا چلتا ہے۔ بہرحال اس امر کی بابت پیرو (جلد ۲ صفحہ ۶۰۱) کی رائے کا بھی مقابلہ کرنا چاہیے، اور ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ بہت سے اصولی دلائل آریائی نظریے کے خلاف بھی ہیں۔ ہلش ہوفر کے نزدیک فنون کی اس مخصوص نوع کا ارتقا جزیرہ کریٹ میں ہوا، اور اپنے نظریے کے ثبوت میں مفصلۂ ذیل دلائل پیش کرتا ہے:- بہت سے جزائری پتھر کریٹ میں پائے گئے ہیں، طلائی رکابیوں پر دریائی جانوروں کا جو نقشہ ہے

باب

جاری تھی اور جس کا منبع خواہ ایشیا کا مغربی ساحل ورنہ جزائر ایجلین میں تھا، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اُس کا جزوی منبع خاص یورپی یونان میں بھی ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس کا منقذ خاص میکینے نائی کو بھی کیوں نہ قرار دیا جائے۔ یہ تو یقینی امر ہے کہ نقاشوں نے وہاں بیٹھ کر ہی کام کیا ہوگا اس لیے کہ یہ ہرگز قرین قیاس نہیں کہ شیر دروازے کے بت کسی اور ملک سے بن کر آئے ہوں اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہاں کے متمول حکمرانوں نے ایشیائے کوچک سے ماہران فن کو بلا لیا ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ ترنز کی فصیل کی تعمیر لیکیہ کے کیکلوپس نے کی تھی جس سے ایشیائی اثر صاف عیاں ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب ایک دفعہ ایشیا کے کاریگروں نے آکر دیسیوں کو یہ طرز تعمیر بتا دیا تو پھر مزید کاریگروں کے آنے کی ضرورت پیش نہ آئی ہوگی اور اگر میکینے نائی کے طرز تعمیر میں ترنز سے کوئی ترقی نظر آتی ہے تو یہ قیاس بیجا نہیں کہ اس ترقی کے دینے والے خود دیسی ہی ہوں گے۔ بلاشبہ اورخومینوس کے خزانے کی چھت مصری نمونے کے مطابق بنائی گئی ہے، لیکن یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ سلیں بن کر مصر سے آئی ہوں، اور اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ خود اورخومینوس میں ہی ایسے نقاش موجود ہوں گے جنھوں نے یہیں بیٹھ کر انھیں تیار کیا ہوگا۔ اگر یہ طرز استدلال درست ہے تو پھر یہ بالکل ممکن ہے کہ چھوٹی چھوٹی اشیا بھی میکینے نائی میں ہی تیار کی گئی ہوں۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان لوگوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ ایشیائی طرز کی نقل اُتاریں بلکہ اس میں چند نئے عناصر کا بھی اضافہ کیا۔ ہمیں میکینے نائی کے شیروں سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فن کی ترقی ساحلی علاقوں میں ہوئی ہوگی، اور یہ امر واقعہ ہے کہ کریٹ اس فن میں مشہور ومعروف تھا۔ اس نظریے کے خلاف ہم مفصلہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:۔ یوریا، تالوس، منوتار وغیرہ سے پتا چلتا ہے کہ کریٹ پر سامی خیالات کا بہت بڑا اثر پڑا تھا اس لیے اگر ہم ہند ویورپی اصل کا نظریہ پیش کریں تو صریحی اور بدیہی دلائل کی ضرورت پڑے گی۔ اگر معمولی توجیہات سے ہی کام لیا گیا تو پھر رھوڈس کا نام بھی پیش کیا جا سکتا ہے جہاں حال ہی میں بہت سے ظروف برآمد ہوئے ہیں اور جہاں

باب۔ ایک جدید تخیل کا پتا چلتا ہے جو مشرقی نقاشوں سے بالکل ممتاز ہے: ان شیروں کی ساخت میں قدیم طرز سے گریز کیا گیا ہے۔ اشوریین تو اظہار قوت وجبروت کے لیئے اور مصر میں اظہار خوبروئی وحسن کے لیئے، سنگتراشوں نے اپنے مجسموں کی ساخت میں ایک خاص مبالغہ آمیزی سے کام لیا، لیکن یہاں یہ بالکل مفقود ہے اور اس کی بجائے ایک بالکل جدید قسم کی صنعت وکاری گری کی ابتدا نظر آتی ہے اسی طرح جہاں تک ہم رائے قائم کرسکتے ہیں امیکے نائی کے خزانے بھی اپنی طرز میں بالکل نرالے ہیں۔ ایشیا میں مقبروں پر مخروطی شکل کے تودے رکھ دیئے جاتے تھے

بقیۂ حاشیۂ صفحہ گزشتہ۔ تلمی نیس قوم آباد تھی جو دیودوروس (۵، ۵۵) کے نزدیک نقاشی میں کویٹی ولکتی لی سے زیادہ ماہر تھی۔ اس کے علاوہ یہ دریافت کرنا بے موقع نہو گا کہ وہ کونسے عناصر تھے جن کا کریٹیوں نے ہندیورپی فنی خصوصیات میں اضافہ کیا۔ ہمیں لازم ہے کہ ہم مفصلۂ ذیل امور کی طرف غور کریں:۔ جن طلائی رکابیوں پر سمندری جانوروں کی تصاویر کندہ تھیں وہ کریٹ میں دستیاب نہیں ہوئیں۔ اس جزیرے میں سونا نہیں پایا جاتا بلکہ اس کی ایشیائے کوچک سے برآمد ہوتی ہے، اور زیادہ قرین قیاس یہ ہوگا کہ طلائی اشیا ایشیائے کوچک میں ہی بنائی گئی ہوں گی۔ دریں صورت اس خاص فن اور جزائری پتھروں سے کسی نتیجے کا اخذ کرنا ایک تصویر خیالی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا؛ اور اگر تصویردار طلائی رکابیوں کا نکاس کریٹ سے نہیں ہوا تھا تو پھر یہ ثابت کرنے کے لیئے کہ اس فن کا منبع جزیرۂ کریٹ تھا وہ بالکل بیکار ہیں جو منقوش چھلے برآمد ہوئے ہیں اُن میں سے ایک پر ایک عورت کی تصویر ہے جو ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی نظر آتی ہے، اور اس میں ملش ہو فر کریٹی جھلک دیکھتا ہے! لیکن اس چھلے کی ساخت دوسرے چھلوں سے بہتر نہیں ہے، اور اگر یہ واقعی کریٹی صنعت کی مثال ہو بھی، بایںہمہ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ کریٹ میں فن نقاشی کو دیگر ممالک سے زیادہ ترقی ہوگی بلکہ جزائری پتھروں، اور بڑی بڑی طلائی انگوٹھیوں کا اسلوب تو بالکل بابلی معلوم ہوتا ہے۔ مقابلہ کیا جائے اسطوانی کے نقشے کا جو ہومل نے اپنی کتاب "تاریخ بابل واشور"، (برلن ۱۸۸۵ء) کے صفحہ ۱۴۳ پر دیا ہے۔ Hommel. Geschichte Babyloniens und Assyriens منقوش پتھروں کے لیئے مرے کا کتابچہ Murray: Handbook دیکھا جائے۔ اسکے علاوہ

باب ۸ ب

اور کسی جگہ اور خومینوس اور میکیے نائی کے سے تہ خانے نہیں پائے گئے - یہ ظاہر ہے کہ ان تہ خانوں کے تخیل کے ارتقا میں عرصۂ دراز درکار ہوا ہوگا، اور مدور مکانوں کی تعمیر سے پیشتر بہت سے پھاٹک، راستے اور جھکی ہوئی چھتوں والے مکان بنائے گئے ہوں گے - جزیرۂ یوبیہ میں کوہ اوخا پر ایک عمارت ہے جسے قدیم یونانی بتکدہ سمجھا جاتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی ابتدائی طرز تعمیر کا ایک نمونہ تھا - یہ چالیس فٹ طویل اور پچیس فٹ عریض ہے اور اس کی دیواروں کی اندرونی بلندی آٹھ فٹ ہے - اس کی چھت پر منحدب پتھروں کی سلیں ایک دوسری پر چنی ہوئی ہیں اور عین وسط میں ایک روشن دان اٹھارہ فٹ طویل اور ڈیڑھ فٹ عریض ہے - ظاہر ہے کہ اس قسم کے مکان اور میکیے نائی کے خزانوں کے درمیان بہت بڑا بُعد ہے اور اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ اسے ارض یورپ میں ہی عبور کرلیا گیا ہوگا[۱۱] تو ہمیں اسکا ثبوت مل جائیگا کہ اس برّاعظم کے باشندوں نے دیگر ممالک سے علیحدہ اپنی مخصوص طرز کی مصنوعات کی ساخت کی تھی ؛

تھوڑی سی پرواز تخیل سے ہم میکیے نائی اور اور خومینوس کے اعیان وکبار کی اس وقت کی زندگی کا نقشہ اتار سکتے ہیں جب یہ دونوں شہر اپنے عنفوان شباب پر تھے - زمانۂ حال کا ایک سیاح یہاں کی طرز تعمیر سے یہ معلوم کرسکتا ہے کہ ان شہروں کی فصیلیں مختلف عہدوں میں بنی ہیں - صدر دروازوں کے سامنے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - شلی ان اپنے مضمون میں جو ویسٹرمان کے دو رسالۂ ماہواری" Westermann : Monatsheften نومبر ۱۸۹۱ء میں چھپا ہے - ہند و یورپی نظریئے پر نہیں بلکہ مصری تعلقات پر زور دیتا ہے - ان بھونڈے چونیا پتھر کے مجسموں کیلئے جو جزیرۂ کیروس میں نکلے ہیں کیوہلر "روئداد انجمن آثار قدیمہ ایتھنز Kohler : Milth. D. D. Arch Inst. in Athen ۲۱۹ کا مطالعہ سود مند ہوگا ؛

۱۱ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ میکیے نائی کے فرماں روا خود اپنے میں کس قدر غیر یونانی عنصر سمجھتے تھے کیوہلر کا خیال قابل غور ہے کہ ان کی تہذیب وتمدن کی ابتدا کاریہ والوں سے ہوئی ہوگی، اور ہم اس کتاب کے ساتویں باب میں یہ دکھا چکے ہیں کہ یونانی تہذیب وتمدن میں ایک عنصر ضرور ایسا تھا

باب ۵

جہاں تہاں شاہی خاندان کے عظیم الشان مقبرے ہیں؛ میدانوں میں نوجوان گاڑی دوڑ میں منہمک نظر آتے ہیں؛ امرا کے مکانوں میں مصری اور فینیقی وضع کے رنگ برنگ کے پتھروں کی مرصع کاری ہو رہی ہے اور وہ کمرہ جہاں سامان تعیش رکھا ہے تانبے کے برتنوں سے سجا ہوا ہے۔ میلوں کے موقع پر مرد مسلح نظر آتے ہیں؛ اُن کے پرتلوں میں زرکار تلواریں پڑی ہیں جو زمانہ مابعد کی نشأۃ جدیدہ کی زرکاری کا مقابلہ کرتی ہیں، اور عورتوں کے سروں پر، گلوں اور باہنوں میں قیمتی اور خوبصورت زیورات اُن کے حسن کو دوبالا کر رہے ہیں۔ جب کسی کی دعوت ہوتی ہے تو مہمان کے سامنے چاندی سونے کے پیالے رکھے جاتے ہیں جنھیں فینیقی ملاحوں سے حال ہی میں خرید لیا گیا ہے یا جو پچھلی لڑائی میں میزبان کو بطور مال غنیمت ہاتھ لگے تھے۔ زنانہ کمروں میں بیش بہا چھوٹی چھوٹی اشیا رکھی ہیں؛ یہاں شتر مرغ کا انڈا جس پر بیش قرار سنگین کام کیا ہوا ہے، وہاں صنوبر کا ایک بکس جس میں منقوش پتھر، سونے کی انگوٹھیاں اور عنبر کے دانے رکھے ہیں۔ ہر جگہ یہی کوشش کی گئی ہے کہ حسن و زینت کا اضافہ کیا جائے؛

حاصل کلام یہ ہے کہ میسکے نائی اور اورخومینوس میمفیس اور بابل، صور، شام اور ایشیائے کوچک کی مصنوعات کی نقل اُتارتے ہیں لیکن اسمیر بھی اپنی جدت طرازی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے؛

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ سے کاریہ کے ساتھ منسوب کرنا چاہیے۔ لیکن کاریہ سے متعلق جو مفروضہ ہے اسے پرسی گارڈنر نے اپنے "ابواب جدید" صفحہ ۸۶ میں کامیابی کے ساتھ مسترد کر دیا ہے؛

باب پنجم

یونان پر دیگر ممالک کے اثرات

مصر و فنیقیہ

تہذیب و تمدن کے ابتدائی مدارج کے لیئے یونانی ایشیا کے اور ایک حد تک مصر کے مرہون منت ہیں، چونکہ ان میں سے ایشیا اور یونان کے باہمی تعلقات مسلسل رہے اس لیئے ممکن ہے کہ یہاں ایشیائی تہذیب بغیر کسی واسطے کے رائج ہوئی ہو، اس لیئے گو اشور کی تہذیب و تمدن کا یونان پر فنیقیہ اور ایشیائے کوچک کے ذریعے سے اثر پڑ سکتا تھا، لیکن مصر کے تعلقات میں فنیقیہ کا واسطہ کم و بیش لابد اور لازمی تھا۔

اگر تاریخ مصر کے بعض واقعات کی تاویل صحیح کی گئی ہے تو ہمارے پاس مصر و یونان کے باہمی تعلقات کا ذخیرہ بہت کافی ہونا چاہیئے اس لیئے کہ اس تاویل کے مطابق سنہ ۱۴۰۰ ق م سے پیشتر ہی سے یونانی اقوام نے مصر کی لڑائیوں میں شرکت شروع کر دی تھی۔[1]

---

[1] مصر میں اکائیائیوں کی موجودگی کے لیئے ا، مے یر: "تاریخ قدیمہ" ج ۱، ص ۱۹۴، ۲۳۴، ۲۶۰، ۲۶۳، ۲۲۴، ۲۲ (E. Meyer : G. D. Alt.)۔ مے یر کو اس کا یقین ہے کہ پندرھویں صدی ق م میں مصر کو یونانی جزیروں پر سیادت حاصل تھی اور بارھویں صدی ق م میں داناؤ سیون نے مصر کی طرف ایک مہم روانہ کی تھی۔ روژے اور شابا (Rougé & Chabas) کی رائے کے خلاف ویڈے مان (Wiedemann) اور ایک حد تک برگش (Brugsch)

باب ۵

شاہستی اول کے زمانے میں (جب در اصل اُس کا بیٹا رام سیس دوم ہی حکومت کر رہا تھا)، مصر پر لیبیہ والوں اور اُن کے حلیفوں نے جن کے نام شردانا، اور تولشا دیئے ہوئے ہیں، حملہ کیا؛ ان دونوں قوموں کو سارڈینی اور ترھینی سمجھا جاتا ہے۔ مصر و یونان کے تعلقات میں اس سے بھی زیادہ یگانگت اس مہم کی وجہ سے ہوئی جو رام سیس دوم نے اپنی تخت نشینی کے بعد حطیوں کے خلاف سر کی۔ اس قوم کے ساتھ دیگر اقوام یعنی دردانا، ماسو، پداسا، اور یے ونا اور لیکا کا بھی نام آتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ دردانا اصل میں تروپانی یا اُن کے ہم نسل اور یے ونّا ایونیانی ہیں؛ اور پداسا سے پیداسوس کی یاد تازہ ہوتی ہے جو جنوبی ایشیائے کوچک سے ایک شہر کا نام ہے؛ اسی طرح لیکا سے باشندگان لیکیہ، ماسو سے باشندگان میزیہ کا خیال دل میں آتا ہے۔ اگر یہ تاویلیں درست ہیں تو یہاں ہم ایشیائے کوچک کی اقوام کے ایک بہت بڑے اتحاد عمل سے دوبدو ہوتے ہیں جن میں سے بعض سے یونانیوں کا نہایت قریب کا رشتہ تھا۔ رام سیس دوم کے بعد منفتا تخت مصر پر جلوہ افروز ہوا اور اُس کے عہد حکومت میں اور بہت سی قوموں نے مصر پر حملہ کیا اور انھیں بھی شکست ہوئی؛ ان کے نام ترشا، شاردانا اور لیکا کے علاوہ جن سے مصری پہلے سے واقف تھے۔ شاکلشا اور اکائی واشا (یعنی صقالی اور اکائیائی) تھے۔ اس طرح گویا ان اقوام کا تیرھویں صدی ق م میں مصر میں انھیں ناموں سے پتا چلتا ہے جن سے وہ اپنی تاریخ کے ابتدائی زریں زمانے میں مخاطب کئے جاتے تھے۔ تیرھویں صدی ق م میں مصر کے انیسویں خاندان شاہی کے سب سے ذی اثر بادشاہ یعنی رام سیس سوم کے عہد میں شمالی آخری مرتبہ مصر پر حملہ آور ہوتے ہیں؛ اس حملے میں ہمارے سامنے نئے نئے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ کا یہ خیال نہیں ہے کہ یہ بحری قوم در اصل یونانی ہی تھی، اور ممکن ہے کہ ان اقوام میں ایک بھی ایسی قوم نہ ہو جو یورپ میں آباد ہو۔ اس مسئلے کی سب سے مکمل تحقیقات و، م، میولر (W. M. Muller) نے کی ہے جس کا اقتباس اس کتاب کے باب ۷، حاشیہ ۲ میں دیا ہوا ہے، نیز میولر کی کتاب کے ابواب ۲۷ و ۲۸ کا بھی مطالعہ کیا جائے۔

نام آتے ہیں یعنی تُرشا، لیکا اور شاکلُشا کے ساتھ یوُلستا، جکّارو اور باب ۹
داؤنا وا نظر آتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا جکّارو، توگری
اور داؤنا، ادانا وُسی ہیں؟ یہ قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے کہ داؤنا وا
دانا وُسی ہی تھے اور ممکن ہے کہ دانا وُسی اٹھارھویں خاندانِ شاہی کے
زمانے میں بھی شاہ توتمیس کے عہد میں پھر مصر سے جنگ آزما ہوئے، اسلیئے
وہ گویا پندرھویں صدی ق م سے بارھویں صدی ق م تک مصر کے مدِ مقابل
بنے رہے لیکن شومیِ قسمت سے یہ سب تاویلیں تاحال متنازعہ فیہ اور مشکوک ہیں۔[۲]

اگر بالفرض یونانی اُس زمانے میں مصر گئے ہوں تو بھی یہ ممکن نہیں کہ انھوں
نے وہیں مصریوں کی تہذیب و تمدن سے واقفیت بھی حاصل کی ہو اور پھر اسے
یونان میں خود ہی رائج کیا ہو، بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس تمدن نے کسی اور طرح رواج
پایا ہوگا۔ اس زمانے کے اکثر مورخوں کی یہ رائے ہے کہ مصری تمدن کا اثر ایک
دوسری قوم نے یونان میں پہنچایا جس کا نام قوم خطی تھا اور جو عرصہ دراز تک مغربی
ایشیا میں برسرِ اقتدار رہی۔[۳] لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بالفرض اگر اسی قوم نے ایرانیوں

۲ـ توتمیس سوم کے زمانے میں دانا وُسیوں کا حملہ: ماسپرو کی "تاریخ مشرق قدیم"، ۲۸۷ (Maspero : H. d. l'anc. Or.) لیتوُرمان کا خیال ہے کہ رام سیس سوم کے خلاف بحیرہ روم کی اقوام کی جو ایک لیگ قائم ہوئی تھی وہ در اصل کریٹ کی سیادت بحری ہی تھی، دونوں میں سسلی کا شمول بیان کیا جاتا ہے۔ "ابتدائے تمدن"، ۲، ۲۹۶/۲۹۸ (Anfänge D. Kultur)۔

۳ـ خطیوں کے لیے مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ کیا جائے: ۔ا، ھ، سیس: "خطیوں کی یادگاریں" (روئدادِ انجمن آثار انجیلیہ، جلد ۷، (۲) ۱۸۸۱ء) (A. H. Sayce : The Monuments of the Hittites ; Transactions of the Soc. of Bibl. Archaeol., VII(2)1811)؛ ہیروڈوٹس: ازمنۂ قدیمہ کی مشرقی سلطنتیں جلد ۱ تا ۳، لندن ۱۸۸۳ء: ایڈوارڈ مے یر: تاریخ قدیمہ (E. Mayer G. D. A.) ۱، ۲۵۰ وغیرہ، ۲۵۵/۲۵۸، ۲۶۳/۲۶۶؛ و، رائٹ: "سلطنت خطیان"

باب ۹ پر ایک زبردست اثر ڈالا ہو، باایں ہمہ اس میں بھی شبہہ نہیں کہ فنیقیوں سے بھی اس کو بہت بڑی تقویت پہنچی ہوگی ؛

جو عظمت تاریخ یونان میں فنیقیوں کو حاصل ہے اُس کا اندازہ کرنا آسان کام نہیں۔ اس تحقیقات سے جو حال میں فنیقیوں کے متعلق ہوئی ہے اُن کے عام خصائل کا سرسری اندازہ ہو گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہاز رانوں کی ایک قوم تھی جسے بلدی سواراج حاصل تھا، اور اس قسم کی خصوصیات میں وہ گویا یونانیوں کے پیش رو تھے۔ اُن کا مذہب اور اُن کی زبان سامی الاصل تھی، اور جہاں تک فنون لطیفہ کا تعلق ہے وہ دیگر اقوام خصوصاً اہل مصر اور دریائے فرات کے کناروں پر رہنے والوں کے محتاج و دست نگر تھے لیکن اپنی قابلیت اور علم کو دوسری قوموں میں رواج دینے کا خاص ملکہ حاصل تھا، یہاں تک کہ یہودیوں کو بھی اُن کی اس خصوصیت کا تجربہ ہو چکا تھا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کے خالص تمدن کے آثار کا مطلق وجود نہیں، بلکہ جو کچھ واقفیت ہمیں فنیقیوں کی بابت حاصل ہوئی ہے اس کا ماخذ فنیقیہ کا مختصر رقبہ نہیں بلکہ دیگر ممالک ہیں، اور یہ لازمی ہے کہ ان آثار پر خود ان ممالک کے اثرات پڑے ہوں گے جہاں وہ پائے گئے ہیں۔ الغرض ہماری معلومات کی بنا ایک حد تک صرف قیاس پر مبنی کہی جا سکتی ہے؛ بدیں سبب یونان میں بھی یہ امتیاز دشوار ہے کہ تمدن کے کس جزو پر خالص فنیقی اثر پڑا ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس امر کے متعلق متقدمین کی کیا رائے تھی ؛

فنیقیوں نے سرزمین یونان میں جو نوآبادیاں قائم کیں اُن کے متعلق بیشتر معلومات کا ماخذ وہ افسانے ہیں جو کادموس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔[۵]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (W. Wright: The Empire of the Hettites) لندن ۱۸۸۴ء۔ ہیولر نے اپنی کتاب کے چھبیسویں باب میں اس عظمت کو بالکل گھٹا دیا ہے جو اس قوم کو دی جاتی تھی۔

۵ فنیقیوں کی یونانی نوآبادیوں کے متعلق موورز کی کتاب "فنیقیان" (Movers: Phoenicier) اور لینورمان کی کتاب "تمدن ہائے قدیمہ" (Lenormant:

باب ۹

جب زیوس دیوتا یوروپا کو اپنے ساتھ بھگا لے گیا تو اَگے نور نے اپنے بیٹوں یعنی کاڈموس، تھاسوس اور کلکس کو اُس کی تلاش میں روانہ کیا۔ ان میں سے کلکس تو کلکیہ میں اور تھاسوس اپنے ہمنام جزیرے میں رہ پڑا لیکن کاڈموس پہلے تو کریٹ گیا اور وہاں سے رھوڈس، تھےرا، میلوس ہوتا ہوا تھریس پہنچا جہاں پان گائی کی کانیں کھود کر وہ وہاں سے یوروپا کا حال دریافت کرنے ڈیلفی گیا۔ ڈیلفی کے کاہنوں نے اُسے یہ صلاح دی کہ مزید جستجو بیکار ہے اور ہدایت کی کہ فلاں گائے کے پیچھے چلے جاؤ اور جہاں کہیں وہ بیٹھ جائے اسی جگہ کو اپنا مسکن بنالو؛ وہ گائے اُس جگہ بیٹھی جہاں زمانۂ مابعد میں بیوتیہ کا شہر تھیبز آباد ہوا اور اسطرح اس مقام پر ایک فنیقی نوآبادی کی بنیاد پڑی۔ تھیبز سے اُسے پن تھیوس نے نکال دیا اور چاروناچار اُسے ایک اور ملک کو جانا پڑا جس کا نام اُس کے بیٹے الیریوس کے نام پر الیریہ پڑ گیا اور اسی مقام پر اُس کا انتقال ہوا۔

اگر ہم صرف ان بیانات پر تکیہ کریں تو ہم کسی طرح کاڈموس کی ان صحرا نوردیوں سے یہ استدلال نہیں کر سکتے کہ فنیقیوں نے سرزمین یونان پر بتدریج نوآبادیاں قائم کی ہوں گی اس لیے کہ ہم کو یہ معلوم نہیں کہ اس افسانے میں سے کسقدر وضعی ہے اور کتنا حقیقت پر مبنی۔ اگر بالفرض کاڈموس کا وطن الیریہ ہی تھا اور اُس کا ایک بیٹا الیریوس نامی بھی تھا تو محض ان واقعات سے یہ نتیجہ نہیں اخذ کیا جا سکتا کہ الیریہ میں بالضرور ایک فنیقی نوآبادی ہوگی؛ اس کے علاوہ اور حالات بھی معلوم ہونے چاہئیں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ Premieres civilizations) جلد ۲ صفحہ ۲۲۳/۳۰۹ دیکھی جائیں۔ فنیقی زندگی کا ایک نہایت عمدہ سلسلہ وار مرقع جو پیرو وشی پی اے کے تجربہ کار قلم کا نتیجہ ہے ان کی کتاب "تاریخ فنون لطیفہ بہ زمانۂ قدیم" (Perrot et Chipiez: (Histoire de L.ort dans L.antiquite) جلد سوم، پیرس ۱۸۸۵ء میں ملیگا۔

۵ الیریوس ولد کاڈموس، اپولو دوروس ۳، ۵، ۴۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں اس تاریخی مواد کا ضرور لحاظ کرنا چاہیئے جو اوبرہومر نے اپنی کتاب "اکارنانیہ میں فنیقی قوم" (Oberhummer: Phoenicier in Akarnanien) (میونخ ۱۸۸۲ء) میں درج کیا ہے۔

باب ۵

جن کی بنا پر یہ استدلال کیا جا سکے کہ جن مقامات پر کاڈموس گیا وہاں فینیقی آثار باقی ہیں؛ بغیر ان آثار کے ہم ان مقامات پر فینیقی نوآبادیوں کے وجود کو تسلیم نہیں کر سکتے؛

بالفعل مناسب ہے کہ ہم جزیرۂ کریٹ کو نظر انداز کر دیں، جہاں سے کاڈموس رھوڈس آتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس جزیرے کے باشندے ہیلیوس کی اولاد سے تھے جنھیں فینیقیوں نے مغلوب کر کے اپنا ماتحت بنا لیا تھا۔[۵۶] زمانۂ مابعد میں فینیقیوں کو کاریہ والوں نے شکست دی اور موخرالذکر کو دوریانیوں نے اپنا محکوم کر لیا، لیکن جب دوریانی اس جزیرے پر لنگر انداز ہوئے تو اُس وقت بھی یالی سوس کے قلعے میں فینیقی سپاہی موجود تھے اور دوریانی اُنھیں ایک چال چلے بغیر مغلوب نہ کر سکے۔ یہ فینیقی عنصر عرصۂ دراز تک خاص طور پر اہم رہا اور زمانۂ مابعد میں بھی اسی نسل کے لوگ پجاریوں کے طبقے میں خصوصیت کے ساتھ پائے جاتے تھے؛

کاڈموس رھوڈس سے تھے راد (کالستے) گیا جہاں اُس نے میمبلیاروس[۵۷] کو مع چند اور ساتھیوں کے چھوڑ دیا۔ لیکن ہمیں دیگر ذرائع سے معلوم ہے کہ فینیقی تھے را میں اس کے علاوہ دوسرے راستوں سے بھی داخل

---

۵۶ رھوڈس کے لیے مطالعہ کیا جائے کونون "بیان" (Conon: narrs)؛ اژگیاس جس کا اقتباس اتھنایوس ۸، ۳۶۰ وغیرہ میں دیا ہوا ہے؛ دیودوروس ۵، ۵۸۔ زالتسمان (Salzman) کی جزیرۂ رھوڈس (خصوصاً کامی روس اور یالی سوس) کی کھدائیوں کے نتائج کا ایک حصہ عجائب خانۂ برطانیہ میں ہے۔

۵۷ تھے را، ہیئوسائتاس ۳، ۱، ۷، ۸۔ میمبلیاروس پوئے کیلیس کا بیٹا تھا۔ سین کیل (Synkell) (۲۹۹) کی رائے ہے کہ تھے را میں فینیقیوں نے اپنی نوآبادیاں پانچویں صدی ق م میں قائم کیں۔ مقابلہ کیا جائے شٹفت بائی زنطیوس: "آنافے و میمبلیاروس" (St. Byz: Anaphe and Membl.) راس کولومبوس واقع تھے را میں جو فینیقی قبریں ہیں اُن کے لیے لینوزمان کی کتاب صفحہ ۲۴۹ دیکھی جائے۔

باب ۹

ہوئے تھے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ان کے تھے را پہنچنے سے پہلے اس جزیرے کے آتش فشاں پہاڑ کی سب سے بلند چوٹی کے منہدم ہوجانے سے وہاں کی آبادی تباہ و برباد ہو گئی تھی، اور ہیرو سانیاس کا بیان ہے کہ جب تھے راس (جسے وہ کاڈموس کی نسل سے بتاتا ہے) جنگ ٹروائے کے ایک سو دس سال بعد اس جزیرے میں پہنچا تو وہاں اُسے ایک فینیقی آبادی ملی۔ بدیں سبب اُس نے اپنا مسکن اس جزیرے کو قرار دیا۔

جزیرہ میلوس کے شہر میلوس میں بھی جو تھے را کے قریب ہی واقع ہے ایک فینیقی نو آبادی تھی۔[۸]

کاڈموس نے تھے را سے بحیرۂ ایجین کے شمال کی طرف رخ کیا اور وہاں سے وہ تھریسی ساحل پہنچا جس کے قریب جزیرہ تھاسوس پر اس کے بھائی نے قبضہ کر لیا۔ زمانۂ قدیم میں یہ امر مسلمہ سمجھا جاتا تھا کہ تھاسوس میں ضرور ایک فینیقی نو آبادی تھی، ہرقل کی وہاں خاص طور سے عزت کی جاتی تھی یعنی اُس کا اور خدائے صور کا ایک ہی رتبہ تھا۔ فینیقیوں نے اس جزیرے میں صرف سونے کی کانوں کی وجہ سے نو آبادیاں قائم کیں جن کی ہیروڈوٹس بہت تعریف کرتا ہے۔[۹]

ممکن ہے کہ جزیرہ ساموتھریس پر فینیقی قبضہ ہونے کی وجہ سے کابیری دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہو۔[۱۰] تھریسی ساحل پر کسی قسم کے آثار دستیاب نہیں ہوئے ہیں، لیکن چونکہ افسانوں میں یہ مذکور ہے کہ کاڈموس نے کوہ پنگائیوس کی کانیں[۱۱] کھودیں اس لیے ہم یہ باور کرنے میں حق بجانب ہیں کہ یہاں ایک فینیقی نو آبادی

---

[۸] میلوس کے لیے شنت بائی زنطیوس کی کتاب "میلوس" کا مطالعہ کیا جائے۔

[۹] ہیروڈوٹس ۶، ۴۷ و ۲، ۴۴۔

[۱۰] ساموتھریس :- دیودوروس ۵، ۴۸۔

[۱۱] پنگائیوس کی سونے کی کانوں کی بابت کالس تھنیس کا بیان جس کا اقتباس اِسٹرابو ۱۴، ۶۸۰ اور پلی نی ۷، ۱۹۷ کا مطالعہ کیا جائے۔

موجود تھی:

تھصبز کی نوآبادی کی طرف رخ کرنے سے پہلے ہم یونان میں ان اثرات کا ذکر کریں گے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فنیقی وہاں آکر آباد ہوئے۔ یہاں دو مختلف زاویہ ہائے نگاہ کا تذکرہ لازمی ہے اگر کسی خاص طرز عبادت یا کسی خاص مقام کے نام سے اسکے فنیقی الاصل ہونے کا قرینہ ہو تو ظن غالب ہے کہ وہاں فنیقی آبادی ہوگی۔ لیکن اس استدلال میں بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے اس لیئے کہ طرز عبادت کی ہر ایک مماثلت سے کسی قوم کی نوآبادی کا وجود لازمی قرار نہیں دیا جاسکتا؛ ساتھ ہی ہمیں یہ امر نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ یونان میں جو کچھ سامی ادارات ملتے ہیں وہ سبکے سب بالالتزام ان فنیقیوں کی یادگار نہیں ہیں جو وہاں آکر آباد ہو گئے تھے:

ہر ایک امر سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ جزیرہ کی تھرا میں جو لقونیہ کے جنوب میں واقع ہے کسی زمانے میں ایک فنیقی نوآبادی ہوگی؛ خود یونانی دینیات میں کی تھیروس کو فی نکس[۱۲] کا بیٹا قرار دیا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین کا بھی یہی خیال تھا۔ اس جزیرے کی ام الارباب افرودیت تھی جس کی پوجا کا رواج یہاں سے ہر چہار طرف پھیل گیا۔ ہمیں فنیقی مستعمری کی اصل وجہ بھی معلوم ہے؛ فنیقیوں کو ارغوانی رنگ کے لیئے ایک خاص خولدار مچھلی کی ضرورت تھی جو اس جزیرے کے ہر چہار طرف بکثرت پائی جاتی تھی اور آج بھی ایسی ارغوانی مچھلی کی سیپ کے تودے کیتھرا اور گی تھیوم کے ساحل کے قریب ملتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ مغرب اور مشرق کی عین شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے یہ جزیرہ بحری تجارت کے لیئے نہایت اہم ہوگا

طوسی ویدش کا بیان ہے کہ ایجین کے بہت سے جزیروں میں یہ قوم آباد تھی،[۱۳]

[۱۲] شٹنت بی زانطیوس: "کی تھرا" طوسی ویدش (۴، ۵۳) سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ۴۲۴ ق م کے بعید زمانے تک میں کی تھرا اور مصر و لیبیہ کے درمیان تجارت کا سلسلہ قائم تھا:

[۱۳] طوسی ویدش ۱، ۸۔

باب ۹

اور علاوہ ان مقامات کے جن کی تفصیل اوپر درج کی گئی ہے، دیگر جزائر بھی شمار کیے جا سکتے ہیں جو خاص طور پر اُن کے آثار سے مملو ہیں۔ ظن غالب ہے کہ انھوں نے لفسی، اور گوس اور گیاروس پر بھی (کی تھرا) کی طرح ارغوانی سیپ کے ہی لیے قبضہ کیا ہوگا اور اُنھوں نے ہی سب سے پہلے جزیرہ سِفنوس میں کانیں کھودی ہوں گی؛ نیز جس طرح اُنھوں نے کتھیرا میں فن بافندگی کو رواج دیا اسی طرح جزائر گوس اور اموڑگوس کے کپڑے کی صنعت بھی یقیناً فنیقیوں کی ہی مرہون منت ہوگی۔[۱۴]

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ مخصوص ارض یونان پر کہاں کہاں فنیقی نوآبادیاں واقع تھیں۔ یہاں ہماری رہبری صرف مقامی ناموں اور طرز عبادت سے ہوتی ہے۔ لقونیہ میں افرودیت کی پوجا اور عید ہیاکنتھیا کی بہت وقعت تھی؛ موخرالذکر ہیاکنتھوس سے منسوب ہے جسکے اور ادونس کے درمیان مماثلت ہونے کی وجہ سے فنیقی اثر صاف ظاہر ہے، گو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فنیقی بالضرور سرزمین یونان پر آباد ہوئے ہوں گے۔ لیکن چونکہ خاکنائے کورنتھ پر افرودیت اور میلی کرتیس کی پوجا کی جاتی تھی اور یہ تجارتی اعتبار سے بھی نہایت اہم مقام تھا اس لیے ہمیں یہ فرض کر لینا پڑے گا کہ یہاں فنیقی ضرور آباد ہوئے ہوں گے۔ ہیگارا کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں مینوا ہے، اس کے اور سالامس کے نام سے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے کہ یہاں بھی فنیقی آکر آباد ہو گئے تھے۔[۱۵] اسی طرح سرزمین اٹیکا کے بعض ناموں سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہاں فنیقی نوآبادیاں موجود تھیں لیکن یہ ابھی تک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا؛ مثلاً یہ تو امر واقعی ہے کہ جزیرہ مالٹا کسی زمانے میں فنیقیوں کے قبضے میں تھا، اب اتھنز کے ایک محلے کا نام بھی ملیتے ہے؛ اسی طرح ماراتھون کے نام سے بھی فنیقی اثر کا پتا چلتا ہے، اور یہیں ہرقل کی بھی پوجا ہوتی تھی جو ممکن ہے کہ ملکارث ہی کا دوسرا نام ہو۔[۱۶] ہم سنتے ہیں کہ پوسیدن سے

۱۴ھ گوس اور اموڑگوس کے لیے لینورمان ۲، ۲۷۶ کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۵ھ ہاگیوس گیورگوس کے چھوٹے سے جزیرے پر جو سالامس اور اٹیکا کے درمیان واقع ہے، لامیروس کے تودے سے ارغوانی رنگ کی سیپیاں دستیاب ہوئی ہیں۔

۱۶ھ درانحالیکہ زمانۂ حال کے مورخ فنیقی آبادکاری اٹیکا کا (خصوصاً آبادکاری اتھنز) کو بطور ایک

باب ۹

فینیقی مار اکھوں آئے جس پر کادموس کے ساتھیوں کا قبضہ ہوگیا۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یوبیہ کا نام اصل میں ماکرس اور پورفیرا تھا، ان میں سے ماکرس تو گویا ملکارث کی ہی بگڑی ہوئی شکل ہے اور پورفیرا اُس ارغوانی نام سے مشتق ہے جسے فینیقی تیار کرتے تھے۔ اسی طرح ستیرا کے متعلق بھی۔ جو ایک یوبیائی شہر تھا، یہ کہا جاتا ہے کہ دراصل استارتے سے تعلق تھا اور اس سے فینیقی آبادکاری کی جھلک پائی جاتی ہے۔ بدیں وجوہ ظن غالب یہ ہے کہ فینیقی یوبیہ میں آکر آباد ہوئے اور اگر اسے باور کیا جائے تو یہ امر بھی خلاف قیاس نہیں ہے کہ تھبز میں بھی اُن کی کوئی بستی ہوئی۔

شہر تھبز ایک زرخیز ضلع میں واقع ہے جو جھیل کوپائس کے جنوب میں ہے؛ اس مقام کے قریب ہی پہاڑیوں کا ایک زنجیرہ ہے جس کا نام فینیقیوم تھا اور شہر کا قلعہ ہمیشہ سے کادمیا کہلاتا تھا۔ شہر کی چاروں طرف ڈرکے اور اسمینوس نامی ندیاں دور کرتی ہیں، جن میں سے آخرالذکر اشمون کی بگڑی ہوئی شکل خیال کی جاتی ہے جو ایک فینیقی دیوتا کا نام تھا۔ شہر کے نزدیک کابئیری کا تبکدہ ہے جو غالباً فینیقی دیبیاں تھیں۔ خود ہرقل تھبز کا باشندہ تھا لہذا ممکن ہے کہ وہ اور ملکارث ایک ہی شخصیت کے نام ہوں۔ شہر کے سات دروازے بھی سامی الاصل بتائے جاتے ہیں[1] اور یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ وہ سات سیاروں اور انکے مخصوص معبودوں کے نام سے معنون کئے گئے تھے۔ تھبز کی افسانہ آمیز تاریخ سے اس طویل تنازعہ کا پتا چلتا ہے جو بہت عرصے تک تھبزیوں اور فینیقیوں کے درمیان

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ امر واقعہ کے تسلیم کرلیتے ہیں (دک) واخسموتھ: "زمانہ قدیم میں شہر ایتھنز"، جلد ۱، لائپزگ ۱۸۷۴ء (C. Wachsmuth: Die Stadt Athens in Alterthums) فون ولاموو تز میولینڈورف اس کی مخالفت کرتا ہے۔ ستر ابو ۱۰، ۷، ۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کادموس یوبیہ گیا ہے تو اس کے ساتھ عرب بھی تھے۔

(۱) جے۔ برانڈس: تھبز کے سات دروازوں کی اہمیت (J. Brandis. Die Bedeutung der Sieben Thore Thebens) رسالہ ہرمیس جلد ۲۔

باب ۹

بر پا رہا۔ اس کے مطابق کادموس کے بعد ایک دیسی باشندہ پن تھیوس بعد ازیں کادموسی پولی دوروس اور پولی دوروس کے بعد ایک تیسرا شخص نکتیوس جسے دونوں خاندانوں کا دشمن بتایا جاتا ہے برسر اقتدار ہوتا ہے۔ نکتیوس کے بعد لبد اکوس ولد پولی دوروس اور پھر تھبزی لیکیوس اور اُس کی اولاد امفیون اور لیتھوس سریر آرائے حکومت ہوتے ہیں۔ لیتھوس کے بعد لبد اکوس کے جانشین لائیوس کا نام ہمارے سامنے آتا ہے۔[۱]

ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر خلاف قیاس نہیں ہے کہ تھبز میں کسی زمانے میں ایک فنیقی نوآبادی ہوگی، لیکن اس نظریے کے خلاف ہمیں ایک اشکال سے دوچار ہونا پڑتا ہے وہ یہ کہ فنیقی فطرۃً تجار اور کاریگر تھے، پھر وہ ساحل سے دور اندرون ملک میں آکر کیوں آباد ہوئے۔ دیگر مقامات پر جو آبادی اُنھوں نے کی اُس کے اسباب ظاہر ہیں، یہاں ماہی گیری، وہاں کان کنی، تیسری جگہ تجارت، یہی سب چیزیں فنیقیوں کو اپنی طرف کھینچتی تھیں۔ ان میں سے صرف تجارت ہی ایک ایسی چیز تھی جس کی وجہ سے یہ قوم تھبز آکر آباد ہوئی ہوگی۔ لیکن پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُنھیں ساحل سے اس قدر دور جانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس قابل لحاظ امر کی ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ جو لوگ تھبز آکر بسے وہ فنیقی نہیں بلکہ سامی الاصل کاشتکار تھے، اور ممکن ہے کہ وہ تارکان وطن کنعانی ہوں جنھیں بیوتیہ میں اپنی پسند کی اراضی کاشت کو مل گئی ہو[۲]۔ اس سلسلے میں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ

---

[۱] لینورمان اپنی کتاب "ابتدائی تمدن" (Lenormant: Premieres Civilisations) جلد ۲، ۲۸۵ میں یہ بتاتا ہے کہ تھبزی قصوں میں یونانیت اور مشرقیت کے باہمی جھگڑوں کی جھلک پائی جاتی ہے۔

[۲] کاشتکار کنعانیوں کو سولھویں صدی ق م میں بنی اسرائیل حملہ آوروں نے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا تھا اور وہ لینورمان کے نزدیک بیوتیہ میں آکر آباد ہو گئے تھے "ابتدائی تمدن" (۲، ۲۹۸)۔

باب ۹

یہ مقام شمالی و جنوبی بیوتیہ اور مغربی و مشرقی سمندر کی شاہراہ کے عین وسط میں واقع تھا اور جس طرح اُن اقوام کے لیے جو یوری پوس پر قابض ہو گئے ہوں اور جن کا مقصد خلیج کورنتھ سے تجارتی تعلقات پیدا کرنا ہو۔ کورنتھ کی جو اہمیت تھی اسی قسم کی اہمیت تھیبز کو بھی حاصل تھی[۱۹]۔

واضح ہو کہ اس امر پر کسی نے اس وقت تک زور نہیں دیا[۲۰]۔ اور اس کی بنا پر ہمارے نزدیک شہر تھیبز میں ایک فنیقی نو آبادی کا وجود خلاف قیاس نہیں ہے۔

خود یونانیوں کا خیال تھا کہ اُن کے تمدن کے جدید اجزا مثلاً دیونی سوس کی پوجا[۲۱]، دھاتوں اور پتھر کی کان کنی[۲۲] اور حروف ہجی کا استعمال، یہ سب کادموس (یعنی فنیقیوں) نے رائج کیے تھے۔ اس آخری امر یعنی حروف تہجی کا دیگر امور سے امتیاز کرنا لازمی ہے۔ یہ امر واقعی ہے کہ آٹھویں صدی ق م سے پیشتر یونان میں حروف تہجی کے وجود کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا اور سب سے پہلے ان کے آثار جزیرۂ کریٹ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ در اصل فنیقی حروف کی ہی بدلی ہوئی شکلیں ہیں تو یہ تبدیلی آٹھویں صدی ق م سے پیشتر ہی ہو گئی ہو گی اور

---

[۱۹] الفوروس نے جس کا اقتباس سترابو نے دیا ہے اس پر زور دیا ہے کہ بیوتیہ تین طرف سمندر سے گھرا ہوا ہے۔

[۲۰] ہیروڈوٹس ۲، ۴۹۔

[۲۱] پلینی (۷، ۱۹۵) پتھر کی کانوں کی ابتدا فنیقیوں کی طرف منسوب کرتا ہے۔ فنیقیوں نے پتھر کے مکانات بنانا اور پہاڑوں کے اطراف کو روشوں کی شکل میں تبدیل کرنا یونانیوں کو سکھایا تھا اور اپنے وطن میں اُنھوں نے اس فن کو اس قدر ترقی دی تھی کہ وہ چٹانوں کو کھوکھلا کر کے مکانات اور قلعہ جات بناتے تھے۔ ساتھ ہی ہمیں یہ امر بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ اس طرح چٹانوں اور پتھر سے اٹلیان لیکیہ بھی اپنے مفید مطلب کام نکالتے تھے اور لیکیہ کا جو اثر یونان پر پڑا وہ مسلمہ ہے اور اس پر افسانے اور علمی شہادتیں دونوں متفق ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ فن لیکیہ نے فنیقیہ والوں ہی سے سیکھا؟ اس کا جواب غالباً نفی میں ہو گا اور ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں گے کہ اس ضمن میں جو اثر یونان پر فنیقیہ کا پڑا اُس میں ابھی شک و شبہہ کی گنجائش ہے۔

باب ۹

یہ معلوم ہے کہ فینیقی اس سے بہت پہلے ہی اپنے حروف تہجی سرزمین یورپ میں لے آئے تھے۔ بدیں سبب اس افسانے میں کہ کاڈموس نے ہی حروف تہجی پہلی مرتبہ یونان میں رائج کئے دو باتیں مضمر معلوم ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ فینیقیوں نے یونان میں آنے کے بعد کبھی نہ کبھی اپنے حروف تہجی استعمال کئے ہوں گے اور دوسرے یہ کہ ان کی بنا پر یونانیوں نے اپنے حروف اختراع کئے ہوں گے:

مفصلۂ بالا تبصرے میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ طرز عبارت کی بعض شکلیں فینیقی الاصل تھیں۔ افرودیت بلاشبہہ ایک ایشیائی دیوی تھی اور یہی حال ہرقل کا ہے جس کا سلسلہ (ہمارے مفروضے کی بنا پر) ملکارُث سے ملایا جا سکتا ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ فینیقیوں نے ہی سب سے پہلے شراب کو یونان میں لا کر مروج کیا تو اس طرح دیونی سیوس اور تھیبز کا باہمی رشتہ سمجھ میں آجائیگا۔ اس کے علاوہ یہ امر قرین قیاس ہے کہ آریس* کی شکل کو فینیقیوں نے تبدیل کر دیا ہو اور تھیبز کی آریس اور ہارمونیہ کا تطابق فینیقیوں کی سب سے بڑی دیبی اور دیوتا سے پایا جاتا ہے۔ زیوس تک کی پوجا میں ایک مخصوص فینیقی عنصر شامل کر دیا گیا ہے، وہ یہ کہ اوُرخومینوس اور کورونیہ کے درمیان اور تھسلی کے ضلع یولکوس میں زیوس لافس تھیوس کے سامنے انسانی قربانی چڑھائی جاتی تھی جس سے فینیقی انسانی قربانی کی (جو اکثر بچوں کی ہوتی تھی) یاد تازہ ہو جاتی ہے:

اب ہم یونان کے ایک اور خطے یعنی کریٹ کا ذکر کریں گے اور یہ وہ جزیرہ تھا

ف، ہول: افرودیت۔ اشتارتے: "رسالیانہ لسانیات جدیدہ" ۱۸۸۲ء — Astarte: N. Jahrb F. Phil

اشتوریت:

افتوریت:

افروتیت:

* آریس، جنگ کا دیوتا۔ ہارمونیہ، آریس کی بیٹی، کاڈموس کی بیوی [مترجم اردو]

باب ۹

جس پر فنیقیوں کا سب حصص جات یونان سے زیادہ اثر پڑا[1]۔ بیان کیا جاتا ہے کہ زیوس یوروپا کو کریٹ لے گیا اور اُس کے بیٹے کا نام منوس ہے جس کے افسانوں میں بہت سی فنیقی خصوصیات کا پتا لگتا ہے۔ یوروپا کریٹ کو ایک بیل پر سوار ہو کر آئی اور ایک بیل ہی منوتور کا باپ تھا جس کا سر بیل کے سر کے مانند اور دھڑ انسان کا سا تھا جب اُس نے ایتھنزیوں سے انسانی قربانیوں کی خواہش کی تو اُنھوں نے اُس کے سامنے سات قربانیاں چڑھائیں، اور سات کے عدد کو سامی اقوام متبرک خیال کرتی تھیں۔ کریٹ کے افسانوں میں بیل کے اس پے در پے ذکر سے فنیقی اثر صاف ظاہر ہوتا ہے۔ ہمیں یہ فرض کر لینا پڑے گا کہ منوس کی عقل و دانش کی بنا جس کی تعریف سے یونانی افسانے بھرے پڑے ہیں، اس واقعے پر تھی کہ اس جزیرے میں ایک خاص قسم کا تمدن مروج تھا جسے بعض نئی ایجادوں اور پوجا کے طریقوں سے، جنھیں فنیقیوں سے اخذ کیا تھا بہت مدد ملی۔ اس مخصوص تہذیب کا مشاہدہ اُنکے فنون لطیفہ سے ہوتا ہے جنکے قائم مقام کوہ ایدا کے داکتی لی اور دے دالوس ہیں*۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ یونانی فنون لطیفہ کا منبع ایشیائی تھا لیکن اس امر کا یقین بھی نہیں ہو سکتا کہ دے دالوس میں کس قدر عنصر فنیقی یا عام ایشیائی ہے[2]۔

---

[1] کریٹ کے لیے ہوک: کریٹ (Hoeck: Creta) تین جلد، گوٹنگن ۱۸۲۳ء تا ۱۸۲۹ء؛ زمانۂ مابعد کے سفرناموں میں سے پیشلے (Pashley) دو جلد، کیمبرج و لندن ۱۸۳۷ء؛ یا سپراٹ (Spraft) دو جلد لندن ۱۸۶۷ء؛ پیرو: جزیرۂ کریٹ (Perrot. L'ile de crete) پیرس ۱۸۶۷ء

* داکتی لی ملک افروجیہ کے کوہ ایدا پر رہتے تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ہی لوہے کو پگھلا کر مختلف اشیا بنانے کا فن اختراع کیا۔ دے دالوس یونانی دنیات میں پہلا شخص ہے جس نے فنون لطیفہ میں مہارت پیدا کی۔ [مترجم اردو]

[2] ارض یونان میں فنیقیوں کے آباد ہونے کی تاریخ پر حال ہی میں ڈنکر نے اپنی کتاب "تاریخ قدیم" (Duncker: Geschichte des Alterthums) ۲، ۴۱، ۲ہم میں بحث کی ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس ضمن میں جو کچھ معلومات ہمیں حاصل ہیں وہ نہایت مبہم ہیں اور

باب ۹

زمانۂ حال کے اکثر مورخوں کی بہ نسبت متقدمین اس اثر کو جو فینیقی تمدن کا یونان پر پڑا زیادہ سمجھتے تھے۔ ساحل کے بہت سے مقامات پر انھوں نے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ہم سال تو سال، صدیوں کا بھی تعین نہیں کر سکتے۔ حال ہی میں ایک مقبول عام نظریہ کے خلاف جس کے بموجب فینیقیوں نے یونان پر ایک عظیم الشان اثر ڈالا تھا، ردّ عمل شروع ہوا ہے؛ یہ ردّ عمل حق بجانب ضرور ہے لیکن بعض مرتبہ نفس مطلب سے ہٹ جاتا ہے۔ حقیقت واقعی یہ ہے کہ مورخ صرف اس وجہ سے فینیقی استعمار یونان کی مخالفت کرتے ہیں کہ وہ یونان کو فینیقیہ کا مطلق مرہون منت نہیں بنانا چاہتے۔ اپنے نزدیک ہم نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اس عالمگیر اثر کی بنیاد جو فینیقیوں کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے (اور ہمیں تعجب ہے کہ اس کا بطلان خود مخالفین سامیت بھی نہیں کرتے) محض خیالی اور واہمہ پر ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب فینیقی استعمار کا مسئلہ اس معیار پر پورا اُترتا ہے جو دیگر واقعات کے ثبوت کے لیئے کافی سمجھا جاتا ہے تو پھر اس کی کیوں تخفیف کی جاتی ہے؟ حقیقت امر یہ ہے کہ یونان میں فینیقی موجود ضرور تھے، لیکن ان کا اثر ناقابل لحاظ تھا۔ نیز مقابلہ کرو ر، فون سکالا: "زمانۂ قدیم میں مشرق اور مغرب کے باہمی تعلقات"
R. von Scala. Ueber die wichtigsten Beziehungen des Orients zum Occid. in Atlerthums مدائنحات ۱۸۸۶ء۔ فلنڈرز پٹری نے اپنی کھدائیوں اور تحریروں سے یونان اور مصر کے ابتدائی تعلقات کے بارے میں ہماری معلومات میں بہت کچھ اضافہ کیا ہے۔ مقابلہ کیا جائے ان کی کتاب "مصر میں دس سال کی کھدائی" Flinders Petrie: Ten year's digging in Egypt لندن ۱۸۹۲ء جس کے آخر میں انھوں نے اپنی کارروائیوں کی ایک فہرست دی ہے۔ اس کتاب کا نواں باب "زمانہ قدیم پر نئی روشنی" تاریخ قدیم کے لیئے بہت سا مواد فراہم کرتا ہے۔ مصنف نے اس میں اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ دیورید کی تہذیب و تمدن بالکل اسی طرح مصر و بابل کی تہذیب و تمدن سے ممتاز و مخصوص ہے جیسے ہندوستان کی آریائی تہذیب۔ وہ اور "عصر النحاس" کا تمدن بالکل ایک ہی زمانے کا نام ہے بلکہ وہ اس موخرالذکر کے گویا گل و ثمر ہیں اور یہ تمدن براعظم یورپ کے وار پار جزیرہ نمائے یونان سے

باب ۹ تجارتی کوٹھیاں بنائی تھیں، اور گو اُن سے یونانیوں نے بہت کچھ سیکھا، لیکن علاوہ حروف تہجی کے جو کچھ معلومات انھیں حاصل ہوئیں اُن کی وقعت کچھ زیادہ نہ تھی۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ بحیرۂ بالٹک تک برابر پھیلا ہوا نظر آتا ہے "حقیقت یہ ہے کہ اسکا اثر قدیم مصر پر بھی پڑا۔ اس میں شک نہیں کہ ان خیالات کی صحیح وقعت کا اندازہ کرنے اور اس کے اثرات کو کافی و وافی سمجھنے کیلیے بہت کچھ دقت اور محنت درکار ہوگی۔

باب دہم

یونان کے اہم ترین افسانے

قدیم یونانیوں کی طرز زندگانی کا عکس اُن کے افسانوں میں نظر آتا ہے۔ اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان سے ہم صحیح تاریخی واقعات اخذ کر سکتے ہیں، بلکہ وہ اس لیئے کار آمد ہیں کہ ان کے بے میل حصوں سے چند خاص حصے، ملک کی ذہنی حالت اور تہذیب و تمدن کا پتا چلتا ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ رطب و یابس کا امتیاز نہایت دشوار ہے، مثلاً تخیلات اور اقوام کے مشخصوں کو تو ابتدا ہی میں نظر انداز کر دینا چاہیئے اور انکے علاوہ بہت سے امور کے تفصیلی حالات بھی خود ساختہ واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ ہماری رائے میں جن لوگوں کا افسانوں میں ذکر آتا ہے اُن میں سے صرف اُنھیں میں قدامت کا پہلو نکلتا ہے جن کے کارناموں یا مشکلات میں کوئی غیر معمولی قابل لحاظ بات ہو۔ یہیں سے وہ عنصر ہمارے سامنے آتا ہے جو تاریخ یونان کے اس سرے سے اُس سرے تک متواتر نمایاں ہے جس سے اس کی سحر آفریں خوبیاں اُسے دیگر ممالک سے ممتاز کر دیتی ہیں اور اس قوم کی عظمت و وقار کا سکہ دل پر بیٹھ جاتا ہے؛ یہ عنصر فردیت کا امتیاز ہے۔ ابتدا میں افراد محض افسانہ جات عامہ کی جدت طرازیوں میں سے ہیں اور زمانۂ مابعد تک ان میں تاریخی عنصر پیدا نہیں کیا جاتا۔ یونانیوں کی اس تشخص آفریں قابلیت کا مظاہرہ فنون لطیفہ میں تو سنگ تراشی کے میدان میں اور ادبیات میں ناٹک کے تماشاگاہ پر نظر آتا ہے اور ان میں سے ناٹک کے دو ہوں نے قدیم سورماؤں کے تشخص کی تکمیل میں بہت کچھ مدد دی ہے۔

باب ۷

یونان کی افسانہ آمیز تاریخ میں تین حصے یونان کے یعنی آرگولس، بیوتیہ اور تھسلی کی عظمت اوروں سے زیادہ ہے۔ آرگولس میں یو کے آنے تک کوئی بات قابل تذکرہ نہیں ہوتی؛ خود یو میں بھی کوئی مخصوص آرگوسی خصائص نہیں پائی جاتیں اور بہ نسبت خالص افسانوں کے اُس کی وقعت مذہبی تاریخ میں بہت زائد ہے۔ اُسے ایک دیبی بتایا جاتا ہے، اور گو ہم جانتے ہیں کہ اس مفروضے کی بہت کچھ مخالفت کی گئی ہے تاہم ممکن ہے کہ اس سے مصر اور آرگولس کے باہمی تعلق کا پتا چلتا ہو۔ اُس کا ایک بیٹا اگیپتوس اور دوسرا داناؤس ہے اور موخر الذکر کے (پچاس) بیٹوں یعنی داناؤسیوں سے مقامی افسانوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ آرگولس کی زمین مسام دار ہے اس لیے اس میں بار بار پانی دینا پڑتا ہے اور یہ ایک امر مسلمہ سمجھنا چاہیے کہ داناؤسیوں کے قصے سے مقامی افسانوں کی ابتدا ہوتی ہے*۔ مصری لنکیوس داناؤسی ہی پرم نستر اسے شادی کرتا ہے اور اُن کے پوتوں میں یعنی اکریسی زیوس اور پروئے توس کے ذریعے سے آرگوس کے شاہی خاندان کی ابتدا ہوتی ہے۔ اب ہم ان سورماؤں کا حال پڑھتے ہیں جن کا رتبہ سورج کے اوتار ہونے کی وجہ سے دیوتاؤں کے برابر سمجھا جاتا تھا، لیکن جو انسانوں کی شکل میں خدائے برتر کی مدد سے نہایت ادق اور مشکل کام انجام دیتے ہیں اور طرح طرح کی مشکلات اور اذیتیں اُٹھانے کے بعد دیوؤں اور ڈاکوؤں کا کام تمام کر کے بنی نوع انسان کی خدمت کرتے ہیں۔ اسی سلسلے میں سب سے پہلے بیلے روفون کا نام آتا ہے، جس کا پروئے توس تعاقب کرتا ہے اور جو پردار گھوڑے پیگاسوس کی مدد سے خیمائے را کو مار ڈالتا ہے؛ پرسیوس بھی اسی طبقے کا ایک فرد ہے جس کی ماں نے دانائے کو ایک صندوق میں بند کر کے سمندر میں پھینک دیا تھا اور جسے بالآخر گورگون

---

*۔ داناؤسیوں کو اپنے اعمال کی یہ سزا دی گئی تھی کہ وہ ہمیشہ ایک چھلنی میں پانی ڈالا کریں۔ (مترجم اردو)

اور دیگر عفریتوں سے جنگ آزمائی کرنی پڑی؛ آخر میں خود ہرقل بھی اسی زمرے میں ہے جسے مجبوراً یورستھیوس کی خدمت بجالانی پڑی اور ساتھ ہی بنی نوع انسان کے مفاد کی خاطر محنت و مشقت کرنے سے جس نے کبھی گریز نہیں کیا - اسمیں ایک ایسے بہادر سورما کی خصائص موجود ہیں جسے اپنی محنت و مشقت کا معاوضہ علاوہ ناسپاسی اور ناشکری کے کبھی کچھ نہ ملا ہو، اور اس کے ساتھ ہی اس میں اپنی اصل یعنی فینیقی دیوتا کے عادات و اطوار بھی پائے جاتے ہیں - ان میں بیلے روفون کا ارض یونان میں کورنتھ سے اور ہرقل کا تھبز سے تعلق ہے، اور موخرالذکر کا آرگوس سے اس وقت تعلق پیدا ہو جاتا ہے جب دوریانی اپنے قبضۂ آرگوس کو حق بجانب ثابت کرنے کی فکر میں تھے - اس کے برعکس پرُوئے توس اکری زیوس اور اُس کے جانشینوں کے عہد حکومت اس لیے ضروری ہیں کہ افسانہ ہائے یونان میں انھیں تاریخ فن تعمیر میں ایک خاص رتبہ دیا گیا ہے - پروئے توس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ لیسیہ کے کیکلوپس کی مدد سے اُس نے ترِنز کی شہر پناہ تعمیر کی، اور اس کے دور کے بعد ہی جس کی اب ابتدا ہوتی ہے اُس میں بجائے پروئے توس کے جانشینوں کے اکری سیوس کے وارث (یعنی پرسیوس کے خاندان کے افراد) ترِنز پر حکومت کرتے ہیں - اس قصے کی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ گو پرسیوس ہی تخت آرگوس کا مستحق تھا لیکن اُسے اپنے دادا کو قتل کرنے کے بعد اُس کی راج دھانی پر قبضہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی، اس لیے وہ محض ترِنز پر قناعت کرتا ہے اور اپنی آبائی سلطنت پروئے تیوس کے وارثوں کے حوالے کر دیتا ہے - اس فرضی "مبادلے" کی یہ توجیہ ذرا لغو سی معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خود اکری زیوس کا نام محض ضرورۃً داخل افسانہ کر دیا گیا ہے؛ بات یہ تھی کہ ایک طرف تو ترِنز کی فصیل بنانے کا سہرا پروئے توس کے سر رکھا گیا تھا، لیکن زمانہ مابعد میں پرسیوس (جس سے اور پروئے توس سے کوئی خاندانی واسطہ نہ تھا) وہاں حکومت کرتا تھا، اور اکری زیوس اور "مبادلے" کا قصہ صرف اس لیے گھڑا گیا کہ ان تمام کہانیوں کو ایک دوسرے میں منسلک کرنے میں آسانی ہو - پرسیوس کے ساتھ ہی ہم ایک قدم آگے بڑھتے ہیں؛ وہی

باب ۱

میکینے نائی کی شہر پناہ بھی تعمیر کرتا ہے اور جب ترنز اور میکینے نائی کی ظاہری شکل سے معلوم ہوتا ہے کہ موخر الذکر شہر کی فصیل ترنز کی فصیل سے جدید ہے تو اسی کے مطابق اسی طرح افسانے میں بھی اسی تقدیم و تاخیر کا سلسلہ قائم کر دیا جاتا ہے۔ شہر پناہ کے بن جانے کے بعد میکینے نائی آرگوس کا اہم ترین مقام بن جاتا ہے اور پرسیوس کا خاندان یہاں بھی راج کرتا ہے۔ چند معمولی حالات کے بعد امفتریون، الکمینے اور یوریس تھیوس کا نام آتا ہے اور ان کے بعد ہم قدیم سورماؤں میں سب سے ممتاز شخص یعنی ہرقل سے دو چار ہوتے ہیں۔ اس مختصر خاکے میں اس کی مختلف جاں بازیوں کا بیان نہیں کیا جا سکتا جن سے طبقۂ یونان کی کوئی طرف و جانب نہیں چھوٹی، لیکن اس کا آرگوس سے تعلق ظاہر کرنا ضروری ہے۔ یہاں پرسیوس کی اولاد کا بہت جلد خاتمہ ہو جاتا ہے اور ان کی جگہ اس ملک کے مالک پیلوپی بن بیٹھتے ہیں۔ ان کا نسبی تعلق پرسیئوسون سے قائم کیا گیا ہے اور ایک نراجد معانی پر دوسرے خاندان کے قابض ہونے کی توجیہ کی گئی ہے لیکن یہ سب باتیں اصل واقعات کی حقیقت کا کوئی قطعی ثبوت نہیں۔ یہ ضروری سمجھا گیا کہ کسی نہ کسی طرح اس واقعے کی توجیہ کی جائے کہ آگے میم نون (جو پرسیوس کی اولاد سے نہ تھا بلکہ جس کا خاندان غالباً ایشیائے کوچک سے آیا ہوگا) کیونکہ میکینے نائی میں ذی اقتدار ہو گیا، اور اس خاص مقصد کے لیے بہت سے پیچ در پیچ قصے اختراع کیے گئے۔ ہم اس کا قطعی تعین نہیں کر سکتے کہ اتریوسیون کی ابتدائی تاریخ کا کس قدر جزو قدیم افسانوں پر مبنی ہے اور کتنا زمانۂ مابعد کی تزئین ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بھیانک جرائم جو اتریوس اور تھی اس تیس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں بالکل خود ساختہ ہوں لیکن یہ واقعہ کہ اتریوس کا باپ پیلوپس ایشیائے کوچک سے آیا تھا بلاشبہ قدیم روایت کے بموجب ہے۔

پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یونان کے جنوبی جزیرہ نما کا کس نے اور کس زمانے میں "جزیرہ پیلوپس" نام رکھا[1]۔ ظاہر ہے کہ یہ نام دوریانیوں کا

[1] حال ہیں ایک نہایت نادر نظریہ قائم کیا گیا ہے کہ لفظ پیلوپونیز کا تعلق ایک قوم اپیلوپیس

باب ۱

کا رکھا ہوا نہیں ہے اس لیے کہ یہ قوم پیلوپسیوں کی مخالف تھی اور اسی نے انھیں جزیرہ نما سے نکال باہر کیا۔ اس نام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام جزیرہ نما پیلوپسیوں کی ملک تھا، لیکن کسی افسانے سے اس بڑے واقعے کا پتا نہیں چلتا؛ اس لیے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اگر پیلوپس کی حکومت اطراف ملک میں نہیں پھیلی تھی تو اس نے کسی نہ کسی طریقے سے ہر چہار طرف اپنا اثر قائم کر لیا ہوگا اور متقدمین نے شاید یہ قیاس کر کے کہ اس نے کوئی نہ کوئی مفید ایجاد کی اور اسے ملک میں رائج کیا ملک کا نام اس کے نام پر رکھ دیا ہوگا۔ آج ہم یہ گمان کر سکتے ہیں کہ جس قوم کا وہ قائم مقام ہے اس نے ایشیا سے ہلکی رتھیں لا کر یونان میں رائج کیں؛ اس لیے کہ جو قبریں میکے نائی میں برآمد ہوئی ہیں ان پر رتھوں اور رتھ بانوں کی شکلیں کندہ ہیں؛ نیز افسانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پیلوپس نے ایک رتھ دوڑ میں پیزا کے شاہ ادے نوماؤس کو شکست دی، اس لیے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ تسیبی الفیوس کے ضلع میں (جس میں پیزا ہے) کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہوگا جس سے پیلوپس کی شہرت میں معتد بہ اضافہ ہو گیا ہو۔

لیکن پیلوپسیوں کا میکے نائی سے نہایت گہرا تعلق ہے اور انھی کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ سے ہے جو در اصل پیلاسگیوں کا ہی دوسرا نام ہے۔ (شیومان: یونان قدیم، ۱ (۳)، صفحہ ۲۲ (Schoemonn: Gr. Alt. لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ ایسے قبائلی نام کی یاد بالکل محو ہو گئی ہو؟ لفظ پیلوپونیز سب سے پہلے ہومری حمد فیثوی اپولو میں نظر آتا ہے (سطر ۲۵۰ وغیرہ)، اور اگر ہم اس واقعے کو یاد رکھیں کہ فیثوس جو تھے سیوس کا دادا اور تروائے زن کی طرح تروائے زینے کا بادشاہ تھا، پیلوپس کا بیٹا تھا اور ساتھ ہی پوسئیڈون اور پیلوپس کے باہمی تعلقات و نیز فیثوس، ایے گیوس اور تھے سیوس اور اسوپوس ولد پوسئیڈون کے تعلقات پر غور کریں تو ہم بہت آسانی سے یہ قیاس کر سکیں گے کہ پیلوپس در اصل ایونیائی قوم کے محض و ثنی قائم مقام کا نام ہے۔ اس ضمن میں کرتیوس اور میری ایک رائے ہے وہ یہ کہ ایونیائی ایشیائے کوچک سے آئے تھے۔

باب۵

زمانے میں آرگوس میں (جس کے مخصوص محل وقوع کی وجہ سے اُس کے اور میکےنائی کے درمیان رقابت پیدا ہو گئی تھی) ایک اور شاہی خاندان کی راجدھانی تھی۔ تھیبز اور آرگوس کی باہمی جنگ کے دوران میں موخرالذکر کا بادشاہ ادراسٹوس تھا، اور جب میکےنائی اور قرب و جوار کے اضلاع و جزائر پر اگےمیمنون کا حکم چلتا تھا تو آرگوس پر دیومیدیس ولد تی دیوس کا راج تھا۔ نوپلیا آرگوس ہی کا ایک شہر ہے اور کسی زمانے میں یہ بہت بڑا مقام ہوگا؛ لیکن یہ نہیں معلوم کہ آخر اس کی ابتدا کب پڑی؟ افسانوں میں اسکا بہت ہی کم تذکرہ ہے لیکن پالامیدیس* یقیناً یہیں کا باشندہ ہے۔ شاید یہ ابتدائی زمانے میں دریوپیوں کا شہر ہوگا، اور اس نادر خصوصیات سے جو پالامیدیس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کسی عہد میں فنیقی ضرور آباد ہوں گے۔ آرگوس کا ایک شاندار حصہ مشرق کے وہ پہاڑ ہیں جو اکتے کے نام سے مشہور ہیں اور جس کے قریب ہی جزیرہ کالوریا واقع ہے۔ یہاں کا حکمران پوسئیڈون تھا اور قریب کے ضلع اپی دوروس میں اسکلے پیوس دیوتا کا راج تھا۔ آرگوسی اکتے کے مقابل میں اٹیکا کا جزیرہ نما ہے، اور دونوں کا موقع و محل کچھ اس قسم کا ہے کہ گویا قدرت کا منشا ہی یہ تھا کہ ان دونوں میں باہمی تعلقات ہوں۔ افسانوں میں اتھنز اور تروئے زینے کے باہمی تعلقات کا تذکرہ پڑھنے میں آتا ہے، پوسئیڈون اور تھےسیوس کا باہمی تعلق ہے۔ خلیج سارون ایک دریائی جھیل ہے، اور کالوریا کے بحری اتحاد کا دائرہ اس سے بھی وسیع ہے۔ لیکن اس گہرے تعلقات میں جو خلیج سارون کے چو طرفہ بلدیات کے درمیان تھے اس واقعے سے کمی ہو گئی کہ اس کی پشت پر وہ خاکنائے حائل تھی جو ایک بہت بڑی شاہراہ کا کام دیتی تھی اور اس خلیج میں ہو کر صرف وہی جہاز گزرتے تھے جو خاکنائے

* پالامیدیس کی طرف روشنی کے مناروں، پانسے، اور بعض حروف کا انکشاف منسوب کیا جاتا ہے۔

جانا چاہتے تھے؛ اس وجہ سے دونوں جزیرہ نماؤں کے درمیان تجارت میں کمی ہوگئی۔ بایں ہمہ جنگ ایران کے زمانے میں ترواے زینے برابر ایتھنز ہی کا ساتھ دیتا رہا۔

پیلوپونیزی ممالک کے بعد یونان کی افسانہ آمیز روایات میں بیوتیہ کی بہت کچھ وقعت ہے۔ اس نشیبی سرزمین میں دو بالکل آزاد مستقر یعنی تھبز اور اورخومینوس نظر آتے ہیں، اور اس کا اندازہ کرنا نہایت مشکل ہے کہ آخر یہ دونوں مقامات جو ایک دوسرے سے اسقدر قریب واقع تھے کس طرح دوش بدوش ترقی کر سکے۔ ان دونوں میں تقریباً اسی قسم کا باہمی تعلق ہے جو میکینائی اور آرگوس میں پایا جاتا ہے اور اور اتھینز کی طرح ایک دوسرے کا رقیب بھی ہے؛ دونوں کی وقعت اولین عہد میں بہت زیادہ ہے، اور دونوں کی قدیم طرز تعمیر کی وجہ سے ہمیں خاص دلچسپی ہے اس لیے کہ اس سے اُن کے متمول ہونے کا پتا چلتا ہے۔ لیکن اورخومینوس اور میکینائی میں یہ فرق ہے کہ جہاں موخرالذکر کے حالات سے یونانی افسانے بھرے پڑے ہیں وہاں اورخومینوس کے متعلق ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔ اس شہر کے متمول حکمرانوں میں سب سے دولتمند اور ممتاز میناس اور اورخومینوس کا نام ہے جن سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض فرضی مورثوں کے نام ہیں اور روایات سے ان کے حالات روشن نہیں ہو سکتے۔ جن افسانوں کی قدامت کا ہمیں علم ہے ان میں ایسی طرز عبادت کا تذکرہ ہے جس سے اورخومینوس کی تاریخی حیثیت سے بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں کے لوگ زیوس لافیس تیوس (جس کا تذکرہ تھسلی کے بیان کے ضمن میں کیا جائیگا) اور تروفونیوس کی پوجا کرتے تھے اور اس کا ایک بت کدہ لباڈیا میں موجود تھا؛ خود اورخومینوس خاریتیس، تھالو اور اوکسو کا (جو نشو و نما اور حسن کی پریاں تھیں) وطن ہونے کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس شہر کے اقتدار کا بالآخر تھبز نے غالباً ہرقل کی سربراہی میں خاتمہ کر دیا۔ یہ امر یقینی ہے کہ اورخومینوس کی شان

باب۵

اس کی زراعت کی وجہ سے بڑھی، اور ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ جب کوپائی جھیل کے پانی کے بڑھنے سے آراضی کی پیداوار میں کمی واقع ہوگئی تو اسی وجہ سے اورخومینوس کے تمول میں زوال آگیا ہوگا۔ اس جھیل کے پانی کے قدرتی نکاس موجود ہیں اور اس بعید زمانے میں بھی اس کی کوشش کی گئی کہ ان نکاسوں پر قابو حاصل ہو جائے اور یہ کھلے رہیں؛ اس کے علاوہ ایسے آثار ملے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنوعی گھول یا بربے بنانے کی بھی کوشش کی گئی تھی لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں اس شہر کا نام کالور یائی اتحاد کے اراکین کی فہرست میں نظر آتا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کو فن ملاحی میں بھی کافی دستگاہ ہوگی۔ ہم اس سے قبل ان گہرے تعلقات کا تذکرہ کر چکے ہیں جو اورخومینوس اور جنوبی تھسلی کے مابین تھے، اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ ان دونوں مقامات کے درمیان آنبائے یوریپوس ہو کر کچھ زیادہ بُعد نہیں ہے تو ہمیں ان تعلقات کا حال معلوم کر کے زیادہ تعجب نہیں ہوتا۔ اورخومینوس کے مغرب میں فوکسی کی سرحد سے ملا ہوا اپنوپیوس واقع ہے جو فلیگی قوم کا مسکن تھا؛ یہ اور منیائی ایک جدی تھے اور دیلفی والوں کے برعکس یہ بیدینی کی وجہ سے بدنام تھے۔ بیوتیہ کے جنوب و مغرب میں کوہ ہیلی کون ہے جس میں گھنے جنگل اور شیریں پانی کے چشمے افراط سے پائے جاتے ہیں؛ یہی یونانی میوزوں کا مسکن تھا جو فی الحقیقت ان ہی چشموں کی دیبیاں تھیں جن کی پوجا تھریس سے بیوتیہ تک ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ بیوتیہ کا جنوب و مشرقی حصہ تھیبز کے زیر اقتدار آجاتا ہے، اور اس کے لیے یہاں کے اصلی باشندے (یعنی کادموس کی اولاد) بیرونی حملہ آوروں (یعنی اسپارٹی کی اولاد) سے جو اژدہے کے دانتوں سے نکلے تھے جنگ آزما ہوتے ہیں۔ بیوتیہ کے مذہبی عنصر کے قائم مقام زیتھوس اور امفیون ہیں جو تھیبز کی دیوسکوری کے مماثل ہیں اور باکھوس کی ماں سیمیلے کادموس کی بیٹی ہے۔ زمانۂ دراز تک بیوتیہ میں شراب کی پوجا ہوتی رہی اور یونانیوں کا قول تھا کہ

باب ۵

بالخصوص دیونی سوس (یعنی شراب کا دیوتا) شمال سے تھریس ہو کر یونان آیا۔ یہاں مشہور اُفتاد
ایڈی پوس کا قصہ دُہرانے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، صرف یہ ظاہر کرنا
کافی ہے کہ اس قصے میں ابوالہول کا جو بار بار ذکر آتا ہے اس سے یہ
ثابت ہوتا ہے کہ اس افسانے میں بھی مشرقی خیالات مخلوط تھے۔ اگر ہم یہ
تسلیم کر لیں کہ سات شخصوں کی تھبز کے خلاف جنگ حقیقت پر مبنی ہے
تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ یہ جنگ تھبز اور ادراستوس کے وطن سکیون
کے درمیان ہوئی ہوگی۔ خلیج کورنتھ کے دونوں کناروں پر جو شہر آباد تھے
ان میں باہمی تعلقات کا ہونا بالکل قدرتی امر ہے اور جو کچھ ہم نے خلیج سارونی
کے بارے میں کہا ہے وہ یہاں بھی صادق آتا ہے۔ جزیرہ نمائے پیلوپونیز کی
دوریائی تسخیر سے پہلے سمندر کی بطور ایک شاہراہ اور زنجیر تسلسل کے
بہت بڑی اہمیت تھی، اور دریائی دیوتا اسوپوس سے خلیج کورنتھ کے بلایات نیز آگی گینا
اور سالامس کے باہمی تعلقات کا پتا چلتا ہے اور قدیم نسب ناموں میں
اس نے ایک نہایت نمایاں حیثیت پائی ہے جو آخے لوردس کی اس اہمیت
کے مماثل ہے جو اُسے طرز عبادت میں حاصل ہے۔

تیسرا ملک جس کے تذکرے سے افسانے بھرے پڑے ہیں تھسلی ہے۔
یہاں کے سورماؤں کا جد اعلیٰ ایولوس اور سب سے بڑا معبود پوسیڈون
ہے۔ ہم نسب ناموں کو چھوڑ کر ان کے خاص خاص افراد کی شخصیت پر غور
کریں گے۔ سب سے پہلے تو ادمیتوس شاہ فیرا کا نام آتا ہے جس کی خدمت
خود اپولو نے چرواہے کا بھیس بدل کر کی اور جس کے لیے اس کی بیوی
الکیس تس نے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ اس کے بعد پے لیاس شاہ یولکوس
کو لیجیے جس کی اور یاسون کی باہمی منافرت کی وجہ سے ہی جہاز آرگو کی
مہم سر ہوئی۔ ہم دیوؤں پریوں کے قصے کہانیوں میں دیکھتے ہیں کہ جب کسی کو
دوسرے کا استیصال منظور ہوتا ہے اور اس کے قتل میں وہ اپنے ہاتھ
ملوث کرنا پسند نہیں کرتا تو اسے ایسے کام کرنے کا حکم دیا جاتا ہے جس سے
اس کی زندگی معرض خطر میں پڑ جائے، اور بجنسہٖ یہی پے لیاس کرتا ہے۔

"سنہری اون" کے قصے کے بعد گویا پریوں کی کہانی ہمیں سنائی جاتی ہے اور ہمیں باور کرایا جاتا ہے کہ پے لیاس کی لڑکیوں نے مدیا نامی عیارہ کے کہنے سے اپنے باپ کو از سر نو جوان کرنے کے لیے زندہ اُبال دیا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ یہ اس پرانے قصے کی گویا ایک نئی شکل ہے جس کے بموجب غسل دینے کے بعد عہد شباب دوبارہ نمودار ہو جاتا ہے۔ تیسرا قصہ اتھاماس کا ہے جو شہر ہالوس کا مالک تھا اور جس کا مکان اورخومینوس واقع بیوتیہ میں بھی تھا۔ وہ اپنی بیوی نیفے لے کو طلاق دے کر اینو کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے اور یہ نئی بیوی اپنی سوتیلی اولاد فرکسوس اور ہیلا کے ساتھ بُرا سلوک کرتی ہے۔ عین اُس وقت جب قریب ہے کہ فرکسوس قربانی کے گھاٹ اُتارا جائے، نیفے لے اُسے بچا لیتی ہے اور بھائی بہن طلائی بھیڑے پر سوار ہو کر کولکس چل دیتے ہیں؛ لیکن ہیلا راستے میں ڈوب کر مر جاتی ہے اور اُسی کے نام پر یورپ اور ایشیا کے درمیانی آبنائے کا نام ہیلس پونٹ پڑ جاتا ہے۔ اتھاماس کو اپنے کردار کی سزا بہت جلد مل جاتی ہے۔ وہ فاتر العقل ہو کر اینو کا تعاقب کرتا ہے جو سمندر میں کود پڑتی ہے اور فوراً ہی لیوکوتھیا دیبی کا جنم لے لیتی ہے؛ اسی طرح اس کا بیٹا میلی کرتس بھی حیات ابدی حاصل کر کے کورنتھیوں کا معبود پالے موان بن جاتا ہے؛ اور گو ہالوس میں اتھاماس کی پوجا ہونے لگتی ہے لیکن اُس کی جو اولاد وہاں آباد ہوتی ہے ان کی گردن میں ہمیشہ کیلیے لعنت کا طوق پڑ جاتا ہے یعنی یہ قاعدہ مقرر کر دیا جاتا ہے کہ وہ پری تانیوم میں داخل ہوں تو انھیں فوراً زیوس لافیس تھیوس کی قربان گاہ پر چڑھا دیا جائے۔ بیوتی روایات کے بموجب فرکسوس کورونیہ کے قرب کوہ لافیس تھیوس پر قربانی چڑھایا گیا۔ ہالوس اور کورونیہ کے درمیان ایک اور تعلق اس واقعے سے پیدا ہوتا ہے کہ اتھینے اِتونیہ کی پوجا اتالوس کے قریب اِتون اور کورونیہ دونوں مقامات پر رہتی تھی۔ اسی طرح قنطوروں اور لاپی تھیون کے افسانے بھی تھسلی ہی سے متعلق ہیں؛

یہ دیو ہیں جو پہاڑی جنگلوں میں رہتے ہیں؛ اور انھیں میں سے ایک دیو یعنی خیرون قرب وجوار سے جنگلی مفردات کی ماہیت سیکھ کر ایک نہایت قابل طبیب بن جاتا ہے؛ قنطوروں کا مسکن نشیبی پے نیوس کے کنارے پر گیرتون اور ایلاتیہ کے قرب وجوار میں تھا۔ ان روایات کے علاوہ پے لیون، اوسا، اور اولمپوس جن کا تذکرہ بارہا افسانوں میں پڑھنے میں آتا ہے، سب کے سب تھسلی میں ہی واقع ہیں۔ پے نیوس کے کنارے پر رہنے والے کوہ اولمپوس کی چوٹی کو (جس پر ابر ہمیشہ سایہ کئے رہتا تھا) اپنے معبودوں کا مسکن سمجھتے تھے اسی طرح اکی لیس کا افسانہ بھی تھسلی کا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس کا باپ پے لیوس ایاکوس کا بیٹا اور تیلامون کا بھائی مشہور تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکی لیس آئی گینا سے آیا ہوگا، لیکن فی الحقیقت اُس سے آئی گینا سے کوئی نسبت نہیں ہے، اور اس ظاہری تعلق سے صرف یہ پتا چلتا ہے کہ نسب نگار نہایت بے پروائی سے نسب نامے مرتب کرتے تھے۔ پے لیوس اور پے لیاس دونوں ناموں سے کوہ پے لیون اور تھسلی کے قریب کا پتا چلتا ہے اور جب اکی لیس اور ایاکس میں رشتہ پیدا کیا گیا تو یہ بتانا ضروری معلوم ہوا کہ پے لیوس آئی گینا سے تھسلی آیا تھا۔ اگر ایک سورما کے ایک مقام سے (جس سے اُس کا کوئی تعلق نہ سمجھا جائے) ایک دوسرے مقام کو (جہاں کا اُسے باشندہ بتایا جائے) آنے کی ضرورت پیش آتی تو اُس کے جانے کا بہترین عذر جلاوطنی ہو سکتا تھا؛ سه اس لیے اب ضروری تھا کہ پے لیوس کے سر اپنے بھائی فوکوس کے

سه و، کلائن نے اپنے "مضمون و تاریخ نقاشی یونان کے بعض مسائل" (در روئداد آثاریات آسٹریا ہنگری جلد ۱۱، وائنا ۱۸۸۷ء صفحہ ۱، ۲، ۷)

W Klein: Studien Zur griechischen Malergeschichte, I. Archaeolepigraph. Mittheil. aus Oesterreich Ungarn Wien

میں یہ دکھایا گیا ہے جلاوطنی کا یہ طریقہ نقاشی کی تاریخ میں بھی ایک اہم عنصر بن گیا۔ اس واقعے کی توجیہ کہ نقاش چار دانگ عالم میں کیسے پھیل گئے اور فنون لطیفہ کی توسیع کس طرح ہوئی، افسانوں سے ہوتی ہے۔ مثلاً دپوئے نوس اور

قتل کا الزام تھوپ کر اُسے جلا وطن کرا دیا جائے۔ پے لیوس ایک عورت کیساتھ جو میر میدون کی اولاد سے تھی، نکاح کر کے فیتوتس کے ایک حصے کا بادشاہ بن جاتا ہے اور تھے تس کے بطن سے اُس کا ایک بیٹا اکی لیس پیدا ہوتا ہے۔ ہمیں یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ تھسلی کے ان حصوں کا جو وسطی یونان اور سمندر کے قرب میں واقع ہیں، افسانوں میں نہایت نمایاں ذکر ہے، اور چونکہ لاپی تھے سرحد کے قریب رہتے تھے اس لیے اُنھیں نیم وحشی بنا دیا گیا ہے۔ دیگر یونانی اضلاع میں تھبز، آرگوس اور تھسلی کی طرح افسانوں کی کثرت نہیں پائی جاتی۔ زمانۂ مابعد میں شہر کورنتھ میں جو تجارت کی منڈی تھی، سسی فوس کو عیاری اور فریب مجسم کا جامہ پہنایا اور اُسے مکار اودے سیوس کا جدِ اعلےٰ بنایا۔ مے دیا کی زندگی کے آخری ایام بھی کورنتھ ہی میں بسر ہوئے اور بیلے رو فون بھی اسی شہر میں پیدا ہوا، جس کی وجہ سے کورنتھیوں نے اپنے سکوں پر پیگاسوس کی شبیہ کندہ کی۔ ہم اوپر پڑھ چکے ہیں کہ انتھا ماس کا خاتمہ کورنتھ ہی میں ہوتا ہے۔ کورنتھی اراضی کا رقبہ اس قدر مختصر ہونے کے باوجود اُس کے افسانوں کا ممالک غیر سے اتنا تعلق اس وجہ سے ہے کہ وہ ایک تجارتی منڈی تھی اور ہر چہار طرف سے اُس میں سوداگر اور تجار آتے جاتے تھے۔

اٹیکا کے افسانوں میں بہت سے امور کا بعد میں اضافہ کیا گیا ہے۔ جب ایتھنز مشہورِ آفاق ہوا تو وہاں کے شاعروں اور شارحوں نے مقامی افسانوں کی تزئین اور مبالغہ آمیزی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی اور اُن کے زمانے میں انسانی ہمدردی اور شائستگی جو ایتھنزیوں کا گویا حصہ ہو گئی تھی اسے عہدِ قدیم کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ سکی لس سکیون سے، یوخائروس، یوگراموس، دیولیوس، اور ایکفانتوس کیپسلوس سے اٹلی بھاگ گئے اور وہیں اپنے فن کی مشق جاری رکھی۔

۵۳ تھسلی کے افسانوں کے لیے پ، مونسو کا مضمون "تھسلی کے افسانے اور تاریخ" "جریدہ مطالعات یونان"، جلد ا صفحہ ۲۲۹ میں دیکھنا چاہیے۔ P. Monceaux.

Lalegende et l' histoire en Thessalie

(Rovue des etudes grecrues)

باب ۵

افسانوں میں شامل کر دیا گیا ہے۔ شاعرانہ اعتبار سے ضرور ان افسانوں میں بہت سا بیکار آمد مواد موجود ہو، لیکن ان سے اٹیکا کی ابتدائی تاریخ یا اسکے قدیم تمدن کا بہت کم پتا چلتا ہے۔

ابتدائی عہد میں اٹیکا کے دو سیاسی مرکز تھے، ایک ایتھنز اور دوسرا الیوسس۔ ان میں سے الیوسس سے تو دیمیتر کے افسانے کو تعلق ہے لیکن ایتھنز میں تھے سیوس کی آمد تک صرف ایرک تیوس کیکروپس (جس کے پیر سانپ کے سے تھے)، اور پاندیون کی بیٹیوں یعنی پروکنے اور فیلو میلا کے قصوں ہی کی کچھ وقعت ہے۔ یونانی افسانوں میں تھے سیوس کو ایک خاص وقعت حاصل ہے، لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ اس کا ایک بہت بڑا حصہ زمانۂ مابعد کی ترتیب و تنظیم کا نتیجہ ہے تاکہ ایکطرف تو ایتھنز کی شان بڑھائی جائے اور دوسرے ہرقل کی محیر العقول جاں بازیوں کی مماثلت پیدا ہو جائے۔ اس کی پیدائش کا قصہ اس قدر عجیب و غریب ہے کہ بہ نسبت اٹیکا کے شاہی خاندان کے ایک رکن کے اس میں دیوتا کی سی شان پائی جاتی ہے۔ اس کا باپ ائی گیوس ہے جو در اصل پوسیدون کا گویا جواب ہے۔ اسکی سوانح عمری میں سب سے زیادہ قابل غور امیزنون کی جنگ ہے جو لڑتے لڑتے برابر اٹیکا تک پہنچ گئیں جہاں اس نے انھیں آخر کار شکست دے دی؛ اگر اس قصے میں ذرہ بھر حقیقت مضمر ہے تو اس کے صرف یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ پوجا کے بعض مشرقی طریقے اٹیکا تک پہنچ گئے لیکن وہاں زیادہ دن قائم نہ رہ سکے۔ اسی طرح تھے سیوس اور کریٹ کے باہمی تعلقات دیڈے دالوس سے افسانے سے سمجھ میں آسکتے ہیں جس نے اٹیکا سے آکر کریٹ میں بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ دور اولین میں ایتھنز نے کوئی فنی امتیاز پیدا نہیں کیا تو ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ اس کے بہی خواہ اس ضمن میں بھی اُس کی تاریخ رنگنے کے مشتاق تھے

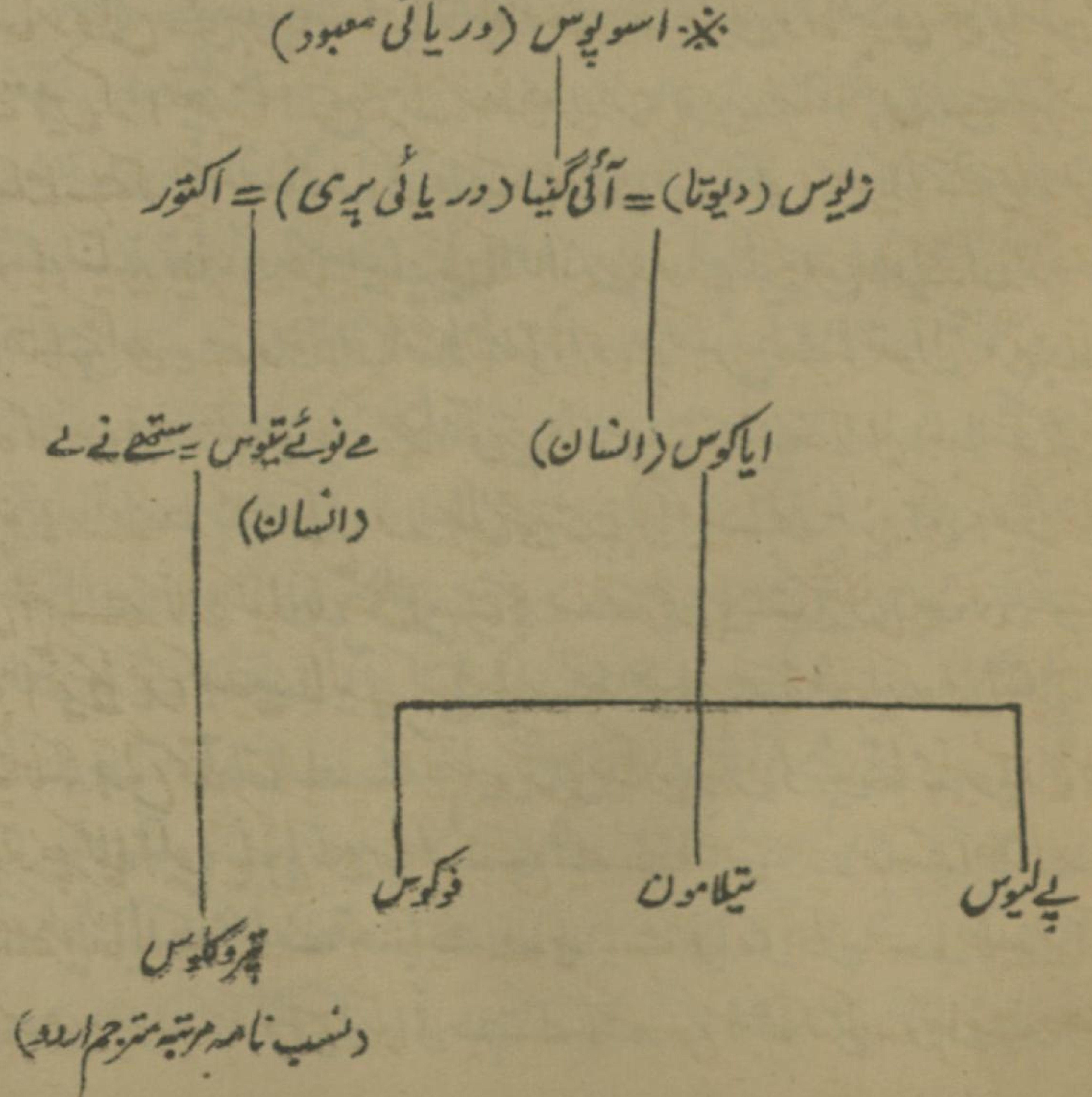
ف ایتھنزیوں کی انسانی ہمدردی کا پتا ایدی پوس کی موت سے جو اورس تہیس کے کفارے کے لیے پیش آئی، اور تھے سیوس کے تھبزیوں کو اپنی لاشیں جلانے پر مجبور کرنے سے لگتا ہے۔

اور اس مقصد کے حصول کی غرض سے اُنھوں نے افسانے کو توڑ مروڑ دینے
میں مطلق پس و پیش نہیں کیا۔ دور رزمیہ کے اختتام پر تھسیوس کی
اولاد کی بجائے نے لیوس کی اولاد تخت پر جلوہ افروز نظر آتی ہے، لیکن
یہ مطلق نہیں کہا جا سکتا کہ اس خاندان کا پیلوپونیزی ہونا کہاں تک حقیقت
پر مبنی ہے۔ تاریخ یونان کے اہم ترین واقعات میں سے ایک یہ بھی
ہے کہ اٹیکا اور خاصکر شہر ایتھنز کا اتھینا دیبی سے گہرا تعلق تھا جو دیگر
بلدیات اور دیگر معبودوں کے باہمی تعلق سے کہیں زیادہ عمیق تھا۔ لیکن
ہمیں صرف اس واقعے کا علم ہے اور محض اس سے کوئی ایسا نتیجہ اخذ نہیں
کیا جا سکتا جس سے ایتھنز کی ابتدائی تاریخ یا اس معبودہ کی پوجا پر کوئی خاص
روشنی پڑتی ہو۔ افسانے میں بیان کیا گیا ہے کہ ایتھنز کے فیصلے کے لیے
اتھینا اور پوسیڈون میں لڑائی ہوئی جس میں اتھینا کو فتح ہوئی۔ اس
افسانے میں ایک تاریخی واقعے کا ضرور ذکر ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ
خلیج سارون کے ہر چہار طرف پوسیڈون کی پوجا ہوتی تھی اور یہ بھی
جانتے ہیں کہ اتھینا ایتھنز کی مخصوص دیبی تھی، لہذا اس سے یہ نتیجہ
نکل سکتا ہے کہ پوسیڈون کے پجاریوں نے اتھینا کے پجاریوں
کو ہرا دیا، لیکن یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ ان دونوں جنگ جو فریقوں کا آخر
نام کیا تھا۔ ممکن ہے کہ مغلوب قوم ایونیائی ہی ہو لیکن پھر یہ سوال اُٹھتا ہے
کہ وہ کونسی قوم تھی جو اتھینے کی پوجا کو اپنے ساتھ لائی اور اس پوجا سے
جو ٹروائے، تھسلی اور ربیوتیہ میں اتھینا کی ہوتی تھی، کوئی خاص
تاریخی استدلال کیا جا سکتا ہے؟ ساتھ ہی ایک مشکل یہ بھی ہے کہ
تاریخ اٹیکا میں کہیں غالب و مغلوب اقوام میں مطلق کوئی امتیاز نہیں
پایا جاتا؟ آئی تھرا کا باپ پیتھیوس ساکن ٹروائے پیلوپس کا بیٹا
ہے، تو پھر کیا ایونیائی اور پیلوپسی ایک خاص مفہوم کے اعتبار سے
ہم معنے الفاظ ہوئے؟ حقیقت یہ ہے کہ واقعات ماضیہ پر ایک
ایسا پردہ پڑا ہے کہ اس کی وجہ سے اُس کا خاکہ تک نہایت دھندلا

نظر آتا ہے۵ؔ:

رزمیہ نسب ناموں میں جزیرۂ آئی گینا کا جو تذکرہ ہے وہ بھی کچھ کم عظمت نہیں رکھتا۔ بحری پری آئی گینا سکیون کے دریائی معبود اسوپوس کی بیٹی تھی* اور پیٹروکلوس اُس کے بیٹے کا (جو انسان تھا) بیٹا تھا۔ آئی گینا کا تعلق زیوس دیوتا سے بھی تھا جس سے ایاکوس پیدا ہوا جو بنی نوع انسان میں سب سے متقی اور پرہیزگار تھا، اور اسی ایاکوس کے لیے چیونٹیوں کی

۵ؔ ایون کے متعلق جو کچھ معلومات حاصل ہیں وہ سب زمانہ مابعد کے اختراعات ہیں اور ان میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ الیونیائیوں کے قومی مورثوں کے قصے گھڑے جائیں۔ اٹیکا کے افسانوں کا ذخیرہ در اصل یونانی افسانوں کے اس عظیم الشان دریا سے علیحدہ ہے جس نے تھسلی، بیوتیہ کے جنوب و مشرقی اور پیلوپونیز کے شمال و مشرقی اضلاع کو سیراب کیا ہے:



(نسب نامہ مرتبہ مترجم اردو)

قلب ماہیت کرکے میرمدون قوم پیدا کی گئی۔ ایاکوس کے دو بیٹے مسمی پے لیوس اور تیلاموں تھے، لیکن اخلاق و اوصاف میں وہ اپنے باپ سے بالکل متغائر تھے اور وہ اپنے سوتیلے بھائی کو قتل کرکے اپنا مسکن چھوڑ کر بھاگ گئے۔ تیلاموں تو جزیرۂ سالامس چلا گیا اور اُس کے دو بیٹے ایاکس اور تیوکر پیدا ہوئے، تیوکر نے جزیرۂ قبرس میں شہر سالامس آباد کیا۔ دوسرے بھائی پے لیوس نے سسلی میں پناہ لی۔ افسانوں میں اکی لیس اور نیوپطلیموس کا نام بھی نہایت ممتاز ہے لیکن اُن کے حالات اس جگہ بیان نہیں کئے جا سکتے؛ صرف اس قدر تذکرہ کافی ہوگا کہ زمانۂ مابعد کے مولوسیوں کے بادشاہ، جن میں سے ایک مشہور آفاق پرّھوس شاہ ایپائروس تھا، نیوپطلیموس کی اولاد ہونے کے مدعی تھے۔

لقونیہ اور مسینیہ سے لیدا کے افسانے کی ابتدا ہوتی ہے۔ بلا شبہہ یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اصل میں لیدا کا مسکن کالی دون تھا اور اسی مقام پر اُس سے تین داریوس نے (جسے لقونیہ سے نکال دیا تھا) نکاح کرلیا۔ لیکن ہم ان نسب سازوں کے ہتھکنڈوں سے خوب اچھی طرح واقف ہیں۔ لیدا کے بیٹے تین داریوس یعنی دیوسکوری یعنی کاسطور اور پولکس ہیں جو ابتدا میں الوہیت تماہستیاں تھیں، اور مختلف طریقوں سے انسانوں کی تقدیر میں دخیل ہوتی تھیں؛ نیز اُن کا تعلق خاص طور پر لقونیہ کے ساتھ تھا۔ اُدھر مسینیہ میں راداس اور لینکیوس کا ایک اور توام جوڑا نظر آتا ہے اور یہ دونوں آخر کار کاسطور اور پولکس کے ہاتھوں قتل ہوتے ہیں یہ ہے در اصل وہ افسانہ آمیز جامہ جو لقونیہ اور مسینیہ کے تنازع اور جنگہائے مسینیہ کو ان تاریخی واقعات سے سیکڑوں سال پیشتر پہنایا گیا ہے۔ لیدا کی بیٹیاں کلی تم نسترا اور مشہور آفاق ہیلین ہیں جنمیں سے ہیلین بھی ابتدا میں ایک دیبی تھی۔

لقونیہ کے بعد ہمسایہ آرکیڈیا کو لیجیے؛ یہاں کے بلدیات میں تگیا اور اسپارٹا کے جو باہمی تعلقات تھے انھیں تین داریوس کی بیٹی تماندرا اور اخےموس شاہ تگیا کے باہمی مناکحت کے قصے کے ذریعے سے ظاہر کیا گیا ہے؛ اور خود آرکیڈیا کے مختلف قصبات اور بلدیات کا باہمی تعلق نسب ناموں کے ذریعے سے پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ ملک کے ابتدائی اتحاد و اتفاق کا

کافی و وافی ثبوت بہم پہنچ جاتے؛ ان افسانوں میں سے اکثر و بیشتر ایک دوسرے کے متضاد ہیں اور ہم اُنھیں مطلق کوئی تاریخی وقعت نہیں دے سکتے۔ ساتھ ہی ہم یہ کہنے پر بھی مجبور ہیں کہ ان میں سے اکثر اشخاص کی ترکیب میں ایک خاص شاعرانہ انداز پایا جاتا ہے۔ ہرقل کا بیٹا تیلے فوس، جسے اکی لیس نے اپنے نیزے سے زخمی بھی کر دیا اور اچھا بھی کر دیا، آرکیڈیا کا ہی باشندہ ہے؛ پان دیوتا اور آرکیڈیا کے پہاڑی مناظر میں ایک خاص تطابق پایا جاتا ہے، اسی طرح اسٹیکس بھی ایک برفانی چشمہ ہے جو اردانیہ کے زنجیرے سے برآمد ہو کر ایک آبشار کی شکل میں نیچے وادی میں گرتا ہے۔ آرکیڈیا پر زیوس دیوتا کی حکومت تھی ؞

آرکیڈیا کے جنوب و مغرب میں ہیلوس واقع ہے۔ یہ مقام "سفید بو" نسطور کی وجہ سے مشہور ہو گیا جو تھسلی کے رہنے والے نے لمیوس کا بیٹا تھا۔ اُس کی اولاد جا کر ایتھنز میں حکمراں ہو گئی اور وہاں سے اُسنے ایشیائے کوچک کی ایونیائی نو آبادیوں کی رہبری کے فرائض انجام دیئے ؞

نسب سازوں کے نظریئے کے مطابق ایلس کے افسانے دراصل تھسلی کے قصوں کی ہی شاخیں ہیں اور ان دونوں سلسلوں کے درمیان ایتھلیوس کا واسطہ پیدا کیا جاتا ہے جو تھسلی سے ایلس آتا ہے اور اسی ملک کو اپنا وطن بناتا ہے؛ یہ بالکل صاف ظاہر ہے کہ یہ نام اولمپیا کے کھیلوں کی شہرت کے وقت ایجاد ہوا ہوگا۔ مختص القوم جدی سورماؤں میں، جن کا تذکرہ ایلس کے نسب ناموں میں کیا گیا ہے اور جن سے ہمیں تاریخی لحاظ سے مطلق کوئی دلچسپی نہیں ہے، ایک ایتولوس جو حسب معمول ایک شخص کو قتل کرنے کی پاداش میں جلاوطن کر دیا جاتا ہے اور خلیج کورنتھ کو عبور کر کے کوریتی قوم پر (جن کا نام وہ اپنے نام کی مناسبت سے ایتولی رکھدیتا ہے) حکومت کرتا ہے۔ ایلس پر ہی وہ اوگیاس حکمران تھا جس کے اصطبلوں کو ہرقل نے دریائے الفیوس کے ذریعے سے صاف کیا اور جس نے اس جانبازی کی یادگار میں اولمپی جشن کی بنیاد رکھی۔ ایلس اور پیزاتس کی ہمیشہ سے باہمی عداوت چلی آتی تھی اور ضلع پیزاتس کو یہ دعوے تھا کہ اولمپیا کے کھیلوں کی اُسی نے بنیاد ڈالی تھی؛ اس تنازع کا پتا اس افسانے سے لگتا ہے کہ یہاں پیلوپس نے

باب ۱

اوئے نوماؤس کو رتھوں کی دوڑ میں شکست دے کر اُس کی بیٹی ہپوو امیا کو اپنی بیوی بنا لیا۔

ایتولیہ کے افسانوں میں ایسے مختص القوم سورما بہت ملتے ہیں؛ اور چونکہ دوریانی ترک وطن کے زمانے میں ایتولیوں نے ایلیس پر قبضہ کر لیا اور یہ بسا ضروری معلوم ہوا کہ اس قبضے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ مل جائے اس وجہ سے دونوں ممالک کے درمیان فوراً ایک نسبی تعلق پیدا کر دیا گیا۔ ان ایتولی افسانوں میں سب سے دلچسپ میلیاگر کا افسانہ ہے؛ جب کالی دونی سوٗر کو مارنے کے بعد اس نے اپنے ماموں کو ایک جھگڑے کے سلسلے میں قتل کر ڈالا تو اس کی ماں نے اُسے بد دعا دی اور جس لکڑی کے ٹکڑے پر اُس کی زندگی کا دارومدار تھا اُسے آگ میں پھینک کر اُس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مشہور شکاری اور دوڑنے والی اٹا لانتا کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ کالی دون کا بادشاہ اوئے نیوس ہے جس کی بے پروائی کی وجہ سے اسی ملک کا سوٗر اس قدر موذی اور مفسد ہو گیا تھا، ہرقل کی بیوی دیا نیرا کا باپ تھا جس نے نادانستہ نے سوس کی زہر آلود پوشاک کے ذریعے سے اپنے شوہر کی جان لی۔ اوئے نیوس کی اولاد سے تی دیوس اور دیومدیس بھی ہیں جو اپنی قوت کی وجہ سے مشہور تھے۔ اس ضلع کا مشہور دریا اخے لاؤس مغربی یونانیوں بلکہ تمام یونانیوں کے لیے جملہ دریاؤں کا دیوتا بنا دیا گیا۔

اب ہم اپنی توجہ بحیرۂ ایجین کے چند جزیروں اور اقلیم ایشیا کے چند حصوں کی طرف مبذول کرتے ہیں۔ زیوس کریٹ کے پہاڑی جزیرے کا حکمراں تھا، اور یہاں ہم اُس کے اور یوروپا کے بیٹوں یعنی منوس، رھادامانتھوس اور سارپیدون سے دوچار ہوتے ہیں؛ ان میں سے رھادامانتھوس انصاف میں مشہور ہے، سارپیدون لسیہ چلا جاتا ہے، منوس اپنے باپ کا ایک وفادار بیٹا ہے اور اُس کی دور دراز مقامات میں عزت کی جاتی ہے؛ وہ میگارا کے بادشاہ نسوس اور ایتھنز کے بادشاہ اےگیوس کو (جس کے خلاف وہ اپنے بیٹے اندروگیوس کی موت کی وجہ سے برافروختہ ہو گیا تھا) شکست دے کر آخر میں اٹلی اور سسلی چلا جاتا ہے جہاں اُس کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اسکے علاوہ پاسیفے،

باب۳ مِنو تور، لابرنتھ اور اریادنے کے قصے ناظرین کو معلوم ہی ہوں گے اور ان کا اعادہ فضول ہے۔ کریٹی افسانوں کا رھوڈس سے یہ تعلق ہے کہ اس پر مِنوس کے ایک جانشین التھائے مینس کا قبضہ ہو جاتا ہے جو زیوس اتھابی ریوس کے بتخانے کی بنا ڈالتا ہے۔ افسانوں کے مطابق رھوڈس میں دو قومیں آباد تھیں، ایک تو تلخی نیس جو کاریگر تھے، اور دوسرے ہیلیاداے، اور ان کے علاوہ مصر، فلنیقیہ اور تھسلی کے تارکان وطن بھی یہاں پائے جاتے تھے۔ چونکہ یہ جزیرہ ایشیائے کوچک کے جنوب و مغربی کنارے پر مشرق اور مغرب کی گویا عین سرحد پر واقع ہے اس واسطے اُس کے سواحل پر مختلف اقوام نے ضرور اپنا اثر ڈالا ہو گا۔ جزیرۂ ساموتھریس چند پوشیدہ معبودوں کا مسکن تھا جن کی وجہ سے یہاں یونان کے مذہبی اسرار کا آغاز ہوا؛ جزیرۂ لیمنوس اس لیے مشہور ہے کہ اسی میں ہیفائیس توس زمین پر گرا[۱] ٹروائے کے افسانوں کا ہر شخص کو علم ہے؛ اور اکائیائی اور پریام کی طرح ہرقل اور لاؤمیدون میں بھی لڑائی ہوئی۔ لدیہ میں دیوتاؤں نے تنتالوس کے غرور اور نیوبے کی نخوت کی طرف توجہ کر کے ایک کا تو انصاف کیا اور دوسرے کو سخت سزا کا مستوجب قرار دیا، اور ہم آج بھی چٹان میں اس شبیہ کا ملاحظہ کر سکتے ہیں جسے یونانی غمگین و رنجیدہ نیوبے کی تصویر سمجھے ہوئے تھے۔ لسیہ میں سارپیدون اور گلاؤکوس رہتے تھے جو ایک معزز قوم کے قابل سپوت تھے:

رزمیہ دور کی پوری قوت کا مرکز ہرقل کی جاں بازیاں ہیں، اور مقامی تخیلات کا اثر ان پر بہ نسبت مفصلۂ بالا افسانوں کے کم پڑا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی فلنیقی گئے انھوں نے اپنے معبود ملکارث کی پوجا کو رواج دیا اور درحقیقت یہی ہرقل کے افسانوں کی بنا ہے۔ اس دیوتا کو (جس میں آفتاب پرستی کی جھلک صاف نظر آتی ہے) ایک ملک سے دوسرے ملک میں لا بٹھانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہرقل جگہ جگہ پھرتا اور دوسروں کے لیے جان پر کھیلتا نظر آتا ہے۔ اس طرح اُس کی حیثیت

---

[۱] شائد لیمنوس کا لنگڑا شخص فلوک تے تیس لنگڑے ہفائیس توس کا ہی ایک مثنیٰ ہے۔

باب ۵

ایک ناقابل مدافعت دیو کی سی ہو جاتی ہے جو کم و بیش خوش خلق ہے، دوسروں کی مدد کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے، اور جس کی قوت و جبروت کا بعض مرتبہ بالکل غلط استعمال کیا جاتا ہے، اور چونکہ اُس کی ضروریات عام بنی نوع انسان کی ضروریات سے مختلف ہیں اس لیئے اکثر ہمارے نزدیک اس کی حرکات قابل مزاح ہوتی ہیں اور اس کے بعض قصوں میں جگہ جگہ سروری عنصر پایا جاتا ہے؛

جب ہم یونانی ادبیات کے سلسلے میں مختلف یونانی اضلاع کے مقامی افسانوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ بجائے اپنی مقامی اور بے تعلق حیثیت قائم رکھنے کے ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہم نے متعدد مرتبہ اس طریقے کا ذکر کیا ہے جو مختلف نساب ان افسانوں کو ایک جگہ جمع کرنے کے لیے اختیار کرتے ہیں؛ یا تو سورماؤں پر طرح طرح کی سختیاں کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے جنم بھوم میں ہمیشہ افسردہ خاطر رہتے ہیں ورنہ وہ اپنے وطن میں غضبناک نظر آتے ہیں اور طرح طرح کے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں؛ بہر حال آخر کار وہ اپنے گھروں سے نکال دیے جاتے ہیں اور ایسے مقامات پر پہنچ جاتے ہیں جہاں اُن کی جاں بازیاں ظہور پذیر ہوئی تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی طریقے ایسے ہیں جہاں جگہ جگہ کے سورما ایک ہی مقام پر مجتمع ہو جاتے ہیں مثلاً یہ ممکن ہے کہ انھیں کوئی ایسا کام درپیش ہو جس کا کسی مذہبی رسم یا سنجیدہ کاروبار سے تعلق ہو جیسے کوئی جنازہ یا شادی کی رسم یا شکار، جنگ، اور دور دراز مقامات کا سفر۔ کالی ڈون کے سؤر کا شکار اور تھیبز کی جنگوں کا بیان اس سے پہلے ہی آچکا ہے؛ اب دو بڑے واقعے اور باقی ہیں یعنی آرگوناٹون کا سفر اور ٹروائے کی لڑائی؛

کتاب اوڈیسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ازمنۂ قدیمہ میں ہی جہاز آرگو کا سفر مشہور تھا۔ اس کشتی کے ملاح ایسے اس بعید اور نامعلوم مقام کو لے جانا چاہتے تھے جہاں سنہری اون رکھا تھا، اور اُس کے مطالعے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ابتدا میں تو اس قصے میں محض فطری ہیولات کا تذکرہ ہوگا لیکن رفتہ رفتہ امتداد زمانہ سے اُس نے جغرافی حیثیت اختیار کر لی اور رفتہ رفتہ اُس میں تقریباً ہر ایک جاں بازی کا قصہ اس میں مدغم کر لیا گیا۔ سنہری اون ائے تیوں کے ملک میں تھا جس کے متعلق مشرق اقصیٰ میں واقع ہونے کا گمان تھا؛ اس سمت میں صرف ایک ہی سمندر یعنی بحیرہ افشین ایسا تھا جسکی بابت

یونانیوں کو بتدریج معلومات حاصل ہوگئیں، اس لیے ایونی قوم کا ملک اسی کے کنارے پر قرار پایا، اور اس سمندر کے ساحلی بلدیات آرگو کے حالات سے بھر گئے۔ لیکن اب مغربی یونانیوں کی یہ خواہش ہوئی کہ وہ بھی آرگوناٹون کی جاں بازیوں میں شامل ہو جائیں، چنانچہ یہ کام کشتی کی واپسی کے زمانے تک ملتوی رکھا گیا۔ فرض کیجیے کہ کوئی شخص بحیرۂ ایجین سے کتراکر بحیرۂ اسود سے افریقیہ جانا چاہے تو اُسے ایک خیالی راستے پر ہوکر گزرنا پڑے گا، اس لیے آرگو کو کوئی بندرگاہ بھی مل سکتا تھا۔ رفتہ رفتہ یونانیوں کے بزرگ ترین سورما اس سفر میں شریک ہو جاتے ہیں، لیکن اس میں یاسون ہی سب سے زیادہ صعوبتیں جھیلتا ہے اور باقی سورماؤں کی حیثیت رہبر کی نہیں بلکہ محض زینت اور زیور کی سی ہے۔ جزیرۂ لیمنوس کے باشندوں کو آرگوناٹون کی اولاد سمجھا جاتا تھا اور چونکہ اکثر ملاح سورما منیائی قوم کے افراد تھے اس لیے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ قوم جزیرۂ لیمنوس پر آباد تھی، نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ منیائی فن جہاز رانی میں مہارت رکھتے تھے، اور اس کی تصدیق کالوریا کے بحری اتحاد میں اورخومینوس کی شرکت سے بھی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس آرگوناٹی افسانوں سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ شہر یولکوس کے منیائیوں نے جہاز رانی کے فن میں کوئی معتدبہ مدد پہنچائی اس لیے کہ اس نظریے کا ثبوت ارگو کے سفر سے دیا جاتا ہے، اور اُس کی جغرافی وقعت دراصل اس افسانے کی توسیع کا نتیجہ ہے۔

ان تمام افسانوں سے زیادہ نمایاں اور اس دور کا سب سے درخشاں اور ممتاز واقعہ جنگ ٹروائے اور اس سے پیشتر اور بعد کے واقعات ہیں؛ اگر غایر نظر ڈالی جائے تو کالی دون کے سور کا قصہ محض ایک شکاری جاں بازی کے واقعات سے مملو تھا، آرگو کے افسانے کی ایک سفر نامے سے زیادہ وقعت نہ تھی، اور گو تھیبز پر فوج کشی کا قصہ ایک لڑائی کا تذکرہ تھا لیکن وہ لڑائی سرزمین یونان ہی میں ہوئی تھی؛ ان سب کے برعکس ٹروائے کا افسانہ ایک ایسی جنگ کی کہانی ہے جو ایک دور و دراز شہر کے خلاف سر ہوتی ہے، اور جس کے لیے بڑی بڑی تیاریاں کی جاتی ہیں اور جب فوجیں واپس آتی ہیں تو آرگو کے ملاحوں کی طرح انھیں بھی اپنی جاں بازیاں تماشاگاہ یونان پر لانے کا موقع مل جاتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اس میں ان تمام افسانوں سے زیادہ مواد بھرا ہوا ہے اور وہ

باب ۱

حالات (مثلاً جدال و قتال، سیر و سیاحت کے عجیب و غریب اور نادر واقعات) بیان کئے گئے ہیں جن کے سننے کی اہل یونان کو خواہش تھی۔ اس مقام پر ہمارا مقصود جنگ ٹروائے کے مفصل واقعات بیان کرنا نہیں ہے؛ کون ایسا ہے جو اکیلیس کے غصے، ہیکتور اور پارس کی جاں بازیوں، شہر ٹروائے کی تاراجی، سفر اپیین کے حالات اور مراجعت وطن کے قصوں سے واقف نہیں؟ یہ ہمارے لیے نہایت سرور انگیز اور مسرت فزا ہوگا اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے ان اشعار میں سے کسی کی بنیاد واقعات پر ہے یا نہیں، اور اگر بالفرض ان واقعات کے بیان میں بے حد و نہایت مبالغہ آمیزی بھی ہوئی ہو پھر بھی ہمارے لیئے یہ معلومات کارآمد ہوگی۔ ابھی تو یہ بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ آیا فی الواقع یونانیوں نے ٹروپائیوں کے خلاف کوئی مہم سر کی بھی یا نہیں۔ بیلاشبہہ یونانی نسبتہً آسانی کے ساتھ ٹروائے پہنچ سکتے تھے اور یہ ممکن ہے کہ ان میں باہمی آویزش ہوئی ہو، لیکن اس آویزش کا سبب دریافت کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ لڑائیوں کی ابتدا ہمیشہ ہمسایوں سے ہوا کرتی ہے' اور ٹروپانی اور یونانی اقوام ایک دوسرے سے دور رہتی تھیں۔ اگر مصر اور ایشیائی اقوام کے باہمی جنگ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس جھگڑے کی ابتدا بھی ہمسایہ اقوام سے ہی ہوئی اور دیگر قومیں اس میں بھی بعد میں شامل ہوگئیں؛ ٹروپانی جنگ کی ابتدا کے لیے بھی اسی قسم کے اسباب کی تلاش کی ضرورت ہے، اور اگر یہ اسباب معلوم ہو جائیں تو پھر ہم یہ کہنے پر حق بجانب ہوں گے کہ افسانہ سازوں نے صرف یہ کیا کہ جنگ کی ابتدا بجائے ہمسایوں کے بعید الفاصلہ حلیفوں کے ہاتھ کرائی۔ اسکے برعکس اگر ہم واقعات ٹروائے کی تاریخی صداقت ہی سے منحرف ہو جائیں تو ہمیں اس مفروضے کے سایہ میں پناہ لینی پڑے گی کہ اس قصے میں دراصل اُن تنازعات کی پیش بندی کی گئی ہے جو ایولیائی ترک وطن کے زمانے میں دونوں قوموں کے درمیان پیش آئے ہوں گے؛ لیکن اس میں مشکل یہ پیش آئے گی کہ ہمیں ایسے واقعات کا مطلق علم نہیں ہے جن کی بنا پر ہم یہ کہہ سکیں کہ عین اس دور میں ٹروائے کو کوئی خاص عظمت حاصل تھی، یا یہ کہ اس کی تسخیر بمشکل تمام ہوئی، بلکہ غالباً دوریانی ترک وطن سے پہلے ہی یہ شہر بھی میکےنائی کی طرح اہم ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس تمام افسانے کی بنیاد

باب ۱

محض دشنیات پر ہی ہو، پیٹرسن نے اپنی کتاب "دشنیات یونان" میں یہ قیاس کیا ہے کہ ہیلین کی زنا بالجبر اور اُس کی واپسی دراصل زرین اون کے حصول کی مترادف ہوگی، اس کے بعد صرف یہ دریافت کرنا باقی رہ جائے گا کہ آخر یہ افسانہ خاص طور پر ٹروائے کے ملک سے کیوں وابستہ کیا گیا۔ اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ بعض دیبیوں، مثلاً افرودیت کی پوجا سے (جو ہیلین ہی کی شخصیت میں مضمر تھی، جو روایت کے بموجب ایشیائے کوچک کے کسی حصے سے وابستہ کی جاتی ہوں، افسانہ سازوں کے دماغ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس مقام کو، جس پر کھنڈروں کا ایک لاثانی مجموعہ ہے، ایک بے مثال سلسلہ قصص سے مزین کیا جائے۔ شلی مان نے حال میں اس امر کا ثبوت دیا ہے کہ ٹروائے کے تاریخی وقار سے قدما بھی واقف تھے، اور اس سے اس مفروضے کو اور بھی قوت پہنچ جاتی ہے۔

جنگ ٹروائے کے متعلق جو افسانے ہیں اُن کا ایک دلچسپ ذخیرہ مراجعت وطن کے قصوں پر مشتمل ہے جن کے ذریعے سے اگے میم نون اور اودے سیوس کی جاں بازیاں ممتاز و غیر فانی ہیں۔ ان دونوں میں بہت کچھ اخلاقی تباین پایا جاتا ہے اور عورتوں میں اُن کے مترادف کلی تم نسترا اور پینے لوپے کی شخصیتیں ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ اودیسی ان کہانیوں کا مجموعہ ہے جو مغربی سمندروں کی بابت مشہور تھیں اور جو آدم خوروں کے قصوں کی طرح زبان زد خاص و عام تھیں۔

یونان کا وشنی دور جنگ ٹروائے کے سورماؤں کی اولاد مثلاً تیلے ماخوس اور اورس تیس پر ختم ہو جاتا ہے اور اُنھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے نقاشوں کے لیے بہت کچھ مواد مہیا کیا ہے۔ اس دور کے بعد ایک عہد مظلمہ کی ابتدا ہوتی ہے جس میں سلسلہ قائم کرنے کے لیے نسب سازوں نے طرح طرح کے ناموں سے خلا کو پُر کرنے کی کوشش کی ہے[۵]۔

---

[۵] اس باب کے لیے دشنیات یونان کی مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ گروٹ: تاریخ یونان جلد اول (Grote. History of Greece vol.1) برسیان: جغرافیۂ یونان (Bursian Gr. Geography)، نیز یونانی اضلاع پر جو تصانیف ہیں، خاصکر کرتیوس کی کتاب پیلوپونیز (Curtius: Peloponese) ان کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ یہ امر قرین قیاس ہے کہ ٹروائے کے قبضے کے لیے ایک لڑائی لڑی گئی ہو۔ ایسی صورت میں یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ جو شخص ایشیا میں اس

باب یازدہم

یونانیوں کا مذہب

ارض یونان میں آکر آباد ہونے سے دوریانی حملے تک یونانیوں نے بہت کچھ مادی ترقی کرلی، اوران صدیوں کے اثنا میں وہ نہ صرف ایشیائی اور مصری فنون سے آگاہ ہوگئے بلکہ خود بھی فنون لطیفہ میں بہت کچھ آگے بڑھ گئے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فنی ترقی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ قوم تہذیب اور شائستگی کے ایک خاص پائے تک نہ پہنچ جائے۔ یونانی ابتدا میں خواہ کسی راستے سے بھی ارض یونان میں آئے ہوں، ان میں اوراُن کے ایشیائی بھائی بندوں کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ برابر قائم رہا اور وہ ایسی تحریکات سے برابر متاثر ہوتے رہے جن سے اُن کا ذہنی دائرہ وسیع تر ہوگیا؛ ساتھ ہی اس میں بھی شبہ نہیں کہ ان فنیقیوں کا بھی ان پر اثر پڑا ہوگا جو آکر اُن کے ساحلوں پر لنگر انداز ہوئے۔ ان اثرات کی وجہ سے یونانیوں کی زندگی میں ایک قسم کا تنوع پیدا ہوگیا اور وہ پہلے سے کہیں زیادہ مکمل ہوگئی۔ لیکن یہ بتادینا بھی ضروری ہے کہ بیرونی اثرات سے کسی شعبۂ حیات میں اس قدر تبدیلی پیدا نہیں ہوئی جتنی مذہب میں، اور یہاں اس ضمن میں ایک امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے، وہ یہ کہ روئے زمین پر یونانیوں سے زیادہ کسی قوم کے مذہب کو چند خاص اصول کے تحت ترتیب دینا مشکل نہیں نہ مذہبی عقائد میں اس قدر متضاد اجزا پائے جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یونانیوں میں ایسا کوئی طبقہ نہیں تھا جسے مذہبی معاملات میں ناطق احکام صادر کرنے کا اختیار ہو؛ مذہب صرف حسیات عامہ کا ایک مظاہرہ تھا جس میں نہ کوئی مبالغہ آمیزی تھی نہ کسی قسم کی تاریکی یا راز، اور ہر ایک حصۂ قوم کو اپنے ایسے دیوتاؤں کی پوجا کرنے کی پوری آزادی حاصل تھی جو اُس کے حسب حال ہوتے، اسی لیے ہر ایک نسل ابتدا میں اپنے ہی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ لڑائی کا رہبر تھا وہ اسی سورما کی اولاد سے تھا جو ایشیا سے آکر پیلوپونیز میں رہ پڑا تھا یعنی ایک افروجی کا پوتا ایک افروجی شہر کے خلاف فوجکشی کرتا ہے۔

باب ۱۱

چند مخصوص دیوتاؤں کی پوجا کرتی تھی :-
یونان کے مذہب میں بھی دیگر قدیم مذاہب کی طرح قوانین قدرت کو ایک خاص وقعت دی جاتی تھی - چند مخصوص ہیولے ہیں جن کے حسن، مفاد یا خوف کا بنی نوع انسان پر ایک خاص اثر پڑتا ہے، اور جب انھیں انسانی جامہ پہنا دیا جائے تو یہی معبود بن جاتے ہیں؛ اسی لیے عناصر اربعہ اور انکے نوع بنوع مظاہروں کے ساتھ ساتھ چند مخصوص معبودوں کا وجود فرض کر لیا گیا تھا :-

ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ یونانی اس مذہب کے بنیادی اصولوں کو ایشیا سے لائے، لیکن انھوں نے انھیں ایک مختص طرز سے ترقی دی اور بالآخر دوریانیوں کی فتح پیلوپونیز تک اُس کی تشکیل مکمل ہو گئی تھی - یہاں ہم اس مذہب کا ایک خاکہ پیش کرنے کی کوشش کریں گے، یعنی یونانیوں کے اُس وقت کے سربرآوردہ معبودوں کو شمار کریں گے اور ان کے اور انکے دیوتاؤں کے باہمی تعلق کا ذکر کریں گے - اس میں شبہہ نہیں کہ اُس زمانے کے حالات کی ہمارے پاس مطلق کوئی سند نہیں ہے؛ اشعار ہومر کی بابت یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ان میں اس دور کے حالات بھرے ہوئے ہیں لیکن فی الحقیقت انہیں زمانۂ مابعد کے واقعات کی بنا پر خیالی رنگ آمیزی کی گئی ہے - بہرحال خیالی عنصر کو زمانۂ مابعد کے عنصر سے جدا کرنا کچھ زیادہ مشکل کام نہیں ہے، اور نہ اس کا اندازہ کرنا کچھ زیادہ دشوار ہے کہ جب مختلف دیوتاؤں کی خصوصیات کا تعین ہو چکا تھا اور جب صرف بیرونی تشکیل باقی رہ گئی تھی (جو دوریانی حملے کے بعد ہومر اور ہسیود کے ہاتھوں دی گئی) تو اس وقت مذہب کی حالت کیا ہو گی :-

ہماری قطعی رائے ہے کہ یونانی مذہب تماشا گاہ دنیا پر بطور ایک اصلی اور طبعزاد مذہب کے نمودار ہوتا ہے جس میں وحشی یا فلسفیانہ تخیلات کی مطلق آمیزش نہیں، اور اُس کی یہ خصوصیت آخر تک قائم رہتی ہے - ہم اس نتیجے پر اس لیے پہنچے ہیں کہ نیکی اور بدی کے درمیان جو تباین ایرانی ثنویات میں پایا جاتا ہے اور جو ہندوستانی دیومالا میں بھی ممتاز ہے وہ یونانی مذہب میں تقریباً معدوم ہے - یہاں اول تو ایسے دیوتاؤں کا وجود ہی نہیں جن کا کام محض بنی بنائی چیز کو برباد کرنا ہے اور

باب ۱

اور اگر کہیں ان کا ذکر سننے میں آتا ہے تو صرف یہ کہ خطۂ آلہہ سے انھیں تحت الثریٰ میں جلا وطن کر دیا گیا۔ یہ سچ ہے کہ تقریباً یہی تباین اس اختلاف میں بھی نمودار ہوتا ہے جو تخت نشین خاندان آلہہ اور مغلوب و مفتوح باغیوں کے درمیان نظر آتا ہے، لیکن محض مغلوبیت بدی کی دلیل نہیں قرار دی جا سکتی، بلکہ امر واقعی تو یہ ہے کہ ایکطرف تو ان مغلوب آلہہ کے کسی خاص فعل کا ہمیں علم نہیں، دوسری جانب جو معبود غالب ہو گئے ہیں وہ سودمند اور نقصان رساں دونوں طرح کے واقعات کا منبع و مصدر ہو سکتے ہیں۔ ہر معبود اپنی خصوصیت کے مطابق عمل کرتا ہے، ایک ہی دیوتا ازالۂ مرض بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے، لیکن محض مارنے کی وجہ سے اُس کی حرمت یا اُسکے درجے میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی اور اُسے برابر رحمٰن سمجھا جاتا ہے۔ دیوتاؤں کی بعض صفات بھی انسانوں کی سی ہیں، اور ممکن ہے کہ جب اُن سے نقصان رساں افعال سرزد ہوئے ہوں اُس وقت وہ کسی وجہ سے غیظ و غضب میں مبتلا ہوں۔

یونانی مذہب کی یہ خصوصیات ایک بڑی حد تک جغرافی اور موسمی حالات کی وجہ سے پیدا ہوئیں؛ یہاں کی آب و ہوا میں وہ انہدامی کیفیت نہیں پائی جاتی جو ملک ایران کی فضا کے ساتھ مختص ہے، اور جو ایک حد تک ہندوستان میں بھی نظر آتی ہے؛ اور اس ملک کے مختلف اجزا کے حالات میں جو فرق نظر آتا ہے اُس سے مذہبی رنگ میں بھی ایک خاص تنوع پیدا ہو گیا ہے؛ نیز چونکہ یہاں کوئی ایسا مرکزی ادارہ نہ تھا جسے کوئی خاص طریق عبادت رائج کرنے کا بلا شرکت غیرے حق حاصل ہوا اس وجہ سے یونانیوں کے لیے نسبتاً آسان تھا کہ وہ غیر ملکی دیوتاؤں کو اپنے مذہب میں اس طرح مخلوط کر لیں کہ اُن کی اصلیت بالکل بدل جائے؛ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ گو انھیں غیر ملکی معبودوں سے کوئی خاص تعصب نہ تھا لیکن یونان میں آنے سے پیشتر ان معبودوں سے اُن کی غلو کی عادات چھڑا کر بالکل یونانی سانچے میں ڈھال دیا جاتا تھا؛ اس کی مثال اس واقعے سے ملتی ہے کہ مشرق میں انسانی قربانی مذہب کا ایک خاص عنصر سمجھی جاتی تھی، لیکن سرزمین یونان پر رفتہ رفتہ یہ معدوم ہو گئی۔

یونان کا سب سے بڑا معبود زیوس ہے جس کا تخیل صاف و شفاف آسمان کے مطالعے سے پیدا ہوا ہوگا۔ آسمان جملہ کائنات پر محیط نظر آتا ہے، اور ان ہیولات کے

باب ۱۱

ذریعے سے جو اس سے نکلتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں گویا ہر چیز پر راج کرتا ہے۔ بظاہر اجرام و انکشافات فلکی کی حالت ایک ہی نہیں رہتی بلکہ ان میں مسلسل اور گوناگوں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، اسی لیے یونانی زیوس کو رحمٰن و رحیم ہی نہیں بلکہ جبار و قہار معبود بھی سمجھتے تھے جو (بارش، گرمی، اور روشنی کے ساتھ ہی) کڑک، چمک اور گرج کے طوفان بھی پیدا کرتا ہے؛ ان کا خیال تھا کہ جب اُس کے دشمن دیووں اور عفریتوں نے اُس کے راج کے خلاف بغاوت کی تو اُس نے اُن پر بجلی گرائی جس کی وجہ سے ان میں بہت سے گر کر زمین میں سما گئے" اور یہ جب ہی سے زمین کو ہلا کر زلزلوں کا باعث ہوتے ہیں، لیکن زیوس کے قبضے میں آسمانی آگ ہی نہیں بلکہ آسمانی پانی بھی تھا، اسی وجہ سے اُسے "رب السحاب" کا لقب دیا جاتا تھا، اور بطور مینھ برسانے والے معبود کے اس کی پوجا کا مرکز دودونا تھا۔ زیوس ہی تمام ندیوں کا منبع و مصدر بھی سمجھا جاتا تھا اور ان میں سے سب سے اہم دریائے اخے لوئش تھا، ساتھ ہی پانی کی قوت کا مصدر اوقیانوس دیوتا شمار کیا جاتا تھا جس کی بڑی بیٹی کا نام ستیکس تھا۔ پہاڑوں کے قلّے ابتدا میں رب الارباب کے نام پر اور زمانہ مابعد میں جملہ معبودوں کے نام پر معنون کیے جاتے تھے ان میں سے یونانیوں کے نزدیک سب سے اونچی چوٹی قلۂ اولمپوس تھا جو ملک کی شمالی سرحد پر واقع تھا؛ اس کی بلندی ۹۷۵۰ فٹ تھی، اور اسی پُراسرار پہاڑی پر (جو ہر وقت بادلوں سے ڈھکی رہتی تھی) دیوتاؤں کا نشیمن بیان کیا جاتا تھا۔ اسی طرح اتھوسے اور آرکیڈیا و کریٹ کی پہاڑیوں کو زیوس کا مخصوص مسکن قرار دیتے تھے۔ غالباً جب ایک عرصے کے بعد اولمپیا کا میدان رب الارباب کے نام پر معنون کیا گیا ہوگا تو اس انتساب کے لیے مختلف اضلاع کے یونانیوں میں یقیناً کوئی نہ کوئی گفت و شنید ہو گئی ہوگی :

زیوس کی ہمنشین اس کی بیوی ملکۂ سماوات ہیرا ہے جسے دیوئے یا دیئے نا بھی کہتے تھے اور جس کا مسکن دودونا ہی تھا۔ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پرورش مویشی کی دیبی تھی اور اُس کی پوجا کا مخصوص مقام آرگوس کے قریب کوہ یوبیہ تھا، اور اُسے بؤپیس، یا "چشم بقر" (گئو انکھ) بھی کہتے تھے۔

باب۱۱ آرگوس کے علاوہ اُس کے اور دو صوبے بھی، ایک تو جزیرۂ یوبیہ کے کوہ اوخا پر اور دوسرا اِس لکیفیا پر کروتون کے قریب اونچی اونچی پہاڑیوں پر واقع تھے، اور وہ خاص طور پر جزیرۂ ساموس کی محافظہ تھی جس کے نام ہی سے "بلندی" کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے؛

یونانی دیومالا میں زیوس تو آسمان اور اُس کے جملہ ہیولات کا قائم مقام تھا اور مثالی معنوں میں یونانیوں کا واحد معبود کہا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ اجرام فلکی اور بہت سے دیوتاؤں اور دیبیوں کی شکل میں پوجے جاتے تھے۔ ایں سب سے نمایاں اور ممتاز اتھینے ہے جس کے متعلق کامل وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ابتدا میں آسمانوں کے پانی یعنی بارش کی اور ان جملہ حالات کی جو اُس کے نزول کے وقت ظہور پذیر ہوتے ہیں، دیبی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جب ہفائس توس یا پرومے تھیوس نے زیوس کے سر میں ایک تبر مارا تو وہ اس سے پیدا ہوئی، اور یہ تبر دراصل وہ بجلی ہی ہے جو بادلوں کو پھاڑتی ہے اور جن سے پانی گر کر زمین کو سیراب کرتا ہے؛ جب اتھینا پیدا ہو چکتی ہے تو وہ ان ہیولات قدرت پر بھی قادر ہو جاتی ہے جو اُس کی پیدائش اور آفرینش کے موجب ہوئے تھے؛ وہ طوفان باد و باران کی دیبی تھی، وہی بجلی گراتی تھی اور اسی لئے اُس کا نام "پالاس" یعنی "مدبّرہ" بھی تھا۔ اُس کا زیور اور آلۂ مدافعت ائی گس تھا جو ایک ایسی ڈھال تھی جس پر گورگون بھتنیوں کی شبیہ بنی ہوئی ہے؛ یہ بھتنیاں دراصل گرجتے ہوئے بادل ہیں اور اُن کے سر پر بالوں کی جگہ) جو سانپ نظر آتے ہیں وہ فی الحقیقت بجلی کی چمک کی تشبیہ تھی، جو چاروں طرف کوندتی ہے۔ اس دیبی کا دوسرا نام گلاؤکوپس یا "بوم چشم" بھی تھا، یہ شاید اس وجہ سے کہ وہ صاف آسمان کی بھی ملکہ شمار کی جاتی تھی جو طوفان کے بعد آئینے کی طرح صاف و شفاف ہو گیا ہو، اور اسی وجہ سے بھی اُسے بوم چشم کا لقب دیا جاتا ہے کہ اُلّو کی آنکھ تاریکی میں منوّر ہوتی ہے۔ اخلاقیات کے میدان میں اس دیبی کا یہ خاصّہ ہے کہ وہ اُداسی، ظلم و ستم کو دور کر دیتی ہے، اور عقل و فہم اور دانش و ادراک و نیز فنون لطیفہ میں کمال کی دیبی ہے جو انسان کو اُس کے دشمنوں کی دستبرد سے بچاتی ہے اسی لیے وہ مدافعت کی معبودہ بھی ہے

اس کے برعکس آرلیس تیز روجلے کا دیوتا ہے۔ تھسلی، اور بیوتیہ میں بھی اس دیوی کی اس قدر وفاشعاری سے پوجا نہیں کی جاتی تھی جتنی اس شہر میں جس کا نام اُس کے نام پر رکھا گیا اور جہاں اس امر کی کوشش کی گئی کہ شہر کے داخلی خصوصیات کو اس دیوی کی صفات کا آئینہ بنا دیا جائے ؏

اہم ترین مناظر سماویہ میں روشنی بھی ہے، جسے ایرانیوں کے حلقۂ معبودی میں متھرا اور یونانی دیومالا میں فیبوس اپولو کہتے تھے۔ وہ تیر کمان سے مسلح تھا، یہ تیر دراصل سورج کی کرنیں تھیں جن کی مدد سے وہ عمق کے عفریتوں پر غالب آتا ہے اور تاریکی کی جگہ نور پھیلا دیتا ہے۔ جس طرح روشن بادلوں کو آسمانی مویشی اور بھیڑوں سے تشبیہ دی جاتی تھی اسی طرح اپولو اُن کا گڈریہ بنایا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ گلوں اور ریوڑوں کا دیوتا بھی سمجھا جاتا تھا۔ سمندر پر اپولو کا اثر نہایت منفعت بخش پڑتا تھا اس لیے کہ وہ طوفان کو کم کرتا تھا، اور ایک خاص قسم کی مچھلی "دلفین" جو تھمے ہوئے سمندر میں اکثر جہازوں کے چاروں طرف اٹکھیلیاں کرتی ہوئی نظر آتی ہے اُس کی طرف منسوب کی جاتی تھی جس کی وجہ سے اُس کا خطاب ڈیلفینیوس بھی تھا۔ روشنی کا دیوتا ہونے کی وجہ سے وہ فطرتاً ناپاکی سے متنفر رہتا تھا اور چونکہ ظلم وستم سے ناپاکی بڑھتی ہے اس لیے وہ ظالموں کا دشمن تھا، لیکن مجرموں اور عفریتوں سے انتقام لینے کا کام نیم معبودوں مثلاً ہرقل، بیلے روفون، پرسیوس اور تھے سیوس کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔ علاوہ بریں اپولو ازالۂ مرض بھی کرتا تھا اور جب لوگ اپنی مشکلات میں اُس کی طرف رجوع کرتے تھے تو وہی انھیں نیک صلاح بھی دیتا تھا اور اسی کی حفاظت میں عالی شان استکہانی صومعے تھے جن میں سے سب سے ممتاز بت خانہ ڈیلفی بہت جلد دوسرے بت خانوں پر سبقت لے گیا۔ زمانۂ مابعد میں اس کی پوجا ڈیلوس اور خصوصاً ڈیلفی میں ہوتی تھی، لیکن یہ امر قابل لحاظ ہے کہ غالباً اُس کی عظمت میں دوریانی حملے کے بعد ہی ترقی ہوئی ہوگی ؏

روشنی آسمان سے زمین تک سورج کی وساطت سے پہنچتی ہے، اور جس طرح ہندوستانی دیومالا میں اس کے لیے ایک مخصوص دیوتا یعنی سوریا تھا اسی طرح یونانی بھی اُسے ہیلیوس کے نام سے پوجتے تھے جو فی الحقیقت اپولو ہی کا دوسرا نام ہے۔

جس کے ساتھ یہاں خاص خاص مناصب منسوب کیے گئے ہیں۔

دن کی روشنی کا تباین رات کی روشنی سے ظاہر کیا گیا تھا جسکی دیبی ارتیمس تھی۔ یہ اپولو کی بہن تھی اور اپنے بھائی کی طرح اُس کے ہاتھ میں بھی تیر کمان ہونے کی وجہ سے اُس کی شبیہ ایک شکاری کی سی بنائی جاتی تھی۔ اس کی یہ خاصیت تو یقیناً نمایاں ہے، لیکن ساتھ ہی وہ ثمر آور اور قوائے فطریہ کی دیبی بھی تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً (بجائے ایک کے) دو مختلف الخواص دیبیاں ہوں گی جنھیں زمانہ مابعد میں یونانیوں نے یکجا کر کے ارتیمس کا جامہ پہنا دیا جہاں تک اس موخرالذکر حیثیت کا تعلق ہے وہ ایشیائے کوچک کی مشہور دیبی کی طرح تھی جس کا معبد منجملہ اور مقامات کے الیفی سوس میں بھی تھا، اور اس حیثیت سے وہ ایسے قدرتی مناظر کی نگرانی کرتی ہوگی جو انسانی مساکن سے دور ہوں جیسے جنگل اور چراگاہیں جہاں درندے اور شکاری جانور پڑے پھرتے ہوں، اور ہر ایسی چیز کی نگہداشت اُس کا فرض تھا جو دیمیتیر، دیونی سوس اور اپولو کے حیطۂ اختیار سے باہر ہوں۔ وہ ماہتاب کی دیبی بھی تھی، لیکن سورج کی طرح یہاں بھی افتراق مناصب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور چاند خاص طور پر ایک اور دیبی یعنی سلینے کی شکل میں پوجا جاتا تھا۔

جس طرح ہندوستان میں صبح صادق کی روشنی کی ابتدائی کرنوں کو دو مہربانی آمیز توام بھائیوں یعنی اشوین سے تشبیہ دی جاتی تھی، اسی طرح یونانی دیوسکوری کی پوجا کرتے تھے جو علاوہ صبح صادق کی روشنی کی ان شعاعوں کی حالت کے بھی قائم مقام تھے جو تاریکی کو پھاڑتی اور اچھے موسم کی پیش بندی کرتی ہیں۔ اسی طرح ہلکے بادلوں کی چمک دمک سے خاری تیس (یعنی حسن مجسم) کے تخیل کی بھی ابتدا ہوتی ہے۔ یونانی عقیدے کے مطابق ہوا کو بہت سی شکلوں اور صورتوں میں درجہ الوہیت حاصل تھا اور ان کے نام ایولوس، ہارپی، بوریاس وغیرہ رکھ دیے گئے تھے۔ اسی طرح ہرمیس بھی جو جملہ دیوتاؤں میں سب سے شریر النفس ہے، در اصل معبود باد ہی ہے، اور اُس کی شرارت اس امر واقعی سے سمجھ میں آتی ہے کہ جملہ عناصر فطرت میں انسان کے لیے سب سے نقصان رساں ہوا ہی ہے۔ یہاں بھی حسب معمول نفس مضمون میں قدرتی حالات مضمر ہیں: ہرمیس اپولو کی مویشی چرا لیتا ہے۔

جو در اصل وہ بادل ہیں جنھیں ہوا نے منتشر کر دیا ہو۔ لیکن اپولو چور کو معاف کر دیتا ہے اور بجائے سزا کے اُسے چند تحائف یعنی عصا، پردار جوتے اور ابر کی ٹوپی، سے مالا مال کرتا ہے۔ چونکہ تند ہوا سے سیٹی اور گانے کی آواز نکلتی ہے اس لیے ہرمیس بانسری اور بربط کا موجد سمجھا جاتا تھا اور چونکہ ہوا نہایت تیز رَو ہے اس لیے وہ مسافروں کا محافظ، روحوں کا رہبر، دیوتاؤں کا ایلچی، اور ذہنی تعلقات کا محرک تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً پرومے تھیوس آگ کا دیوتا سمجھا جاتا تھا اور جس طرح ہندوؤں کے معبود اگنی نے اُتر کر انسانوں میں بود و باش اختیار کر لی اسی طرح پرومے تھیوس نے آگ کو طبقۂ ارضی پر لا کر انسان کو قربانی کرنا سکھایا، اور چونکہ آگ کے استعمال ہی سے تہذیب و تمدن اور شائستہ زندگی کا آغاز ہوتا ہے اسلیئے قدیم یونانی سمجھتے تھے کہ اسی دیوتا نے بنی نوع انسان کی رہبری شاہراہ ترقی پر کی۔ لیکن ابتدا ہی سے وہ حلقۂ معبودین سے نکل جاتا ہے اور اس کے رتبے میں کمی پیدا ہو جاتی ہے اس لیے کہ اس میں اور زیوس میں شروع سے معاندت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ فطری امر ہے کہ اس تنازع میں زیوس ہی کو فتح و نصرت ہو۔ پرومے تھیوس کے زوال کے بعد ہفائس توس آگ کا بہت بڑا دیوتا بنجاتا ہے ابتداءً وہ بجلی کا قائم مقام ہے اور چونکہ وہ آسمان سے پھینک دیا جاتا ہے اس لیے وہ زمین پر آموجود ہوتا ہے۔ اٹیکا میں اُسے گھریلو آتش دان کا محافظ سمجھا جاتا تھا۔ اس خطۂ یونان سے باہر آتش خانے کی ایک مخصوص دیبی ہستیا نامی تھی جو باکرہ تھی اور جس کی دیوتا اور انسان دونوں بہت عزت و توقیر کرتے تھے۔ اٹلی میں اُسے وَسْتا کہتے تھے اس لیئے ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ جس زمانے میں یونانی اور اطالوی ایک ہی ملک میں رہتے تھے اس وقت دونوں قومیں اُس کی پوجا کرتی ہوں گی۔

ہند و ایران کی طرح جہاں کے دیوتاؤں کو سوما یا ہُوما شراب نہایت مرغوب تھی، یونانی دیوتاؤں کا کھانا پینا نکتار اور امبروزیا پر مشتمل تھا۔ اغلب یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کا خیال یا تو شہد پر مبنی ہوگا جس کے خمیر سے ایک قسم کی شراب تیار کی جا سکتی تھی، ورنہ ممکن ہے کہ اس کی اصل "ایش" درخت کا رس ہو۔ حال میں

باب ۸

یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ یونانیوں کے نزدیک اس شراب کی تیاری کی نگہداشت اور اُس کے ساتھ جملہ نباتات کی نگرانی ایک مخصوص دیوتا کے سپرد تھی جسکا نام باکھوس یا دیونی سوس تھا اور جو زمانہ مابعد میں تاک انگور کا معبود بن گیا۔ باکھوس کی ماں سیمیلے ہے جس کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ یونانیوں نے انگور کی کاشت کا علم فنیقیوں سے حاصل کیا ہوگا، لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ قدما کے نزدیک دیونی سوس تھریس ہو کر یونان میں آیا تھا۔ ظاہر ہے کہ شراب کا علم اور انگور کی کاشت سے واقفیت یہ دونوں بالکل مختلف النوع امور ہیں۔ فنیقیوں سے یہ بعید نہیں کہ وہ یونانیوں کے ہاتھ شراب فروخت کرتے ہوں اور اس طرح یونانی اُس کے استعمال سے واقف ہوگئے ہوں، لیکن غالباً فنیقیوں نے انگور کی کاشت کا طریقہ یونانیوں کو سکھا کر اپنے منافع میں کمی نہ کی ہوگی، اور یہ بالکل ممکن ہے کہ انگور کی کاشت پہلے پہل تھریس کے جنوبی ساحل پر جہاں مارونیہ واقع تھا کی گئی ہو اور وہاں سے یونان میں رائج ہوگئی ہو۔

زیوس کا بھائی پوسئیدون روے زمین کے پانی کا دیوتا اور تمام چشموں کا مالک سمجھا جاتا تھا جو اُس کے ترسول یا پیگاسوس کے سُم کے مارنے سے پیدا ہوجاتے ہیں چونکہ گھوڑے سے تیز رو چشمے مراد لیے جاتے ہیں اسلیے پوسئیدون کو گھوڑے سے بہت شغف تھا۔ یونانیوں نے ایشیائے کوچک سے یہ سبق حاصل کیا کہ پوسئیدون چشموں کا معبود ہے لیکن بحیرۂ ایجیین کے کنارے پر وہ اُسے معبود بحری سمجھنے لگے، اور یہاں انھیں اسکا اندازہ ہوا کہ گھوڑے سے تیز رو اور بظاہر سرپٹ دوڑتی ہوئی سمندر کی لہریں معلوم ہوتی ہیں، اور یہ لہریں آس پاس کے پہاڑوں کو گویا ہلا دیتی ہیں اس لیے پوسئیدون کو زلزلہ آفرین بھی بتاتے تھے۔ یونان میں جو قومیں سمندر کے کنارے پر آباد تھیں وہ مختلف اطراف ملک میں پوسئیدون کی پرستش کرنے کی غرض سے متحد ہوگئیں مثلاً اکائیہ کے شہر ہلیکے میں اس دیوتا کی پوجا کی جاتی تھی، بعض یونانی اسے خاکنائے کورنتھ پر پوجتے تھے اور جو یونانی خلیج سارون اور جزیرہ نمائے آرگولس میں رہتے تھے انھوں نے اُس کا معبد جزیرۂ کالوریا میں بنا لیا تھا، نیز راس سونیئم پر بھی پوسئیدون کا ایک بت کدہ بنا ہوا تھا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یونان کی تقریباً ہر ایک راس پر

باب ۱۱

ایک ایک بت خانہ بنا ہوا تھا۔ گو یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے ہر ایک اسی معبود کے اعزاز میں بنایا گیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ یونانیوں کو سمندر سے ایک خاص تعلق تھا، لیکن ساتھ ہی وہ طوفان سے ڈرتے تھے، اور اسی لیے ہر ایک راس پر کسی نہ کسی دیوتا کا ہونا لازم تھا تاکہ وہ انھیں اس طوفان سے بچائے۔ جب سمندر سکون پر ہوتا ہوگا تو یہ سفید یا رنگین صومعے کیا بہار دیتے ہوں گے اور انھیں دیکھ کر ملاحوں کے دلوں میں اس خیال سے کہ ان کے معبود ان کی حفاظت کی تدابیر سوچ رہے ہیں، کس قدر اطمینان ہوتا ہوگا۔

زمین کی دیبی کا نام گایا یا دیمیتر تھا، اور موخر الذکر نام سے ہی اس کی اکثر و بیشتر پوجا کی جاتی تھی۔ یہ ثمر آور زمین کی معبودہ تھی جس نے انسان کو کشت کاری سکھا کر اسے تہذیب و تمدن کی شاہراہ پر لگا دیا۔ شہری زندگی کے ادارات بھی اسے منسوب تھے اور اس حیثیت میں اسے تھس موفوروس کہتے تھے۔ اس کی پوجا یونانی مذہبی اسرار میں شامل تھی، اور دوریائی حملے کے بعد جب لوگوں کو پہلے سے زیادہ مذہب کی ضرورت کا احساس ہونے لگا تو یہ بھی نہایت ضروری ہو گئی۔

یونانی قوم آریہ خاندان اقوام میں سے ایک تھی اور جس قدر وہ مغرب کی طرف سرکتی گئی اور بحیرۂ ایجین کے ساحل پر آباد ہوتی گئی اسی قدر اس کی اصلی خصوصیات میں اور بھی زیادہ تشخص پیدا ہوتا گیا۔ اس کا مذہب محض قوانین قدرت پر مبنی تھا اور اس میں کسی قسم کا غلو نہیں پایا جاتا تھا؛ اس میں جو کچھ بھی اخلاقی عنصر تھا اس کی حیثیت محض ثانوی تھی؛ اس میں پجاریوں کا کوئی خاص طبقہ نہ تھا اور عوام کی جانب سے خود ان کے قبائلی سرداری ہی دیوتاؤں کے نام پر قربانی چڑھاتے تھے۔ عبادت کے وقت نغمہ سرا بھجن بھی گاتے تھے اور ان گانے والوں کا مخصوص سورما اورفیوس تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ تھریس میں پیدا ہوا تھا یعنی وہ اسی قوم کا فرد تھا جس نے باکھوس کے مسلک کو یونان میں رواج دیا اور جس نے میوزوں کی پوجا شائع و رائج ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان تھریسیوں کا تمدن نہایت ترقی یافتہ تھا، اور کہا جاتا ہے کہ ان کے مساکن دریائے ہبروس کے کنارے اور کوہ اولمپوس کے دامن پر ضلع پیے ریا میں واقع تھے۔ زمانۂ مابعد میں تھریسیوں کا بھی وہی حشر ہوا جو

باب ۱۱ ایپا یئیر دسیوں کا، اور جیسے زیوس کی پوجا کی ابتدا ایپائیروس میں ہوئی لیکن انھیں یونانی نیم بربری تصور کرنے لگے اسی طرح قدیم تھریسیوں کا تمدن تو نہایت اعلیٰ پیمانے کا تھا لیکن اُن کی اولاد بالکل غیر متمدن نکلی؀

اس آریائی طرز عبادت کو سامی تمدن سے بھی بہت کچھ مدد ملی جس کے بعض عناصر تو فنیقیوں نے یونان میں رائج کئے اور بعض براہ راست ایشیائے کوچک سے اخذ کئے گئے۔ افرودیت جس کی پوجا کے یونانی مرکز کیتھرا اور کورنتھ تھے دراصل اعلیٰ ترین معبودۂ قدرت کی فنیقی تشبیہ ہے اور اسی کو تمام سامی یونانی معبودوں میں سب سے زیادہ فوقیت حاصل تھی۔ چونکہ اودونس کی پوجا کو بھی افرودیت کی پرستش میں مخلوط کر دیا تھا اس لیے ممکن ہے کہ ہیاکنتھوس کی پرستش بھی جو لقونیہ میں عام تھی، دراصل فنیقی الاصل ہی ہو۔ ادونس کی طرح ہیاکنتھوس بھی ایک نوجوان کا نام تھا جسے موت نے عنفوان شباب ہی میں تمام کر دیا تھا اور فی الحقیقت یہ ایسی کاشت کی تشبیہ تھی جو دھوپ کی تمازت کی وجہ سے پختگی سے قبل ہی مردہ ہوگئی ہو۔

افرودیت کی طرح آریس کی پوجا کا ماخذ بھی فنیقیہ ہی معلوم ہوتی ہے جہاں آریس کو کادموس کی بیوی ہارمونیہ کا باپ اور اسے اور افرودیت کو کادموس کی نسل کا جد اعلیٰ بتایا جاتا ہے، لیکن اگر اُس کی چند صفات کا لحاظ

؀ عام خیال کے مطابق ان تھریسیوں کا جو ایجین کے شمال میں آباد تھے ان تھریسیوں سے جو اٹیکا اور بیوتیہ میں پائے جاتے تھے، علاوہ مشترک نام کے اور کوئی تعلق نہ تھا (برسیان: تاریخ یونان جلد ۱ صفحہ ۲۰۴ (Bursian G.Gr.) لیکن ان دونوں قوموں کا سلسلہ پیئریا کے تھریسیوں سے ملتا ہے جہاں سے میوزون کی پوجا کی ابتدا ہوئی۔ ان اسباب کی بنا پر ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ اولین زمانے میں تھریسی قبیلے بحر اسود کے ساحل سے کورنتھ تک پھیلے ہوئے ہوں گے، انھیں نے چند مخصوص رسوم اور مسالک کو یونان میں رائج کیا، اور یہ یونان کے بحر زخار میں مخلوط ہو کر بالکل یونانی بن گئے؛ لیکن ان کا جو حصہ شمال میں آباد ہوا اُس کے تمدن میں ترقی معکوس ہونے لگی اور آخرکار وہ بالکل غیر مہذب ہو گیا۔

کیا جائے تو اس میں تھریسی معبودوں کی سی عادات ملیں گی۔ فنیقیوں کے رب الارباب دیگر یونانی معبودوں پر بھی اثر ڈالے بغیر نہ رہے اس لیئے کہ ہرقل اور ملکارٹ میں بہت کچھ مماثلت پائی جاتی ہے۔ اور زیوس لافیس ٹھیوس حقیقت میں مولوخ کی ہی دوسری شکل ہے۔ اس کے برعکس امے زنون کے قصے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یونانی مذہب پر اندرون ایشیا (غالباً کاپادوسیہ) کا بھی اثر پڑا ہوگا بحر اسود کے ساحل پر کومانا میں ما دیبی کا ایک مندر تھا جس کی پجارنیں جنگی ناچوں میں بہت مشاق تھیں، اور انھیں کے حالات سے ایسی عورتوں کے قصوں کی ابتدا ہوئی جو مردوں کی طرح جنگجو تھیں[1] ایک روایت یہ بھی تھی کہ امے زنون نے افیسوس کے حرم ارتےمس کی بنا ڈالی تھی۔ اس طرح ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ ارتیمس کی پوجا کے شیوع سے امے زنون کے حملے کا خیال پیدا ہوگا۔ تاہم یہ بھی ممکن ہے کہ امے زنون کے حملے اٹیکا اور ان کے تھےسیوس کے ہاتھوں شکست کے قصے کی مذہب کی تاریخ میں کوئی وقعت نہ ہو بلکہ دیگر حملوں کی طرح اس حملے کے حالات کا بھی محض اس لیئے اختراع کیا گیا ہو کہ اس سے ایتھنز کی عزت و توقیر میں اضافہ ہو اور ایتھنز کا مشہور سورما یعنی (تھےسیوس) ہرقل سے کسی طرح پیچھے نہ رہ جائے۔

یونانیوں کی ذہنی قابلیت میں کس کو انکار ہو سکتا ہے، وہ ہمیشہ ہر ایک کرشمۂ قدرت پر غائر نظر ڈالا کرتے تھے، اور ان کا مذہب درحقیقت ان کے ذہنی تخیلات کا آئینہ تھا۔ انھوں نے یہ محسوس کر لیا کہ انسان سے بالاتر بھی بہت سی قوتیں موجود ہیں اور ان قوتوں کا مظاہرہ گردوپیش کے فطری ردوبدل اور قدرتی واقعات کی تبدیلی سے ہوتا ہے۔ لیکن بنی نوع انسان کی مختلف شاخوں کے حالات میں اس وجہ سے تنوع اور تضاد پایا جاتا ہے کہ یونانیوں کے ذہن میں کبھی یہ تخیل نہیں پیدا ہوا کہ ایسا خدائے واحد بھی

[1] اس کے برعکس امے زنون کی عادات واطوار کی شمالی اقوام (مثلاً سکیٹ، سورومانے اور مساگاتی) کی عورتوں سے تعلق معلوم ہوتا ہے۔ ان کے حالات کے لیے روشر کی قاموس صفحہ ۲۷ (Roscher: Lexicon) میں امے زنون پر جو مضمون ہے اس کا مطالعہ کیا جائے۔

باب ۱۲

موجود تھا جو جملہ ہیولائے فطرت پر کلیۃً حاوی ہو یا وہ یکہ و تنہا جملہ مخلوقات و کائنات پر قادر ہو۔ یونانیوں کی دُنیا مناظر قدرت کی گوناگونی سے مرصع تھی اور ساتھ ہی انھیں اُن کی فطرت میں تمثیل و تشبیہ الہٰی قائم کرنے کا ایک خاص ملکہ حاصل تھا، اس لیے اُن کا ارباب پرست بن جانا کچھ بعید نہ تھا۔ کوئی بھی سیدھا سادہ شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ قوائے فطری کو مرتب و مہذب کرنے کے لیے کسی خاص انتظام کی ضرورت ہے، اور ممکن ہے کہ بعض تو اس نتیجے پر بھی پہنچ جائیں کہ یہ انتظام ایک خدائے واحد و برتر کا ہے، اور جس طرح انسانوں کا بادشاہ چھوٹے چھوٹے سرداروں کو مختار مجاز کی حیثیت سے حکمرانی کرنے دیتا ہے اسی طرح خدائے واحد و برتر بھی ہنگامی طور پر اپنے اختیارات چھوٹے چھوٹے معبودوں کے سپرد کر دیتا ہوگا۔ غرض یہ ہے کہ خواہ دُنیا کے موحّد کچھ ہی کہیں، مصنف کتاب ہذا کا یہ خیال ہے کہ یونانیوں کی ارباب پرستی ان کے لیے حسب حال تھی۔ اس مذہب میں انھوں نے یہ دکھانے کی کوشش کی تھی کہ ایک طرف تو انسان کی قسمت کا دار و مدار خدائے واحد پر ہے، لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ نیک و بد دونوں قسم کے افراد کو اچھے اور بُرے واقعات پیش آتے ہیں جس کی اصل وجہ اُن کے نزدیک یہی ہو سکتی تھی کہ بہت سے معبودوں کے بہت سے افعال ایک دوسرے کے متضاد تھے اور اس طرح ہیولائے فطری نے بڑھتے بڑھتے ایسی شخصیتوں کی صورت اختیار کر لی جو اُنکے نزدیک اخلاق کی نگرانی کرتی تھیں۔

یہاں ہم ناظرین کی توجہ ایک اور امر کی طرف مبذول کرتے ہیں۔ جب ہم یونانی دیوتاؤں کا تصور اپنی نگاہ بینا کے سامنے لاتے ہیں تو ہمارے خیالات پر ان مذاہب کا اثر پڑتا ہے جو زمانہ قدیم میں ہی قائم ہوئے تھے لیکن جنھیں ہم بہت زیادہ وسعت دے دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اتھینے کی شخصیت مخصوص ہے اور افرودیت اس سے بالکل متغائر ہے، لیکن جب کبھی ان دونوں دیبیوں میں سے کوئی تماشا گاہ پر نمودار ہوتی ہے تو دونوں کی شخصیت تقریباً ایک سی ہی نظر آتی ہے۔ یہ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ جب یونان مہذب و متمدن ہو گیا اس وقت ممکن ہے کہ ان دونوں کے متعلق یہی عام رائے ہو، لیکن یہ حکم قدیم ترین یونانیوں پر صادق نہیں آتا۔ ابتدا میں تو ہر ضلع کا ایک معبود تھا اور جملہ اختیارات جو خدائے حکمران کو حاصل ہونے چاہئیں سب

باب ۱

اُسے ہی حاصل تھے اور اُن کے نام اُن کی چند صفات کے امتیاز اور اُن سے بکالسا کے سبب سے اُن کے خاص خاص نام پڑ جاتے تھے۔ اس اصول کو مدنظر رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اتھینے، ارتیمس اور افرودیت در اصل ایک ہی معبودہ کے نام تھے، اور مختلف زاویہ ہائے نگاہ اور اُن کے پجاریوں کی خصوصیات وضروریات کا اعتبار کرتے انھیں مختلف ناموں سے یاد کرتے تھے۔ ساتھ ہی بعض وقت ایسا بھی ہوتا تھا کہ مختلف مقامات پر ایک ہی نام سے جو دیوتا مراد ہوتا تھا اُس کے صفات جگہ جگہ مختلف ہوتے تھے مثلاً افی سوس کی ارتیمس اور دیلوس کی ارتیمس کی شخصیت میں بہت کچھ فرق ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انفرادی معبودوں کی مقامی اہمیت کی وجہ سے ارباب پرستی کے اُن عناصر کا جو لغو اور بعید از فہم تھے ایک حد تک انسداد ہو جاتا تھا۔

غرضکہ خالص و ثنیاتی دور کے اختتام پر ہم دیکھتے ہیں کہ یونانیوں نے بہت کچھ ترقی کر لی ہے۔ انھوں نے قدیم معبودوں کو ایک خاص شخصیت دیدی اور ساتھ ہی اپنے دیوتاؤں میں اضافہ بھی کر لیا ہے، نیز فنون لطیفہ میں استعداد پیدا کر کے ان کے میدان میں بہت کچھ آگے بڑھ گئے ہیں لیکن انکی قسمت میں یہ نہیں تھا کہ اس راستے پر اطمینان سے گام زن ہو سکیں اس لیئے کہ ایک ایسا اندرونی انقلاب ہونے والا تھا جس سے اُن کا کیا دھرا سب غارت ہونے کا احتمال تھا اور ساتھ ہی دیگر شعبوں میں ایک خاص تہیج پیدا کر دیا۔[۱]

---

[۱] اس باب کے واقعات کے لیے بھی کوئی خاص ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن طالب علم وثنیات کے لیئے مفصلۂ ذیل کتب کا مطالعہ خالی از فائدہ نہ ہوگا: ڈنکر کی تاریخ قدیم (Duncker Geschichte des Alterthums) کا باب متعلق؛ شمڈٹ: "اخلاقیات یونان" (Schmidt: Ethik der Griechen)۔ آجکل قدیم مذہب یونان کی تاریخ مرتب کرنیکی بہت کچھ کوشش جاری ہے، اور پیٹرسن نے اپنی "وثنیات" میں مخصوص طور پر یونانی زاویۂ نگاہ کو پیش نظر رکھا ہے، لیکن ولاسٹوف جیسے مورخوں نے "پرومے تھیوس پنڈورا اور افسانۂ قرون" Wlastoff Promethee, Pandore et la Legende des siecles

باب دوازدہم

دوریانی حملہ آور

ایشیائے کوچک کی نوآبادیاں

تقریباً ۱۱۰۰ ق م میں روزگار یونان میں ایک عظیم الشان تبدیلی پیدا ہوتی ہے یعنی یونانیوں کی ایک قوم جس نے اُس وقت تک کوئی کار نمایاں انجام نہیں دیا تھا، اپنے مسکنوں سے نکل کر جزیرہ نمائے پیلوپونیز پر حملہ آور ہوتی ہے اور اس حصۂ ملک پر قبضہ کر لیتی ہے۔ بدیسیوں کی اس مداخلت کی وجہ سے یونان میں ایک انقلابی کیفیت رونما ہو جاتی ہے، اور یہی ایک بڑی حد تک اُن کے جغرافی انتشار، اُنکے روئے زمین کے ایک حصے پر پھیل جانے اور اُن کے تمدن میں ترقی کا باعث ہوتی ہے۔ یہ قوم دوریانی تھی جو اس وقت تماشاگاہ عالم پر نمودار ہوئی، اور جب تک یونانیوں کی آزادی قائم رہی اُس وقت تک برابر وہ اپنی جنگی مہارت کا ثبوت دیتی رہی، اور بالآخر اپنی ہمسایہ (ایونیانی) قوم کی طرح اُس نے بھی تاریخ یونان پر اپنی خصوصیات

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (بیٹہ جیرگ ۱۸۸۳ء) نے یہ فرض کر لیا ہے کہ یونانی مذہب سے پہلے ایک پیلاسگی ایونیانی مذہب کا وجود تھا، اور اُس میں ایسے ہندو نما خیالات کا اضافہ کر دیا گیا جکا قائم مقام ہسیود ہے۔ اس وقت تک یہ تمام کوششیں اس قدر ثمرآور نہیں ہیں کہ انھیں کسی بسیط تاریخ یونان میں جگہ دیجائی۔ یہاں صرف دو باتوں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جو ممکن ہے کہ تاریخ مذہب کی تحقیقات میں اہم ثابت ہوں یعنی (۱) مُردوں کی پوجا، جسکے لئے پ، گارڈوز کی دلچسپ رائے جو اسکے "ابواب جدید باب ۹ میں بیگی ہے اور (۲) دا سے ہو میں (نیم دیوتاؤں) کی پوجا (فیوسٹل دو کولانژ Fuestel de Coulanges ولش ہوفر Milch hofer)

باب ۱۲

کی مہر کردی:

گو جب تک دوریانیوں[1] نے پیلوپونیز کو فتح نہیں کر لیا اس وقت تک اُس کی مطلق کوئی وقعت نہ تھی، پھر بھی ہماری عین خواہش ہے کہ اس نہایت عظیم الشان قوم کے ابتدائی حالات سے ہمیں کوئی قطعی معلومات حاصل ہو جائے۔ ہیروڈوٹس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فتیوتس میں، دیوکالیون کی سیادت میں اور کوہ اولمپوس کے قریب ہستیائیوس میں ہیلن کے بیٹے دوروس کی ماتحتی میں رہتے تھے، لیکن موخر الذکر ضلع سے انھیں کاڈموسیوں نے نکال دیا اور وہ آخرکار مقدونیوں کے نام سے کوہ پندوس پر جا کر آباد ہو گئے؛ وہاں سے وہ دریائے پندوس کے کنارے دریوپیوں کے ملک میں ہوتے ہوئے پیلوپونیز پر قابض ہو گئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہیروڈوٹس کا یہ بیان حقیقی واقعات پر کس حد تک مبنی ہے؟ دیوکالیون اور دوروس کی ماتحتی میں رہنے کی اتنی ہی تاریخی اہمیت ہے جتنی خود ان دونوں سورماؤں کے وجود کی؛ کوہ پندوس کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ دریائے پندوس کے کنارے دریوپیوں کی جو آبادی دوریس میں تھی اس کا اس سے خلط مبحث ہو گیا ہے؛ با ایں ہمہ ظن غالب یہ ہے کہ وہ تھسلی سے ہی آئے ہوں گے متقدمین نے بیوتیوں کے ترک وطن کے جو حالات چھوڑے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں اقوام کی رفتار شمال سے جنوب کی طرف کو تھی۔ ہم سنتے ہیں کہ بیوتی ابتدا میں تھسلی میں رہتے تھے لیکن اُنھیں تھسالویوں نے جو تھس پروتیا سے آئے تھے، اُن کے مسکن سے (جو وادی پے نائیوس کے ضلع آرنے میں واقع تھا) نکال دیا اور خود اس

---

[1] ک، او، میولر: "دوریانیاں"، اشاعت دوم جلد ۲، برلن ۱۸۴۴ء (K.O. Mueller Die Dorier) دوریانیوں کی ابتدائی تاریخ کے لیے ہیروڈوٹس (۱،۵۶) کا مطالعہ کرنا چاہیئے جو انھیں "خانہ بدوش قوم" کا لقب دیتا ہے؛ اور اسی فقرے میں و نیز ۸، ۴۳ میں وہ دوریانی قوم کو "مقدونی" بتاتا ہے؛ بلاشبہ اس سے اُسکا مطلب اُن مقدونیوں سے ہوگا جو باقی ماندہ دوریانیوں سے کوہ اولمپوس پر جدا ہو گئے تھے:

باب ۱۲ خوبصورت وادی کے مالک بن بیٹھے جو جزیرہٴ پنڈوس کے مشرق میں واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سب واقعات جنگ ٹروائے کے ساٹھ سال کے بعد پیش آئے[2] تھسالوی اور بیوتیوں کے جنوب کی طرف ہٹ جانے کا دوریانیوں کے تھسلی میں داخل ہونے سے خاص تعلق ہے، اور اس میں جو خیال مضمر ہے وہ یہ ہے کہ تھسالویوں نے دوریانیوں سے اُن کے مساکن خالی کرا لیے[3]۔ بہر حال اُن واقعات کی کوئی سند نہیں، اس لیے ہمیں یہ فرض کرنے پر قناعت کرنی چاہیے کہ کسی خاص زمانے میں، جس کا قطعی تعین تو ممکن نہیں، لیکن جو ۱۰۰۰ ق م کے قریب ہی ہوگا، ارض یونان میں بڑی بڑی قومی تحریکات وقوع پذیر ہوئی تھیں، جس کی وجہ سے پہلے تو وادی پینائیوس کی آبادی، اس کے بعد وسطی یونان کی اقوام، اور پھر پیلوپونیز کے

---

[2] بیوتیوں کے بیوتیہ میں بود و باش اختیار کرنے کے واقعات کے لیے طوسی دیدش ۱، ۱۲ کا مطالعہ کیا جائے۔

[3] عام طور پر ہرقل کے زمانے کے دوریانیوں کا وطن ہستیائیوتس سمجھا جاتا ہے (ڈنکر ۵، ۱۴۴) اس کے برعکس استرابو (۴۲۷) کہتا ہے کہ اس بعید زمانے میں اُن کی بود و باش کوہ ایتہ پر، یعنی دوریس میں تھی۔ بلاشبہ اُن کے اور لاپتھیوں کے درمیان جو جھگڑا ہوا اس کے لیے شمالی تھسلی ہی زیادہ موزوں تھی، لیکن اس کے برعکس اگر دوریانیوں کا فرمانروا ائگیمیوس کی مدد سے ہیلوس ہستیائیوتس کا بادشاہ بن گیا، اور افسانوں کے بیان کے بموجب اگر اُس نے اس سے پہلے ہی پیلوپونیز کے مسخر کرنے کی کوشش کر لی تھی، تو پھر اُسے کوہ پنڈوس اور دریوپیس میں "قیام" کے لیے بہت ہی کم وقت بچا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی میراث کے حصول کے لیے تھسلی سے براہ راست آرگوس گیا ہو، لیکن اس کا تعلق تاریخ کی بہ نسبت افسانے سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ سب باتیں اس امر کا مزید ثبوت ہیں کہ خوبصورت یونانی افسانوں کی مدد سے تاریخ مرتب کرنا اور واقعات کا تسلسل قائم کرنا ہم انسانوں کا کام نہیں۔ استرابو ہومر کا اتباع کرتے ہوئے کہتا ہے (۹، ۴۰۱) کہ جب اورس تیس کی اولاد ایشیا جاتی ہوئی آؤلس پہنچ چکی تھی تو اس وقت بیوتی قوم (جس کا اُس وقت یہ نام نہ تھا) بیوتیہ سے تھسلی آئی اور پھر واپس بیوتیہ ہوئی، جس پر بیوتی پیلاسگی ایتھنز اور تھیسی پارناسوس چلے گئے

باشندوں کی از سرِ نو ترتیب عمل میں آئی:-

ان واقعات کے بعد تھسالوی قوم وادی پے نائیوس میں آباد ہو گئی جہاں سے وہ اپنی ماتحت اقوام (مثلاً کوہ اولمپیوس کے جنوبی دامن میں پرھے بی؛ کوہ پے لیون پر ماگنے تی، ز نجیرہ پنداوس پر دولوپی، اور کوہ اوتھریس پر اے ئنیانی اور فیتوتی اکائیانی) پر حکومت کرنے لگی۔ وسطی یونان میں دوریانی دریائے پنداوس کے کنارے پر دریوپیوں کے ملک پر قابض تھے، اور بیوتی کوپائی جھیل کے چاروں طرف رہتے تھے جہاں اورخومینوس کی بجائے تھیبز کو فوقیت حاصل ہو گئی تھی۔ لیکن ان سے بھی زیادہ تبدیلیاں جزیرہ نمائے پیلوپونیز میں ہوئی تھیں، جس کی تسخیر کا سہرا صرف دوریانیوں کے سر ہی نہیں بلکہ انکے ساتھ ہرقل کی اولاد بھی شامل ہو گی اس لیئے کہ روایت کے بموجب وہی اس وقت دوریانیوں کی سرتاج تھی۔ یہاں ہم پھر افسانے میں غوطہ لگاتے ہیں، لیکن یہ افسانہ ایسا ہے کہ اس کا یونان کے سیاسی اور تاریخی تخیلات پر بہت کچھ اثر پڑا اور یہ اثر یونانی آزادی کے اختتام تک برابر قائم رہا:۔

دوریانیوں کے حکمران اے گیمیوس نے لاپتھیوں پر فوجکشی کی جس پر ہرقل نے دوریانیوں کی مدد کر کے اُن کے مدمقابل کو شکست تو دیدی لیکن اس حصۂ ملک پر قبضہ نہیں کیا جس کی حوالگی کا اُس سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اس سورما کے انتقال کے بعد اے گیمیوس نے ازراہ تشکر و امتنان اُس کے بیٹے ہیلوس کو اپنا ولی عہد بنایا، اور اس طرح ہیلوس اور اُس کے پسماندوں کو وہی حقوق حاصل ہو گئے جس کے وہ خود اولاد ہرقل کی حیثیت سے مستحق تھے۔ ان حقوق میں شہر و ضلع آرگوس کی حکمرانی بھی شامل تھی اس لیئے کہ بجائے موجودہ بادشاہ یوریس تھیوس کے یہاں کی راجدھانی پر ہرقل کو ہی استحقاق تھا۔ اسی طرح چونکہ ہرقل نے تینداریوس کو مدد دی تھی اس لیئے کہ اُس کی اولاد کا اسپارٹا پر بھی حق سمجھا گیا۔ ایلس پر بھی ہرقل نے اوگیاس کو شکست دے کر نسطور کو پیلوس کے تخت پر بٹھا دیا تھا، اس لیئے اُس کی اولاد کو یہاں کے تخت کا دعوےٰ کرنے کا گویا حق پیدا ہو گیا۔ غرض یہ ہے کہ اگر دوریانیوں میں پیلوپونیز کو مسخر کرنے کی اہلیت تھی تو بمصداقِ بالا حقوق کو پیش کرنے

باب ۱۱

اور ان کے ذریعے سے پیلوپونیزی اقوام کو زیر کرنے کا انھیں پورا موقع مل گیا۔[1]

اس سے پیشتر ایک مرتبہ جب ہیلوس نے پیلوپونیز فتح کرنے کی کوشش کی تھی تو اُسے ڈیلفی کی کاہنہ کی طرف سے یہ جواب ملا تھا کہ ہرقلیوں کو تیسرے پھل کا انتظار کرنا چاہیئے، جس کا اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ شاید کاہنہ کی مراد تیسرے سال سے ہے، یہ وقت گزر جانے پر خاکنائے کے راستے جزیرہ نما پر حملہ کر دیا تھا۔ لیکن صرف ایک ہی معرکے میں یہ مہم ختم ہو گئی اور ہیلوس لیخے موس ساکن تگیہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس ناکام کوشش کے بعد ہرقلی چار و ناچار واپس آئے اور اٹیکا کے شہر ماراتھون میں بود و باش اختیار کر لی۔ ہیلوس کے بیٹے کلیو دائیوس نے از سر نو پیلوپونیز فتح کرنے کی کوشش کی لیکن اُسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، اور اسی طرح جب اُس کے بیٹے ارسطوماخوس نے حملہ کیا تو اس کا بھی بجنسہ یہی حشر ہوا۔ ارسطوماخوس کے تین بیٹے تمے نوس، کریسفونتیس اور ارسطودیموس تھے جن میں سے موخرالذکر نے ڈیلفی والوں سے یہ شکایت کی کہ جس مہم کی خود معبودوں نے اجازت دیدی تھی اُس میں اتنی پے در پے ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے؛ اس کا اُسے یہ جواب ملا کہ

---

[1] ہرقلیوں کی مہمات کی افسانہ آمیز تاریخ کے لیئے اپولودوروس ۲، ۷، و ۸ کا مطالعہ کیا جائے۔ اُن سے تین داریوس نے جو وعدے کیئے تھے وہ دیودوروس ۴، ۳۳ میں مذکور ہیں۔ پیلوپونیز پر دوریانی دعاوی کا افلاطون کی کتاب "القوانیس" ۳، ۶، ۷، ص ۶۸۲/۶۸۶ میں ذکر ہے؛ اس کے علاوہ ایسقراطیس کی کتاب "آرکی داموس" ۱۱۹ و ۱۲۰ میں اور بھی ایسے واقعات ملیں گے جن میں تضاد پایا جاتا ہے۔ ہر ایک بیان کی حیثیت مساوی ہے، اور مسلمہ روایت افلاطون اور ایسقراطیس سے زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتی، اور اصل یہ ہے کہ سب کے سب افسانے ہیں جن کے موافق یا مخالف ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ ایتولیہ کی جاں بازیوں کے لیئے استرابو ۷، ۳۵۷ اور پوسانیاس ۵، ۳، ۴ دیکھے جائیں۔ طوسی دیدیس (۱، ۱۲) کا بیان ہے کہ دوریانی پیلوپونیز میں جنگ ٹروائے سے اسی سال بعد داخل ہوئے۔ اپولودوروس کہتا ہے کہ اوکسیلوس یک چشم تھا، لیکن پوسانیاس (۵، ۳، ۵) کہتا ہے کہ بجائے اُس کے اُس کی سواری کا خچر بھی کانا تھا۔

وہ لوگ "تیسرے" "محل" کا مطلب ہی نہیں سمجھے، اصل میں اس کے معنی "تیسری پیڑھی" کے ہیں باب ۱۲
جواب آگئی ہے اس لیے انھیں چاہیئے کہ اب وہ بجائے خاکنائے کے راستے کے
نوپاکتوس ہوکر پیلوپونیز جائیں اور جس شخص کی تین آنکھیں ہوں اُسے اپنے ساتھ
لے لیں۔ طوسی ویدتخ کا بیان ہے کہ جنگ ٹرائے سے اسی سال بعد
انھوں نے اس ہدایت پر عمل کیا؛ راستے میں انھیں ایتولی اُوکسی لوس مل گیا جو یک چشم
تھا اور جو گھوڑے پر سوار تھا، اس طرح گویا ڈیلفی والوں کی ہدایت کی تکمیل ہوئی
اس زمانے میں اسپارٹا اور آرگولس پر تسامینوس حکمراں تھا جو اورس تیس
اور ہرمیونے (دختر مینے لاؤس) کا بیٹا تھا۔ اُوکسی لوس نے ہرقلیوں
سے طے کر لیا تھا کہ اگر انھیں اس مہم میں کامیابی ہوگی تو وہ ایلیس کا تاج اُس کے
حوالے کر دیں گے، اور چونکہ اُسے خوف تھا کہ اگر انھوں نے اس ملک کی خوبصورتی
کا اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا تو ممکن ہے کہ وہ اپنے وعدے کا ایفا کرنے میں تامل
کریں اس لیے وہ انھیں ایلیس کے بجائے آرکیڈیا ہو کر لے گیا۔ لڑائی میں
تسامینوس کو شکست ہوئی اور اکائیائی اپنے ملک کے شمال کی جانب جہاں
ایونیائی آباد تھے ہٹ گئے۔ اوکسی لوس نے ایلیس کو ایک جنگ میں جسمیں
ایتولی پی راخموس نے ڈیگ مینوس کا دست بدست لڑائی میں
خاتمہ کر دیا، فتح کر لیا۔ فاتحوں نے آرگوس، لقونیہ اور مسینیہ کو قرعے کے
ذریعے سے تیمے نوس، کریسفونتیس اور پسران ارسطودیموس یعنی
یوریس تھینس اور پروکلیس کے مابین تقسیم کر لیا، لیکن کریسفونتیس
چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے مسینیہ کا زرخیز علاقہ اُسی کے حصے میں آئے، اور اپنی
خواہش ایک چال چل کر پوری کی۔ قدیم روایات کے بموجب فتح پیلوپونیز کے واقعات
کا یہ پتا شہر نوپاکتوس کے نام سے چلتا ہے جو خلیج کورنتھ کے سب سے تنگ حصے
پر واقع ہے؛ اسی مقام پر دوریانیوں نے اپنے جہاز تعمیر کیے اور یہیں اسپارٹی کارنیا
کا میلا صرف اس وجہ سے لگایا جاتا تھا کہ اسی میدان میں ایک زاہد و متقی شخص
کارنوس مارا گیا تھا۔

اگر ان افسانوں میں تھوڑی بہت تاریخی حقیقت مضمر ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ

باب ۱۲

ممکن ہے کہ حملہ آور قوم انھیں راستوں سے پیلوپونیز آئی ہو جن کا اس میں تعین کیا گیا ہے، اور اس نے خلیج کورنتھ کو نوپاکتوس ہو کر ہی عبور کیا ہو اور وہاں سے مشرق اور جنوب کی طرف آرکیڈیا ہو کر مشرق اور جنوب کی طرف گئی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں دونوں جنوبی دوریائی ریاستیں ذرا شمال کی طرف واقع ہوں گی اولین عہد میں پائے تخت ستے نی کلاروس تھا اور اسپارٹا اس قدر طاقتور نہ تھا کہ فوراً امیکلائی کو ذرا جنوب کی طرف واقع تھا، فتح کر لیتا[۵۵]۔ ممکن ہے کہ دوریائیوں نے آرگوس پر مغرب کی جانب سے بھی حملہ کیا ہو، لیکن بلاشبہ دوسری طرف سے بھی ضرور چڑھائی کی ہو گی اس لیے کہ ان کا مرکز قلعۂ تیمے نیوم تھا جو ساحل پر واقع تھا[۵۶] اس لیے ہمیں یا تو یہ فرض کر لینا پڑیگا کہ دوریائی وہاں جہازوں میں پہنچے ورنہ کم از کم ان کے پاس سامان خورد و نوش ضرور ساحل ہو کر آیا ہو گا، اور اسی قسم کے حالات و واقعات تسخیر کورنتھ کے وقت بھی پیش آئے ہوں گے۔ اس اہم اور مشہور تجارتی منڈی پر جس میں اس وقت ایونیائی آباد تھے، ہرقلی الے تیس[۵۷] نے سولی گیوس قلعے سے جو خلیج کنکریائے پر[۵۸] واقع تھا، حملہ کیا اگر ان واقعات کو

---

[۵۵] پولی آے نوس (۱، ۱۰) کے نزدیک ہرقلیوں نے لقونیہ آرگوس سے فتح کیا۔

[۵۶] تیمے نیوم کے لیے پوسانیاس ۲، ۳۸، ۱، اور پولی آے نیوس ۲، ۱۲ کا مطالعہ کیا جائے۔

[۵۷] دراصل الی تیس ایسے فینیقیوں کا قائم مقام ہے جو کسی خاص ملک سے وابستہ نہ تھے اور جو ابتدائی زمانے میں ہی کورنتھ آکر آباد ہو گئے لیکن زمانۂ مابعد میں یہ نام دوریائیوں کے ایسے رہبر کو دیا گیا جس سے کوئی واقف بھی نہ تھا۔ روشر کی قاموس (Roscher: Lexicon) میں وٹش (Witisch) کا مضمون صفحہ ۲۲۹ دیکھا جائے۔ Vell-Pat. (۱، ۱۳) کے نزدیک دوریائیوں نے کورنتھ کو ممیوس کی تباہی سے ۹۵۲ برس کے بعد یعنی ۱۰۹۸ ق م میں فتح کیا تھا۔

[۵۸] فتح کورنتھ کے لیے طوسی دیدش ۴، ۴۲، ۳۴۔ اس مسئلے کو حل کرنے کیلیے کہ آرگوس کیونکر مسخر ہوا ہو گا، ہمیں اس امر کا لحاظ کرنا چاہیے کہ میکے نائی کے قریب جو کوہ تری تون ہے

پیش نظر رکھا جائے تو ہم یہ فرض کر لینے پر مجبور ہوں گے کہ ایونیائیوں کو سمندر سے اس قدر مغائرت نہ تھی جتنی کہ تاریخ یونان کے ترتیب دہندوں نے فرض کرلیا ہے، اور ہم فتح پیلوپونیز کی بابت اس رائے کو تسلیم کرلیں گے اس جزیرہ نما کی تسخیر صرف ایک لڑائی سے ہوئی، یہی خیال آج کل عام طور پر پسند کیا جاتا ہے اور اس کے خلاف نسابوں نے جن واقعات کا اپنی تحریروں میں ذکر کیا ہے اون کی کوئی اصلیت نہیں۔ حقیقت واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو سپاہیوں کی مختلف ٹولیوں نے مسخر کیا ہوگا جن میں سے بعض تو ایتولیہ سے ایلس اور وہاں ہوکر آرکیڈیا کے راستے جنوب کی طرف، بعض دورس سے پیلوپونیز کے مشرق کو اور چند جہازوں پر سوار ہوکر اور بیوتیہ اور اٹیکا کا دور کر کے اپنی منزل مقصود تک پہنچے ہوں گے [۹]۔

تسامینوس کی سیادت میں آرگوسی اکائیائیوں نے ان ایونیائیوں (یعنی برائے نام ای گیائیوں) کو جو خلیج کورنتھ پر قابض تھے، اپنے مساکن سے نکال دیا، اور خود بارہ شہروں میں آباد ہوگئے۔ یہ خارج الوطن ایونیائی اٹیکا بھاگ گئے جہاں اونھیں (قدیم روایات کے بموجب) اپنی مثل کے اور فراری یعنی پیلوسی کے نیلیوس کی اولاد سے تھے اور مشہور رشی نسطور کے عزیزوں میں ہوتے تھے؛ ان کا سردار میلانتھوس تھا جو ایتھنز پر بھی حکومت کرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ الے تیس نے جب کورنتھ کو فتح کیا ہے [۱۰] تو اس وقت دور وہ اس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اسکی وجہ سے شمال کی طرف کے حملے کی مشکلات میں بہت کچھ اضافہ ہوا ہوگا۔

۹ گروٹ (۱، ۵۵۵) بھی اس رائے سے متفق ہے کہ پیلوپونیز کی تسخیر میں ایک بیڑے نے مدد دی جو خلیج مالس سے چلا اور اسی راستے ہوکر، جو دریوپیس نے اختیار کیا تھا پیلوپونیز آیا۔

۱۰ تسخیر کورنتھ کیلئے پوسانیاس ۲، ۴، ۶، Con ۲۷ ۔ الے تیس کے متعلق دیگر روایات کیلئے Dur ۸ کا مطالعہ کیا جائے۔ الے تیس نے قدیم ایفرا کو لا عظیم الشان کورنتھ کا لقب دیا تھا

باب ۳

اور ہیپانتی داس فرماں روا تھے۔ جزیرہ پیلوپونیز کے شمال ومشرقی گوشے کی فتح کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ[۱] تمے نوس شاہ آرگوس کے متعدد بیٹے اور ایک بیٹی تھی جسکا نام ہیر نتھو تھا جس نے ہرقل کی نسل کے ایک فرد دئی فون تیس سے شادی کرلی تھی۔ لڑکی کا باپ اپنے داماد کا بہت کچھ پاس ولحاظ کرتا تھا اس لیے اُس کے بیٹوں نے حسد میں بھر کر اپنے باپ کو جان سے مار ڈالا اور اس کی جگہ انھیں میں سے ایک یعنی کیئی سوس آرگوس کا بادشاہ بن گیا۔ ادھر دئی فون تیس نے ایپی دوروس پر قبضہ کرکے اس کے باشندوں کو اٹیکا بھاگ جانے پر مجبور کیا اور ایونیانیوں نے ائی گینا فتح کرکے ساحل پیلوپونیز کے جنوب ومشرق میں ایک نیا آیپی دوروس آباد کیا۔ تمے نوس کے چوتھے بیٹے اگائیوس کو ترِوئے زینے کے ایونیانیوں نے اپنے شہر میں خوش آمدید کہا، اور دوسرا بیٹا فالکس سکیون گیا جہاں اُس نے ہرقلی لاکستاداس کے ساتھ مل کر حکومت کی باگ سنبھالی۔ فالکیس کے بیٹے رھگنی داس نے فلیوس پر چڑھائی کی اور اسے تسخیر کرلیا۔ جب دریوپیوں کو کوہ پارناسوس کے دامن سے بھاگنا پڑا تو وہ ہرمیونے اور ازینے چلے گئے جو آرگوسی اکٹے میں تھا۔ واضح ہو کہ دوریانی پے نیوس یا الفیوس پر یعنی جزیرہ نما کے مغربی حصے پر کبھی اثر نہیں ڈال سکے؛ پے نیوس کی وادی میں توان کے حلیف یعنی ایتولیوں نے ایلس آباد کیا اور دریائے الفیوس کے کنارے کنارے شہر پی زا تک اپنا اقتدار قائم کرلیا جس کی اہمیت دوریانی حملے کے زمانے سے گھٹنے لگی۔ آرکیڈیا پر بھی دوریانی حملے کا مطلق کچھ اثر نہیں پڑا اور یہ ضلع نہ صرف مسلسل آزاد اور خود مختار رہا بلکہ اپنی اجتماعی کیفیت میں بھی کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی ؛

[۱] شمال ومشرقی پیلوپونیز کے قبضے کے لیے مفصلۂ ذیل کا مطالعہ سود مند ہوگا ہے: پوسانیاس ۲، ۱۹؛ نکیاس ساکن دمشق، جزو ۳۸، ۴۱؛ پوسانیاس ۲، ۲۶، ۲۔ ترِوئے زینے Scymn ۵۳۳۔ فلیوس، پوسانیاس ۲، ۱۳، ۱، ۲۔ دریوپی، ہیروڈوٹس ۱، ۵۶، ۷، ۳۰، ۸، ۴۳ پوسانیاس ۷، ۴، ۳، ۹، ۵، ۱، ۲۔ ؛

باب ا

نقل وطن کی تحریک میں دوریانی حملے کی وجہ سے جو تہیج پیدا ہوا اس کا زور یورپ ہی میں ختم نہیں ہوا بلکہ اُس سے ایشیائی ساحل اور بحیرۂ ایجیین کے بہت سے جزیرے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جزائر میں سے صرف اُن پر ہی قبضہ کیا گیا جو ارض یونان سے بعید ترین تھے، یا یہ کہنا چاہیئے کہ صرف انھیں کے قبضے کا حال ہم تک پہنچا ہے؛ قریب ترین جزائر، جیسے جزائر ہدرہ کو (علاوہ چند مستثنیات کے جن پر دوریانیوں نے قبضہ کرلیا) پہلے تو کاریانیوں کے جزوی قبضے میں چھوڑ دیا گیا اور پھر ایونیانیوں نے ان میں آہستہ آہستہ اپنی نوآبادیاں قائم کرلیں۔ جہاں تک روایتی تاریخ کا تعلق ہے، ایشیائے کوچک کے سواحل اور جزائر کی نوآباد متعمرات کی تاریخ مفصلۂ ذیل ہے:[۱]

[۱] سواحل ایشیائے کوچک کی آبادکاری کا سنوی تعین ناممکنات سے ہے۔ روایتی بیان کے بموجب مستعمرین تینوں مختلف راستوں سے آئے، اور ان کا سنوی تعلق مفصلۂ ذیل بیان کیا گیا ہے: تینوں میں سے سب سے پہلی قوم جو ایشیا آکر آباد ہوئی ایولیائی تھے اور ان کے تقریباً ساتھ ساتھ ایونیانی اور دوریانی بھی آکر بس گئے۔ نام کے پلوٹارک کی "سوانح عمری ہومر" کے مطابق لسبوس کی نوآبادی ٹروا کے برباد ہونے سے ۱۳۰ سال کے بعد، اور ایک اور شخص کے بیان کے بموجب ایونیانی نوآبادی اُس کے ۱۴۰ سال بعد قائم ہوئی۔ حقیقت امر یہ ہے کہ ان واقعات کی تکمیل میں ایک عرصۂ دراز لگ گیا ہوگا۔ چونکہ پچھلے چند سالوں میں تمام متمدن ممالک میں، خصوصاً انگلستان، فرانس، جرمنی، آسٹریا اور امریکہ میں ایشیائے کوچک کی تاریخ دریافت کرنے کے جوش اور ایک دوسرے سے مقابلے کے احساس میں بہت کچھ ترقی ہوئی ہے اس لیئے ہماری معلومات بہت کچھ وسیع ہوگئی ہیں، اور اس میں ایسے محققوں کا ذکر کیئے بغیر نہیں رہ سکتے جنھوں نے اس میں نہایت تحقیق و تدقیق کی ہے یعنی ہملٹن، فیلوز، نیوٹن، وڈ، ریمزے، پیرو، واڈنگٹن، رائیے، شلی مان، ہیومان، کرتیوس، ہرش فیلڈ، پخشتائن، بینڈورف، کلارک وغیرہ (Hamilton, Fellows, Newton
Wood, Ramsay, Perrot, Waddington, Rayet
Schliemann, Humann, Curtius, Hirschfeld, Puchstein,
Benndorff, Clarke, etc,

باب ۱۲

ان میں سے سب سے شمال میں جو نوآبادیاں تھیں وہ ایونیائی کہلاتی تھیں، اور اُن کی بنیاد پیلوپونیز کے ان اکائیائیوں نے ڈالی تھی جو یا تو دوریانیوں کے حملے کی وجہ سے بھاگ گئے تھے ورنہ اس واقعے سے پیشتر ہی اپنا وطن چھوڑ کر مشرق کی طرف چلے گئے تھے۔[۱۳] ہیلانیکوس کا بیان ہے کہ خود اورس تیس نے لسبوس کی نوآبادی کی بنیاد رکھی تھی۔ استرابو کے قول کے مطابق، جس نے غالباً ایفوروس کی رائے کا اتباع کیا ہے، اورس تیس ہی اس مہم کا سرغنہ تھا، لیکن اس کا انتقال آرگیڈیا میں ہوا جس پر اوس کے بیٹے پنتھی لیوس اپنے ساتھیوں کو بیوتیہ اور تھسلی ہو کر تھریس لے گیا اور اس کی وفات کے بعد

[۱۳] لسبوس کے آبادکار اورس تیس کے لئے ہیلانیکوس جزو ۱۱۴ دیکھا جائے۔ ایونیائی نوآبادیوں کا تذکرہ استرابو ۱۳، ۵۸۲ میں ہے لیکن صاف نہیں ہے، نیز ۱۳، ۱۲۲ میں بھی حوالہ دیا ہوا ہے اور یہاں و نیز ۹، ۴۰۲ پر کیمے کا بیان دیکھا جائے جو پوسانیاس ۳، ۲، ۱، ۲، ۱۸، ۱۶، اور دیودوروس ۵، ۸۱ میں بھی دیا ہوا ہے۔ لسبوس کیلئے دیکھو پلین: لسبیاکا (Plehn:Lesbiaca برلن ۱۸۲۶ء۔" کوتزے: سفرنامۂ جزیرۂ لسبوس ; A.Couze: Reise nach Inseln Lesbos) ہانوور ۱۸۶۵ء۔ سمرنا کیلئے ہیروڈوٹس" ۱۵۰، استرابو ۱۴، $\frac{۶۳۳}{۶۳۴}$، لین: سمرنا، گیوٹنگن ۱۸۵۱ء۔ میلوناس: معاملات سمرنا (Mylonas:De Smyrn. rebus)۔ گیوٹنگن ۱۸۶۶ء کرتیوس: تحقیقات ۱۸۷۲ء (Curtius Beitrage)؛ ویبر: سپی لوس، پیرس ۱۸۸۰ء (Weber: Le Sipylos) جنوبی مگنیشیا کو جو دریائے میانڈر پر واقع ہے استرابو ایونیائی بتاتا ہے (۱۴، ۶۴۷) اور بعض مورخ اسے "نوآبادی دیلفی" کا لقب دیتے ہیں (Ath ، ۴، ۱۷۳) اگر ایشیائے کوچک اور لسبوس کی ایونیائی بولی اور شمالی تھسلی اور بیوتیہ کی بولیاں ایک ہی زمرہ میں رکھی جاسکتی ہیں (بروگ مان Brugmann:) "قواعد زبان یونانی" ۱، میولر کی بیاض علوم قدیم جلد ۱ صفحہ ۱۳، Griech. Gramm-in I. Mueller's Handbuch d. Klass. Allerthums) تو پھر اکائیہ کے تارکان وطن کا قصہ مشتبہ ہو جائیگا؛

وہ اُس کے بیٹے کے ساتھ پردیوتِھس کے شہر دائسکی لیون آکر رہنے لگے۔ پینتھی لیوس کے پوتے گراس نے لسبوس کا زرخیز جزیرہ (جس میں متعدد عمیق خلیجیں تھیں) آباد کیا اور بہت جلد اس میں پانچ مشہور شہر یعنی متی لنہ، متھیمنا، ان تیسا، ایرے سوس اور پرہا آباد ہو گئے، اسطرف اکائیائیوں کا ایک اور گروہ کلیوآس اور مالائوس کی سرکردگی میں لوکرس ہوتا ہوا ایشیا آیا اور یہاں کیمے آباد کرکے لوکرس کے کوہ فری کون کے نام پر (جہاں کے باشندے آبادکاروں میں شامل ہو گئے تھے) اس کا نام فری کونِتس رکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کیمے ہی کے باشندوں نے جاکر سمرنا آباد کیا ہوگا جو ایولیائی نوآبادیوں میں سب سے جنوبی ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ایولیائیوں اور ایونیائیوں کے درمیان مابہ النزاع رہا۔ یہ شہر کوہ سپی لوس کے جنوب میں اس خلیج کے اندرونی گوشے میں آباد کیا گیا جس میں آکر دریائے ہرموس گرتا ہے اور اس طرح یہ لدیہ کے پائے تخت سارڈس کا گویا بندرگاہ بن گیا۔ اندرون ملک میں اسی کوہ سپی لوس کے شمالی ڈھلاؤ کی طرف شہر مگنیشیا واقع تھا جو شائد تھسالوی مگنے تیوں کی نوآبادی ہوگی، لیکن یہ اتنا مشہور نہ تھا جتنا اُس کا ہمنام جو دریائے میاندر کے کنارے پر واقع تھا اور جسے خاص طور پر ایولیائی کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ لسبوس کے سامنے والے ساحل پر یا اس کے قریب ہی، نیز دریائے ہرموس کی طرف بجانب جنوب متعدد ایولیائی بلدیات تھے[۱۱] اس سلسلے میں آخری بات

---

[۱۱] ہیروڈوٹس (۱، ۱۴۹) ایشیا کے بارہ اقلیمی شہر شمار کرتا ہے۔ ان میں سے حال ہی میں اشیائے گلی کے برآمد ہونے سے میرینا کے متعلق بہت کچھ معلومات کا اضافہ ہوا ہے (ا، پوتی اے وس، رے نائش: "قبرستان میرینا" A. Pottier et S. Reinach: Lanecropolede Myrina پیرس ۱۸۸۶ء)، لیکن اس کے ایولیائی ہونے کا یقین نہیں کیا جا سکتا۔ اس شہر کی اہمیت کا باعث یہ تھا کہ یہ ایک بلند پہاڑی پر جو سمندر اور زرخیز وادی کے درمیان تھی، واقع تھا، اور حال ہی میں امریکانیوں نے

باب ۱۳

یہ کہتی ہے کہ ضلع ٹروائے اور جزائر تینے دوس و ہیکاتو نے سوس بھی ایولیائی تھے؛ گویا کہ ایولیائی اراضی ہیلیس پونٹ سے دریائے ہرموس تک پھیلی ہوئی تھی، اور ان جملہ بلدیات کا نام ایولی غالبًا ان مختلف عناصر کا امتیاز کرنے کے لیے پڑ گیا ہوگا جن پر اُن کی آبادی مشتمل تھی؛

ایولیائی بلدیات کے بعد ایونیائی نوآبادیوں کا نمبر آتا ہے[15] روایت

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) اس کے دلچسپ حالات کی تحقیقات کی ہے۔ آسوس کیلئے کلارک کی کتاب "تحقیقات آسوس" بوسٹن ۱۸۸۲ء Clarke: Investigations at Assos کا مطالعہ مفید ہوگا، اور ریمزے نے ایتولیہ میں جو تحقیقات کی ہے اس کے لیے "جریدۂ مطالعات یونان" جلد ۲ Journ. Hell. Stud. II دیکھنا چاہیئے؛

[15] ایونیائی نوآبادیوں کے لیے ملاحظہ ہو ہیروڈوٹس ۱، $\frac{۱۴۲}{۱۴۸}$؛ ۷، $\frac{۹۴}{۹۵}$؛ اِسترابو ۱۴، ۶۳۲؛ پوسانیاس ۷، ۲، وغیرہ۔ ہیروڈوٹس (۱، ۱۴۶) کے نزدیک ایونیائیوں اور دوریائیوں نے بحیرۂ ایجین کے جزائر کاریائیوں سے لیے، لیکن طوسی دیدش (۱، ۴) یہ کہتا ہے کہ کاریائیوں کو مینوس ہی نے جزائر سے نکال دیا تھا۔ ہم یہاں ان روایات میں کچھ اضافہ کرنا چاہتے ہیں جو متن میں نقل کی گئی ہیں۔ اس میں بہت کم شبہہ ہے کہ ایشیائے کوچک کے سواحل کی جدید آباد کاری میں روایتی بیان سے کہیں زیادہ عرصہ لگ گیا ہوگا اور ایتھنز نے ایونیائی استعمار میں اتنا حصہ نہیں لیا ہوگا جتنا روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہمارے پیش نظر خصوصًا سنہ ۶۰۰ ق م یا اس کے گرد و پیش کے واقعات ہیں جب ایتھنز میں کودروس نے لیوس اور بازیلے کے معبدوں کی بنیاد پڑی تھی، اور اس امر کا تیقن اس نوشتے سے ہوتا ہے جو حال ہی میں برآمد ہوا ہے۔ یہ جریدہ "ایفے میرس" ۱۸۸۴ء (Ephemeris Arch.) میں طبع ہوا ہے اور اس پر جریدۂ "تاریخ آثاریات" میں (Ges.) میں کرتیوس نے بحث کی ہے۔ خود افسانوں سے اس کا پتا لگتا ہے کہ ایونیائیوں کی آمد سے پیشتر ہی یونانیوں نے کولوفون پر قبضہ کر لیا تھا (پوسانیاس ۷، ۳، ۳)۔ ساموس اور خیوس کی ابتدائی تاریخ سے (پوسانیاس ۷، ۴) ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اس جزیرے کی آباد کاری میں، جس کی بابت ہمیں بہت کم معلومات حاصل ہیں، زمانۂ دراز

باب ۱۲

کے مطابق ایونیائی مستعمرین ایتھنز سے آئے تھے جہاں تھیسیوس کے بعد مینسٹھیوس تخت نشین ہوا، یہ وہی مینسٹھیوس ہے جو جنگ ٹروا کے موقع پر ایتھنزی فوج کا سپہ سالار تھا، اور اس کے بعد تھیسیوس کی نسل سے بہت سے افراد یعنی دیموفون، اوکسن تاس، افی داس اور تھیموئے تاس سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ جب دوریائیوں نے نیلیوسیوں کو پیلوس سے نکال دیا تو وہ وہاں سے سیدھے ایتھنز آئے جہاں انھیں خوش آمدید کہا گیا۔ ایتھنز اور بیوتیہ میں کشیدگی تو رہتی ہی تھی، ایک آویزش کے دوران میں بیوتی حکمران زانتھوس نے تھیموئی تاس کو دست بدست مقابلے کے لیے للکارا، لیکن موخرالذکر کے بجائے انہی نیلیوسیوں میں سے ایک یعنی میلانتھوس سامنے آیا، اپنے حریف کا مقابلہ کیا اور فتح پائی، جس کے انعام میں اُسے ایتھنز کا بادشاہ بنایا گیا، اور اس کی وفات پر اُس کا بیٹا کودروس تخت نشین ہوا۔

اسی زمانے میں پیلوپونیز میں، جسے دوریائی اپنے دائرہ اقتدار میں رفتہ رفتہ شامل کر رہے تھے، متواتر ہلچل مچی ہوئی تھی۔ ایتھنز میں ہر چہار طرف سے فراری آ رہے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ آخرکار دوریائیوں نے اس شہر پر بھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ لگا ہوگا۔ جہاں تک ایتھنز کا بحیثیت اور بلدیات تعلق ہے، ایک طرف تو نیلیوسیوں کی تعداد ذرا مشتبہ معلوم ہوتی ہے، اور دوسری جانب یہ رائے ہے کہ پروکلیس جس نے ساموس کو آباد کیا، ایون ولد زوتھوس کی نسل سے تھا، در اصل صرف اس مشکل مسئلے کو حل کرنے کے لیے دی گئی ہے (پوسانیاس ۷، ۴، ۲)۔ اس ضمن میں ہمیں صرف یہ اور کہنا ہے کہ خود افسانے کے مطابق ان ایونیائیوں کی تعداد جو ایشیا کو ترک وطن کر کے چلے گئے، زیادہ نہیں معلوم ہوتی اور کرٹیوس کا یہ فرض کرنا کہ وہاں انھیں اپنے ہم نسل باشندے مل گئے بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔ ہیروڈوٹس ایونیہ کی نفیس آب و ہوا کی تعریف کرتا ہے (۱، ۱۴۲) اور یہ بھی کہتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں بھی ایونیہ کے دریا اپنے ساتھ مٹی لا کر اپنے دہانوں کو بھر رہے تھے، لیکن اشترابو کے زمانے تک اس کا ساحل بہت دور تک تھا (ہیروڈوٹس ۲، ۱۰؛ اشترابو ۱۴، ۶۳۲)۔

حملہ کر دیا۔ انھیں کاہنی ندا سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اگر انھوں نے کوڈروس کی جان بخشی کی تو وہ ضرور مظفر و منصور ہوں گے، لیکن کسی نہ کسی طرح کوڈروس لڑائی میں کام آ گیا اور صرف میگارا کے قبضے پر قناعت کر کے دوریانیوں کو واپس جانا پڑا۔ ایتھنز میں کوڈروس کے بعد پھر کوئی بادشاہ تخت پر نہیں بیٹھا، اور اس کی توجیہ بیان کرنے کے لئے زمانۂ مابعد میں یہ لطیفہ بیان کیا گیا کہ وہ اتنا اچھا شخص تھا کہ ایتھنزیوں کو اُس کا ثانی میسر نہیں آیا۔ بہرنہج بلدیہ ایتھنز کی حکومت اُس کے بعد بھی اُسی کے خاندان میں ہی رہی۔ صرف فرق اتنا ہو گیا کہ حکام کو بجائے بادشاہ کے ارخن کہنے لگے۔ اب اس کے دو بیٹے یعنی میدون اور نےلیوس میں میراث پدری کے لئے جھگڑا ہونے لگا جس پر کاہنہ نے میدون کے موافق اپنا فیصلہ صادر کیا اور نےلیوس وطن چھوڑ کر ایشیا چلا گیا جہاں اور بہت سی قومیں (یعنی ایتھنزی، پیلوپونیزی، ایونیائی، منیائی، یوبیہ کے اباتی، فوکسی، تھبزی، دریوپی، مولوسی، آرکیڈی، پیلاسگی اور ایپی دوروس کے دوریائی) اس سے آ کر مل گئیں اور انھوں نے اپنا نوعی یا اجتماعی نام ایونیائی رکھا۔ ان لوگوں نے جن بلدیات کی بنیاد ڈالی انھیں سے ایک شاندار شہر ملطہ تھا جو ایک ایسی خلیج کے دہانے پر واقع تھا جو اب خشک ہو کر اراضی میں شامل ہو گئی ہے، اور اس ضلع میں اُس وقت کاریائی آباد تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ”ملطہ“ دراصل ایک کریٹی نوجوان کا نام تھا جو اپنے گھر سے ایشیا بھاگ گیا تھا۔ ایونیانیوں نے نےلیوس کی ماتحتی میں اس مقام پر حملہ کیا اور یہاں کے مردوں کا خاتمہ کر کے عورتوں کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔ واضح ہو کہ دِدی میوسی اپولو کا مشہور بت کدہ جو ملطہ سے بجانب جنوب واقع تھا، ایونیائی نوآبادی سے زیادہ قدیم تھا۔[۲۶] ملطہ کے بعد سب سے اہم شہر

[۲۶] ملطہ: ایک ایتھنزی نوآبادی، ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۶؛ ۵، ۹۷؛ ۶، ۲۱؛ ۹، ۹۷، ۱۰۹؛ استرابو ۱۴، ۶۳۲ تا ۶۳۶؛ پوساناس ۷، ۲، ۶۔ شروڈر کے مقالے، اشٹرال زند ۱۸۲۶ء؛ مقالۂ ولڈاؤ، ڈارمشٹاٹ ۱۸۲۹ء، مقالۂ شمٹ، گیوٹنگن ۱۸۵۵ء۔ نیز مقابلہ کرو

باب ۱۱

باب ۱۲ ایفی سوس تھا جس کی آبادی کوڈروسی انڈروکلوس نے کی تھی۔ یہ شہر اس زرخیز

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - نیوٹن کی کتاب "تاریخ انکشافات وغیرہ" جس کے اقتباسات نیچے دئے ہوئے ہیں۔ رایے وطامس کی تصنیف جو ابھی غیر مکمل ہے نہایت عمدہ ہے اور اس میں رایے نے اپنی کھدائیوں کے نتائج پیش کئے ہیں جو اوس نے روتھس چائلڈ کے خرچ سے کیں؛ (اشیا جو برآمد ہوئیں عجائب خانہ لوور میں موجود ہیں) Rayet et Thomas: Milet et le Golfe Latmique "ملطہ و خلیج لاتموس" پیرس ۱۸۷۷ء وغیرہ۔

ایفے سوس: گروفیلوس کے مطابق اس شہر کی بنا جس طرز پر ہوئی اس کا اقتباس "دستور ایتھنز" ۸، ۱۶۱، ۳ میں دیا ہوا ہے۔ نیز مقابلہ کیا جائے استرابو ۱۴، ۶۳۳/۶۳۴، ۶۳۹/۶۴۲؛ پوسانیاس ۷، ۴، ۲ زمانہ حال کے مصنفوں میں سے مفصلۂ ذیل ممتاز ہیں؛ گوہل: "ایفے زیاکا" Guhl: Ephesiaca برلن ۱۸۴۳ء) فاکنر: ایفی سوس و بتکدۂ دیانہ Faulkner: Ephesus and the Temple of Diana لندن ۱۸۶۲ء؛ ا۔ کرتیوس ایشیائے کوچک کی تاریخ و توصیف کے معلومات میں اضافے E. Curtius. Beitrage Gesch. und Topogr Klainasiens ۱۸۷۲ء؛ "ایفی سوس" برلن ۱۸۷۴ء۔ انگریزوں نے بھی نہایت اہم انکشافات کئے ہیں جیسے ج۔ ٹ۔ ووڈ: انکشافات ایفی سوس" J. T. Wood: Discoveries at Ephesus لندن ۱۸۷۷ء؛ ہیڈ: سکہ جات ایفی سوس Head Coinage of Ephesus لندن ۱۸۸۰ء۔

میکوس: استرابو ۱۴، ۶۲۳، ۳۶۲؛ پوسانیاس ۷، ۲، ۱۰؛ پولی آئے نوس ۸، ۲۵۔

پری اے نے: استرابو ۸، ۳۸۴؛ ۱۴، ۶۳۳، ۶۳۶، ۶۳۹؛ پوسانیاس ۷، ۲، ۹۔ انگریزوں کے انکشافات؛ رپورٹ پلن و نیوٹن بابتہ باقیات بتخانۂ ایتھنے پولیاس بمقام پری اے نے (جس کے مجسمے لندن میں موجود ہیں) لین شاؤ: "معاملات پری اے نے" Lenschau: De rebus Prienonsium

باب۱۲

ضلع میں واقع تھا جو وادی کائسٹر کے دہانے پر ہے اور جس میں ہو کر اندرون ایشیا سے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ کولوفون: پَوسانیاس ۷، ۳، ۱۔ اِسٹرابو (۱۴، ۳، ۶۳۳) کا بیان ہے کہ اس شہر کو پیلوس کے باشندے مسمی اندرائے مون نے آباد کیا تھا، لیکن اسٹرابو ۱۴، ۱، ۳، ۶۳۲، ۴، ۶۴۳ اس شہر کے ایک باشندے مِمنرموس کا قول نقل کرتا ہے کہ اس شہر کا اولین آبادکار خود پیلوس تھا۔ ک۔ ا، پرٹز، "کولوفونیا کا" C. A.Pertz: Colophoniaca گیوٹنگن ۱۸۴۸ء۔ زمانۂ مابعد میں اسی شہر میں نہایت خوبصورت سکے ڈھالے گئے۔ حال ہی میں شُخ ہارٹ نے "روئداد انجمن آثار قدیمۂ ایتھنز"، ۱۸۸۶ء ص $\frac{۳۹۸}{۴۳۴}$ میں کولوفون، نوتیوم اور کلاروس کے مواقع کا تعین کیا ہے Schuch hardt: Mittheil. der arch Inst Athen

لیبے دوس: پَوسانیاس ۷، ۲، ۲ اِسٹرابو (۱۴، ۱، ۳، ۶۳۳) اس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ اسے اَندرو پومپوس نے آباد کیا۔

تیوس: پَوسانیاس ۷، ۳، ۳ اور اِسٹرابو ۱۴، ۱، ۳، ۶۳۳، ۴، ۶۴۴ میں بہت ہی کم فرق ہے۔ اس شہر کے باشندوں کی تقسیم فوجی طریق سے "وحدولوں" میں ہوتی تھی۔ انگریزوں نے باکھوس کا بت کدہ دریافت کیا ہے (ملاحظہ ہو پری اے نے کا بیان مفصلۂ بالا)

ایرتھیرائے: پَوسانیاس ۷، ۳، ۷۔ اِسٹرابو (۱۴، ۱، ۳، ۶۳۳) کے نزدیک اسے کنوپوس نے اور اسٹیون ساکن بائی زنطہ کے نزدیک وہ کنوپوپلس نے آباد کیا اس شخص کے انجام کے لیئے پولی آئے نوس ۸، ۴۳ کا مطالعہ کیا جائے۔ پَوسانیاس (۷، ۵، ۵) کہتا ہے کہ صور والے ہرقل کی پوجا ایرتھیرائے میں رائج تھی۔ ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۲ اس شہر اور اُس کے ہمسایہ خیوس کی باہمی تجارت کا حال لکھتا ہے اور یہی ڈٹن برگر کے مجموعے نمبر ۳۷۰ میں بھی ہے۔ لانپریخٹ: معاملات ایرتھرائے برلن ۱۸۷۱ء Lamprecht. De Rebus Erythr. ۔ اس کا نقشہ لیبا کے "سفرنامۂ آثاریات" (اشاعت رائناش) Lebas: Voy archael ed. Reinach میں دیا ہوا ہے۔ کلازومنائے: اسٹرابو ۱۴، ۶، ۶۴۵۔ پَوسانیاس ۷، ۳، ۸۔ زمانۂ مابعد میں اس شہر میں نہایت حسین سکے تیار ہوتے تھے۔ ملاحظہ ہو "سکہ جات متقدمین" Coins of the ancients

سمندر تک کی شاہراہ گزرتی تھی۔ یہاں والے اوتیمس کے مشہور ومعروف باب ۱۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ لابان: معاملات کلازومے نائے Labahn: De derebus Clazomen گرائفس والڈ ۱۸۵۰ء؛ سپیرو: تجارت کلازومے نائے Spiro: De Clazomen. mercatura برلن ۱۸۵۰ء لیا: سفرنامہ آثاریات نقشہ نمبر ۲۷۔

خیوس:۔ اوئے نوپیون، اور اُس کے بیٹوں کے بعد امفیکلوس نے جو جزیرہ یوبیہ کے شہر ہستیا سے آتا تھا، اس جزیرے پر حکومت کی (پئوسانیاس ۷، ۴، ۷۔۹)۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ اس سے در اصل ایونیانی آبادکاری ہی مراد ہے۔ اِسترابو (۱۴، ۶۳۳) کے مطابق خیوس کی بنیاد ایگریتوس نے ایک مرکب آبادی سے ڈالی ہوگی؛ لیکن فقرہ ۱۴، ۶۴۹ کا مقابلہ کرلیا جائے۔ یہاں کی مقامی روایات کو ایون نامی شاعر نے مرتب و منظم کیا۔ مقابلہ کیا جائے پوپو: اضافہ جات بہ معلومات متعلق جزیرۂ خیوس Poppo: Beitr. Zur Kunde der Insel Chios الفورٹ ۱۸۲۲ء، ج، کو فوڈو ٹے: معاملات خیوس" Whitte: De Rebus Chiorum گوٹن ہاگن ۱۸۳۸ء؛ اے، ولاستوس: "خیاکا" A. Vlastos: Chiaca"؛ الی موناکس: "در خیوس" Alimonakis Chios، ایرلانگن ۱۸۸۲ء۔

ساموس:۔ اِسترابو، ۱۴، ۶۳۳۔ اس کا بانی تمبریون تھا؛ ($\frac{۶۳۶}{۶۳۹}$)، پئوسانیاس ۷، ۲، ۴؛ ۷، ۴، وغیرہ۔ پانوفکا: معاملات ساموس :Panofka Res samiorum برلن ۱۸۲۲ء۔ فرانسیسیوں، انگریزوں اور جرمنوں کے انکشافات گیرین: حالات جزائر پاتموس و ساموس Guerin: Description de l'ile de Patmos et de l'ile de Samos پیرس ۱۸۵۶ء؛ جریدہ مراسلات یونان Bulletin de Corresp.hellen ۱۸۸۰ء؛ گارڈنر "ساموس اور اُس کے سکّے" Gardner:Samos & the Samian Coins لندن ۱۸۸۲ء؛ لندن ۱۸۸۲ء؛ اے، فبریکیوس: "معلومات متعلق جزیرۂ ساموس" A, Fabricius: Alterthum auf die Insel Samos, m. d. arch. Inst. in Athens

بت خانے کے قریب لیلے گی، لدیائی اور امیزن قومیں رہتی تھیں، اور جب ایونیانی یہاں آئے تو اونھوں نے صرف بالائی حصے پر قناعت کرکے بت کدے کے ہر چہار طرف کی اراضی دیسی باشندوں کے ہی قبضے میں رہنے دی۔ اندروکلوس نے جزیرۂ ساموس پر چند روز کے لئے قبضہ کرکے کاریائیوں کے خلاف پری اینیون کی مدد کی اور دریائے میاندر کے جنوب میں میوس اور شمال میں پری اینے سے وہاں کے اہلی باشندوں کو نکال دیا۔ میوس کا بانی کودروسی کیارتیوس اور پری اینے کا بانی نیلوسی اے پیتوس اور تھیبری فلوتاس بتائے جاتے ہیں۔ انکے نزدیک ہی کولوفون تھا جہاں کلاروسی اپولو کا بت خانہ تھا؛ یہاں ابتدا میں تو کاریائی اور کریٹی آباد تھے لیکن بعد میں معاہدے کرکے ایونیانی بھی آکر ان سے مل گئے اور انھوں نے کودروس کے بیٹوں یعنی داماسختھون اور پروموتھوس کو اپنا حکمران بنالیا۔ اس مقام سے ساحل ذرا شمال کی طرف جھک کر جزیرۂ خیوس پر آکر ختم ہوجاتا ہے اور یہاں ایونیانی بلدیات لیبے دوس، تیوس، ایریتھرائے اور کلازومنیائے آباد تھے؛ ان میں سے لیبے دوس نے تو کبھی کوئی امتیاز پیدا نہیں کیا؛ یہ ابتدا میں کاریائی تھا اور پھر اندرائے مون نے جو کودروس کی نسل سے تھا، اوسے از سر نو آباد کیا تیوس میں کاریائی اور خوینوس والے مینیائی رہتے تھے اور انکے بعد اپوئے کوس کی ماتحتی میں جو میلانتھون کی نسل سے تھا، ایونیانی اور کودروسیوں کی سربراہی میں ایتھنزی اور

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ۱۸۸۸ء۔ کرنیوس نے بہت سے مضامین سامی نوشتوں کے موضوع پر لکھے ہیں خاصکر ویزل اور لیویک کے جرائد میں (۱۸۶۳ء) و ۱۸۷۷ء)

فوکیہ:- پوسانیاس ۷، ۲، ۱۰، اِسترابو ۱۴، ۶۳۳، ۶۴، ۶، ۲۵۲

لِسکوئن: فوکائیاکا" Tisquen: Phocaiaca، بون، ۱۸۴۲ء، پاپادوپولوس "معاملات فوکیہ" Papadocoulopis Phoc. Sm اس شہر کے سکے بھی نہایت اہم تھے۔

بیوتی بھی آکر آباد ہوگئے۔ ایریتھرائے پر کریٹیوں، لسیائیوں، کاریائیوں
اور پمفلیائیوں، و نیز دیگر ایونیائی بلدیات کے رضاکاروں نے
کوڈروسی کنوپوس کی سیادت میں قبضہ ہوا۔ جب ایونیائی کلازومے تک
پہنچے تو وہاں انھیں کوئی قوم نہیں ملی۔ اُس کے بانیوں میں سے اکثر و بیشتر
کلیونائے اور فلیوس کے باشندے تھے اور یہاں آنے سے پہلے
قلۂ ایدا اور ارض کولوفون میں سکونت پذیر تھے۔ آجکل جزیرۂ خیوس
کو زلزلوں نے تباہ و برباد کردیا ہے لیکن اُس زمانے میں اُس کی شراب اور
مصطگی مشہور آفاق تھیں اور اُس کے باشندوں کو اس بات کا فخر تھا کہ ابتدا
میں اُن کے شہر کا بانی خیوس ولد پوسئیدون تھا۔ اس کی آبادی کے بعد
کریٹ سے او ے نوپیون آکر یہاں سکونت پذیر ہوگیا اور پھر کاریائی اور
ئوبیہ سے ابانتی بس گئے۔ جزیرۂ ساموس کے مقامی افسانوں کو رزمیہ
شاعر آسیوس نے نظم کا جامہ پہنایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ فی نکس کی بیٹی
استی پالیا سے پوسئیدون کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انکائیوس
رکھا گیا؛ یہ بڑا ہو کر لیلیگی قوم کا بادشاہ ہوا اور اُس نے دریائے میاندر
کی بیٹی ساموسیا سے شادی کی۔ ان دونوں کے ایک بیٹی پارتھے نوپے ہوئی
جس کے بطن سے اپولو کا ایک بیٹا لیکومدیس پیدا ہوا۔ جب ایونیائی قوم
نقل وطن کر رہی تھی تو یہاں اپی دوروس کے چند باشندے ایک شخص
ترو کلیس کی سرگروہی میں پہنچے جو ایون ولد زانتھوس کی اولاد سے تھا۔
بیان کیا جاتا ہے کہ ہیرا جزیرۂ ساموس میں دریائے امبراسوس کے کنارے
پر پیدا ہوئی تھی؛ اس دیبی کی جزیرۂ ساموس میں پوجا کی جاتی تھی، اور قرین قیاس
یہی ہے کہ آرگوس کی بجائے اُس کی پرستش کی ابتدا اسی جزیرے میں ہوئی ہوگی۔
ایونیائیوں کی سب سے شمالی آبادی خلیج سمرنا کے دہانے پر شہر فوکیہ تھا جس کی
بنیاد کا سہرا فوکیون کے سر ہے جنھوں نے ایتھنزی داموں اور فلوگینیس
کی ماتحتی میں یہاں کی نو آبادی قائم کی۔ اصل میں انھوں نے سمرنائیوں سے
پہلے ہی سے کچھ سُن لیا تھا لیکن انھیں ایونیائیوں نے اپنی مذہبی ملت میں

اس وقت تک شامل نہیں کیا جب تک کہ انھوں نے تیوس اور ایریتھرائے کے دروہلیوں کو اپنا حکمران تسلیم نہ کرلیا۔ ایونیائی بلدیات خلیج سمرنا سے شروع ہوکر برابر اس خلیج تک چلے جاتے تھے جو ہالی کارنوس کے شمال میں واقع تھی؛ ساحل کے اس حصے میں تین مختلف راسیں اور دو جزیرے یعنی خیوس اور ساموس ہیں، اور یہیں دریائے کائسٹر اور میانڈر بہتے ہیں۔ متقدمین نے اس ساحل سے بہت کچھ استفادہ حاصل کیا تھا، لیکن صدیوں کی بربریت کی وجہ سے بہت سے نفیس بندرگاہوں کے دہانے بند ہوگئے ہیں، اور غالباً آئندہ کبھی الیفی سوس اور مِلطہ بندرگاہوں میں شمار نہ کئے جائیں گے۔ ایولیائیوں کی طرح برائے نام ایونیائیوں میں بھی بہت سی اقوام ملی ہوئی تھیں، لیکن یہ سب ہیلیکونی اپولو کی پوجا کرتے تھے جس کا مندر راس میکالے پر واقع تھا؛ اس خاص مسلک کا ماخذ پیلوپونیزی اکائیہ تھا جہاں سے ایونیائی اس دیوتا کی پرستش کرتے تھے، اور ممکن ہے کہ اسی وجہ سے یہ ایشیائی یونانی خود کو ایونیائی کہنے لگے ہوں۔ زمانہ مابعد میں جب ایتھنز کو عروج ہوا تو اُس نے یہ لفظ محض اپنی عظمت و سطوت میں مزید ترقی دینے کے لیئے استعمال کیا۔

اب دوریائی نوآبادیوں کی طرف متوجہ ہوجیے۔ ان ہرقلیوں میں سے جو تیمے نوس کی اولاد سے تھے، ایک التہائے منیس بھی تھا جو اٹیکا کے مہم میں بھی شریک تھا؛ یہ دوریانیوں کو اپنے ساتھ آرگوس سے کریٹ لے گیا۔ اس کے علاوہ دوسرے دوریائی رھوڈس چلے گئے جہاں اُن سے پہلے فنیقی اور کاریائی آکر آباد ہوئے تھے، اور لِنڈوس، یالی سوس اور کامیرُوس کے شہروں کی بنیاد ڈالی[۱] ان شہروں میں سے کینڈوس میں (جو اس طویل جزیرہ نما کے سرے پر واقع تھا جو رھوڈس کے قرب واقع ہے)

[۱] دوریائی نوآبادیوں کی بنا کے لیئے انسٹرابو ۱۴، ۲، ۶؛ ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۴ - ۱۴۵۔ رھوڈس، دیودوروس ۵، ۵۹؛ اسٹرابو (۱۴، ۵۲) وغیرہ کے مطابق اولمپیاروں کے دور سے پہلے ہی سے رھوڈزیوں نے بڑے بڑے سفروں پر جانا

باب ۱۲

آرگوسی اور اسپارٹی آکر سکونت پذیر ہوئے؛ اس شہر کا بانی تریو پاس کو سمجھا جاتا تھا اور اسی کے نام پر اس راس کو جس پر دوریانی اپولو کے نام پر قربانی کرتے تھے، تریو پیوم کہتے تھے۔ کیندوس کے تقریباً روبرو شہر ہالی کارنا سوس تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ شروع کر دیا تھا ارسطیدش ۱، ۹، ۳۸ (ڈ) - دیودوروس (۱، ۱) کے نزدیک التھائے منیس کریٹ کے شاہ کاتریوس کا لڑکا اور شاہ منیوس کا پوتا تھا، بدیں وجوہ ہمیں اُسے محض فرضی شخص سمجھنا چاہیئے اسلئے کہ ہمیں بار بار اس کا تجربہ ہوتا ہے کہ قدیم نسّاب کسطرح اپنے مفید مطلب قصوں میں تصرف کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ زمانۂ حال کے مصنفوں میں سے مفصلۂ ذیل کا مقابلہ مفید ہوگا:۔ روسٹ: رھوڈس Rost; Rhodes التونا ۱۸۲۳ء؛ ہفٹر: "رھوڈس میں پوجا کے طریقے" ۴ جلد Heffter: Gotterdienete anf Rhodos زربسٹ ۱۸۲۷ء؛ مینگے: "حالات رھوڈس قبل تاریخ" کولون ۱۸۲۷ء Menge: Vorgesch گیرین: "سفر نامہ جزیرۂ رھوڈس" Guerin. Voyage dans l' ile de Rhodes پیرس ۱۸۶۰ء؛ برگ: "جزیرۂ رھوڈس" Berg: Die Insel Rhodus ۱۸۶۲ء شنائیڈر ورتھ: "تاریخ جزیرۂ رھوڈس" Schneiderwirth: Gesch.der Insel Rh. ۱۸۶۸ء؛ روٹر منڈ: "جمہوریۂ رھوڈس" Rottermund: De rep. Rhod. ہالے ۱۸۸۲ء؛ ٹور: "رھوڈس بزمانۂ قدیمہ" Torr: Rhodes in anc. times کیمبرج ۱۸۸۵ء۔ حال کے زمانے میں زمانشناں نے رھوڈس میں نہایت اہم کھدائیاں کی ہیں لیکن کیفیت پورے طور پر ہنوز شائع نہیں ہوئی۔ اسکا نام "قبرستان کامیراس" La necrop de Camiras (۱۸۶۷ء) ہے اور اکثر برآمد شدہ اشیاء عجائب خانہ برطانیہ میں ہیں۔

پوسائیاس (۷، ۳، ۲) کے نزدیک تھیرا اس ساکن تھبز کی سرکردگی میں لکدمونیوں اور مینائیوں کی ایک جماعت جزیرہ کا بستے ہیں (جسے اب جزیرۂ تھیرا کہنے لگے) دوریائی حملے سے وہ ایک پیڑھی، پہلے آئی۔ رھوڈس کی بنا کے لیے لیوڈرز Lueders کا مضمون ۱۸۵۲ء دیکھا جائے۔

باب ۱۲

جس کی بنیاد دوریانیوں اور الونیانی تروائے زینیوں نے انتھیس کی سرکردگی میں ڈالی تھی۔ یہاں الونیانیوں نے خاکناۓ والے پوستیدون کی پوجا کو اور دوریانیوں نے اپولو کی پرستش کو رواج دیا۔ ایک قدیم نوشتہ جس کی ایک نقل جو دوسری صدی ق م میں تیار کیگئی تھی اسوقت تک موجود ہے۔ پوستیدون کے بیٹے تیلاموں سے ابتدا کر کے اس دیوتا کے ستائیس موروثی پجاریوں کے ناموں کا جنھوں نے پانچ سو چار سال یکے بعد دیگرے خدمات انجام دیں، شمار کرتا ہے جس خلیج کے دہانے پر ہالی کارناسوس واقع ہے اس کے بالکل مقابل

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ کیندوس: تریوپاس کا ذکر ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۴، ۱۷۴ استرابو ۱۴، ۶۵۶؛ دیودوروس ۵، ۵۳، ۶۱ میں ملیگا۔ مقابلہ کرو "قدیمات الونیہ" جلد ۳ Ionian antiquities لندن ۱۸۴۰ء اور نیوٹن کی کتاب جس کا ہالی کارناسوس کے ضمن میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ کیندوس کے باشندوں نے لپارا اور الیریا کا شہر کورسکارا انجرا آباد کیا؛

ہالی کارناسوس: ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۴؛ ۷، ۹۹؛ استرابو ۱۴، ۶۵۶؛ پوسانیاس ۲، ۳۰، ۹۔ اس شہر کا موجودہ نام بُدْرُوم ہے اور اس کے موقع اور قدیم حالات کے لیے ملاحظہ کیا جائے ک، ا، نیوٹن "تاریخ انکشافات بمقام ہالی کارناسوس، کیندوس و برانکی والے" C.A.Newton: A History of discoveries at Halicarnassus, Cnidus and the Branchidae لندن ۱۸۶۲ء، نوشتوں کے لیے "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" C.I.Gr. ۲۶۵۵ ب (ڈٹن برگر ۳۷۲) دیکھا جائے۔ مِندوس بھی، جو ہالی کارناسوس کے مغرب میں واقع ہے، دوریانی ہی تھا؛

کوس: ہیروڈوٹس ۷، ۹۹؛ اِسترابو ۱۴، ۶۵۷؛ دیودوروس ۵، ۵۱، ۸۱؛ پوسانیاس ۳، ۲۶، ۳۔ تسانڈر: تحقیقات بنا بر فنون لطیفۂ جزیرۂ کوس Zander: Beitr. Z. Kunde d. Insel Kos ہامبرگ ۱۸۳۱ء؛ کیوسٹر: جزیرۂ کوس Kuster De Co Insl ہالے ۱۸۲۳ء؛ دیوبوا: جزیرۂ کوس Dubois: De Co Insula پیرس ۱۸۸۴ء؛ پےٹن و ہکس: نوشتہ جات کوس Paton and Hicks: The Inscriptions of Cos ۱۸۹۱ء

جزیرۂ کوس ہے، اور اس کے اور قریب کے جزائر نسی روس اور کالیمنوس کو دوریانیوں ہی نے آباد کیا تھا؛ اس جزیرے کا رکھشک دیوتا اپی دوروس کی طرح اسقلیپیوس تھا۔ واضح ہو کہ ایشیائے کوچک کی دوریانی نوآبادیوں کا رقبہ ایونیانی بلدیات کے رقبے کے برابر نہ تھا؛ اُن کے اور پیلوپونیز کے درمیان دو واسطے تھے، ایک تو شمال میں استی پالیا، انافی، تھیرا اور میلوس ہو کر اور جنوب میں کارپاتھوس، کاسوس اور کریٹ کے راستے سے؛ ان میں سے سب سے اہم جزیرہ کریٹ تھا جو اوڈیسی کے بیان کے مطابق اُس وقت بھی دوریانیوں کا ہی مسکن تھا۔ لیکن ہرقلیوں کی مہم کے بعد التھائے مینیس اور پولس نے خصوصاً لیکتوس میں (جسے لاکے دیمون کی بیٹی سمجھتے تھے) نوآبادیاں قائم کیں [۱۸] غرض یہ ہے کہ ایشیا سے یورپ تک کے جملہ جزیرے دوریانی تو تھے لیکن اس عہد کے رکن نہ تھے جنہیں ہالی کارناسوس، کوس، کینیدوس اور رھوڈس شامل تھے [۱۹]

ابھی ہمیں یونانی مستعمرات کے ایک اور حلقے کا حال بیان کرنا ہے جو ایولیائی، ایونیائی اور دوریانی دائروں سے بالکل جدا ہے۔ بحیرۂ روم کے بعید ترین کونے میں، یعنی ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل اور ملک شام کے درمیان اس سمندر کے بڑے بڑے جزیروں میں تیسرا جزیرہ قبرس واقع ہے۔ اس جزیرے کے وسط میں ایک نشیبی میدان ہے، جس کے شمال میں اونچے اونچے

۱۸؎ کریٹ: اودیسی، ۱۹، ۱۷۷۔ تکتاموس وائد دوروس کریٹ آیا، دیودوروس ۴، ۶۰، اور مکمل بیانات کے لیے دیودوروس ۵، ۶۴ وغیرہ۔ التھائے مینیس آرگوس سے اور پولس لقونیہ سے آیا، استرابو ۱۰، ۴، ۷ وغیرہ۔ نیز مقابلہ کیا جائے باب ۹ قریب الاختتام؛

۱۹؎ ایشیائی نوآبادیاں اپنے اپنے مادر بلدیہ کے مقابل میں تھیں؛ اسطرح دوریانی حلقہ جنوب میں، ایونیانی وسط میں اور ایولیائی شمال میں واقع تھا، اور ان میں سے ہر ایک میں ایشیائی ساحل کا ایک حصہ، بعض جزیرے اور یورپی یونان کا ایک جزو شامل تھا۔

باب ۱۲ ٹیلوں کا ایک زنجیرہ اور جنوب میں اس سے ذرا زیادہ عریض کوہستانی علاقہ ہے۔ جزیرۂ قبرس کی آب و ہوا بہت گرم اور اراضی نہایت زرخیز ہے، اور یہاں قدیم زمانے میں تانبا نکلتا تھا جس کی وجہ سے اس دھات کو رفتہ رفتہ "قبرسی دھات" کہنے لگے۔ اس جزیرے کے اندرونی حصے میں داخل ہونے کا راستہ بہ نسبت شمال کے جنوب کی طرف سے زیادہ آسان ہے۔ فنیقیہ کے قرب کی وجہ سے قبرس میں سب سے پہلے فنیقی ہی آئے اور انھوں نے اس پر اپنے تمدن کا اثر ڈالا، چنانچہ افرودیت کی پوجا جو پافوس اور اماتھوس میں زیادہ مروج تھی شام ہی سے آئی ہوگی۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قدیم زمانے میں اس جزیرے میں آریہ اور سامی اقوام دوش بدوش رہتی تھیں۔ توریت شریف کی کتاب "پیدائش" میں اقوام کی جو فہرست دی ہوئی ہے اس میں "ختم" کا تعلق (جس سے یا تو شہر خیتیوم مراد ہو سکتا ہے ورنہ قوم خیتیان) یاوان کے واسطے سے یافث (بن نوح) سے دکھایا گیا ہے۔ یونانی روایات[۵۲] کا مقصد یہ تھا کہ ان یونانیوں کے سر جو معرکہ ٹروائے سے واپس آرہے تھے، قبرس کے مستعمرات کا سہرا رکھیں، چنانچہ سالامس کی بنیاد تیوکر کو منسوب کی جاتی تھی؛ حال کے انکشافات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر میں (جو جزیرہ کے مشرق میں واقع تھا) خالص یونانی فنون لطیفہ رائج تھے۔ جزیرے کا نشیبی حصہ، جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے، مغرب میں سولی سے سالامس تک پھیلا ہوا ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں غالباً یونانی جوق جوق آباد ہوئے ہوں گے؛ اس کے برعکس جنوبی ساحل پر فنیقی آبادی کو فوقیت حاصل تھی۔ اگر یہ بات درست بھی ہو کہ جب یورپی یونانی ایشیا کو دوسری مرتبہ آرہے تھے تو ان میں سے بہت سے راستے میں قبرس اتر پڑے، بااینہمہ ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ اُن کی آمد سے پہلے بھی وہاں یونانی آباد ہوں گے۔ زمانۂ مابعد میں قبرسی یونانیوں میں ایک خاص نوع کی تحریر رائج تھی جو اتنی مکمل نہ تھی

۵۲؎ قبرس کی قدیم یونانی آبادی کے لیے تھیوپومپوس، جز و ۱۱۱؎، ہیروڈوٹس ۵، ۱۱۳، ۷، ۹۰ (سالامس، ایتھنز، آرکیڈیا، کیتھنوس)؛ اِسترابو ۱۴، ۶۸۱، ۶، پوسانیاس ۸، ۵، ۲ (آرکیڈیا)۔ آرکیڈی آبادکاری قابل لحاظ ہے۔

باب ۱۲ جتنی یونانی حروف تہجی، اسی لیئے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اس کی ابتدا یقیناً یونانی تحریر سے پہلے ہی ہوئی ہوگی۔ قبرس کے مختلف شہروں میں علیحدہ علیحدہ رئیس حکمران تھے، اور چونکہ یہاں کے باشندوں میں چلت پھرت نہ تھی اس لیئے وہ کسی نہ کسی غیر قوم مثلاً ایشیائیوں اور مصریوں کے دست نگر رہتے تھے۔ آٹھویں صدی ق م کے اختتام پر سات قبرسی حکمران اشور کے بادشاہ سارگون کے ماتحت ہوگئے جس نے خلیتوم میں اپنا مجسمہ نصب کرا کر اس پر اپنے کارہائے ممتاز کا ذکر کندہ کرایا۔ اس واقعے سے تقریباً ربع صدی کے بعد کی ایک فہرست اس وقت تک موجود ہے جس پر دس حکمرانوں کے نام ہیں جو شہنشاہ اشور ہادون کے فرماں بردار تھے؛ ان میں سے چار یونانی نام نظر آتے ہیں جو پافوس، کوریوم، ادالیوم اور خلیتری کے رئیس تھے۔ اس جزیرے نے قدیم یونانی رزمیہ نظموں میں بھی معتدبہ جگہ پائی ہے۔ زمانۂ حال میں یہ جزیرہ پالما دی چسنولا کے انکشافات کے سبب سے مشہور ہوگیا ہے جس میں کوریوم کے "خزانے" شلی مان کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ ان انکشافوں سے یہ پتا لگتا ہے کہ قبرسی فنون کی حیثیت محض مقامی تھی اور اُنکی بنیاد مصری، اشوری اور یونانی نمونوں پر ڈالی گئی تھی۔[۱۲]

---

۱۲ اینگل کی کتاب "قبرس" (۲ جلد، ۱۸۴۱ء) Engel cyprus میں وہ جملہ واقعات مندرج ہیں جن کا متقدمین کو علم تھا۔ اس جزیرے میں جنرل پالما دی چسنولا (Palma di Cesnola) کولونا چکالدی (Colonna Ciccaldi) اور لینگ (Lang) نے کھدائیاں کی ہیں؛ اب برطانوی حکومت اوہنے فالش رختر (Ohneïalsch Richter) کی وساطت سے کھدائیاں کراتی ہے۔ ان سب انکشافات کے نتائج جنرل چسنولا ("قبرس اور چسنولی مجموعے کا تفصیلی نقشہ")، اُن کے بھائی ا، دی چسنولا A.di Cesnola ("سالامینیا" ۱۸۸۲ء)، ڈیول Doell (مجموعۂ چسنولا، پیٹرزبرگ، ۱۸۷۳ء)، نیوٹن و کولون Newton & Colvin ("قدیمات قبرس" ۱۸۷۳ء) اور اوہنے فالش رختر Ohnefalsch Richtr کی تصانیف میں ملیں گے۔ جنرل چسنولا کی حق پسندی پر بہت کچھ شک کیا جاتا ہے، بلکہ یہاں تک شبہہ کیا جاتا ہے کہ مشہور

غرض یہ کہ دوریانی حملے کی وجہ سے یونانی بساط پر بہت سی تبدیلیاں ہوگئیں۔ جزیرہ نمائے پیلوپونیز کا تو گویا پلٹ ہوگیا اور یہ خطہ زمانۂ دراز تک دوریانیوں کی سرکردگی میں یونان کا سب سے ذی اقتدار حصہ بنا رہا۔ ساتھ ہی ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر بھی بہت سے مرفہ الحال بلدیات کی بنیاد پڑی جنھیں یورپ کے تارکان وطن نے آکر آباد کیا تھا۔

ظاہر ہے کہ اس زمانے کی تاریخ کا تعین قطعی طور پر نہیں کیا جاسکتا۔ متقدمین کے بیانات کی بنا ایسے صغرا کبرا پر تھی جو خود مشتبہ ہیں؛ اُن کا دعوے تھا کہ وہ اُن تمام پیڑھیوں سے واقف ہیں جو دوریانی تحریکات اور اس زمانے کے درمیان میں ہوئیں جب بالآخر تاریخ کا مواد جمع کیا جانے لگا، لیکن ہم جانتے ہیں کہ اُن کا یہ دعوے قطعاً غلط ہے۔ ہم صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ جن واقعات کا اوپر اعادہ کیا گیا ہے وہ تقریباً ۱۱۰۰ ق م میں پیش آئے ہوں گے۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ "خزانۂ کوریوم" بالکل فرضی اور جعلی ہے۔ قبرسی تحریر کے حل کا سہرا گ، سمتھ، برانڈس، ویکے، زیگزمنڈ، اور م شمڈٹ (Smith, Brandis, Deeke, Siegismund & M Schmiett) کے سر ہے۔ قبرسی قدیمات کے ذخیروں کا بیشتر حصہ نیویارک، لندن اور پیرس میں ہے۔ یہاں کے فنون لطیفہ اور تمدن کا مفصل ترین بیان پیرو اور شی پی اے کی "تاریخ فنون لطیفہ" Perrot et Chipiez Histoire del'art، پیرس ۱۸۸۵ء میں ملیگا۔ مقابلہ کرو پ، گارڈنر: "ابواب جدید" باب ۶ ("قبرس قدیم")، جس کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوجود تمام انکشافات کے ہمیں اس جزیرے سے متعلق نہایت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔ قبرسی یونانی اور آرکیڈی بولی کے درمیان جو تعلق ہے وہ بہت کچھ قابل لحاظ ہے، اور یہ عجیب بات ہے کہ اس تعلق سے ایک افسانۂ محض کی تائید ہوتی ہے۔

۵۲۲ آخر میں ہم پھر یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جن واقعات کا اس باب میں اعادہ کیا گیا ہے وہ متیقن نہیں ہیں جب ہم ان امور پر غور کرتے ہیں کہ (۱) ہیروڈوٹس کے نزدیک جب دوریانی ڈوریوپس سے آئے تو ان کا نام مقدونوی کے بجائے "دوریانی" تھا

باب سیزدہم

ایشیائی یونانیوں کا تمدن

اور

ہومری نظمیں

جو کچھ معلومات اس وقت تک ہم نے پیش کی ہیں اس کا لب لباب۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یعنی دوریانی اور مقدونوی ایک ہی قوم کے دو نام تھے (۲) افلاطون کی رائے میں اکائیوں کا نام ایک رہبر دوریاس کی وجہ سے "دوریانی" پڑ گیا یعنی اکائیائی اور دوریانی ایک ہی قوم کے افراد تھے؛ (۳) ہیلانیکوس کہتا ہے کہ اورسٹیس لشیبوس خود آیا اور اُسے دوریانیوں نے نہیں نکالا، گویا کہ اُس کا خیال ہے کہ ایشیائے کوچک کی دوریانی آبادی کا دوریانی حملے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ جب ہم ان سب باتوں پر غور کرتے ہیں تو ہم فوراً یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ پانچویں صدی ق م کے مورخوں کو اس حملے اور ایشیائے کوچک کی یونانی آبادی کی بابت کوئی قابل وثوق معلومات نہ تھی؛ یعنی جو کچھ حالات ہمارے سامنے بیان کئے گئے ہیں اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے ان میں در اصل نہایت تاریک واقعات کے بیان کرنے کا ایک پسندیدہ پیرایہ اختیار کیا گیا ہے اور بس ہم اس امر سے واقف نہیں کہ یہ پیرایہ دوسرے پیرایوں سے زیادہ قرین قیاس ہے یا نہیں۔ بیلوخ (دوریانیوں کا نقل وطن Beloch: Die Dor. Wandeung) دیگر دلائل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور دوریانی تسخیر پیلوپونیز سے صاف انکار کرتا ہے۔ وہ یہ دکھانے میں ضرور کامیاب ہوا ہے کہ قدیم اسناد سے دوریانی حملے کا ثبوت نہیں ملتا لیکن اُس کے مضمون سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ واقعہ ممکن یا کم از کم قرین قیاس بھی نہیں؛ اس کے برعکس یہ

باب ۱۳

چند الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ ہم اس ملک میں یونانیوں کے ورود کا حال بیان کر چکے ہیں جسے انھوں نے اپنا وطن بنا لیا، ہم نے اُن کے مذہب، اُن کے افسانوں اور اُن کی ممتاز اقوام کے انتشار اور مختلف اقطاع ملک میں سکونت پذیری کا ذکر کیا ہے؛ لیکن ان امور کے علاوہ دوسرے واقعات کا حال ابھی تک کماحقہ بیان نہیں کیا گیا اس لیے کہ اُن کی تہذیب و تمدن کے آثار نہایت کمیاب ہیں اور گو اُن کی وقعت میں شبہہ نہیں، بایں ہمہ ان میں سے کوئی خاص نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔ ان حالات کے بعد کے واقعے سے گویا ایک انقلابی کیفیت جلوہ گر ہوتی ہے، وہ یہ کہ یونانیوں میں یک بہ یک دو عظیم الشان نظمیں تیار ہوتی ہیں اور گو ان میں کیا باعتبار حیثیت ظاہری اور کیا بلحاظ اندراجات، بہت سے نقائص موجود ہیں پھر بھی ہم انھیں جملہ بیانیہ نظموں میں سب سے مکمل کہنے پر مجبور ہیں۔ الیاڈ اور اوڈیسی میں ایسے انسانوں کا ذکر ہے جس کی تہذیب و تمدن میں ہنوز پیچیدگی پیدا نہیں ہوئی، وہ عمدہ باتوں سے خوش ہو جاتے ہیں، ہمارا خیال ہے کہ کسی نے اعلیٰ تخیلات کی اتنی نفیس تصویر نہیں کھینچی جیسی ان کتابوں میں اکی لیس، پٹروکلوس، ہکتور، اندرو ماخے، پینے لوپے، تیلے ماخوس اور یوبایوس کے خصائص کی تیار کی گئی ہے۔ ان نظموں کا شاعرانہ انداز نہایت نفیس ہے اور اس کا مسدس الارکان وزن اپنی صنف میں بالکل لاثانی ہے۔ ان میں اتنا تنوع پایا جاتا ہے کہ پڑھنے والا ان کے پڑھنے سے تھک نہیں جاتا اور یہ قصے کے اسلوب کے لیے نہایت مناسب ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ مضمون اور طرز بیان دونوں کے اعتبار سے الیاڈ اور اوڈیسی

سمجھ میں بھی آتا ہے، اور تمام تاریخ یونان اس بات کی شاہد بھی ہے۔ تاریخی تنقید میں دو مختلف واقعوں کے باہمی فرق کا لحاظ رکھنا چاہیے: ایک تو یہ کہ ایک واقعہ جسے تاریخی بیان کیا جاتا ہے وہ ممکن ہے کہ تاریخی ثابت نہ ہو، اور دوسرے یہ کہ وہ بالکل ناممکن الوقوع ہو۔ اگر ایک واقعہ قطعی طور پر ثابت نہ ہو تو محض اسی بنا پر اس کا انکار کلی لازم نہیں آتا۔ ورنہ سنہ ۵۰۰ ق م سے پیشتر کے کسی واقعے کا (جس کا تعلق تاریخ تمدن یورپ سے ہو) امکان ہی نہ رہتا۔ دوریانی حملہ اسی قسم کے واقعات میں سے ایک ہے۔

بہترین اشعار بیانیہ کے لیئے گویا ایک نمونہ قائم کیا گیا ہے؛ باب ۱۳

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس زمانے میں عام تہذیب و تمدن کی سطح اس درجہ پست تھی اس میں ایسی مکمل اور بے داغ تصانیف کس طرح مرتب ہوئیں اور ایسی فضا میں ان مضامین کو کس طرح ترتیب دیا گیا؟ افسوس کے ساتھ ہمیں اس کا اقرار کرنا پڑے گا کہ جہاں تک نفس مضمون کا تعلق ہے ہم محض قیاس ہی سے کام لے سکتے ہیں اور پہلے سوال کا جواب دینے کے لیئے تو قیاس بھی مدد نہیں دے سکتا؛

ہومر کے اشعار دراصل اس ایولی ایونیائی تمدن کا ثمرہ ہیں جو خود مختلف النوع اصول کی ترکیب سے نکلا تھا۔ جب یونانی ایشیائے کوچک پہنچے تو انھیں وہاں کے جملہ ممالک آباد ملے اس لیئے انھیں اُن پر بالجبر قبضہ کرنا پڑا؛ مثلاً شمال میں انھوں نے تیوکریوں یا دردانیوں کو (جو کوہ ایدا کے دامن میں آباد تھے)، اور جنوب میں میزیائیوں، لِلیائیوں اور کاریائیوں کو مغلوب کیا، اور ان سے بجانب شرق وہ افروجیوں سے دوچار ہوئے۔ ان اقوام میں سے کاریائی قوم کی سیادت کے دن تو ختم ہو چکے تھے اور میزیائیوں اور تیوکریوں کے حالات سے ہمیں بہت ہی کم واقفیت ہے؛ رہے کاریائی سو اس میں شبہہ نہیں کہ یونانیوں نے ضرور اُن سے تہذیب و تمدن کی ظاہری صورت کی بابت بہت سا سبق سیکھا ہوگا لیکن اس سے زیادہ وہ اُن کے منت کش بھی نہیں ہوئے۔ ان کے برعکس لِدیائیوں اور افروجیوں کو ایک خاص قسم کا تشخص حاصل ہے اور دونوں قوموں کا یونانی افسانوں سے قریب کا تعلق ہے؛ ابتدا میں یونانی لِدیہ والوں کو میونیائیوں کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔[۱]

---

[۱] میونیز، الیاڈ ۱۰، ۴۳۱؛ ۱۸، ۲۹۱۔ تاریخ لِدیہ کے لیئے ہیروڈوٹس (۱، ۷) کا مطالعہ کیا جائے جہاں ہرقلیوں کی ۵۰۵ سالہ حکومت کا ذکر ہے۔ وہ (۱، ۱۷۱) کہتا ہے کہ لِدیائیوں، میزیائیوں اور کاریائیوں کا ایک دوسرے سے نسلی تعلق تھا۔ نیز مقابلہ کیا جائے گ، مے یر: "دبیتسن برگ کی تحقیقات میں کاریائیوں کا تذکرہ" (G. Meyer)

باب ۱۲ ان، پر ماٰنیس دیوتا کا بیٹا آتیس حکمراں تھا جو لدیہ کے خاندان شاہی کا جدِّ اعلیٰ تھا۔ آتیس کے دو بیٹے یعنی لیدوس اور تورھیبوس (یا تیرسے نوس) تھے، جن کے ناموں کی مناسبت سے لدیائی اور تورھیبی اقوام کے نام پڑے۔ اب اٹلی کے تیرسے نی اور لدیہ کے ان تیرسے نیوں کا باہمی تعلق پیدا کیا گیا اور ایک لدیائی مسمی عسقلوس کے ذریعے سے جو ملک شام کو ایک سفارت لے کر گیا تھا،[2] عسقلان کی نوآبادی کی بنیاد پڑی۔ اس کے بعد ہم لدیہ میں یارْدانوس اور اُسکی بیٹی یعنی مشہور آفاق اومفالے سے دوچار ہوتے ہیں۔ سلطنت سارْدس (لدیہ) کے قریب کوہ سپی لوس کے دامن میں تنتالوس کی روایتی سلطنت بتائی جاتی تھی۔ آتیسیوں کے بعد ہرقلیوں کا خاندان جو اگتائیوس ولد ہرقل کی اولاد سے تھا، لدیہ کے تخت پر نظر آتا ہے[3] اور پانچ سو پانچ سال حکومت کرتا ہے[4]۔ اس قوم کا خاص معبود رب الشمس تھا جسے یونانی اپنے اپولو کا مترادف سمجھتے تھے۔ اُن کی بہت سی رسموں رواجوں سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ سامی النسل تھے،

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ Die Karier in Bezenbergers' Beitrage جلد ۱۰؛ رادے کی مفصل تصنیف: "لدیہ و دنیائے یونان" Radet: La Lydie et le monde greo ۶۸۷ تا ۵۴۶ ق م، پیرس ۱۸۹۳ء، ریمزے: ایشیائے کوچک کا تاریخی جغرافیہ: Ramsay: Historical Geography of A.sia Minor. لندن ۱۸۹۰ء، پ، کارڈونز: "ابواب جدید" باب ۲۔

[2] زانتھوس، اجزا ۱۱ و ۲۳۔ مے یر (تاریخ قدیم Meyer: G.d.A. ۲۵۶) کی رائے ہے کہ یہ سفارت دراصل لدیہ والوں اور خطیوں کی جنگ کا ما بقی تھی۔ ہیروڈوس (۱، ۹۴) میں تیرسے نوس کے امبریا جانے کا تذکرہ ہے۔

[3] ہیروڈوٹس کا بیان ہے (۱، ۷) کہ یہ نینوس ولد بیل کی اولاد سے تھا؛ لیکن واضح ہو کہ اس ابتدائی دور میں لدیہ اور اشور کا کوئی تعلق نہ تھا گو ممکن ہے کہ خطیوں (یا حطیوں) سے تعلق ہو۔

[4] لدیہ کی تاریخ کے سنین کی تنقید کیلئے مقابلہ کیا جائے مے یر "تاریخ قدیم" ۱۳۱ہ، اور خاص کر شوبرٹ "تاریخ ملوک لدیہ" R.Shubert: Geschichte der Konige von Lydien (۱۸۸۴ء) کا مطالعہ کیا جائے۔

اور اس مفروضے کی تصدیق توریت شریف کی کتاب پیدائش کے اس بیان سے کہ باب ۱۳
سام کے بیٹے کا نام لیود تھا، ہوتی ہے ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دینا مناسب ہے کہ
لِدیہ اور افروجیہ ہیں، جہاں آریائی قوم آباد تھی، بہت گہرا تعلق تھا اور کچھ عجب
نہیں کہ لِدیہ میں سامیت کے جو کچھ علامات پائے جاتے ہیں وہ غیر ملکی اثرات کا
نتیجہ معلوم ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ یہ اثر حطی قوم کا ہو۔[۵۵]

اندرون ایشیائے کوچک میں افروجیوں کا ملک دریائے ہالیس اور
وسطی ریگستان سے مغرب کی جانب پھیلا ہوا تھا اور اس کا بہت بڑا حصہ ایک
سطح مرتفع پر مشتمل تھا جس میں ہو کر دو بڑے دریا بہتے تھے یعنی شمال میں دریائے سنگاریوس
اور مغرب میں دریائے میاندر۔ اکثر متقدمین کا بیان ہے کہ افروجی قوم کا بڑا حصہ
یورپ سے آیا تھا جہاں تھریس کی قوم بریگائے سے اس وقت تک اُن کی یاد
تازہ ہوتی ہے، لیکن زمانۂ حال کے مورخ اس رائے سے متفق نہیں ہیں بلکہ ان کا
خیال ہے کہ یہ قوم ایشیا سے یورپ آئی ہوگی۔ افروجی زبان کے جو کچھ تھوڑے بہت
آثار اس وقت تک موجود ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آریائی زبان تھی۔ انکے
قومی سورما گوردیوس اور مداس ہیں، جن میں سے گوردیوس کا رتھ اور مداس
کی دولت کا قصہ زبان زد عوام تھا۔ مداس کے افسانے میں ایک بولتے ہوئے
سرکنڈے کا ذکر ہے جس سے افروجی بانسری کی یاد تازہ ہوتی ہے اور جس کا
مقابلہ یونانیوں کے ستار اور بربط سے کیا جا سکتا ہے۔ ان کے معبودوں میں سب سے
بڑا مانیس تھا لیکن اس کی شہرت اتنی نہ تھی جتنی اُن کی سب سے بڑی دیبی
کیبے یا ڈِنڈی مینے کی جو یونان میں رھیا کے نام سے مخاطب ہوتی تھی۔ اس
دیبی کا محبوب جانور شیر تھا اور اُس کا سب سے بڑا بت کدہ پیسی نوس میں تھا۔[۵۶]

۵۵ غالباً لِدیہ کے مفروض ہرقلی خطی النسل تھے۔ مے یہ ۲۰۰۔

۵۶ مے یہ ۲۵۲، ۲۵۳۔ ہمارا خیال ہے کہ ایشیائے کوچک میں آریہ اقوام کے ساتھ سامی اقوام
بھی ہونگی جنھوں نے اول الذکر کے جتھے کو توڑ ڈالا بہت سے مصنف ایک تیسرے جزو کا بھی اضافہ کرتے ہیں
جو نہ آریائی تھا نہ سامی۔ ایشیائے کوچک کے مذاہب کے مشترک عناصر کا ذکر مے یہ نے اپنی کتاب "تاریخ قدیم" ۲۵۳ تا ۲۵۴ میں کیا ہے۔

باوجودیکہ یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ لڈیائی اور افروجی الیولیائیوں، ایونیائیوں اور دوریائیوں سے دوش بدوش رہتے تھے، یہ گمان ایشیائے کوچک کی ایک اور قوم یعنی لکیائیوں پر صادق نہیں آتا، (گو ان کا الیاڈ میں تذکرہ ضرور ہے اس لیئے اُن کا کسی نہ کسی قسم کا تعلق ان یونانی اقوام سے ضرور رہا ہوگا) اس قوم کا اصلی نام ترمیلیس تھا اور یہ اُس پہاڑی ملک میں رہتی تھی جو جزیرہ رھوڈس سے مشرقی جانب سمندر میں کو نکلا ہوا ہے۔ افسانوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق کریٹ اور اٹیکا سے تھا کیونکہ کریٹ سے سارپیدون (شاہ لکیہ) اور اٹیکا سے لیکوس ولد پاندیون آئے تھے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ پروئے توس نے کورنتھی بیلیے روفون کو خیمائرا سے لڑنے کے لیئے لکیہ روانہ کیا؛ الخ

ٕ ہیروڈوٹس (۱، ۱۴۲/۱۴۷) کہتا ہے کہ گلاؤکوس کی اولاد ایونیہ پر حکمراں تھی۔ باخوفن نے اپنی کتاب "قوم لکیہ" Bochofen: Das by Kishe Volk (فرائبرگ ۱۸۶۲ء) میں قدیم تصانیف اور زمانۂ حال کے سفرناموں کا تطابق کرکے لکیہ کے متعلق نہایت مناسب استنباط کیا ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے سفرناموں پر (مثلاً فیلوز Ch Fellows کا سفرنامہ)، جن کا ملخص رٹر کی کتاب ایشیائے کوچک جلد ۲ ۱۲۰۰/۷۱۶ میں دیا ہوا ہے، لکیہ کی بابت ہماری معلومات میں آسٹریا کی تاریخی مہم کی وجہ سے بہت کچھ اضافہ ہوا ہے، جس کے نتائج کی اولین اطلاع ا، بین ڈورف A.Benndorf نے روئداد آثار قدیمہ جلد ۹ صفحہ ۱ اا میں بعنوان "ایشیائے کوچک میں دو آسٹری جہمات" شائع ہوئے ہیں۔
Bendorf: Vorl.Rericht Ueberzwei Oesterreischeische Expditionem nache Kleinasien in archaeolog mitth aus Oesterreich
بین ڈورف"، اور نی مان niemann نے ایک مفصل تصنیف کی ابتدا کی ہے (سفرنامہ لکیہ وکاریہ ایک جلد، Reisen in Lykien und Karien وانا، ۱۸۸۴ء)
نیز مقابلہ کیا جائے مے یر، تاریخ قدیم ۲۵۲ - اور ٹروئی بر، تاریخ اہل لکیہ، اشٹٹ گارٹ ۱۸۸۷ء Treuber: Goschiehteder. Lykier اور اسکی کتاب "تحقیقات تاریخ لکیائیاں" Beilrage zur Geschicte der Lykier جلد ۱، ۲، ٹیوبنگس ۱۸۸۸ء

دو پوتے یعنی گلاؤکوس اور سارپیدون تھے جو ایک دوسرے کے چچیرے بھائی تھے اور انھوں نے جنگ ٹروائے کے موقع پر ٹرویانیوں کو مدد دی اس ملک میں اپولو کی خاص عزت کی جاتی تھی اور یونانیوں کا مقولہ تھا کہ وہ موسم سرما تو لکیہ میں بسر کرتا اور پتارا میں بیٹھ کر پیشگوئی کرتا تھا۔ ظن غالب ہے کہ لکیہ کی زبان آریائی تھی۔ اس قوم کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ہر شخص کے مادری نسب کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ اُن کے بلدیات کے ہر چہار طرف نہایت مضبوط شہر پناہ ہوتی تھی جس کی تعمیر کو یہاں کے کیکلوپیس کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ اُن کے مقبرے جو ٹھوس چٹان کو تراش کر بنائے جاتے تھے، شہر پناہ کے اندر ہی ہوتے تھے۔ زمانۂ دراز تک اس قوم کی بہادری اور خوش اخلاقی مشہور آفاق رہی اور ظن غالب ہے کہ اُنھوں نے یونانی قوم پر عموماً اور ایشیائی یونانیوں پر خصوصاً بہت زبردست اثر ڈالا ہوگا؛

اگر مذہب اور مصنوعات لطیفہ کی تاریخ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مختلف علوم و فنون کے ابتدائی عناصر تو ایشیائی اقوام نے مہیا کئے لیکن اُن کے مرتب و مہذب کرنے کا سہرا یونانیوں کے ہی سر رہا۔ بہر حال ان علوم و فنون میں شاعری کا شمار ذرا مشکل سے ہو سکیگا اس لیے کہ ہنوز کوئی ایسی معلومات بہم نہیں پہنچیں جس سے ایشیائی اور یونانی شاعری کے مابین کسی قسم کا تعلق ظاہر ہو سکے، اور کم از کم اس خاص ضمن میں یونانیوں کی جدت طرازی کا نظریہ ناقابل انکار ہے ہومر کے اشعار کا اسلوب اس قدر سادہ ہے کہ ان کی وجہ سے یہ مفروضہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ اس پر لدیہ یا افروجیہ کا اثر پڑا ہوگا، اور لکیہ کے اثرات کا تو پتا بھی نہیں حقیقت یہ ہے کہ ان اشعار کے ماخذ کا مسئلہ ہنوز لاینحل ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ذریعے سے ایولیائی اور ایونیائی یونانیوں کے خلقی ولولوں کی ہی ترجمانی کی گئی ہے۔ ان اشعار کی ترکیب اس قدر مکمل ہے کہ ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ بلاد یونان میں عموماً اور ایولس اور ایونیہ میں خصوصاً فن شاعری کا ارتقا پہلے ہی سے ہو گیا ہوگا؛

ابتدائی نظم پر ایک خاص مذہبی رنگ چڑھا ہوا تھا؛ وہ ایسے بھجنوں پر مشتمل تھی

باب ۱۲

جنھیں دیوتاؤں کے حضور میں گایا کرتے تھے، اور اس میں شبہ نہیں کہ اولین عہد میں ہی انھوں نے ایک فنی شکل اختیار کرلی ہوگی۔ مثلاً ابتدا میں تو میوزین چشموں کی معبودین سمجھی جاتی تھیں، لیکن اب وہ شعروشاعری کی دیبیاں بن گئیں اور انکی پوجا کوہ اولمپوس کے دامن میں جو تھسلی کے شمال میں واقع ہے، تھریسی قوم کے ملک میں ہونے لگی۔ یونانی تھریسی اورفیوس کو اب ابوالشعرا سمجھتے تھے اور اُن کے خیال کے مطابق موزائیوس شاعر اٹیکا سے آیا تھا اور تھامیرس بھی اورفیوس کی طرح تھریسی ہی تھا۔ اگر یہ اشخاص یونانی طبع آزمائی کرتے بھی تھے تو وہ غالباً دیوتاؤں کی حمد تک ہی اکتفا کرتے ہوں گے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ بیانیہ نظم بھی جس میں در اصل ابتدا میں سورماؤں کی تعریف و توصیف کی جاتی تھی، نہایت قدیم زمانے میں ہی کہی جانے لگی تھی؛ مثلاً ہومر بعض ایسے توصیفی اشعار کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ڈیمودوکوس اور فیمیوس نے کاٹھ کے گھوڑے آریس، افرودیت اور اکائیوں کی واپسی پر قصائد کہے تھے۔ انکی نظموں میں بعض فقرے ایسے ہیں جو بار بار آتے ہیں لیکن جو متن کے حوالے سے سمجھ میں نہیں آتے، ان فقروں سے یہ پتا چلتا ہے جن لوگوں کے لیئے وہ اپنی نظمیں مرتب کر رہا تھا وہ مختلف سورماؤں کو محض چند خصوصیات کے تذکرے سے پہچان لیتے تھے۔ لہذا اس کے لیئے محض ان خصوصیات کا حوالہ کافی سمجھا جاتا تھا۔ بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ ہومر کے زمانے سے پہلے طویل نظمیں نہیں کہی گئی ہوں گی؛

لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہومر نامی کوئی شخص کبھی ہوا بھی ہے یا ہومر کے اشعار بالکلیہ زمانۂ مابعد میں ہی مرتب کیے گئے تھے؟ یہ مسئلہ ایک سو برس سے برابر زیر بحث رہا ہے[1]۔ ف، ا، وُلف کہتا ہے کہ یہ کہاں ممکن ہے کہ الیاڈ

---

[1] ان مسائل کے تصفیے کے لیے مفصلۂ ذیل کتب سے مواد مل سکتا ہے: ھ، بونٹز "ہومری اشعار کے ماخذ" نشر پنجم، نوئی باؤئر، وائنا ۱۸۸۱ء H. Bonitz Ueber den Ursprung der homerischen Gedichte, 5 Hufl Von Neubauer Wein 1881

ف، ا، وُلف: "مقدمۂ ہومر"، ہالے، ۱۷۹۵ء F. A. Wolf.

اور اوڈیسی جیسی نظمیں نویں صدی ق م میں مرتب کی گئی ہوں جب یونان میں فن تحریر کا اس قدر کم چرچا تھا اور اس نظریئے کے راستے میں جو خارجی مشکلات حائل ہیں ان پر زور دیتا ہے۔ ک، لاخمان نے محض انکاری تنقید سے آگے بڑھ کر اثباتی تنقید کرنے میں اس امر کی طرف ہماری توجہ مبذول کی ہے کہ الیاڈ میں بہت سی جگہ جوڑ اور پیوند نظر آتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ در اصل یہ بہت سی نظمیں تھیں جو باہم پیوست کر دی گئی تھیں۔ اس قسم کے الحاق کے ساتھ ہی نظم کے مختلف حصوں میں باہمی تضاد بھی پایا جاتا ہے اور بعض جگہ ایسے امور کے بیان کا پہلے سے تذکرہ کر دیا گیا ہے جو اس شکل میں آگے کہیں بیان نہیں کئے گئے۔ دیگر علما نے ہومری نظموں کی تنقید جمالیاتی اعتبار سے کی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ Prolegomena ad Homerum ک، لاخمان: ہومر کی الیاڈ پر غور" C.Lachmann: Betrachtungen ueber Homer's Ilind برلن ۱۸۴۷ء؛ اڈولف ہولم کا ایک مختصر مضمون جس پر کما حقہ توجہ نہیں کی گئی یعنی "تالیف و ترکیب الیاڈ" جو رسالہ "ترقی مدارس" لیوبک میں ۱۸۵۳ء میں چھپا ہے A.Holm: De Iliadis Compositione Lub 1853 (Schul progr) ہومر کی تجزیاتی تنقید کیوخلی، کرشہوف اور کائیزر Koechly, Kirchhof, Kayser نے کی ہے اور گروٹ اور کامر Grote & Kammer نے ان کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کیا ہے لیکن انھوں نے بہت سی باتوں کو تسلیم بھی کر لیا ہے۔ نیزے کی کتاب "ارتقائے شاعری ہومر" D.Niese: De Entur ckelung der homerischen Poesie برلن ۱۸۸۲ء؛ فون ولاموو تز میولینڈورف: "تحقیقات بابت ہومر" (تحقیقات لسانیات مرتبہ کیسلنگ و فون ولاموو تز میولینڈورف جلد ۷) Willam ovitz Moellendorff Homarische Unter suchungen Philol unters by Kiessling & Von W.M. siebentes Heft نیز Rh. Mus. ۱۸۸۱ء میں اروڈے E.Rohde نے ان نتائج پر نہایت قابلانہ تنقید کی ہے جو م، زینگے بش نے اپنے "مقالہ جات ہومر" M.Sengebusch: Homericae Dessestationes میں نکالے تھے

باب ۱۳ اور چونکہ یہ بلاخوف رد کہا جاسکتا ہے کہ ہومر میں بہت سے مضامین بالکل رو کھے پھیکے ہیں جن کے اندراج کا کوئی خاص مقصد نہیں معلوم ہوتا اور بعض بے سوچے سمجھے درج کردیے گئے ہیں اس لیئے ایسے علما کو ایک حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے۔ لاخ مان نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ نظمیں، جن کا ایکدوسرے سے بے تعلق ہونا وہ پہلے ہی ثابت کرچکا تھا، دراصل مختلف اشخاص نے کہی ہوں گی، اور چونکہ "ہومر" کے رزمیہ اشعار دراصل محض عامیانہ تھے جس میں پیشہ ور شاعروں کا کلام شامل نہ تھا، اس لیئے ابتداہی سے یہ انفرادی نظمیں گمنام ہی تھیں۔ اس نظریے کا ایک مشتبہ پہلو بھی ہے: ہم اس امر سے مطلق واقف نہیں کہ اتنے بعید زمانے میں عامیانہ اور فنی پہلو لیئے ہوئے اشعار میں کسی قسم کا فرق تھا۔ بہرحال بالفرض اگر لاخمان کا نظریہ قابل تسلیم نہ ہو پھر بھی ان مشاہدات کی اہمیت جن پر یہ نظریہ مبنی ہے، یقیناً باقی رہتی ہے، اس لیئے کہ اگر یہ نظمیں ابتدا میں ایکدوسرے سے بالکل علیحدہ نہ تھیں تو بہت جلد اُن کے ٹکڑے ضرور ہو گئے ہوں گے یہ امر واقعی ہے کہ ان کی اشاعت آہستہ یا آواز سے پڑھنے سے نہیں بلکہ حفظ دُہرانے سے ہوئی ہوگی، اور عوام الناس بجائے پورا قصہ سننے کے اُس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے سننا زیادہ پسند کرتے ہوں گے؛ اس لیئے اگر بالفرض یہ سب ایک مکمل نظم کے مختلف اجزا تھے باایں ہمہ ان کے علیحدہ علیحدہ پڑھے جانے سے اُن میں ضرور ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی ہوگی جس کی وجہ سے ہر ایک جزو نے اپنی جگہ ایک مستقل نظم کی شکل اختیار کرلی جو بعض اوقات دیگر حصوں سے بالکل بے تعلق ہوگئی؛ اور جب یہ اشعار ایک دوسرے سے منسلک کیئے گئے (جیسے تمثیلاً چھٹی صدی ق م میں پی سِسٹراتوس والی ایتھنز کے حکم سے) تو اس وقت ممکن ہے کہ مختلف اجزا میں یہ فرق قائم رہا ہو۔ غرض یہ ہے کہ گو یہ تو ثابت کیا جاسکتا ہے کہ الیاڈ میں جوڑ اور پیوند موجود ہیں، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ مختلف ٹکڑے ابتدا ہی سے ایک دوسرے سے بے تعلق تھے؛ بلکہ یہ واقعہ ہے کہ شروع سے آخر تک الیاڈ کا مقصد ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ دراصل اکی لیس کا غصہ ہی اس کتاب کی اندرونی ہم آہنگی کی گویا کنجی ہے اور یہی وہ مرکز ہے جس سے کتاب کے

باب ۱۳

جملہ حصے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے ۔ اسی طرح اوڈیسی ایک مکمل و مہذب تصنیف ہے، اور گو ممکن ہے کہ اس قصے میں بھی وسعت دی گئی ہو لیکن اس کا تخیل ضرور ایک ہی شخص کے دماغ سے نکلا ہوگا۔

اگر ہم اسے مان لیں کہ الیاڈ اور اوڈیسی اصلی تصانیف ہیں اور یہ کہ وہ دونوں ایک شخص ہومر کی ہی لکھی ہوئی ہیں، تو ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ اور ایک ہی نام کے دو شخص نہیں بلکہ ایک ہی شخص تھا، ورنہ پھر ہمیں یہ مشکل پیش آئیگی کہ دونوں شخصوں کے خصائص بہت نمایاں ہوگئے ہونگے جو ایک دوسرے سے آسانی سے مخلوط نہ ہوسکیں گے ۔ ایسے دو شاعروں کا حلقۂ احباب و تلامذہ جدا گانہ ہوگا، پھر یہ کہاں ممکن ہے کہ اُن کا کلام ایک دوسرے سے اس وجہ سے مخلوط ہوگیا ہو؟ ممکن ہے کہ بہت سے بے شمار چھوٹے چھوٹے شاعر گمنام مر جائیں لیکن دو عظیم الشان پائے کے شعرا یقیناً اپنا نام و نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ الیاڈ اور اوڈیسی کے اسلوب میں جو فرق ہے وہ در اصل نفس مضمون کے فرق کی وجہ سے پیدا ہوا ہے؛ الیاڈ میں جنگ کے حالات مرقوم ہیں، اوڈیسی میں سفرنامے، مختلف ممالک کے عجیب و غریب قصے، افسانے کے لوگوں کی کہانیاں اور اُس قوم کے حالات بھرے پڑے ہیں جو ایسے مقامات[1] پر رہتی ہے جنھیں بجائے شہروں اور قصبوں کے دیہات کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

---

[1] وہ اپنی کتاب "تحقیقات متعلق ہومر" میں فون وِلاموو ِتز میولینڈ وُرف کوری زونتو کی اس رائے کی تائید کرتا ہے کہ بجائے ایک ہومر کے دو شاعر تھے جنھوں نے ہومری نظمیں مرتب کیں ۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ یہ کہتا ہے کہ الیاڈ کے چند اجزا کو مستثنیٰ کر کے تمام تصانیف مع اوڈیسی اور فرضی "مرکز پسند" شعرا کے در اصل ایسے زینے کی مانند ہیں جس کے بعد سقف نہ ہو ۔ اگر یہ مفروضہ تسلیم کر لیا جائے تو ہومر الیاڈ کے صرف ایک حصے کا مصنف رہ جاتا ہے ۔ اس پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے ہمیں اس طرح اُسے صرف ایک جزو کا مصنف قرار دینے کا کیا حق ہے؟ متقدمین تو اُسے تمام مرکز پسند رزمیہ نظموں اور الیاڈ و اوڈیسی کا قائم مقام سمجھتے تھے؛ اور ہمارا خیال ہے کہ یا تو اس کا سرے سے وجود ہی نہ تھا

باب ۱۳

اس عظیم الشان شاعر کی جائے پیدائش قدیم زمانے میں مابہ النزاع تھی اور اس عزت کے لیئے سات مختلف بلدیات یعنی سمرنا، خیوس، کولوفون، اتھاکا، کیمے، پیلوس، آرگوس اور ایتھنز کے درمیان مقابلہ تھا۔ اتھاکا، پیلوس اور آرگوس کا نام اُن کے سورماؤں کی وجہ سے لیا جاتا تھا اور چونکہ پی سسٹراتوس نے کلیات ہومر پر نظر ثانی کرائی تھی اس لیئے ایتھنز بھی میدان میں کود پڑا تھا۔ یہ مشہور تھا کہ ہومر کی ماں کیمے کی تھی اور وہ خود کولوفون اور خیوس میں رہتا تھا، لیکن اکثر مصنفوں کا یہ خیال تھا کہ وہ سمرنا میں پیدا ہوا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ہومر کی زبان ایونی اور ایولی بولیوں کا مرکب ہے اس لیئے اس سے بھی سمرنا کا اثر معلوم ہوتا ہے؛ نیز ایولس اور ایونیا کے عین سرحد پر ہونے کی وجہ سے اس کی جغرافی حیثیت بھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ورنہ ہمیں یہ ماننا پڑیگا کہ وہ الیاڈ اور اوڈیسی کے بہترین اشعار کا مصنف تھا۔ بہرحال اس کا تو ہمارے پاس مطلق کوئی ثبوت نہیں کہ وہ الیاڈ کے صرف ایک جزو کا ذمہ دار تھا، اور یہ تو کسی طرح نہیں مانا جا سکتا کہ پہلے تو چند اشعار چن لیئے جائیں اور انھیں صحیح معنی میں ہومری کہا جائے پھر دیگر اشعار جو ان شعروں سے ذرا مختلف ہوں انھیں ہومری زمرے سے نکال دیا جائے۔ چونکہ ہم ہومر کی شخصیت سے مطلق واقف نہیں ہیں اسلیئے ہم قطعی طور سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کی تصانیف کی نوعیت آخر کیا تھی، اور اُس کے نام سے صرف ایک مثالی معنی لیئے جا سکتے۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ جو شخص تیلے ماخوس، ننوزیکا، اور لوماپوس کی شخصیتوں کو عدم سے وجود میں لایا اُسے ہومر کہلائے جانیکا اتنا ہی حق ہے جتنا اس شخص کو جسنے اکی لیس اور ہیتروکلوس کے حالات ایجاد کیئے۔ اسمیں شبہہ نہیں کہ متقدمین پانچویں صدی ق م تک میں ان باتوں کو جو "ہومری" سمجھی جاتی تھیں ہمسے زیادہ وسیع معنی پہناتے تھے؛ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ وہ اشخاص جنکے حسن صورت و سیرت کو کبھی زوال نہیں صرف الیاڈ اور اوڈیسی میں ہی ملینگے، اور اسلیئے وہ ہر معنے کرکے "ہومری" کہے جا سکتے ہیں، اور باقی سورماؤں کی بھرتی صرف ناٹک کی تکمیل کیلئے کی گئی ہوگی۔ آخر میں ایک خاص امر پر زور دینا چاہتے ہیں ہمیں غالباً کبھی قطعی طور پر یہ معلوم نہ ہوگا کہ آیا ہومر فی الواقع تھا بھی یا نہیں، نہ یہ کہ وہ کون تھا، کبھی اُسنے کوئی کتاب بھی تصنیف کی، لیکن ہم یقیناً ان خصوصیات پر متفق ہو سکتے ہیں جنھیں باتفاق آرا "ہومری" کا لقب دیا جا سکتا ہے ؛

باب ۱۳

مناسب معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح یہ امر بھی متنازعہ فیہ تھا کہ آخر ہومر کس صدی میں ہوا ہوگا۔ کم از کم ہیروڈوٹس کا تو یہ بیان ہے کہ وہ نویں صدی ق م میں تھا۔ اس کی بابت مختلف روایات مثلاً اس کی نابینائی، اُس کی سیاحت دُنیا، اور ننھے سے جزیرۂ ایوس میں اس کی قبر کا ہونا، ان سب باتوں کی قصہ کہانی سے زیادہ وقعت نہیں۔

ہومری نظم میں الیونی انداز پایا جاتا ہے۔ جہاں تک حالات مابعد سے ایولیائیوں اور ایونیائیوں کی قومی خصوصیات کا اندازہ ہو سکتا ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اپنے ہمسایوں کی بنسبت ایونیائیوں کا میلان رزمیہ نظم کی طرف ذرا زیادہ تھا۔ ایونیائی رفتہ رفتہ دنیا کے ساتھ علمی اور حکمتی تعلقات پیدا کرنے لگے اور جس طرح وہ زمانۂ مابعد میں کچھ نہ کچھ سیکھنے کے متمنی رہتے تھے اسیطرح اپنی تاریخ کے ابتدائی دور میں وہ نئے قصے کہانیوں کو سننے کے مشتاق تھے اور اُنھیں رزمیہ نظم فطرتاً نہایت دلکش معلوم ہوتی تھی۔ اگر یہ واقعہ ہے کہ اسوقت تک صرف شمالی یونان کے شعرا ہی شعر و شاعری کرتے تھے تو ہم یہ نہایت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح ایک ایولیائی نژاد شخص نے جو ایونیائیوں میں رہتا تھا رزمیہ نظم کو اتنے بلند پایہ تک پہنچا دیا۔ اسی طرح دونوں نظموں کے لیے جو مواد فراہم کیا گیا ہے اُس کی توجیہ شاعر کی سوانح عمری کے مفروضہ حالات سے کیجا سکتی ہے۔ نفس مطلب پر قیاس کر کے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ الیاڈ نے ایولیائی زمین پر نشو و نما پایا ہوگا؛ اس کتاب میں اکائیائیوں اور ترویانیوں کے باہمی جنگ کے حالات بیان کئے گئے ہیں، اور اگر قدیم زمانے میں فی الواقع ایسی کوئی جنگ ہوئی ہوگی تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا وہ ایولیائی جو ٹروائے کے ضلع میں آباد تھے انھیں اس جنگ کے افسانہ ہائے جاریہ سے واقفیت ہوگی؛ اور اگر بالفرض ایسی جنگ کبھی نہیں ہوئی تو بھی ٹروائے ہمیشہ ایولیائی ملک کے حدود کے اندر ہی رہا ہے اگر ہم اکی لیس اور اگامیمنون کے قصے کی توجیہ کرنا چاہیں تو یہ واقعہ کارآمد ہوگا کہ تھسالوی ماگنےٹیس جسکا اکی لیس قائم مقام تھا، اندرون ایشیائے کوچک میں

باب ۳

وہاں تک چلے گئے تھے جہاں کوئی اور یونانی قوم نہیں پہنچی تھی، اور اس کا ثبوت دونوں بلدیات مگنیشیا کے مواقع سے ملتا ہے۔ اب شاعر صرف یہ کرتا ہے کہ اُن کی قوت وجرأت کو اکی لیس کی شکل میں پیش کر دیتا ہے۔[۱] اگر یہ مان لیا جائے تو گویا ایولیائیوں کے ذریعے سے، جنھوں نے ایشیائے کوچک کے ایک مکمل ضلع پر قبضہ جما لیا تھا جنگ وفتوحات کی ایک رزمیہ بزم کے لیے مواد فراہم ہو گیا۔ اس کے برعکس اوڈیسی میں زمانہ امن کا جو جنگ کے بعد آتا ہے، مرقع تیار کیا گیا ہے اور اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اس دور میں خانہ جنگیاں اور بغاوتیں ہوتی ہیں اور بہت سے لوگ دور و دراز مقامات میں سفر کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس عہد پر ایونیائی دماغ نے ایک خاص اثر ڈالا ہے۔ وہ ایشیائے کوچک کے ساحل تک ہی محدود تھے اور اُن کے عقب میں ایسی بڑی بڑی سلطنتیں تھیں جن سے وہ اُن کی اراضی کا کوئی حصہ چھیننے پر قادر نہ تھے؛ اس لیے اُنھوں نے اپنی توجہ از سر نو اس سمندر کی طرف مبذول کی جس پر ہو کر وہ ابتداءً آئے تھے، بلاشبہہ ایونیہ کے ساحلی بلدیات میں دور دراز مقامات کے قصص وحکایات سننے کے لیے بہت سے لوگ پیدا ہو گئے ہوں گے اور انھیں قصص وحکایات سے دراصل ان افسانوں کا نشو ونما ہوا جو اوڈیسی کی بنیاد تھے:

---

[۱] ڈنکر: "تاریخ ازمنۂ قدیمہ" ۵، ۳۲۱ Duncker: G. d. Alt.

باب چہاردہم

یونانیوں کے قدیم ادارات اور ان کا اسلوب زندگی

جب ایولیائی اور ایونیائی ایشیائے کوچک میں آئے تو یہاں کی مختلف اقوام سے تعلقات پیدا ہونے کی وجہ سے اُن کی تہذیب و تمدن میں ایک حد تک تبدیلی اور وسعت ضرور پیدا ہو گئی، پھر بھی اُس کی تقریباً وہی حالت رہی جو ترک وطن سے پہلے تھی، اور یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہومری اشعار میں تہذیب کے جس پایے کا ذکر ہے اُس میں اور یونانیوں کے اصلی جنم بھوم کے تمدن میں کوئی خاص تباین ہوگا۔ بلاشبہ جب یونانیوں کو ایشیائے کوچک کی ولولہ انگیز ہوا لگی تو اُن کے فنون لطیفہ میں پہلے سے بھی زیادہ غلو پیدا ہو گیا، لیکن میکے نائے اور اوڑخومینوس کے فنون کا پایہ بھی نسبتاً بہت بلند تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ پیلوپونیز کے دوریانی حملے کا ایک بڑا اثر یہ ہوا کہ بعض اقطاع یونان میں یونانی قوم کا ارتقا رک گیا اور اُن کی بجائے دیگر ممالک میں جہاں اکائیائیوں اور ایونیائیوں نے سکونت اختیار کرلی تھی اس ارتقا نے ایک نئی شکل اختیار کی؛ اور ان واقعات کا لحاظ کرکے جن کو تاریخ ہی ہمارے سامنے پیش کرتی ہے یہ خیال کرنا سخت غلطی ہوگی کہ بہ نسبت اس تمدن کے جو دوریانی حملے سے پہلے یونان میں رائج تھا یونانی عنصر کا وجود ایشیائے کوچک کے تمدن میں کم تھا۔ بلاشبہ ہم دونوں کے ادبیات اور فنون لطیفہ کا باہم مقابلہ نہیں کرسکتے لیکن ہم اس امر پر تو یقیناً غور کرسکتے ہیں کہ ایک طرف تو فنون کی اس خاص کیفیت کو، جو دوریانی حملے سے پہلے یورپ میں پائی جاتی تھی، جاری نہیں رکھا گیا جس کی وجہ سے میکے نائی اور خومینوس کے فنون نے جو شاہراہ ترقی اختیار کی تھی وہ مسدود ہو گئی، دوسری جانب آج بھی ایشیائے کوچک کی قدیم ترین شاعری نے یونانی طرز معیشت کی جیسی مصوری کی اُس کی

باب ۱۲

نظیر ملنی ناممکن ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ فنون میکینا کے ہیں، جو یورپ میں کھلے پھولے تھے، اور مشرقی عنصر بہ نسبت ایشیا کے نشو ونما یافتہ ہومر کی نظموں سے زیادہ ہے اس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ ادبیات کے میدان میں بھی ان ایولیائیوں اور ایونیائیوں نے جو ہجرت کر کے ایشیا کو چلے گئے اپنے ساتھ اپنے وطن مالوف کا انداز اور اسلوب ضرور لے گئے ہوں گے ؛

مفصلۂ بالا حالات کا صحیح اندازہ کرنے کے بعد ایک اور اہم مسئلے کا تصفیہ آسان ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہومر کے اشعار سے دوریائی حملے سے پہلے کے یونانیوں کے حالات معلوم ہوتے ہیں، اور اسی حیثیت سے بہت سے مورخوں نے ان اشعار سے اُس زمانے کے تمدن و تہذیب کی بابت واقفیت حاصل کرنے کے لیئے مدد لی ہے۔ لیکن ایسے مورخوں کو ایک بہت بڑی مشکل سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا ہومر گزرے ہوئے عہد کی صحیح تصویر تیار کر سکا یا نہیں؛ اُس کے زمانے میں علم کا فقدان تھا، اور ماضی اور حال کے احوال میں کسی قسم کی تفریق بالکل ناممکن تھی اس لیئے اُسے زمانۂ ماضیہ کو مجبوراً زمانۂ حال کے رنگ میں رنگنا پڑا ہوگا۔ اگر یہ امر واقعی ہے تو پھر ہم اگامیمنون اور اودیسیوس کے عہد کے اُن واقعات پر جو ہومر نے نقل کئے ہیں کہاں استدلال کیا جا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب اوپر لکھے ہوئے فقرے سے مل جائے گا؛ یعنی اگر یہ امر واقعی ہے کہ دسویں صدی ق م کی ایولی ایونیائی تہذیب فی الحقیقت اس تمدن کی ہی ایک کڑی تھی جو دوریائی حملے سے پیشتر یونان میں رائج تھا، تو پھر ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ ہومر کے زمانے کے سمرنا اور خیوس کی حالت اور دو سو سال پیشتر کی میکینا اور اورخومینوس کی حالت میں کچھ زیادہ فرق نہ ہوگا۔ آخر ایونیائی اور ایولیائی تارکان وطن کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ ایشیا کے انداز و خیال بالکل بدل دیتے؟ اس کے برعکس یقیناً ان کا میلان اسی طرف ہوگا کہ وہ اپنے نئے وطن میں بھی اپنے پرانے جنم بھوم کے رسم و رواج قائم رکھیں اور اُنھیں کوئی امر مانع نہ تھا کہ جس سیاسی دستور کے تحت اُن کا نشو و نما ہوا تھا اُسے ایشیا میں جا کر ہو بہو جاری کر دیں۔ الغرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انداز ہومر کے خصوصیات میں اس زمانے کی ممتاز خصوصیات بھی ملیں گی جس کا

باب ۱۲

اس میں تذکرہ ہے اور اس سے قدیم یونان کے حالات کا نقشہ تیار کیا جا سکتا ہے۔ اس نتیجے کو پیش نظر رکھ کر ہم مفصلۂ ذیل خاکہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں[۱]۔

معلوم ہوتا ہے کہ یونانی مملکتوں کا عام طرز حکومت بادشاہی تھی اور اسے یونانی ایک آسمانی کارخانہ سمجھتے تھے؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بڑے بڑے اعیان و کبار کو بھی "بادشاہ" ہی کا لقب دیا جاتا تھا اور محض یہی شاہی اختیارات کے محدود کرنے کے لیئے کافی ہوگا۔ جن اعیان و اشراف کا رتبہ شاہی رتبے سے قریب تر تھا وہ گویا دستور کے اعیانی اجزا سمجھے جاتے تھے؛ لیکن یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ عامۃ الناس بے عزتی کی نظر سے دیکھتے ہوں گے اسلیئے بعض غلام تک

۱؎ اگر ہم بعض دیگر ممالک کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان کے مستعمرین نے اپنے ملک کی تہذیب نو آبادیوں میں برقرار رکھی ہے، اور اس کی زندہ مثال فرانسیسی کناڈیوں سے مل سکتی ہے۔ اس باب کے باقی ماندہ حصے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسکے لیئے شومان کی کتاب "یونان قدیم" Schoemann: Griech. Alterth. جلد صفحہ ۲۰ وغیرہ میں جو ملخص دیا ہوا ہے اسے دیکھنا چاہیئے، نیز ہومر کے قدیمیات پر جن کتابوں کا عام طور پر مطالعہ کیا جاتا ہے اُن سے بھی مدد لی جائے۔ اس زمانے کے تمدن کے ایک خاص شعبے پر و۔ ہیلبگ کی کتاب "ہومر کا دور اور اُس کے تعمیری آثار" W. Helbig Das homersche, Epos aus den Denk maelern erla utert (لائپزگ ۱۸۸۴ء) کا مطالعہ سود مند ہوگا۔ نیز مقابلہ کیا جائے، مہافی مسائل تاریخ یونان Mahaffy Poblems in Greek History صفحہ ۴۶ وغیرہ۔ اس مسئلے پر کہ یونانی فنون لطیفہ کے آثار سے ہومر کے تمدن کا کس حد تک اندازہ ہو سکتا ہے، پ۔ گارڈنر: "ابواب جدید" باب ۳ میں بحث کی گئی ہے جس طرز کا مواد ہمیں ہومر میں ملتا ہے وہ طرز نہ تو کورنتھی ظروف میں پائی جاتی ہے نہ فینقی پیالیوں میں بلکہ اسکا تعلق میکینائی کی اشیا سے صاف ظاہر ہوتا ہے صفحہ ۴۶۔ پرگارڈنر ترنز کے محل اور اودی سوس کے مکان کی ترتیب کی بابت ڈورپ فیلڈ کی رائے سے اتفاق کرتا ہے لیکن میری رائے میں قیاس یہ نہیں چاہتا کہ ترنز کے محل کا وہ حصہ جسے زنانہ حویلی بیان کیا جاتا ہے دراصل عورتوں کیلیئے مخصوص تھا، اور اگر میرا نظریہ حقیقت پر مبنی ہے تو پھر دونوں محلوں کے طرز کا باہمی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

باب ۱۲

معزز خطابوں سے یاد کیے جاتے تھے اور پاسیوں کے دیوتا یوبایوس کا نام زبان زد خواص وعام تھا۔ غرض یہ ہے کہ انفرادی اہلیت ہر جگہ قابل قدر سمجھی جاتی تھی اور اعلےٰ اور ادنےٰ کے درمیان جو انسانی رشتہ تھا اُس کی وجہ سے یونانی خصائص میں ایک طرح کی نفاست پیدا ہو گئی تھی۔[۲] کوئی بڑا معاملہ اعیان کے مشورے اور بحث ومباحثے کے بغیر طے نہیں پاتا تھا اور[۳] بادشاہ اور کبار کے درمیان یہ مباحثے اکثر دعوتوں میں ہوتے تھے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانے میں مجالس عوام میں وہ باضابطگی نہیں پائی جاتی جو دور مابعد میں نظر آتی ہے؛ اُس کا کام صرف یہ تھا کہ وہ بزرگوں کی رائے کی تائید اور توثیق کریں اور اُسے قوت پہنچائیں۔ ان مجالس میں اگر عوام مجلس بزرگان کی رائے کی تائید کر دیتے تو فبہا، لیکن اگر بغیر کسی اظہار رائے کے وہ جلسہ گاہ چھوڑ کر چلے جاتے اور ساتھ ہی اپنی نارضامندی کا اظہار بھی نہ کرتے تو

۲؎ اس تصویر کا ایک تاریک پہلو بھی ہے، وہ یہ کہ اس دور میں انسانی قربانی سے مطلق پرہیز نہیں کیا جاتا تھا، اور یہ سنگدلی الیاڈ اور اوڈیسی سے لے کر زمانہ مابعد تک برابر جاری رہی۔ متقدمین یونان میں ہماری سی انسانیت نام کو بھی نہیں پائی جاتی۔

۳؎ حال ہی میں بعض مورخوں کو خیال پیدا ہو گیا ہے کہ یہ کم وبیش محدود ملوکیت جس کا ہومر میں تذکرہ ہے وہ فی الحقیقت ہومری ملوکیت نہیں ہے اس لیے کہ اسی دور کے اشیاء (مثلاً ظروف میکینائی) دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمانہ ایک نہایت درخشاں وتاباں زمانہ تھا اور ایسے زمانے کے لیئے ایک زبردست ذی اقتدار بادشاہی سطوت کی ضرورت ہے۔ اس کا جواب اول تو یہ دیا جا سکتا ہے کہ متقدمین کی نگاہ میں اُلکی نواُس کے دربار کی چمک دمک اور اعیان وکبار کے اقتدارات میں خود میکینائی میں بھی کسی قسم کا تضاد نہ تھا؛ دوسرے یونانیوں کی سی ہوشیار اور زیرک قوم کی چھوٹی چھوٹی مملکتوں کی پہلی تاریخی کڑی مطلق العنان ملوکیت نہ ہوگی، بلکہ مجلس بزرگاں کو ابتدا ہی سے معاملات سیاسی میں کچھ نہ کچھ دخل ضرور ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ مطلق العنان ملوکیت کا وجود بہ نسبت یونانی دیہات کے بڑی بڑی ذخار سلطنتوں میں زیادہ قرین قیاس ہے۔

باب ۱۴ یہی سمجھا جاتا کہ مجلس کو معاملۂ زیر بحث سے اختلاف ہے۔[۵۴] عام طور پر ایسی مجالس میں صرف اعیان ہی تقریر کرتے اور یہ قاعدہ تھا کہ اگر کوئی شخص تقریر کرنے کا خواہاں ہوتا تو نقیب اُس کے ہاتھ میں ایک نمائشی گرز دے دیتا۔ قوم کا بڑا قاضی اور بڑا مجتہد خود بادشاہ ہوتا تھا اور وہ قوم کے نام سے بڑی بڑی دعوتوں کے موقع پر قربانی کرتا۔

رواج کے مطابق منصب شاہی موروثی تھا اور یہ امر قابل لحاظ ہے کہ لڑکیوں تک کو تخت نشینی کا حق حاصل تھا۔ شاہی صرف خاص کی جاگیر کو تمینوس کہتے تھے؛ اس کے علاوہ اُسی کے خزانے میں محصول اور نذرانے جاتے، اور یہی مال غنیمت اور دعوتوں کے موقع پر حصوں کا مستحق سمجھا جاتا۔ ہم شاہی پوشاک کا حال نہیں پڑھتے؛ رہا گرز، سو وہ علاوہ بادشاہ کے پجاریوں، نقیبوں اور مقروں کے ہاتھ میں بھی ہوتا تھا۔ مختلف پجاری مختلف معبودوں کے خدام سمجھے جاتے تھے اور غلاموں کی دو قسمیں تھیں یعنی دموئیس یعنی مفتوح اور اوئے کیس یعنی خانگی غلام اور آزاد مزدوری پیشہ لوگ تھے تیس کہلاتے تھے۔ دستکاری ایک معزز پیشہ سمجھا جاتا اور کاریگروں، گویوں اور طبیبوں کو مجموعی طور پر "دیمی اُرگی"، یا "خدام قوم" کہتے تھے۔ حالت یہ تھی کہ حکمرانوں تک کی اولاد کو کچھ نہ کچھ ہنر سکھایا جاتا تھا مثلاً ہم پڑھتے ہیں کہ نوزی کا* شاہی کپڑے دھونے کے انتظام کی نگرانی کرتی تھی۔

بیش بہا اشیاء کی تجارت فنیقیوں کے ہاتھ میں تھی جو اکثر شہر صور سے

---

۵۴ زمانۂ مابعد میں ایتھنزیوں نے معاملات عامہ کی بابت قراردادیں مرتب کرنے اور انھیں ایک رسمی سانچے میں ڈھالنے کے فن میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ جوں جوں تعلیم نے ترقی کی اور عوام الناس کے جو قانونی تخیلات تھے انھیں ضبط تحریر میں لانا ممکن ہو گیا۔ ویسے ہی دستوری ضابطہ پرری لابُد اور ضروری ہو گئی۔ لیکن محض اس وجہ سے کہ ان قانونی ضابطوں کا ابتدا میں وجود نہ تھا یہ استدلال کر لینا کہ عوام بالکل بے زور اور بے بس تھے درست نہیں ہو سکتا۔

* شاہ اُلکی نواُس کی بیٹی۔

باب۴

آسنے تھے۔ زمانۂ ہومر کے یونانی طویل طویل بحری سفر سے دور بھاگتے تھے، اور اُن کے پاس اس کی وجہ بھی کافی تھی، وہ یہ کہ اُس زمانے میں نہ صرف یہ کہ سمندر ڈاکوؤں سے بھرے پڑے تھے بلکہ ان سوالوں سے جو غیر ملکیوں سے کئے جاتے تھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشہ مطلق ذلیل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ دوسرے جو کچھ قانونی تعلقات تھے وہ ایک مملکت ہی کے شہریوں کے مابین تھے، غیر ملکی کی حیثیت مہمان کی تھی اس لیئے انھیں کوئی گزند نہ پہنچا سکتا تھا۔ دیہات کے ہر حصے کا ایک سردار ہوتا تھا جو غیر ملکیوں کی حفاظت کا ذمہ دار تصور کیا جاتا تھا، لیکن سمندر پر کسی کا راج نہ تھا اور وہاں "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" والا مسلک روا رکھا جاتا تھا۔

قوانین کا نگہبان زیوس دیوتا تھا۔ لیکن مملکت پر یہ فرض عائد نہ تھا کہ کسی جرم (خاصکر قتل) کی سزا دے، بلکہ مقتول تک کے اعزہ و اقربا کا یہ فرض تھا کہ اُس کی موت کا بدلا لیں، اور جب قاتل دیت کے طور پر ایک مخصوص رقم ادا کر دیتا تو عام طور پر وہ خاموش ہو جاتے، اور اس تخیل کا کہ قاتل کے گناہ کا کفارہ صرف چند مذہبی رسوم کے ادا کرنے سے ہو سکتا ہے، اس وقت تک وجود نہ تھا۔ عام طور پر لوگ ایک ہی بیوی پر قناعت کرتے؛ قاعدے کے مطابق دلھن کے باپ کو خواہ روپیہ ورنہ خدمات کی شکل میں معاوضہ ملتا اور خود دلھن کو بھی مہر ادا کیا جاتا۔ بعض مرتبہ حکمراں شاہزادے اپنے بیٹوں کی تعلیم کے لیئے معلم نوکر رکھتے جیسے پےسیوس نے فی نکس کو اکیلیس کی عام تعلیم کے لیئے اور "دونیم اسپ" خیرون کو اُسے فن موسیقی سکھانے کے لیئے نوکر رکھا۔ ازمنۂ وسطیٰ کی طرح اوڈے وو ئی یا گویے شاہی درباروں اور امرا کے قلعوں میں جاکر اپنے گانے سے محظوظ کرتے، موسیقی کے ساتھ ساتھ سورماؤں کی جانبازیوں کے قصے بیان کئے جاتے جو صرف دل بہلاؤ کا ہی کام نہ دیتے بلکہ اُن سے نوجوانوں کو زندگی کے بہترین مقاصد کی تعلیم دی جاتی تھی۔ میلے اور تہوار سیدھی سادی وضع کے ہوتے، اور سورماؤں اور مُردوں کی پوجا کی رسم زمانۂ مابعد کی ایجاد معلوم ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ ہومر میں انسانی قربانی کا کہیں تذکرہ نہیں ہے بلکہ

باب ۱۲

دیوتاؤں کے سامنے غنیم سے لیئے ہوئے ہتھیاروں کا چڑھاوا چڑھایا جاتا تھا یونان میں پیشین گو اور کاہن بھی تھے جیسے کالخاس اور ہیلے نوس، جنھیں اشاروں (مثلاً پرندوں کی پرواز، قربانیوں کے امور، خوابوں کی تعبیر) کے ذریعے سے معبودوں کی مرضی کا علم ہو جاتا اور بعض مرتبہ تو اس معلومات کے لیئے کسی قسم کے اشارات و کنایات کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ ساتھ ہی ہومر میں دودونا اور فیثو (دلفی) کا بھی تذکرہ ہے؛

یونانیوں کے قبضے میں قلعہ بند شہر بھی تھے[۵]۔ اُن کی ثروت اور مرفہ الحالی کا انحصار اراضی اور اُس کی پیداوار پر تھا اور اشیا کی قیمت کا معیار مویشی کے ذریعے سے کیا جاتا تھا۔ ہم انگور کی کاشت اور باغیچوں کا ذکر پڑھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ امرا شکار کے شوقین تھے لیکن اُنھیں مچھلی پکڑنے کا شوق نہ تھا۔ مکانات کی ترتیب کی بابت ہمیں صرف شاہی محلات مثلاً الکی نو اس اور اودی سیوس کے مساکن کا علم ہے، اور اُن کا سب سے اہم حصہ میلا تھرون یا بیچ کا کمرہ تھا جہاں از منۂ وسطی کی گڑھیوں کے بڑے کمرے کی طرح میزبان اور مہمان ملاقی ہوتے تھے اور وہیں آتش دان کے قریب گھر کی مالکہ بیٹھتی تھی۔ واضح ہو کہ الکی نو اُس کے محل کے تعیش آمیز آرام کے

---

[۵] طوسی ویدش ۱، ۵، ۶ میں "بے دیوار شہروں" کا جو ذکر ہے اس سے ہمیں مغالطہ نہ ہونا چاہیئے۔ یہ محض یکطرفہ بیان ہے اور اگر اسکے لغوی معنی لیئے جائیں تو بلاشبہہ غلط ہے۔ مکانات کی قلعہ بندی کا مسئلہ بالکل صاف ہے؛ لوگوں کا قاعدہ ہے کہ اپنے گھروں کی دیواریں یا پشتے حتی المقدور اچھے بناتے ہیں، اور یہ وحشی اقوام میں بھی پایا جاتا ہے۔ ہیلبگ نے اپنی کتاب (صفحہ ۱۷) میں اس سے انکار کیا ہے کہ سنگین دیواریں خیالات ہومر کے مطابق ہیں، لیکن میرے نزدیک اُسنے اپنی رائے کا کافی ثبوت نہیں دیا۔ ڈورپ فیلڈ Doerpfeld نے حال ہی میں یہ دکھایا ہے کہ یونانی ابتدا میں دھوپ میں سوکھی ہوئی اینٹوں سے مکانات بناتے تھے ("مقالہ جات تاریخی و لسانیاتی" جو ارنسٹ کرتیوس کے نام پر معنون کیے گئے Historische und philolog. Aufsaet, Ernst Curtius gewid met برلن ۱۸۸۴ء)؛

باب۱۱ قصے محض خیالی ہیں۔ قصبوں میں لوگوں کو کوئی خاص کام نہ تھا اس لیے وہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ سڑکوں، بازاروں اور چوکوں میں بسر کرتے، بالکل ایسے ہی جیسے آج بھی جنوبی یورپ کے ممالک میں ہوتا ہے جہاں چوک کی جگہ عیش گاہوں، عطاروں کی دکانوں اور قہوہ خانوں میں گپ شپ اڑتی ہے۔ اوڈیسی میں مسرت آمیز ایونی زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے، اور یہی جذبہ اُن کے مذہب میں بھی پایا جاتا ہے۔ جہاں آریس اور افرودیت کے قصے میں وہ سرایت کئے ہوئے ہے ؛

الیاڈ میں قدیم یونانیوں کی لڑائیوں کا نقشہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ جس میں رتھوں کی لڑائی سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے۔ مصری اور اشوری عمارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں جنگی رتھ مشرق ہی سے آیا تھا اور ان ممالک کے چوڑے چکلے میدانوں میں یہ ایک نہایت کارآمد آلۂ حربی ثابت ہوا ہوگا۔ ہم اس سے واقف نہیں کہ خاص یونان میں اس کا کس حد تک استعمال ہوتا تھا۔ لیکن غالباً ابتدا میں صرف چیدہ ٹٹوؤں کی خاطر اور پھر لڑائی میں ان کا رواج پڑا ہوگا ؛

الیاڈ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ممتاز افراد کے مرنے کے بعد نعش کو ارتھی پر رکھ کر جلاتے تھے، اُس کی راکھ ڈبے میں بند کی جاتی جس کا ڈھکنا پتھر کا ہوتا اور اُسے ایک قبر میں دفن کر کے اس پر مٹی کا تودہ بنا دیا جاتا۔ آج بھی اگر ہم ضلع ٹروائے کی سیر کو جائیں تو ہمیں مخروطی شکل کے ٹیلے نظر آئیں گے جیکے تلے روایت کے مطابق سورما مدفون تھے ؛

باب پانزدہم

یورپی یونان

اسپارٹا کی رسم و رواج

اور

دستور لیکرگوس

ابتدائی دور کے یونانی معاشرے کی ابتدا تو یورپی یونان میں ہوئی لیکن اس کا نشو ونما ایشیائے کوچک میں ہوا جہاں کے یونانی بلدیات نے اپنے اصلی وطن کی تہذیب و تمدن کو معراج کمال کو پہنچا دیا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ باوجودیکہ ان ایشیائی یونانیوں نے ابتدا ہی سے اپنی خداداد ذہنی قابلیت کا ثبوت دیا اور زمانۂ مابعد میں تجارت اور حکمیات دونوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے، لیکن سیاسیات کے میدان میں اُن کی ترقی نا قابل لحاظ تھی رہیں ان ممالک میں کسی ایسی فوجی قوت کا پتا نہیں چلتا جو مختلف افراد کے اتحاد پر قائم ہو، نہ ایسی قوم سامنے آتی ہے جس میں سیاسی یا فوجی قوت و اقتدار کا پر تو نظر آئے۔ یہی وجہ تھی کہ مختلف بلدیات پہلے تو لدیہ کے زیر اقتدار آگئے اور پھر انھیں ایران نے فتح کرلیا۔ درحقیقت یہ فخر یورپی یونان کو ہی حاصل ہے کہ انھوں نے سیاسی اصول کو ترقی دی اور ان میں سے جس قوم نے میدان سیاست میں سب سے آگے قدم بڑھایا وہ دوریانی تھے:۔

ہم ان روایات پر بحث کر چکے ہیں جو دوریانی فتح پیلوپونیز کی نسبت ہم تک پہنچی ہیں اور یہ دیکھ چکے ہیں کہ یہ روایات کس قدر غیر مشیقن ہیں۔

قدیم ممالک میں جس مملکت کی بابت ہمیں سب سے زیادہ معلومات حاصل ہیں وہ اسپارٹا ہے لیکن ان میں بھی جگہ جگہ تضاد اور تاریکی نظر آتی ہے[1]

[1] یہاں ہم حقیقی تاریخ کے مطالعے کی ابتدا کرتے ہیں؛ اور یہ زمانہ اس معنے کر کے تاریخی ہے کہ ان واقعات کی بابت جن کا اب ذکر کیا جائے گا ہمارے پاس ہمعصر یا کم و بیش ہمعصر نوشتے موجود ہیں۔ اس زمانے میں معاملات عامہ کی مستقل یادداشت رکھنے کیلئے تحریر کا استعمال کیا جانے لگا تھا؛ ابتدا میں صرف بادشاہوں، آرخنوں اور پجاریوں کی سرگزشتیں ہی مرتب کی جاتی تھیں، اور فی الحال واقعات، خصوصاً واقعات کی تفصیل کی حفاظت زبانی یاد پر چھوڑ دی جاتی تھی جس کے ابتدائی نظم و نثر دونوں مرہون منت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا ہی سے سنوی تسلسل پر بہت زور دیا جانے لگا، لیکن ہماری بدقسمتی سے اس عہد کے یونانی کسی ایک سنہ کا استعمال نہ کرتے تھے اس لئے مختلف واقعات کی تاریخوں کا صحیح تعین نہایت دشوار ہے۔ اس کی نہایت عمدہ مثال سسلی کے تسلسل واقعات سے ملتی ہے جسے طوسی دیدیش نے نقل کیا ہے؛ وہ اس جزیرے کی آبادی کی تاریخ کا ایک جزو تو تسخیر ٹروائے کو ایک جزو یونانیوں کے جزیرے میں آنے سے شمار کرتا ہے؛ وہ یونانی بلدیات کے اولین استعمار کو جزیرۂ ناکسوس کے استعمار سے شمار کرتا ہے، لیکن چونکہ اس واقعے کے لئے بھی وہ کوئی تاریخ نہیں بتاتا اس لئے کسی تاریخ کا بھی تعین نہیں ہو سکتا۔ ارسطاطالیس کے زمانے کے بعد تاریخی تسلسل دریافت کرنے کی متعدد کوششیں ہو چکی ہیں۔ جن میں سب سے ممتاز کوشش اسکندریوں کی ہے؛ لیکن یہ بھی اکثر و بیشتر اپنی تاریخ کا آغاز تسخیر ٹروائے کی خیالی تاریخ سے کرتے ہیں۔ خود اولمپیاد کا سنہ بھی تمائیوس کے زمانے سے پہلے عام طور پر استعمال نہ ہوتا تھا؛ اور یہی وجہ ہے کہ ۵۰۰ قم سے پہلے کی بہت ہی کم تاریخیں قابل یقین ہیں اور بعض بہت بڑے واقعات مثلاً جنگ ہائے مسینیہ، ایتھنز اور میگارا کی باہمی آویزش، کریسوس کا زوال، عہد پولیکراتیس اور پی سسترا توس کے عہد کے تفصیلی واقعات، ان سب امور کی تاریخ ہنوز متنازع فیہ ہے، اور جو قطعی تاریخیں لؤسے بیوس وغیرہ نے اپنی تصانیف میں دی ہیں ان میں سے چند تو دراصل مختلف تاریخوں کو یکجا کرنے سے حاصل ہوئی ہیں اور بعض محض خود ساختہ ہیں۔ Mahaffy مہافی نے اپنی تصنیف "مسائل" (تتمہ) میں

الیفوروس کہتا ہے کہ یوُرس تھنیس اور پروکلیس نے لقونیہ کو باب ۱۵

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ دکھایا ہے کہ ابتدائی اولمپیاؤں کی فہرستیں سب کی سب مشتبہ ہیں، اور اگر ہم واقعات پر غائر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ خاکے کی طرح یہ بھی سراسر غیر متعین ہیں، جس کا ثبوت اس واقعے سے ہوتا ہے کہ خود متقدمین نے اسپارٹا، آرگوس، ایتھنز کی جو تاریخیں مرتب کی ہیں، و نیز زمانۂ حال کی تصانیف میں ایک خاص تضاد پایا جاتا ہے۔ ارسطاطالیس کی لکھی ہوئی کتاب "دستور ایتھنز" جو ابھی حال ہی میں برآمد ہوئی ہے، بجلی کی چمک کی طرح ہماری تاریک شاہراہ کو روشن کر دیتی ہے۔ ارسطاطالیس اُس زمانے کے حالات سے ہم سے کہیں زیادہ واقف تھا اسی وجہ سے بہ نسبت اس کے ہم اس معاملے میں مجبور دکھلائی دیتے ہیں۔ اس کے جو اجزا دریافت ہوئے ہیں اُن سے پتا چلتا ہے کہ کیسی کیسی قیمتی تصانیف مفقود ہو گئی ہیں مثلاً الیفوروس جو اس بیان کے لیے جو آجکل بھی مسلمہ سمجھا جاتا ہے استناد کا درجہ رکھتا تھا، خود ارسطاطالیس کے ساتھ، تمائیوس کی جملہ تالیفات، دیودوروس کی تصنیف کے حصص ۶ لغایت ۱۰، اور نکولاؤس ساکن دمشق، ان سب عظیم الشان اور مستند اساتذہ کی تصانیف ہماری نظر سے اوجھل ہیں! جو تصانیف ہمارے پاس تک پہنچی ہیں ان میں سے اہم ترین پلوٹارک کی سوانح عمری لیکرگوس وسوانح عمری سولون، ہیروڈوٹس کی تاریخ (لیکن افسوس ہے کہ دیونیسیوس ساکن ہالی کارناسوس کے قول کے مطابق وہ سنہ [illegible] ق م سے سنہ ۴۸۰ ق م تک کے واقعات مطلق بیان نہیں کرتا) کلیات طوسی ویدش کے چند اجزا، پوسانیاس، اُسترابو و دیگر جغرافیہ نویس اور دیوجانس لیرتیوس کی کتابیں ہیں، اور باقی ماندہ تصانیف زمانۂ مابعد کی ہیں۔ اگر ہم سنہ ۵۰۰ ق م سے پہلے کی تاریخ صحت کے ساتھ مرتب کرنا چاہتے ہیں تو مناسب ہوگا کہ ہم اس دور کے حالات کی روایات جمع کریں اس کوڑے میں سے بہترین اجزا چن لیں اور جس کسی واقعے کا ان سے انطباق نہ ہو سکے اُسے نکال ڈالیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس قسم کی کوشش تاریخ روما میں رائگاں گئی وہ تاریخ یونان میں کارآور نہیں ہو سکتی اور ہمیں چند تاریخی اصولوں سے کام لینا چاہیے (جو اس کتاب کے دیباچے میں مذکور ہیں) جن سے زمانۂ حال میں نہایت دیدہ ریزی اور کاوش سے کام لیا گیا ہے۔

چھ حصوں میں تقسیم کر کے امیکلائے ایک اکائیائی مسمی فلونوموس کے حوالے کر دیا جو اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ کر دوریانیوں سے جا ملا تھا۔ ابتدا میں تو فاتح و مفتوح قوم میں بالکل مساوات تھی، لیکن یوریس تھنیس کے بیٹے آگس نے اس اصول کو مسترد کرایا اور اب مفتوح قوم پر خراج عائد کر دیا گیا، اور جب ہیلوس کے باشندوں نے اُسے تسلیم کرنے سے انکار کیا اور بغاوت کر دی تو اُن پر چڑھائی کی گئی اور انھیں مغلوب کر کے غلام بنا لیا گیا۔ اس کے علاوہ فلومینوس نے لیمنوس کے چند باشندوں کو لا کر امیکلائے میں آباد کر دیا تھا؛ اب انھیں بھی ملک چھوڑ کر جزیرہ میلوس اور کریٹ کے شہر گورتین میں جا کر بود و باش اختیار کرنی پڑی بلکہ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ اُنھوں نے جزیرہ تھیرا میں بھی ایک نوآبادی کی بنیاد ڈالی تھی۔ اسی طرح آرناگون کی ایک ٹولی اسپارٹیوں کی اجازت سے کوہ ٹےگیتوس پر آ کر آباد ہو گئی تھی، لیکن اب اسپارٹی ان سے تنگ آ گئے تھے اور کادمیا کا ایک باشندہ جس کا نام تھیراس تھا اور جو ارسطودیموس کا عزیز تھا اُنھیں اور چند اسپارٹیوں کو لے کر جزیرہ کالستے لے گیا جس کی وجہ سے اُس کا نام تھیرا پڑ گیا۔ لیکن اس کا بیٹا اوئےاولیکوس اپنے باپ کے ساتھ نہیں گیا بلکہ خاندان اےگیوسیان کا مورث اعلیٰ بنا۔ ان تمام

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اسپارٹا کی ابتدائی تاریخ کیلئے منجملہ دیگر کتابوں کے گ، گلبرٹ کی کتاب "مطالعات تاریخ قدیم اسپارٹا" G.Gilbert:Studien zur altspartanischen Geschichte (گیوٹنگن ۱۸۷۲ء) اور اسی کی "بیاض قدیمیات اسپارٹا" Handle:der griech.Staatsalterthum اور بُوسولٹ کی "تذکرۂ لاکےڈیمونیان" Busolt Die Lacedœmonier، (لائپزگ ۱۸۷۸ء) کا مطالعہ کیا جائے۔ آٹھویں صدی ق م کے بعد اسپارٹا کے بادشاہوں کی فہرست لکھی جانے لگی، اور اس سے پہلے کے بادشاہوں کے نام جیسے چاہا بھر دیے گئے۔

لقونیہ کی تقسیم؛ اشترابو ۸، ۴، ۳۶۶؛ مقابلہ کیا جائے نکولاوس دمشقی جز و ۳۶ ھ؛ مینیائے قوم کا لیمنوس سے لقونیہ آنے کا ذکر: پولی آئے نوس ۷، ۴۹؛ تحقیقات تاریخ یونان Gr. Qn. ۲۱ میں ملیگا۔ تھیرا کی بنیاد؛ ہیروڈوٹس ۴، ۱۴۵ وغیرہ۔ تیلیکلوس کی فتح امیکلائے؛ پموسانیاس ۳، ۲، ۶ ؛

باب ۱۵۶

افسانوں میں ایک حقیقت مضمر ہے، وہ یہ کہ دوریانیوں کے تسخیر ارگس تھنیس زمانہ دراز کے بعد بھی امیکلائے اکائیائی ہی رہا اور اسی واقعہ کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے کہ تے لیکلوس شاہ اسپارٹا نے نویں صدی کے اختتام پر اس شہر کو اکائیائیوں سے چھینا اور اس جنگ میں اے گیوڈ تموماخوس نے اسپارٹیوں کی خدمت خاص طور پر کی۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ امیکلائے اور اسپارٹا میں کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے اور جبتک یہ خطہ دوریانیوں کے براہ راست اُن کی قلمرو میں شامل نہ ہو گیا اسوقت تک اُن کو وادی یورتاس کے جنوبی حصے پر اپنا اقتدار قائم کرنا مشکل تھا، بدیں وجہ یہ امر بالکل صاف ہے کہ لیکرگوس کے زمانے کے بعد بھی اسپارٹی اس وادی کے مالک نہ تھے۔

تاریخی زمانے میں اسپارٹا پر ہمیشہ دو بادشاہ، جو دو مختلف شاہی خاندانوں یعنی خاندان آگس اور خاندان یوری پون سے رہتے تھے حکومت کرتے تھے۔ روایت کے مطابق ان دونوں خاندانوں کے مورث اعلیٰ ارسطودیموس کے دونوں بیٹے یعنی یوریس تھنیس اور پروکلیس تھے، اور اُن کے نام آگس ولد یوریس تھنیس اور پروکلیس کے پوتے یوری پون کے نام پر رکھے گئے تھے۔ ابتدائے ڈیلفی کے مطابق دونوں بھائی ساتھ ساتھ سریر آرائے سلطنت ہوئے، لیکن چونکہ یوریس تھنیس کو بڑا بتایا جاتا ہے اس لیے خاندان آگس کی توقیر نسبتاً زیادہ ہوتی تھی۔ زمانہ حال کے نقادوں کی رائے کے مطابق یہ قرین قیاس نہیں ہے کہ ایک ہی فاتح قوم اقتدار اعلےٰ کو دو مختلف افراد کے سپرد کر دے، اس لیے دو شاہی خاندانوں کی یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ غالباً وہ دو مختلف اقوام کے جداجدا شاہی خاندان ہوں گے جو امتداد زمانہ سے بالکل مخلوط ہو گئے، اور یہ گمان کیا جاتا ہے کہ جب دوریانیوں نے اکائیائیوں پر فتح پائی تو انھوں نے مفتوح قوم کے ساتھ یہ رعایت کی کہ اُن کے حکمران کو اپنے بادشاہ کے دوش بدوش فرماں روا تسلیم کر لیا، اور یہ صورت حال مسلسل جاری رہی۔ زمانہ مابعد میں ہمارے سامنے یہ عجیب واقعہ

باب ۵

...یوں ہیں کلیومنیس ایتھنز پہنچتا ہے اور اپنے اکائیائی ہونے کا اعلان کرتا ہے اور اسی سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ آگسی تو اکائیائی اور یوری پونتی دوریانی ہوں گے؛ یا یہ بھی ممکن ہو کہ اُس کا عکس ہی صحت پر مبنی ہو، یعنی صرف ...ری آور دہ آگسی ہی دوریانی النسل ہوں۔ آخر میں یہ بھی بالکل ممکن ہے کہ دونوں بادشاہ دوریانی ہی ہوں اور جب اُنھوں نے ہرقلی جامہ پہنا ہو تو اپنے آپ کو اکائیائیوں سے منسوب کرنے لگے ہوں۔ لیکن اگر اس مفروضے کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی اس کی پوری توجیہ نہیں ہوتی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شاہی اختیار کو محدود کرنے کے لیئے یہ طریقہ رائج کیا گیا ہو؛ کچھ بھی ہو نتیجہ تو یہی نکلا یعنی شاہی اختیار محدود ہو گیا ہے[52]۔

[52] اسپارٹا کی دوعملی کی بابت ہیروڈوٹس ۶، ۵۱ وغیرہ؛ ڈنکرہ ۵، ۲۵۲؛ واخسموت: اسپارٹا میں دوعملی Wachsmuth: Ursprung des Doppelk. in Sp. جریدۂ سالانۂ لسانیات، ۱۸۶۸ء۔ واخسموت پولی آئے نوس (۱، ۱۰) کے اس نظریے کا اقتباس دیتا ہے کہ دونوں خاندانوں میں کوئی نہ کوئی نسلی فرق ضرور تھا، لیکن اسی اقتباس میں مجھے یوری سس تھنی سیوں کا کہیں پتا نہیں ملتا، بلکہ اس کے بالکل برعکس اس میں ہم صرف ہرقلیوں سے یعنی فاتح دوریانیوں اور یوری تھنی سیوں سے (جو ہرقل کے متعلقہ کے وارث تھے) دوچار ہوتے ہیں۔ شیومان (Schoeman) (۱، ۲۳۸) کی رائے ہے کہ یوری تھینس اور پروکلیس دو سوتیلے بھائی تھے جن میں سے ایک دوریانی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا جو آئی گیوسی خاندان کی عورت تھی؛ اُس کے نزدیک چونکہ آئی گیوسیوں نے دوریانیوں کو مدد دی تھی اس لیئے اُنھیں معاوضے کے طور پر انتظام سلطنت میں دخل دیا گیا۔ گلبرٹ اور اشٹائن دونوں ایک تیسرے بادشاہ کا اضافہ کرتے ہیں اور موخرالذکر کا خیال ہے کہ لیکرگوس آخری منیائی بادشاہ اور آخری آئے گیوسی تھا۔ لیکن مشکل یہ پیش آتی ہے کہ منیائی اور آئی گیوسی ایک ہی خاندان کے دو نام ہیں اور اگر ہم دو بادشاہوں کے بہ یک وقت تخت نشین اسپارٹا ہونے کی توجیہ نہیں کر سکتے تو ایک بادشاہ کے اضافے سے ہمارے کام میں کسی طرح سہولت پیدا نہیں ہوگی۔

اسپارٹی تاریخ کے ابتدائی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یوریس تھنیس باب ۱۵
کے بعد اگِس، ایخستراتوس، لابوتاس، دوری سوس، آگیسی لاوس،
آرخے لاوس اور تے لیکلوس تخت پر بیٹھے؛ اسی طرح پرو کلیس
کے بعد سوئش، یوری پون، پری تانس، یونوموس، پولی ڈیکتوس
اور خاری لاوس اس کے جانشین ہوئے۔ روایت کے بموجب انمیں سے
ایخستراتوس نے وہ حصۂ ملک جو کوہ پارنون اور بحیرۂ ایجین کے درمیان
واقع ہے اور جسے کینوریا کہتے ہیں فتح کیا، اور اسی طرح سوئس نے ہیلوس
کو اپنی قلمرو میں ملایا اور آرکیڈی شہر کلیتی تور کے خلاف فوجکشی کی؛ یوری پون
نے مین تی نیا کا الحاق کیا؛ پر تانس اور خاری لاوس نے آرگوس کے
خلاف مہم سر کی اور اس لڑائی میں موخرالذکر بادشاہ کو تے گیا تیون نے گرفتار
کرلیا۔ اس بیان میں بہت سے واقعات قرین قیاس نہیں ہیں؛ مثلاً یہ کب ممکن

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ گلبرٹ کی کتاب "مملکت قدیمہ" Gildert:Staatsalt. میں
تھے راکی جس لوح کا ذکر ہے اُسے مشکل سے تاریخی نوشتے کا رتبہ دیا جاسکتا ہے۔ ت، مے یر
(کتاب انجمن لسانیات گیوٹنگن جو ارنسٹ کُرتیوسس کے نام پر معنون کی گئی
Th:Meyer: Abt der Soc.Phil.Gott.Fuer E. Curtins گیوٹنگن
سنہ ۱۸۶۸ء) کہتا ہے کہ یوری پونتی اکائیائی تھے۔ ہیروڈوٹس (۷۲،۵) نے کلیومنیس
کا جو قول نقل کیا ہے کہ "میں دوریانی نہیں بلکہ اکائیائی ہوں"، اس سے وہ نظریہ ثابت
نہیں ہوتا جسکے ثبوت میں یہ پیش کیا گیا ہے اور اس سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ اپنے ساتھی
کے بجائے وہ خود اکائیائی تھا۔ اس اعلان سے صرف یہ مقصد تھا کہ سننے والے (یعنی اتھینے
دیبی کی پجارن) پر اثر ڈالا جائے، اور یہ صرف ایک ہی صورت میں مفید ہوسکتا تھا یعنی
اگر اس سے ایک مسلمہ واقعے کا اعلان کردیا جاتا وہ یہ کہ دونوں خاندان ہرقلی اور اکائیائی
تھے۔ اسی کے وہ دونوں مدعی بھی تھے۔ متقدمین کا ہرگز یہ خیال نہ تھا کہ ایک خاندان
اکائیائی اور ایک دوریانی تھا اور اگر کلیومنیس اس کا اعلان کرتا تو اسکا مطلق اثر نہ ہوتا۔
یونان میں دوعملی کی اور مثالیں اسی گیوٹنگن والے رسالے میں ملیں گی۔

باب ۵ کہ اتنے بعید زمانے میں اسپارٹیوں اور شہر کلئی تور میں جنگ کے لیے کوئی بہانہ مل گیا ہو۔ حال آنکہ یہ شہر آرکیڈیا کے شمال میں اسپارٹا سے بہت فاصلے پر واقع ہے ؟ بلکہ جنگ میں فتح کی بنا بھی کچھ سمجھ میں نہیں آتی ؟ اور یہ سب جہات کو اسقدر قبل ان چاہتا ہے اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ سب لڑائیاں دوریانیوں کے ترک وطن کے وقت ہوئی ہوں گی[۱] اس کے برعکس کینوریا کی بابت جس تنازع کا ذکر ہے وہ غالباً واقعات پر مبنی ہے اس لیئے کہ یہ ضلع سرحد پر واقع ہے اور سرحدی اضلاع ہمیشہ مختلف زبردست ملکوں میں مابہ النزاع ہوتے ہیں ؛

لیکرگوس کے تماشا گاہ یونان پر نمودار ہونے سے تاریخ اسپارٹا میں جس تابناکی کا اظہار ہوتا ہے وہ حقیقی نہیں بلکہ محض ظاہری ہے۔ بلا شبہہ اس کی زندگی اور اس کے افعال کے متعلق ہمیں بہت کچھ معلومات حاصل ہیں لیکن انہیں اسقدر باہمی اختلاف ہے کہ ہم بعض نہایت ضروری امور کی بابت بھی کسی خاص حد یقین تک نہیں پہنچتے[۲] اس نے اپنی زندگی ایسے زمانے میں گزاری جو تحریری تاریخ سے

---

[۱] گیلتزر نے ایک مضمون (Rh: Mus ۳۲ ، ۲۵۹) میں اس رائے سے اتفاق کیا ہے، اور گوٹشمیڈ بھی اسی کا ہمخیال ہے، موخرالذکر کا اقتباس بوسولٹ نے اپنی کتاب "دو لکدمونیان" Busolt: Die Lakedaimomer جلد ۱ صفحہ ۷، ۳ میں دیا ہے ؛

[۲] پلوٹارک کی سوانح عمری لیکرگوس میں اس کی بابت معلومات کا مفصل ذخیرہ موجود ہے جس کی بنا ایفوروس، ارسطاطالیس، ہرمیپوس، اور اسپارٹی ارسطقراطیس کے بیانات ہیں۔ اگر لیکرگوس کو ایک آگہی کی روشنی میں دیکھنا ہو تو ہیروڈوٹس (۱، ۶۵، ۶۶) کا مطالعہ کیا جائے ؛ ارسطاطالیس: سیاسیات ۴، ۹، ۱۰ میں اُسے "طبقہ متوسط" سے جو بتایا گیا ہے اُس سے اُس کے شاہی خاندانوں کا فرد ہونے سے انکار لازم نہیں آتا۔ لیکرگوس اور کریٹ کے باہمی تعلقات کی بابت اشترابو ۱۰، ۴، ۱۸ کا مطالعہ کیا جائے۔ یہاں ان تمام کتابوں کا حوالہ نہیں دے سکتے جس میں لیکرگوس کی بابت بحث کی گئی ہے، اور صرف مفصلہ ذیل تصانیف کے شمار پر اکتفا کرتے ہیں ک، شتائن :

باب ۵

پہلے تھا اس لیئے یونانی روایات کو اصل حقیقت کے [illegible] نے کو بہت کچھ موقع مل گیا
رف ایک امر ایسا ہے جو متنازع فیہ نہیں اور وہ یہ کہ لیکرگس [illegible] ہی تھا جس نے
اسپارٹیوں کے لیئے وہ قانون بنائے جو اس مملکت میں [illegible] میں مروج
تھے۔ اس کی سوانح عمری کے باقی اجزا ایسا عظیم الشان خلاف وقضاء [illegible] ہے،
لیکن ایک اور امر جس پر سب متفق ہیں یہ ہے کہ وہ کمسن شاہ اسپارٹا کا بزرگ اور
سلطنت کا متولی تھا؛ اس بادشاہ کا نام عام طور پر خاری لاؤس بیان کیا جاتا ہے
جس سے اس کے یوری پونتی ہونے کا پتا لگتا ہے، لیکن ہیروڈوٹس اسکا نام
لیوبوتاس بتاتا ہے جو نسل آگِس میں سے کسی فرد کا نام ہوگا۔ اسی طرح عام طور
سے یہ پڑھنے میں آتا ہے کہ لیکرگوس کے دستور کی ابتدا اندائے فیثوی سے ہوئی،
لیکن ہیروڈوٹس یہاں بھی اس عام افواہ سے مخالفت کر کے خود اسپارٹیوں کا
یہ بیان نقل کرتا ہے کہ یہ کریٹ کے دستور کا چربہ تھا۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مقنن اسپارٹا
نے کریٹ، مصر اور خیوس میں سیاحت کی، اور وہاں کے مشہور لوگوں سے ملاقی ہوا مثلاً
کریٹ میں شاعر تھیلاتاس سے اور خیوس میں ہومر سے جس کی نظمیں وہ اپنے ساتھ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ تنقید روایات متعلق لیکرگوس K. Stain: kritik der
Ueber beferung ueber Lykurg گلاتز ۱۸۸۲ء؛ "تحقیقات لسانیات"، جلد
جو کیسلنگ اور فون ولامیووتز میولینڈورف کے زیر ادارت شائع ہوئی ہیں Progr. und
das 7 Heft der philologischen Untersuchungen edited
by Kiessling and von Willamowftz Moellcudorff ۱۸۸۴ء ص ۲۶۷، ۲۸۵
بازین: "لیکرگوس" Bazin De Lyc. پیرس ۱۸۸۵ء؛ امے یر: دستور لیکرگوس
E. Meyer: Die Lyk. verfars. Rh: mus vol 41 & 42 بوز یون :
"لیکرگوس وقانون عظیم" Busion Lyk und Die gross Rhetra
انز میرؤک ۱۸۸۸ء (جہاں وہ لیکرگوس کی شخصیت تاریخی گردانتا ہے) نیز سے
تاریخ دستور لاسے دیمون، Niese: Zur verfassungs gesch Lacedaemons
"الوقت تاریخ، ۲۶، ۱ Histor Zeitsch 26,1

باب ۵ اسپارٹا سے آیا۔ [illegible]وس کا بیان ہے کہ اُس نے وطن سے دور خود کو بھوکا مار کر خودکشی کر لی۔ بعض مورخوں نے یہ دکھایا ہے کہ یونانی روایات نے لیکرگوس کی زندگی میں چند ایسے واقعات کا اضافہ کیا ہے جن کی وجہ سے اس میں اور سولون میں یگانگی پیدا ہو جاتی ہے؛ مثلاً دونوں اطراف بلاد یونان کا سفر کرتے ہیں، دونوں ہومری نظموں سے واقف ہیں، دونوں اپنی زندگی کے آخری ایام وطن مالوف سے دور گزارتے ہیں اور جس طرح سولون کے ڈیلفی سے گہرے تعلقات تھے ویسے ہی لیکرگوس کا ڈیلفی اور اولمپیا سے تعلق ہے جہاں اپنے مقدس التوائے جنگ کر کے مشہور اولمپیائی میلے کی بنیاد ڈالی۔ ظاہر ہے کہ لیکرگوس کی زندگی کے ایسے امور جو سولون کی زندگی کے واقعات سے ہو بہو مطابقت رکھتے ہوں، کم و بیش غیر متیقن ہیں، اور کیا اچھا ہوتا اگر ہم سولون کی زندگی کے ہی واقعات سے ذرا زیادہ واقف ہو جاتے!

ظاہر ہے کہ اگر لیکرگوس کی شخصیت اس درجہ مبہم ہے تو ہم اس زمانے کے حالات کی بابت کیسے واقفیت حاصل کر سکتے ہیں؟ ارسطاطالیس نے مختلف امور سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ وہ نویں صدی قدم کے ابتدائی نصف حصے میں ہوگا۔ لیکن طوسی ویدیش کے خیال کے مطابق اسپارٹی دستور کا قیام جنگ پیلوپونیز سے چار سو سال قبل عمل میں آیا تھا[۵] ان سب باتوں کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لیکرگوس جیسا کوئی مقنن تھا بھی؟ حال میں اس مسئلے پر بہت کچھ شبہہ[۶] ظاہر کیا گیا ہے، لیکن ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کیا اسپارٹا کا ساددبرانہ نظام حکومت حقیقت میں ایک خاص قانون سازی سے عدم سے وجود میں نہ آیا ہوگا، اور اس کے لیے یونان کے ملک میں کیا ایک مقنن درکار نہ ہوا ہوگا؟

[۵] لیکرگوس کی تاریخ کے لیے طوسی ویدیش ۱، ۱۸، لیکن ہیروڈوٹس اُسے اس سے بھی قبل بتاتا ہے۔ نیز مقابلہ کیا جائے ڈنکر ۵ $\frac{۲۶۸}{۲۶۹}$

[۶] لیکرگوس جیسے شخص کے وجود کا انکار گیلتزر، گلبرٹ، اور فون ولامیووتز میولینڈورف نے کیا ہے

Gelzer:Rh:Mus 28,1 Gilbert:Studien 80.&.Gr.

باب ۵

اس کے علاوہ ایک سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ لیکر گوس نے اسپارٹا کے لیئے آخر کیا کیا؟ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ اس نے فوجی رسالوں

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) Staat salt 1,15; von W. Moellendorff) میں بطور ایک لکیائی اپولو اور فون ولامیووٹز میولینڈورف اسے زیوس لیکائیوس کہہ دیتا ہے ۔ وہ مصنف جس کی ہماری طرح یہ رائے ہے کہ ذاتی خصائل کا اثر دیگر ممالک سے زیادہ یونان میں ہوتا تھا وہ اس پھندے میں ذرا مشکل سے پڑیں گے کہ لیکر گوس کی شخصیت محض فرضی ہے۔ یہ درست ہے کہ یونان کو سورماؤں کے قصے دل سے پسند تھے، اور جب اُنھیں سورما نہیں ملتے تھے تو وہ اُنھیں اپنے دماغ میں پیدا بھی کر لیتے تھے، لیکن ہمیں ہر ایک واقعے پر علٰحدہ علٰحدہ رائے زنی کرنا چاہیئے مقنن لیکر گوس کے خلاف کوئی قطعی دلیل پیش نہیں کی جا سکتی، اور فون ولامیووٹز کی رائے کی مخالفت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ (۱) جب وہ "قوانین" اور "قوانین مکتوبہ" کو ایک ہی چیز فرض کر لیتے ہیں (صفحہ ۲۷۵) وہ ایک خلاف انصاف مفروضے پر اپنی دلیل قائم کر لیتا ہے (۲) وہ یہ فرض کر لیتا ہے کہ کسی خاص فرقے میں تشکر و امتنان کی اہلیت مطلق نہیں ہوتی اس لیئے یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ جب لیکر گوس سے محض ایک اعیانی دستور منسوب کیا جاتا تھا تو محض اس وجہ سے کوئی بھی اُس کا رہین منت ہو لیکن یہ نظریہ درست نہیں ہے اس لیے کہ "سورما پوجا" کی طرح کے ہر ایک جذبے کا منبع و ماخذ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے جذبات اور احسانمندی میں یگانگی پائی جاتی ہو، دوسرے یہ بھی قابل غور ہے کہ اگر وہ طبقہ اپنے سردار کی تعظیم و تکریم کرے گا تو اس سے اس طبقے کی بنیاد اور بھی زیادہ مستحکم ہو جائے گی۔ (۳) وہ صفحہ ۲۷۹ پر کہتا ہے کہ روایات کے بموجب لیکر گوس اعیانیوں کا نہیں بلکہ جذبۂ ملوکیت کا قائم مقام تھا؛ لیکن محض یہ کہہ دینے سے کچھ ثابت نہیں ہوتا اس لیئے کہ روایت میں حقدار ادارۂ شاہی اور حقدار عوام کے درمیان کوئی تباین نہیں پایا جاتا اس لیئے کہ دونوں اپنے اپنے حقوق کی حفاظت میں کمربستہ اور دونوں ادارے دوش بدوش ہیں۔ میں نے لیکر گوس کو جو اہمیت دی ہے اس کی مثال وینس کی سیاسیات میں دوجے پی ایترو گرادینیگو

باب ۵ اینوموتیس اور ٹرائکادلیس ہسیسیتیا، الیفورولن اور گیرونتیس
کی بنیاد ڈالی اور اس طرح اُس کے نزدیک لیکرگوس اسپارٹی دستور کی
تقریباً جملہ خصوصیات کا بادی تھا۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس امر پر متقدمین
متفق الرائے ہوں گے، اور خود ارسطاطالیس اس سے ایک نہایت اہم
بات میں اختلاف کرتا ہے یعنی وہ یہ کہتا ہے کہ الیفورولن کی ابتدا کا سہرا
شاہ تھیوپومپوس کے سر ہے۔ اور متقدمین میں سے اکثر بیشتر الیفورولن
کے عہدے کا لیکرگوس کو بانی نہیں سمجھتے۔ اس تخیل سے اسپارٹی دستور
میں تدریجی ترقی کا تخیل پیدا ہو جاتا ہے، اور اگر اس تضاد پر غور کیا جائے جو
روایات میں پایا جاتا ہے اور اس کا لحاظ رکھا جائے کہ وہ قوانین جو لیکرگوس
کے ساتھ منسوب کیے جاتے ہیں اس بعید زمانے میں تحریر میں نہیں لائے گئے
ہوں گے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ امتیاز نہایت درجہ مشکل ہے کہ قدیم
دور یانی رسم و رواج کیا تھے اور لیکرگوس نے کس کس ادارے کی ابتدا کی؛
صرف ایک بات ضرور قابل وثوق ہے، وہ یہ کہ لیکرگوس نے اعیانی جنگجو فرقہ کو
ضرور مستحکم کر دیا ہو گا ؎ بدیں اسباب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تاریخی زمانے میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ Doge Pietro Gradenigo اور مجلس سنیات کی برخاستگی
سے ملتی ہے؛ اور اس دوجے نے بالکل وہی کام کیا جس کے کرنے کی ولاموو تز میولینڈورف
کے نزدیک لی کرگوس میں اہلیت نہ تھی۔ ویکس اور اسپارٹا کی تاریخ میں اصلاح کا ادغام شکل شاالیس ملتی ہے؛
؎ ہیروڈوٹس لیکرگوس کی اصلاحات کا ذکر کرتا ہے (۱، ۶۵، ۶۶)، لیکن ارسطاطالیس
کی رائے (سیاسیات ۵، ۹، ۱) اسکے برعکس ہے۔ تھیوپومپوس کے دور کیلئے پوسے بیوس ۲،
۸۰، ۱، ۸ دیکھا جائے۔ ہیروڈوٹس نے (۱، ۶۵) یہ جو کہا ہے کہ لیکرگوس سے پہلے اسپارٹیوں کے دستوری
قوانین عمدہ نہ تھے، تو اس سے اسکے اور اسکے ہمراہیوں کا خیال معلوم ہوتا ہے؛ اور اسٹرابو (۸، ۳۶۶)
میں ہیلانیکوس کے جس فقرے کا اقتباس دیا ہے کہ اسپارٹی دستور یوریستھنیس
اور پروکلیس نے عطا کیا تھا، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی ابتدا کی بابت قطعی
طور پر کچھ بھی معلوم نہ تھا؛

باب ۵

اسپارٹی دستور کی جو شکل تھی اُسے بیان کیا جائے اور ساتھ ہی اس رائے پر بھی زور دیا جائے کہ اس میں اس سے پیشتر ہی اندرونی ارتقا ضرور ہوا ہوگا۔ حال کے زمانے میں اس ارتقا کی تفصیل معلوم کرنے اور ہر ایک مفروضہ منزل کے تاریخی اسباب دریافت کرنے کی نہایت بلیغ کوشش کی گئی ہے۔ اس قسم کی تصاویر پیش کرنے سے ایک فائدہ ضرور ہوتا ہے وہ یہ کہ پڑھنے والا مضمون میں نہایت گہری دلچسپی لینے لگتا ہے[ف۸] لیکن اس سے بھی زیادہ یہ مناسب ہوگا (اور ہمارے مقاصد کے لئے یہ ضروری بھی ہے) کہ اُن تبدیلیوں کا ذکر کیا جائے جنھیں متقدین نے بیان کیا؛

ف ۸ ڈنکر (۵، ۲۶۳) اس بات کے ثبوت میں کہ یہ دستور کسی حالت میں لیکرگوس کا قائم کردہ نہیں ہے، بہت سی دلیلیں پیش کرتا ہے لیکن اس کی بعض رایوں کی بنیاد نہایت کمزور ہے؛ مثلاً اُسے اس بات کا یقین نہیں آتا کہ اسپارٹا کے "پہاڑی ضلع میں" زندگی کی سادگی کو رواج دینے کی کیا ضرورت پڑی تھی، اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ اسپارٹا کے قوانین اکل و شرب کو لیکرگوس نے ہرگز مرتب نہ کیا ہوگا۔ لیکن جب ہم اس امر کو پیش نظر رکھتے ہیں کہ دوریائی حملوں سے پہلے یونان کی تہذیب و تمدن کی حالت نہایت درجہ ترقی یافتہ تھی، نیز جب ہم اس کلیے کا لحاظ کرتے ہیں کہ جب ایک غیر مہذب قوم کسی مہذب ملک کو مغلوب کر لیتی ہے تو وہ اکثر موخر الذکر کی تہذیب و تمدن کو اپنا بنا لیتی ہے اور بعینہٖ یہی وتیرہ دوریائیوں نے آرگوس میں اختیار کیا، تو ہم فوراً ان قوانین کی عمدگی کا اندازہ کر لیتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ نویں صدی ق م کے ایسے مقنن کے دماغ سے نکلے تھے جو ملک کو آیندہ خطرات سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ بلاشبہ تہذیب و تمدن میں لقونیہ سیکے نامی سے کہیں پیچھے تھا، لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دونوں میں کسی کا بھی تباین پایا جاتا ہو۔ لقونیہ کے باشندے بھی زندگی کی بہت سی لذتوں سے واقف تھے اور مقنن اسپارٹا کا خیال تھا کہ کم از کم اس ملک میں اسکا اتباع نامناسب ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جو قوانین اسپارٹا میں رائج کئے گئے وہ انھیں اسپارٹیوں کے علاوہ کوئی دوسری قوم بلا جبر و اکراہ قبول نہیں کر سکتی تھی، اور یہ جبر اسی مقنن نے عائد کیا تھا جسے متقدمین نے لیکرگوس کا لقب دیا تھا۔ غرض یہ ہے کہ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ لیکرگوس کے قوانین اکل و شرب قطعی طور پر حسب حال ہیں۔

باب ۴

اگر ہم نے یہ کیا تو ہم اہم ترین واقعات کی بابت اپنی رائے قائم کر سکتے ہیں[۹]۔
اسپارٹی مملکت کی بنیاد شہریوں کی تقسیم پر رکھی گئی تھی[۱۰] ان کی تین

[۹] ڈنکر نے اسپارٹی تاریخ کی یہ خیالی تصویر مرتب کرنے میں کمال کیا ہے اور اس کی کتاب میں اس دور کا ذکر جس کی ہم تنقید کر رہے ہیں، ۵ / ۲۶۸ میں درج ہے۔ اس کی رائے یہ ہے کہ اوائل زمانہ میں لقونیہ میں دو دوریانی مملکتیں ہوں گی، ایک تو وسطی یورو تاس کی سلطنت جس پر آگس کے خاندان کے افراد متسلط تھے، اور دوسرے دریائے اوئے نوس کے کنارے جس پر یوری پونتی حکمراں تھے۔ در اصل یہی وجہ تھی کہ نفاق کے سبب سے وہ امیکلائے کے اکائیئیوں سے کمزور تھے اور آخر کار تگیا والوں نے یوری پونتی خاری لاؤس کو جان سے مار ہی ڈالا (پیوسانیاس ۸، ۴۸، ۳)۔ اب لیکرگوس تماشاگاہ پر نمودار ہوتا ہے اور یہ دونوں مملکتوں کو ملا کر ایک نئی مملکت کا مرکز اسپارٹا کو بناتا ہے جہاں خود یوری پونتی بھی پہنچ جاتے ہیں۔ ساتھ ہی ایک مشترکہ گیروزیا اور جمعیت عوام کی بنیاد رکھ دی جاتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فوجی تادیب، تقسیم اراضی اور نوجوانوں کی تعلیم کے قواعد، یہ سب زمانۂ مابعد کی قانون سازی کا نتیجہ ہیں، اور اسیطرح سے اولمپیائی میلے کے موقع پر اسپارٹا نے جو کام کیا تھا اس کی بنیاد بھی بعد کو ہی پڑی، اور ان سب باتوں کی وجہ سے اسپارٹا کو وہی پایہ حاصل ہو گیا جو مسینے کو حاصل تھا۔ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ سب مفروضے نہایت ہوشیاری سے مرتب کئے گئے ہیں۔

[۱۰] متقدمین کے نزدیک کریٹ اور اسپارٹا کے دساتیر ایک دوسرے سے بہت کچھ ملتے جلتے تھے۔ کریٹ میں کوئی ایک مملکت نہیں بلکہ متعدد جمہوریتیں تھیں جن میں سے ممتاز ترین کنوسوس، گورتینا، کیدونیا اور لیکتوس تھیں۔ یہاں پیریوئکی کے علاوہ سرفون یا نیم غلاموں کی دو قسمیں تھیں جنھیں کلاروتائے اور افامیوتائے کہتے تھے اور ہیلوتوں کے ہمشکل ایک اور ذات تھی جن کا منوئےتائے نام تھا۔ اس سب کے برعکس دوریانی زمیندار اپنی قوت بازو پر فخر کرتا تھا۔ مختلف بلدیات پر دس دس کوزموئے کی ایک مجلس حکومت کرتی تھی اور یہاں کے گیروزیا اور جمعیت عمومی کے بھی ویسے ہی حقوق تھے جیسے اسپارٹا میں لیکن جس شعبے میں دونوں مقاموں کے درمیان سب سے زیادہ

باب ۱۵

شقیں تھیں یعنی (۱) دوریانی شہری جنھیں بکمل حقوق شہریت حاصل تھے، (۲) پیریوئیکوئی دوریانیوں کے ماتحت تھے اور (۳) ہیلوٹ[۱۱] جو شہریوں کی اراضی پر رہتے تھے۔ ان ہیلوتوں کا یہ فرض تھا کہ وہ اراضی کی کاشت کریں، اور جو کچھ پیداوار ہو اس میں سے ایک حصہ تو مالک اراضی کو دے دیں اور دوسرا حصہ خود رکھ لیں۔ اگر بالفرض زمانۂ حال کے مورخوں نے ہیلوتوں کی جملہ تعداد میں مبالغہ بھی کیا ہے اور وہ منجملہ چار لاکھ کی آبادی کے دو لاکھ سے کم ہی تھے، یا ہمہ ان کی تعداد اس قدر تھی کہ بغیر جبر و تخویف کے وہ نچلے نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ اس ڈرانے اور دھمکانے کے لیئے بہت سے اسپارٹی نوجوان وقتاً فوقتاً دیہات میں ہیلوتوں کی نگرانی کرنے کے لیئے بھیجے جاتے تھے اور انھیں اجازت تھی کہ جہاں کہیں وہ بغاوت کے آثار پائیں فوراً مشتبہ لوگوں کو تہ تیغ کر دیں، اس طرز عمل کو کرپٹیا (یا خفیہ خدمت) کہتے تھے[۱۲]۔ ہیلوتوں کو ذاتی ملک رکھنے کا حق تھا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ تطابق پایا جاتا تھا وہ مردوں کا عام طرز زندگی تھی۔ یہاں بھی سیسیتیا کا رواج تھا جنھیں اَنڈریا کہتے تھے، اور گو خزانۂ مملکت بھی اس کے ایک حصے کا کفیل ہوتا تھا لیکن ساتھ ہی ہر فرد بشر کو اپنی آمدنی کا دسواں حصہ بطور چندے کے دینا پڑتا۔ مقابلہ کیا جائے شیومان Schoemann (۱) (۳) ۳۱۲/۳۲۹۔ ان تمام مناسبتوں کے باوجود اسپارٹی جس قدر نیکنام تھے اُتنے ہی کریٹی بدنام تھے؛

[۱۱] جو کچھ اس کے بعد لکھا گیا ہے اس کا ایسے مشہور آفاق مصنفین قدیمیات سیاسی سے مقابلہ کیا جائے جیسے ہرمان، شیومان اور گلبرٹ Hermann, Schoemann Gilbert.؛

[۱۲] متقدمین کا خیال تھا کہ لفظ "ہیلوت" کا ماخذ شہر ہیلوس تھا، لیکن اب یہ مان لیا گیا ہے کہ یا تو اس کا ماخذ مادۂ "ہیل" ہے ورنہ ہیلے ہے اور پہلی صورت میں تو اس لفظ کے معنی قیدیوں کے ہو گئے اور دوسری حالت میں اس دلدل سے مراد ہوگی جہاں اُنکے مساکن واقع تھے؛

لقونیہ کی آبادی کے لیئے بُخسن شُتز، برتز اور ازوڑب Buchsenschuetz

باب ۵

اور بعض خاص خاص مواقع پر وہ اپنی آزادی بھی خرید سکتے تھے، اور چونکہ اُن کا اسپارٹیوں سے نہیں بلکہ اُن کی اراضی سے تعلق تھا اس لیے اُن کے آقا نہ تو انھیں آزاد کر سکتے تھے اور نہ اپنی خوشی خاطر سے غیر ممالک میں انھیں فروخت ہی کر سکتے تھے۔ جنگ میں اُن کے سپرد سپر برداری یا ہلکے ہتھیار والے سپاہیوں کی خدمت سپرد کی جاتی تھی اور حسب ضرورت وہ ہوپ لٹیون کی صفوں میں بھی لڑتے تھے، اور ایسی حالت میں وہ جنگ کے بعد آزادی کے مستحق سمجھے جاتے تھے، گو حکومت ایسی آزادی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی تھی۔ ان آزاد شدہ ہیلوتوں سے نیوداموڈیس (یا نوشہریوں) کا طبقہ نکلا۔ اگر ہیلوتوں کے بچوں کی پرداخت نوجوان اسپارٹیوں کے ساتھ ہوتی تھی، یعنی اگر انھیں مخصوص اسپارٹی طرز کی تعلیم دی جاتی تھی تو بھی انھیں حقوق مدنیت حاصل ہو جاتے تھے؛ یہ حق نام نہاد موتھاکیس کے ساتھ وابستہ تھا جو در اصل بڑے بڑے اسپارٹیوں کی ناجائز اولاد کا مجموعی نام تھا، اور یہ مشہور تھا کہ گی لیپوس اور لیسانڈر دونوں اسی طبقے کے افراد تھے۔ غرض یہ ہے کہ ہیلوتوں کا وجود

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Besitz & Crwerb ۱۳۸ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

کریٹیا کی بابت عام طور سے پلوٹارک کی سوانح عمری لیکرگوس ۲۸ کا اکثر مطالعہ کیا جاتا ہے؛ نیز انسانی دوِش (کریٹیا) اور کوتوالی کے نظام کے لیے Plat.Legg ۶، ۷۶۳ دیکھا جائے۔

۲۳- کلیومنیس سوم اور ہیلوتوں کے باہمی تعلقات کے لیے پلوٹارک: سوانح عمری کلیومنیس
ہیلوتوں کا حق ملکیت محدود تھا، الیفوروس جس کا اقتباس اِسٹرابو ۳۶۵ میں دیا ہوا ہے؛

میدان جنگ میں ہیلوتوں کی حیثیت، ہیروڈوٹس ۹، ۲۸؛ طوسی ویدیش ۴، ۸۰؛ ۷، ۱۹۔
ہیلوتوں کا صفحۂ ہستی سے مٹ جانا، طوسی ویدیش ۴، ۸۰، نیوداموڈیس ایضاً، موتھاکیس
Phylarch.in Ath ۶، ۲۷۱ - Ael.V.H.12,43 -

نیز مطالعہ کرو بُوسولٹ: لکدمونیان Buselt:Die Lakedenon. جلد ۱، ۴۴؛

باب ۱۵ب

بہ یک وقت اسپارٹی مملکت کی بنیاد بھی تھی اور اس کے لیے علے التسلسل باعث خطرہ بھی :

ہیلوتوں سے برتر طبقہ پے ریوئکوئی کا تھا[۱۳] - یہ طبقہ اسپارٹی قلمرو کے بیشتر حصے میں پھیلا ہوا تھا اور یہ مشہور تھا کہ اس کے افراد تقریباً ایک سو گاؤں میں سکونت پذیر تھے - در اصل اس ملک کے اصلی باشندے تھے اور اکائیائیوں، ایونیائیوں، آرکیڈیوں اور دوریائیوں پر مشتمل تھے جن میں سے ایونیائی کینوریا میں اور دوریائی مسینیا میں رہتے تھے - ان کا پیشہ صنعت و حرفت اور کاشتکاری تھا، اور قوم میں انکا شمار ہوپ لیتوں یعنی بھاری ہتھیار والے سپاہیوں میں ہوتا تھا اور وہ کماندار تک ہو سکتے تھے - جن پے ریوکوئی نے قصبات میں بود و باش اختیار کر لی تھی ان کی نگرانی کے لیئے اسپارٹی ہارموسٹ مامور تھے -

آخری طبقہ ذی اقتدار شہریوں یا "اسپارٹائیوں" کا تھا جن میں اولین دوریائی فاتح اور چند ایسے خاندانوں کے افراد شامل تھے جنھیں انھوں نے اپنے حلقے میں شامل کر لیا تھا - ان شہریوں کی تعداد امتداد زمانہ سے متواتر گھٹتی گئی جنگ ایران کے دور میں وہ نو ہزار تک تھے، لیکن جب شاہ آگس سوم تخت نشین ہوا تو یہ صرف سات سو ہی رہ گئے تھے[۱۴] - ان کے دو شعبے تھے، ایک تو ہوموئی روئے (یا "مساوی المرتبہ") اور دوسرے ہیپومئی ادنیس (یا کمتر درجے والے) - وہ لوگ جو مخصوص اسپارٹی طرز کی تعلیم سے مستفید نہ ہوتے تھے یا جو سیسی تیا کا چندہ ادا

---

۱۳ پے ریوئکوئی کی قانونی حیثیت میں کمی، ایسقراطیس: "پین اتھینیا" : Isocr : panath ۱۷۸ - طوسی ویدیش ۸، ۲۲ میں ایک پیریوئیکوس امیر البحر کا تذکرہ ہے اور طوسی دیدش ۷، ۵ میں کیتھرا کے باشندوں کو، جو سب کے سب دوریائی تھے، پے ریوئیکوئی کہا گیا ہے :

۱۴ اسپارٹیائیوں کی تعداد کے لیے، دیکھو ہیروڈوٹس ۷، ۲۳۴ : پلوٹارک "آگس" ۵ : ہوموئیوئے کے لیئے ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۶، ۱۱، اور گلبرٹ : ۱، ۱۴ : ہیپومئی ادنیس کے لیئے زینوفون "ہیلے نیکا" ۳، ۳، ۶ :

باب ۱۵

کرنے سے قاصر رہے تھے انھیں مدنیت کے حقوق سے کچھ دست بردار ہونا پڑتا تھا اور اگر ہم ان دو تین باتوں کو نظر انداز کر دیں تو اسپارٹی شہریوں کی باہمی مساوات بالکل مکمل تھی اور اس کی بھی خواہش ظاہر کی جاتی تھی کہ جہاں تک ہو سکے اُن کی ذاتی ملک حتی المقدور مساوی ہی ہو۔ لیکن پلوٹارک کا یہ بیان غالباً صحت پر مبنی نہیں ہے کہ لیکرگوس نے اراضی کو از سر نو تقسیم کیا جس کی رو سے نو ہزار حصے اسپارٹائیوں اور تیس ہزار پیریوئیکوئی کو ملے اس لیے کہ دیگر مورخوں نے اس واقعے کو مطلق بیان نہیں کیا اور دوسری اراضی کی اس قسم کی از سر نو تقسیم فاتحوں کے لیے ہی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اس کے برعکس یہ ایک واقعہ ہے کہ اسپارٹا میں خاندانی ملک کی ہر طرح سے حفاظت کی جاتی تھی؛ نہ صرف اراضی فروخت کرنے میں بے حد کراہیت سمجھی جاتی تھی اور اگر کوئی اراضی "حصص قدیمہ" کے زمرے میں آتی تو اس کا فروخت کرنا ممنوع سمجھا جاتا۔ (غالباً "حصۂ قدیم" سے مراد وہ حصے ہوں گے جو فتح کے موقع پر کسی خاص خاندان کو دیے گئے ہوں گے)۔ معمولی حالت کے اعتبار سے اسپارٹائیوں میں امیر و غریب دونوں تھے، اور یہ عدم مساوات اُسی وقت قدرتاً پیدا ہوئی ہوگی جب کسی شخص کے بہت سی اولاد ہوتی جن میں سے صرف ایک اپنے باپ کا وارث ٹھہرایا جاتا، یا جب جنگ پیلوپونیز کے اختتام پر قانون ایپی تادیوس کے مطابق مالکان اراضی کو اجازت دی گئی کہ وہ چاہیں تو اپنی اراضی کسی کو ہبہ کر دیں یا اس کی کسی کے نام وصیت بھی کر دیں۔[۱۵]

۱۵۔ لیکرگوس کی تقسیم اراضی کے لیے پلوٹارک، "لیکرگوس" کا مطالعہ کیا جائے۔ گروٹ نے اس فقرے کی نہایت شد و مد اور رمدگی سے مخالفت کی ہے؛ وہ کہتا ہے کہ مدا اصل جو اصلاحات آگس اور کلیومنیس نے کی تھیں ان کی تاریخ کو پلوٹارک نے ذرا پہلے کو ہٹا دیا ہے اور اس طرح گروٹ نے زمانۂ حال کی تنقید کے ایک نہایت مستقل طرز کا اس ضمن میں استعمال کیا ہے۔

اسپارٹائیوں کو "شہری اراضی" میں جو حصہ ملتا تھا اس کی بابت مختلف لوگوں کی رائیں مختلف ہیں، اور ان کا اقتباس پولی بیوس ۶، ۴۵ میں دیا ہوا ہے۔ اراضی کی فروخت کی

باب ۵

اس طرح ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ دوریائی جیسے جیسے لقونوی ملک کو فتح کرتے گئے ویسے ہی اراضی اسپارٹیوں میں تقسیم ہوتی گئی اور اسی طرح گو امیکلائے اور مسینیا کی فتح کے موقع پر بھی اراضی کی تقسیم کی گئی، بایں ہمہ امیر غریب، بڑوں چھوٹوں سے اسپارٹا بھرا ہوا تھا اور اس عدم مساوات کو حقیقی اجتماعیت کے ذریعہ سے روکنے کی کوشش نہیں کی گئی ؛

بعید ترین زمانے سے اسپارٹی مملکت کے سرگروہ دو بادشاہ تھے۔ اس ملوکیت کا ہومر کے عہد سے براہ راست تعلق ہے، صرف فرق یہ ہے کہ یہاں کے بادشاہوں کے اختیارات متعین اور نسبتاً محدود تھے، مثلاً وہ معبودوں کے حضور میں قوم کے قائم مقام سمجھے جاتے تھے، اور اپنے پیش رؤں یعنی ہومری بادشاہوں کی طرح انھیں بھی جنگ کرنے کا حق تھا اور انھیں کی طرح انھیں اعیان وکبار کی پشت پناہی کی ضرورت لاحق ہوتی تھی[۱۱۶] جب جنگ چھڑ جاتی تو وہ بحیثیت اپنے رتبے اور منصب شاہی کے اس کی سپہ سالاری کرتے لیکن زمانۂ مابعد میں ان کے ساتھ کام کرنے کے لیے دیگر فوجدار بھی مقرر کئے جانے لگے۔ بہر حال ان بادشاہوں کا اختیار روز بروز محدود ہوتا گیا، لیکن ظاہری تزک واحتشام میں وہ کسی سے کم نہ تھے اور ہیروڈوٹس یہ کہتا ہے کہ ان کے جنازے تقریباً اتنے ہی کر و فر کے ساتھ اٹھائے جاتے تھے جتنے ایشیائی مطلق العنان بادشاہوں کے جنازے۔ مجلس خاص یعنی گیرؤزیا میں دونوں بادشاہ اور اٹھائیس وتیگر ارکان نشست کرتے تھے؛ ان کا انتخاب رائے دہندوں کے شور و شر سے ہوتا تھا جسے ارسطاطالیس ایک طفلانہ کارروائی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ مانعت، ہرقل ۲، ۷۔ قانون ایجی تادیوس، پلوٹارک: آگس مقابلہ کرو گلبرٹ: تاریخ قدیم Gilb:St.A. جلد ۱، صفحہ ۱۳، اور خصوصاً ڈنکر: اراضی اسپارٹا Duncker unber die Hufen der Spart رسالہ ماہانہ انجمن علمیہ برلن monatsh der bert Ak ۱۸۸۱ء صفحہ ۱۳۸ وغیرہ ؛۔

۱۱۶ اسپارٹی بادشاہوں کا تذکرہ ہیروڈوٹس ۶، ۵۶/۶۰ میں ہے نیز اس کے لیے زینوفون: "ہیلے نیکا"، ۵/۳، ۲۰ اور پلوٹارک: "آگیس"، ۲۰ کا بھی مطالعہ کیا جائے ؛

باب ۵

بتاتا ہے۔ اس مجلس کو تحقیقات جرائم کا اختیار حاصل تھا۔[۱۶] لیکرگوس کے "قوانین"[۱۷] کے مطابق عوام الناس اُسکے اختیارات کا مرکز۔ اپیلا یا جمعیت عوام تھی۔ اس خاص دفعہ کے الفاظ یہ تھے کہ "عوام کو مختلف مسائل کے تصفیے کا حق ہوگا، لیکن تھیوپومپوس نے جو ترمیمیں کی ہیں ان کی پابندی لازم ہوگی، یعنی اگر عوام سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو گیروئنتیس (اراکین گیروزیا) اور بادشاہ اُسے مسترد کر سکیں" حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹی اپیلا در اصل اتھاکا کی اس جمعیت عوام کی ہمشکل تھی جس کا اوڈیسی میں مذکور ہے[۱۸]۔

عہدہ داران مملکت میں الفوروں کی حیثیت نہایت ممتاز تھی۔ جہاں تک اس عہدے کے آغاز اور اُس کی ابتدائی اہمیت کا تعلق ہے خود متقدمین بھی متفق الرائے نہ تھے اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کی ابتدا کا سہرا لیکرگوس کے سر ہے یا تھیوپومپوس کے، یا وہ کلیومنیس سوم کے دعوے کے مطابق اصل میں بادشاہ کے مقرر کردہ ماتحت عہدہ دار تھے؟ کم از کم یہ آخر کا نظریہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا۔[۱۹] الفوروں کی مجلس کے پانچ اراکین

---

۱۷ مجلس خاص کا انتخاب، ارسطاطالیس: "سیاسیات"، ۲، ۶، ۱۶۔ اس میں شبہہ نہیں کہ ارسطاطالیس آجکل کی مجالس میں ہاتھ اٹھا کر رائے دینے کا جو طریقہ مروج ہے اسے بھی طفلانہ کارروائی بتاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اس کے تمام اصول کچھ پھیٹے تھے۔

۱۸ لیکرگوس کے رھیترا (قوانین) اور اس کی اصلاحیں پلوٹارک: لیکرگوس، ۶۔

۱۹ ہیروڈوٹس (۱، ۶۵) کا بیان ہے کہ الفوروں کی بنیاد لیکرگوس نے ڈالی، لیکن ارسطاطالیس ("سیاسیات" ۵، ۹، ۱) کے مطابق اس ادارے کا بانی تھیوپومپوس تھا اور پلوٹارک (کلیومنیس ۱۰) کہتا ہے کہ اس کا سہرا کلیومنیس کے سر ہے، اور یہی ایک فقرہ ہے جس میں اُن کے اقتدار میں اضافے کو ایک ہی شخص یعنی اسٹیرو پوس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ دیوجانس (۱، ۳، ۶۸) کے نزدیک ایک مدبر مسمی خیلون نے اُنھیں شاہی رتبے تک پہنچا دیا۔ زمانۂ حال کے مصنفین میں سے مفصلۂ ذیل کا مطالعہ مفید ہوگا:- (۱) شیفر: "لکدمونی الفور"

Schaefer: De Ephoris Lacced.

باب ۱۵

ہوتے تھے اور اُن کا انتخاب (جسے ارسطاطالیس ”طفلانہ کارروائی کا لقب دیتا ہے“) عوام اپنے ہی میں سے کرتے تھے۔ منجملہ دیگر مناصب مملکت کے وہ ایپلا اور گیروزیا دونوں کو طلب کرتے اور دونوں پر صدارت کرتے، خارجی سفرا سے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۱۸۶۳ء (۲) فرک ”اسپارٹی الیفور“ Frick: De Eph.spart. گیوٹنگن ۱۸۷۲ء (۳) ڈُم: اسپارٹی الیفوریہ کا آغاز اور اسکی ترقی Dum: Entstehung und Entwickelung des sparts. Ephorats انزبرک ۱۸۷۸ء (۴) گلبرٹ تاریخ قدیم Gilbert.: St. A جلد ۱، ۱۵، ۵۸/۶۳۔ آجکل کے بہت سے مورخ کلیومنیس والے نظریے کی طرف مائل نظر آتے ہیں، لیکن ان کی مخالفت میں میں مفصلۂ ذیل دلائل پیش کرتا ہوں:۔ اول تو اس نظریے کا ثبوت ہی نہیں دیا جا سکتا؛ خود پلوٹارک بھی اس کے ثابت کرنے میں قاصر رہا ہے، اور اس کا مقصد بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ الیفوروں کا خاتمہ کر کے ان سے اختیارات چھین لے، اور یہ بہت خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے جو عہدہ دار ابتدا میں خود بادشاہ مقرر کرتے ہوں اُن کے اقتدار میں اس درجہ اضافہ ہو جائے۔ اسکے برعکس ارسطاطالیس ”سیاسیات“ ۵، ۹، ۱ میں جو تذکرہ ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ اُن کے عہدے کا منشا ہی یہ تھا کہ وہ بادشاہوں کے کام کی نگرانی کریں؛ تو پھر ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ایک ایسے خلاف قیاس بیان کی تائید کریں جو اس وقت تک منت کش دلیل واستدلال ہے، اور جیسے ممکن ہے کہ کلیومنیس کے عہد سلطنت سے پہلے ہی الیفوروں کے مخالفوں نے اختراع کر لیا ہو؟ یونان میں تو یہ قاعدہ عام تھا کہ کسی واقعے کو ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی تو اس کے ثبوت کے لیئے دیگر واقعات فوراً چھانٹ لیئے جاتے تھے۔ ہیروڈوٹس ۷، ۳ میں دیماراتوس کی بابت اسی قسم کے بیانات دیئے ہیں۔ پلوٹارک: ”کلیومنیس“ میں ان رسوم کی بابت جو جائزہ لیتے وقت ادا کی جاتی تھیں ارسطاطالیس کا اقتباس دیا ہوا ہے۔ مقابلہ کیا جائے ہیلبگ: ”دور ہومر“ Helbig: Homer Epos صفحہ ۲، ۷ وغیرہ ”سکی تارے“ یا مراسلوں کی بابت پلوٹارک ”لیکرگوس“ ۱۹ پلوٹارک سے معلوم ہوتا ہے کہ الیفور ستارہ شناس بھی سمجھے جاتے تھے (Plut. Ag. 11)

گفت و شنود کرتے، سپہ سالاروں کو ہدایات دیتے، اور اسپارٹا کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے دیگر بلدیات کے معاملات میں مداخلت کرتے۔ نیز مملکت کے نوجوانوں کی نگرانی انھیں کے ذمہ تھی، وہی اپنے ذاتی اختیار سے شہریوں کی ایسی حرکات کا انسداد کرتے جو انھیں غیر موزوں معلوم ہوتیں اور یہ صرف جملہ عہدہ داران مملکت بلکہ خود بادشاہ بھی انکی نگرانی میں تھے، اور تیسرے طلب نامے پر بادشاہ ان کے سامنے حاضر ہونے پر مجبور تھے، اور اگر کوئی بادشاہ سامنے رہکر گزرتا تو ایفوروں کو اٹھ کر تعظیم دینا لازم نہ تھا۔ اگر ہم اسپارٹا کے دستور کا وینس کے دستور سے مقابلہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وینیسی دوجے کے اختیارات کم و بیش اسپارٹی بادشاہ کی طرح اور ایفوروں کی حیثیت وہاں کے "عشاریہ" اور مفتش مملکت کی سی تھی اور وینس کی طرح غالباً اسپارٹا میں بھی ان نظاے مملکت سے اختیارات میں رفتہ رفتہ توسیع ہونے لگی لیکن غالباً وینس کی "عشاریہ" کی طرح ابتدا ہی ایفوروں کا کام مملکت کی نگرانی کرنا تھا اور اگر وہ نہ ہوتے تو غالباً اسپارٹی دستور اتنے عرصے تک صحیح و سالم نہ رہتا۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جملہ اسپارٹی ادارات کا نصب العین بس یہ تھا کہ تا حد امکان شہریوں کو مملکت کی خدمت کے لیئے تیار کیا جائے اور اس مقصد کی تکمیل کے لیئے اس بات کی ضرورت تھی کہ ہر ایک فرد کو تادیب ("اگوگے") کی پابندیوں میں جکڑ دیا جائے اور ایسا انتظام کیا جائے جس سے شہریوں کے قوائے جسمانی مضبوط اور طاقتور ہو جائیں۔ بچے کے پیدا ہوتے ہی اُسے فیو لے (قبیلے) کے بزرگوں کے سامنے پیش کیا جاتا تاکہ وہ تصفیہ کر سکیں کہ آیا اس کا زندہ رکھنا مصلحت ملکی کے موافق ہوگا یا نہیں، اگر اُس کی زندگی ہوئی تو اُسے سات برس کی عمر تک اناؤں اور ماماؤں کی سپردگی میں رکھا جاتا جس کے بعد مملکت اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتی، یعنی لڑکوں کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کر دیا جاتا جنکی نگرانی ایک ایک سرگروہ یعنی پیئے دونوموس کے سپرد ہوتی۔ مردوں کو ورزشی کھیلوں میں (جن میں دوڑ دھوپ، اچھل کود،

باب ۱۵ کشتی لڑنا، بھاری چیزوں کا پھینکنا اور ناچنا شامل تھا، لیکن گھونسے بازی شامل نہ تھی؛ شرکت کی اجازت تھی۔ انھیں کھانا صرف قوت لایموت کے لیئے ملتا، اور کسی کو اس سے زیادہ کی خواہش ہوتی تو اس کے لیئے سوائے چوری کے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا جس کا مواخذہ ہوتا اور سزا ملتی، اور لڑکوں کو سخت جان بنانے کے لیئے ان کے بدن پر ارتیمس اورتھیا کی قربان گاہ پر کوڑے لگائے جاتے۔ گو عام ذہنی تربیت کا دائرہ محدود تھا لیکن موسیقی کی تعلیم کو خاص وقعت دیجاتی تھی اور اُس کی تعلیم بھی مملکت ہی کی نگرانی اور انتظام میں ہوتی۔ لڑکوں کو اکثر معمر لوگوں کے طعام خانے میں جاکر بیٹھنا پڑتا تاکہ وہاں وہ مفید و کارآمد باتیں سیکھیں اور فی البدیہہ جواب دینے پر قادر ہو جائیں؛ اسی طرح صاف بیانی پر زور دیا جاتا تھا اور اختصار اور حاضر جوابی کو شائد اسپارٹا کے برابر کسی اور ملک میں مشق نہیں کرائی جاتی تھی۔ رومنوں کی طرح اسپارٹیوں کے بھی بہت سے غیر مجسم دیوتا تھے جن میں سے ایک ہنسی کا دیوتا گیلوس بھی تھا[20]۔ ایک خاص سن کو پہنچنے پر شہریوں کو بچوں کی تنبیہ کرنے کا اختیار ہو جاتا تھا اور بشرط ضرورت اُن کی زد و کوب بھی کی جاسکتی تھی جس کی وجہ سے اسپارٹی بچے ہمیشہ مؤدب و مہذب رہتے تھے۔ واضح ہو کہ لڑکیوں کی تعلیم بھی بالکل لڑکوں کی تعلیم کی طرح ہوتی تھی لیکن اُن کی تربیت گاہیں بالکل جداگانہ تھیں اور کبھی انھیں لڑکوں کی ورزشیں دیکھنے اور کبھی لڑکوں کو اُن کی ورزشیں دیکھنے کی اجازت ملجاتی تھی۔ انھیں اسباب کی بناپر اسپارٹی عورتیں اپنی قوت اور حسن میں جملہ ممالک یونان میں سب سے ممتاز سمجھی جاتی تھیں؛

اٹھارہ سال کی عمر میں نوجوان لڑکے اپنی اپنی جماعتوں کو خیرباد کہتے تھے اور اٹھارہ سے بیس سال کی عمر تک انھیں میلئی رینیس[21] اور تیس سال کی عمر تک آئی رینیس کا لقب دیا جاتا؛ معلوم ہو کہ تیس سال کی عمر تک اُنھیں پختہ کار نہیں سمجھا جاتا تھا اور نہ عام طور پر وہ اپنا نکاح اس عمر تک کرتے تھے لیکن

---

[20] پلوٹارک "لیکرگوس"، ۲۵، Ath ۴، ۳، ۱۷؛ ۲، ۳۹۔

باب۵ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر زمیندار شہری کو نکاح کرنا لازمی تھا اور اگر اولاد نہ ہوتی تو طلاق لازم آتی ۔ اسپارٹی شادی بیاہ کو بالکل اسی نظر سے دیکھتے تھے جیسے کوئی کاشتکار اپنے مویشی کی نسل کو دیکھتا ہے ۔ مساویانہ تعلیم و تربیت کی وجہ سے عورت اور مرد کا رتبہ دیگر یونانی ممالک کی بہ نسبت مساویانہ تھا، اور یہاں عورتوں کا مملکت پر بہت بڑا اثر تھا جس کی وجہ سے بعض مرتبہ اسپارٹی حکومت کو حکومت، تنوریہ یا لہنگا شاہی حکومت کہتے تھے ؛

جملہ سیاسی ادارات میں سے جس ادارے میں مملکت کا مفاد سب سے زیادہ مدنظر رکھا جاتا تھا وہ فوجی دعوتیا یا سسی تیا تھا جس میں دراصل فوجی قواعد و قوانین کو زمانۂ امن کے حالات سے منطبق کیا جاتا تھا[۲۱] اسپارٹی حقوق شہریت صرف اسی وقت کسی شخص کو حاصل ہوتے تھے جب وہ سسی تیا میں شامل ہونے اور اپنا مقررہ چندہ ادا کرنے کے لیئے تیار ہوتا؛ ان دعوتوں میں ہر شخص کو اختیار تھا کہ جہاں چاہے بیٹھے اور دسترخوان پر جو کھانے چنے جاتے تھے انہیں سے سب سے ممتاز کھانا مشہور سیاہ شوربا تھا ۔ اسپارٹیوں کی عام زندگی کی طرح ان کا لباس بھی نہایت ہی سادہ ہوتا تھا، اور صرف میدان جنگ کے لیئے ہی وہ اپنی تزئین کرتے تھے ۔ ان کے مکان لکڑی کے بنے ہوئے ہوتے تھے جس میں صرف کلہاڑی اور آرے سے کام لیا جاسکتا تھا لہذا وہ جملہ آراستگی سے بالکل پاک تھے ۔ اندرونی تجارت کے لیئے صرف آہنی سکہ ڈھالا جاتا تھا اور یہ بالکل کافی ہوتا تھا اس لیئے کہ پیداوار اراضی سے جملہ ضروریات پوری ہوجاتی تھیں اور چونکہ اسراف ممنوع تھا اس لیئے بہت کم اشیا ایسی ہوتی تھیں

[۲۱] سیسی تیا یا دعوت عام میں جو لوگ شریک ہوتے انھیں سیس کے فوئے یا "ہم خیمہ" کہلاتے تھے، اور جب کوئی نیا شخص کسی خاص جماعت میں داخل ہوتا تو اس کی بجنسہٖ وہی کیفیت تھی جو کسی سپاہی کی ہوتی ہے جو اپنے ساتھیوں کی سفارش پر فوجی عہدہ داروں کی کلب میں داخل ہوتا ہے ۔ پلوٹارک : لیکرگوس ۱۲ ؛ "سیاہ شوربا" خانگی مکانات کی ساخت لیکرگوس کے قانون کے مطابق نہایت سادہ ہوتی تھی، پلوٹارک : لیکرگوس ۱۳ ۔

باب ۵

جن کی پیداوار اراضی کے علاوہ ضرورت باقی رہتی۔ اسپارٹا میں بہت کم غیر ملکی باہر سے آتے تھے اور جن نقاشوں یا فلسفیوں کا گزر ہوتا تھا وہ مملکت کے مہمان رہتے تھے، اس لیئے کہ اسپارٹی فنون لطیفہ کی بابت صرف یہ حکم لگاتے تھے کہ اُن کا استعمال صرف ملکی مفاد کے لیئے ہونا چاہیئے۔ علاوہ سنگ تراشی کے ملکی فنون لطیفہ کا بہت کم تذکرہ سننے میں آتا ہے، اور گودنی کیلکتائے میں عام پسند مناظر کا خاموش مظاہرہ کیا جاتا تھا لیکن اس سے کسی قسم کے ناٹک کی بنیاد نہیں پڑی۔ غرض یہ ہے کہ قدیم اسپارٹی فنون لطیفہ سے نہایت بیگانہ تھے، اور یہ متقدمین کی تحریروں اور عینی شہادت دونوں سے معلوم ہوتا ہے[۱۲۲]۔

[۱۲۲] اسپارٹا کا ذکر طوسی ڈیدش ۱/۱۰ میں ہے۔ اسپارٹا اور دیگر مقامات کے اداروں کے ہمشکل ہونے کے متعلق ہم مفصلہ ذیل رائے کا اظہار کرتے ہیں: ارسطاطالیس: سیاسیات ۷، ۹، ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ اطالوس نے سیسی تیا کو اوئے نوتریون میں بھی رائج کیا تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہریوں کی مشترکہ زندگی کے لیئے صرف دوریانی قوم ہی ممتاز نہیں بلکہ یہ دیگر اقوام میں بھی پائی جاتی ہے۔ سیسی تیا سے خاندانی زندگی کے تخیل کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہو گئی؛ اس سے انسان کے چھوٹے سے چھوٹے افعال پر بھی عاملانہ نگرانی ہونے لگی اور اسپارٹا جیسی مملکت کی تنظیم کا قیام ممکن ہو گیا۔ اب جو بات اسپارٹا کو ان ممالک میں ممتاز کرتی تھی جن میں یہ طریق رائج تھا وہ یہ تھی کہ صدیوں تک عمال عوام الناس کی نگرانی کر سکیں، یہی وجہ ہے کہ جب ہم اسپارٹی اور کریٹی اداروں کی تنقید کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی یکسانی محض ظاہری ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کریٹی جمہوریتوں کی وہ کونسی خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے وہ مخصوص طور پر اسپارٹا کے ہمشکل نظر آتی تھیں؟ زرعی غلام تو دیگر ممالک میں بھی موجود تھے، یہ بھی غلط ہے کہ دونوں ممالک میں تعلیم ایک طرح پر دی جاتی تھی اس لیئے کہ کریٹ میں آگے لائے کی مفروضہ تعلیم سترہ سال کی عمر تک شروع نہ کی جاتی تھی، اور یہ وہ سن ہے جب حقیقی تعلیم عام طور پر ختم ہو جاتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ صرف ایک ہی ادارہ تھا جو دونوں میں پایا جاتا تھا، اور وہ یہی مشترکہ طعام خانے تھے۔ دوسرے الفاظ میں، اگر ہم

باب ۱۵

اسپارٹا ایک عظیم الشان فوجی چھاؤنی تھا اور عام طور پر یہاں کے شہریوں کا صرف ایک ہی فرض منصبی تھا یعنی یہ کہ جب ان کی ضرورت پیش آئے تو وہ سپاہی بن کر لڑیں؛ اور جب اسگے سی لاؤس کو یہ دکھانا منظور ہوا کہ اسپارٹی سپاہی میں کتنی قوت موجود ہے تو اُس نے اس سے فائدہ اُٹھایا اور دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ حلیفوں میں سے ہر شخص کا کوئی نہ کوئی پیشہ تھا، لیکن اسکے برعکس اسپارٹی سب کے سب معزز شرفا ہی تھے۔ عام طور پر میدان جنگ میں تھوڑے ہی سے اسپارٹی اور بہت سے پے ریوئیکی اور ہیلوٹ ہوتے تھے اور یہ مسلم قاعدہ تھا کہ اسپارٹیوں کی زندگی زیادہ قیمتی ہے اس لئے حتےالمقدور اسے بچانا چاہیئے۔ جب اسپارٹی جنگ میں شریک ہوتا تو وہ ہمیشہ خلعت فاخرہ اور پتوں کے تاج سے مرصع و مزین ہو کر میدان میں قدم رکھتا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ متقدمین کے بیانات کو محض مبالغہ آمیز بیان نہ خیال کریں تو کریٹ میں ایک ترقی یافتہ اجتماعیت مروج تھی لیکن وہ محض ظاہری پہلو لئے ہوئے تھی حال آنکہ اسپارٹا میں اس اجتماعیت کا ظاہری پہلو دبا ہوا تھا (مثلاً یہاں ہر شخص کو طعام خانے کا چندہ ادا کرنا ہوتا تھا) لیکن اس اجتماعیت کا مقصد یہ تھا کہ ایک بہت بڑے سیاسی اصول کو، جس پر صدیوں سے عملدرآمد ہوتا تھا، آئندہ نسلوں تک پہنچایا جائے۔ یہی سبب ہے کہ کریٹیوں نے کوئی اہم کارنامہ انجام نہیں دیا اور اُن کا تنزل بہت جلد شروع ہو گیا۔ حال آنکہ اسپارٹیوں کے کارناموں سے تاریخ بھری پڑی ہوئی ہے، اور ایک طرف تو کریٹی ادارات محض تاریخی نوادر میں شمار کئے جاتے ہیں، دوسری جانب اسپارٹی ادارات تاریخ یونان کا ایک اہم جزو ہیں۔ بدیں سبب ہمیں قدما کے اس مسئلے کو اہمیت نہیں دینی چاہیئے کہ دونوں میں سے کونسے زیادہ اہم ہیں، اور کم از کم یہ امر تو یقینی ہے کہ اسپارٹی مملکت کے ممتاز تخیلات کریٹ سے نہیں آئے تھے؛ اور قوانین گورٹینا میں جنھیں ہالزہیر Halsherr اور فابریکیس Fabricius نے منکشف کیا ہے، اجتماعی عنصر کا کہیں پتا نہیں۔ اس کے برعکس مثال کے لئے دیکھو قدیم جرمانی" ادارہ موتیدین حلف"، جسے بیوشلر اور زٹیل مان نے شائع کیا ہے۔
Buecheler & Zietelmann: Institut der Eideshilfer ۱۸۸۵ء

باب ۱۵

مملکت اسپارٹا کی بنا انتہائی مرکزیت پر تھی۔ جن لوگوں کو جملہ حقوق شہریت حاصل تھے وہ تو شہر اسپارٹا میں رہتے تھے اور اپنا وقت ورزشی کھیلوں، ظریفانہ حکایتوں اور شکاروں میں گزارتے اور شام کو مشترکہ طعام خانے میں کھانا کھاتے لیکن اس میں اس کی کیفیت کبھی بڑی دعوت کی نہ ہوتی؛ اسکے برعکس پے ریوئیکی اور ہیلوٹ ملک کے اطراف وجوانب میں پھیلے ہوئے تھے۔ چونکہ یہ خیال تھا کہ ایسی زبردست تنظیم کے مرکز تک دشمن مشکل سے آسکتا ہے اس لئے شہر کے ہر چہار طرف کوئی فصیل نہ تھی:

اسپارٹا ان ممالک کی ایک مثال ہے جن کا صرف یہ مقصد ہو کہ موجودہ ادارات قائم رہیں، اور وہ اس مقصد کو نہایت فراست اور تن دہی کے ساتھ پورا کرتی ہوں۔ گو اس تخیل میں معیشت کا صرف ایک ہی رخ نمودار ہوتا تھا، لیکن اس نے یونان کی بہت کچھ خدمت انجام دی۔ بلاشبہ اسپارٹا میں ان علوم وفنون کا، جنھوں نے یونان کو قیامت تک کے لیئے طرۂ امتیاز بخشا ہے، بہت ہی کم عنصر تھا، لیکن اول تو اغیار یونان سے اسپارٹا کی وجہ سے خوف زدہ رہتے تھے اور دوسرے اسپارٹا یہ کچھ کوشش نہ کرتا تو ورزشی کھیلوں کا یونان میں پتا بھی نہ ملتا، اسی نے اولمپیائی کھیلوں میں وہ ولولہ پیدا کیا جو یونان کے لیئے نہایت ہی اہم ثابت ہوا، اور یہ کہنا بعید از حقیقت نہیں کہ اگر اولمپیائی کھیل نہ ہوتے تو شاید یونان میں سنگ تراشی کے فن کا پتا بھی نہ ملتا:

ہمیں آخری بات یہ کہنی ہے کہ یہ درست ہے کہ اسپارٹی تعلیم اور اسپارٹی علوم وفنون کی نوعیت ایک مدرسے کی سی تھی، لیکن اس کے لیے کونسے طریقے اختیار کیے جاتے تھے؟ در اصل جو طریقے بھی اختیار کیے جاتے تھے وہ انسان کے شریفانہ اور کشادہ دلی کی اُمنگ کو اُبھارتے، اس میں زندگی کی سادگی، خودداری فطری اور معاشرتی بزرگوں کا پاس ولحاظ، اور وسیع ترین معنے میں اعلےٰ قوتوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا سکھایا جاتا تھا؛ ان سب باتوں کا رتبہ قانون کا تھا اور ان پر نہایت سختی کیسے عملدرآمد ہوتا تھا۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اسپارٹا نہ ہوتا

باب ۱۵

تو یونان کی اخلاقی زندگی کی تصویر غیر مکمل رہ جاتی - آخری بات یہ ہے کہ یہ یونان کیلئے باعث افتخار ہے کہ اس میں دو ایسی مملکتیں تھیں جو اپنے اپنے زمانہ عروج میں نہایت اعلےٰ و ارفع تھیں، اور باوجودیکہ دونوں کے خصائص ایک دوسرے سے بالکل متخالف اور متبائن تھے لیکن دونوں میں قومیت کی روح سرایت کئے ہوئے تھی، ہمارا مطلب ایتھنز اور اسپارٹا سے ہے :-

باب شانزدہم

اسپارٹا کی تاریخ ساتویں صدی ق م کے وسط تک؛

جنگ ہائے میسینیہ

لیکرگوس کے وضع کردہ دستور کے نفاذ سے ذی اختیار شہریوں کی تعداد حصہ جات اراضی کی گنجائش سے کہیں زیادہ ہو گئی لہذا اس کی ضرورت پیش آئی کہ کسی نہ کسی سمت میں اسپارٹی مقبوضات کا اضافہ کیا جائے اسپارٹیوں کو چار و ناچار اپنے علاقے کے حدود میں توسیع کرنی پڑی۔ظاہر ہے کہ اگر دوریانیوں میں کسی قسم کی قومی یکجہتی ہوتی تو وہ اس توسیع کے لیے آرکیڈیوں پر جو اُن کے ہم نسل نہ تھے، حملہ کرتے؛ لیکن جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اُس وقت یہ نسلی امتیاز بالکلیہ مفقود تھا، بلکہ زمانۂ مابعد تک میں اس کی حیثیت محض لفاظی تک ہی محدود تھی۔الغرض آٹھویں صدی کے وسط میں اسپارٹیوں نے بجائے آرکیڈیوں کے اپنے قریب ترین دوریانی ہمسایوں یعنی میسینیوں پر جنگ آزمائی شروع کی، اور ان محاربات میں، جو تقریباً ایک صدی تک یعنی ساتویں صدی ق م کے وسط تک مسلسل جاری رہے، ان کے ساتھ نہایت تشدد آمیز سلوک کیا[1]؛

[1] پہلی جنگ میسینیہ کا ذکر پئوسانیاس ۴، ۴، ۱۳ اور دوسری کا بیان ۱۴، ۴، ۲۴ میں ہے؛ نیز اس کے لیے اِسترابو ۶، ۷، ۲۵؛ دیودوروس ۱۵، ۶۶؛ جسٹن ۳، ۵ کا مطالعہ کیا جائے۔پہلی جنگ کے واسطے ابتدائی سند میرون ساکن پری اینی ہے، جو اسپارٹیوں کے مخالف گروہ کا ایک فرد تھا اور جس نے اپنے تذکرے کو نظم کی شکل میں چھوڑا ہے مقابلہ کرو

باب ۱۱

واقعات جنگ ہا کے تواتر و تسلسل کی کوئی یادداشت مرتب نہیں کی گئی۔
زمانۂ مابعد میں اسپارٹی تو اپنی فتوحات پر فخر و مباہات کیا کرتے اور مسینوی،

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ میولر: "اجزائے تاریخ یونان ۴، ۴۶۰ (Mueller:
Fr.H.Gr.)؛ دوسری جنگ کے واسطے بنیا (کریٹ) والے رھیانوس
کی تحریر سند کا رتبہ رکھتی ہے۔ ظاہر ہے کہ متقدمین کے بیانات میں جو تباین ہے
اس کی وجہ سے ہم ان لڑائیوں کی اصل حقیقت سے کماحقہ واقف نہیں ہو سکتے۔
زمانۂ حال میں اسناد کی جو تنقید کی گئی ہے اس کے لیئے دیکھو، ڈنداچک:
پہلی اور دوسری جنگ ہائے مسینیہ کی تاریخ کی تحقیقات" رسالہ ترقی" چرنوو ۱۸۸۲ء
(R.Dundaczek.Beiträge Zur Geschichte der Beiden ersten Mess Krieg Progr.,Czernow.)
بوسولٹ: "مسینیا کا مؤلفہ پوسانیاس کی تنقید" سالیانہ لسانیات قدیمہ، ۱۲۷ صفحہ ۱۴۸، وغیرہ
(Busolt:Zu der Quellen der Messeniaka des Pausanias"Jahrbuch F.Klass,Phil.)

پوسانیاس کی تحریر کے مطابق پہلی جنگ ۷۴۳/۷۲۴ ق م میں اور دوسری ۶۸۵/۶۶۸ ق م
میں ہوئی تھی؛ لیکن دیگر متقدمین کی تحریروں میں باہم تضاد پایا جاتا ہے۔ ڈنکر ۵، ۱۴۷ میں
مختلف بیانات کا توازن کیا گیا ہے اور اس کے نزدیک پہلی جنگ سنہ ۷۳۵ ق م سے
سنہ ۷۱۶ ق م تک اور دوسری سنہ ۶۴۵ ق م سے سنہ ۶۳۱ ق م تک ہوئی تھی۔ اس کے
استدلال کی بابت ہمیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اس کا یہ بیان عین الیقین کا رتبہ نہیں رکھتا
جنگ آرگوس جس میں پوسانیاس کے قول کے مطابق (۵، ۷، ۳۵) شاہ تھیوپومپوس
بھی شریک تھا، وہی جنگ تھی جس کا ذکر پوسانیاس ۲، ۴، ۲، ۸ میں پایا ہے اور جس کا وہ
سنہ ۶۶۹ ق م میں ہونا بیان کرتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ڈنکر کے دلائل ناقابل اختلاف
نہیں ہیں، لیکن اس واقعے سے کہ چونتیسویں اولمپیادیں اولمپیائی کھیل پیزائیوں
کے سپرد تھے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مسینیہ اور اسپارٹا کے مابین حالت جنگ
ہوگی۔ استرابو (۸، ۳۶۲) کہتا ہے کہ پیزا بنتالیوں کا قصہ (جس کا حوالہ پوسانیاس
میں دیا ہوا ہے) دوسری جنگ مسینیہ کا واقعہ ہے؛

خصوصاً ان میں سے وہ افراد جو اپنا وطن چھوڑ کر دیگر ممالک میں جا کر سکونت پذیر ہو گئے تھے، اپنی شکستوں پر ان سورماؤں اور جاں بازوں کے قصائد گا گا کر آنسو بہایا کرتے جنھوں نے اپنے ملک کی آزادی پر اپنی جانیں نثار کردیں؛ اور جب آخر کار چوتھی صدی ق م میں مسینیہ کو آزادی حاصل ہو گئی تو یہ سب قصے از سر نو جمع کیے گئے اور انھیں اس سے بھی زیادہ جوش و درد کے ساتھ نظم و نثر کے زیور سے آراستہ کیا۔

مسینیہ کا بیشتر حصہ دراصل ایک نہایت زرخیز اور تخیل زا میدان پر مشتمل ہے جس کی ندیوں کا رخ خلیج مسینیہ کی طرف کو ہے۔ اس میدان کے دو حصے کیے جا سکتے ہیں، ایک بالائی اور ایک نشیبی؛ بالائی حصہ آرکیڈیا کی سرحد پر واقع ہے اور اس قصبے کے نام پر جہاں سب سے پہلا دوریانی فرماں روا آکر رہا۔ اس سطح مرتفع کو سٹینی کلاروس کہتے ہیں۔ اس بلند طبقے کو چاروں طرف سے پہاڑوں کی چوٹیاں گھیرے ہوئے ہیں جن میں سے سب سے مغربی چوٹی زیوس دیوتا کی پوجا کے لیے مخصوص تھی اور اسی پر اتھومے کا مشہور و معروف قلعہ بنا ہوا تھا جس کے ہر چہار جانب رفتہ رفتہ شہر مسینے آباد ہو گیا۔ نشیبی میدان میں ہو کر، جو اپنی گوناگوں اور نوع بنوع پیداوار کے لیے نہایت ممتاز ہے، ایک تو دریائے پامی سوس اور لقونوی سرحد کی طرف دریائے نیدون بہتا ہے۔ دوریانیوں نے بادشاہ کریس فونتیس کے عہد میں جس کے تعلقات آرکیڈیوں کے ساتھ نہایت عمدہ تھے اور جسے ترا پی زوس (طرابزون) کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی، اس حصۂ ملک کو مسخر کر کے (الیفوروس کے قول کے مطابق) اسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا، چنانچہ اس نے سٹے نیکلاروس کو اپنا پایۂ تخت بنا کر باقی چار حصوں میں ماتحت حکمران مقرر کیے جن کے مستقر پیلوس، رھیوم، مسولا اور ہیامیا قرار پائے؛ ساتھ ہی اس نے اپنی دوریانی اور اکائیائی رعایا کے حقوق بالکل مساوی کر دیے۔ اس افسانے کی یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ ابتداً ان دوریانیوں نے صرف سٹے نیکلاروس پر قبضہ کر کے نشیبی وادی اور

باب ۱۶

ساحلی علاقے کو اصلی باشندوں کے قبضے میں رہنے دیا ہوگا۔ الغرض یہ کہ کرسیفونتیس اپنے بیٹوں سمیت ایک لڑائی میں کام آیا اور صرف ایک لڑکے یعنی ائپ توس کو چھوڑ گیا جس کی پرورش کیپ سی لوس شاہ طرائزون نے کی اور جو بالآخر آرکوسی ہر قلیوں کی مدد سے اپنے موروثی تخت پر بیٹھ گیا۔[۵۲]

منصلۂ بالا قصہ بیان کرنے کے بعد اس کے اختراع کن کچھ خاموش نظر آتے ہیں اور جنگ اسپارٹا تک ہمیں اپنے مسلسل دلاویز بیانات سے محظوظ نہیں کرتے بلکہ ان کے بجائے ہمیں صرف چند حکمرانوں کے لایعنی ناموں مثلاً گلاؤکوس، اِشتہ میوس، دوتاداس، سیبوتاس، فنتاس سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور پوسانیاس ان کے محض مذہبی کارناموں کے تذکرے پر ہی اکتفا کرتا ہے، مثلاً یہ کہ گلاؤکوس نے دوریانیوں کو اِتھومے والے زیوس کی پوجا کا حکم دیا، سیبوتاس نے یوریتوس کو "معبودات عظمیٰ" کے میلے سے پیشتر ادائنا میں قربانی کرنے کی ہدایت کی اور فنتاس نے دیلوس کو ایک مذہبی سفارت روانہ کی، وغیرہ۔ میسینی اولمپیائی کھیلوں میں ایک کارنمایاں کرتے تھے، اور ۷۶۰ ق م کے بعد گیارہ میریوں میں سے سات کے نام میسینی رنگ کے نظر آتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کی یہ آرزو تھی کہ وہ تہذیب و تمدن میں ایک ممتاز رتبہ حاصل کرے اور اسے بنی نوع انسان کے مفاد میں گہری دلچسپی تھی لیکن افسوس فنتاس کے بیٹے انطاکوس کے عہد میں میسینیہ اور اسپارٹا کے درمیان جنگ شروع ہو جاتی ہے اور میسینی تمدن کو ایک عظیم ترین نقصان پہنچتا ہے جس کی تلافی کبھی نہیں ہو سکتی۔

مدت دراز سے دونوں قومیں قربانی اور ارکان مذہبی کی خاطر ایک دوسرے سے ارتمس لمناتس کے بتخانے میں ملاقی ہوا کرتی تھیں جو میسینیہ کے حدود میں کوہ تے گیوس کے مغربی نشیب پر دریائے نیدون کے بالائی حصے میں واقع تھا وہاں پہنچنے کیلئے اسپارٹیوں کو اس ورے میں ہو کر گزرنا پڑتا تھا جو اسپارٹا اور زمانہ حال کے میسینی بندرگاہ کالاماتا کے درمیان

۵۲ قدیم تاریخ میسینیہ کیلئے الفوروس کے اجزا کا مطالعہ کیا جائے جن کا اقتباس اِسٹرابو ۸، ۴، ۳، ۱، اپولودورس ۲، ۸، ۴، افلاطون در کتاب النوامیس ۳، ۶۸۳، ۶۸۴، پوسانیاس ۴، ۳، ۸، ۸، ۵، ۶ میں دیا ہوا ہے۔

واقع ہے، اور یہی وہ مقام تھا جہاں دونوں قوموں کی باہمی منازعت کی ابتدا ہوئی۔ یہ امر ہنوز متنازعہ فیہ ہے کہ اس جھگڑے کا آغاز کس طرح ہوا کیونکہ دونوں فریقوں کے بیانات ایک دوسرے سے متغائر ہیں؛ صرف اسی بات کا ہمیں قطعی طور پر علم ہے کہ ایک اسپارٹی مسمی پولی خارس اور ایک میسینی یوالیفنوس نامی کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا اور اس موقع پر اسپارٹی بادشاہ تیلکلوس کام آیا۔ اس کے بعد فریقین نے ایک دوسرے کے پاس نامہ و پیام روانہ کیے اور ایک دوسرے کو قتل کا مرتکب ٹھہرایا۔ اسی اثنا میں شاہ انطاکوس کی جگہ جو کسی گفت و شنود پر تیار نہ تھا، اس کا بیٹا یوفائس تخت نشین ہوا جس پر اسپارٹیوں نے الکامنیس کی سرکردگی میں قلعۂ امفیا پر حملہ کر دیا اور باضابطہ جنگ شروع ہو گئی جس میں پہلے چار سال تو فریقین ایک دوسرے کے ملک پر حملہ آور ہوتے رہے اور پانچویں اور چھٹے سال آخر کار چند فیصل لڑائیوں میں میسینیوں کو مغلوب ہو کر قلعۂ اتھومے کی طرف پلٹنا پڑا۔ اب معبود ڈیلفی نے میسینیوں کو رائے دی کہ وہ کفارے کے طور پر ایک باکرہ لڑکی کو قربان کریں؛ یہ سن کر بہادر ارسطو دیموس نے خود اپنی لڑکی پیش کی، لیکن اس کے منگیتر نے اپنی محبوبہ کو بچانے کی خاطر یہ کہا کہ اس کی بکارت زائل ہو چکی ہے جس پر ارسطو دیموس نے غصے میں بھر کر اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا۔ جنگ کو پورے بارہ سال گزر چکے تھے کہ شاہ یوفائس کے انتقال کے بعد میسینیوں نے ارسطو دیموس کو اپنی حکمرانی کے لیے منتخب کر لیا۔ اٹھارھویں سال میں فریقین نے اپنے حلیفوں کا دائرہ وسیع کرنا شروع کیا، یعنی ایک طرف تو اسپارٹیوں نے کورنتھ سے مدد حاصل کی اور دوسری جانب میسینیوں کا آرکیڈیا، آرگوس، اور سکیون نے ساتھ دیا؛ الغرض فریقین میں ایک جنگ فیصل ہوئی جس میں میسینی ہی مغلوب ہوئے۔ اس سے پہلے انھیں معبود ڈیلفی نے یہ خبر کر دی تھی کہ جو فریق سب سے پہلے اتھومے کے زیوس کی قربان گاہ کے چاروں طرف ایک سو تپائیاں رکھ دیگا اسی کے سر فتح کا سہرا ہوگا۔ یہ خبر کسی طرح اسپارٹا

باب ۶ پہنچ گئی اور یہاں کے باشندوں نے فوراً خفیہ طور پر مٹی کی تپائیاں بنوا کر قربانگاہ کے چاروں طرف رکھ دیں۔ اپنے دشمنوں کی اس پیش بندی کے علاوہ مسینیوں کو اپنے مخالف اور بھی بہت سے شگون نظر آئے مثلاً ارسطودیموس نے خواب میں دیکھا کہ اس کی بیٹی اُسے کفنا رہی ہے جس پر ارسطودیموس نے خودکشی کرلی۔ الغرض جنگ کے بیسویں سال اہالیان مسینیہ نے کامیابی سے بالکل ناامید ہوکر اِتھومے کا تخلیہ کردیا اور مسینیہ کا اسپارٹا سے الحاق ہوگیا؛

مفصلۂ بالا بیان افسانوں کی ہو بہو نقل ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ اسپارٹیوں نے اپنے ملک میں اس نہایت عظیم الشان علاقے کا الحاق آٹھویں صدی ق م میں کرلیا اور اس جنگ کے واقعات کا جو تسلسل افسانوں میں مذکور ہے وہ ایک حد تک صحت پر مبنی ہے۔ مثلاً یہ امر یقینی ہے کہ اس وقت اسپارٹیوں اور ایلس والوں کے باہمی تعلقات خوش آیند تھے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقدم الذکر اولاً شمالی علاقے کی تسخیر کرچکے ہوں گے، اسکے بعد انھوں نے جنوبی علاقے کی طرف پیش قدمی کی ہوگی۔ اگر ہم اس سلسلۂ واقعات کو تسلیم کرلیں تو یہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اِتھومے جیسا اہم مقام مسینیویوں کا آخری مرکز مدافعت رہا ہوگا؛

اسپارٹیوں نے فطرتاً اراضی کا بہترین حصہ یعنی نشیبی میدان خود اپنے لئے محفوظ رکھا؛ اُن کے حلیفوں یعنی آرگولس سے نکالے ہوئے دریوپیوں کو مسینیہ کے مغربی ساحل کا ایک حصہ ملا جہاں انھوں نے ایک نیا شہر ازینے آباد کیا اور ان مسینیویوں کو جنھوں نے اسپارٹیوں سے ملاپ کرلیا تھا، ہیامیا کا ضلع دے دیا گیا۔ ان کے علاوہ بہت سے مسینوی ملک چھوڑ کر چلے گئے، ان میں سے بعض تو پیلوپونیز میں ہی رہ پڑے اور چند ایسے تھے جو ان مسینویوں میں جاکر مل گئے جنھوں نے خالکدیسیوں کے ساتھ مل کر جنوبی اٹلی کا شہر ہیگیوم آباد کیا تھا۔ باقی اُن مسینویوں کو جو پیچھے رہ گئے تھے، ہیلوٹ بنا لیا۔ ملک مسینیہ پولی دوروس وللاکاہنیس

باب ۱۶

(آگسی) اور تھیوپومپوس ولد نِکانڈرد (یوری پونتی) کے عہد میں فتح ہوا تھا، اور یہی وہ تھیوپومپوس تھا جس کے عہد کے ساتھ الفوروں کا تقرر اور رھیترا (قانون لیکرگوس) منسوب کئے جاتے ہیں:

جب جنگ ختم ہوئی تو اسپارٹیوں میں باہمی نزاعات پیدا ہو گئے اور ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا جس کا یہ دعوے تھا کہ تقسیم اراضی کے وقت غیر جانبداری ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ اور اس کی سرگردگی کا بیڑا پارتھےنیوں نے اٹھایا۔ یہ نام افسانہ سازوں کے لیے نہایت کارآمد ثابت ہوا اور اس سے متعدد افسانوں کی بنیاد پڑی، لیکن ان سب کا لب لباب یہ ہے کہ پارتھےنی درحقیقت وہ لوگ تھے جو میسینوی جنگوں کے اثنا میں پیدا ہوئے تھے، اور اہالیان مسینیہ کا یہ خیال تھا کہ ایسے اشخاص کو مکمل حقوق شہریت نہیں ملنے چاہئیں۔ بہرحال اس گروہ نے ایک شخص فالانتھوس کی رہبری میں یہ سازش کی کہ عید ہیاکنتھیا کے موقع پر جس وقت وہ ایک ٹوپی پہن کر بغاوت کا اشارہ کرے تو معاً چاروں طرف سے حکومت پر حملہ کر دیا جائے۔ لیکن مقتدر فریق کو اس سازش کا علم ہو گیا لہذا انھوں نے ایک فرمان کی رو سے فالانتھوس کو ٹوپی پہننے کی قطعاً ممانعت کر دی اور جب سازشیوں نے یہ محسوس کیا کہ حکومت اُن کے منصوبے تاڑ گئی ہے تو وہ اپنے ارادوں سے باز آگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ مسینیہ کی مفتوحات کا پانچواں حصہ ان کی نذر کیا جائے، لیکن چونکہ اُن کا یہ مقصد پورا نہ ہوا اس لیے انھوں نے اپنے جنم بھوم کو چھوڑ کر مغرب کی راہ لی اور جنوبی اٹلی میں شہر تارنتم کو جا کر آباد کیا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مجوزہ بغاوت ہیاکنتھیا کی عید پر ہونے والی تھی، جو ایک امیکلیائی اور اکائیائی تہوار تھا، اور ساتھ ہی ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تارنتم والے بھی اس موقع پر خوشی مناتے تھے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس تحریک کے بانی مبانی ضرور اکائیائی ہی ہوں گے:[۳]

---

[۳] پارتھےنیوں وغیرہ کے لیے اِسترابو ۲۷۸/۲۷۹؛ دیودورس ۱۵، ۶۶؛ ارسطاطالیس۔

پچاس برس تک مسینیہ لکڈ مونیوں کے قبضے میں رہا، جس کے بعد وہاں کے باشندوں نے پیزاٹیوں، آرگوسیوں اور آرکیڈیوں کو اپنا حلیف بنا کر علم بغاوت بلند کر دیا۔ عرصۂ دراز سے اسپارٹیوں کی یہ خواہش تھی کہ وہ آرکیڈیا پر مسلط ہو جائیں اس لئے یقین ہے کہ اس ملک کے باشندے اسپارٹیوں کو نفرت آمیز نگاہ سے دیکھتے ہوں گے؛ پیزا اور ایلس میں پہلے ہی سے جھگڑا چلا آتا تھا اور ایلسی اسپارٹیوں کے زیر حمایت تھے؛ رہے آرگوسی، سو وہ تو ہمیشہ سے پیلوپونیز کی سیادت کے لیئے اسپارٹا سے برسر پیکار رہتے ہی تھے:

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ: "سیاسیات" ۵، ۶، ۱، اتھیوپومپوس جزو ۱۹۰۔ پولی بیوس ۱۲، ۵ تھیوپومپوس کہتا ہے کہ سازشی اے پیوناکتی یعنی وہ ہیلوت تھے جن سے مسینوی محاربوں کے دوران میں اسپارٹنوں نے تعلق پیدا کر لیا تھا۔ لیکن چونکہ اکثر مورخ پارتھے نی نام پر متفق ہیں اس لیئے مناسب یہی ہوگا کہ ہم انھیں اسی نام سے مخاطب کریں اور ارسطاطالیس کا اتباع کرتے ہوئے ہمیں یہ فرض کرنا پڑیگا کہ وہ اسپارٹائیوں کی اولاد سے تھے اور ان کی مائیں نیچ قوم کی عورتیں تھیں۔ اگر یہ مفروضہ درست ہے تو یہ نظریہ کہ پہلی اور دوسری جنگ کے درمیان اسپارٹی شہریوں میں حق وراثت محدود ہو گیا تھا، درست ہوگا یعنی پہلے تو اسپارٹائیوں اور نیچ ذات عورتوں کی اولاد وارث ہوتی تھی لیکن آیندہ کے لیئے یہ قاعدہ مسترد کر دیا گیا۔ ڈنکر کی رائے بھی بعینہٖ یہی ہے (۵، ۳۲۴)۔ چونکہ ممکن ہے کہ زمانۂ مابعد میں قوانین میں از سر نو تبدیلی کر دی گئی ہو اس لیئے محض موتھاکیس کے اسپارٹائی شہری ہونے سے اس نظریے کا ابطال لازم نہیں آتا۔ پولیارخوس کی (جس نے پولی دوروس کو قتل کیا تھا) اسپارٹا میں ایک یادگار بنی ہوئی تھی۔ (پوسانیاس ۳، ۳، ۲)، اور اس سے ڈنکر (۵، ۳۳۴) یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ فریقین کے درمیان کوئی نہ کوئی گفت و شنید ضرور ہو گئی ہوگی۔ لیکن ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ غدار پوسانیاس کے مجسمے بھی اسپارٹا میں موجود تھے (پوسانیاس ۳، ۱۷، ۷)۔ واضح ہو کہ مسینیہ کا پانچواں حصہ آخر کار اُس کے حوالے کر ہی دیا گیا (الفوروس، جس کا اقتباس اِسترابو ۶، ۲۸۰ میں دیا ہوا ہے)۔

باب ۱۲

بغاوت ملک کے شمالی حصے میں مقام اندانیا سے شروع ہوئی[۴۵] یہ ایک فطری امر تھا اس لیئے کہ اس نواح میں آرکیڈیا کی مسینیہ لپشت پناہی کرسکتا تھا؛ لیکن جنوب میں بھی ہیامیا کے مسینوی، پیلوس اور موتھونے کے اکائیائی، ارسطقراطیس شاہ آرکیڈیا اور پنتالیون ساکن پیزا بھی باغیوں کے ساتھ مل گئے اور اس متحدہ لشکر نے اسپارٹیوں کو بمقام ستنیکلاروس شکست فاحش دے کر مسینیہ کو اسپارٹا کے جوے سے آزاد کردیا۔ اب بعض اسپارٹی ایسے بھی تھے جن کی املاک صرف علاقہ مسینیہ میں واقع تھیں، لہذا انھوں نے یہ اعتراض کیا کہ وہ ہرگز اپنے ساتھیوں سے زیادہ نقصان کا بار اٹھانے والے نہیں ہیں۔ انھوں نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ بجائے مسینیہ کی اراضی کے انھیں لقونوی سرزمین میں معاوضہ دیا جائے اور اراضی کو از سر نو تقسیم کیا جائے۔ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ ۶۶۴ ق م کے اولمپیائی میلے پر ایلیسیوں کے بجائے پیزائیوں کے سرگروہ نے صدارت کی، اور خود اس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس مجادلے میں اسپارٹا کے دشمنوں ہی نے تفوق حاصل کیا ہوگا۔ اس کی ایک تاویل یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ یہ مخاصمت گویا پیلوپونیز کے قدیم باشندوں کا دوریائی سیادت کے خلاف ایک مظاہرہ تھا۔

لیکن اس موقع پر بھی ایک شخص کے تدبر نے اسپارٹیوں کو بچالیا۔ کاہنہ دیلفی نے انھیں یہ صلاح دی تھی کہ اگر وہ محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو انھیں کسی شخص کو ایتھنز سے رہبری کے لیے بلانا چاہیئے، لہذا انھوں نے تیرتائیوس کو، جو ائیکا کے قصبۂ افدِنا سے کا باشندہ تھا، بلا بھیجا۔

[۴۵] دوسری جنگ مسینیہ میں اسپارٹا کی صورت حال، ارسطاطالیس "سیاسیات" ۵، ۶، ۲؛ پوسانیاس ۴، ۱۶، ۶، ۴۰، ۱۸، ۳۔ تیرتائیوس بحیثیت ایک "ہیگے مون" (سردار) کے، اشٹرابو ۸، ۳۶۲؛ فلوستراتوس ۱۴، ۳۰، ۶ (سترا تے گیا)۔ اسے دیلفی کے حکم سے طلب کیا جاتا ہے، پوسانیاس ۴، ۱۵، ۶؛

متقدمین میں سے بہت سے ٹیرٹائیوس کو غیر ملکی تصور نہیں کرتے تھے، لیکن چونکہ خود شاہ پیوسانیاس نے اس کا غیر ملکی ہونا تسلیم کرلیا اس لئے ہمیں اس امر کے باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں سمجھ میں آتی کہ اسپارٹیوں نے باہر والوں سے مدد حاصل کی ہوگی۔ ساتھ ہی اگر ہم مفصلۂ ذیل حالات و واقعات کو ملحوظ رکھیں تو ہمیں اس دعوت نامے کی اصلیت سے مزید آگاہی حاصل ہوجائے گی۔ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ اسپارٹی دیوسکوری کو اپنا محافظ دیوتا تصور کرتے تھے اور اُن کی اِفدنا ئے میں خاص طور سے عبادت کی جاتی تھی۔ نظربراں اگر کوئی ایسا شاعر جس نے کچھ نام پیدا کرلیا ہو، اس ضلع میں سکونت پذیر تھا، تو یہ ایک قدرتی امر تھا کہ اسے اسپارٹی اپنی مصیبت کے وقت بلا بھیجیں، کہ وہ ان دیوتاؤں کو کماحقہٗ خوش رکھنے کی کوشش کرسکے۔ بلاشبہہ ہمارے پاس کوئی ایسا کلام نہیں پہنچا جو ٹیرٹائیوس نے دیوسکوری کے حضور میں پیش کیا ہو؛ ان کے بجائے اپنی نظموں میں اُس نے کوشش کی ہے کہ اسپارٹیوں کی ناامیدی کو امید سے بدل دے۔ اس نے اپنے مقصد کے حصول کے لئے مرثیہ آمیز انداز میں اُن کے قدیم درخشاں کارنامے یاد دلائے اور ہمت وجرأت کے انعامات اور بزدلی کی ذلت ونکبت سے اُن کو آگاہ کیا۔ اس شاعر کی نظمیں سب کی سب نہایت سادہ اور معنی خیز ہیں اور بعض میں فوجی رنگ بھی پایا جاتا ہے :

آخرالامر اُس کی کوشش بارآور ہوئی اور روایات کے بموجب ارسطقراطیس کی غدارانہ کارروائی کی وجہ سے (جس کی پاداش میں اُسے بالآخر آرکیڈیوں نے قتل کرادیا) مسینوی مغلوب ہوگئے۔ اب مسینیہ کی آزادی کا تو خاتمہ ہولیا لیکن باوجود اپنی شکست کے وہاں کے بہادر باشندے گیارہ سال متواتر اپنی آخری جائے پناہ میں برابر مصروف پیکار رہے۔ یہ جائے پناہ ایک قلّہ کوہ مسمی ایئرا تھی جو اِتھومے کی چوٹی کی طرح دریائے نیدا کے مخرج پر (جو بحر ایونیہ میں جاکر فِگالیا کے قریب گرتا ہے) واقع تھا۔ آج بھی اس چوٹی پر بھدّی بنی ہوئی فصیلوں کا دوہرا دائرہ نظر آتا ہے جو مختلف

باب ۱۲

سیڑھیوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہی وہ مقام تھا جہاں ارسطومنیس نے نہایت تن دہی اور شدومد سے غنیم کا مقابلہ کیا۔ لیکن وہ اپنے مقصد میں ناکام ہوا اور آخر کار اسپارٹیوں نے اُسے گرفتار کر کے اسپارٹا کے غاروں میں مرنے کے لیئے پھینک دیا۔ لیکن وہ ایک عقاب کی پشت پر سوار ہو کر ایک چٹان کے کنارے تک گیا جہاں عقاب نے اُسے چھوڑ دیا۔ اب اُسے ایک لومڑی نظر آئی جسکی رہبری میں وہ ایک نہایت تنگ راستے سے گزر کر کھلے میدان میں پہنچ گیا۔ الغرض محض ایک حادثے کی وجہ سے ایرا غنیم کے قبضے میں آگیا۔ لیکن اسپارٹیوں نے مفتوحوں کو ارسطومنیس کے ساتھ بحفاظت تمام چلے جانے کی اجازت دیدی اور یہ اپنے حلیفوں یعنی پیلوس اور موتھونے کے اکائیائیوں کے ساتھ سمندر پار رھیگیوم چلے گئے۔ ارسطومنیس نے خود رھوڈس جا کر اپنی لڑکی کا نکاح بادشاہ یالی سوس سے کر دیا جس کی اولاد میں سے مشہور و معروف دیاغورس ہوا جو اکثر اولمپی کھیلوں میں اول رہا کرتا تھا اور جس کی تعریف و توصیف سے پنڈار کے اشعار بھرے پڑے ہیں؛

جب اسپارٹیوں نے کوہ پارنون کے مشرقی نشیب اور سمندر کے درمیان کا علاقہ آرگوس سے چھین لیا اور تمام جنوبی پیلوپونیز کے مالک بن گئے تو اس جزیرہ نما میں ان کی ہمسری کوئی مملکت نہ کر سکتی تھی حتیٰ کہ آرکیڈیا اور ایلس تک اُن کے زیر نگیں تھے۔ یونانی ممالک میں اسپارٹا بیرونی فتوحات اور خانگی استحفاظی اصول کے لیئے ممتاز تھا۔ش

ش یہ واقعہ ایک اور واقعے سے مستنبط ہو سکتا ہے۔ اسپارٹی مزماری نظم کو پسند کرتے تھے اور انھوں نے ایولی مزماری طرز کو اختیار کر لیا تھا (فون و، م: تحقیقات ہومر: V.W.-M: Homer.Unters صفحہ ۲۶۸-۲۶۹)؛ نیز وہ اس زمانے میں اپنے ہمسایوں سے کہیں زیادہ فن سنگ تراشی کی طرف راغب تھے۔ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، اسپارٹا نے ادبیات اور فنون لطیفہ میں کوئی خاص ترقی نہیں کی،

باب ۱۲

اور اس میں یونانی قوم کا وہ جنگ، جو فرقہ آباد تھا جس نے نہایت خوشی سے بقیۂ اجزائے یونان کے لئے قومی عظمت کے اس زرخیز میدان کی تخم ریزی کا کام چھوڑ دیا تھا جو اس قوم کا گویا سرمایہ تھی :

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - لیکن وہ دیوتاؤں کے خوش کرنے کے فنون لطیفہ کو اپنی مملکت کی خاص روش کے مطابق استعمال کرتے تھے - اسپارٹی طرز عبادت پر کریٹی تھالے تاس کا اثر بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کوئی جنگی ناچ ایجاد کیا تھا، لیکن اس کی شخصیت بھی کریٹی اپی منیدلیس کی طرح کچھ کم خرافہ آمیز نہیں ہے :

باب ہفدہم

دیگر پیلوپونیزی ریاستیں، خصوصاً آرگوس؛ فئی دون؛ اسپارٹی تعلقات آرگوس، آرکیڈیا اور ایلس سے

اگر دوریانی بادشاہوں کے شجرے پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ انھیں عام طور پر ہرقلیوں کی اولاد میں سمجھا جاتا تھا یعنی ابتدا میں اسپارٹا کی بجائے آرگوس ہی پیلوپونیز کی بہت بڑی ریاست خیال کی جاتی تھی۔ آرگوس کے حکمرانوں کو یہ فخر حاصل تھا کہ اُن کا مورث اعلیٰ ارسطوماخوس کا فرزند اکبر ہے۔ اُن کا پائے تخت میکے نا سے نہیں بلکہ خاص آرگوس تھا جو قلعۂ لارِسا کے مشرقی دامن میں ساحل کے قریب سطح بحر سے نوسو فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ واضح ہو کہ دوریانی آرگوس سے متعلق جو کچھ معلومات ہمیں حاصل ہیں وہ نہایت غیر مکمل حالت میں ہیں[1] لیکن فی الجملہ اس کا یقین ضرور ہے

---

[1] جنگ ایران تک پیلوپونیزی ریاستوں کے باہمی تعلقات کے لئے دیکھیو گ، بوسولٹ: ”لکدسونی اور اُن کی وفاقیت“ G.Busolt: Die Lakedaimonier und ihre Bundes genossen لائپزک ۱۸۷۸ء اس کتاب میں آرگوس کے متعلق ص ۶۶ – ۱۱۰ میں ذکر ہے، جہاں مختلف مملکتوں، مثلاً ازینے، تروا سے زینے وغیرہ کے طرز عمل پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ جغرافی تفصیل کے لئے دیکھو برسیان: ”جغرافیۂ یونان“ Bursian: Geog. von Gr. II

باب ۱۷

کہ اسپارٹا کی طرح یہ مملکت مرکز حکومت نہ تھی بلکہ اُس کے نظام وقافیہ میں متعدد ریاستیں شامل تھیں جن کا سرگروہ خود آرگوس تھا اور جس کی قلمرو میں ملک کا بیشتر حصہ خصوصاً میدان اناخوس شامل تھا۔ اسپارٹا کی طرح آرگوس میں بھی پیریوئیکی اور ہیلوٹ رہتے تھے جنھیں یہاں کی بولی میں اورنیاتائے اور گیم نیتیس کہتے تھے۔ ہم اس کا قطعی طور پر جواب نہیں دے سکتے کہ اس وفاقیت میں دو مشہور آفاق بلدیوں یعنی میکینے نائی اور ترنیز کی کیا حیثیت تھی، اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہاں کے باشندے اکائیائی نسل کے تھے جنھیں ایک حد تک آزادی حاصل تھی جو آرگوس کی قوت اور کمزوری کے ساتھ ہی ساتھ گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ اسکنے کے مشرقی پہاڑی جزیرہ نما پر ایپی ڈوروس اور ترہ وسے زینے کے دو بلدیے واقع تھے جن پر امتداد زمانہ سے دوریانی رنگ چڑھ گیا تھا لیکن آرگوس کے ان سے جو تعلقات تھے وہ افسری اور ماتحتی کی بجائے محض مخالفانہ تھے۔ انھیں سے ایپی ڈوروس جزیرۂ ائی گینا کے بالمقابل ایک پہاڑی جزیرہ نما پر واقع تھا جو زبان کی طرح سمندر میں گو نکلا ہوا تھا۔ شہر سے اندرون ملک کی جانب تقریباً دو لیگ (کم وبیش سات میل) فاصلے پر حال ہی میں بعض نہایت کارآمد نوشتے برآمد ہوئے ہیں، اور یہی وہ جگہ تھی جہاں اسکلے پیوس کی مشہور آفاق تیرتھ کی عمارتیں ایک بہت بڑے رقبۂ اراضی پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اسی ساحل پر ذرا جنوب کی طرف جزیرۂ کلوریا کے روبرو شہر ترہ وسے زینے آباد تھا۔ ان کے علاوہ دو شہروں یعنی ازینے اور ہرمیونے میں دوریوی آبادی تھی؛ ازینے کے موقع کا قطعی طور پر تعین نہیں کیا جاسکتا؛ صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - آرگوس کا ذکر فیشر "تاریخ اجزائے آرگوس" Fischer: Hist. Argivae Fragm ریڈلاؤ ۱۸۷۵ء؛ شنائیڈر زورٹ "دوریانی آرگوس کی سیاسی تاریخ" Schneiderwirth: Politische Gesch. des dorischen Argos I&II ہی لیگن شٹاٹ ۱۸۶۵ء و ۱۸۶۶ء۔

باب ۱۷ وہ نئو پلیا کے قرب و جوار میں کہیں آباد ہو گا؛ رہا ہرمیونے، سو وہ جزیرے کے مقابل اس خلیج کے وسط میں آباد تھا جو آرگوسی آکتے کے چوڑنے کونے کے چوڑا ہونے کی وجہ سے بن جاتی ہے۔ ابتدا میں ان سب شہروں نے دوریائیوں کے سامنے ہتھیار رکھ دیئے؛ اس کے بعد جب اسپارٹا اور آرگوس میں باہمی جنگ چھڑ گئی تو اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ازینے نے اپنی آزادی کو از سر نو حاصل کرنا چاہا اور جب تقریباً ۷۳۰ق م میں شاہ نکانڈر نے آرگوس پر حملہ کیا تو ازینے والے اُس سے مل گئے۔ لیکن انھیں بہت جلد اپنے کرتوت کی سزا مل گئی، یعنی آرگوس نے ازینے پر قبضہ کر لیا اور اُس کے باشندوں کو لقونیہ بھاگ جانا پڑا۔ اسکے برعکس ہرمیونے نے اپنی آزادی کو اس خوبی سے برقرار رکھا کہ جب آرگوسیوں کو اپنے شہر کے قریب شکست پہنچی تو اُسے لکدمونی وفاقیت میں شمول کی اجازت مل گئی۔ لیکن نئو پلیا کا حشر ازینے کا سا ہوا؛ آرگوسیوں نے اُس کے جملہ باشندوں کو نکال دیا، اور آخر کار وہ اسپارٹیوں کی مہربانی اور عنایت سے مسینیہ کے شہر موتھونے میں جا کر آباد ہو گئے۔ ذرا جنوب کی طرف ہٹ کر ایجین کے ساحل کے قریب وہ علاقہ جو کوہ پارنون کے مشرقی دامن میں واقع ہے، غالباً دوریائی حملے کے زمانے سے ہی آرگوس کا تھا۔ بہر حال آرگوس نے نہ صرف اُن اقطاع ملک کو اپنے زیر اثر کیا، بلکہ شمال و مغرب کی جانب اور خلیج سارون کے ساحلی علاقے کا بیشتر حصہ بھی اُس کا فرماں بردار تھا؛ اس کے علاوہ آرگوس، سکیون، فلیوس، کلیوناے اور آئی گینا ایک مذہبی لیگ کے اراکین تھے جس کا مرکز آرگوسی لارسا کے دامن میں پیتھوی اپولو کا بت کدہ تھا، اور اس لیگ کے اراکین میں باہم یہ قرارداد ہوئی تھی کہ وہ کسی حالت اور صورت میں باہمی امن میں خلل واقع نہ ہونے دیں گے:-

الغرض دوریائی حملے کے بعد آرگوس نے جزیرہ نما کے اس حصے پر براہ راست یا بالواسطہ اثر پیدا کر لیا تھا جو شہرت اور وقعت دونوں کے اعتبار سے

باب ۱۷

ممتاز تھا، اور اُسے وہ کل اختیار حاصل ہوگیا تھا جو کسی زمانے میں میکینائی کا ہی حصہ تھا۔ ساتھ ہی، آرگوسیوں نے چند روایتوں کو جو اس ضلع کیساتھ وابستہ تھیں، جاری رکھا؛ مثلاً اس کا مشرق سے خاص تعلق تھا؛ یہی وہ مقام تھا جہاں سے دوریانیوں نے بلاد مشرق کی جانب قدم بڑھایا تھا، اور چونکہ کریٹ، رھوڈس، کوس، کنیدوس اور ہالی کارناسوس میں آرگوس ہی سے آخری مستعمرین پہنچے تھے اس لیئے ایشیائی ممالک اسی کو اپنا وطن سمجھتے تھے۔ قصہ مختصر، بہت سے واقعات کی بناپر آرگوس یہاں کی تاریخ میں ایک نہایت ممتاز حصہ لینے کے لیئے تیار تھا، اور ضرورت صرف اس کی تھی کہ کوئی قابل آدمی اگر مفید مطلب حالات سے کام نکال کر اس شہر کے اثر میں اضافہ کرے؛ آرگوسیوں کو ایسا شخص فیئی دون مل گیا۔

آرگوس کے ابتدائی فرماں رواؤں کے نام علی الترتیب تیمے نوس، کئی سوس، میدون، تھس تیوس، میروپس، ارسطودامیداس اور فیئی دون بیان کیئے جاتے ہیں، اور اغلب امر یہ ہے کہ فیئی دون تقریباً ۷۷۰ ق م میں تخت پر بیٹھا ہوگا۔[۱] ایفوروس کہتا ہے کہ جب فیئی دون نے

---

[۱] آرگوسی بادشاہوں کی فہرستیں تھیوپومپوس سے اخذ کی گئی ہیں (جزو ۳۰ ھ) اسکے برعکس ایفوروس کے نزدیک جس کا اقتباس استرابو ۸، ۳، ۵ (جزو ۱۵ ھ) میں دیا ہوا ہے، فیئی دون "تیمے نوس سے دسواں" تھا اور پیئوساتیاس کہتا ہے کہ وہ آٹھویں اولمپیاد میں شاہ آرگوس تھا۔ اب ہیروڈوٹس (۶، ۱۲۷) میں ایک فقرہ ہے جس کے مطابق وہ ۶۰۰ق م سے بہت پہلے ہوگا؛ نیز یولیوس افریقی کہتا ہے کہ اٹھائیسویں اولمپیاد کا میلا پیزائیوں نے لگایا تھا؛ ان اسباب کی بناپر بعض علماء مثلاً وائسن بورن Weissenborn بجائے آٹھویں اولمپیاد کے اٹھائیسویں اولمپیاد کو زیادہ قرین قیاس سمجھتے ہیں۔ لیکن اول تو عشاق اگار شتے کے قصے کی معنوی تحقیقات کے لیئے مطلق کوئی اہمیت نہیں ہے، اور ان عاشقوں میں سے کسی کے باپ کی تاریخ کے لیئے اٹھائیسویں اولمپیاد بہر نوع قبل از وقت ممکنہ ہوگی۔ تریبر Trieber کی رائے ہے ("مضامین براء یادگار وائٹز

باب ۱۷

زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو تیمے نوس کی میراث کسی شخص واحد کے زیر حکومت نہ تھی، اور اپنی آبائی جائداد کو از سر نو ایک جا کر نے کا سہرا اُسی کے سر رہا۔ اس نے اپنی توجہ ان اضلاع پیلوپونیز کی طرف دوبارہ رجوع کی جو کبھی نہ کبھی ہرقل کے زیر نگیں رہ چکے تھے، اور اولمپیائی میلے کا انتظام، جس کی بنیاد اس کے آبا و اجداد نے ڈالی تھی، خود اپنی نگرانی میں لیا۔ اس نے کورنتھ کے خلاف سازش کر کے وہاں کے ایک ہزار نوجوانوں کو اس بہانے سے آرگوس طلب کیا کہ وہ اپنی فوجی مہمات میں اُن کی امداد کا خواہاں ہے؛ اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ اُنھیں جان سے مار ڈالے، لیکن اُس کے معتمد علیہ ابروِن نے اُس کا راز فاش کر دیا اور کورنتھی نوجوانوں نے اپنے گھر کی راہ لی۔ ہیروڈوٹس کے بیان کے بموجب فئی دون کا عہد اس لیئے بھی ممتاز ہے کہ اس میں تمام جزیرہ نمائے پیلوپونیز کے لیئے اوزان اور پیمانوں کا ایک معیار قائم ہوا، اور کہا جاتا ہے کہ یہی وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے یونان میں سکوں پر ٹھپا کرایا تھا۔ اس کے بعد عرصۂ دراز تک آرگوس کے قریب ہیرائیوم میں چاندی کی سلائیاں یا اوبے لسکوئی برآمد ہوتی رہیں جنھیں فئی دون نے ٹھپہ دار سکوں کی یادگار میں بنوایا تھا۔ اس کی ٹکسال جزیرۂ ائی گینا میں تھی۔

اس میں کسی قسم کے شبہہ کی گنجایش نہیں کہ یونان میں فئی دون کچھ ایک خاص وقعت

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ Aufsaetze dem Andenken an Waitz gewidmet، ۱۸۸۶ء) کہ فئی دون پینتالیسویں سے اڑتالیسویں اولمپیاد کے زمانے میں ہوگا۔

فئی دون کے کاموں کے لیئے افوروس جز و ۱۵ (جہاں تیمے نوس کے مقدمے کا بھی تذکرہ ہے) اور ہیروڈوٹس ۶، ۱۲۷ کا ملاحظہ کیا جائے۔ افوروس کے قول کے مطابق، جس کا اقتباس اِسترابو ۸، ۳۷۶ میں دیا ہوا ہے، فئی دون اپنے سکے ائی گینا میں ڈھلوا تا تھا۔ فئی دون بحیثیت ایک خود سر حاکم کے، ہیروڈوٹس ۶، ۱۲۸، ارسطاطالیس سیاسیات ۵، ۸، ۴۔ اس کی تاریخ کیلیئے اُنگر Unger کا مضمون رسالۂ فلولوگوس ۱۸۷۹ء میں ملاحظہ کیا جائے۔

باب ۱۷

حاصل تھی، اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے شمالی پیلوپونیز کے لئے اسی قسم کا کام کرنے کی کوشش کی جو اسپارٹا بالآخر جنوبی پیلوپونیز میں کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ یہی نہیں کہ وہ تیمے نوس کی میراث کو از سرِ نو متحد کرنے میں کامیاب ہوگیا بلکہ اُس نے سکیون میں بھی آرگوس کی حکومت قائم کردی، ائی گینیا میں اُس کی ٹکسال کے قیام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس جزیرے پر بھی قابض تھا، اور ہزار نوجوانوں کے قصے سے یہ پایا جاتا ہے کہ وہ کورنتھیوں کو بھی ارگوسیوں کے دوش بدوش لڑوانے پر قادر تھا۔ آٹھویں اولمپیاد میں وہ بحیثیت صدر عید اولمپیا ہمارے سامنے آتا ہے، اور ایلس کے خلاف پیزائیوں سے محالفہ کر کے اسپارٹا کا مدمقابل ہو جاتا ہے۔ ایفوروس کا بیان ہے کہ اسپارٹا نے اس کے خلاف اس وجہ سے ہتھیار اُٹھائے تھے کہ اسپارٹا کی بجائے وہ پیلوپونیزیوں کا سردار بن گیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُسے اسپارٹیوں اور ایلسیوں نے مل کر شکست دی، اور اسپارٹیوں کی امداد سے ایلس کو پیزاٹس اور تری فالیہ کے اضلاع مل گئے۔ گو یہ باور کرنا دشوار ہے کہ آٹھویں صدی قم میں ہی اسپارٹا کو جزیرہ نمائے پیلوپونیز کی قیادت حاصل ہوگئی تھی، لیکن ہم یہ بہر حال تسلیم کر سکتے ہیں کہ اُسے اس زمانے میں بھی بہت کچھ اقتدار حاصل تھا، بدیں سبب جو کچھ ایفوروس نے لکھا ہے وہ فی الجملہ غلط نہیں ہے۔

تاریخ یونان میں سب سے زیادہ جس کام کی وجہ سے فیڈون کو امتیاز حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اُس نے اوزان اور پیمانوں کا ایک معیار اور سکے یونان میں (یا بقول ہیروڈوٹس، صرف پیلوپونیز میں) رائج کئے۔ اسوقت ہم صرف سکوں کا ذکر کریں گے۔ ایشیا اور افریقہ کے متمدن ممالک میں عرصۂ دراز سے قیمتی معدنیات سے مبادلے کا کام لیا جاتا تھا، لیکن یہ مبادلہ بلا وزن کے عمل میں نہ آتا تھا، یعنی ہر موقع پر ان دھاتوں کو وزن کرنا پڑتا تھا۔ اسکے بعد ایسے سکے رائج ہوئے جن کا وزن سرکاری طور پر ٹھپے کے ذریعے سے ظاہر کردیا جاتا تھا اور اُن کو بار بار تولنے کی ضرورت نہ تھی۔ متقدمین کا خیال ہے کہ اس بات کیلئے

باب ۱۷

ٹھپے کے استعمال کی ابتدا نہ تو وسط ایشیا کے مہذب ممالک میں ہوئی نہ مصر میں، بلکہ سب سے پہلے اس کا رواج ایشیائے کوچک میں ہوا، اور بعض کا تو یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ فیئی ڈون سے پیشتر یہ طریقہ کسی کو معلوم ہی نہ تھا۔ لہذا ہمارے لیئے اس نتیجے پر پہنچنا ناگزیر ہے کہ اس نہایت مفید اور کارآمد عمل کا انکشاف ایک ہی جگہ ہوا ہوگا، اور چونکہ تمدن کے ہر شعبے میں عام طور پر ایشیائے کوچک ہی رہبری کرتا تھا اس لیئے یونان نے یہ طرز اسی سے اخذ کی ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ ایشیائے کوچک میں سب سے پہلے لدیہ ہیں سکوں کا رواج ہوا، جہاں کے غیر مصفا زر سفید یا الکٹرون کے بنے ہوئے سکے آج تک موجود ہیں۔ ان کے برعکس میڈونی سکے چاندی کے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جلیل القدر بادشاہ نے سب سے پہلے اس دھات کے سکے ڈھلوا کر اپنا نام پیدا کیا ہوگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے یہ سکے ائی گینا میں بنائے جس کے یہ معنی لیئے جا سکتے ہیں کہ سکوں کا ائی گینی معیار اور ائی گینی سکوں کی ساخت دونوں اسی کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔ ان سکوں پر کچھوے کی شکل بنی ہوئی تھی۔ یہ امر طے شدہ نہیں ہے کہ ان میں سے جو ہم تک پہنچے ہیں ان میں سے ایک بھی فیئی ڈون کے عہد کا ہے یا نہیں، اور چونکہ قدیم سکوں پر کسی قسم کا کتبہ نہ ہوتا تھا بلکہ سکہ ساز محض شبیہ پر اکتفا کرتا تھا اس لیئے ان کی تاریخ کا صحیح اندازہ کرنا یا یہ تعین کرنا کہ ان میں سے کونسے قدیم تر تھے اور کونسے جدید تر، نہایت دشوار امر ہے۔ بہر نوع، خواہ فیئی ڈون نے سکوں کے میدان میں کچھ بھی کیا ہو، اس میں شبہہ نہیں کہ اوزان اور پیمانوں کی تنظیم میں اس کا بہت نمایاں حصہ ہے، اور اس نے یونان کو ایک ذی امتیاز ملک بنانے میں بہت کچھ کیا[۳۵]۔

[۳۵] زمانۂ حال میں سکوں کی ابتدا کی تحقیقات پر متعدد جلدیں وقف کر دی گئی ہیں، جن میں سے مفصلہ ذیل بالتخصیص کارآمد ہیں: ف، لینورمان: سکہ جات قدیم: Fr. Lenormant: La monnaie dans l'antiquité جلد اول، صفحہ ۱۲۵ وغیرہ؛ بارکلے ہیڈ:

باب ۱۲

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں پیلوپونیز کے دوریانی فاتحوں میں دو مختلف النوع ذہنی تحریکات جاری تھیں۔ اپنے نئے وطن میں

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ تمہید کتاب دو سکہ جات متقدمین Barclay Head: Introduction to the Coins of ancients پرسی گارڈنر: "یونانی سکوں کے انواع و اقسام" تمہید تاریخی Percy Gardner: Types of Greek Coins, Historical introduction۔ متقدمین کے نزدیک ان کی ایجاد کا سہرا یا تو فیڈون کے سر تھا ورنہ لدیہ والوں کے؛ الیفوروس کا میلان فیڈون کی طرف معلوم ہوتا ہے (استرابو ۸، ۳۷۶) اور بہت سے مورخوں نے اسی کا اتباع کیا ہے؛ لیکن ہیروڈوٹس لدیوں کا طرفدار ہے۔ بعض قدیم لدوی سکے دستیاب ہوئے ہیں جو زرد پیکتولی سونے یا الکٹروم کے بنے ہوئے ہیں؛ نیز بعض قدیم ائی گینوی سکے بھی ملے ہیں جن پر کچھوے کی شکل بنی ہوئی ہے۔ بلاشبہ ان میں سے قدیم ترین پر بھی کوئی ایسا نشان نہیں ہے جس کی بنا پر ہم پچاس سال کے اندر اندر کسی تاریخ کا تعین کرسکیں لیکن بہترین اسناد اس پر متفق ہیں کہ یہ ۷۰۰ ق م سے پہلے کے نہیں ہو سکتے۔ اب فیڈون کا زمانہ آٹھویں صدی ق م کا ہے اس لیے محض ان سکوں سے اس رائے کی تصدیق نہیں ہوتی کہ سکے اُسی نے رائج کیے ہوں گے چنانچہ کسی بادشاہ کا تعین کرنے کے لیے ہمیں محض اس شہر کے نام پر اکتفا کرنا پڑے گا جہاں یہ ابتدا میں رائج ہوئے۔ ممکن ہے کہ فیڈون نے مشرقی اوزان اور پیمانوں کو اپنے ملک میں رواج دیا ہو، اور چونکہ سکوں کی ترویج اس کے بعد ہوئی ہوگی اس لیے اس کی ایجاد بھی اسی کے سر تھوپ دی گئی ہو۔ اب صرف لدیہ اور یونان کا سوال باقی رہ جاتا ہے، اور اس مسئلے پر جملہ علما کا اتفاق ہے کہ لدیہ ہی بازی لے گیا ہوگا۔ ہیڈ کہتا ہے کہ لدیوں نے سب سے پہلے دھات کے ٹکڑوں پر ٹھپا کر کے ان سے سکوں کا کام لیا، اور جس قوم کو سکوں پر تصاویر کندہ کرنے کا امتیاز حاصل ہے، یا کم از کم جنھوں نے ان پر نام کندہ کرنے شروع کیے وہ ایشیائے کوچک کے یونانی تھے۔ لیکن اس امر کا کہ لدیوں نے ہی سکے کی ایجاد کی اتنا یقین نہیں ہے جتنا بعض سمجھتے ہیں۔ اگر سکہ صرف اس قیمتی دھات کے ٹکڑے کا نام ہے جس پر ایک خاص وزن سے تعین

باب ۱۷

داخل ہونے کے وقت وہ ایک سیدھی سادی، غیر مہذب، تنومند قوم تھی جسکے افراد کی تعداد مفتوحہ قوم سے کم تھی، اور جب اُس نے اس مفتوحہ ملک میں

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اور استناد کے طور پر ٹھپا کر دیا گیا ہو، خواہ اس ٹکڑے کی ہندسی شکل کچھ ہی کیوں نہ ہو، تو ایسے سکّے تو ساتویں صدی ق م کے ابتدا میں قبرس میں بھی موجود تھے، اور کیور یوم میں جو طلائی چھلّے ملے ہیں جن پر ساتویں صدی ق م کے ابتدائی حصّے کے شاہ ایتھیانڈر کا نام کندہ ہے، وہ غالباً سکّوں کے طور پر ہی استعمال ہوتے ہوں گے؛ ان چھلّوں کا وزن ۴۴ ۹ گرین یا ایک مینا ہے (پیرو و شی پی اے Perrot et Chipiez جلد۳، ۲۸۹ - ہم اس امر سے واقف ہیں کہ مصر میں چھلّے تول کر بیاد لے کے لئے استعمال کئے جاتے تھے، اور ملک اشوریہ میں سارگون کے محل میں سونے اور چاندی کے جو برتن دستیاب ہوئے ہیں اُن سے اس ملک کے معیار کا پتا چلتا ہے یعنی سونے کے چھلّے کا وزن ۱۶۷ گرین اور چاندی کے چھلّے کا وزن ۲۳۴۷ گرین؛ اور اگر سونے اور چاندی کا باہمی تناسب ۱ : ۱۳۳ رکھا جائے تو سونے کا چھلّا ۵ مینا سے کا ہوا۔ اس کے بعد یونان میں اس مینا کا نام "یوبیائی معیار" پڑ گیا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایتھیانڈر کے طلائی چھلّوں پر تو تاریخ کندہ ہے، لیکن لِدوی سکّوں پر نہیں ہے تو ہمیں یہ فرض کرنے میں مطلق تامل نہیں ہوتا کہ مہر دار طلائی چھلّوں کا استعمال ایتھیانڈر سے پہلے بھی ہوتا تھا، اور ہم بہر حال یہ تسلیم کر سکتے ہیں کہ اگر سکّۂ انگشتری نما ہو سکتا ہے تو سکّہ ایجاد کرنے کا فخر لِدیہ والوں کو حاصل نہیں، لیکن اگر سکّوں کے لئے دھات کے ٹکڑے ہونا لازمی ہے تو غالباً اس کی ایجاد کا سہرا لِدویوں ہی کے سر ہے۔ ہم اس حاشیے کو یونان کے معیار سکّہ جات کی بابت چند مختصر یادداشتوں پر ختم کرتے ہیں جنہیں سے بعض کا اقتباس کارڈنر Gardner اور بعض کا امہوف Imhoof اور سکس Six کی کتابوں سے کیا گیا ہے۔ ابتداءً بیشتر حصۂ یونان میں اِگینی معیار رائج تھا جو غالباً فنیقیہ میں مقرر کیا گیا تھا۔ یوبیائی معیار کی ابتدا بابل سے ہوئی، اور اس کا رواج اول تو ساموس میں ہوا لیکن رفتہ رفتہ اُسے دیگر اقطاع ملک نے بھی اختیار کر لیا، اور سولن نے جو قرضوں کی مقدار میں ۲۷ فی صدی کی کمی کر دی (Seisachteia) وہ اور آئی گینی معیار کی جگہ یوبیائی معیار کی ترویج تقریباً ایک ہی زمانے کے واقعات ہیں۔ اسی زمانے کے قریب کورنتھ

باب ۱۷

بود و باش اختیار کرلی تو اس کے سامنے دو مختلف النوع شاہراہیں کھل گئیں مفتوحہ قوم کی تہذیب و تمدن اُن کی تہذیب سے بہت اعلیٰ و ارفع تھا، اور یہ سوال پیدا ہوا کہ ان کا تعلق اُس سے کس قسم کا ہوگا۔ اسپارٹیوں نے تو اس تمدن سے مطلقاً کنارہ کیا باوجودیکہ آرگوسیوں اور اُن کے حلیفوں نے اُس کو اپنا لیا، لہٰذا ہم فی الجملہ یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ فاتحوں نے ان مقامات کی تہذیب کو جہاں وہ اگر آباد ہوئے تھے، جزوی طور پر اختیار کر لیا تھا۔ اُس وقت تک لقونوی تمدن نے کوئی خاص امتیاز پیدا نہیں کیا تھا اس لیے اغلب امر یہ ہے کہ فاتحوں پر اس کا اثر ذرا کم ہی پڑا ہوگا، برعکس ازیں دوریانیوں کے عہد سے پیشتر ہی آرگولس یونانی تہذیب و تمدن کا مرکز رہ چکا تھا۔ اگر فئی دون سے پہلے نہیں تو کم سے کم اُسکے عہد حکومت میں، اور خود اُس کی وساطت سے دوریانی آرگوسیوں نے وہی حکمت عملی قائم رکھی جو ان سے پہلے اکائیائی آرگوسیوں کی تھی۔ فئی دون کا نصب العین یہ تھا کہ جزیرہ نما پر سیادت حاصل کرے اور اس مقصد کے حصول کے لیے اُس نے اولمپیائی کھیلوں سے کام نکالا۔ اُس کے تعلقات مشرقی ممالک کے ساتھ نہایت وسیع تھے، اور اس میں آرگوس کی مشرقی نوآبادیوں نے اپنے مادر وطن کی بہت کچھ مدد کی۔ شاید فئی دون نے اوزان اور پیمانوں کی جو تنظیم کی اُس کی اصلی وجہ یہی تعلقات کی وسعت ہو۔ فئی دون کو تخت آرگوس پر بیٹھنے کا قانونی حق حاصل تھا، لیکن اُس کی یہ خواہش نہ تھی کہ دوریانیوں کے آنے سے پہلے آرگوس کے گزشتہ فرماں رواؤں کی طرح اپنے اختیارات کو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اور ایتھنز نے بھی یوبیائی معیار ہی کو اپنے یہاں رواج دیا، لیکن سکے کی اکائی یعنی اِستاتر کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اسی طرح اس ابتدائی زمانے میں سسلی نے بھی یوبیائی معیار اختیار کر لیا تھا، لیکن یہ درست نہیں ہے کہ سسلی کے بلدیات نے ایتھنز کا اتباع کر کے اپنے سکے ویسے ہی ترتیب دیئے یا اٹیکائی پیمانے اختیار کیے۔ بعض کا یہ خیال تھا کہ ایتھنز کا مغربی ممالک پر عہد اولین میں ہی اثر پڑ گیا، اسکی مطلق کوئی سند نہیں ہے، اور حقیقت امر یہ ہے کہ سسلی نے اٹیکائی معیار نہیں بلکہ خود ایتھنز کی طرح یوبیائی معیار کو اختیار کیا تھا۔

باب ۱۲

محدود کر دے، بلکہ وہ ایشیائی حکمرانوں کی طرح، جن کے ساتھ اس کے تعلقات نہایت دیرینہ تھے، بالکل مطلق العنان ہونا چاہتا تھا، اسی لیئے متقدمین کے نزدیک اُس کی حیثیت بالکل کسی خودسر حاکم کی سی تھی، حقیقت یہ ہے کہ پیلوپونیزی دوریانیوں کے جو دو مختلف النوع مقاصد نظر آتے ہیں ان میں سے ایک کا قائم مقام لیکر گوس اور دوسرے کا فئی دون تھا، باوجودیکہ فئی دون کی موت کے بعد کے واقعات کا یقین نہیں کیا جا سکتا ہے[1] لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ ملوکیت مسلسل قائم رہی۔ ہمارے پاس بہت سے ایسے آرگوسی بادشاہوں کے نام محفوظ ہیں جو بلاشبہہ فئی دون کے بعد تخت نشین ہوئے ہوں گے، لیکن چونکہ ہم مختلف واقعات کا سنوی تعین مطلق نہیں کر سکتے اس لیئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کس ترتیب سے تخت نشین ہوئے ہوں گے۔ بہرحال یہ امر یقینی ہے کہ آرگوس نے فئی دون کے زمانے سے ترقی کی طرف جو قدم بڑھایا تھا وہ پیچھے ہٹنے لگا، اور اُسے اسپارٹا اور دیگر یونانی ریاستوں کے بالمقابل اپنا وقار قائم رکھنے میں بہت کچھ دشواری پیش آئی؛ یعنی ایک طرف تو سکیون اور کورنتھ کے خودسروں نے وہاں کی عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی جس کے باعث جزیرہ نما کے شمالی حصے میں آرگوس کا وقار کم ہو گیا، اور دوسری جانب ائی گینا روز بروز زیادہ آزادی کی طرف مائل نظر آنے لگا۔ ان ریاستوں کو تو آرگوس نے چھوڑ رکھا تھا،

---

[1] Nic.Dam. جزو ۵۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ فئی دون ایک کورنتھی مہم میں مارا گیا، لیکن میئلر کا خیال ہے کہ یہ فئی دون خودسر آرگوس نہیں بلکہ وہ کورنتھی مقنن ہے جس کا تذکرہ ارسطاطالیس کی سیاسیات میں آگیا ہے۔ فئی دون سے ورثہ کی بابت زمانۂ حال کے مورخوں میں باہمی اختلاف ہے۔ پلاس Plass کے نزدیک اسکے بعد دیموگراتی داس تخت نشین ہوا، لیکن لوسولٹ (لاکے ڈیمون ۹۸) کا خیال ہے کہ اسکے بعد لاکے داس اور ڈنکر کی رائے میں ایراتوس سریر آرائے حکومت ہوا۔ واضح ہو کہ یہاں ڈنکر ہیروڈوٹس ۶، ۱۲۷ کا اتباع کرتا ہے؛

لیکن اسپارٹا کے درمیان حالت جنگ برابر قائم تھی، اور گو انھوں نے ساتویں صدی ق م میں اسپارٹا کو بمقام ہسیہ شکست دے دی لیکن اسکے بعد انھیں کسی لڑائی میں اس قدر نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ [ف۵]

مفصلۂ ذیل واقعے کی، جیسے ہیروڈوٹس نے نقل کیا ہے، ایک خاص نوعیت ہے:۔ چھٹی صدی ق م کے وسط میں تھِریا کا ضلع اسپارٹیوں کے ہی قبضے میں تھا؛ آرگوسی اُسے لینے کی غرض سے ہر طرف سے بڑھے اور اُنکی مدافعت کی خاطر دوسری جانب سے اسپارٹیوں نے پیش قدمی کی۔ آخرالامر فریقین میں یہ طے پایا کہ دونوں کی طرف سے تین تین سو سپاہی آگے بڑھ کر لڑیں گے اور جو کچھ اس جنگ کا نتیجہ ہوگا اس پر فریقین قائم رہیں گے۔ اس خوں ریز لڑائی میں صرف تین جنگ جو یعنی ایک اسپارٹی اوتھریاداس اور دو آرگوسی یعنی اَلکے نور اور خرومیوس زندہ بچے۔ غالباً اوتھریاداس

ف۵ اسپارٹا اور آرگوس کے باہمی نقیض کیلئے پَوسانیاس ۳، ۷، ۲ اور ۳، ۴، ۲۔ پلوٹارک: Apoph. Lac: صفحہ ۲۳۱ میں شاہ پولی دوروس کی آرگوسیوں پر ایک فتح کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اسپارٹی اور آرگوسی سرحدی معرکوں کا سنوی تسلسل غیر معین ہے۔ پَوسانیاس (۲، ۲۴، ۷) جنگ ہسیہ کا ذکر کرتا ہے جس کی تاریخ سنہ ۶۶۹ ق م فرض کرلی گئی ہے۔ اس نے ۳، ۷، ۵ میں جس لڑائی کا ذکر کیا ہے اُسے ڈنکر (۵، ۴۳۵) یہی جنگ ہسیہ سمجھتا ہے، لیکن اس مفروضے میں بہت سی سنوی مشکلات حائل ہیں اور اس کا تیقن نہیں ہوا ہے۔

تین سو کی جنگ ہیروڈوٹس ۱، ۸۲؛ کریسوس کے زوال کے واقعات کی ہمعصر اسٹرابو ۸، ۶، ۱۷؛ پَوسانیاس ۲، ۳۸، ۵۔ مقابلہ کیا جائے، برسیان: جغرافیۂ یونان Bursian: Geogr. V. Gr. ۲، ۶۹۔ اگر اوتھریاداس خودکشی کا مرتکب ہوا تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا یہ فعل بجائے ذی عزت ہونے کے کار آمد زیادہ تھا۔ کول مان، اوتھریاداس Kohlmann: Othryadas; Rh. M. سنہ ۱۸۷۴ء صفحہ ۴۶۳ وغیرہ۔

باب ۱۵

چپ پڑا رہا جس سے آرگوسیوں کو اس کی موت کا دھوکا ہوا اور وہ اپنے پڑاؤ کی طرف شادیانے بجاتے ہوئے واپس چلے۔ اب اوتھریاداس نے اُٹھ کر آرگوسی مردوں کے ہتھیار اُتارے اور انھیں اسپارٹی پڑاؤ میں لے آیا۔ جب آرگوسی اور اسپارٹی واپس آئے تو فریقین نے فتح کا دعویٰ کیا جس پر دونوں میں از سر نو دست بدست لڑائی ہونے لگی اور بالآخر اسپارٹیوں کا ہی بول بالا رہا، اور اُن کا ضلع تھریا پر قبضہ ہوگیا۔ لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ آرگوس نہ تو اپنے حقوق سے دست بردار ہونے کے لیے آمادہ تھا نہ اسپارٹی فتح کو ہی تسلیم کرتا تھا، لہٰذا وہاں کے باشندوں نے یہ تصفیہ کیا کہ تھریا کی یاد تازہ رکھنے کی غرض سے جس وقت تک یہ ضلع فتح نہ ہو جائے اُس وقت تک آرگوسی مرد اپنے بال نہ کٹوایا کریں اور عورتیں زیورات پہننے سے باز رہیں ؛

اسپارٹا اور آرگوس کے علاوہ دیگر پیلوپونیزی اضلاع کی ابتداء میں کچھ وقعت نہ تھی۔ کورنتھ کو جو کچھ بھی رتبہ حاصل تھا وہ سب اس کی تجارت کی بدولت تھا، اس کے علاوہ بعض ریاستوں نے اپنے خود سر حکمرانوں کی ماتحتی میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اُن کا بیان متعاقب کیا جائیگا جزیرہ نمائے پیلوپونیز کا جغرافی مرکز آرکیڈیا ہے، اور یہ ایک ایسا ملک ہے جس کو مختلف پہاڑوں کے زنجیرے بیچ میں سے کاٹتے ہوئے دیگر حصص پیلوپونیز سے جدا کرتے ہیں۔ شمالی اور مشرقی ہمسایہ ممالک سے اس ملک کی صرف چند دروں کے ذریعے سے آمد و رفت ممکن ہے۔ جزیرہ نمائے پیلوپونیز کے اقطاع سے جو راستہ ہے وہ نہایت ڈھلواں اور دشوار گزار ہے اور صرف ایک راستہ نسبتاً صاف ہے یعنی وہ جو بحر ایونیہ سے دریائے الفیوس کی وادی میں ہو کر گزرتا ہے۔[۱] واضح ہو کہ دور یانی حملۂ پیلوپونیز کے وقت آرکیڈیا مکمل طور پر

---

[۱] آرکیڈیا کے لیے شواب: "آرکیڈیا" شٹٹگارٹ Schwab: Arkadien; Stuttg. 1852 ؛ برسیان: جغرافیۂ یونان ۲، ۱۸۱ وغیرہ، بُوسولٹ پر

باب ۱۷

فتح نہ ہو سکا تھا، اس لیے کہ جب ملک کے فاتحوں نے زرخیز وادیوں اور خلیجی سواحل پر قبضہ کرلیا تو پھر پہاڑی علاقوں میں انھیں کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو اُن کے لیے باعث کشش ہو۔ اس کے علاوہ چونکہ آرکیڈیا میں پہاڑی اقوام کی جملہ صفات مثلاً ہمت، مردانگی اور جنگجوئی موجود تھی اسلیے دوریانیوں نے اُن کو انھیں کے حال پر چھوڑ دینا مناسب سمجھا یہ بھی یاد رکھنا چاہئے آرکیڈی مملکت فردی نہ تھی بلکہ اُس کا ہر ایک پرگنہ آزاد تھا؛ بعض پرگنے تو ایسے تھے جن میں صرف گاؤں ہی گاؤں تھے اور کوئی قصبہ ایسا نہ تھا جسے ملک کا حقیقی مرکز کہا جاسکے۔ یہ بات نہایت عجیب وغریب ہے کہ جملہ آرکیڈی شہر اونچے پہاڑوں کے قریب میں واقع تھے؛ اگر شمال کی جانب سے ان کا شمار کیا جائے تو جنوب ومشرق کی طرف مفصلۂ ذیل شہر تھے: پسیوفیس، کلئی تور، فے نیوس، ستیم فالوس، اورخومینوس، مین تی نیا اور تگیہ؛ وسطی اور جنوبی آرکیڈیا میں میگالو پولس کی بستیوں تک کوئی اور شہر نہ تھا، لیکن دریائے الفیوس کے جنوب میں، یعنی ملک کے جنوب ومشرقی جانب بعض مقامات ایسے تھے جن کی وقعت آرکیڈی افسانوں میں بہت کچھ پائی جاتی ہے مثلاً لیکو سورا جسے آرکیڈیا کا قدیم ترین بلدیہ شمار کیا جاتا تھا، اور ترا پی زوس جس کا ذکر تاریخ مسینیہ کے ضمن میں آچکا ہے۔ بلاشبہ تاریخ آرکیڈیا میں ایسے واقعات ضرور پیش آئے ہوں گے جن سے ہم واقف نہیں ہیں۔ عام طور پر اس کے شہروں کی بنیاد نسبتاً زمانہ قریب میں پڑی ہوگی۔ مثلاً مین تی نیہ کی بابت کہا جاتا ہے کہ اُسے دراصل آرگوسیوں نے شاید اسپارٹا کا مدمقابل بنانے کے لیے پانچ گاؤں ملاکر آباد کیا تھا؛ اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ وثنیاتی زمانے میں الیوس ولد الفئی داس نے

بقیۂ حاشیۂ صفحہ گزشتہ (۱) لکدمونی قوم" Busolt: DieLake-de-monier (۱۱۱ وغیرہ)۔ واضح ہو کہ بوسولٹ نے آرکیڈیا کی ابتدائی تاریخ کی بابت جو نظریے قائم کئے ہیں ان پر نیز سے Niese نے استدلالی اعتراضات کئے ہیں؛

باب ۱۴

مختلف پرگنوں کو یکجا کر کے تگیہ آباد کیا تھا، اور اس اتحاد کی نشانی "اتھینے الیا" کا بت خانہ بیان کیا جاتا ہے۔^[۵] آرکیڈی ہمیشہ اپنے قدیم آبائی رسم و رواج اور حب موسیقی کی وجہ سے ممتاز تھے اور وہ اپنی جنگجویانہ عادات کا مظاہرہ سوئیزرستانیوں کی طرح دیگر ممالک کی فوج میں بھرتی ہو کر نہایت شوق سے کرتے تھے۔ سوئیزرستانیوں کی طرح آرکیڈیا میں بھی ابتدا ہی سے ہر ایک ضلع میں اتحاد کے جراثیم موجود تھے، لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اوائل تاریخ میں اس اتحاد کی شکل کیسی ہوگی۔ تاریخ میں آرکیڈی بادشاہوں کا ذکر سننے میں آتا ہے لیکن یہ امر صاف طور پر عیاں نہیں ہے کہ آیا تمام ملک اُن کے دست نگر تھا یا نہیں اور جنگ لیوکترا سے پہلے اصول وفاقیت کی تلاش بے سود ہے۔

آرکیڈیا کی مخصوص سیاسی حالت کی وجہ سے اسپارٹا جیسے ملک کو اُس پر تسلط حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی؛ اس کے علاوہ اسپارٹا کا آرکیڈی معاملات میں مداخلت کرنے کا ایک اور سبب بھی تھا، وہ یہ کہ بالائی وادی یوروتاس سے اولمپیا کو جو راستہ سب سے آسان گزرا تھا وہ اسی ملک میں ہو کر گزرتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لیکرگوس کے ایک رشتہ دار خاری لاؤس نے ہی یوروتاس اور الفیوس کی درمیانی اراضی پر جسے آئی گیس کہتے تھے، قبضہ کر کے خاص تگیہ پر حملہ کر دیا۔ ہم اس سے پیشتر بتا چکے ہیں کہ اس نوع کے بیانات نہایت مشتبہ ہیں تیسویں اولمپیاد میں اسپارٹی مسینیہ پر قابض ہو چکے تھے، اس لیے وہ ضرور آرکیڈیا کے مغربی حصے پر بھی دانت لگا سکتے تھے اور اب انھوں نے اس کے

^[۵] شہر منتی نیا کی آبادی اِنٹرابو ۸، ۳۳۷۔ بر سیان ۲، ۲۰۹ کا خیال ہے کہ یہ ایک مختلف گاؤں کا باہمی اتحاد پانچویں صدی ق م میں قطعی طور پر عمل میں آیا ہوگا، لیکن بوسولٹ اسکی بابت اس قدر وثوق سے کوئی رائے قائم نہیں کرتا (لاکے ڈیمونیان" Busolt: Lak صفحہ ۱۲۵)، اور اسی کی رائے مجھے زیادہ صائب معلوم ہوتی ہے۔ تگیہ کی ابتدا، پوسانیاس ۸، ۴۵، ۱۔

اقصائے جنوب و مغربی گوشے میں مداخلت کر کے فگالیا پر قبضہ کر لیا؛ لیکن انھیں اس مہم میں کما حقہ کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ اورس تھیزیوں نے آرکیڈی قبیلے نے انھیں شکست دیدی ۵۸ دوسری جنگ مسینیہ میں چند قبیلوں نے ارسطقراطیس شاہ اورخومینوس کی ماتحتی میں مسینیوں کی مدد کی تھی۔
جس طرح دریائے یورو تاس کے بالائی حصے کے متوازی وادی الفیوس کو ایک راستہ نکلتا ہے بعینہٖ اسی طرح یوروتاس کے معاون اوئے نوس کے ذریعے سے انسان میدان تگیہ میں پہنچ جاتا ہے؛ اس ضلع میں اسپارٹیوں نے آرکیڈیوں سے وہ تمام ملک چھین لیا جو پہاڑوں کے جنوبی نشیب پر واقع ہونے کے باعث جغرافی اعتبار سے وادئ یوروتاس کا ہی ایک حصہ بن گیا ہے اور جس کے مشرقی حصے کو کاریائے اور مغربی حصے کو سکی رِتِس کہتے ہیں۔ یہاں تک پہنچنے کے بعد انھیں اپنا قدم اور آگے بڑھانے کا موقع مل گیا۔ لیون اور ہیگے سکلیس کے عہد حکومت میں انھوں نے ڈیلفی کی کاہنہ سے دریافت کیا کہ آیا یہ ممکن ہے یا نہیں کہ وہ تمام ملک آرکیڈیا پر قبضہ کر لیں؛ اس کا انھیں نفی میں جواب ملا؛ لیکن ساتھ ہی جو الفاظ معبود ڈیلفی نے استعمال کیے اُن سے اُنھوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ممکن ہے کہ وہ شہر تگیہ پر قبضہ کر سکیں؛ اور اُن کے دل اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ جب وہ تگیہ فتح کرنے کے لیے نکلے تو وہاں کے باشندوں کو گرفتار کرنے کی غرض سے زنجیریں بھی اپنے ساتھ لیتے گئے۔ لیکن اس مہم کا نتیجہ کچھ اور ہی نکلا، یعنی خود اُنھیں کو ناکامی ہوئی اور بجائے اس کے کہ

۵۸ آرکیڈیا میں اسپارٹی مہمات، پوسانیاس ۳، ۲، ۶؛ ۳، ۷، ۳؛ ۸، ۴۸، ۳؛ ۸، ۳۹، ۲۔ شہر اورخومینوس سے مسینی سرحد تک جو فاصلہ ہے اس سے یہ استدلال لازم نہیں آتا کہ دوسری جنگ مسینیہ میں تمام آرکیڈیا نے حصہ لیا ہوگا، لیکن کم از کم وہ قبیلے جو اس سرحد کے قریب رہتے تھے وہ ضرور اس میں شامل ہوئے ہوں گے۔ ارسطقراطیس اور اس کا بیٹا ارسطودیموس ''تقریباً تمام آرکیڈیا'' پر حکومت کرتے تھے (diog: L.I,94)۔

وہ تگیائیوں کو گرفتار کریں، خود انھیں کی زنجیروں میں جکڑ کر انھیں تگیائیوں نے اپنی اراضی پر کام کرنے کو مجبور کیا۔ اس کے بعد اسکندریداس اور ارسطون کے عہد حکومت میں اسپارٹیوں کی قسمت جاگ اٹھی، اور جب انھوں نے دلفی سے استمزاج کیا تو انھیں یہ ہدایت ہوئی کہ اورس تیس کی ہڈیاں، جو تگیہ میں اس مقام پر ملیں گی "جہاں ہوا کے تیز جھونکے چلتے ہوں اور جہاں سیدھی اُلٹی خبریں گونجتی ہوں،" فوراً وہاں سے ہٹالی جائیں۔ ایسا اب ہوا یہ کہ جب ایک مرتبہ تگیہ اور اسپارٹا میں التوائے جنگ ہوئی تو ایک سربرآوردہ اسپارٹی مسمی لیخاس نے تگیہ کے ایک لہار کی زبانی یہ سنا کہ اُسے اپنے کھیت میں ایک تابوت دستیاب ہوا جو تقریباً نو گز طویل ہے۔ لیخاس یہ سنتے ہی تاڑ گیا کہ ہو نہ ہو یہ وہی تابوت ہے اس لیے کہ لہار کے اوزاروں ہی سے وہی آواز نکلتی ہے جس کا ذکر ہدایت الہامی میں تھا، چنانچہ اُس نے فوراً کھیت پر قبضہ کیا اور تابوت کو اپنے ساتھ اسپارٹا لیتے آیا۔ اس کے بعد ظاہر ہے کہ تگیہ کو اسپارٹا کے ہاتھوں زک پر زک پہنچنے لگی، اور تگیہ مغلوب تو نہ ہو سکا لیکن اسپارٹیوں نے اُسے اپنے ساتھ ایسا محالفہ کرنے پر مجبور کیا جس کی رو سے تگیائی ہمیشہ کے لیے اسپارٹا کے نہایت وفادار حلیف بن گئے۔ انھیں ہمیشہ میدان جنگ میں اسپارٹی فوج کے میسرے پر رہنے کی اجازت ملتی تھی اور وہ اس اعزاز پر فخر کیا کرتے تھے۔ تگیائیوں کی طرح دیگر آرکیڈیوں نے بھی اسپارٹا کے ساتھ باہم محالفہ کر لیا[۹]۔

اب اسپارٹا کے ان تعلقات کا، جو نشیبی الفیوس کے بلدیات کے ساتھ تھے، تذکرہ کرنا باقی ہے۔ یہاں پیزائیوں کے علاقے میں (جس کا غالباً کوئی خاص مرکز نہ تھا) ایک مقام پر اولمپیا کا میلا منعقد ہوا کرتا تھا۔ اس میلے کا تفصیل وار ذکر تو متعاقب کیا جائے گا، جہاں تک اس کی

[۹] اسپارٹا، تگیہ، اورس تیس کا قصہ ہیرڈوٹس ۱، ۶۶–۶۷ میں مذکور ہے۔

باب ۱۷

ابتدا کا تعلق ہے ہمیں کوئی معلومات حاصل نہیں۔ ہم سے یہ ضرور کہا گیا ہے کہ لیکر گوس اور ایفی توس ساکن ایلیس میں یہ قرارداد ہوئی تھی کہ اس میلے کے انعقاد کو ایک خاص معاہدے کے ذریعے سے محفوظ کر دیا جائے اور ایلیس کی اراضی ہمیشہ مامون و مصئون رہے۔ یہ آخری قرارداد نا قابل یقین معلوم ہوتی ہے، لیکن ساتھ ہی اغلب امر یہ ہے کہ نویں صدی ق م میں ایلیسیوں نے پیزائیوں پر اپنا اثر ضرور قائم کر لیا ہوگا۔ اولمپیا کے ہیرائیوم میں ایک تختی پر ایک نہایت قدیم نوشتہ تھا جس سے یہ استدلال کیا جاتا تھا کہ لیکر گوس (یعنی اسپارٹیوں) نے کسی زمانے میں ایلیسی معاملات میں مداخلت کی ہوگی، لیکن چونکہ اس تختی کی قدامت کی بابت کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکتی اس لئے لیکر گوس (یعنی اسپارٹیوں) کی مداخلت کا قصہ بھی ازبس مشتبہ ہے۔ بایں ہمہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آٹھویں صدی ق م میں اسپارٹیوں اور ایلیسیوں کے باہمی تعلقات دوستانہ ہوں گے اور اسپارٹی موخر الذکر کو اولمپیائی کھیلوں کے سربراہ کار سمجھتے ہوں گے۔ اب پیزائی اپنے فطری حقوق طلب کرنے کے لئے کسی موقع کی تاک میں بیٹھے تھے اور انھیں یہ موقع فئی دون کے عہد میں ہاتھ لگ گیا لیکن ان کی کامیابی محض چند روزہ تھی۔ ایلیسیوں کو میلے کی صدارت نویں اولمپیاد جیسے قدیم زمانے میں ملی تھی؛ چونتیسویں اولمپیاد (یعنی ۶۴۴ق م) میں پیزائی اپنا اقتدار از سر نو قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پنتالیوں کی سرکردگی میں جو بالآخر میلے کا صدر بنایا گیا، انھوں نے مسینیوں کو مدد دی۔ اس محاربے میں مسینیوں کی شکست کے ساتھ ہی پیزائیوں کو بھی نیچا دیکھنا پڑا۔ اڑتالیسویں اولمپیاد میں پنتالیون کے بیٹے دیموفون نے پھر آزادی کی کوشش کی، لیکن ایلیسی فوراً پیزا پر چڑھ دوڑے اور بغاوت کو فرو کر دیا۔ اس کے بعد ہم خاص طور پر دیموفون کے بھائی پرھوس کی بغاوت، دیس پونتیوم کی پیزائی ضلع میں مداخلت اور سکی لوس اور ماکیس توس کی ضلع تری فالیا میں دست اندازی کے حالات پڑھتے ہیں۔

باب ۱۷

لیکن اس موقع پر بھی پیزائیوں کو ہی شکست ملی اور وہیں پونیتوم کے بیشتر باشندے ایپی دامنوس اور اپولونیا بھاگ گئے جس سے ماکسِس توس اور سکی لوس کا ملک ایلیسیوں کے ہاتھ آیا۔ ان تمام اضلاع میں صرف لیپریوم ہی ایسا تھا جسے تھوڑی بہت آزادی حاصل رہی۔[۱۰]

پیلوپونیزی ریاستوں میں صرف شمالی علاقے کا ذکر باقی ہے، لیکن ان میں سے بحیثیت ایک ملک کے اکائیہ کا تاریخ یونان میں کوئی رتبہ نہیں ہے۔ یہ قوم سمندر اور پہاڑوں کے درمیانی علاقے میں سکونت پذیر تھی، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیدا کرنے میں کارساز فطرت کا مقتضا ہی یہ تھا کہ وہ ان اقوام کی طرف مطلق التفات نہ کر سکے جو پہاڑوں کے اُس پار رہتی تھیں؛ بلکہ بادِ موافق چلنے پر صرف ان ساحلوں کی طرف اپنی کشتیِ حیات کا بادبان موڑ دے جہاں اُسے اس مقام سے بہتر اپنی کارگزاری کا موقع ملتا ہو۔ پولی بیوس کا بیان ہے کہ ابتدا میں اس قوم پر بادشاہ حکمران تھے جنمیں سے پہلے کا نام تیسامینوس اور آخری کا نام گی گیس تھا۔[۱۱] اس کے بعد کسی زمانے میں

---

[۱۰] اسپارٹا، اولمپیا، پیزائیوں اور ایلیسیوں کے باہمی تعلقات کیلئے دیکھو اِ کرتیوس کا مضمون "اسپارٹا و اولمپیا" E.Curtius:Sparta and Olympia رسالہ ہرمیس Hermes ۱۴، ۱۳۹ وغیرہ، اور گ، بوسولٹ "تحقیقات تاریخ یونان" G. Busolt: Forshungen zur griechischen Geschichte جلد ۱، اور اُس کی کتاب "لکدمونیان" Lake daemonier جلد ۱۔ پیزائیوں کے کارہائے نمایاں کا ذکر پوسانیاس ۶، ۲۲، ۲ میں آتا ہے۔ مقابلہ کرو استرابو ۸، ۳۵۵۔ پولوس افریقی کا اقتباس، یوسے بیوس کے وقائع جلد ۱ صفحہ ۱۹۸ میں دیا ہوا ہے، لیکن شیونے Schoene اس سے اختلاف کرتا ہے۔ نیز مقابلہ کرو اُنگر Unger کا مضمون رسالہ فلولوگوس جلد ۲۸ ۱۸۶۹ میں۔

[۱۱] پولی بیوس ۲، ۴۱ کے افسانوں سے پتا چلتا ہے کہ تسامینوس اکائیہ زندہ نہیں آیا، اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ معلوم کرتے ہیں کہ علاوہ پولی بیوس کے کوئی اور مورخ گی گیس کی بابت

باب ۱۷

جس کا تعین نہیں کیا جا سکتا، ہر ایک بلدیہ بجائے خود بالکل آزاد ہو گیا، اور یہ قاعدہ مقرر ہو گیا کہ اگر کوئی معاملہ ایسا ہو جس کا متعدد بلدیوں سے تعلق ہو تو اُس پر ائی گیوم والے زیوس اماریوس کے بت خانے میں مباحثہ ہو کر تصفیہ ہوا کرے۔ اکائیہ میں بارہ شہر تھے: یعنی ساحل پر مغرب سے مشرق کی طرف اوی نوس، پاترائے، ائی گیوم، ہیلیکے، آئی گائے اور آئی گیرا؛ ساحل کے قریب دیمے، رھی پیس، بورا اور پیلینے؛ اور ساحل سے کچھ فاصلے پر فارائے اور تری تائیا۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اکائیائیوں نے یونان کے لیے بہت کچھ کیا۔ لیکن ان کا ید ان عمل پیلوپونیز کے بجائے ان نوآبادیوں میں تھا جو انھوں نے نشیبی اٹلی میں قائم کر لی تھیں۔

اب صرف ان ریاستوں کا ذکر باقی ہے جو اکائیہ سے مشرق کی طرف واقع تھیں اور جن میں سے تین خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں یعنی سکیون، کورنتھ اور میگارا؛ ان کا بیان اس وقت کیا جائیگا جب ہمارا سلسلۂ کلام اُس زمانے کے حالات تک پہنچ جائے گا جبکہ خود سر

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالتا، و نیز یہ دیکھتے ہیں کہ (استرابو ۳۸۴ کا اتباع کرتے ہوئے) چونکہ اس کا نام زاید از ضرورت لدوی الاصل معلوم ہوتا ہے اس وجہ سے "وگی گیس" کی جگہ بعض مورخ "اوگی گیس" پڑھتے ہیں اور اس "اوگی گیس" کی بابت بھی ہمیں مطلق کوئی معلومات نہیں، تو پھر گو اس حصۂ تاریخ یونان کا ماخذ پولی بیوس ہی کیوں نہ ہو، ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس دور کی دیگر روایات کی طرح یہ حصہ بھی نہایت مشتبہ ہے۔ ہیروڈوٹس (۱، ۱۴۵) بارہ شہروں کے نام شمار کرتا ہے۔ اماریوس کے لیے (جسے اکثر ہوماریوس کے نام سے پکارا جاتا ہے) فوکارٹ کا مضمون "جریدۂ آثاریات" Foucart: Rev. Arch. سنہ ۱۸۷۶ء صفحہ ۹۶ دیکھا جائے۔

حکمرانوں کے ماتحت ان ممالک کو انتہائی عروج حاصل ہو گیا:

قبل اس کے کہ ہم اس عہد کے واقعات سمجھائیں ہم یونان کے اُس حصے کا ذکر کریں گے جہاں ڈوریائی قوم آباد نہ تھی، اور ان ادارات کا بھی جستہ جستہ بیان کریں گے جو یونانی قوم کے اتحاد کا باعث ہوئے:

باب سیزدہم

شمالی یونانی مملکتیں، خصوصاً تھسلی اور بیوتیہ؛

ہسیود

ہمارا یہ ارادہ نہیں ہے کہ یہاں ان ممالک کا بیان کریں جو تھسلی کے شمال میں واقع تھے اس لئے کہ زمانۂ ما بعد تک وہ تاریخ یونان کے لیئے کچھ زیادہ اہم ثابت نہیں ہوئے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ بعید زمانے میں بھی ان کے باشندے بربریت لیئے ہوئے ہوں گے اسلیئے کہ ان کے قدیم سکوں پر، جو ہم تک پہنچے ہیں، یونانی حروف کندہ ہیں۔ یہ سکے صرف مقدونیہ سے ہی نہیں بلکہ تھریسی قبیلوں مثلاً بسالتائے ایدونیئس اور سکی ای کے بھی ہیں، اور موخرالذکر قبیلے کا تو نام تک اس پر کندہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان سب کا یہ خیال تھا کہ انمیں اور یونانیوں میں کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہوگا۔ ظاہر ہے کہ منجملہ دیگر اثرات کے ان اقوام پر ساحلی یونانی بلدیات کا بھی اثر پڑا ہوگا۔ بہر نہج اس عہد میں جس کا اس وقت ذکر کیا جارہا ہے، شمالی ممالک میں سے صرف تھسلی ہی کو تھوڑی بہت وقعت حاصل تھی:

فی الجملہ تھسلی کو دریائے پے نیوس کی وادی کہنا بیجا نہ ہوگا اس لیئے کہ یہ دریا خوبصورت اور تنگ وادی تیمپے میں ہو کر سمندر کی جانب بہتا ہے اور اس کی وجہ سے تمام ملک گویا ایک عظیم الشان طاس بن گیا ہے جس کا نکاس صرف ایک طرف کو ہے اور جس کے ہر چہار طرف

نہایت بلند دیواریں حائل ہیں۔ چونکہ بعض زنجیرے اس میں ہو کر بھی گزرتے ہیں اس لیئے یہ ملک متعدد قدرتی حصوں میں منقسم ہو گیا ہے۔ اس کے مغرب میں کوہ پینڈوس، اور مشرق میں اولمپوس، اوسا اور پے لیون پہاڑ واقع ہیں اور ایک تیسرا زنجیرہ جس کو دریائے پے نیوس کاٹتا ہے اسی دریا کے متوازی شمال سے جنوب کی طرف کو جاتا ہے؛ لیکن یہ اس قدر بلند نہیں ہے جتنے مشرقی اور مغربی زنجیرے۔ اس کے مغرب میں بالائی تھسالوی میدان ہے جس کے دو حصے ہیں؛ شمالی حصے کو تو دریائے پے نیوس سیراب کرتا ہے اور جنوبی حصے میں ہو کر اس کے بڑے بڑے معاون دریا بہتے ہیں جن میں سب سے ممتاز اینی پیوس ہے۔ ابتدائی زمانے سے ہی تھسلی کے چار حصے سمجھے جاتے تھے یعنی ہستیائیوس، تھسالیوتس، پیلاسگیوتس اور فتیوتس، جن میں زمانۂ مابعد میں ایک اور حصے یعنی مگنیتی ملک کا اضافہ ہوا۔ منجملہ ان کے ہستیائیوتس اور ہمسایہ پہاڑوں سے تو دریائے پے نیوس نکلتا ہے، تھسالیوتس اینی پیوس اور دوسرے دریاؤں کا ضلع ہے جو جنوب سے نکل کر دریائے پے نیوس میں کو بہتے ہیں، فتیوتس میں پہاڑی علاقہ (اوتھریس) اور تھسالیوتس کے جنوبی ساحلی علاقے شامل ہیں؛ اور پیلاس گیوتس میں نشیبی پے نیوس کے میدان میں پائے جاتے ہیں جو وسطی زنجیرے کے مشرق میں واقع ہیں اور بوبے ائس جھیل کی چاروں طرف کا علاقہ بھی اسی میں شامل ہے۔ رہی مگنیتی قوم، سو وہ پے لیون اور اوسا کے علاقے میں رہتی تھی۔ ہستیائیوتس کے اہم ترین مقامات گومفے، اِتھومے، تریکا تھے (جن میں سے موخر الذکر میں اسکلے پیوس کا بیت خانہ واقع تھا)؛ اسی طرح تھسالیوتس کے بڑے بڑے شہر آرنے (کئے ریوم) اور فارسالوس، اور پیلاس گیوتس کے لارِسا کرانون، فے راے اور پگاسائے ہیں۔ واضح ہو کہ فتیوتس اور مگنیتستان میں کوئی باوقعت شہر نہ تھا؛

تھسلی کی ابتدائی تاریخ کی بابت ہمیں بہت ہی کم واقفیت ہے۔

باب۱۸

ظاہر ہے کہ اس قوم کے ابوالآبا کا نام ”تھسالوس“ ہی بیان کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد الیوآس تخت پر بیٹھا۔ اس کی یہ خواہش تھی کہ اس کا ایک بیٹا پرھوس محروم الارث قرار دیا جائے اور جانشین کے انتخاب کا کام قسمت کے سپرد کیا گیا۔ چونکہ الیوآس پرھوس کو انتخاب کا موقع ہی نہیں دینا چاہتا تھا اس لیئے اُس نے اس نام کا کوئی پرچہ قرعے کے کلسے میں نہیں ڈالا، لیکن الیوآس کے بھائی نے پرھوس کے نام کا پرچہ ڈال دیا اور قسمت نے اسی کو نکال کر اُسے الیوآس کا وارث قرار دیا۔ یہ امر نہایت درجہ مشتبہ ہے کہ آیا جس مرکزی حکومت کا تذکرہ اس قصے میں مضمر ہے ویسی حکومت کبھی تھسلی میں تھی بھی یا نہیں، اس لیے کہ تاریخی زمانے میں ہم یہاں چند اعیانی حکومتوں سے دوچار ہوتے ہیں جن کے ذی اقتدار طبقے سب کے سب ہم نسل تھے، اور جب کبھی کوئی جنگ یا کوئی اور قومی ضرورت پیش آتی تو اُس کی صدارت ایک عہدہ دار مسمی ”تاگوس“ کے سپرد کر دی جاتی تھی۔ ہمیں علم ہے کہ ۰۰۴ ق م تک یہ عہدہ دار صرف خاندان الیوآدائے میں سے منتخب ہوتا تھا اور یہ وہ خاندان تھا جو تھسلی کے اہم ترین شہروں یعنی فارسالوس اور لارسا میں ذی اقتدار تھا۔[1]

[1] الیوآس وغیرہ کے لیئے Plut.de am Frat. دیکھو الیوآسیوں پر وِسٹر مان کا نہایت بسیط مضمون جو پاؤلی کے مجموعے جلد ۱، ۱ (۲) میں چھپا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ الیوآسیوں نے تمام تھسلی پر کسی زمانے میں حکومت کی تھی، اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ مابعد میں اس خاندان کے بعض افراد کے حوصلے اور آرزوئیں شاید بڑھی ہوئی ہونگی۔

بعض مخصوص حالات کے لیئے ارسطا طالیس: ”سیاسیات“، ۲، ۶، ۲؛ ۲، ۱۱، ۷؛ طوسی ویدش ۲، ۱۰۱؛ ۴، ۷۸؛ زینوفون: ”ہیلے نیکا“ ۶، ۱۸؛ پولی بیوس ۳۰، ۱۸؛ اشترابو ۴۳۰۔

فیتوتس کے رتبے کیلیئے ہیروڈوٹس ۷، ۳، ۱۹۶، ۱۹۸؛ زینوفون: ”ہیلے نیکا“ ۶، ۱، ۹۔

کثیر التعداد سواروں کیلیئے زینوفون: ”ہیلے نیکا“ ۶، ۱، ۷۔

باب ۱۸

تھسالویوں نے ملک کے بیشتر حصے کو آپس میں تقسیم کرکے ان مفتوح اقوام کو جو ملک میں رہ گئے تھے، غلام بنا لیا؛ انھیں پینیستائے کہتے تھے اور اُن کی حیثیت وہی تھی جو لکدمونی ہیلوتوں کی تھی۔ انھوں نے اپنی آزادی کو از سرِ نو حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ یہ کوشش سب سے پہلے اُس وقت کی گئی جب تھسالوی فیتوتس سے اکائیائیوں مگنیتیس اور پرھےبی سے لڑ رہے تھے، اور آخر کار فریقین میں گفت و شنید سے شکل نکل آئی جس کی رو سے اُنھیں پینیستائے نہیں بنایا گیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فتیوتی، مگنیتیس اور پرھےبی تینوں قبیلے انجمن ہمسایگاں (" امفک تیونی لیگ ") کے رکن تھے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھیں تھوڑی بہت آزادی ضرور حاصل ہو گی۔ تھسالویوں نے پہاڑی علاقہ ملک کے اصلی باشندوں کے لیے چھوڑ کر زرخیز میدان اپنے لیے مخصوص کر لیا جہاں انھوں نے گھوڑوں کی پرورش اور اُن کی افزائش نسل کے ذریعے سے بہت کچھ مال پیدا کر لیا۔ تھسلی کے اعیان و کبار کی بہادری اور خاطر و مدارات ضرب المثل تھیں، اور موقع آنے پر وہ سیکڑوں سواروں کو لیکر خود میدانِ جنگ میں کود پڑنے سے گریز نہ کرتے تھے۔ لیکن محاسن کے ساتھ ان میں امرا کے شالب بھی موجود تھے اور وہ شراب خواری، قمار بازی اور باہمی خانہ جنگی کی وجہ بھی شہرۂ آفاق تھے۔ غرض یہ کہ اُن کی زندگی یورپ کے ازمنۂ وسطیٰ کے امراو اعیان کی زندگی کے مماثل تھی۔

تھسلی سے وسطی یونان کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے ہمیں پہلے تو وہ قومیں ملیں گی جنھوں نے تھسالویوں سے محالفہ کر لیا تھا، یعنی کوہ پنڈوس کے جنوبی ڈھال اور اوتھریس کی مغربی سمت میں دولوپی جو تھسلی اور اپیائروس کے درمیان میں حائل تھے؛ اینیانی یا اینیائی جن کا مستقر ہی پاتا تھا اور جو دریائے سپرخوس کی وادی میں کوہ او تھریس اور کوہ ایتا کے درمیانی علاقے میں رہتے تھے؛ اور مالسی جو دریائے سپرخوس کے دہانے اور ایتا کے مشرقی نشیب پر درۂ تھرموپلی کے چاروں طرف

باب ۱۸

آباد تھے۔ ان میں سے کسی قبیلے کی بہت زیادہ اہمیت نہ تھی اور یہی اُن قوموں کی حالت تھی جنھیں لوکریسی کہتے تھے اور جو کوہ ایتا کے جنوب کی طرف اندرون ملک میں اور خلیج مالس سے آبنائے یوبیہ کے شمالی حصے تک ساحل یونان پر آباد تھے۔ ان لوکریسیوں کی دو شاخیں تھیں؛ ایک تو وہ جن کا نام کینیمس پہاڑ کی وجہ سے ایپکینیمیدی پڑ گیا تھا، اور دوسرے وہ جو شہر اوپس کی وجہ سے اوپنٹی ای کہلائے جاتے تھے۔ واضح ہو کہ ان دونوں علاقوں کے درمیان فوکس کی وہ اراضی حائل تھی جس میں بندرگاہ دافنوس واقع تھا، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملک فوکس ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک یعنی آبنائے یوبیہ سے خلیج کورنتھ تک برابر چلا گیا تھا؛ اس کے جنوبی حصے میں کوہ پارناسوس اور ڈلیفی کا ضلع شامل تھا، لیکن موخر الذکر ضلع کی سیاسی تنظیم اس سے جداگانہ تھی، اور خود فوکس بھی ایسی متعدد جمہوریتوں میں منقسم تھا جن کا مرکز فوکیوم، دولس اور پانوپیس کے مغرب میں ڈلیفی کی سڑک پر واقع تھا۔ اس قطعے کا بہترین حصہ وادی کیفی سوس تھا جس میں فوکس کے مشہور ترین شہر پھیلے ہوئے تھے؛ اور چونکہ ان سے چل کر شہر ایلاتیا میں ہو کر وہ سڑک گزرتی تھی جو تھرموپلی کو وسطی یونان سے ملاتی تھی اسلیئے اس شہر کی ایک خاص حیثیت تھی۔ وادی کیفی سوس کے بالائی حصے میں ملک ڈورس واقع تھا جو نہ بڑا تھا اور نہ اس قدر زرخیز، بلکہ محض فاتحان پیلوپونیز کا جنم بھوم ہونے کی وجہ سے وہ نہایت باوقعت شمار کیا جاتا تھا۔ قدیم زمانے میں اس حصۂ ملک پر دریوپیوں کی عملداری تھی، لیکن جب دوریانیوں نے اس پر حملہ کیا تو انھوں نے اُسے خیرباد کہہ کر یوبیہ میں ستیرا اور کاریستوس، جزیرۂ کنیتھوس اور آرگولس میں ہرمیونے اور اازینے پر قبضہ کرلیا۔ اگر ہم نقشہ اپنے سامنے رکھ کر ان مقامات پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ دریوپی خلیج مالس سے چل کر اقلیمی اراضی کو چھوڑتے ہوئے براعظم کے بالکل کونوں پر اور جزائر میں جاکر آباد ہوگئے۔ ڈورس کے جنوب میں

باب ۸

اوزولی لوکریوں کا ملک پڑتا ہے جو شمال کی جانب نہایت تنگ ہے، لیکن جنوب کی طرف ذرا وسیع ہو کر خلیج کورنتھ کے کنارے کا ایک اہم حصہ اپنے میں شامل کرتا ہوا نئوپاکتوس تک پھیل جاتا ہے۔ اس ضلع میں سب سے ذی حیثیت شہر امفیسا تھا جو اندرون ملک میں واقع تھا۔ اوزولی لوکریوں سے بجانب غرب ایتولی آباد تھے جنکا ملک ایپائیرس کی سرحد سے لے کر بحیرۂ الیونیہ تک برابر چلا گیا تھا۔ یونانی افسانوں میں ایتولیہ کے بلدیات پلیورون اور کالیدون کا ذکر بھی پڑھنے میں آتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاریخ یونان کے آخری عہد تک، جب ایتولیوں کو زمانے کے حالات میں ایک نہایت نمایاں کام کرنا پڑا، وہ صدیوں تک کم بیش ایک وحشیانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ ایتولیہ کے مشہور و معروف شہر ساحل کے قریب آباد تھے لیکن جو شہر بالآخر ملک کا مستقر بن گیا؛ یعنی تھرمون، وہ اندرون ملک میں تھا۔ دریائے آخے لاؤس کے مغرب میں آخری یونانی ملک یعنی اکارنانیہ ملیگا جو تہذیب و تمدن میں ایتولیہ کے بالکل دوش بدوش تھا۔

مغرب کا حال بیان کرنے کے بعد مشرقی دیار یونان کا ذکر کرنا باقی ہے؛ اور ان میں سب سے پہلے جس ملک کا تذکرہ مناسب ہے وہ بیوتیہ ہے جو دوریائی حملے سے پیشتر یونانی تمدن کا ایک عظیم الشان مرکز تھا اور گو اسے مطعون کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی۔ بااینہمہ اسے یونانی تمدن کا مستقر ہونے کا ہمیشہ فخر حاصل رہا۔

بیوتیہ کے دو حصے ہیں جو دوسرے سے بہت کچھ متغائر ہیں؛ شمالی حصے کا مرکز تو کوپائس جھیل اور وہ ندیاں جو اسے سیراب کرتی ہیں جنمیں سب سے بڑی ندی کیفی سوش ہے۔ اس کے اور پہاڑوں کے مابین ضلع یوری پوس اور جنوبی بیوتیہ حایل ہیں اور مغرب میں یہ کوہ ہیلی کون سے محدود ہے۔ جنوبی بیوتیہ کا ڈھلاؤ دونوں سمندروں کی جانب ہے اور اس کی اور اٹیکا ئی و میگاریسی سرحد پر کوہ کیتھے رون واقع ہے۔ شمالی بیوتیہ کا

باب۱۵ کوپئی اور شہر اورخومینوس کی برابری کی جرأت نہ کرسکتا تھا، اور گو ملک کے دونوں حصوں کی عین حد فاصل پر یہی شہر تھبز آباد تھا لیکن چونکہ اس کی ندیاں شمال کی طرف کو بہتی تھیں اس لیئے یہی کہنا مناسب ہے کہ یہ بھی شمالی علاقے کا ہی حصہ تھا۔ درانحالیکہ شمالی بیوتیہ جانے کے لیئے صرف ایک ہی راستہ ہے یعنی لیوبیہ کی طرف سے آبنائے خالکس ہو کر جاتا ہے۔ جنوبی بیوتیہ کے تعلقات بیرونی دنیا سے بہ نسبت شمالی بیوتیہ کے بہت زیادہ تھے اس لیئے کہ ایک تو اس کے دونوں طرف سمندر تھا اور دوسرے اٹیکا کا بھی قرب تھا۔ واضح ہو کہ اسمائے "بیوتیہ" اور "یوبیہ" کا ماخذ ایک ہی ہے:۔

بیوتیہ کے فاتح شمال کی طرف سے غالباً وادئ کیفی سوس ہیں ہو کر آئے ہوں گے، اور اغلب امر یہ ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے شہر خئیرونیہ پر قبضہ کیا ہوگا۔ اس کے بعد غالباً اورخومینوس کو اپنے بائیں ہاتھ پر چھوڑتے ہوئے وہ کوپائس جھیل کے جنوب سے مشرق کی طرف چلے گئے ہوں گے، اور کورونیہ کے قریب، جسکے نزدیک ہی تھسالوی اتھینے ایتونیہ کا بت خانہ تھا، تھبز پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا ہوگا۔ بہر حال ہم اس امر سے پورے طور پر واقف ہیں کہ یہاں سے انھوں نے آگے بڑھ کر کوہ کیتھے رون تک تمام ملک پر قبضہ کر لیا۔ افسانوں کے بموجب کسی زمانے میں متحد بیوتی قوم کی حکومت بادشاہوں کے سپرد تھی؛ اور بیان کیا جاتا ہے کہ انھیں اوفلتاس تھسلی سے بیوتیہ لے گیا تھا، ساتھ ہی ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ اس اوفلتاس کا بیٹا داماسیخ تھون تھبز کے تخت پر بیٹھا۔ ان افسانوں سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ تھبز دوسری پشت تک فتح نہ ہوسکا تھا؛ اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسی داماسیخ تھون کے بیٹے زانتھوس نے اٹیکا پر چڑھائی کی، تو ہم فوراً یہ استدلال کرتے ہیں کہ انھوں نے فتح کی تیسری پشت میں مشرق کی طرف اپنے قدم بڑھائے ہوں گے۔ چونکہ اورخومینوس غالباً کم و بیش آزاد رہا اس لیئے اس کی فتح کا زمانہ ہماری حدود سے باہر ہے

باب ۱۸

جب فاتحوں نے ایک سے زیادہ بلدیات پر قبضہ کر لیا تو ملک کا رہا سہا اتفاق بھی خاک میں مل گیا؛ لیکن تھبز ہمیشہ سیادت و قیادت کا دعوید ار رہا، بلکہ اُس کا یہ قول بھی تھا کہ دوسرے بیوتی شہروں اور خود پلاٹیہ کی بنیاد بھی اسی کے مستعمرین نے ڈالی ہے[۲] ؛۔

زمانۂ مابعد میں بیوتیہ کی تنظیم ایک نظام وفاقیہ کی سی تھی جس کی جماعت کارکن میں شہر تھبز کی جانب سے دو اور باقی بلدیات کی طرف سے ایک ایک بیوتارخ نشست کرتے تھے۔ ان شہروں میں اہم ترین بلدیات جنوب میں تناگرا، پلاٹیہ اور تھسپی اے؛ وسط میں ہیلیارتوس، کوروینیہ، لبادیا اور خلیئر ونیہ تھے؛ اور شمال اور خومینوس یا ارخومینوس علاوہ تھبز کے باقی تمام بلدیات سے افضل سمجھا جاتا تھا۔ سکوں کے مطالعے سے ابتدائی بیوتی تاریخ پر نہایت خوش آیند روشنی پڑتی ہے[۳]۔ اور یہ امر پایۂ یقین کو پہنچ گیا ہے کہ اولین بیوتی سکے جو غالباً ساتویں صدی ق م کے ہیں، اور خومینوس کے "دو ادبولی"، ہیں جو ائی گینا کے سکوں کے تقریباً مشابہ ہیں اور بعض سکے تو اُن کے بالکل ہی ہمشکل ہیں یہاں تک کہ ان پر جو اور خومینوس کا مخصوص نشان یعنی جو کی بال بنی ہوئی ہے اسے کچھ اس طرح پر کندہ کیا ہے کہ اس کی شکل ائی گینا کے کچھوے کی سی ہو گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت دوسرے بیوتی شہروں کے دیگر ممالک سے

[۲] بیوتیہ کی ابتدائی تاریخ کے لئے ڈنکر ۵، ۲۲۲، جو مفصلۂ ذیل تواریخ کا اتباع کرتا ہے؛ پوسانیاس ۹، ۱، ۲؛ پلوطارک: "کیمون" ۱؛ پاولی کا مجموعہ ۱، ۲ (۲۰)۔
تھبز کے دعادی کے لئے طوسی دیدش ۳، ۶۱، ۶۶ ۔ آرکیڈیا، تھسلی اور اکائیہ کے بادشاہوں کی طرح اکائیہ کے حکمرانوں کا ذکر بھی مشتبہ ہے ؛۔

[۳] بارکلے و، ہیڈ: "بیوتی سکوں کا سنوی تسلسل" Barclay V. Head: On the Chronologircal Sequence of the coins of Boeotia لندن ۱۸۸۱ء "جریدہ مسکوکیات"، Num. Chronicle سلسلہ ۳، جلد ۱ ؛

باب ۸ اورخومینوس کے تعلقات زیادہ دیرینہ تھے، اور اس کے اور ائی گینا کے باہمی تجارتی لین دین کی تصدیق اس روایت سے ہوتی ہے جس کے مطابق اورخومینوس کو قدیم کالوری لیگ کا ایک رکن بیان کیا جاتا ہے۔ ان اورخومینوسی سکوں کے ساتھ ساتھ کچھ تھوڑے زمانے کے بعد بیوتی وفاقیہ کے سکے بننے لگے، ان میں سے بعض ہم تک پہنچے ہیں؛ اور ان پر جو ڈھال بنی ہے اس سے تو بیوتیہ مراد ہے اور حروف کسی نہ کسی شہر مثلاً تھبز، ہالیارتوس یا تناگرا کے ابتدائی حروف ہیں:

بیوتیہ کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ اس ملک میں اس نظم کو عام مقبولیت کا درجہ حاصل ہوا جس کی بنیاد ایشیائے کوچک میں رکھی گئی تھی، گو اس میں بھی شک نہیں کہ یہاں آکر اس کے انداز میں ذرا تبدیلی ہو گئی۔ ہسیود ساکن اشکرا بیوتیہ کا ہی رہنے والا تھا اور اسے جو شہرت حاصل ہوئی جو شاید ہومر کی شہرت سے کچھ ہی کم ہو گی۔ اس کے اشعار پر قدیم وثنیاتی شاعری گویا ختم ہو جاتی ہے اور اس کے زمانے کی زندگی اور ماحول کا ایک مرقع ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ اس کا خاندان دراصل کیمے واقع ایشیائے کوچک سے آیا تھا جہاں اس کا باپ صاحب جائداد تھا۔ باپ کے مرنے پر ہسیود اور اس کا بھائی پرسیس وارث ٹھہرے، لیکن بے انصاف عادتوں کی مدد سے پرسیس نے ہسیود کو نقصان پہنچا کر خود جائداد پر قبضہ کر لیا۔ اس کی موت کا یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ اسے لوکریسی بلدیہ مئو پاکتوس میں کسی نے قتل کر کے سمندر میں پھینک دیا لیکن مچھلیاں اس کی نعش کو کنارے پر لے آئیں۔ متقدمین نے جن اشعار کو ہسیود کی طرف منسوب کیا ہے ان میں سے صرف چند ہی ہم تک پہنچے ہیں، اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جن اشعار کے سرنامے پر اس کا نام لکھا ہو وہ یقیناً اسی کے ہوں گے۔ اپنی نظم "اعمال و ایام" میں وہ انسانی زندگی کی بابت اپنی رائے ظاہر کرتا ہے اور دو قصوں یعنی "صندوق پانڈورہ" اور "چہار ازمنہ عالم" کو بیان کرتے ہوئے (جو قصص قدیمہ میں مشہور و معروف ہونے کی وجہ سے ممتاز ہیں) وہ جہاز رانی

باب ۱۸

اور کشتکاری کے قواعد سے ہمیں مستفید کرتا ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ اُس نے ان دونوں پیشوں کا باہمی تعلق دکھایا ہے اور یہ فرض کر لیا ہے کہ جو شخص موسم بہار کی ابتدا تک زمین جوتیگا وہ بالالتزام اس کے بعد کے مہینوں میں تجارتی سفر کر کے ضرور بالضرور دولت کمائیگا، جس سے زرعی اور خوینوس اور جزائر ائی گینا و کالوریا کا باہمی تعلق معلوم ہوتا ہے۔ ایک اور نظم جو ہسیود کی طرف منسوب کی جاتی ہے "آفرینش الٰہہ" ہے جسمیں پیدائش عالم کے مسائل و رموز حل کرنے اور بڑے بڑے معبودوں کا باہمی تعلق دکھانے کی کوشش کی گئی ہے اور الٰہیات عمومی اور انفرادی استدلال کا گویا ایک مرکب تیار کیا ہے۔ ایک تیسری نظم جو اُسی کی بتائی جاتی ہے وہ "سپر ہرقل" ہے لیکن وہ اس قدر باوقعت نہیں ہے۔ لیکن اس سے زیادہ اہم یہ امر ہے کہ متقدمین چند اور نظموں کو اس کی جانب منسوب کرتے تھے جن میں سورماؤں کے قصے خصوصًا چند خاص خاص عورتوں اور ایویائے کی فہرست تھی اور ان فہرستوں کی ابتدا میں اُن عورتوں کا نام رکھا گیا تھا جن کے بچے معبودوں سے پیدا ہو کر اپنی زندگی میں مشہور و معروف ہوئے۔ یہی پروم تھیوس اور پیرہا، ہیلن اور اولاد ہیلن یعنی دوروس، ایولوس اور زوتھوس کے (جنکے بیٹوں کا نام اخائیوس اور ایون تھے) قصوں کی ابتدا تھی، جو زمانۂ مابعد میں اس قدر زباں زد عام ہو گئے۔

بعض متقدمین کا خیال تھا کہ ہومر اور ہسیود ہی سے یونانی دیوتاؤں کی ابتدا ہوئی ہے؛ یہ صرف اس حد تک درست ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کے سامنے سب سے پہلے انفرادی معبودوں کا مرقع پیش کیا اور اس رشتے کو ظاہر کیا جو اُن کے نزدیک اُن معبودوں کا آپس میں اور انسانوں کے ساتھ تھا۔ ہومر نے ان کا باہمی تعلق دکھایا اور یونانیوں کی نظر میں زیوس کی بجنسہ وہی تصویر تھی جو ہومر نے اپنی قابل یادگار نظموں میں تیار کر دی تھی۔ لیکن جب لوگ انھیں قابل لمس ہستیاں تصور کرنے لگے تو ان کی یہ خواہش ہوئی کہ اُنکے شجروں اور نسب ناموں سے بھی واقفیت حاصل کریں، اور اس خواہش کو

باب۱۵ ہسیود نے پورا کر کے گویا ہومر کی ایجاد کردہ معبودان کو ایک حکمتی جامہ پہنا دیا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہومر اور ہسیود نے محض فروعات مذہب مہیا کئے؛ اور حق یہ ہے کہ یونانی مذہب کی تخلیق کے ذمہ دار شعرا نہیں ہیں بلکہ یہ مذہب در اصل اسی قوم کی جبلت اور خصلت کا ایک جزو تھا جس میں شعرا نے کچھ زیادہ تبدیلی نہیں کی۔ یونانی مذہب میں پہلے ہی سے انسانوں کو الوہی جامہ پہنانے کا مواد موجود تھا اور ہومر اور ہسیود نے یعنی ان تمام شعرا نے جن کی نظمیں اُن دو شاعروں کی طرف منسوب کی جاتی تھیں، صرف یہی کیا کہ اِن کیفیات کو جو پہلے ہی سے قوم کی جبلت وفطرت میں موجود تھیں، ترقی دے کر انھیں چلتی پھرتی ہنستی بولتی شخصیتوں کے سانچے میں ڈھلا دیا۔

باب نوزدہم

یونانیوں کا رشتۂ ارتباط باہمی۔

اِمفک تیونیز، فالگاہیں، کھیل۔

ہسیود پہلا شخص ہے جس نے اپنی قوم کے جملہ افراد کے ہم نسل ہونے کا اعلان کیا۔ اس نے اتحاد نسلی کا یہ نظریہ اپنے دل سے نہیں گھڑا ہوگا بلکہ امر واقعہ یہ ہوگا کہ اس نے عوام الناس کے حسیات اور خیالات کو الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر نظم کے پیرایے میں بیان کیا ہوگا، لیکن اسمیں شبہہ نہیں کہ اس کے بعد عامۃ القوم کا مجموعی نام ہیلےنیس پڑ گیا۔ جن مدارج کو عبور کر کے یہ نام تمام یونانی قوم پر حاوی ہو گیا ان کا محض اندازہ ہی ممکن ہے۔ ہومری تصانیف[1] میں ہیلاس کو اکی لیس کا وطن بتایا گیا ہے اور ہیلےنیس سے وہ قوم مراد لی گئی ہے جو فیتوتس میں رہتی تھی اور جو اکی لئیس کے پیرو تھی۔ اس کے بعد ہم ایک اور قوم یعنی سیلوئی یا ہیلوئی سے دوچار ہوتے ہیں جو دودونا کے چاروں طرف آباد تھی اور جسے ارسطاطالیس کے بیان کے بموجب[2] پہلے تو گری کوئی کہتے تھے لیکن بعد میں ان کا نام ہیلےنیس پڑ گیا۔ ہم پڑھتے ہیں کہ اکی لیس دودونا کے زیوس کے سامنے دست دعا بلند کرتا ہے؛ لیکن محض اس واقعے سے ہم سنوی اعتبار سے ذرا پیچھے کی طرف ہٹ جاتے ہیں۔ بہرحال ہمیں اس بات کا مطلق

[1] ہومر: الیاڈ، ۱۶، ۵۹۴؛ ۲/ ۶۸۳؛

[2] گری کوئی اور ہیلےنیس: ارسطاطالیس "مابعد الطبیعات" ۱/ ۳۹۳۔

باب ۱۹ علم نہیں کہ اکی لیس کی قوم کا نام تمام یونان پر کس طرح حاوی ہوگیا، اور نہیں یہ خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ طوسی دیدش اس قول سے کہ ہیلین اور اس کے بیٹے فیتوتس میں اس قدر طاقتور ہو گئے کہ ہر قوم نے اُن سے محالفے کی خواہش ظاہر کی جس کی وجہ سے دیگر اقوام یونان کا لقب بھی رفتہ رفتہ ہیلے نیس ہی ہوگیا، در اصل اس کی طبع آزمائی اور جدت طرازی ظاہر ہوتی ہے اور اس سے کسی خاص تاریخی واقعے کا ثبوت بہم نہیں پہنچتا[31] ہومری تصانیف میں قدیم یونانیوں کو اکائیائی کے نام سے پکارا گیا ہے، پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان کا نام ہیلے نیس کیسے پڑ گیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ نسب ناموں کو سب سے پہلے ہسیود ہی نے منتظم کیا تھا، اور یہ بہت سی تبدیلیوں کے بعد مقبول عوام ہوئے تھے۔ ان نسب ناموں میں امفکٹیون کو ہیلین کا بھائی بتایا گیا ہے، جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یونانی امفکٹیونی لیگ (مجلس ہمسائیگاں) اور ہیلے نیس کے نام کے مابین نہایت قریبی ارتباط و تعلق تصور کرتے تھے۔ اگر ہم یہ فرض کریں کہ منجملہ ان اقوام کے جو ابتداءً اس انجمن میں شریک تھیں، فیتوتی اکائیائی تو وسط ملک میں رہتے تھے اور جہاں تک ہماری معلومات کی دست رس ہے، انھیں اولین زمانے میں ہیلے نیس کہتے تھے، تو پھر یہ ایک فطری امر ہے کہ چونکہ فیتوتیوں کو ایک خاص قسم کی فوقیت حاصل تھی اس لیئے اس انجمن کے باقی ماندہ اراکین اپنے آپ کو ہیلے نیس کے نام سے مخاطب کرنا پسند کرتے ہوں گے۔ حتیٰ کہ یہ مشترک نام دوریانیوں کے ذریعے سے پیلوپونیز میں شائع ہوا، اور جب یونانیوں نے سرزمین ایشیا پر اپنی نوآبادیاں قائم کیں تو وہاں یہ پہلے سے بہت زیادہ عام ہوگیا، نیز چونکہ ہیلے نیس اور ایشیائیوں کے مابین ایک خاص قسم کا تخالف پایا جاتا تھا اسلیئے اُسے یہاں عام طور پر اختیار کر لیا گیا÷

ہیروڈوٹس کے نزدیک یونانیوں کی باہمی عزیز داری یا سبب کا

[31] ہیلے نیس کے نام کے پھیلنے کے لیئے طوسی دیدش ۱/ ۳ ÷

باب ۱۹

یک جدی ہونا، مشترک مذہب اور زبان، اور ایک ہی طرح کے رسم و رواج اور عادات و اطوار، یہی وہ تمام امور ہیں جو یونانیوں میں مشترکاً پائے جاتے ہیں اور جن کی وجہ سے بالآخر وہ ایک متحد قوم بن گئے۔ اگر ہم ان کے یکجدی ہونے کے مفروضے پر نظر ڈالیں تو ہم اپنے اس خیال کے اظہار کرنے پر مجبور ہوں گے کہ متقدمین کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی وسیلہ نہ تھا کہ تمام یونانی ایک ہی مورث اعلیٰ کی اولاد سے ہیں، لہٰذا اگر وحدت نسلی کے لغوی معنے لیئے جائیں تو اُس کی حیثیت محض ایک مفروضے سے زیادہ نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں خود متقدمین بھی صرف دوریائیوں، ایونیائیوں، اکائیائیوں اور ایولیائیوں ہی کو یک جدی بتاتے تھے، اور ان چار میں سے دو کے یعنی اکائیائی اور ایولیائی اقوام کے جو حدود بتائے گئے ہیں وہ نہایت درجہ مبہم ہیں۔ متقدمین کے اس خیال کی یہ سب قومیں ہم نسل تھیں، ایک افسانے سے زیادہ حیثیت نہیں سمجھ میں آتی، لیکن اگر ان میں وہ قومیں بھی شامل کرلی جائیں جن کی مادری زبان صرف ایک ہی تھی تو ایسی حالت میں ضرور یہ نظریہ کچھ کارآمد ہوجائیگا۔ بہرحال ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ جن قوموں کو ہیلینیس کا لقب دیا جاتا تھا ان کے افراد ایسی بولیاں بولتے تھے جنھیں خود یونانی ایک دوسرے کا ہم رشتہ تصور کرتے تھے۔ ان تمام اسباب کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہیروڈوٹس کے پہلے معیار کا ثبوت، یعنی یہ کہ جملہ یونانی ایک ہی مورث اعلیٰ کی اولاد تھے، ان ماخذوں سے نہیں دیا جاسکتا جن تک ہماری دست رس ہے، بلکہ ممکن ہے کہ خود ہیروڈوٹس اور اُس کے ہمعصروں کے پاس بھی اس نظریے کا کوئی ثبوت نہ ہو، اور وہ صرف اس عام اثر کو ملحوظ رکھنے پر قناعت کرتے ہوں جو کسی قوم کی زبان اور اُس کے رسم و رواج کا اُن کے قوائے ذہنیہ پر پڑتا ہے۔

ہیروڈوٹس نے وحدت نسلی کے علاوہ جو معیار قائم کئے ہیں وہ مشترک مذہب، یکساں رسم و رواج اور عادات و اطوار پر مشتمل ہیں۔ بلاشبہ جہاں تک ان امور کا تعلق ہے ہم ایک حد تک آسانی سے اُن اقوام کی بابت رائے قائم

باب ۹

کر سکتے ہیں جو اپنے آپ کو یونانی سمجھتے تھے؛ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ شمالی سرحدی علاقے ایشیائی یونانیوں اور ہمسایہ بربری قوموں کے عادات و اطوار کے مابین امتیاز کرنا تقریباً ناممکن ہے[۹۵]۔

یونانیوں کے مشترک مذہب پر یہاں دو مختلف پہلوؤں سے نظر ڈالنی چاہیئے۔ گو مختلف مقامات میں مختلف دیوتاؤں کے صفات میں ضرور کچھ نہ کچھ فرق پیدا ہو جاتا ہوگا، لیکن بلاشبہہ جملہ بلاد یونان میں دیوتاؤں کے ایک ہی سلسلے کی پوجا کی جاتی تھی؛ مثلاً ہر یونانی کے نزدیک اولمپوس میں دیوتاؤں کا وہی سلسلہ آباد تھا اور ان امتیازات کا اثر، جن کا ذکر اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے (مثلاً انفی سوس اور دیلوس کے ارتیمس کے درمیان فرق) عوام الناس کے قوت متخیلہ پر نہیں پڑتا تھا۔ ایک طرف تو ایتھنز کے کسی باشندے کا اپولو دیوتا کی بابت تقریباً وہی اعتقاد تھا جو کسی باشندۂ اسپارٹا کا تھا۔ دوسری جانب یہ بھی ممکن تھا کہ چند مخصوص بت خانوں کا اثر، جنھیں یونانی خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اس مملکت کے حدود کے باہر بھی ہو جن میں وہ قائم تھے، اور اس طرح یہ بت خانے تمام قوم یا کم از کم جزو قوم کے لیئے باعث ارتباط باہمی بن جاتے تھے، یہ دوسرا امر ہے جس کی طرف ہم ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کڑی جس سے ہمسایہ یونانی اقوام منسلک ہو گئیں ابتدا میں صرف مشترک پوجا پر عموماً اور مخصوص بت خانوں کی خاص خاص قربانیوں پر خصوصاً

---

۹۵ ہیروڈوٹس ۸، ۱۴۴ میں اُن ادارات کا ذکر ہے جو یونانیوں میں مشترک تھے طوسی ویدش (۲، ۸) کی رائے ہے کہ ایبائیروسی بربری یعنی غیر یونانی تھے، لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اُن کے بعض حکمرانوں کے نام بالکل یونانی وضع قطع کے ہیں۔ ہیروڈوٹس کی تاریخ کے پڑھنے والے کے دل پر جو اثرات ہوتے ہیں ان میں سے یونانی اور بربری کا امتیاز بھی ہے؛ اس نے ان دونوں کے افعال کی جو تصویر کھینچی ہے، اور غیر یونانیوں کے ادارات اور طرز معاشرت کا جو حال بیان کیا ہے اُس سے ہم اس امر کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ باوجود یونانیوں کے جملہ نقائص کے ان میں اپنی ہمسایہ غیر یونانی اقوام سے کہیں زیادہ انسانیت کا جذبہ بھرا ہوا تھا؛

باب ۱۹

مشتمل تھی۔ ان مشترک مذہبی رسوم کی وجہ سے مختلف دیار یونان کے مابین ایک طرح کا سیاسی رشتہ قائم ہوگیا تھا لیکن ظاہر ہے کہ اس سے اثباتی نتائج مختلف مقامات پر مختلف ہوں گے۔ اس کلیے کی مثال ان بت خانوں سے دی جا سکتی ہے جہاں یونان کے مختلف حصوں میں مختلف بلدیات کے شہری جمع ہوتے تھے، جیسے بیوتی شہر ہالیارتوس کے قلمرو میں اونخستوس کے مقام پر پوسئیدون کا مندر، کورنتیہ کے علاقے میں اتھینے اتونیا کا بتخانہ اور جزیرہ کالوریہ میں پوسئیدون کی عبادت گاہ۔ ان میں سے موخر الذکر لیگ کا نام امفکتیونی تھا، اور فی الحقیقت وہ ایک عہدیت تھی جس میں تروئے زینے، ہرمیونے، ناؤپلیا، پرازی اے، ایپی دوروس، ائی گینیا، ایتھنز اور بیوتی اورخومینوس شامل تھے۔ زمانہ مابعد میں بلاد یونان کے دو بڑے بڑے بلدیات یعنی آرگوس اور اسپارٹا نے ناؤپلیا اور پرازی اے کی جگہ اس کی رکنیت قبول کرلی۔ اسی طرح ایشیائے کوچک کے دوریانی اور ہمسایہ جزائر کے باشندے

ف اونخستوس میں عبادت کا طریقہ، اسٹرابو ۹، ۴۱۲۔ اتھینے اتونیا کی پوجا، پوسانیاس ۹، ۳۴، ۱۔ جزیرہ کالوریا، اسٹرابو ۸، ۳۷۵؛ ا، کرتیوس (کالوریا کی بحری عہدیت E. Curtius Der See bund von Calauria "ہرمیس" ۱۰، ۳۸۶ وغیرہ) نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پہلے اس کا جو خیال تھا کہ بیوتی اورخومینوس اس عہدیت کا رکن تھا وہ غلط تھا، بلکہ فی الحقیقت آرکیڈی اورخومینوس اس میں شریک تھا۔ لیکن ہم اس سے قبل یہ دکھا چکے ہیں کہ بیوتی اورخومینوس اور ائی گینیا کے سکوں میں بہت کچھ ہمرنگی پائی جاتی ہے۔ اتھینے اتونیہ کی پوجا، راس تریوپیوم پر، ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۴؛ راس میکالے پر، ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۸؛ اسٹرابو ۱۴، ۶۳۳؛ دیلوس میں، طوسی ویدیس ۳، ۱۰۴؛ پلوٹارک .Thes ۲۱؛ پوسانیاس ۸، ۴۸، ۲؛ ارتمیس امارنتھیا اسٹرابو ۱۰، ۴۴۸۔ سامیکون، اسٹرابو ۸، ۳۴۳۔ مقابلہ کرو میولر: انجمن ہمسائگاں Mueller Amphiktioneen مجموعۂ پاؤلی ۱، (۲)،

باب ۹

تریوپی اپولو کی پوجا کی غرض سے کنیڈوس کی راس تریوپیوم پر، اور ایشیائے کوچک کے بارہ ایونیائی بلدیات کے باشندے ہیلی کونی پوسیڈون کی پرستش کے لیے ضلع پری ایے نی کی راس میکالے پر، جمع ہوتے۔ جزیرہ ڈیلوس میں اپولو دیوتا کی جو پوجا کی جاتی تھی اسے بھی امفک تیونی کا لقب دیا گیا تھا جس کا صدر بلدیہ ایتھنز تھا اور یہاں سے ہر سال ایک جہاز اپولو کے جشن بھوم کی جاترا کی غرض سے ڈیلوس جایا کرتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ یوبیہ کے شہروں کا بھی ایک مذہبی مرکز ارتمیس امارنتھیا کی اس زیارت گاہ میں تھا جو ایریتریا میں واقع تھی، اور اسی طرح تری فالیہ کے شہروں کا مرکز سامینوم کی پہاڑی پر پوسیڈون کی عبادت گاہ میں واقع تھا لیکن یونانی قوم کی سب سے اہم مذہبی عہدیت وہ تھی جسے مخصوص طور پر انجمن ہمسائگان یا امفک تیونی لیگ کا لقب دیا جاتا تھا،[1] جس کا مرکز پہلے تو انتھیلا والے دیمیتر کا بت خانہ تھا جو درۂ تھرمو پلی کے قریب سمندر اور ایتہ کی چٹانوں کے درمیان واقع تھا لیکن کچھ زمانہ گزرنے پر یہ اپولو کے اس مشہور بت خانے کو منتقل ہو گیا جس کے لیے ڈیلفی مشہور ہے۔ اس لیگ میں بارہ قومیں شریک تھیں، یعنی پالسی، فیتوتی اکائیائی، اسے نیائی یا ایتوئی، دولوپیس، ماگنیتیس، پرھے بی، تھسالوی، لوکرسی، دوریائی، فوکسی، بیوتی اور ایونیائی؛ اس فہرست کو دیکھنے سے

---

[1] امفک تیونی لیگ Schöm Abschn ۴، ۲، ۲۔ اراکین کی فہرست پوسانیاس ۱۰، ۸، ۲۔ اور ائس خیلوس F.Leg ۱۱۶ سے بنائی جا سکتی ہے۔ اس انجمن کا حلف نامہ ائس خیلوس F.Leg ۱۱۵ میں دیا ہوا ہے جہاں چند الفاظ سے خاص طور پر ڈیلفی مراد ہے۔ تھرمو پلی کی بابت ہیروڈوٹس ۷، ۲۲۸، ۲۱۳۔ اسپارٹیوں کی تحریک پلوٹارک، تمسطاکلیس ۲۰ میلوس اور کیمونوس کے مابین تصفیہ لوباسفر آثاریات Lebas: Voy. Arch. جلد ۳ حاشیہ ۱۔ اسپارٹیوں پر جرمانہ، دیودوروس ۱۶، ۲۳، و ۲۹ سیکی روس کے دولوپیوں پر بحری قزاقی کی وجہ سے جرمانہ، پلوٹارک: کیموں ۔ ۸

باب ۹

معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایسی قومیں شامل تھیں جن کے اقتدار میں زمانہ مابعد میں کمی بیشی پیدا ہو گئی، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس لیگ کی بنیاد اُس وقت ڈالی گئی ہو گی جب دور یانیوں نے جزیرہ نمائے پیلو پونیز کا بیشتر حصہ فتح نہیں کیا تھا، اور یہ کہ در اصل ابتداءً اس اتحاد میں تھسلی اور وسطی یونان کے ہی باشندے شامل ہوں گے اور وہ مملکتیں جو اس میں شریک ہوں گی سب کی سب پیلو پونیز کے شمال ہی میں واقع ہوں گی۔ مجالس لیگ میں جملہ اراکین کا رتبہ بالکل مساویانہ تھا اور ان میں شرکت کی غرض سے ہر مملکت کی طرف سے دو دو قائم مقام روانہ کئے جاتے تھے جنھیں ہیئے رومنیمونیس (نگران امور مقدسہ) کہتے تھے اور ان کے ساتھ پیلاگورا سے بھی ہوتے تھے۔ اس مجلس کے جلسے سال میں دو مرتبہ، یعنی موسم بہار اور موسم خزاں میں انتھیلا اور ڈیلفی میں منعقد ہوتے تھے۔ اس لیگ کا مقصد صرف یہی نہ تھا کہ ان دو مقامات کی قربان گاہوں پر قربانی کی نگرانی رکھے بلکہ اس کے ذریعے سے چند ایسے قواعد کی بھی حفاظت کی جاتی تھی جو مختلف اراکین کے باہمی تعلقات کا تعین کرنے کے لئے بنائے گئے تھے۔ اگر وہ یہ اصول مدون کرتے کہ حلیف ریاستوں کے ابین ہمیشہ امن وامان رہنا چاہیئے تو یہ بالکل ناممکن الحل ہو جاتا لہٰذا اُس کی بجائے اُنھوں نے یہ کوشش کی کہ اگر جنگ چھڑ جائے تو فریقین چند ایسے قواعد کی پابندی کرنے پر مجبور ہوں جن کی بنیاد اصول انسانیت پر رکھی گئی ہو۔ علاوہ ازیں لیگ کے سپرد خاص طور پر حرم ڈیلفی کی حفاظت بھی تھی، اور جب سنہ ۵۹۵ ق م، سنہ ۳۵۵ ق م، سنہ ۳۴۰ ق م اور سنہ ۲۸۰ ق م میں کریزائیوں فوسیوں، اُمفِسائیوں اور ایتولیوں نے علاقۂ ڈیلفی پر حملہ کر دیا اور وہاں کے مجاوروں پر سختیاں کر کے اُن سے روپیہ وصول کرنا شروع کیا، تو ان چاروں موقعوں پر مجلس انجمن نے حملہ آوروں کے خلاف لڑائی ٹھان لی اور ان محاربات کو تاریخ یونان کی اصطلاح میں "مقدس جنگوں" کا لقب دیا گیا ہے "مجلس ہمسایگاں" کی دیگر قراردادوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اُنھوں نے یونانیوں کے مشترک احساسات کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا تھا، لیکن

باب ۱۹ اُن کے اکثر و بیشتر معاملات میں مذہبی رنگ نمایاں ہوتا تھا۔ جب کبھی ڈلفی میں وطن پرستی کے کسی شاندار مظاہرے کی یادگار قائم کرنے کا مسئلہ پیش ہوتا تھا تو اراکین انجمن حرم ڈلفی کے محافظوں کے جامے میں نظر آتے تھے، اور دو امور سے معلوم ہوتا ہے یعنی ایک تو تھرموپلی میں عین اُس مقام پر یادگار نصب کرنے سے جہاں شہدا نے اپنی جانیں ملک کے نذر کی تھیں اور دوسرے غدار ایفیالتیس کے اخراج سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ضلع تھرموپلی دیمیتر کے اس مندر کے قریب تھا جو انتھیلا میں واقع تھا لہٰذا اس پر مجلس امفکتیون کا خاص اثر تھا۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ جنگ پلاٹیہ کے بعد اسپارٹیوں نے یہ تحریک پیش کی کہ وہ یونانی ریاستیں جنھوں نے جنگ ایران میں کوئی حصہ نہیں لیا، اس "انجمن ہمسایگاں" سے نکال دی جائیں، اور اس تحریک کو ہم اس انجمن کے اندرونی کاروبار کی ایک مثال کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ جب چند کمزور ریاستوں کے مابین کوئی تنازع پیدا ہو جاتا تو مجلس انجمن اُن کی پنچایت کرا دیتی، لیکن اگر فریقین میں سے کوئی طاقتور ہوتا تو وہ جنگ کو ہی ترجیح دیتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب اسپارٹا نے دھوکا دیکر کاڈمیہ پر قبضہ کر لیا تو اس پر انجمن والوں نے جرمانہ کر دیا، اور اس مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانیوں میں بین قومی قانون تو ضرور تھا لیکن اس کا انفاذ صرف چیدہ چیدہ موقعوں پر ہی ممکن تھا۔ اس کے برعکس یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر ڈاکو کو مال غنیمت پر قبضہ رکھنے کا اختیار دے دیا جائے تو پھر رقمی جرمانہ بالکل بے سود ہوگا۔ امفکتیونی لیگ کے اقتدار کی بعینہٖ وہی کیفیت تھی جو اور دوسری وفاقی جمعیتوں کی ہوتی ہے جن کے اقتدار معین نہیں ہوتے؛ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب تک معمولی مسائل پیش آتے رہتے ہیں اُس وقت تک یہ اختیارات کم ہوتے ہیں، لیکن غیر معمولی موقعوں پر حوصلہ مند اور طاقتور اراکین اُن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان میں اضافہ کر لیتے ہیں۔

یونان کے اتحاد کو ایک اور طرح بھی یعنی فالگاہوں کے ذریعے سے تقویت پہنچتی تھی جن میں سب سے مقتدر وہ فال گاہ تھی جو ڈلفی میں واقع تھی

باب ۱۹

اور جو انجمن ہمسایگاں کی نگرانی میں تھی ۵۷۔ مذہب کا جو اثر اس طرح یونانیوں کی اجتماعی زندگی پر پڑا وہ اصل میں ہومر کے بعد شروع ہوا اور دور یانی حملوں اور جنگ ہائے ایران کے درمیانی زمانے میں انتہائے عروج کو پہنچا۔ اس اثر کا اصلی سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں ان بڑے بڑے جرائم کی بابت جو انسان سے سرزد ہوتے رہتے ہیں چند اہم نظریے قائم ہوئے جن کا اثر ان فالگاہوں پر پڑا۔ ابتدا میں ارتکاب قتل ایک ایسا جرم تصور کیا جاتا تھا جس کا تعلق محض خاندان مقتول سے ہو اور اُس کی بابت جملہ کارروائی اُسی کے سپرد ہوتی تھی۔ یہ خیال کہ مذہب کے ذریعے سے قاتل پاداش جرم کو پہنچ سکتا تھا اسوقت تک

---

۵۷ دلیفی کی فالگاہ کے لیئے دیکھو پریلر Preller کا مضمون پاؤلی کے مجموعے جلد ۲ میں؛ جس کا واحد نقص یہ ہے کہ وہ اسے ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ گیوٹلنگ: "مقالۂ تاریخی" Geottling: Ges. Abh جلد ۲؛ شیومان Schoemaun جلد ۲، ۴، ۳ و ۵، ۱۱ دلیفی کے جغرافی حالات، برسیان: "تاریخ یونان" Bursian: G. von Gr. جلد ۱، ۱۷۰ وغیرہ؛ بیڈیکر۔ ہومر نے فیثوی اپولو کے لیئے جو حمد لکھی ہے اس میں دلیفی کے نام کی بجائے محض کریسا کے نام پر اکتفا کیا ہے۔ اس فالگاہ کے ابتدائی قابضوں کے لیے ایس خیلوس؛ یُومنیس (ابتدا)۔ ابتدائی زمانے میں فالیں صرف ماہ بیوزیوس یا فیثیوس میں کھولی جاتی تھیں Plut. Qu.Gr ، ۹۔ اسپارٹا میں فیثوی پجاری ہیروڈوٹس ۶، ۵۷۔ افروجیہ میں دلیفی کا اعزاز، میڈاس، ہیروڈوٹس ۱، ۱۴؛ لدیہ میں گی گیس کے عہد میں، ہیروڈوٹس ۱، ۱۳، ۱۴؛ الیاتیس ۱، ۱۹؛ کریسوس کا مکمل قصہ بھی یہیں دیا ہوا ہے۔ دلیفی کی فالوں کے لیے گیوٹ لنگ: "مقالۂ تاریخی" ۲ $\frac{۲۲۱}{۲۵۰}$۔ حال میں دلیفی میں جو مقامی انکشافات ہوئے ہیں اُن کی ا، کُرتیوس نے ابتدا کی اور فرانسیسی ماہروں خصوصًا ویشر Wescher اور فوکارٹ Foucart کے عہد تک برابر جاری رہی۔ ان سے اُس کے بعد کے عہد کی تاریخ کی بابت بہت کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں اور یونانی زندگی پر فی الجملہ بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔ زمانۂ موجودہ میں فرانس کی طرف سے دلیفی کی کھدائی کا بہت کچھ کام ہوا ہے۔

باب ۱۹

کسی کے دماغ میں نہ آیا تھا۔ دوریانی حملے کے زمانے میں یہ خیال عام ہو گیا کہ قتل سے اُس کے مرتکب اور اُس کے اقارب کے ہاتھوں پر گویا کلنگ کا ٹیکا لگ جاتا ہے جو چند مخصوص رسوم کے بغیر نہیں چھوٹ سکتا؛ اور چونکہ اپولو دیوتا مجرموں اور قوائے الٰہیت زیوس یا "الالٰہ" کے بیچ میں پڑ کر فریقین میں مفاہمت کرانے کا مجاز سمجھا جاتا تھا اس لیے یہ رسوم اسی دیوتا کے پجاری خاص خاص مقامات پر ادا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اپولو خدائے برتر اور انسان کے درمیان ثالث یا شفیع سمجھا جانے لگا لیکن عملاً اُس کی شفاعت محض اس کام آتی تھی کہ وہ مختلف درخواست گزاروں کو اُن کے مفید مطلب اطلاعیں دیتا اور انھیں وہ طریقے بتاتا جن کے ذریعے سے وہ اپنے دلی مقاصد پورے کر سکیں۔[۵] اس کا اہم ترین مستقر دیلفی میں تھا اور یہاں اُس کا اور خدائے عزّ و جل کا تعلق نہایت مہتم بالشان طور سے دکھایا جاتا تھا:

دیلفی کا مقدس حرم کوہ پارناسوس کے جنوبی دامن میں ایک نالے کے

---

[۵] اپولو کے مذہب کا اس حد تک ایک خارجی پہلو تھا کہ وہ عام طور پر محض چند مخصوص رسموں کا خواہاں رہتا تھا۔ وہ اشخاص جن کے احساسات میں عمق اور گہرائی تھی انھوں نے یہ محسوس کر لیا کہ اگر انسان اپنے گناہوں کے تلوث سے آزاد ہونا چاہے تو اُسے چند خیالات اور عقائد کو اختیار کرنا پڑے گا؛ اور یہی "اسرار یونانی" کی ابتدا تھی۔

اپولو کی پوجا کا مرکز دیلوس بھی تھا جس کو اسکا فخر حاصل تھا کہ ایک طرف تو اس کا لسیہ سے اور دوسری جانب ہیپر بوریائیوں سے (جو شمال کی طرف ایک نہایت متقی اور پرہیزگار قوم تھی) تعلق ہے۔ مقابلہ کیا جائے ہیروڈوٹس ۴، ۳۲/۳۶؛ اس سلسلے میں ابارس اور ارسطیاس اپولو کے ترجمان کے جامہ میں ہمارے سامنے آتے ہیں (اری ماسپی، پروکوئےسوس، میتاپونتوم)۔ ایتھنز اور دیلوس کے مابین دیرینہ رسل و رسائل کا سلسلہ تھا۔ میری رائے میں ہیپر بوریائیوں، کارِستوس، تینوس، دیلوس سے راستے سے ہیں مُلطہ، اریتریا اور ایتھنز کے باہمی خوشگوار تعلقات کا پتا چلتا ہے؛

باب ۱۹

کنارے پر واقع تھا جس کے منبع کے قریب سے مشہور چشمہ کاستالیا نہایت زور و شور سے نکلتا تھا۔ اس پہاڑ کی مغربی چٹان کے دامن پر اپولو کا بت خانہ تھا جس میں اومفالوش نامی نیم بیضوی شکل کا پتھر عین اُس مقام پر رکھا تھا جسے ناف دنیا کہتے تھے۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں زیوس کے فرستادہ دو عقاب ایک مشرق سے اور ایک مغرب سے آکر مل گئے تھے؛ اور ان عقابوں کے دو طلائی مجسمے اس پتھر کی دونوں جانب بنے ہوئے تھے۔ اودیتوم یا حرم خاص میں زمین کے اندر ایک شگاف تھا جس پر ایک تپائی استادہ تھی، اور اسی تپائی پر فیتھیہ یا اپولو کی پجارن اپنے فیصلے صادر کرتے وقت بیٹھتی تھی۔ ان فیصلوں کو ایک پجاری اس کے برابر کھڑا ہوا لکھتا جاتا تھا اور انھیں بعد میں اشعار کی شکل میں منظوم کیا جاتا تھا؛ اس پجاری کو پروفیتیس یا "ترجمان" کہتے تھے۔ اس فالگاہ کا تعلق پہلے تو گے دیبی سے تھا، لیکن پھر تھیمس سے ہوا اور بالآخر اپولو سے ہوگیا جس نے فیتھو اژدہے کو اسی مقام پر مارا تھا؛ یہاں کے قریب ہی کے ساحل پر وہ ایک جہاز کو لایا تھا جسے کریٹی کھے رہے تھے، اور یہ وہی کریٹی تھے جنکے سپرد وہ اس عبادت گاہ کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ ابتدا میں تو فیتھیہ اپنے فیصلے صرف ایک مخصوص مہینے میں صادر کرتی تھی لیکن پھر اس کے لیئے کوئی دن یا مہینہ مخصوص نہیں رہا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس فال گاہ پر لوگ صرف اپنے خانگی معاملات ہی لے کر نہ جاتے تھے بلکہ یہ مرجع ممالک بھی تھا جہاں مختلف مملکتیں قائم مقام بھیج کر اپنے مذہبی اور سیاسی معاملات کی بابت استفسار کرتی تھیں۔ مثلاً اگر قانون سازی کی ضرورت پڑتی یا نوآبادی کے قیام کا مسئلہ پیش آتا تو یہ ازبس ضروری سمجھا جاتا کہ مجوزہ قانون یا اس مقام کی بابت جہاں نوآبادی کے قائم کرنے کا خیال ہے، دیوتا کا استمزاج کرلیا جائے:-

بلاشبہہ فال گو کا جواب اس قسم کا ہوتا تھا کہ اُس کی تاویل میں سائل کی عقل؛ فہم و فراست درکار ہوتی تھی؛ اگر بالفرض ایسی کارروائیوں میں، جنکے کرنے کی

باب ۱۹

ہدایت کی جاتی، ناکامی ہوتی تو اُس کو جواب کی غلط تاویل پر محمول کیا جاتا تھا۔ بایں ہمہ بت خانے کے مجاوروں کو معاملات یونان کا وسیع علم بھی درکار تھا تاکہ محض معنیٰ کے فقدان کی وجہ سے جوابات لغو نہ سمجھے جائیں۔ ڈیلفی کے پجاریوں کے لیے یہ بسا ضروری تھا کہ انھیں مختلف یونانی مملکتوں کے سیاسی حالات و واقعات سے بخوبی واقفیت حاصل ہو، اور چونکہ ڈیلفی میں مختلف بلاد یونان کے باشندے، خواہ بحیثیت قائم مقام کے خواہ اپنے خانگی معاملات لے کر آموجود ہوتے تھے، اس لیے انھیں دیگر حصہ جات ملک کے حالات سے نسبتہً آسانی کے ساتھ معلومات حاصل کرنے کے وسیلے موجود تھے؛ نیز چونکہ بت خانوں کے چڑھاووں سے اُن کے خورد و نوش کا انتظام بھی ہو جاتا تھا اس لیے انھیں مفصلۂ بالا امور پر غور کرنے کے لیے کافی وقت ملتا تھا۔ یہ خیال نہایت عام ہے کہ بعض مسائل مثلاً آبادکاری کے ضمن میں انھوں نے تفصیلات پر پورا عبور حاصل کر لیا تھا یہاں تک کہ وہ جغرافی معلومات پر حاوی ہو کر نوآبادیوں کے لیے خاص خاص موقعوں کا انتخاب بھی کرنے لگے، اور فی الحقیقت یہ مجاور ہی تھے جنھوں نے نوآبادیاں قائم کرنے میں مختلف بلاد یونان کی رہبری کی۔ ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ خیال محض غلط فہمی پر مبنی ہے اور اس میں بہت کم شبہہ کی گنجائش ہے کہ نوآبادیوں کے موقعوں کا تعین نادر بلد یا تارکان وطن کے مفاد کو ملحوظ رکھ کر کیا جاتا ہوگا۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ پجارن نے مقام کا بھی تعین کر دیا؛ مثلاً اگر اُس نے اسپارٹا کو اپنے آبادکار مقام تارنتوم کی طرف یا کورنتھ کو مقام اورتی گیا کی طرف روانہ کرنے کی ہدایت کی تو اس واقعے کی سب سے آسان تاویل یہ کی جا سکتی ہے کہ اسپارٹی اور کورنتھی پہلے ہی سے اس نتیجے پر پہنچ گئے ہوں گے کہ اُن مقامات پر بہ آسانی نوآبادیاں قائم ہو سکتی ہیں اور انھوں نے فال گو سے محض یہ التجا کی ہوگی کہ وہ عوام کو اپنی اجازت سے مطلع کر دے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سائل اور مسئول دونوں کے لیے یہی امر مفید مطلب تھا کہ حق اولیت دیوتا ہی کو حاصل ہو، اور یہی اصل مذہب کی

باب ۱۹

ماہیت کے عین مطابق ہے ۹؎

۹؎ فال گاہ ڈیلفی کا جو اثر یونانی آبادکاری پر تھا اُس کے لیئے اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم ہرمان Hermann کی اس رائے کی طرف رجوع ہوں جو اُس نے "مملکت قدیمہ" St.A ۵، ۵، ۷ میں ظاہر کی ہے جس کے مطابق آبادکار جماعتوں کو مختلف نوآبادیوں کی طرف رسمی حشم و خدم کے ساتھ بھیجا جاتا تھا جس میں ڈیلفی کا تصفیہ بھی شامل ہوتا تھا۔ آجکل عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فال گوئے ڈیلفی نہ صرف ذہنی اور مذہبی رہنمائی کرتا تھا بلکہ یونانی آبادکاروں کی رہبری بھی اُسی کے ذمے تھی۔ فال گو کے انفرادی فیصلوں کے علاوہ، جن میں نوآبادیوں کے مقامات کا تعین بھی ہوتا تھا، صرف ایک فقرہ ایسا ہے جس سے اس نظریئے کی تائید ہوتی ہے اور وہ سیسیرو Divin ۱، ۱، ۳ میں ہے سیسیرو دریافت کرتا ہے کہ مدعا آخر یونان اپنی نوآبادیاں کس طرح ایولیہ، ایونیہ، ایشیا، سسلی اور اٹلی بغیر ڈیلفی یا ڈوڈونا یا اَمون کی اجازت کے بھیج سکتی ہیں؟ اور وہ کونسی جنگ ہے جو یونانیوں نے بغیر دیوتاؤں کے استمزاج کے لڑی ہے؟" یہاں سیسیرو کے دوسرے سوال سے، جو جنگ کے متعلق ہے، پہلے سوال پر روشنی پڑتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جیسے کوئی یونانی ریاست اس وقت تک میدان جنگ میں نہیں کودتی تھی جب تک وہ خود اپنے نفع و نقصان کا پورے طور پر اندازہ نہ کرے اسی طرح تاوقتیکہ موقع آبادکاری پر پورے طور سے غور نہ کرلیا جاتا تھا اُس وقت تک آبادکار اس مقام پر نہ جاتے تھے؛ اور بعینہٖ جس طرح یونانی اور رومانی دونوں جنگ آزمائی سے پہلے دیوتاؤں سے نیک شگون لیا کرتے تھے اُسی طرح آبادکاری سے پہلے بھی وہ اسی قسم کے فالوں کے خواستگار ہوتے تھے۔ ہیروڈوٹس ۴، ۱۵۹ میں اپولو کی پجارن جملہ یونانیوں کو سرینہ جانے کی رائے دیتی ہے اُس زمانے میں لوگ بالکل اُسی طرح فال گاہ جاکر رائے لیا کرتے تھے جیسے آجکل وہ مختلف معاملات کی بابت اخباروں میں سلسلہ جنبانی کرتے ہیں؛ مثلاً ہیروڈوٹس ۴، ۱۵۹ میں فال گو کی وہی کیفیت ہے جو زمانۂ حال کے مبالغہ آمیز لفاظوں کی ہوتی ہے، اور لوگوں کو گویا یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر جلد درخواست نہ دو گے تو آخر میں مایوسی کا منہ دیکھنا پڑے گا! طوسی ویدیس ۱، ۲۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ نوآبادیوں کی کیفیت مشترک سرمایے والی شرکتوں کی ایسی تھی، اور کہا جاتا ہے کہ جب سرقوسہ آباد کیا گیا تو

باب ۱۹　خانگی معاملات کی بابت بھی مختلف فالگاہوں اور خصوصاً ڈیلفی کی فال گاہ کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اس شرکت کا فی حصہ ایک ایک ٹیٹھی ٹکیہ کے معاوضے میں فروخت کیا گیا) علاوہ ازیں سسیرو کے الفاظ سے وہ اہمیت ظاہر نہیں ہوتی جو ڈیلفی کو بعض مرتبہ دی جاتی ہے اس لیئے کہ اس میں ڈیلفی، دودونا اور لیبیہ کا نخلستان بالکل ہم پلہ بتایا گیا ہے، اور اگر دودونا اور آمون کا ماحصل وہی تھا جو ڈیلفی کا، تو پھر ظاہر ہے کہ اس کی کیفیت محض خانہ پری سے زائد نہ رہے گی۔ نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ آبادکاری کے مقامات کی بابت جو کچھ سسیرو کے الفاظ سے ثابت نہیں ہوتا وہ فال گو کے انفرادی فیصلوں (مثلاً دیو دوروس ۸) سے بھی ثابت ہونا ناممکن ہے، اس لیئے کہ یہ امر نہایت درجہ مشتبہ ہے کہ جن واقعات کا ان فیصلوں سے پتا لگتا ہے وہ اصلی ہیں یا ان کا بعد میں اختراع کیا گیا ہے۔ یہ امر قرین قیاس نہیں کہ فال گو کے جوابات بہ نسبت دیگر امور کے نوآبادیوں کے متعلق زیادہ صاف اور صریح ہوتے تھے۔ اگر بالفرض تارنتوم کے متعلق جو تفاول کیا گیا اس کے حالات صحیح بھی ہوں، بایں ہمہ ہمیں اس کی بابت مفصلۂ ذیل امور پر غور کرنا پڑیگا:۔ آٹھویں صدی ق م کے یونانی اطالی ساحل سے اتنے ہی واقف ہوں گے جتنے ہم مغربی آفریقہ کے ساحل سے واقف ہیں۔ جب فقیہ نے یہ الفاظ اپنی زبان سے نکالے کہ "کروتون یا تارنتوم میں جاکر آباد ہو یا ان پر اپنا علم آویزاں کردو" تو ان مقامات کا تعین نہایت دشوار تھا۔ فالوں اور پیشگوئیوں میں جو التباس لفظی ہوتا ہے اس کی حقیقت ظاہر کرنا ہمارا مقصود نہیں؛ جس مقام پر پیشگوئی پوری اترتی ہے وہی ہوتا ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، اور اگر کوئی نقص رہ جاتا ہے تو اس کی فوراً یہ تاویل کی جاتی ہے کہ فال گو کے الفاظ کی صحیح تعبیر نہیں کی گئی۔ لیکن اگر کوئی نوآبادی ایسی فال کے ذریعے سے عمل میں آتی اور فال گو کے الفاظ صریح ہوتے تو اس کی کیفیت بالکل متغائر ہوتی اس لئے کہ محض اس فال کے ذریعے سے یہ مہم دائرۂ جواز میں آئی ہوگی بعینہٖ اسطرح پوپ سکندر ششم کے حکم کیوجہ ہسپانوی اور پرتگیزی نوآبادیوں کو بہت تقویت پہونچی سکندر ششم کے فیصلے سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ اسکے دربار میں جغرافیہ داں علما و فضلا کا جمگھٹ رہتا ہوگا، بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانے کی آبادکار اقوام کسی نہ کسی مذہبی اجازت کے خواہاں ہوتی تھیں، اور اسی قسم کی کیفیت یونان قدیم میں بھی سمجھ لینی چاہیئے:۔

باب ۹

استمزاج کیا جاتا تھا؛ مثلاً لیکرگوس نے جب اسپارٹا کے لیئے قوانین بنائے تو انھیں منظوری کے لیئے ڈیلفی میں پیش کیا؛ اسی طرح فتیہ نے سولن کو حکم دیا کہ ایتھنز کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے، اور اسی کے حکم سے زالیوکوس نے لوکری ایپی زیفیری ئ کے لیئے قوانین تیار کئے۔ لیکن اس سے کوئی یہ نتیجہ نہیں نکالیگا کہ نفس قوانین ہذا کی ابتدا ڈیلفی کے مجاوروں نے کی ہوگی، بلکہ یہ بھی بعید از قیاس ہے کہ انھیں یہ علم ہوگا کہ ایتھنز اور لوکری میں کسی نئے قانون کی فی الواقع ضرورت بھی ہے یا نہیں، یا یہ کہ قانون سازی کے لیئے سولن اور زالیوکوس سے بہتر مقنن نہیں مل سکتے۔ ڈیلفی کی فالگاہ امور عامّہ کے لیئے اعلیٰ ترین عدالت مرافعہ تھی، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ شرط بھی سمجھنی چاہیئے کہ اول تو معاملۂ زیر بحث صرف اسی وقت پیش ہوسکتا تھا جب یہاں کے مجاور اس کا پیش کرنا مناسب تصور کرتے تھے، اور درخواست گزار کے لیئے یہ لازمی نہ تھا کہ وہ فال کے بموجب عمل کرے۔ بہر حال اس کی نوعیت ایک عدالت کی مانند تھی اور اسے قانون سازی کے اختیارات مطلقاً حاصل نہ تھے، گو اس میں بھی شبہہ نہیں کہ بعض مرتبہ وہ ایسے امور میں بھی رائے زنی کرتا تھا جو امر زیر بحث سے غیر متعلق ہوتے تھے[1]۔ مملکت اسپارٹا

---

[1] فتیہ کا فرض تھا کہ اہم امور کی (جن میں خانگی معاملات بھی شامل تھے) مذہب کی طرف سے اجازت دے۔ گو یہ اجازت ان الفاظ میں دی جاتی تھی کہ "فال گوئے ڈیلفی نے ایسا حکم دیا ہے"، لیکن اگر ہم اس فقرے کے لغوی معنے لیں تو یقیناً ہم نہایت فاش غلطی کے مرتکب ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ پریلر Preller نے اپنے اس مضمون میں جس کا اوپر اقتباس دیا گیا ہے، اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ کلس تھنیس کے قبیلوں کے نام ڈیلفی کے حکم کے مطابق رکھے گئے تھے (پوساینیاس ۱۰، ۱۰، ا) کہتا ہے کہ ان کی توثیق زبانی الفاظ کے ذریعے سے کی جاتی تھی) درانحالیکہ یہ امر بالکل صریح ہے کہ کلس تھنیس کی حکمت عملی کا اختراع جس میں اس کی غیر اہم تدابیر بھی شامل ہیں، اس نے اور اس کے ایتھنزی دوستوں نے ہی کیا ہوگا؛ اس واقعے کو متقی اور پرہیزگار ہیروڈوٹس نے بھی تسلیم کر لیا ہے (۵، ۶۶)۔ واضح ہو کہ ہر ایک معاملے میں ڈیلفی کے اجازت نامے کی نوعیت بالکل حکم نامے کی سی ہوتی تھی۔

اور فال گاہ ڈیلفی کے تعلقات نہایت دیرینہ تھے لہذا باہمی تنازعات کو دور کرنے کی غرض سے اسپارٹا میں ایک خاص عدالت قائم تھی جس میں دو عہدہ دار نشست کرتے تھے جنھیں "فیثویاں" کہتے تھے۔ علاوہ ازیں یونانیوں اور غیر یونانیوں دونوں میں ڈیلفی کی شہرت تھی مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ میداس اور گی گیس کے بعید زمانے میں اور ان کے بعد ہر منادی خاندان شاہی کے عہد میں افروجی اور لدوی دونوں قومیں اپنی استدعائیں پیش کرتی ہیں؛ نیز عہد خاندان ٹارکوئین میں رومانی بھی اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ الغرض ان تمام باتوں سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ابتدائی زمانے سے ہی یونانی تہذیب و تمدن کا بیرونی اقوام پر معتدبہ اثر پڑ رہا تھا اور ہر جگہ فال گاہ ڈیلفی کو یونانی مذہبی خیالات کا ایک وسیع اور مستند قایم مقام سمجھا جاتا تھا[۱]۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب کبھی اس کے فیصلے اخلاقی پہلو لیے ہوتے تھے تو ان کا اثر اعتدال کی طرف مائل ہوتا تھا، اور یہ صفت یونانی ذہنیات کی نمایاں خصوصیات میں سے ہے کہ اس میں انتہا پسندی کا غلبہ کبھی نہیں رہا۔ ڈیلفی نے یونانی مذہب کی جو نگرانی کی اُس کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس کی وجہ سے یہاں کے مسلمہ قومی دیوتا غیر ملکی معبودوں کے حملے سے بچ گئے؛ اور اُس کی خاص توجہ سے توحید باری تعالیٰ کا اعلےٰ و ارفع تخیل محض ارباب پرستی کی بدولت تیرہ و تاریک نہیں ہو سکا؛ یعنی بجائے اس کے کہ یونانی اپولو کو خود مختار معبود تصور کریں وہ اسے زیوس کا نفس ناطقہ اور اس کی مرضی کا ترجمان حقیقی ماننے پر اکتفا کرتے تھے۔ جب موقع ملا تو ڈیلفی والوں نے بعض اخلاقی مسائل کے شیوع میں خاص حصہ لیا، مثلاً قتل کے کفارے کا طریقہ اور بدلا لینے کی ممانعت دونوں تعزیری مسائل کا

[۱] درانحالیکہ ڈیلفی میں یونانی اور غیر یونانی دونوں اپنی اغراض لے کر آتے تھے، اولمپیا میں کوئی غیر یونانی گھسنے بھی نہ پاتا تھا۔ اسی وجہ سے جس معنی کر کے اولمپیا یونانیوں کے لئے باعث اتحاد و اتفاق تھا، ڈیلفی نہ تھا۔ لہذا جس وقت ہم ڈیلفی کی فال گاہ کی تنقید کے لئے بیٹھیں تو یہ امر نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔

باب ۱۹

نفاذ اُسی کے احکام کے ذریعے سے ہوا تھا۔ اس کے صدر دروازے پر چند چھوٹے چھوٹے فقرے کندہ تھے جن کا اثر یونانیوں کی اجتماعی زندگی پر پڑتا تھا۔ انہیں سے ایک فقرہ "خود کو پہچان" اور دوسرا "حد سے تجاوز نہ کرو" تھا جنہیں۔ انہیں سے بعض فقرے تو یونان کے سات عقلا کی طرف اور بعض حض (؟) خئے لون کی طرف منسوب کیئے جاتے تھے۔ جن حقیقی خصوصیات قوم کا ان کہاوتوں سے اظہار ہوتا تھا ان میں سے شائد سب سے ممتاز وہ تھی جس میں حد سے تجاوز نہ کرنے کی ہدایت تھی اس لیئے کہ ڈیلفی کی فالوں کا عام رجحان ہمیشہ اعتدال پسندی کی طرف رہتا تھا اور یہ اثر ان کی وجہ سے زندگی کے ہر شعبے پر پڑ گیا۔ آخر میں ہمیں یہ بھی کہنا ہے کہ ڈیلفی نے آٹھویں، ساتویں اور چھٹی صدی ق م کے تمدن میں معتدبہ اضافہ کیا ہے[۱۲]۔

ان اسباب کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ڈیلفی کے اثر کا میلان اعتدال کی جانب تھا، یعنی جو امور اخلاقاً بُرے ہوتے یا جن میں متعصبانہ انداز پایا جاتا ان کی ممانعت کی جاتی تھی۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے کہ اس فال گاہ کے ذریعے سے قوم کے دماغوں میں ترقی پذیر خیالات پیدا ہوتے تھے یا اُس کے ذریعے سے نئے نئے راستوں کا انکشاف ہوتا تھا بعض مصنفوں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ تاریخ یونان کے بعض خاص خاص عہدوں میں ڈیلفی تقریباً تمام بڑے بڑے اور اہم ترین امور میں رہبری کرتا تھا، یعنی اسی کے ذریعے سے یونانیوں کو اُنکی جنتری، فن راہ سازی اور دوریانی طرز تعمیر سکھایا گیا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہیں سے

۱۲ گروٹیوس (:"تاریخ یونان" ا (۴) ۲، ۴۷) کہتا ہے کہ چونکہ "اپولو کے دربار میں ایک عورت کے ذریعے سے کُل کام انجام کو پہنچتا تھا اس وجہ سے طبقہ اناث کی وقعت اور عزت میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا"۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر اپولو کے اس اثر کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تاہم پینے لوپے، اُندرو ماخے، اور نوزی کا آکی جو وقعت ہے وہ دوریانی ترک وطن کے بعد کی بیشتر عورتوں سے زیادہ ہے۔ چنانچہ دوریانی ترک وطن کے زمانے میں اپولو کا اثر اپنے معراج کمال کو پہنچ چکا تھا کم از کم کاساندرا کی حکایت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ افسانے سے ان واقعات کا ثبوت نہیں ملتا جن کا گروٹیوس کے مفصلۂ بالا الفاظ سے پتا چلتا ہے۔

باب ۱۹ وہ مسائل نکلے تھے جو فیثاغورس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں ۔ اغلب امر یہ ہے کہ ڈیلفی کے پجاریوں نے اپنا اثر ان امور میں سے بعض پر ضرور ڈالا ہوگا مثلاً اُنھوں نے یقیناً اپنی توجہ بعض یونانی ریاستوں کے طرز تقویم کی طرف مبذول کی ہوگی اور خود ان کا مفاد اس امر کا مقتضی تھا کہ اُن کے بت کدے کے قرب وجوار کی سڑکیں عمدہ حالت میں رکھی جائیں ۔ لیکن اس اثر کی نوعیت کلیتہً مقامی تھی، اور اس کا نہ تو اس وقت تک کوئی ثبوت دیا گیا اور نہ یہ ظن غالب ہی ہے کہ انھوں نے دوریانی طرز تعمیر پر کوئی قطعی اثر ڈالا ہو بلکہ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ انھوں نے یونانی طرز تعمیر میں کوئی خاص دل چسپی لی ہو؛ اس کے برعکس ڈیلفی کے بت خانے کی ضروریات اس درجہ لاثانی اور عجیب وغریب تھیں کہ ان کی وجہ سے وہاں کے پجاریوں کو معمولی مندروں کی طرز تعمیر یا ان کی صحیح اور متناسب ترتیب میں کوئی دل چسپی پیدا نہ ہوتی ہوگی ۔ اس ضمن میں آخری بات یہ کہنی ہے کہ متقدمین کے خیال کے بموجب فیثاغورس خدائے ڈیلفی کا پیامبر تھا (معاذ اللہ) جس پر اس معبود کے الہام ہوا کرتے تھے، مگر غالباً یہ فیثاغورس کے نام کی ایک محض خیالی تعبیر تھی اور اس کی تائید میں ہم کسی اور واقعے سے واقف نہیں ہیں ۔

اب ڈیلفی کے پجاریوں کے اُس حیطۂ اختیار کو لیجیے جس کے تحت اُن کی طرف عظیم الشان اور ثمر آفرین تخیلات کی تخلیق منسوب کی جاتی ہے ۔ اس ضمن میں دو واقعات کی توجیہ نہایت دشوار ہے ۔ ڈیلفی ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، اور اُس کے پجاریوں کا انتخاب بعض مخصوص جماعتوں یا گھرانوں کی طرح جملہ مقامات اور جملہ اقوام کے افراد سے نہیں ہوتا تھا بلکہ اُس میں جو کچھ بھی قابلیت یا اہلیت تھی وہ سب موروثی تھی ۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اس جماعت کو اس قدر عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی ہو ۔ دوسرے یہ مسئلہ بھی قابل غور ہے کہ ان میں سے ایک شخص بھی اپنا ذاتی اقتدار اور شہرت کو بڑھانے کی طرف مائل نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس ہر ایک کے منھ سے یہی صدا نکلتی تھی کہ کم از کم میں نے تو ان تخیلات کی

ابتدا کی نہیں[۳۱۵]۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ تخلیقی قابلیت کسی خاص دیہاتی رقبے کا حصہ نہیں ہوتی، اور جب کوئی قابل شخص تماشا گاہ عالم پر نمودار ہوتا ہے تو وہ باب ۱۹

---

۳۱۵ ا، گروتیوس (۱، ۴۲۴) نے ان دونوں اعتراضات کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے لیکن ان کے خلاف کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ اس کا بیان ہے کہ فال گاہ کے پجاری متدعی سے اعتراف گناہ کرا لیتے تھے، لیکن جس فقرے سے وہ یہ استدلال کرتا ہے اسکا تعلق "ساموتھریسی اسرار" سے ہے جس کی نوعیت بالکل مختلف تھی۔ صفحہ ۴۲۶ سے گروتیوس اس اثر پر بحث کرتا ہے جو دلیفی کا مختلف اطراف وجوانب کے ملک پر تھا۔ یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکے مفصلۂ ذیل ملخص کو مدنظر رکھ کر ہر ایک امر پر فرداً فرداً بحث کی جائے۔ صفحہ ۴۲۳ پر وہ کہتا ہے کہ "یونانی مہینوں کا تعین اپولو کی فال گاہ کے ذریعے سے ہی ہوا تھا"، لیکن اس سے زیادہ درست اور صحیح یہ بیان ہوگا کہ شمسی اور قمری سال میں جو تفاوت تھا اُسے دلیفی کے فیصلوں کے ذریعے سے درست کیا جاتا تھا۔ صفحہ ۴۳۸ پر گروتیوس کہتا ہے کہ دلیفی نے ہی سب سے پہلے سڑکیں تعمیر کرائیں۔ صفحہ ۴۹ پر وہ یہ کہہ چکا ہے کہ "فنیقیوں نے درتباہ کن پہاڑی چشموں کا زور توڑا، پشتے بنائے اور یونان میں سب سے پہلے سڑکیں تعمیر کیں"، لیکن صفحہ ۴۸۴ پر اس کے برعکس اس کا قول ہے کہ "سڑکوں اور پلوں کے بنانے کے فن کی ابتدا جن کے ذریعے سے پہاڑی چشموں کی قوت ٹوٹ جاتی تھی، دراصل قومی حرم گاہوں سے نکلا تھا جن میں سب سے ممتاز دلیفی کا بت خانہ ہے"۔ ہمارے نزدیک ان دونوں نظریوں میں سے کسی کا ثبوت نہیں دیا گیا۔ "مجموعہ نوشتہ جات یونان" Corp.Ins.Gr. جلد ۱، ۱۶۸۸ کے مطابق بلاشبہہ یہ مجلس امفکتیون کا فرض تھا کہ بعض سڑکوں اور پلوں کی نگرانی رکھیں، اور اغلب یہ ہے کہ یہ دلیفی کے راستے میں ہوں گے، لیکن اس سے گروتیوس کے نظریے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اور نہ اسکا یہ خیال ہی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ میلے میں شرکت کے لیئے جاتے تھے، خصوصاً جو لوگ رتھ دوڑ میں شریک ہوتے تھے اُنھیں گاڑیوں کی سڑک کی ضرورت رہتی ہوگی۔ اول تو گاڑیوں کی سڑک معمولی تجارت اور بیوپار کے لیئے بھی ضروری تھی، اور دوسرے ہمیں معلوم ہے کہ چھٹی صدی ق م تک دلیفی میں گاڑیوں کی دوڑ کی ابتدا نہیں ہوئی تھی۔

باب ۱۹ بہت جلد اپنی قابلیت کو تسلیم کرا لیتا ہے - اگر یہ صحیح ہے کہ ڈیلفی کے پجاریوں سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - اس سے پہلے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آبادکاری کے میدان میں فال گاہ کسی قسم کی رہبری نہیں کرتی تھی اور نہ اُس کے احکام میں کوئی خاص فراست پائی جاتی تھی اس لیے کہ کُرٹیوس کا یہ قول کہ "آبادکاری پر ڈیلفی کا جو اثر تھا وہی اُس کی سب سے بڑی اور سب سے دیرپا خدمت ملک تھی" بالکل بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ چہار سالہ عیدوں کی چہل پہل کے ساتھ تجارتی میلے بھی ہوتے تھے؛ اس سے کُرٹیوس یہ استدلال کرتا ہے کہ "عام وہ ملطہ اور ڈیلفی کے حرموں کے ڈیلوسی بت خانہ) ساموسی ہیرائیوم، اور ایفی سوس کے ارتی میزیوم کے ذریعے سے بیرونی تجارت اور رسل و رسائل کا بازار گرم رہتا تھا" (صفحہ ۴۸۷) - ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ اس قسم کی تجارت کو مذہب سے کوئی تقویت نہیں پہنچی، اور ہمارا یہ بھی خیال ہے کہ لفظ Ausgangspunkt "موقع بر آمد" سے اصلی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا - وینس کے کنیسائے مرقس، جنوا کے کنیسائے جرجیس اور فلورنس کے کنیسائے یوحنا کو کوئی وینسیوں، جنوائیوں اور فلورنساویوں کے "تجارت کے موقع برآمد" نہیں بتاتا؛ لیکن ہمیں یہ معلوم ہے کہ جہاں کہیں وینسی جاتے وہاں وہ بالالتزام "سنت مرقس" کے نام کا ایک گرجا بعینہ اسی طرح تعمیر کرتے جیسے ملطسی جہاں کہیں جاتے ضرور ڈیلفی کے نام کا ایک بت خانہ بناتے محض اس وجہ سے کہ جنوا والوں نے اپنی بنک کا نام "سنت جرجیس بنک"، اور نیپلز والوں نے اپنی بنک کا نام "سنت یعقوب بنک" رکھا تھا، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان بلدیات کی تجارت کو مذہبی احساس کی وجہ سے کوئی تقویت پہنچی ہوگی - جب نیپلز کے "کنیسائے روح القدس" کی آمدنی بہت بڑھ گئی تو اُس نے ایک بنک کی بنیاد ڈالی جس سے صرف اپنا ہی نہیں بلکہ عوام کا فائدہ بھی مقصود تھا - لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سود کے سوالات حل کرنے سے بحری تجارت میں ہاتھ ڈالنا کہیں دشوار تر ہے، اور حلقۂ مسیحی کے افراد بھی عرصۂ دراز تک بحری تجارت کو جاری نہ رکھ سکے - ان تمام اسباب کو ملحوظ رکھ کر ہمارا خیال ہے کہ دیگر امور کی طرح بحری تجارت کے میدان میں بھی اپولو کے پجاریوں نے قوم کی مطلق رہبری نہیں کی - مفصلۂ بالا تنقید کے بعد ہم کُرٹیوس کے اس قول پر (صفحہ ۴۸۸) کوئی اعتراض

باب ۱۹ وہ تمام افعال سرزد ہوتے تھے جو اُن کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں، تو پھر اُنھیں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نہیں کرتے کہ یونانی بت خانوں میں لین دین کے سلسلے قائم تھے۔ صفحہ ۴۹۳ پر وہ تحریر کے استعمال پر بحث کرتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اُس کی ابتدا مذہبی یا ملکی اغراض سے بت خانوں میں ہوئی ہوگی؛ لیکن یہاں بھی ڈیلفی کو دیگر مقدس مقامات میں کوئی امتیاز حاصل نہ تھا۔ گروٹیوس کو اس امر کا اقرار ہے کہ ڈیلفی کی "مرتب کردہ تاریخ" دراصل حقیقی واقعات کی قطع و برید کرنے کے بعد مرتب کی گئی تھی۔ کہا جاتا ہے (صفحہ ۴۹۰) کہ بقائے ابدی" کے مسئلے کی ابتدا ڈیلفی سے ہی ہوئی؛ لیکن اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاتا کہ دیگر مقامات سے پہلے یہاں اُس کی ابتدا ہوئی ہوگی، اور جو تصویر پولیگنوتوس نے کھینچی ہے وہ پانچویں صدی ق م سے قدیم تر نہیں ہے۔ گروٹیوس کہتا ہے کہ ڈیلفی کی فال گاہ میں یونان کے سات بڑے بڑے عاقلوں کی گویا کہ ایک اعیانیت جمع ہو گئی تھی، اور اُن کے اقوال، جو بت خانے کے صدر دروازے پر کندہ تھے، ڈیلفی کی عقلمندی اور فراست کے ممتاز ترین نشانات سمجھے جاتے تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر بالفرض یہ اقوال انھیں عاقلوں کے تھے جن کی طرف وہ منسوب کیے جاتے تھے باایں ہمہ وہ انھیں کے فکر و تخیل، اور اُس عہد کے جملہ میلانات اور رجحانات کا نتیجہ تھا جن کا ڈیلفی یا اُس کی پجارن سے مطلق کوئی تعلق نہ تھا۔ صفحہ ۵۰۲ پر گروٹیوس کہتا ہے کہ "لیکرگوس کی طرح فیثاغورس کی فراست کا ماخذ بھی فیثیہ ہی تھی جس کی وجہ سے اس فلسفی کا نام فیثاغورس پڑ گیا، اور وہ پجارن جس کی نسبت ان مسائل کا ودیعت کرنا بیان کیا جاتا ہے اس کا نام تمسطاکلیہ تھا۔" باوجود ہیروڈوٹس کے بیان (۱/ ۶۵) کے ہمارے نزدیک لیکرگوس نے اپنی تعلیم کا بیشتر حصہ فیثیہ سے اخذ نہیں کیا اور زمانۂ حال کے دیگر مصنفوں کی طرح ہمارے خیال کے بموجب بھی تمسطاکلیہ کی بابت جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب کا سب خود ساختہ ہے؛ نیز ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ تمسطاکلیہ کی ملاقات سے پہلے ہی فیثاغورس کا یہ نام کیسے تھا، ورنہ ہمیں یہ فرض کرنا پڑے گا کہ ابتدا میں اس کا کچھ اور نام ہوگا (جس کا ہمیں علم نہیں)۔ صفحہ ۵۰۷ پر دوریانی طرز تعمیر کا تعلق بھی ڈیلفی سے دکھایا گیا ہے لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا گیا؛

باب ۵

یونان کے فرماں روا بننے میں ہرگز دیر نہ لگتی، اور ہم تاریخ یونان میں ایسی مذہبی حکومت کا حال پڑھتے جس کا فی الحقیقت مطلق وجود نہ تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اس کے برعکس بہت سے عناصر ایسے پائے جاتے ہیں جن کی وجہ اس کا تعلق کورنتھ سے معلوم ہوتا ہے "عمال مقدس کا حکم تھا کہ دوریائی مملکت میں خانگی مکانات کے دروازے اور چھتیں کلہاڑی اور آرے سے بنائے جائیں" لیکن اسے لیکرگوس کے قوانین کا ایک جزو تصور کرکے محض اسپارٹا تک محدود کردیا گیا ہے صفحہ ۵۰۰ پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ "دوریائی طرز تعمیر کے ارتقا اور توسیع کا یقینی تعلق اس حرم کے ساتھ تھا جس نے دوریائی مملکتوں کی بنیاد رکھی" لیکن محض اس بیان سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ یہ ایک بالکل فطری امر تھا کہ پجاری مختلف بت خانوں کے باہمی تناسب کا تعین کریں لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ عام طور پر ہر ایک بت کدے کی تعمیر کی نگرانی کرتے ہوں گے۔ صفحہ ۵۲۷ پر کرتیوس کہتا ہے کہ ہسیود کے خیالات "محض دیلفی کے پجاریوں کے تخیلات پر مشتمل ہیں" اگر ہم ان مشہور معروف اقوال کو نظر انداز کردیں جن کا تعلق در اصل زمانہ ابعد سے تھا، اور جن کا اختراع پجاریوں نے نہیں بلکہ "مجلس ہمسایگاں" نے کیا تھا، تو پھر پجاریوں کے خیالات کا معلوم کرنا نہایت دشوار ہوگا۔ صفحہ ۵۳۸ پر کرتیوس اپنی رائے کا ملخص بیان کرتا ہے کہ نویں صدی ق م سے یونان نے جو کچھ ترقی کی "خواہ مذہبی اور اخلاقی خیال آفرینیوں کے میدان میں ہو، خواہ موسیقی اور شاعری کے زمرے میں یا سیاسیات، تعمیرات اور سنگ تراشی کے شعبوں میں، غرض زندگی کے ہر ایک محکمے میں یونانیوں نے جو کچھ ترقی کی اس کا مبداء اور ماخذ دیلفی کا بت خانہ ہی تھا" ہم ان امور کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرچکے ہیں۔ صفحہ ۵۳۹ پر کرتیوس کہتا ہے کہ کلس تھنیس خودسر حکمران سکیون کے عہد سے دیلفی کے طرز عمل میں ایک بدیہی تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے اور اب اس میں موقع و محل کے لحاظ سے حکمت عملی اختیار کی جاتی ہے" لیکن کلس تھنیس چھٹی صدی ق م کے ابتدائی حصے میں تھا، اور یہ وہی زمانہ ہے جب فال گاہ دیلفی کے نوشتے ایک حد تک محض افسانوں کے میدان سے نکل جاتے ہیں اور دیلفی میں ہفت عقلائے یونان جمع ہوجاتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ سب محض "حیلہ ساز موقتی" طرز عمل کا نتیجہ تھا؟ بدیں وجہ یہ کہیں زیادہ صحیح ہوگا کہ دیلفی کے

باب ۱۹

دیلفی نے جو حصہ لیا تھا اُس کی کبھی کوئی قابل لحاظ مخالفت نہیں ہوئی جس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ان میں کوئی ممتاز قابلیت نہ تھی۔ جو لوگ ہمیشہ اپنی خدمات دوسروں کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں اُن میں عام طور پر نہایت معمولی قابلیت ہوتی ہے اور ایسے ہی لوگوں کی تعریف و توصیف میں ہر شخص رطب اللسان رہتا ہے۔ دیلفی سے ہر مملکت کے تعلقات اچھے تھے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رہبری کرنے کی بجائے فال گو ان تمام امور کو مذہبی جامہ پہنانے پر قناعت کرتا تھا جن کی مستدعی خواہش کرتے تھے۔ اگر بعض مرتبہ دیلفی کی جانب سے کسی خاص مملکت کی خواہشات کی مخالفت بھی ہوتی تو وہ صرف فال گاہ کا اثر قائم رکھنے کے لیئے ہوتی۔ بعض مرتبہ ایسی باہمی سازشوں کا انکشاف ہو جاتا جن کا نتیجہ نام نہاد کلمات رّبانی کی صورت میں ظاہر ہوتا تھا، یا کم از کم لوگوں کو گمان ہوتا کہ ان سازشوں کا انکشاف ہوگیا ہے؛ لیکن ایسے نازک موقعوں سے نکلنے کا طریقہ بھی پجاری خوب اچھی طرح جانتے تھے، اور بوقت ضرورت خود مہا پجارن فنشیہ تک کو بھینٹ چڑھا دیا جاتا۔ لطف یہ ہے کہ جب جنگ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اثرات کے نظریے کو چھوڑ کر اس کے واقعی کارناموں پر نظر ڈالی جائے؛ اور ہم نے اس کتاب میں یہی کیا ہے۔ کیا ہمارے اس خیال سے کہ یونانیوں کے بڑے بڑے کارہائے نمایاں دراصل اُن کے بڑے بڑے مفکّروں اور گیانیوں نے کئے تھے، اُن کی قابلیت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا اور کیا یہ نظریہ درست ہے کہ یونان نے دو سو سال تک جو کچھ ترقی کی اس کا مبداء و منبع پجاریوں کا ایک گروہ تھا جو ہمیشہ قوم کے نام احکام صادر کیا کرتا اور جو کچھ قوم کرتی اُسے تقویت پہنچایا کرتا؟ یورپ کے ازمنۂ وسطیٰ میں بھی اس سے کہیں زیادہ تنوّع پایا جاتا ہے۔ ہم ہرگز فال گاہ دیلفی کے اقتدار کے منکر نہیں ہیں لیکن ہم یقیناً اس سے انکار کرنا اپنا فرض تصور کرتے ہیں کہ اس کے پجاری فہم و فراست میں اوروں سے بالاتر تھے اور مختلف معاملات کی ابتداء انھیں سے ہوتی تھی۔ اس مختصر تنقید کی یہاں اسلیئے ضرورت پیش آئی کہ کُرتیوس کی نہایت وسیع اور متقدر کتاب کے وہ فقرے جو صفحہ ۵۳۸ سے شروع ہوتے ہیں، اگر صحت پر مبنی ہیں تو اُن سے ہماری رائے کی بالکلیہ تکذیب ہوتی ہے :۔

باب ۱۹ ایران کی ابتدا میں فال گاہ والوں نے ایرانیوں سے مل کر آرگوسیوں اور کریٹیوں کو غیر جانبدار رہنے کی ترغیب دی، جو یونانی مفاد کیلئے نہایت درجہ مضرت رساں تھی، اور اتھینز کو بھی لڑائی میں شامل ہونے سے باز رکھنے کی کوشش کی تو بھی اُس کی عزت اور وقار میں انحطاط کوئی فرق نہیں آیا۔[11] جنگ کے آخری دور میں اُس نے

---

[11] شیومان Schoemann فال گاہ پر الزام لگانے سے انکار کرتے ہوئے، کہتا ہے کہ (۲، ۴۴) ایرانیوں کی صریح فوقیت اور برتری کی وجہ سے ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے گریز ممکن نہ تھا، اور یہ یاد دلاتا ہے کہ جب قسمت نے پلٹا کھایا تو ڈیلفی نے قومی جھنڈا بلند کرنے میں مدد دی۔ لیکن اس سے پجاریوں کے مکر و فریب کے علاوہ کچھ ظاہر نہیں ہوتا اور وہ کسی حالت میں اخلاقاً معذور نہیں قرار دیئے جاسکتے۔ فالگاہ ڈیلفی کی جا اور بیجا اس قدر تعریف کی جاتی ہے، اور لوگوں کی آنکھوں پر کچھ ایسی پٹی بندھی ہے کہ عمدہ سے عمدہ تصانیف میں بھی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے قومی مقاصد کی پشت پناہی کی، درانحالیکہ واقعہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ ان اسباب کی بناء پر ہمارے نزدیک اُس کے خلاف جو نظریہ ہے اُس پر زور ڈالنے کی بہت ضرورت ہے، اور یہاں ہماری خواہش ہے کہ ایک خاص امر کی جانب خاص توجہ دلائیں۔ زمانۂ حال کے خیال کے مطابق جس کا نہایت وقیع مؤیّد گیوٹلنگ (Goettling) ہے (جو کچھوے اور بھیڑ کے گوشت کے قصے تک سے جو کریسوس کو دیا گیا تھا، فالگاہ کے عمق اور فطری عقلمندی پر زور دیتا ہے)، پجاری نہایت عالم و فاضل تھے، اور اگر اُس کا استدلال صحیح ہے تو پھر اُن کی ذہانت اور فطانت کے بعد اُن کا مکر و فریب اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اگر یونانیوں کا ہر ایک فعل ان پجاریوں کے جزافی اور اعدادی معلومات کا نتیجہ تھا تو پھر یہ کہنا کہ جو کچھ وہ کہتے تھے معبود کی طرف سے ہوتا تھا، بڑا بھاری دھوکا تھا؛ اگر پجاری مستدعی کے اشاروں کی بناء پر ان ناقابل فہم آوازوں کو جو فتیہ کی زبان سے نکلتی تھیں، قابل ادراک جامہ پہنا دیتا تھا، تو اکثر و بیشتر صورتوں میں وہ اپنے آپ کو صحیح معنوں میں دیوتاؤں کا ملہم علیہ سمجھ سکتا تھا چونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ انھیں غیر معمولی علم حاصل تھا اس لئے مناسب ہے کہ اُسکے فرض کرنے سے اُنکے خصائص میں جو اخلاقی پستی نظر آنے لگتی ہے اُس سے ہم باز رہیں۔

باب ۱۵

یہ بھانپ لیا تھا کہ آخر کار یونانیوں ہی کو فتح ہوگی، اور اب وہ بلا تامل محبان وطن سے مل گئے۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود فال گاہ والوں کو قومی مقاصد سے مطلق دلچسپی نہ تھی، بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر فی الجملہ وہ یونانیوں کی مخصوص فال گاہ تھی تو بربری اقوام بھی اُس سے اُسی قدر فائدہ اٹھا سکتی تھیں۔

ویلفی کا تعلق اُس زنجیر کی تیسری کڑی سے بھی تھا جو یونانیوں کو ایک رشتہ میں منسلک کرتی تھی، اور یہ قومی کھیل تھے جو تعداد میں چار تھے یعنی اولمپیائی، فیثوی، نمیائی اور خاکنائی۔ ان کے علاوہ دیگر مشہور مقامات پر بھی عیدیں منائی جاتی تھیں لیکن اُن کی حیثیت محض مقامی تھی۔ یونانیوں کی زندگی میں یہ کھیل اُن کی قومی خصوصیات کی وجہ سے خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ہر یونانی اپنے شہر والوں کی تعریف و توصیف کرنے کا خواہاں تھا؛ اور اُس کی فطری آرزو اور حوصلے کا یہی تقاضا تھا کہ وہ اپنے آپ کو عامۃ الناس سے ممتاز ثابت کرے اور قوم کی نگاہ میں اُسے دوسروں پر فوقیت حاصل ہو۔ اسکے نزدیک اپنے آپ کو بڑھانے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ مقابلۂ عامہ میں وہ دوسروں کو نیچا دکھائے۔ ان مقابلوں کو یونانی تہذیب و تمدن کے ارتقا میں جو عظیم الشان رتبہ حاصل تھا اُس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ ناٹک نگار شعرا کے انعامی مقابلوں کی وجہ سے جو ایتھنز میں ہوا کرتے تھے، ورویہ اور سروریہ کی ترقی میں بہت بڑا ہیجان پیدا ہوا۔

اولمپیائی کھیل ہیرائیوں کے حرم موسومہ اولمپیا میں منعقد ہوتے تھے؛ [۵]

۵؎ ان اجتماعوں Panegyris کے لیے دیکھو السیقطراطیس: "پانے گیرس" ۴۳ وغیرہ۔ جرمانیوں نے اولمپیا میں ۱۸۷۵ء تا ۱۸۸۱ء میں جو کھدائیاں کی ہیں اُن کی وجہ سے وہاں کے متعدد ایوانات برآمد ہوگئے ہیں۔ یہ کھدائیاں دراصل اکرتیوس کی تحریروں کی وجہ سے عمل میں آئیں۔ ان کھدائیوں اور مختلف انکشافوں کے لیے جملہ معلومات سرکاری روئداد اولمپیا کی کھدائیاں Ausgrabungem zu Olmpia میں ملینگی جو پانچ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ مفصلۂ ذیل کتاب اسی موضوع پر پہلی تصنیف ہے

باب ۱۹

جو دریائے الفیوس پر ساحل سمندر سے خط مستقیم پر سات میل پر اور دریا کے کنارے کنارے دس میل کے فاصلے پر اس مقام پر واقع تھا جہاں ایک اور ندی (جس کا نام کلادیوس تھا) شمال کی طرف سے آ کر الفیوس میں مل جاتی ہے۔ بعض یونانیوں کی رائے تھی کہ اس میلے کی ابتدا ہرقل نے کی، بعض کہتے تھے کہ اس کا سہرا پیلوپس کے سر ہے اور بعض کا خیال تھا کہ پیزا کے موروثی سور ما پیزوس نے اس کا آغاز کیا ہوگا۔ ان تینوں میں سب سے زیادہ جس شخص کو اولمپیا میں عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا وہ پیلوپس تھا؛ اور چونکہ اس کی بابت یہ خیال تھا کہ وہی بیشتر حصہ پیلوپونیز کے ان حکمرانوں کا مورث اعلیٰ تھا جنھیں ہرقلیوں نے بیدخل کر دیا تھا اس لیئے غالباً اس کا مذہب ہرقل کے مذہب سے قدیم تر ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اولمپیا کا کوئی حصہ ہرقل کے نام پر وقف نہ تھا اسی لیئے زمانۂ مابعد تک اولمپیا کے میلے کا موجد ہرقل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ میلا لیکرگوس کے اس میں از سر نو روح پھونکنے سے عرصۂ دراز پہلے سے قائم ہوگا۔ اسی زمانے میں ایلس پیزائیوں کے ماتحت تھا اور اس پر ایفی توس حکمراں تھا جسے فال گاہ کی طرف سے حکم ملا کہ وہ میلے کا احیا کرے۔ اس مقصد کے حصول کے لیئے اس نے لیکرگوس سے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ جسمیں مختلف معلومات کو نہایت بسیط اور با ترتیب پیرایے میں جمع کر دیا گیا ہے: "اولمپیا و اطراف" مع نقشہ جات، مرتبہ کاورٹ و ڈورپ فیلڈ Olympia und Umgegend زیر ادارت کُرتیوس و آڈلر Curtius und Adler برلن ۱۸۸۲ء جریدۂ آثاریات، عنوان "عید اولمپیا اور اس کا رتبہ" Olympia, das Fest und seine Staett مصنفۂ بیوٹی شر Boettischer برلن ۱۸۸۳ء میں بہت سی تصاویر اور بیڈیکر Baedecker کا ترتیب دیا ہوا ملخص بھی نہایت نفیس ہے۔ ہم اس مقام پر ایسے اقتباسات نہیں دے سکتے جن سے وہ بے شمار مسائل سمجھ میں آ سکیں جو ان کھدائیوں کی وجہ سے زیر بحث آ گئے ہیں یا جن کا اب تصفیہ ہو گیا ہے؛-

باب ۹

مل کر یہ طے کیا کہ جب تک عید کی چہل پہل جاری رہے اُس وقت تک اُن مملکتوں کے باہمی جنگ و جدال بالکل موقوف ہو جائیں جو اس میں حصہ لیں۔ یہ قصہ تو روایات پر مبنی ہے؛ دوسری صدی عیسوی میں پوسانیاس کے زمانے میں ہیرائیوم کے اندر ایک گھیرا رکھا ہوا تھا جس پر ایفی توس اور لیکرگوس کے نام مندرج تھے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اولمپیائی کھیلوں کی بقا و بہبودی کے معاملات میں اسپارٹا بہت دلچسپی ظاہر کرتا تھا، اور اغلب امر یہ ہے کہ وہ اُن کے محافظ ہونے کی نیم دفتری حیثیت کو سیاسی اغراض کے لیے استعمال کرتا ہوگا۔ زمانۂ مابعد میں ایلیسی مسلسل امن اور اپنے ملک کے محفوظ و معصوم ہونے کا برابر مطالبہ کرتے رہے لیکن ان کی اس آواز پر مطلق توجہ نہ کی گئی، بلکہ اس کے برعکس صرف میلے کے دوران میں امن و امان قائم رہتا اور اگر کوئی شخص ان زائرین کو کچھ نقصان پہونچاتا جو اولمپیا میں آتے تھے تو اسے رقمی جرمانہ ادا کرنا ہوتا۔ ابتدا میں تو اُس میں صرف ہمسایہ اقوام حصہ لیتی تھیں، لیکن امتداد زمانہ سے ان قوموں کی تعداد جو اس میں شریک ہوتی تھیں، بڑھتی گئی اور رفتہ رفتہ ہر ایک یونانی قوم اس میں حصہ لینے لگی۔

دیگر اہم تہواروں اور عیدوں کی طرح مختلف مملکتیں اپنے وفد اولمپیائی میلوں کے موقع پر بھی بھیجتی تھیں۔ یہ میلا ہر چوتھے سال یوم اطول النہار کے بعد دوسرے بدر کے قریب لگتا تھا، اور ابتدا میں اس میں زیوس اور دوسرے دیوتاؤں کے نام کی قربانیوں کو باقی تمام امور سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی، لیکن رفتہ رفتہ ان سے وہ مقابلے کی بازیاں بڑھ گئیں جو دیوتاؤں کے اعزاز میں لگائی جاتی تھیں۔ سب سے قدیم بازی جو عرصۂ دراز تک تنہا جاری رہی معمولی پیدل آدمیوں کی دوڑ تھی جو دوِش گاہ میں (جس کا طول ۶۰۰ اولمپیائی قدم تھا) ہوا کرتی تھی؛ جو شخص اس دوڑ میں اول آتا اُسی کے نام پر اس مخصوص اولمپیاد کا نام رکھا جاتا اور یہی اس سال کے جملہ کھیلوں کا میری قرار پاتا تھا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اولمپیاوی سنوی شمار اور ان جملہ معلومات کا سلسلہ ۷۷۶ ق م سے پیشتر شروع نہیں ہوا اور یہ وہ سال ہے جب کوروئے بوس

میری تھا، لیکن اولمپیاد کو سنوی شمار کے معیار بنانے کا سہرا تماٹیوس، ساگئن تورومے نیوم کے سر ہے جس نے تیسری صدی ق م میں اس رواج کی ابتدا کی۔ اٹھارھویں اولمپیاد میں معمولی پیدل دوڑ میں اس پنجگانہ بازی کا اضافہ ہوا جس میں کودنا، دوڑنا، گھیر اچھینکنا، نیزہ بازی، اور کشتی گری شامل تھی؛ اس کے علاوہ پہلوانوں کا علٰحدہ دنگل بھی ہونے لگا تیئیسویں اولمپیاد میں گھونسہ بازی شروع ہوئی اور پچیسویں میں محض نمائشی اغراض سے گاڑی دوڑ کی ابتدا کی گئی جو دوِش گاہ کے جنوب اسی کے متوازی اسپ میدان میں منعقد ہوتی تھی۔ پیدل دوڑ سے میری کی تیز قدمی اور پنجگانہ بازی سے اسکی قوت اور چلت پھرت کا امتحان ہوتا تھا، لیکن گاڑیوں کی دوڑ سے صرف جیتنے والے کی دولت و ثروت کا اندازہ ہوتا تھا اس لیئے کہ گاڑی بان کی بجائے گاڑی اور گھوڑوں کا مالک جیتتا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ جو کڑی کے اخراجات کے متحمل صرف امیر ہی ہو سکتے ہیں۔ اس دوڑ میں اکثر خود سر حکمران حصہ لیتے تھے اور درباری شعرا اُن کی تعریف و توصیف کے طومار باندھ دیتے تھے۔ الغرض شہرت کا ایک حصہ جو ذاتی جدوجہد کے لیئے وقف ہونا چاہیئے، اس شخص کی ملک سمجھا جاتا تھا جس کے پاس علاوہ دولت کے کچھ نہ ہوتا۔ گاڑی دوڑ میں محض میری کی ہی شہرت نہ ہوتی بلکہ اُس کی مادر بلد کا بھی حصہ ہوتا، اور بعض مرتبہ تو جو کڑی کا مالک محض چاپلوسی یا خوشامد کی غرض سے خانۂ مالکانہ کے اندر کسی اور کا نام اندراج کرا دیتا یا بجائے اپنے شہر کے کسی اور بلدیئے کا نام لکھا دیتا۔ یہ واقعہ ہے کہ ایسی صریح لغو گوئی کے ذریعے سے لوگ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب ہو جاتے تھے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی نہایت سادہ لوحی سے اپنی شہرت پر نہایت محظوظ و مسرور ہوتے تھے:۔

کھیلوں کے کارکنوں اور عادیوں کو ہیلانود کائے کہتے تھے جنھیں ایلیسی نامزد کرتے تھے اور اِن بازیوں کو باکرہ لڑکیاں، غیر ملکی باشندے اور غلام بھی دیکھ سکتے تھے۔ ان مقابلوں سے جو جرمانے وصول ہوتے تھے اُنکے ذریعے سے زیوس کے مجسمے یا زانیس ڈھال کر حرم کے اندر رکھ دیا جاتا تھا،

باب ۱۹ اور میری کو جنگلی زیتون کے اُس درخت کا ایک گھیرا بطور انعام کے دیا جاتا تھا جسے ہرقل نے اولمپیا میں بویا تھا۔ جب میری اپنے وطن مالوف کو واپس جاتا تو وہاں اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا اور اُس کی بیحد عزت کی جاتی۔ وہ ایک گاڑی میں بیٹھ کر، جس میں چار سبزہ گھوڑے جُتے ہوتے، اپنے دوستوں کے ساتھ شہر میں داخل ہوتا، اور اپنا فاتحانہ گھیرا شہر کے افضل ترین حرم پر چڑھا دیتا۔ تماشا گاہ میں اس کے لیئے ایک معزز جگہ مخصوص ہوتی اور اکثر اُس کے بلدیئے کی طرف سے اُس کے خورونوش کا انتظام کر دیا جاتا۔ بعض جگہ اُسے رقمی انعام بھی دیا جاتا اور اسپارٹا میں میدان جنگ کے لیئے اُس کے واسطے خود بادشاہ کے قرب میں ایک جگہ مختص ہوتی۔ انسٹھویں یا اکسٹھویں اولمپیاد کے بعد میریوں کو یہ اجازت مل گئی کہ اگر چاہیں تو اولمپیا کے مجسمے نصب کریں، لیکن انھیں خود اپنی شبیہ کے مجسمے تیار کرانے کی صرف اُس وقت اجازت دی جاتی تھی جب وہ تین مقابلوں میں مسلسل اول آتے تھے۔

چونکہ مختلف اطراف و اکناف یونان کے باشندے جوق جوق ان میلوں میں جمع ہوتے اس لیئے زمانۂ مابعد میں مصنف اس موقع سے فائدہ اٹھا کر یہاں اپنی تصانیف عوام کے سامنے پیش کرتے۔ مثلاً ہیروڈوٹس کی بابت کہا جاتا ہے کہ اُس نے اپنی تاریخ کا ایک حصہ یہاں پڑھ کر سنایا تھا، اور گورگیاس نے اپنی اولمپیائی تقریر اسی موقع پر کی تھی۔ یہی وہ مجمع تھا جہاں آکر خطاب اپنے کمالات کے جوہر دکھاتے اور نقاش اپنے بنائے ہوئے مجسمے رکھ کر لوگوں کو محظوظ کرتے۔ تھمسطاکلیس کی طرح جو باوقار شہری اولمپیا جاتے تو وہاں عوام الناس انھیں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ خوش آمدید کہتے اور وہ اپنے اس جوشیلے استقبال کو اپنی وطن پرستانہ کارروائیوں کا بہترین صلہ تصور کرتے۔

اولمپیائی میلے کا یونان کی زندگی کے میدان میں جو رتبہ تھا وہ ہماری دانست میں اہم ترین اور عجیب ترین تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ پیدل دوڑ میں جو شخص اول رہتا وہی میری قرار پاتا اس لیئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محض جسمانی قوت کی بجائے تیزی اور پھرتی کو ہی اعزاز و اکرام کا مستحق قرار دیا جاتا تھا۔ یہ بات یونانی قوم کے

باب ۱۹

خصائص میں داخل تھی کہ وہ محض جسمانی قوت سے کبھی متاثر نہ ہوتے تھے پیدل دوڑ میں کامیابی کے یہ معنی تھے کہ فاتح کی جسمانی بناوٹ میں ایک خاص تناسب ضرور ہوگا۔ کامیاب امیدواروں کی جو عزت کی جاتی تھی اُس کا مذہب سے بھی ایک خاص تعلق تھا اس لیئے کہ ورزش کے ذریعے سے بدن کو مضبوط و طاقتور بنانا محض زیوس کی عظمت و توقیر کے لیئے تھا، اور اس طرح اولمپیا کے واسطے سے مذہب کی خاطر حسن وجمال کی تلاش یونانی تعلیم کا ایک خاص عنصر بن گئی، جس کے اساس میں تناسب اعضا اور خوبصورتی داخل کر لی گئی۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے کہ ان کھیلوں سے یونان کے فنون لطیفہ میں سب سے مکمل فن کو براہ راست مدد ملی؛ وہ اس طرح کہ ان کھیلوں میں برہنہ بدن کی نمائش ہوتی تھی، اور سنگ تراش اسی برہنگی کے مجسمے تیار کرتے تھے، لہٰذا یونان کے نقاشوں کو یہ موقع ملا کہ وہ انسان کی فطری کیفیت اور اُس کے خوبصورت اور تنومند جسم کی تشکیل کریں، ہم جانتے ہیں کہ وہ انسان کے چہرے کی نقل اُتارنے میں ذرا کچے تھے، لیکن چونکہ جسم کی تشکیل کی مشق کے ساتھ ہی چہرے کی نقل اُتارنے کی مشق بھی لازمی تھی اسلیئے اس خامی سے فن پیکر پذیری کی محض ابتدائی حالت ہونے کی وجہ سے کچھ زیادہ حرج واقع نہ ہوتا تھا۔

اولمپیا میریوں کے مجسموں کے علاوہ ہر قسم کے چڑھاووں سے بھرا ہوا تھا جن کی ایک خاص فنی حیثیت تھی، اور مختلف مقدس ایوانوں کی تعمیر کے سبب سے فن تعمیر اور مذہبی اور آرائشی سنگ تراشی کو بہت کچھ تقویت پہنچی تھی الغرض رفتہ رفتہ یہ مقام ایک عظیم الشان عجائب خانے کے مماثل ہو گیا۔ زمانہ حال تک جو کچھ معلومات ہمیں حاصل تھیں ان سب کا ماخذ وہ مفصل سفرنامہ تھا جو پئوسانیاس نے بلاد یونان کے سفر کی یادگار کے طور پر چھوڑا تھا؛ لیکن پچھلے چند سالوں میں ماہرین آثار یات کی دیرینہ آرزو بالآخر پوری ہوئی اور کھدائیوں کے ذریعے سے اولمپیائی میلوں کا محل وقوع عریاں کر دیا گیا؛ اس کیلیئے فن تاریخ ارکیتوس کا رہین منت ہے جن کے ذریعے سے جرمانیوں نے یہ عظیم الشان کام انجام دیا۔

اولمپیا کا سب سے اہم حصہ آلتس یعنی مقدس باغیچہ تھا جس کے مشرق میں اکھاڑے اور میدان مثلاً دوش گاہ باب ۱۹
اور اسپ میدان واقع تھے۔ آلتس کو آلسوس بھی کہتے تھے، اور یہ دریائے الفیوس کے شمال اور کلادیوس ندی کے مشرق میں دونوں کے سنگم پر کرونوس پہاڑی کے جنوبی دامن میں واقع تھا۔ ابتدا میں اس باغیچے کے درختوں کی ٹہنیوں پر چڑھاوے لٹکا دیئے جاتے تھے، اور اس کے سایہ دار درختوں کے بیچ میں سیدھے سادے بے گھڑے پتھروں کی قربان گاہیں بنی تھیں، جن پر قربان کردہ جانوروں کی راکھ ڈالی جاتی تھی؛ لیکن رفتہ رفتہ وہاں ہیرا، زیوس اور ام الارباب کے نام پر بڑے بڑے مندر بن گئے اور ان کے ساتھ ساتھ پیلوپس اور ہپوڈامیا کے نام پر چھوٹے چھوٹے احاطے بھی بنا دیئے گئے۔ اس مقدس حرم کے عین وسط میں زیوس کی عظیم الشان قربان گاہ تھی، اور شمالی چبوترے پر متعدد خزانے اور چھوٹے چھوٹے حرم تھے جنھیں مختلف بلدیات نے اپنے چڑھاووں اور پیش کشوں کو محفوظ رکھنے کے لیے تعمیر کیا تھا؛ ان میں سے ہم سکیون، سرقوسہ، ایپی دامنوس، بیزنطہ، سیبارس، سیرینہ، سلی نوس، میتاپونتوم، میگارا، اور گیلا کے ایوانوں کی شناخت کر سکتے ہیں۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ان دس خزانوں میں سے بیزنطہ کا خزانہ تو گویا ایک مشرقی نوآبادی کے متعلق تھا، سیرینہ ایک افریقی شہر تھا، اور اسی طرح ایپی دامنوس الریائی، میتاپونتوم اور سیبارس اطالوی بلدیات، اور سرقوسہ، سلی نوس اور گیلا سسلی کی نوآبادیاں تھیں؛ گویا کہ صرف سکیون اور میگارا ہی ایسے بلدیات ہیں جو یورپی یونان سے متعلق تھے۔ اس فہرست میں دیار مغربی کو ایک نمایاں فوقیت حاصل ہے اور یونان کے ساتھ ان کا جو ناتا تھا اور تعلق تھا وہ اس دلچسپی سے صاف ظاہر ہوتا ہے جو وہ اولمپیا میں لیتے تھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ اولمپیا کا منہ مغرب کی طرف کو ہے، الفیوس مغرب ہی کو بہتا ہوا گویا کہ سسلی میں دریائے اذرلی گیا کی شکل میں از سر نو نمودار ہوتا ہے؛ اور سسلی والوں کو اولمپیائی کھیلوں سے جو دلچسپی تھی وہ اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے سکوں پر چوکڑی کی شبیہ کندہ تھی۔ ان تمام باتوں کو ملحوظ رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اولمپیا مثل ایک زنجیر کے تھا جو یونان کو مغربی نوآبادیوں سے منسلک کرتی تھی۔

یہ امر بھی خاص طور پر غور کے قابل ہے کہ سیبارس اور میتاپونتوم کے علاوہ جتنے خزانے اولمپیا میں تھے وہ سب دوریانی بلدیات سے متعلق تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولمپیا اور دوریانی قوم کا باہمی تعلق نہایت خاص قسم کا تھا[16]۔

فیثوی کھیلوں کی وقعت اولمپیائی کھیلوں سے ذرا کم تھی[17]۔ پہلی مقدس جنگ سے قبل ہر آٹھویں سال بربط بازوں کا ایک مقابلہ دلیفی میں ہوا کرتا تھا اور اس میں اپولو دیوتا کی حمد گائی جاتی تھی۔ جب اس جنگ کی وجہ سے میدان کریسیا معبود دلیفی کی ملکیت ہو گیا تو اڑتالیسویں اولمپیاد کے تیسرے سال اولمپیا کی طرح ورزشی مقابلوں کا اضافہ کیا گیا اور یہ مقابلہ ہر آٹھویں سال کی بجائے ہر چوتھے سال میدان میں منعقد ہونے لگا۔ لیکن اس کے بعد بھی اس اجتماع میں سب سے اہم واقعہ فیثوی اپولو کی حمد ہی رہی جسے بانسری پر بجایا جاتا تھا۔ اس مقابلے کے پنچ کو "مجلس ہمسایگاں" مقرر کرتی تھی اور اول آنے والے کو سدا بہار کا ایک گچھا بطور انعام دیا جاتا تھا۔

نمیائی کھیل[18] نمیا نامی ایک سنسان جنگلی وادی میں منعقد ہوتے تھے جو ایک چھوٹے سے آرگوسی گاؤں مسمی کلیونائے کی اراضی میں واقع تھی۔ ابتداءً اس موقع پر سورما آرخے موروس یا اوفیلتیس کے اعزاز میں ایک عید منائی جاتی تھی؛ ازاں بعد اس میں زیوس کی پوجا کا اضافہ کیا گیا اور اکیانویں اولمپیاد سے اس میں ورزشی کھیل بھی شامل کر دیئے گئے۔ اس عید کا انتظام و انصرام اول تو کلیونائے والوں کے ذمے اور پھر عام طور پر آرگوسیوں کے

[16] غالباً خودسر حکمرانوں کے حوصلوں اور آرزوؤں کی وجہ سے ان خزانوں کی ظاہری شان و شوکت میں بہت اضافہ ہو گیا ہو گا۔

[17] فیثوی کھیلوں کے لیے استرابو ۹، ۴۲۱؛ پوسانیاس ۱۰، ۷، ۴ وغیرہ؛ شیومبرگ ۲، ۵، ۶ وغیرہ۔

[18] استرابو ۸، ۳۷۷؛ پوسانیاس ۲، ۱۵؛ شیومبرگ ۲، ۶۷۔

باب ۱۹

سپرد ہو گیا، اور یہ چار سال میں دو مرتبہ یعنی ایک مرتبہ موسم گرما میں اور ایک مرتبہ موسم سرما میں منائی جاتی تھی۔ اس میں ڈیلفی کی طرح جسمانی ورزش، چابک سواری، اور موسیقی میں بازی لگائی جاتی تھی اور جو شخص کامیاب ہوتا اُسے اجمود کے پتوں کا ایک گھیرا دیا جاتا تھا۔ علاوہ تین ستونوں کے جو اس وقت تک استادہ ہیں، نمیا کے بت خانے کا باقی ماندہ حصہ زلزلوں کی وجہ سے گر گیا ہے اور آج بھی اُس کے اُفتادہ فیل پائے زمین پر قطار در قطار پڑے دکھائی دیتے ہیں۔

چوتھا عظیم الشان قومی میلا خاکنائی کھیلوں کے زمانے میں لگایا جاتا تھا جو[۱۹] خاکنائے کورنتھ پر اول تو ملی کرٹیس اور پھر پوسیڈون کے اعزاز میں (جسے تھیسیوس نے یہاں کا رکھشک دیو مقرر کیا تھا) منعقد ہوتے تھے۔ تاریخی زمانے میں ان کھیلوں نے جو صورت اختیار کر لی تھی وہ فیثوی یا نمیائی کھیلوں کے زمانے (یعنی ۵۸۶ق م یا ۵۸۲ق م) سے برابر جاری تھی۔ یہ ورزش، چابک سواری، اور موسیقی پر مشتمل تھے اور انعام کے طور پر پہلے تو اجمود کی مالا اور پھر صنوبر کا ہار دیا جاتا تھا۔ ان کھیلوں میں جو دو دریائی سرزمین پر منعقد ہوتے تھے، ایتھنزی خاص طور پر حصہ لیتے تھے اور جو ایتھنزی اول آتا تھا اُسے بلدیہ ایتھنز اپنے خزانے سے ایک سو درہم بطور انعام کے ادا کرتا تھا۔

ان چاروں عیدوں کا خاص اثر یہ پڑا کہ دنیا کے سامنے یونانی اپنے مذہب کی خاطر متحد و متفق اپنے رسم و رواج پر عمل پیرا، اپنی جسمانی اور ذہنی ترقی کے لیے کوشاں نظر آنے لگے، اور ان میں یہ خاص بات پیدا ہو گئی کہ اُنکی ریاستوں کے درمیان کیسی ہی جنگ زرگری کیوں نہ ہو رہی ہو لیکن کم از کم سال کے ایک حصے میں تو وہ ضرور ہی آپس میں امن و امان قائم کر لیتے تھے۔

---

۱۹ خاکنائی کھیلوں کے لیے پوسانیاس (۱، ۴۴، ۱۱؛ ۲، ۱، ۳)؛ پلوٹارک :

باب بستم

یونانی مملکتوں کا ارتقا: ملوکیت، اعیانیت، مقنن اور خود سر۔

ہم نے انیسویں باب میں ان حالتوں کا شمار کیا ہے جن میں یونانیوں کے باہمی اختلاط و ارتباط کے میلان کی تشکیل ہوئی اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ اُنھوں نے ان رشتہائے اتحاد کو خود اپنی ہی خوشی سے تسلیم کر لیا تھا ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُن کی کبھی ایسی سلطنت قائم کرنے کی خواہش نہیں ہوئی جس میں تمام چھوٹی چھوٹی مملکتیں شامل ہو جائیں؛ بلکہ اس کے برعکس ان کا تخیل صرف ایسی مملکت تک محدود تھا جہاں اراضی متعلقہ کا مرکز ایک محدود شہر ہو اور اس میں یا تو جملہ شہری رہتے ہوں ورنہ کم از کم اس میں اتنی گنجائش ہو کہ بیرونی حملے کے وقت وہ تمام شہریوں کے لیئے مامن بن سکے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یونانی مملکت کی حقیقت ایک کم و بیش ارتقا شدہ بلدیئے سے زیادہ نہ تھی [۱]۔ ممکن تھا کہ بعض مرتبہ متعدد البلدیات

بقیہ حاشیہ صفحہ گوشتہ۔ تھے سیوس، ۲۵، جہاں لفظ "پر و یُدریا" (آقتدار صدارتی) سے یہ مراد نہیں کہ ایتھنزیوں کو باقی ماندہ اشخاص پر کوئی خاص فوقیت حاصل تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر وفد کو یہ اختیار حاصل تھا۔ از سر نو تنظیم کی تاریخ کے لیئے ڈنکر Duncker ۶، ۵۷ اور شیومیرگ ۲، ۶۸ کا مطالعہ کیا جائے:۔

[۱] ایک کتاب جس میں نہایت شرح و بسط اور عمق کے ساتھ اپنے مختص موضوع پر گویا قبضہ

کے مابین اس قدر تعلق پیدا ہو جائے کہ وہ ایک دوسرے کی حفاظت کو اپنا فرض عین تصور کرنے لگیں، مثلاً جب کوئی قبیلہ کسی ملک کو فتح کر کے مفتوحہ اراضی پر جگہ جگہ اپنی نو آبادیاں قائم کر لیتا تھا تو ایسی صورت میں ان نو آبادیوں کا باہمی تعلق ناگزیر ہوتا اور ان کا یہ احساس بھی لابدی تھا کہ وقت پڑے تو ایک دوسرے کی حفاظت کرنا اُن کا فرض ہے؛ مثلاً ہم روایات میں پڑھتے ہیں کہ بیوتیہ کی فاتح قوم میں باہمی اتفاق و اتحاد زمانۂ مابعد تک قائم رہا اور ان میں بھی اسی قسم کے جذبات پیدا ہو گئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہی کیفیت ان اضلاع کی بھی تھی جن کی فتح کی بابت ہمیں مطلق کچھ معلومات حاصل نہیں ہیں، جیسے ایتولیہ، فوکس وغیرہ۔ عام طور پر وہ کڑی جو ایسے اضلاع کو باہمدگر منسلک کرتی تھی بالکل ڈھیلی ڈھالی ہوتی؛ اور یہ محض شغل بیکاری ہوگا اگر ہم ان قواعد و قوانین کو دریافت کرنا چاہیں جو اُن کے باہمی تعلقات کے تعین کے لیے بنائے گئے ہوں گے اور جن کے ذریعے سے اُن کے افعال عامہ کی نگرانی کی جاتی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بعید زمانے کی زندگی کے حالات کچھ ایسے تھے کہ اُن کے واسطے تحریری قوانین ضروری نہ سمجھے جاتے، اور خانگی امور کی طرح افعال و اقوال عامہ کے میدان میں بھی قاعدہ سازی شاذ تھی[۲] ان اسباب کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یونان میں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ کر لیا ہے، فیوسٹل دہ کولانژ کی تصنیف "مدینۂ قدیمہ" Fustel de Coulanges: La cite antique (آ شیتے نویں اشاعت) ہے۔ اس کتاب میں مختلف واقعات کو ایک جدید نظریے کی روشنی میں دکھایا گیا ہے۔ نیز فاؤلر Fowler کی کتاب بھی، جس کا اس سے پہلے حوالہ دیا گیا ہے، دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ کتاب اس موضوع پر بہترین تصنیف ہے اور اس میں اس کے مصنف کے فلسفیانہ خیالات صاف نظر آتے ہیں۔ تفصیل کے لیے گلبرٹ: "مملکت قدیمہ" Gilbert: St. Alt جلد ۲ کا مطالعہ کیا جائے:

[۲] دو مختلف اتحادوں اور لیگوں کیلیے دیکھو شومان "یونان قدیم" Schoemann: Gr, Alt

باب ۲

مملکت اور بلدیہ دونوں ایک ہی شئے کے دو مختلف نام تھے اور ان دونوں کا اظہار لفظ "پولس" سے کیا جاتا تھا۔ پولس نہ صرف "مملکت یعنی شہریوں کے مجموعے کا نام تھا بلکہ اس سے قلعہ بند، فصیل دار شہر بھی مراد لیا جاتا تھا جو نہ صرف مملکت کا مستقر تھا بلکہ اسی مرکز کے ذریعے سے مملکت کی حفاظت بھی کی جاتی تھی۔ ساتھ ہی ہر مملکت کا دار و مدار کلیتہً خود اپنے وسائل پر تھا، اور اگر اسے اپنے شہریوں کے لیئے بیرونی امداد کی ضرورت پڑتی تو (یونانیوں کے زعم میں) اس کی خود مختاری اور آزادی میں فرق آجاتا۔ اُس زمانے کی ضروریات زندگی نہایت مختصر تھیں، اور اگر بلدیے کے متعلق اتنی اراضی ہوتی کہ اُس کے ذریعے سے شہریوں کو معمولی روٹی سالن مل جاتا تو یہ بالکل کافی سمجھا جاتا تھا؛ اسی سبب سے یونانی مملکتوں کا رقبہ نہایت مختصر ہوتا تھا۔ عام طور پر شہری اپنے اپنے مکان اپنے کاشتکاری مقطعوں کے قریب ہی بنا لیتے، لیکن چونکہ انھیں لٹیروں کا کھٹکا اور آفات سماوی کا خطرہ لگا رہتا تھا اس لیے وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ ایک دوسرے سے زیادہ فاصلے پر رہیں۔ اسی لیے ہر مملکت میں صدر بلدہ کے علاوہ "کومائے" یا گاؤں بھی ہوتے تھے بعض مرتبہ مستقر مملکت، جو عام طور پر "پولس" کہلاتا تھا، قلعۂ بند شہر ہونے کی بجائے اسپارٹا کی طرح متعدد "کوماۓ" کا مجموعہ ہوتا اور اس کی بابت یہ کہا جاتا کہ وہ مختلف "کومائے" کے اختلاط سے بنا ہے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ کسی ضلع میں صرف گاؤں ہی گاؤں ہوں اور کوئی ایسا مستقل سیاسی مرکز نہ ہو

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ۲، ۶، ۷، وغیرہ، اور و، فیشر "مکتوبات مختصر" :W. Vischer Kleine Schriften (جلد ۱، لائپزگ، ۱۸۷۷ء) جہاں مختلف مملکتوں اور لیگوں کے قیام یا مرکز۔ اور وفاقیہ سازی کی بابت بہت کچھ مواد ہے۔ یونان میں ایسی جمعیتیں بھی تھیں جن کا کوئی صدر مقام نہ تھا، مثلاً فوکس، لوکرس، اکارنانیہ، ایتولیہ، اور اکائیہ تھسلی کی تنظیم ان سب سے زیادہ خود ساختہ تھی، اور بیوتیہ کا صدر مقام قلعہ بند شہر تھیبز تھا۔

باب ۳

جسے فصیل دار شہر کا لقب دیا جا سکے اور جس کی قلعہ بندی انسان کے ہاتھ سے نہ ہوئی ہو بلکہ ذرائع حفاظت محض قدرتی ہوں؛ ایسی مملکت میں مشترکہ امور پر بحث و تمحیص کرنے کے لیے کسی مناسب و موزوں مقام کا انتخاب کر لیا جاتا تھا اور اس تمام آبادی کو "منتشر القریٰ" کا لقب دیا جاتا تھا۔ اصل یہ ہے کہ یہ کیفیت صرف اُن قوموں کی تھی جن کی تہذیب و تمدن کا پایہ زیادہ بلند نہ تھا، جیسے آرکیڈیہ اور اکارنانیہ۔ ان ممالک میں بھی ان قریوں کو جن میں بیرونی حملہ آور کی مدافعت کی اہلیت نسبتہً زیادہ ہوتی ایک طرح سے "بلدہ" کا لقب دیا جا سکتا تھا۔ اگر مفصلۂ بالا تعریفات کے مطالعے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ ایسے بجائے اس کے کہ نفس مضمون پر روشنی پڑے پہلے سے بھی زیادہ تاریکی پیدا ہو گئی ہے، تو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یونانی زندگی کا انحصار حکمتی اصول پر نہ تھا، بلکہ اس کی بجائے ممکن ہے کہ نوع بنوع حقیقت و واقعات کے اظہار کے لیے حکمتی تخیلات اس درجہ غیر موزوں ہوں کہ ایک ہی لفظ کو مختلف معنے پہنائے جا سکیں۔ اس سے زیادہ کوئی بات آسان نہیں کہ مختلف اصطلاحات کی اہمیت حد سے بڑھا دی جائے ۳۵۔

۳۵ ان امور پر ا، کون کی تصنیف: "زمانۂ قدیمہ میں بلدیات کا قیام" A. Kuhn: Ueber die Entstehung der Staedte der Alten (لائپزگ ۱۸۷۸ء) کا مطالعہ سودمند ہوگا، لیکن یہ یاد رہے کہ اس تصنیف میں مصنف نے تنظیم پر ضرورت سے زیادہ زور دیا ہے۔ اس وقت تک اس امر کا کافی لحاظ نہیں کیا گیا کہ الفاظ "کاتا کو ماسنی" کے دو مختلف معنے ہیں یعنی جب کل قوم کا ذکر ہو تو اُس کے ایک معنے ہوتے ہیں اور جب صرف ایک بلدیے کا تذکرہ کیا جائے تو دوسرے معنے لیے جاتے ہیں۔ اگر کسی آبادی کا کوئی خاص سیاسی مرکز نہیں تو اُسے "منتشر القریٰ" کا لقب دیا جاتا ہے؛ لیکن ممکن ہے کہ بعض گاؤں قلعہ بند ہوں، اور ایسی صورت میں وہ صحیح معنے میں "بلدیات" کہلائے جانے کے مستحق ہوں گے۔ مقابلہ کیا جائے طوسی ویدش ۳، ۹۴؛ ۳، ۹۷؛ طوسی ویدش ۱، ۱۰ میں

باب۲ ہمارا یہ خیال اصولاً درست معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح یونانیوں کے نزدیک اُن کے باہمی ارتباط و اتحاد کا اظہار مشترک مذہب اور یکساں رسم و رواج کی شکل میں ہوتا تھا اسی طرح وہ بعض خاص قسم کے امور عامّہ کو بھی مختص طور پر یونانی سمجھتے ہوں گے، جیسے دوسرے الفاظ میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے کہ یہاں کی مملکتوں کے دستور اس ملک کی قومی خصائص کے مطابق ہوں گے۔ لیکن اس موقع پر بھی ہمیں محض اصولوں پر ضرورت سے زیادہ زور نہ دینا اور الفاظ کو حد سے زیادہ وقیع نہ سمجھنا چاہیئے۔ ہم جانتے ہیں کہ یونانیوں کے ذہن میں بلدیہ محض چند افراد کے مجموعے سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا جس میں ہر شہری مادّی طور پر امور عامّہ میں حصہ لے سکتا تھا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی مملکت کا رقبہ بہر نوع معتدل ہی ہوگا)؛ اسی طرح ان کے نزدیک ایک عمدہ دستور کے معنے یہ تھے کہ ہر ایک شہری امور عامّہ کی کارفرائی میں (بذات خود) شریک ہو سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں تخیلات کا ایک دوسرے سے نہایت قریبی تعلق ہے۔ ایک طرف تو کسی بڑے رقبے والی مملکت میں کسی شخص واحد کی سیادت کا یہ سبب ہو سکتا ہے کہ ایسی مملکت میں عوام الناس کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کہا گیا ہے کہ چونکہ شہر اسپارٹا میں مکانات کے مختلف مجموعے قلعہ بند نہ تھے اس لیئے اُسے "منتشر الاجزاء" ("کاتا کوماس") کہتے تھے؛ اور جب تک شہر سمرنا کے فصیل نہ تھی اُس وقت تک اُسے بھی اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔ ہیروڈوٹس (۱، ۱۷۰) کہتا ہے کہ جب تک ایونیائی قصبوں میں کوئی مشترک مکرمہ عدالت نہ ہوتا تھا اُس وقت تک وہ دیموئے ہی میں شمار ہوتے تھے۔ ہمارا اپنا خیال ہے کہ یونانی لفظ "کوماے" (ایونیائی "دیموئے") اور پولئیس (بلدیات) کو ذرا الگ سے استعمال کرتے تھے؛ اور یہ ممکن ہے کہ ایک مقام کو ایک معنے کر کے "کومے" کہا جاتا ہو اور دوسرے معنے میں "پولیس"۔ اسی قسم کی معنوی بسط و کشادگی کی ایک مثال لفظ "بازی لیوس" سے ملتی ہے جس سے یونانی زبان میں متعدد معنے لیئے جاتے تھے؛ اور یہ دراصل رومانی اوہامات سے واقفیت ہی ہے جس کے سبب سے ہم اس لفظ کے معنے میں ضرورت سے زیادہ قطعیت پیدا کر دیتے ہیں؛

باب ۲۰

امورِ عامہ پر نظر غائر ڈالنے کا موقع نہیں ملتا، اور چونکہ انھیں پر مملکت کی حفاظت کا دار و مدار ہے اس لیئے یہ ناممکن ہو جاتا ہے کہ تمام شہری مل کر اسکی کما حقہٗ نگرانی کریں۔ ساتھ ہی ہم جانتے ہیں کہ یونان جیسے ملک میں مطلق العنان ملوکیت نہ صرف بے کار بلکہ نقصان رساں بھی ثابت ہوئی[۵۴] یہی وہ اسباب تھے جن کی بنا پر عام قاعدے کے مطابق یونانیوں کی ہر مملکت میں شہری کو امورِ عامہ کی بابت رائے دینے کا اختیار حاصل تھا،[۵۵] اور یہ طرزِ عمل مختلف النوع حکومتوں میں روا رکھا جاتا تھا۔ متقدمین کا یہ خاص شیوہ تھا کہ وہ اپنی توجہ حکومت کی ان اقسام پر غور کرنے کی طرف مبذول کرتے رہتے، اور آج کل بھی مملکت کی جو تقسیم ملوکیتوں، اعیانیتوں اور عمومیتوں میں کی جاتی ہے اُن کی بنیاد انھیں متفکروں کے نظریوں پر ہے جن کا سرتاج ارسطاطالیس تھا۔ یہ موقع اس تقسیم کی حکمتی قیمت کے اندازے اور ان اصطلاحات کی صحیح تعریف کا نہیں ہے، لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ ملوکیت یا شاہی، اعیانیت اور عمومیت کے تخیلات کی کوئی جداگانہ اہمیت نہیں، اور خود متقدمین کی تحریریں بھی ان اصطلاحات کی تعریفوں میں متحد و متفق نہیں ہیں[۵۶]۔ بہرنہج یونانی زندگی ان

---

[۵۴] یہی وجہ ہے کہ ایپائروس اور مقدونیہ میں ملوکیت قائم رہ سکی۔ وہ اقوام جنمیں اندرونی اتحاد کے احساس کے ساتھ نسبتاً ادنیٰ درجے کا ہوتا اور شہریوں کی تعداد کم ہوتے ہوئے رقبہ وسیع ہوتا وہاں موروثی ملوکیت نہایت مناسب تھی۔

[۵۵] بہرحال اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ کسی باضابطہ منتظم قوم کو قانون سازی کے اختیارات بالالتزام حاصل ہوں گے خواہ اُس میں عمومیت کا رواج ہی کیوں نہ ہو۔ اس ضمن میں ہمارے خیالات کلیتہً رومانی ادارات سے ماخوذ ہیں جو یونانی ادارات سے متغائر تھے۔ یونانی تاریخوں میں اس واقعے پر کماحقہٗ زور نہیں ڈالا گیا۔ یونانیوں کو آزادیٔ تقریر (یا دوسرے الفاظ میں مساواتِ حقِ تقریر) بیحد محبوب تھی لیکن اس کے ذریعے سے خودسری کی مخالفت کی بجائے اعیانیت کی مخالفت کیجاتی تھی (ہیروڈوٹس ۵، ۷۸)۔

[۵۶] ہمارے نزدیک یہاں صرف یہ یاد رکھنا کافی ہے کہ تھےسیوس کو ایتھنز کا دستور کا

تینوں قسموں میں سے ہر ایک کے مطابق تھی۔ اس کے علاوہ تقریباً ہر ایک یونانی ریاست کے دستور کا ارتقا ایک ہی طرح ہوا، اور جو مستثنیات ہمیں نظر آتی ہیں اُن کا فرق صرف ظاہری تھا۔ ہر جگہ ابتدا میں ملوکیت کا دور دورہ تھا، اس کے بعد اعیانیت قائم ہوئی اور آخر میں عمومیت کا رواج ہوا۔ اس کلیے کے برعکس جب تک اسپارٹا آزاد رہا وہاں مسلسل ملوکیت قائم رہی؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یونان میں اسپارٹا کی شخصیت اور اُس کی ملوکیت کی وضع قطع بالکل جداگانہ نہ تھی، چنانچہ اس کتاب میں بھی اس کی تاریخ پر بالکل علیحدہ بحث کی گئی ہے ؎ باب ۴

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ بانی خیال کیا جاتا تھا، باایںہمہ اُس زمانے میں اُس ادارے کا جس کا زمانۂ مابعد میں عمومیت نام پڑ گیا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ جب لوگ تھے سیوس کی "عمومیت" کا ذکر کرتے تھے تو در اصل لفظ "دیموس" "یا عموم" سے ان کا مطلب ذی اختیار شہریوں کے اس مجموعے سے ہوتا تھا جو اعیانیت کے مماثل تھا۔ مقابلہ کیا جائے پلوٹارک: "تھے سیوس" ۲۵، جہاں تھے سیوس کی عمومیت کا ایسے پیرایے میں ذکر کیا گیا ہے جس سے اسکا اعیانی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ ہیروڈوٹس ۶، ۱۳۱ میں کلس تھنیس کو "عمومیت آفرین" کا لقب دیا گیا ہے درانحالیکہ بجائے کسی قسم کے نئے حقوق برتنے کے اس نے صرف "دیموس" کی ازسرِنو تقسیم کر دی ؎۔

ؔ ۵ اگر کوئی شخص یونانی سیاسی نظاموں کا اُن کے نظری مقاصد کے اعتبار سے مطالعہ کرنا چاہے تو اُس کی مدد کے لیئے ہمارے نزدیک ارسطاطالیس کی "سیاسیات" سے بہتر کوئی کتاب نہیں ملیگی، اور ہمیں اس کا ازحد تاسف ہے کہ یونان کے دساتیر کے موضوع پر اُس کی جو تصنیف تھی وہ مفقود ہو چکی ہے۔ میولر نے اپنی تصنیف جلد ۲ میں اس کے اجزا جمع کئے ہیں۔ ہرمان اور شیومان Hemann & Schoemann کی تصانیف متعلقہ قدیم ممالک یونان Gr. Staatsalterthuemer میں یونان کے مختلف دساتیر کی خصوصیات کا جو ذکر کیا ہے اُس سے اس وقت بھی زمانۂ حالیہ کے خیالات پر اثر پڑتا ہے۔ مختلف طرزہائے حکومت کی عمدہ تنقید کی خواہش ہو تو شیفلے کی "محیط اللمحیط سیاسیات"

باب ۲۰

سب سے پہلے ہم یونانی مملکتوں میں شاہی طرز کے رواج کا بیان کرینگے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ آرگوس کے پہلے بادشاہ کا نام تمے نوس تھا؛ اسی خاندان شاہی کا آخری فرماں روا ملتاس ہوا جس کے زمانے کا تعین صحت کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا؛ اس کے بعد ایک اور خاندان تخت پر بیٹھا اور بالآخر شاہی اقتدار محض نام کا رہ گیا۔ کورنتھ میں الی تیس کے وارثوں نے آٹھویں صدی ق م کے وسط تک حکومت کی، پھر اس کی جگہ اعیانی گروہ برسر اقتدار رہا۔ اس صدی میں اوکسی لوس کا بیٹا ایلیس میں حکمراں تھا۔ دوسری جنگ مسینیہ میں ارسطقراطیس شاہ اورخومینوس کا نام پڑھنے میں آتا ہے؛ وہ مسینیوں کے خلاف غداری کرتا ہے اور آخر کار لڑائی میں کام آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کودروس کی موت کے بعد ایتھنز میں ملوکیت کا خاتمہ ہو گیا، اسی طرح تھبز میں بھی روایتی زانتھوس کے بعد ہم کسی اور بادشاہ کے نام سے دوچار نہیں ہوتے۔ شمالی یونان میں ایپائروس والوں نے ایاکوسیوں کے خاندان کی حقیقی ملوکیت کو قائم رکھ کر اپنا تعلق قدیم روایات سے جتایا۔ اس کے برعکس تھسلی، جس کی قسمت یونان اور اس کی ترقی کے ساتھ وابستہ تھی۔ ملوکیت اور اعیانیت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: Sehaeffe: Encyklopaedie der Staatslehre (ٹیوبنگن ۱۸۷۸ء) صفحہ ۲۷۳/۳۲۶ کا مطالعہ کیا جائے۔ مختلف یونانی مملکتوں میں ملوکیت کے قیام کے لئے شیومان جلد ۱ اور گلبرٹ Gilbert جلد ۲ خاص طور پر دیکھنا چاہیئے۔ سنہ ۴۸۰ ق م کے قریب آرگوس میں بادشاہ، ہیروڈوٹس ۷، ۱۴۹۔ آرکیڈیا؛ دیکھو بوسولٹ: معہ "لکدمونیان" Busolt: Die Lakedaemonier جلد ۱۔ ہیسیود: "افعال و ایام" Hes. Of. et.D, (۳۸) میں جن بادشاہوں کا ذکر ہے وہ دراصل صرف بزرگان عوام تھے۔ تھسلی میں بادشاہ، پندار: پیتھیاس Pind: Pyth ۱۰،۱ ہیروڈوٹس ۷، ۶۔ ایونانی بلدیات کے بادشاہ؛ بیان مسلسل ۴۴ Conn. narr ۔ ہیپوکلیس خیوس میں Plut. mul Virt. ۳؛ تارنتوم میں، ہیروڈوٹس ۳، ۱۳۶؛ ۔

باب ۲۰

کے درمیان ڈگمگا رہی تھی، اور گو آخر کار اعیانی گروہ کو ہی غلبہ حاصل ہو گیا۔ با ایں ہمہ مختلف بلدیات میں شاہی خطاب کی مخالفت نہیں کی گئی۔ مقدونیہ میں ہیر قلیوں کی ملوکیت قائم رہتی ہے۔ ایشیا کی ایولیائی قوم میں اور رسالیہ کے خاندان کے حکمران پینتھی لوس کی اولاد حکمرانی کرتی ہے، اور ایونیائی نو آبادیوں میں سے لیوسی بلا شبہ ابتدا میں سر آرائے حکومت نظر آتے ہیں۔ ایریتھرائے میں ایک خاندان (معبازی لیوسیان") کو اختیارات حکمرانی حاصل تھے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اراکین کسی زمانے میں خاندان شاہی سے تعلق رکھتے تھے۔ ساموس اور خیوس میں بھی بادشاہوں کا ذکر سننے میں آتا ہے۔ دو دوریائی نو آبادیوں یعنی یالی سوس اور ہالی کارناسوس میں بادشاہتیں نظر آتی ہیں۔ تھیبز میں بھی ملوکیت قائم تھی، اور عرصہ دراز تک سرنہ (شمالی افریقہ) میں (جسے تھیبزیوں نے ساتویں صدی ق م میں آباد کیا تھا)، بادشاہ حکومت کرتے رہے جن کی بابت تاریخوں میں بہت کچھ معلومات پائی جاتی ہیں، لیکن چونکہ وہ ایک حد تک مشرقی طرز پر حکومت کرتے تھے اس لئے ان تاریخوں میں ہمیشہ ان کے موافق مواد نہیں ملتا۔ ہمیں مغربی نو آبادیوں کی بابت بہت کم کہنا ہے۔ داریوش ہستاس پیس کے عہد تک تارنتوم میں ایک بادشاہ کا ذکر پڑھنے میں آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سسلی میں غاصب اور خود ساختہ حکمرانوں کو بھی بادشاہ کا لقب مل جاتا تھا۔ لیکن انکی حالت قدیم بادشاہوں کی کیفیت سے بالکل متغائر تھی حقیقت یہ ہے کہ نو آبادیاں اُسوقت قائم ہوئی تھیں جب خود یونان میں ملوکیت کو زوال ہو رہا تھا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ادارہ ملوکیت کا رفتہ رفتہ کیوں خاتمہ ہو گیا۔ چونکہ متقدمین نے اُس کے خارجی اسباب پر زور دیا ہے اس لئے ہمیں اندرونی اور خارجی اسباب کے مابین امتیاز کرنا پڑیگا۔ انکے بیان کے مطابق

۵۸ ہیروڈوٹس (۴ $\frac{161}{162}$) کا وہ فقرہ نہایت پر از معلومات ہے جسکے مطابق مین تی نیہ کا دیموناکس یا توس کو "اراضی اور مندی پجاریوں" پر پورا اقتدار دیتا ہے، اور آرخی لوخوس "اپنے آباو اجداد کے حقوق" کا مطالبہ کرتا ہے۔

ملوکیت اس لیئے زوال پذیر ہوئی کہ بادشاہ خودسر بن کر یا تو عیش و آرام میں پڑ گئے باب ۲۰
ورنہ اپنی رعایا پر جبر و تشدد کرنے لگے[9] یہ بالکل ممکن ہے کہ بہت سے مواقع پر
انھیں اسباب کی وجہ سے تہیج پیدا ہوا ہو لیکن حقیقی اسباب کہیں زیادہ عمیق تھے۔
قدیم یونانی بادشاہوں کی حیثیت محض بڑے بھائیوں جیسی تھی اور جب تک
بادشاہ قناعت سے اپنی زندگی بسر کرتے رہے اُس وقت تک معاملات
رو براہ رہے۔ لیکن بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ جو کام انھیں تفویض کیا گیا
اُس تک اُن کا دائرۂ عمل محدود نہیں رہا، مثلاً اگر بالفرض وہ سپہ سالار اعظم
بننا چاہتے تو خواہ کتنی ہی خوش اسلوبی سے وہ تمام معاملات انجام کو پہنچاتے
اور مظالم سے گریز کرتے، پھر بھی امرا اپنے حقوق کی حفاظت کے لیئے متحد و متفق
[10] ہو جاتے اور اپنے بچاؤ کی خاطر بادشاہ کے عہدے کا ہی خاتمہ کر دیتے۔
جب ہم ایتھنز کی تاریخ پر غور کریں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ بعض مرتبہ ارتقائی
دور میں اس کا تعین نہایت دشوار ہوتا ہے کہ دستور کی بنیاد ملوکیت پر ہے
یا اعیانیت پر۔
اس مسئلے کو کوئی خاص وقعت نہیں ہے کہ اس دوسری شکل کو، جس کے ذریعے سے

---

۹ ملوکیت کے انخلاع کی فوری وجہ، پولی بیوس ۶، ۴، ۷، ۸ و ۷، ۶ تا ۹۔ افلاطون:-
کتاب النوامیس ۳، ۶۹۰؛ ارسطاطالیس: سیاسیات ۵، ۸، ۲۲، ۲۳؛
۱۰ خاندان میں اقتدار ابوی کی بنا مذہب پر ہے۔ جہاں کہیں پہلے قبیلے، نسل اور مملکت
("پولس") کی تشکیل ہوئی وہاں عامل اعلیٰ کے اقتدار کی بنیاد صرف یہ ہے کہ اُسے مختلف
خاندانوں اور قبیلوں کے سرگروہوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مطلق العنانی
کی جڑ پکڑنے کی ایک وجہ بیرونی ممالک کی فتوحات بھی ہے؛
اس مسئلے کے لیئے کہ آیا ایسی قوم میں جس کے جملہ افراد یک جدّی ہوں یا ان میں باہمی
عزیزداری ہو وہاں اعیانیت قائم ہو سکتی ہے یا نہیں، رسالہ "اخبار عالم" Allgemeine
Zeitung ۱۸۶۵ء میں براؤن ویسباڈن Braun-Wiesb کا مضمون کر دیتہ
پر، جو ممکن ہے کہ مطالعۂ تاریخ یونان کے لیئے بھی مفید ثابت ہو۔

باب ۶ صدیوں تک یونان پر حکومت ہوتی رہی، اعیانیت کا لقب دیا جائے یا عددیت کا؟ لیکن ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ عددیت تھی تو بھی یہ خراب قسم کی نہ تھی۔ یہ قدرتی بات تھی کہ وہ امرا جن کے ہاتھ میں ملوکیت کے زوال کے بعد عنانِ حکومت آگئی، ضابطۂ عامہ کے متعلق چند ایسے قواعد بنائیں جن کا فقدان ان کے نزدیک ملوکیت کے زوال کا باعث ہوا تھا۔ اس طرح ملوکیت کے زوال کے بعد مملکت کی حالت پہلے سے زیادہ باضابطہ اور آئینی ہوگئی لیکن نئے دساتیر کی تفصیل کی بابت ہم رائے زنی ذرا مشکل سے کر سکتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ہم ان مقامات کا شمار کریں جن میں (متقدمین کے بیانات کے مطابق) اعیانیت کا دور دورہ رہا تھا، لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ بیانات محض جزوی حالت میں ہم تک پہنچے ہیں، جن میں نہ تو اعیانیتوں کی ابتدا کا ذکر ہے اور نہ اُن کی مدت قیام کا۔ بدیں سبب ہمیں اس مقام پر محض عام تبصرے پر قناعت کرنی پڑے گی، اور چونکہ تاریخ ایتھنز کا ہمیں زیادہ علم ہے اس لیئے ہم تفصیل کے لیئے ناظرین کی توجہ اُسکی طرف مبذول کرتے ہیں:

جن بلدیات میں اعیانی طرز پر حکومت کی جاتی تھی وہاں جملہ سیاسی اختیارات چند ممتاز خاندانوں کے ساتھ وابستہ ہوا کرتے تھے جنھیں نبیل الاصل بھی کہا جاسکتا ہے۔ نبیل ہونے کی شرط یہ تھی کہ کسی قطعۂ اراضی پر قدیم زمانے سے قبضہ چلا آتا ہو، اور عام قاعدے کے مطابق ایسے خاندانوں کی ابتدا بڑے بڑے سورماؤں یا دیوتاؤں سے کی جاتی تھی۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جن ناموں سے یہ خاندان پکارے جاتے تھے اُن کا تعلق بجائے ان مشہور سورماؤں اور دیوتاؤں کے زمانۂ مابعد کے نسبتاً غیر معروف افراد سے ہوتا تھا؛ مثلاً متی لنہ میں پنتھی لوسی خاندان تھا جن کا بیان تھا کہ اُن کا مورث اعلیٰ پنتھی لوس ولد اورس تیس ہے، اسی لیے اگر وہ اپنے آپ کو تنتالوسی کہتے تو بھی بجا ہوتا۔ کورنتھ کے باکھوسی خاندان کے افراد یہ کہتے تھے کہ ان کا مورث اعلیٰ باکھوس ہرقل کی نسل سے ہے لیکن ان کا نام ہرقلی نہیں بلکہ باکھوس تھا۔ الکمیاونیس یوری ساکیسی قوم کا ایک فرد تھا لیکن خود یوری ساکیس ایاکوس کی اولاد سے تھا

باب ۲۰

اس لیئے اگر اس قوم کا نام ایاکوسی ہوتا تو اس میں اعیانیت کی جھلک ذرا زیادہ پائی جاتی۔ سپارٹا کے شاہان اسپارٹا اپنے آپ کو آگسی اور یوری پونٹی کہتے تھے، اور زمانۂ مابعد میں ان کا تعلق یورس تھینیس اور پروکلیس کے ذریعے سے ہرقل کے ساتھ قائم کیا گیا تھا۔ اکثر وبیشتر خاندانی نام غیر معلوم اشخاص کے ناموں کی مناسبت سے رکھے گئے تھے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمانۂ مابعد میں نبیل اور سربرآوردہ خاندانوں کے حوصلہ مند افراد نے اپنے شجروں میں مشہور آفاق سورماؤں کے نام اضافہ کر کے اپنے حوصلوں کو پورا کیا:

ارسطاطالیس کہتا ہے[۱] کہ چونکہ فوجی اقتدار کا دارومدار سوارے پر تھا اس لیئے ملوکیت کے زوال کے بعد ابتداً میں مبارز طبقے کے افراد ہی برسر حکومت ہو گئے۔ شاید بہت سے مقامات پر یہی ہوا ہو، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر مقام پر بادشاہوں کی جگہ مبارزوں کو سیاسی اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ اول تو گھوڑوں کی پرورش ملک کے ہر حصے میں نہیں ہو سکتی تھی، اور ان مقامات میں بھی جہاں میدان ہونے کی وجہ سے گھوڑے پالے جاتے تھے۔ یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ باشندے سوارے کو ہی اہم ترین آلۂ مخاصمت بنائیں مثلاً علی العموم دوریانی پیدل فوج پر زیادہ زور دیتے تھے، اور یونان کے عنفوان شباب کے دور میں اس کی افواج کی قوت وسطوت کا مرکز بھاری ہتھیار والے سپاہیوں کی پلٹنیں تھیں۔ بہرحال بہت سے اضلاع ایسے بھی تھے جہاں شہریوں کے ذی اختیار طبقے کو "ہپائس" یعنی سوار یا مبارز کا لقب دیا جاتا تھا۔ اسکے علاوہ ہم بعض دیگر خطابوں (مثلاً "اصحاب فربہ") سے بھی دوچار ہوتے ہیں جو ذی اقتدار جماعت کو عوام الناس نے دیئے۔ نیز جب اُن کے اقتدار کی بابت جھگڑے پڑنے شروع ہوئے تو وہ خود اپنے آپ کو ایسے اعزازی خطاب دینے لگے جو اُن کے مخالفوں کو ناپسند ہوتے، مثلاً "بہترین" یا "اعیان" (جس سے لفظ "اعیانیت" نکلا ہے) "خوبصورت"، "نیک"، "معزز"

[۱] ارسطاطالیس (: سیاسیات، ۴، ۱۰، ۹) کا بیان ہے کہ پہلے اعیانی حکام مبارز ہی تھے۔

باب ۳ "نامور" ("گنوری موے" = لاطینی "نوبیلیز") - بلاشبہ ایسے خاندانوں کے سرگروہ مجلس مباحثہ میں شریک ہوتے اور عمال کا تقرر کرتے تھے ؛

تاریخ کے مختلف عہدوں میں عوام کے طبقوں کی کچھ ایک ہی کیفیت نظر آتی ہے۔ ہر جگہ وہ مختلف قبیلوں میں منقسم تھے جن میں بہت سی برادریاں یا کٹم شامل ہوتے تھے۔ ابتدا میں خاندان ہی مذہبی اور قانونی مقاصد کے لئے ناقابل تقسیم ادارہ سمجھا جاتا تھا، اور کٹم متعدد خاندانوں کے مجموعے کا نام تھا۔ ہم بہت سے قبیلوں اور اُن کی تعداد سے بھی واقف ہیں، مثلاً دوریائیوں میں ہیلیس، دیمانیس اور پامفلیس قبیلوں کے نام سننے میں آتے ہیں۔ بعض دوریائی ریاستوں میں ان سے بھی زیادہ تعداد نظر آتی ہے، مثلاً کورنتھ میں ہمیں آٹھ قبیلوں کے نام معلوم ہیں جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی حیثیت محض مقامی تھی۔ یہاں ہمارے سامنے ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا حل ذرا مشکل ہے؛ وہ یہ کہ جن قبائل کا ہمیں علم ہے ان میں سے کس کس کی حیثیت محض مقامی تھی۔ بہ نسبت دیگر ریاستوں کے ہم اٹیکا کی تاریخ سے زیادہ واقف ہیں، لیکن یہاں بھی یہ مسئلہ ویسا ہی پیچیدہ نظر آتا ہے۔ اس امر کا بھی عام طور سے تعین نہیں کیا جاسکتا کہ ان قبیلوں اور اصول اعیانیت میں کیا خاص تعلق تھا۔ ممکن ہے کہ جملہ قبائل کے حقوق مساویانہ ہوں یا بعض کے حقوق دوسروں سے زیادہ ہوں، یا مختلف قبائل کے افراد کے حقوق میں مساوات نہ پائی جاتی ہو؛ بہرحال اس مسئلے پر ایتھنز کی تاریخ کے مطالعے سے بھی ہماری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا؛

باوجودیکہ اعیانیت ان ممتاز خاندانوں کی حکومت تھی جن کے اراکین عامۃ القوم کے افراد سے تعداد میں کم تھے، لیکن ان اصولوں میں جن کی بنا پر کسی خاص خاندان کو حکومت میں حصہ لینے کا حق حاصل ہو جاتا، بسط و کشاد کی بہت کچھ گنجائش تھی۔ اس کے لئے عام طور پر خاندانی قدامت اور قبضۂ اراضی کافی سمجھے جاتے تھے، لیکن بعض مرتبہ محض قبضۂ اراضی سے بھی سیاسی حقوق پیدا ہو جاتے اور اس کے بعد جلد یا بدیر ایسے نسب ناموں کے ذریعے سے، جن کا اختراع کرنا

ایسا زیادہ مشکل نہ تھا، نو دولتے خاندان بھی اپنے صحیح النسب ہونے کا ثبوت فراہم کر لیتے تھے۔ اس طریقے سے تقریباً ہر ایک امیر آدمی یہ دعویٰ کرنے لگا کہ اُسے امورِ عامہ میں حصہ لینے کا حق حاصل ہے اور جہاں جہاں اعیانیت کی جگہ اماریت (یعنی امیر آدمیوں کی حکومت) قائم ہونے کی وجہ سے اعیانیت میں سقم پیدا ہونے لگا۔ یہ ضروری نہیں کہ دولت، خصوصاً جب اس کی بنیاد تجارت پر ہو، لازماً کسی شخص کے بعد اُس کے ورثا کے پاس ہی پہنچے، اور جب وہ اغیار کے قبضے میں جانے لگے گی تو مسلسل توریث جائداد، جو اعیانیت کا جزو لاینفک ہے، مفقود ہو جائیگا۔ الغرض امتداد زمانہ سے اعیانیت کا خود بخود خاتمہ ہونے لگا اور اُس کی حالت اسقدر سقیم ہو گئی کہ پہلے ہی حملے سے اس کا زوال یقینی ہو گیا۔ اُس کے زوال کے اسباب پر غور کرنیکے وقت ہمیں چاہیئے ہم اندرونی اور خارجی اسباب کے مابین امتیاز کریں۔ خارجی اسباب میں سے ایک پر زیادہ زور دیا جاتا ہے، وہ یہ کہ رفتہ رفتہ اعیانیوں میں تدمّع پیدا ہونے لگا یعنی وہ اپنی ذاتی خواہشات کو قانون کا رتبہ دینے لگے اور دیگر شہریوں کے حقوق کو ٹھکرانے لگے۔ مثلاً متی لنہ کے پنتھی لوسیوں کی بابت کہا جاتا تھا کہ وہ سڑکوں پر ڈنڈے لیکر نکلتے اور راہ گزر شاہراہ پر انھیں کوئی ایسا شخص ملتا جس کے افعال انھیں ناپسند ہوتے تو وہ بلا تکلف اُس کے ڈنڈا رسید کر دیتے۔ [۱۲] اس کے علاوہ خود اعیانیوں کے باہمی قضیوں سے اُن کے دشمنوں کو تقویت پہنچی اور اُنکے افراد مختلف جنگوں میں بھی کام آئے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگرچہ مفصلۂ بالا اسباب سے اُنکے دشمنوں کو غلبہ ضرور حاصل ہوا، مگر اُن کے زوال کا اصلی سبب یہ تھا کہ جن طبقوں کو حکومت میں حصہ لینے کی اجازت نہیں تھی وہ ہمیشہ بےچینی پھیلاتے رہتے تھے، خصوصاً وہ شہری جو دولت و تعلیم میں برسر اقتدار فریق کے ہم پلہ تھے۔ اگر اعیانیت کے معنی یہ ہیں کہ صرف چند ہی اشخاص کو سیاسی اختیارات حاصل ہوں گے، تو یہ طرز حکومت صرف اسی حالت میں حق بجانب ہوتا ہے جہاں مختلف طبقوں میں دولت و تمدن

---

۱۲ ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۸، ۱۳۔

باب ۲ کا فرق بیّن ہو، لیکن جہاں تعلیمی مساوات ہو گی وہاں مساوات حقوق بھی لازمی ہے۔ بدیں وجہ جن طبقوں کو کمتر حقوق حاصل ہوتے ہیں اُن کی بےچینی بالکل قانون قدرت کے مطابق ہوتی ہے، اور اگر تعلیم میں (یونان کی طرح سے) ترقی ہو تو ظاہر ہے کہ اعیانیت کے ساتھ ہی ساتھ اُس کے زوال کے جراثیم بھی موجود رہتے ہیں؛

ملوکیت اور اعیانیت کے خاتمے پر عمومیت کا دور شروع ہوتا ہے۔ بہ نسبت ملوکیت کے اعیانیت کے ارباب حل و عقد کو مغلوب کرنا زیادہ دشوار ہوتا ہے اس لیئے کہ وہ بغیر پورے طور پر جھگڑا کیئے ہوئے ہتھیار نہیں ڈالتے اور اس جھگڑے کا نتیجہ مختلف مقامات پر یکساں نہیں ہوتا۔ بہر حال ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ ذی اقتدار طبقے کو قطعی طور پر کامیابی حاصل ہونے کی وجہ سے حالت ماسبق بدستور قائم رہی ہو، ورنہ پھر سیاسی ترقی مسدود ہو جانا یقینی ہے اور یہ یونان قدیم میں نہایت درجہ دشوار تھا۔ لیکن اس کے یہ معنے نہ لینے چاہئیں کہ عوام کو فیصلہ کن غلبہ حاصل ہو جاتا ہو گا اور حکومت کی شکل نہایت سہولت کے ساتھ اعیانی سے بدل کر عمومی ہو جاتی ہو گی۔ عام کلیے کے مطابق جنگ ایران سے پہلے یونان کی حالت ایسی نہ تھی کہ عمومیت آسانی سے قائم ہو جائے۔ باہمی جھگڑے کے بعد عام طور پر چند اصلاحات کے ذریعے سے بےچین جماعت کی اشک شوئی کر دی جاتی تھی لیکن سیاسی تنظیم میں کوئی انقلاب نہیں کیا جاتا تھا؛ اس اصلاح کے کئی طریقے تھے مثلاً قانون سازی کے ذریعے سے تبدیلیاں، خود سرانہ حکومت کا عروج اور نو آبادیوں کا قیام؛

جب کبھی ذی اقتدار حکام اور اس جماعت کے مابین جھگڑے پیدا ہو جاتے تھے جو اپنے آپ کو مکمل یا جزوی سیاسی مساوات کا اہل سمجھتے تھے، تو عام طور پر اس کی ثالثی ایسے لوگوں کے سپرد کر دی جاتی تھی جو اپنی ذاتی وجاہت و فراست کے سبب سے ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ یونانی فطرت اور اس زمانے کی خصوصیات کے یہ مقتضی تھا کہ ذاتی اقتدار کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے، اسی لیئے قانون سازی کا کام ہمیشہ ایک شخص واحد کے سپرد کر دیا جاتا اور اس کی تحریکات کو ہمیشہ

تسلیم کرلیا جاتا تھا۔ شومیٔ قسمت سے اس قسم کے قوانین کی بابت ہمیں مفصل معلومات حاصل نہیں، اور اکثر و بیشتر حالات میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو تبدیلیاں اس طرح کی گئیں اُن سے کسی نئے دستور کی ترویج ہوئی یا محض چند نئے قواعد مرتب کرنے پر ہی اکتفا کیا گیا؛ لیکن یہ امتیازات اگرچہ نظریہ سازی کے میدان میں دقیع ہوں، کم از کم عملاً ان کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پہلا مقنن لیکرگوس تھا جس کی بابت ہم اس سے پہلے بہت کچھ بحث کرچکے ہیں؛ اور جو مقنن یونان کی تاریخ میں سب سے اہم شمار کیا جاتا ہے وہ سولن تھا جسکا عنقریب بیان کیا جائیگا۔ لیکن سولن کے زمانے سے پہلے بھی بعض مقامات پر مقنن گزرے ہیں، مثلاً لوکریس کا زالیوکوس اور کتانے کا خارونداس؛ اسی طرح فِلولائوس ساکن کورنتھ نے تھبز کے لیئے اور دیمونا کس ساکن مین تی نیہ نے سرینہ کے لیئے قوانین مرتب کیے[۱۳]؛ پتاکوس ساکن متی لینہ جسے ائی سمنے تیس یا "مرتب مطلق" کا لقب دیا گیا تھا، سولن کا ہمعصر تھا۔ یہ خطاب ان لوگوں کو دیا جاتا تھا جنھیں باہمی نزاعات کے زمانے میں اعلیٰ ترین اختیارات خواہ زندگی بھر کو، ورنہ ایک مدت محدود کے لیئے دیئے جاتے تھے[۱۴] اور اس دوران میں وہ مملکت کے مطلق العنان حاکم تصور کیئے جاتے تھے۔ اس مدت کے بعد اُن کا طرز عمل خود اُن کے حالات اور واقعات ماحول پر مبنی

باب ۲۱

۱۳ ملکیوں سے زیادہ غیر ملکی غیر جانبدار سمجھے جاتے تھے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ اگر کسی ملک کے قوانین وہیں کے باشندے مرتب کریں گے تو وہ لازماً جانبداری برتیں گے؛ اسی لیئے حتی المقدور اس سے گریز کرنا ہی مناسب سمجھا جاتا تھا۔ در اصل یہی خیال ہے جسکی بنا پر ازمنۂ متوسطہ میں اٹلی کی ریاستوں میں بیرونی حکمران ("پودستا") مقرر کیئے جاتے تھے، مثلاً فلورنس میں کاتالانو اور لودِنگو۔ دانتی: "جہنم" Dante : Inferno ۲۳؛

۱۴ "ائی سمنے تائی" کے لیئے ہرمان: "مملکت قدیمہ" Hermann : St. A. ۶۳؛
پلاس: "خود سرانہ حکومت" Plass : Tyrannis ۱۵۰/۱؛
بعض مقامات پر ائی سمنے تائی مستقل عہدہ دار تھے۔

باب ۲۰ ہوتا تھا، لیکن کم از کم اپنے مدت عہدہ کے دوران میں تو اُنکی حیثیت رومن "آمر مطلق" کی جیسی ہوتی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ائی سمنےٹیس مقنن اور خودسر حاکم کی درمیانی کڑی تھی، یعنی شہری تو اُسے مقنن سمجھتے تھے اور وہ بالکل خودسر حاکم کی طرح شہریوں پر حکومت کرتا تھا۔

یونانی سیاسی زندگی کے عجائبات میں سے خودسرانہ حکومت بھی ہے۔[۱۵]

---

۱۵ پلاس: "قدیم یونان میں خودسری کے دو عہد" Plass: Die Tyrannis in ihren beiden Perioden bei den alten Griechen (بریمن ۱۸۵۲ء) ایک نہایت کارآمد کتاب ہے، اور جب مصنف اس میں خودسری کا بیان کرتا ہے تو اس سے صرف ایک جگہ لغزش ہوتی ہے، یعنی جہاں وہ متقدمین کے چند بیانات پر بحث کرتے ہوئے ابتدائی اور آخری زمانے کی خودسری میں تفریق کرتا ہے اور ابتدائی خودسری کو ایک ایسا ہیولی قرار دیتا ہے جو اُس کے نزدیک اُس گڑبڑ اور طوائف الملوکی کا لازمی نتیجہ تھا جو اعیانیت اور عمومیت کے درمیانی ارتقا کے زمانے میں ہوگئی تھی؛ وہ خودسری کے آخری عہد کی بابت یہ کہتا ہے کہ اس کی بنا محض قوت حیوانی پر تھی، اور یہ محض اتفاقاً وجود میں آگئی تھی۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ابتدائی خودسروں مثلاً فالارس، پی سِسترانوس، اور پولیکراتیس کے اقتدار کے قیام کیلئے بھی قوت حیوانی اتنی ہی درکار تھی جتنی زمانۂ مابعد کے خودسروں کے لیے۔ نیز موخرالذکر مثلاً دیونیسیوس، اور اگاتھوکلیس کے اقتدار کی بنا بھی وہی تنفر تھا جو طبقۂ ادنیٰ کو اعیان سے تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ زمانہ بدل گیا تھا، اور تعلیم پہلے سے زیادہ عام ہوگئی تھی لیکن خودسری کی ابتدا اور اُس کی ماہیت میں مطلق کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ خودسری کی تعریف کے لئے ارسطاطالیس: سیاسیات ۴، ۸، ۳ دیکھنا چاہیئے۔ ہم یہاں ناظرین کرام کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ ہیروڈوٹس ملوکیت اور خودسری میں مطلق کوئی امتیاز نہیں کرتا، اور یہ وہ امر ہے جو شائد بعض مرتبہ نظرانداز کردیا جاتا ہے۔ دیکھو ۳/۸۰؛ ۵/۴۴؛ فقتیہ کے الفاظ، ۵/۹۲۔ لفظ "بازیلیوس" سے یونانی اور "تیرانوس" سے غیر یونانی حکومت کا اظہار ہوتا تھا بعض مورخوں کے نزدیک گیگس پہلا خودسر حکمران تھا۔ (رادے "لیڈیہ" Radet: La Lydie ۱۴۶)۔

باب ۲۰

اس نام کی ہنوز کوئی کافی وضاحت نہیں کی گئی؛ جہاں تک ہمیں معلوم ہے، سب سے پہلے یہ لفظ یونانی شاعر آرخی لاؤس کی نظموں میں ملتا ہے، جو ساتویں صدی ق م کی ابتدا میں تھا، اور یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ یہ ایشیائے کوچک کی کسی مقامی بولی سے اخذ کیا گیا ہو۔ ارسطاطالیس کی تعریف کے مطابق خودسر اُن فرماں رواؤں کو کہتے تھے جو مفاد عامہ کی بجائے خود اپنی ذاتی اغراض کے لئے اپنا اقتدار کام میں لاتے تھے، اور اپنے افعال کے کسی دوسرے کے سامنے جواب دہ نہ تھے۔ باوجودیکہ یہ تعریف نہایت درجہ مبہم ہے، لیکن بایں ہمہ اس سے ہماری مطلب براری ہو جاتی ہے۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ جملہ دستوری اقتدارات پر کسی نہ کسی قسم کی نگرانی ہوتی ہے، اور یہی وہ ذمہ داری ہے جس کی بابت ارسطاطالیس اپنی کتاب میں ذکر کرتا ہے۔ وہ شخص جو دستور کے منشاء کے خلاف اقتدار اعلیٰ اپنے قبضے میں کر لیتا ہے، اور محض اپنے مفاد کی غرض سے دستوری اقتدار کی تخریب کرتا ہے وہی خودسر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم یونانی معنی میں ہم ایسے حاکموں کو خودسر کہتے ہیں جو گو اپنے قانونی حق کی بنا پر تخت پر بیٹھے ہوں، لیکن جنہوں نے مطلق العنانی سے حکومت کی ہو۔ عام طور پر اس لفظ کا اطلاق اُن فرماں رواؤں پر ہی ہو جاتا ہے جو ایسی مملکت میں آمر مطلق بن جائیں جہاں اس سے قبل حکومت کا دارومدار شہریوں کی رائے پر تھا۔ جہاں تک ہماری معلومات کی دسترس ہے یونان میں سب سے پہلا خودسر تقریباً ساتویں صدی ق م کے ابتدا میں برسر حکومت ہوا۔ خودسروں کی قوت کا انحصار اس امر پر تھا کہ وہ عوام الناس کے ارزل ترین طبقے کے قائم مقام بن کر اعیانیت کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ عوام الناس حکومت میں حصہ لینے کے اس قدر خواہشمند نہ تھے جتنے وہ بے قاعدہ اقتدار کے مخالف تھے؛ گویا وہ انصاف کے خواہاں تھے، حقوق کے خواستگار نہ تھے۔

اگر اشراف مملکت کی دماغ داری برابر جاری رہتی تو اس کی مدافعت کی غرض سے عوام الناس اپنی قوت کا مظاہرہ کرتے اور اُس کے واسطے کسی رہنما کی ضرورت پڑتی۔ اگر اس رہنما کے حوصلے بڑھے ہوئے ہوتے تو وہ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر غیر محدود اقتدار غصب کر لیتا، اور اس طرح گویا ایک مضطرب قوم کی اضطراب ہی سے

باب ۲

خودسری کی ابتدا ہوتی۔ اس نئے طرز حکومت کے قیام کے بعد حاکم کی ذاتی قابلیت کی وجہ سے خودسری ایک مدت تک قائم رہ سکتی تھی، لیکن امرا اپنے حقوق کی حفاظت کرتے اور نیچے طبقے کے افراد یہ سمجھتے کہ خودسروں ہی نے اُن کو ایذا رسانوں کے مظالم سے نجات دی ہے۔ امتداد زمانہ سے امرا کی خلاف قانونی کارروائیاں لوگوں کے دلوں سے محو بھی ہو جاتیں تو پھر خودسروں کی مطلق العنانی ناقابل برداشت ہو جاتی اور عوام اُس کے خاتمے کی دعا مانگنے لگتے۔ اگر خودسر کے دشمن امرا کی مستقل بیچینی اور رہبران عوام کے نئے جوش کے مابین اتحاد عمل پیدا کر سکتے تو پھر خودسری حکومت کے دن شمار ہونے لگتے۔ بعض اوقات کسی خودسر خاندان کا بانی اپنی زندگی بھر اپنی مقتدر حیثیت قائم رکھتا تھا جس سے دوسری یا تیسری پیڑھی تک خودسری قائم رہتی تھی۔ لیکن اگر پہلے فرماں روا کے وارث کی تربیت بحیثیت ایک ولی عہد کے ہوئی تھی، تو عام طور پر وہ اس تندہی اور کاوش سے حکومت نہیں کر سکتا تھا جو خودسری کی بقا کے لیے لازمی تھیں؛ اور اگر بالفرض بیٹا تخت پر متمکن ہو بھی گیا تو پوتے کا زوال لازمی تھا۔ الغرض تاریخ یونان کے مطالعے سے ہم کسی مملکت میں ایسی خودسری سے دوچار نہیں ہوتے جو ایک صدی سے زائد قائم رہی ہو۔

وہ خودسر جنھیں حکومت وراثتاً نہیں ملی، بلکہ جنھوں نے خود اس کی بنیاد ڈالی کم از کم چست و چالاک ضرور ہوتے تھے، اور عام طور پر اپنی تومندی کیساتھ ہی انھیں اپنے عہد کے ترقی یافتہ رجحانات کا صحیح اندازہ بھی ہوتا، یعنی انھیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ تجارت کے لیے کون کون سے راستے موزوں ترین ہیں، بیرونی ممالک سے تعلقات قائم رکھنے میں کس قسم کے فوائد مضمر ہیں، اور علوم و فنون کی ترویج سے ملک میں کس طرح ترقی ہو سکتی ہے۔ جب کبھی انکے ذریعے سے اُن کے شہر کو کوئی خاص کامیابی ہوتی تو اس سے اُن کی اور انکے شہر دونوں کی عزت بڑھتی اور اُن کے اقتدار کی حفاظت کا ایک جدید عنصر پیدا ہو جاتا، یہی وجہ تھی جس کے سبب سے خودسرانہ خاندان کا بانی، یا اُس کا دوسرا فرماں روا اپنے دربار اور اپنے شہر دونوں کے لیے ایک خاص اثر پیدا

باب۲

کرلیتا تھا جس کی مثالیں کورنتھ، ایتھنز اور سرقوسہ کی تاریخ میں ملتی ہیں۔ لیکن خودسروں کی ظاہری حالت کیسی ہی خوش آیند کیوں نہ ہو اُن کی حکومت کی بنیاد جبر واستبداد ہی پر ہوتی جس کی وجہ سے رعایا کی اخلاقی حالت لازماً خراب ہو جاتی، چنانچہ مذہبی اور سیاسی مصلح ہمیشہ خودسری کی مخالفت پر کمربستہ رہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یونان کا اول ترین خودسر اندریاس یا اورثاغورس تھا جو ساتویں صدی ق م میں سکیون پر حکومت کرتا تھا۔ ہم رفتہ رفتہ اُس کے خاندان کا حال بیان کریں گے؛ اور ساتھ ہی کیپسی لوسی خودسران کورنتھ، تھیاگنیس خودسر میگارا، پی سستراتوس؛ پولیکراتیس؛ لیگدامِس ساکن ناکسوس اور تھراسی بولوس خودسر ملطیہ کا بھی تذکرہ کریں گے۔ ان کے علاوہ فلیوس، کرلیسیا، خالکیس اور مشرقی یونان کے دیگر مقامات میں بھی خودسروں کا دور دورہ رہا۔ اٹلی اور سسلی کے بلدیات میں ابتدائی زمانے سے ہی خودسرانہ حکومت ہمارے سامنے آتی ہے، لیکن اُن کا ذکر مناسب موقع پر کیا جائیگا۔

اعیانی سرگروہوں اور حوصلہ مند عوام کے باہمی جھگڑے نوآبادیوں کے قیام کے ذریعے سے بھی طے ہوتے تھے، لیکن اس سے صرف چند روز کے لئے امن ہو جاتا تھا۔ اگر پرانے شہر کے ایسے طبقے کا کوئی فرد، جسے زیادہ اختیارات حاصل نہ تھے، کسی نوآبادی کے قیام میں حصہ لیتا، تو وہ نئے شہر کا زمیندار اور امیر بنجاتا تھا۔ اس طرح مادر بلد کو بےچین عنصر سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا اور اعیانیوں کو موقع ملتا کہ بجائے ہدف حملہ بننے کے وہ بیسیوں بلکہ سیکڑوں برس تک نوآبادیاں قائم کرکے زمام حکومت اپنے ہی ہاتھ میں رہنے دیں؛

اب ہم ان عناصر یعنی اعیانیت، مقننوں، خودسروں اور حوصلہ مند عوام کے اثرات کا، جو تاریخ یونان پر درجہ بدرجہ پڑتے رہے، مطالعہ کریں گے۔ یہ تاریخ دراصل ان یونانی مملکتوں کی تاریخ ہے جن میں تبدیلی کی اہلیت تھی اور جن کا تمدن ترقی پذیر تھا۔ ہم دیکھیں گے کہ اس سے اسپارٹا کو بہت ہی کم تعلق ہے؛

باب بست و یکم

یونانی نوآبادیوں کا قیام

اس باب میں ہم آبادکاری کے مسئلے پر غور کریں گے اور یہ بتائیں گے کہ یونانی قوم رفتہ رفتہ بحیرۂ روم کے سواحل پر کس طرح پھیل گئی[1] حقیقت یہ ہے کہ یونانی نوآبادیوں کی ابتدا کا اصلی راز یہاں کی مملکتوں کے اُس اندرونی ارتقا میں مضمر تھا

---

[1] راؤل روشیت (''یونانی نوآبادیوں کے قیام کی انتقادی تاریخ''
Raoul Rochette : Histoire critique de l'etablisse - ment des colonies grécques چار جلد، پیرس ۱۸۱۵ء) افسانوں اور واقعی تاریخ میں کوئی امتیاز نہیں کرتا۔ ہرمان ''مملکت قدیمہ'' Hermann : Staatsalter thuemer (اشاعت چہارم) اور بوسولٹ: تاریخ یونان Busolt : Gr. G. جلد ۱، میں یونانی آبادکاری کی انتقادی تاریخ کا اجمالی نقشہ دیا ہوا ہے:
ای کرتیوس کے مضمون ''انتشار قوم یونانی'' (روئداد انجمن علمیہ پروشیہ برائے مطالعۂ تاریخ و فلسفہ'' ۱۸۸۲ء) E. Curtius : Die Griechischen in der Diasposa Sitzungsber. der Koenigl preussr Akad d. Wiss. Phil-hist Kl. 1882 میں یونانی نوآبادی کی تاریخ کی ایک نہایت عمدہ تمہید دی ہوئی ہے۔ ہرمان نے اپنی کتاب ''مملکت قدیمہ'' کے ۸۶ میں مختلف نوآبادیوں کی مرکب آبادی کے مسئلے پر زور دیتے ہوئے طوسی ویدنش ۱، ۲۷ کا اقتباس دیا ہے جس میں ان کو انجمن سرمایۂ مشترکہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مغربی بلاد کیلئے اُ۔ میلتزر: ''تاریخ اہل قرطاجنہ'' جلد ۱، برلن ۱۸۷۹ء O. Meltzer : Geschichte der Karthager کے بعض فقرے نہایت عمدہ ہیں۔ محض اختصار کیلئے میں نے اس باب کے حواشی میں متقدمین کی تحریروں سے وہ نقل نہیں کئے جن میں مختلف نوآبادیوں کے قیام کا ذکر ہے۔

باب ۱۲

جس پر ہم اس کتاب کے ایک باب میں بحث کر چکے ہیں۔ یونانی نوآبادیاں مختلف اطراف وجوانب میں صدیوں تک قائم ہوتی رہیں، لیکن آٹھویں صدی ق م کے ابتدائی زمانے سے لے کر چھٹی صدی ق م کے اوسط تک کا زمانہ اس تحریک کا سب سے عمدہ اور شاندار زمانہ تصور کرنا چاہیئے۔ سب سے پہلے جن بلدیات سے وہاں کے باشندے دیگر ممالک میں بھیجنے شروع ہوئے وہ ایسے بلدیات تھے جو بحیرۂ ایجین کے سواحل اور جزائر پر واقع تھے[۲] ہمارے نزدیک ان نوآبادیوں کی دو مختلف نوعیں تھیں، یعنی ایک تو وہ بستیاں جو تجارتی شاہراہوں پر آباد ہوئیں اور دوسرے وہ

---

[۲] یونان کے بحری ممالک کی تاریخ میں بحری سیادت کی تاریخ بھی شامل ہے جس کی سنوی جدول زمانۂ قدیم کے بعض مورخوں مثلاً کاستور، الیفوروس، سوسی بیوس (؟) نے تیار کی ہے اور جسکی نقل دیو دوروس نے (یوسے بیوس کے حوالے سے) اپنی تصنیف میں ثبت کی ہے؛ یہ نقشہ دِنڈورف Dindorf کی "دیو دوروس"، جلد ۲، صفحہ ۱۱۶ میں ملیگا۔ اس فہرست میں سترہ مملکتوں کے نام دیے ہوئے ہیں اور اس کی ابتدا جنگ ٹروائے سے ہوتی ہے، جس کے بعد بحری سیادت کی سرداری کا طرۂ امتیاز لڈیوں، پیلاسگیوں، تھریسیوں، رھوڈزیوں، افرجیوں، قبرسیوں، فنیقیوں، اور مصریوں کو حاصل ہوا۔ اس طرح ہم تقریباً آٹھویں صدی ق م تک پہنچ جاتے ہیں، جسکے وسط سے (اٹھارہ سال تک) ملطیوں کو بحری سیادت حاصل رہی، پھر یہ درجہ بہ درجہ کاریائیوں، لِسبوسیوں اور فوکیائیوں کو یکے بعد دیگرے پہنچی؛ چھٹی صدی ق م سے سنہ ۵۸۰ ق م تک ساموس؛ لکدموتی (سنہ ۴۹۰-۴۸۰ ق م)، ناکسوس (سنہ ۵۱۵-۵۰۵ ق م)، ایرتیریائی (سنہ ۵۰۵-۴۹۰ ق م) اور ائی گیناائی (سنہ ۴۹۰-۴۸۰ ق م) برسر اقتدار ہوئے۔ بعض مرتبہ کسی خاص مملکت کے بحری اقتدار کا خاتمہ اُسکی فیصلہ کن بحری شکست سے ہوجاتا ہے۔ درحقیقت یہ فہرست اسی لیئے کارآمد ہے کہ اس سے اس قسم کی شکستوں کے حالات معلوم ہوجاتے ہیں؛ ورنہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں خالکِس اور کورنتھ کا ذکر تک نہیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مختلف یونانی مملکتوں کی بحری اہمیت کی تاریخ کے لیئے یہ بالکل بیکار ہے۔ مقابلہ کیا جائے ہائنے کا مضمون روئداد انجمن علمیہ گیوٹنگن جلد اول و ۲ میں Heyne. Nov. Comm. Soc. Goeting؛ گڈوِن: قدیم اقوام کی سیادت بحری Goodwin: De Potentiae Veterum gentium maritimae epochis گیوٹنگن سنہ ۱۸۵۵ء۔

باب ۲۱ آبادیاں تھیں جو اُن مقامات پر قائم ہوئی تھیں جہاں تجارتی تعلقات پیدا ہونے کے بعد تہذیب وتمدن کی ترویج ہو رہی تھی۔ ہم اس سے قبل دیکھ چکے ہیں کہ اوزان اور سکوں کے معیاروں میں ایک طرف تو آئی گینوی معیار غالباً فنیقیہ سے آیا اور دوسری جانب یوبیائی معیار کی ترویج یونان میں بابل سے ایشیائے کوچک کے راستے سے ہوئی؛ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ یونان سے مشرق کی طرف دو مختلف تجارتی شاہراہیں تھیں، ایک تو جنوبی راستہ جو فنیقیہ ہو کر ایشیا سے یونان کی دوریائی ریاستوں کو مربوط کرتا تھا اور دوسرا شمالی راستہ جو ایشیائے کوچک سے ایونیائی ساموسس ہو کر ایونیائی یوبیہ کو ملاتا تھا۔ لیکن یہاں یہ واضح ہونا چاہیئے کہ یہ دونوں دھارے بہت جلد ایکدوسرے کے ساتھ مل گئے؛

نفس آبادکاری پر بحث کرنے سے پہلے بعض آبادیوں کی مقامی تنظیم کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ایشیائے کوچک کی یونانی بستیوں کو جن کی آبادی مرکب تھی، خاص امتیاز حاصل تھا۔ ہیروڈوٹس کے بیان کے مطابق[۳] بعض ایونیائی تارکان وطن نے کاریائی عورتوں سے شادی کر لی تھی اور چند ایونیائی بلدیات پر گلاؤکوس اور ہپولوخوس کے خاندانوں کے لیسیائی النسل کے فرماں روا حکمرانی کرتے تھے۔ ایک طرف تو ملطہ، تیوس، پرنتھوس اور ملطی نوآبادیوں میں اٹیکائی قبیلوں کے نام سے سننے میں آتے ہیں، اور دوسری جانب دیگر مقامات میں قبیلوں کے نام ان سے بالکل جداگانہ ہیں، اور افی سوس کے متعلق تو خاص طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے[۴] کہ یہاں کے آبادکاروں اور اصلی باشندوں کے مابین ایک عہدنامہ مرتب ہوا تھا۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اور حال کی ف، فلوئے گل کی تصنیف "کورش اور ہیروڈوٹس" V. Floigl : Cyrus and Herodotus لائپزگ ۱۸۸۱ء صفحہ ۱۸۱؛

۳؎ ایونیائیوں کی شادی کاریائی عورتوں سے، ہیروڈوٹس ا، $\frac{146}{147}$؛ -

۴؎ افی سوس، پوسانیاس ۷، ۲، ۸؛ استیفان ساکن بیزنطہ؛

باب ۲۱

ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارا یہ نتیجہ نکالنا بجا اور درست ہے کہ دوسرے قبائل میں ایک قبیلہ یہاں کے اُن باشندوں کا تھا جو ارتیمس کے بتخانے کے گرد رہتے تھے۔ ایونیائیوں کا مذہبی مرکز پوسیڈون کا بت خانہ تھا جو راس میکالے پر واقع تھا۔ پوسیڈون کی پرستش تو دراصل پیلوپونیز سے ہی رائج کی گئی تھی، لیکن سب سے مشہور معبود جیسے ایفی سوس کا ارتیمس، کلاروس کا اپولو اور ساموسی ہیرا سب کے سب دیسی معبود تھے جنھیں یونانی جامہ پہنا دیا گیا تھا۔ ایشیائی اور یورپی ایونیائی دراصل دیلوسی اپولو کی پوجا کی وجہ سے باہمد گر منسلک تھے۔ جزیرۂ دیلوس جہاں کا موسم ہمیشہ معتدل رہتا تھا، سورج کے دیوتا کے نام پر معنون تھا اور ایونیائی ملک کے تقریباً وسط میں واقع تھا، یہی وہ مقام تھا جہاں لیتو کے بطن سے اپولو اور ارتمیس پیدا ہوئے اور جہاں تھےسیوس نے اُن نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں سے جنھیں وہ کریٹ سے بچا کر لایا تھا، اپولو کے اعزاز میں قربان گاہ کے سامنے ناچ نچوایا تھا اور سب سے اچھے رقاص کو مقدس کھجور کی ایک شاخ بطور انعام کے دی تھی۔ معبود دیلوس کے تعلقات ایتھنز اور ملطہ کے حدود سے آگے ہیپر بوریائی ملک تک پھیلے ہوئے تھے۔

میدان سیاسیات میں ایونیائی بلدیات کے اندر وہی ردّ و بدل ہوا جس کا ذکر بیسویں باب میں کیا جا چکا ہے، یعنی ملوکیت کی جگہ امرا کی حکومت قائم ہوگئی۔ واضح ہو کہ مختلف بلدیات میں تبدیلی حکومت کی بابت جو کچھ معلومات ہمیں حاصل ہیں وہ سب جزوی ہیں، اور تسلسل واقعات کے لحاظ سے انکی مطلق کوئی سنجوی بنیاد نہیں ہے۔ ملطہ میں[۵۵] ایپی منیس کو از سر نو دستور کے ترتیب دینے کا کام تفویض کیا گیا؛ اس کے بعد کبھی تو زمام حکومت کسی نہ کسی خود سر کے ہاتھ میں آجاتی اور کبھی عاملانہ اقتدار ایک منتخب شدہ پری تانے یا صدر کو تفویض کیا جاتا۔ کولوفون کے امرا اپنی شہسواری کے لیے ممتاز تھے[۵۶] اور ان کی ناقابل تسخیر قوت

---

۵۵ ملطہ، "بیان مسلسل" Con.Narr. ۴۴، Verf؛ Nic.Dam.54M.؛
ارسطاطالیس: سیاسیات ۵، ۴، ۵؛
۵۶ کولوفون، اشترابو ۱۴، ۶۴۳؛

باب۱۲

ضرب المثل تھی؛ یہاں ایک ہزار کی ایک مجلس کے ذریعے سے حکومت کی جاتی تھی جس کے اراکین کا انتخاب شہر کے مالکان اراضی کرتے تھے۔ واضح ہو کہ کولوفون ہی ایسا بلدیہ نہ تھا جہاں شہسواری امرا کی شان تھی بلکہ بعض دیگر بلدیات میں بھی یہی قاعدہ جاری تھا؛

یہاں صرف چند چیدہ چیدہ واقعات بیان کئے جائیں گے۔ ساتویں صدی ق م کے اختتام کے قریب ملطہ میں اعلیٰ ترین اختیارات ایک خودسر مسمی تھراسی بولوس[۵۵] کو حاصل تھے جو امرا کے خاندانوں میں سے ایک کارکن تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب اس کے دوست پری اندر نے اس سے دریافت کرایا کہ کورنتھ پر حکومت کرنے کا بہترین طریقہ کونسا ہے، تو وہ اس کے فرستادہ ایلچی کو ایک اناج کے کھیت میں لے گیا اور بغیر کچھ کہے ہوئے اپنی چھڑی سے جتنی اونچی اونچی بالیاں تھیں سب توڑ ڈالیں۔ اس کے انتقال کے کچھ عرصے کے بعد تک ملطہ میں بدامنی رہی اور امیروں غریبوں کے مابین مناقشے برپا ہوتے رہے جن میں فریقین نے اپنے اپنے نام پلوتس اور خیرواخے یا ائے نوتائے اور گرگیتھائے رکھے۔ ان دونوں فریقوں کے ظلم وستم کی وجہ سے ایتھنز کا مقدس زیتون کا درخت مرجھا گیا جس کے باعث خالگاہ کی طرف سے انھیں کفارے کا حکم ملا۔ اس پر ملطیون نے جزیرہ پاروس کے باشندوں کو ثالث مقرر کیا۔ پاروسی سفرا نے ملطہ آتے ہی اراضی مزروعہ کا دورہ کر کے ان لوگوں کے نام یاد کر لیے جن کے کھیتوں کی حالت عمدہ تھی اور مدعا یہ فیصلہ سنا دیا کہ شہر کا انتظام ان لوگوں کے سپرد کیا جائے جن کی کاشت اچھی ہے، اسلئے

---

[۵۵] تھراسی بولوس، ہیروڈوٹس ۱، ۲۰/۲۲؛ ۵، ۹۲؛ ۶، ۸، ۵؛ Plut. Qu. Gr. ۳۲؛ Ath ۵۲۴، ۱۲۔ مشتبہ تسلسل واقعات کے لیے ڈنکر ۶، ۲۹۰۔ ارسطاطالیس ("سیاسیات" ۳، ۸، ۱۳ اور ۵، ۸، ۷) کے نزدیک یہ صلاح پری اندر نے تھراسی بولوس کو دی تھی۔ دراصل اس چھوٹے سے قصے سے خودسری حکومت کی ماہیت معلوم ہوتی ہے؛۔

باب ۲۱

کہ جب انھوں نے اپنی ذاتی مملوکات کا انتظام بحسن و خوبی انجام دیا ہے تو یقین ہے کہ وہ شہر کے معاملات بھی اسی عمدگی سے طے کریں گے تاجروں (دائے نوتائے) اور صناعوں میں جو باہمی تنازعہ چلا آتا تھا اس کا بھی تصفیہ اس طرح ہوا کہ بجائے اُن کے سیاسی اختیارات ایسے زمینداروں کو مل گئے جو اپنی زمینداری کا انتظام عمدہ طور پر کرتے تھے۔ ان اصلاحات نے ملطہ کی مرفہ الحالی میں ایک نئے دور کا آغاز کیا۔

اسیطرح ساموس میں چھٹی صدی ق م میں امرا اور عوام کے مابین تنازعہ ہوگیا[۵۸]۔ شہر پرنتھوس میگارا اور اُسکی نوآبادی بیزنطہ کے درمیان حائل تھا لہذا میگاری اُسپر کسی نہ کسی طرح سے قبضہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ یہ خبر سن کر ساموس کے گیوموروئی یا حکمران امرا نے پرنتھوس کی مدد کے لیئے تیس سہ طبقہ کشتیاں روانہ کیں، اور دونوں نے میگاریوں کو شکست دے کر وہاں کے چھ سو باشندوں کو قید کرلیا۔ لیکن ساموسی بیڑے میں صرف عمومی ہی عمومی تھے جنھوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر قیدیوں کو انقلاب کے لیئے اپنا آلہ کار بنانا چاہا یعنی انھیں مسلح کر کے ساموس کی جمعیت عوام میں بھیج دیا اور ان کے ذریعے سے گیوموروئی کا قتل عام کرادیا۔ اس کے بعد عرصہ دراز تک ساموس میں عمومی طرز کی حکومت ہوتی رہی، لیکن جب پولیکراتیس یہاں خودسر ہوا ہے تو بجائے عمومیت کے ازسرنو اعیانیت قائم ہوچکی تھی۔

ایشیائی ایولیائیوں کی قوت و اقتدار کا مرکز جزیرہ لسبوس تھا یہاں بھی ملوکیت کا خاتمہ ہوگیا، لیکن حکومت کی باگ پنتھی لوسیوں کے ہاتھ ہی میں رہی۔ ان اعیانیوں کی زندگی کے حالات اور اُن کے اور عوام کے باہمی مناقشوں کے متعلق اکثر و بیشتر معلومات اُن کے قومی شاعر الکائیوس کے اشعار اور ادبی تاریخ سے اخذ کیئے گئے تھے۔ یہاں خودسر حکومت قائم کرنے کی کوشش کی گئی اور جو تنازعے برپا ہوئے اُن میں پتاکوس ساکن متی لنہ کا نام نہایت

---

۵۸ Pauly' R. Enc. ۵۷۔

باب ۱۲

ممتاز ہے۔ پتاکوس کو عوام نے تقریباً سنہ ۵۹۰ ق م میں آئی سیمینے نیس یا حکمران منتخب کیا؛ اُس نے اپنا دور حکومت نہایت عمدگی سے پورا کیا اور بجائے اس کے کہ نئے نئے قوانین جاری کرے صرف چند قواعد بنانے پر ہی اکتفا کیا جن میں سب سے قابل یادگار وہ قانون ہے جس کی رو سے اگر کسی شخص سے نشے کی حالت میں کوئی جرم سرزد ہوتا تو وہ معمولی حالت سے نسبتہً زیادہ سزا کا مستحق سمجھا جاتا۔ اُس نے ایتھنز سے صلح کرنے کے بعد جن باشندوں کو جلاوطن کیا تھا اُنھیں واپس بلا لیا اور تقریباً دس سال حکومت کرکے اپنے عہدے سے مستعفی ہو گیا۔ پتاکوس فی الواقع عقلائے یونان کے زمرے میں شریک ہونے کا اہل تھا اور اس کا چال چلن اور عام خصائل اتنے قابل تعریف سمجھے جاتے تھے کہ اس کے استعفے کے بعد کسی شخص نے اُسے کوئی ایذا نہیں پہنچائی[۹]۔

برّ اعظم میں جس قدر ایولیائی شہر تھے اُن میں سب سے ممتاز شہر کیمے تھا[۱۰]۔ یہاں ہم آٹھویں صدی ق م میں ایک بادشاہ مسمی اگا میمنون سے دوچار ہوتے ہیں جس کی بیٹی کی شادی میداس شاہ افروجیہ سے ہوئی تھی۔ اس جگہ ابتدا میں اعیانی اصول کے مطابق حکومت کی جاتی تھی، لیکن ایک شخص مسمی فئی دون کی تحریک پر ان تمام اشخاص کو جنھیں گھوڑے پر فوجی خدمت بجا لانے کی مقدرت و استطاعت تھی، شہری حقوق دے دیئے گئے اور اس طرح اماریت قائم ہو گئی۔ بالآخر پرو مے تھیوس نے ایک قانون منظور کرایا جس کی رو سے سیاسی اختیارات ایک ہزار آدمیوں کی ایک مجلس کو تفویض کر دیئے گئے۔ اس کے بعد جنگ ایران تک کوئی سیاسی تبدیلی عمل میں نہیں آئی۔

دوریائی بلدیات کی تاریخ میں کوئی امر قابل تذکرہ نہیں ہے۔

یورپ کی بحری مملکتوں میں سے میگارا اور کورنتھ کا ذکر اس کے بعد کیا جائیگا اور ایتھنز کے تذکرے کے لیے ایک مختص باب کی ضرورت ہوگی۔

[۹] پتاکوس کے لیے پاؤلی کی محیط المحیط Pauly's R. Enc. ملاحظہ ہو۔

[۱۰] کیمے کے لیے خاص طور پر Herakl. Pont. ۱۱ ملاحظہ کیا جائے۔

لہذا یہاں ہم صرف یوبیہ کے شہروں کا بیان کریں گے۔ خوبصورت اور زرخیز جزیرۂ یوبیہ میں علاوہ چند چھوٹے چھوٹے قصبوں کے دو شہر یعنی خالکس اور ایرتیریا اُس خاکنائے پر واقع ہیں جو جزیرے کو برّاعظم سے ملاتی ہے؛ انہیں سے خالکس تو خاکنائے کے تنگ حصے کی ایک سطح مرتفع پر، اور ایرتیریا خاکنائے کے ذرا چوڑے حصے پر جنوب کی جانب ایک میدان میں واقع ہے۔ بادشاہوں کے زمانے میں ہم امفی داماس کا نام سنتے ہیں؛[11] اس حکمران کی موت کے بعد جو ادبی مقابلے ہوئے اُن میں ہسیود کو انعام ملا تھا۔ تھوڑی مدت کے بعد[12] خالکس میں ایسے اعیان برسراقتدار ہوئے جنھیں گھوڑے پالنے کا شوق تھا اور اسی وجہ سے اُنھیں ہیپوبوتائے یا "اسپ پرور" کا لقب دیا جاتا ہے؛ اس عہد میں اور امارت کے دور میں یہ قاعدہ تھا کہ پچاس برس کی عمر سے پہلے کسی شخص کو کوئی عہدہ نہیں دیا جاتا تھا۔ خالکس اور اُسکے ہمسایوں میں ہمیشہ نزاعیں اور لڑائیاں رہا کرتی تھیں جنکی وجہ سے اُسکی قوت و اقتدار میں بہت کچھ ترقی ہوگئی۔ اگر ہم اس روایت کو باور کریں کہ ایک مرتبہ ارتمس امارنتھیا کے بتخانے کے میلے میں جو جلوس نکلا تھا اُسمیں گھوڑوں کی ساٹھ جوڑیاں، چھ سو مبارز اور تین سو ہوپ لیت تھے، تو ہمیں یہ ماننا پڑیگا کہ شہر ایرتیریا کی آبادی نہایت ہی گنجان ہوگی۔ کارستوس اور ستیرا کے علاوہ (جہاں دریوپی قوم رہتی تھی) جنوبی یوبیہ کے بیشتر حصے پر اُسی کا قبضہ تھا، اور یہ دونوں بلدیات بھی

[11] امفی داماس کے لیے ہسیود: "اعمال و ایام" Hesiod: Op. et D. ۶۵۲ وغیرہ؛ Plut. conv. sept: صفحہ ۱۰ ۔

[12] خالکس؛ ہیروڈوٹس ۵، ۷۷؛ استرابو ۱۰، ۷ ۴۴؛ ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۴، ۳، ۲؛

ہیران: Pont Harakl ۳۱ (میول)۔ جنگ میدان لیلانتی کیلئے مقابلہ کرو ک، ف۔ K. Fr. Hermann: Gesammelte Abbhandlungen "مجموعۂ مقالات"

اور دونہ ورف: "معاملات خالکس" Dondorff: De ribus Chalcidensium

ہالے ۱۸۵۵ء اس جنگ میں جن اقوام کا تعلق تھا انکے مجموعوں کیلئے ہولم: "جنگ طویل" (کتاب یادگار ستّرواں سال گرہ) اکرتیوس Holm. Lange Fehde; Abh. Zu E. Curtius 70 Geburstag

خالکس میں متعدد دستکاریاں رائج تھیں، اور کورنتھی یہاں سے بہت سا خام پیداوار اپنے ملک کو لیجاتے تھے:

باب ۲۱

ایریتریا کے محالفے میں شامل تھے؛ جزیرے کا شمالی حصہ خالکس کے زیر اقتدار تھا۔ خالکس اور ایریتریا دونوں کے عقب میں لیلانتی میدان پھیلا ہوا تھا، اور اسی اراضی کے قبضے کے لیئے وہ مشہور جھگڑا شروع ہوا جسمیں تقریبًا تمام یونان ملوث ہو گیا اور جس کا تذکرہ طوسی ویدش بھی کرتا ہے۔ اس جنگ میں تھسالوی سوارے، تھریسی نوآبادیوں اور ساموسیوں نے تو خالکسیوں کو مدد دی اور ملطیوں نے ایریتریا کا ساتھ دیا؛ اگر ہم زمانۂ مابعد کے یونانی مملکتوں کے مخالف مجموعوں پر غور کریں تو ان کو بھی کم وبیش اسی تقسیم کے مطابق پائیں گے۔ بالآخر ایریتریا مغلوب ہو گیا اور خالکسیوں نے لیلانتی میدان فتح کر لیا[۱۳]۔

اب ہم یونانی آبادکاری کے اصول کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، جو فنیقی اور رومن آبادکاری کے اصول سے مختلف ہے۔ یونانی اپنی قوت وقابلیت محض یک طرفہ کوشش میں صرف کرنا کبھی پسند نہ کرتے تھے، بلکہ ان کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ ایک مملکت کے آزاد شہری ہو جائیں تاکہ ان کی محنت کا ثمر انھیں حاصل ہو جائے اور وہ اپنی زندگی نہایت خوشحالی سے بسر کر سکیں، یعنی وہ یہ چاہتے تھے کہ انھیں اپنے قوائے فطری کے ارتقا کے لیئے کافی وسیع میدان مل جائے۔ اگر کسی یونانی کو یہ سب گھر پر میسر نہ ہوتا تو وہ چند ساتھیوں کے ہمراہ ایسے ملک کو نکل جاتا جہاں اس کے لیئے کسی قسم کے فائدے کی صورت نکل سکتی

۱۳؎ جزائر مدور Cyclaes کی تاریخ کی یونان قدیم میں بہت کچھ اہمیت ہے، لیکن ہنوز کسی مصنف نے اس پر کماحقہٗ بحث نہیں کی۔ بوسیان نے اپنی کتاب "جغرافیۂ یونان" کی دوسری جلد میں اس کی تحقیقات کے ماحصل پر بحث کی تھی؛ اس کے زمانے سے فرانسیسیوں، خصوصًا ادمول Homolle نے دیلوس کی تحقیقات کی ہے، اور حال کے زمانے میں تھیوڈور بنٹ Th. Bent نے جزائر مدور میں سے اکثر جزیروں کے باب میں جس قدر تحقیقات ہوئی اسے یکجا کر ایا ہے (جریدۂ مطالعات یونانی جلد ۵)۔ مقابلہ کرو بوسولٹ: "تاریخ یونان" جلد ۱، ۲۰۶/۲۱۲ ۔

باب ۲۱

بشرطیکہ اُن سے اپنی حفاظت کی طرف سے بھی پورا اطمینان ہوتا۔ اس نئی آبادی کے باشندوں کی عموماً یہ آرزو ہوا کرتی تھی کہ جلد از جلد وہ ایک آزاد مملکت کا رتبہ حاصل کرے اس لیئے کہ اگر اپنی تعداد کے اعتبار سے وہ خود اپنی حفاظت کرنے کے قابل ہوتے تو اُن میں خودبخود اس کی خواہش بھی پیدا ہو جاتی کہ انھیں اپنے اوپر حکومت کرنے کا اقتدار حاصل ہو جائے۔ یہی اسباب ہیں جن کی وجہ سے ہر یونانی نوآبادی اکثر خودمختار ہوتی تھی۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے کہ اُس کا اپنے مادری بلد سے کوئی تعلق ہی باقی نہ رہتا، بلکہ جدائی کے بعد وفاداری کے احساس میں پہلے سے بھی زیادہ قوت پیدا ہو جاتی۔ یونان میں یہ رسم جاری تھی کہ آبادکار اپنے ساتھ اپنے وطن مالوف کے پری تانیوم کے آتش دان سے کچھ انگارے لے جایا کرتے جن سے نئے شہر کے آتش دان عامہ کی آگ سلگائی جاتی تھی اور وہ کبھی سرد نہ کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ نئی آبادی میں مادری بلد کے خاص خاص دیوتاؤں کی بھی پوجا کی جاتی اور بڑے بڑے میلوں کے موقعوں پر مختلف نوآبادیوں سے وفود آتے تھے جن کے اراکین کے لیئے معزز مقامات مختص کیئے جاتے تھے۔ اسی طرح کسی نوآبادی میں خانگی جھگڑے پیدا ہونے کی شکل میں یہاں کے منفذ کا کوئی ذی اقتدار شخص طلب کیا جاتا کہ وہ اُن تنازعات کا تصفیہ کرکے ازسرنو امن و امان قائم کر دے۔ نوآبادی اور مادری بلد میں باہمی نزاع بہت ہی کم پیدا ہوتا اور ہوتا بھی تو اس کے واقعات نہایت غیر معمولی ہوتے تھے۔ جب تارکان وطن اپنے قدیم جنم بھوم کو چھوڑتے تو اُن کے دلوں سے اپنے مصائب کی یاد محو ہو جاتی اور انھیں صرف وہی خوشگوار تعلقات یاد رہتے جو اُن کے اور اُن کے وطن مالوف کے مابین رہ چکے تھے۔ لیکن یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ کسی ایک نوآبادی میں ہمیشہ صرف ایک ہی شہر کے تارکان وطن جاکر سکونت اختیار کرتے تھے۔ ہم ایونیائی بلدیات کے ذکر کے اثنا میں کہہ چکے ہیں کہ بعض مرتبہ ایونیائی اور دوریائی دونوں قومیں مل کر ایک جدید شہر آباد کرتیں؛ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی مرکزی مقام پر

باب ۲۱

غیر ملکیوں کے گروہ جمع ہو جاتے اور وہاں سے جو استعماری مہم روانہ ہوتی اُسمیں وہ حصہ لیتے - علاوہ ازیں بعض مرتبہ مختلف بلدیات کے باشندے مل کر اکسی نئے شہر کی بنیاد ڈالنے کی کوشش کرتے، لیکن ایسی نو آبادیوں کو اُسوقت تک کوئی خاص وقعت حاصل نہ ہوتی جب تک ذرا زیادہ تزک و احتشام کے ساتھ (بعض مرتبہ فال گاہ ڈیلفی کی خاص اجازت سے) اُسے از سر نو آباد نہ کیا جاتا؛ اس طرح ابتدائی آبادکاروں اور جدید مستعمروں کے دوش بدوش رہنے کی وجہ سے اس نو آبادی کی حیثیت مرکب ہو جاتی - ایسا بہت کم ہوا ہے کہ یونانی نو آبادی کسی غیر آباد مقام پر قائم کی گئی ہو بلکہ بعض مقامات پر تو اصلی باشندوں کو بھی وہیں رہنے دیا گیا جس کی وجہ سے ان مقامات کی نسل دوغلی ہو گئی - ظاہر ہے کہ ایسے بلدیات کے باشندے جن میں مختلف مقامات کے لوگ اور قدیم بربری اقوام ایک ساتھ رہتی ہوں، مادر وطن کا صرف ادب ہی ملحوظ رکھ سکتے تھے اور عام طور پر یہ امید کرنا کہ ایسی مرکب آبادی کے افراد اسکا حکم مانیں خارج از بحث تھا - بلاشبہہ اصلی بلدیئے کے لیئے متعدد نو آبادیوں کا ہونا باعث فخر و مباہات تھا، لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس سے اگلے لوگوں کی قوت و اقتدار میں شمہ بھر اضافہ ہوتا تھا؛ بلکہ محض اس لیے کہ نو آبادیوں کے قیام سے بلدیئے کے بہترین افراد ترک وطن کر کے چلے جاتے تھے، ایتھنز سے شہر کو اصول آبادکاری کبھی پسند نہ آیا۔

یونانی آبادکار ہمیشہ اپنی قومیت پر نازاں رہتے تھے اور گو وہ بلاشبہہ اپنے نئے وطن کی بہت سی مذہبی اور رسمی خصوصیات اخذ کر لیتے تھے لیکن دل سے وہ ہمیشہ یونانی رہتے - نیز چونکہ وہ اقلیم یونان کے بڑے بڑے میلوں میں ہمیشہ دلچسپی لیتے رہے اس لیئے اپنے اصلی وطن سے ان کا تعلق برابر قائم رہا۔

آخر میں اس امر کا تذکرہ کرنا بھی ہمارا فرض ہے کہ یونانیوں نے جو نو آبادیاں غیر ممالک میں قائم کیں ان میں سے کبھی کسی نو آبادی میں حقیقی جمہوریت قائم نہیں ہوئی - بہت سے بلدیات ایسے تھے جو بربری اقوام کے درمیان یونانی تہذیب و تمدن کے مرکز کا کام دیتے تھے اور جن کا اثر اس ملک پر پڑتا تھا چنانچہ بحیرۂ ایڈریاٹک کی

باب ۲۱

شمالی نوآبادیوں، اسپین کے اکثر حصوں، لبیہ اور ایشیائے کوچک کے جنوب و مغربی ساحل کی بجنسہ یہی کیفیت تھی۔ ہمیں امید ہے کہ اس قسم کی یونانی نوآبادیوں کے متعلق ہمیں مزید معلومات حاصل ہوں گی ؛

غالباً پہلی مملکت جس کے ذریعے سے یونانی تمدن کو فروغ ہوا، خالکس تھی ؛ اس کے بعد ایونیہ کی باری آتی ہے، اور چونکہ ہم سب سے پہلے مشرقی بلدیات کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں اس لیئے یہاں اسی کے بلدیات کا بیان کیا جائیگا۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جملہ ایونی بلدیات کے باشندوں کو بحری سفر اور دور و دراز مقامات پر اپنی بستیاں قائم کرنے کا شوق یکساں تھا سب سے کم جس بلدیئے میں حرکت اور ترقی کے آثار پیدا ہوئے وہ افیسوس تھا ؛ اس کے برعکس ایونیہ کے سب سے شمالی اور سب سے جنوبی بلدیات یعنی فوکیہ اور ملطہ کو تجارت اور جہاز رانی کی وجہ سے بہت کچھ فروغ حاصل ہوا، یہاں تک کہ ان کا مقابلہ جنوا اور وینس سے کیا جاسکتا ہے [۱]

ملطہ کی حیثیت پر اس سے قبل بحث کی جاچکی ہے یہاں کے باشندے قرب وجوار کے اضلاع سے، جہاں بھیڑیں پائی جاتی تھیں، اون خریدتے اور اس کا کپڑا بن کر دوسرے ممالک کو روانہ کرتے تھے۔ ان کے ملک میں کاشتکار، دستکار، اور تاجر دوش بدوش رہتے۔ گو شہر کا رخ جنوب کی طرف تھا لیکن یہاں کے باشندے اکثر شمالی ممالک کو جاتے، یعنی ہیلیس پونٹ، پروپونٹس اور بوسفورس ہوکر وہ بحیرۂ اسود کو نکل جاتے جس کی خصوصیات یونانی سواحل سے بالکل متغائر ہیں۔ بحیرۂ ایجین میں ہر جگہ راسیں اور جزیرے نظر آتے ہیں ؛ ہر جگہ سے کہیں نہ کہیں کا ساحل قریب ہے، اکثر سواحل پتھریلے ہونے کے باوجود اُن پر جگہ جگہ نہایت نفیس قدرتی بندرگاہیں پائی جاتی ہیں لیکن بحیرۂ اسود حد نگاہ سے بھی آگے بڑھ گیا ہے۔ اس سمندر میں جزیرے

---

[۱] فوکیہ اور جنوا پہاڑیوں پر اور ملطہ اور وینس نشیبی زمین پر آباد کئے گئے۔ اسی طرح دیگر حالات کے اعتبار سے بھی مقابلہ ممکن ہے ؛

باب ۲۱

نایاب ہیں اور طوفان روزمرہ کی بات ہے؛ اس کا شمالی ساحل بالکل مسطح ہے اور اس میں دل کشی کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا؛ اس میں سے ایک اور سمندر کو رستہ نکلتا ہے جس میں ایک عظیم الشان دریا گرتا ہے۔ غرض یہ کہ اس سمندر کے شمال کی طرف قدرت نے بیسیوں طرح کے مناظر پیدا کر دئے ہیں، لیکن ساتھ ہی یہی سب باتیں ایک یونانی مسافر کے لئے باعث خوف وہراس تھیں اسی لئے اس سمندر کو ابتدا میں "اکسی نوس" یا "غیر متواضع" کا لقب دیا گیا تھا۔ لیکن جب تجربے سے یہ ثابت ہوا کہ اس کے سواحل کے ساتھ تجارت کرنے میں بڑے بڑے فائدے ہیں تو سوداگروں نے اس کا نام بدل کر "یوکسی نوس" یا "مہمان نواز" رکھ دیا۔ اس کے ساحلوں پر بہت سی کارآمد اشیاء پائی جاتی تھیں؛ مثلاً خالی بیس، تباریبی اور موسینخ اقوام جو جنوبی ساحل پر رہتی تھیں، پہاڑوں سے تانبا، چاندی اور سونا اور چوڑے چکلے جنگلوں سے لکڑی بھر کر لاتیں؛ شمالی ساحل پر اسکیتھ قوم رہتی تھی جس کا پیشہ کاشتکاری اور گلہ بانی تھا، علاوہ ازیں اس عظیم الشان جھیل سے بے شمار مچھلیاں پکڑی جاتی تھیں اور اس کے پانی سے نمک برآمد کیا جاتا تھا۔ ملطی باشندے نہایت قدیم زمانے ہی سے ان تمام فوائد کو بھانپ گئے تھے؛ اسی لئے اس کے سواحل کی اکثر نوآبادیاں ملطہ والوں ہی نے قائم کی تھیں۔ گو ممکن ہے کہ بعض بلدیات کو قدیم عناد کی بنا پر ان مہمات میں شریک ہونے سے منع کر دیا گیا ہو لیکن چونکہ یہاں کی نوآبادیوں میں سے اسی کے قریب ملطہ کی طرف منسوب کیجاتی ہیں اور یہ بغیر الیونی بلدیات کے تعاون کے ناممکن تھا اس لئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ملطی آبادکاروں کیساتھ دیگر الیونی بلدیات کے باشندے بھی ضرور شریک ہوگئے ہوں گے۔[۵۱۵]

---

[۵۱۵] ملطی نوآبادیوں کے لئے "وقائع سکمنوس" ۷۳ اور استرابو ۱۴، ۶۳۵۔ مشرقی نوآبادیوں کے قیام کی تاریخ کے لئے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے اور ان کے حالات استرابو، سکمنوس اور ستیفان ساکن بزنطہ میں ملتے ہیں۔ ل، بیورخنر "ملطیوں کی نوآبادیاں ساحل بحیرۂ اسود پر"

L. Buerchner: Die Besiedelung des Pontos Euxinos

باب ۲۱

سب سے پہلے ملطی پونتوس کے جنوبی ساحل کی طرف روانہ ہوئے جو مشرقی دھارے کی وجہ سے نسبتاً زیادہ قابل گزار تھا۔ آٹھویں صدی قدم جیسے بعید زمانے میں اُنھوں نے ایک راس پر، جس پر دو عمدہ بندرگاہ تھے، اسنوف کی نوآبادی قائم کرلی تھی، جہاں کے باشندوں نے زمانۂ مابعد میں ایک اور شہر ترابی زوس یا طرابزون ذرا مشرق کی طرف قائم کیا[۱۶]۔ ساتھ ہی بحیرۂ اسود کا سفر پہلے سے زیادہ محفوظ کرنے اور دیگر اہم مقامات پر قبضہ کرنے کی غرض سے اُنھوں نے ہیلیس پونت اور پرو پونتس پر دیگر نوآبادیاں بھی قائم کیں۔ انھوں نے ابتدائی زمانے میں ان ممالک کو غالباً اس وجہ سے نظرانداز کردیا تھا کہ وہ سمجھے تھے کہ ایولیائی ان کے دعویدار ہیں؛ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ایولیائی ملاحوں کی سی زندگی بسر کرنے کے آرزومند نہ تھے بلکہ راس سگیوم کے جنوب کی طرف کی اراضی کو اپنے لیے بالکل کافی سمجھتے تھے۔ الغرض ملطیوں نے ہیلیس پونت پر ابی دوس اور پرو پونتس پر کیزکوس کی نوآبادیاں قائم کیں، جن میں سے پچھلا شہر ایک ایسے جزیرہ نما پر آباد کیا گیا جو اس کے بعد اقلیم ایشیا سے بالکل جدا کردیا گیا[۱۷]۔ کیزکوس ایک خاص قسم کی

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ durch die Milesier جلد ۱، لمبیٹن ۱۸۸۵ء) کیساتھ ایک نقشہ بھی شامل ہے اور اسپر فاضل مصنف نے نہایت محنت کی ہے۔ واضح ہو کہ کلازومینیائی پالوس مایوتس (بحیرۂ ازوف) کے قریب رہتے تھے؛ استرابو ۱۱، ۲، ۴؛ پلینی ۴، ۷۔

[۱۶] اسنوف کی ابتدائی تاریخ نہایت مشکوک ہے۔ مقابلہ کیا جائے شتروائبر: "اسنوف" Streuber : Sinope بازل ۱۸۵۵ء؛ زنگےبش: "مسائل اسنوف" Sengebusch : Quaest. Sinopicar Spec. برلن ۱۸۴۶ء۔ اسنوف کے سکوں کیلیے، سکس: "اسنوف" جدیدۂ مسکوکیات" Six: Sinope-in numis. Chr. ۱۸۸۵ء۔ بیوخنر Buerchner (ص ۵۶/۶۶) اپنی کتاب کے حصۂ اول میں خاص طور پر طرابزون، کیراسوس، کوتیورا اور استروس پر بحث کرتا ہے؛ پونتوس کے جنوبی ساحل کی آبادی کیلیے ایڈوارڈ مے یر: "تاریخ ملوکیت پونتوس" E. Meyer : Geschichte des Koenigr. Pontos لائپزگ ۱۸۷۹ء۔

[۱۷] کیزکوس کے لیے مارکوارٹ: "کیزکوس اور اس کی اراضی" Marquardt :

باب ۲۱

مچھلی کے لیے مشہور تھا جس کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کو بہت کچھ آمدنی
ہوتی تھی، اور انھیں یہ مچھلی اس قدر عزیز تھی کہ ان کے سکّوں تک پر اس کی شبیہ
بنی ہوئی ہے۔ ملطیوں اور پاروسیوں نے مل کر ہیلیس پونت پر پاریوم
کو آباد کیا۔

جب پونتوس کا جنوبی ساحل یونانی تجارت کے دائرے میں آگیا تو انھوں
نے اس کی رہ گذر پر زیوس اوریوس یا "زیوس فرستندۂ باد" کے نام سے ایک
بت خانہ تعمیر کیا، جس کے بعد ملطیوں نے مغربی اور شمالی سواحل کی طرف رجوع کیا۔[۱۸۱]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ Cyzikus und s. Gebiet برلن ۱۸۳۶ء۔
۱۸۱؎ پونتوس یوکسی نوس کے لیے پریلر: "قدیم زمانے میں تجارت اور رسل و رسائل کیلئے
بحیرۂ اسود کی اہمیت" Preller: Ueber die Bedeutung des schwarzen
ڈورپ فیلڈ Meeres Fuer Handels und Verkehrs d. alten Welt
۱۸۴۲ء۔ ملک روس کے جنوب میں یونانی نوآبادیوں کے لیے بیکر: "بحیرۂ اسود کا شمالی ساحل"
Becker: die Nordgestate des Pontos Euxinos پیٹرسبرگ ۱۸۵۲ء؛
میورالٹ: "مسائل قدیمہ" Muralt: Melanges d' Antiquité زیورش ۱۸۵۲ء؛
اُدوارُف: "تحقیقات متعلق جنوب روسیہ" Ouvaroff: Recherches sur
la Russie meridionale پیٹرسبرگ ۱۸۵۵ء۔ نوئی مان:
"اسکیتھیہ میں یونانی" Neumann: Die Hellenen in Skythenlande
برلن ۱۸۵۵ء؛ کیپرٹ: "جغرافیہ قدیم" Kiepert: Lehrb. d. Alten Geogr.
۳۰۳ وغیرہ؛ راؤل روشیت: "کیمبری بوسفوروس یونانی آثار" Raoul Rochette: Antiquités
grecque du Bospore Cimmerien پیرس ۱۸۲۲ء؛ کیوپن: "بحیرۂ اسود کے
شمالی ساحل کے آثار قدیمہ" Koeppen. Alterthuemer an Nordgestade
des Pontos وانا ۱۸۲۳ء؛ کیوہلر: "سیراپیس" Koehler: Serapis پیٹرسبرگ
۱۸۵۰ء؛ ژیل: "کیمیری بوسفوروس کے باقیات" Gille: Antiq. du Bosp. Cimm
۱۸۵۴ء؛ اشاعت جدیدہ زیر ادارات راناش Reinach پیرس ۱۸۹۲ء؛ بالا سالانہ

باب ۲۱

ساتویں صدی ق م کے وسط کے قریب انھوں نے دہانۂ ڈینیوب کے جنوب میں شہر استروس آباد کیا؛ اس دریا کے دہانے (ڈیلٹا) سے ذرا اوپر کی جانب ساحل کی ایک خاص کیفیت ہو جاتی ہے، یعنی خلیج کے متوازی ریگستانی ٹیلوں کا ایک سلسلہ کھاری جھیلوں کو (بالٹک کی جھیلوں کی طرح) گھیرے ہوئے ہے، اور یونانی لفظ "لیمن" یا "بندرگاہ" سے لے کے اس مقام کا نام ہمیشہ کے لیے "لیمان" پڑ گیا ہے۔ اس ساحل پر رفتہ رفتہ بہت سے بڑے بڑے یونانی بلدیات مثلاً دنیستر کے لیمان پر تیراس، تیلی غول کے لیمان پر اودیسوس اور ذرا شمال کی طرف اس مقام پر جہاں ہیپانس اور بورس تھنیس تقریباً ایک ہی مقام پر سمندر میں داخل ہوتے ہیں، سنہ ۶۴۵ ق م میں اولبیا (بورس تھنیس) آباد کرگئے۔ اس کے بعد وہ مشرق کی طرف متوجہ ہوئے، اور توری خرسونیز (کریمیہ) میں تھیودوسیہ اور سپانتی کاپیوم اور دوسرے کے عین مقابل جزیرہ نمائے تامان پر فاناگوریا آباد کیا۔ واضح ہو کہ آج بھی اس کے قریب دیسی سرداروں کے "کرگان" یا قبروں کے ٹیلوں سے یونانی تمدن کے اثر کا پتا لگتا ہے۔ یونانیوں کے پانتی کاپیوم اور فاناگوریا کے ذریعے سے بحیرۂ ازوف کے دروازے یعنی جھیل مایوتش پر قبضہ کر کے دریائے ڈون کے کنارے شہر تانائس آباد کیا، اور پھر اس شہر کی وساطت سے ناداِرس اور ایکسوپولس آباد کیے۔ آخر میں یہ ذکر کرنا باقی ہے کہ کوہ قفقاز کی طرف یونانیوں نے فاسس اور دیوسکورس کی بنیاد ڈالی۔

معلوم ہوتا ہے کہ یونانی پونتوس کے شمالی ساحل پر، جہاں کے سمندر اور زمین و آسمان میں کوئی یونانی خصوصیت نہیں پائی جاتی تھی محض منافع کے لیے جا کر

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ "روئداد ماموریہ آثار پیٹرس برگ" Comptes-rendus de la Commission archeologique de S. Petersbourg ۱۸۵۹ء وغیرہ، جسے خاص طور پر ستیفانی Stephani نے ترتیب دیا ہے۔ ہیرودوطس، ۴ میں ان ممالک کا ذکر نہایت تفصیل سے درج ہے جو بحیرۂ اسود کے مشرق میں واقع ہیں۔

باب ۲۱

آباد ہوئے ہوں گے۔ یہاں پہنچ کر اُنھوں نے اپنے ہمسایہ اسکیتھیوں کو مغلوب کیا اور دور و دراز کے قبائل سے اتنے اچھے تعلقات پیدا کیے کہ قافلوں کے گزرنے کے لئے ان کے ملک میں کچی سڑکیں بنائی گئیں جن میں ہو کر تجارتی سامان بحیرۂ بالٹک کے سواحل تک جا سکتا تھا۔[۹۱]

یونانیوں نے یہ بھی کوشش کی کہ بحیرۂ اسود کا اپنے قدیم تاریخی افسانوں سے تعلق پیدا کریں، اور اس مقصد کے لیے اُنھوں نے آرگو جہاز کے سفر سے حسب دلخواہ فائدہ اُٹھایا۔ اُنھوں نے یہ فرض کر لیا کہ اے ئتیس کا وطن بحیرۂ اسود کے مشرقی ساحل پر کولخس میں ہوگا، اور اس قصے کی تاویل اس طرح ہوئی کہ "زرین اون" کے افسانے سے اس ملک کی قدرتی مرفہ الحالی مراد ہے۔ ہیلیس پونٹ کے بعد پہلا مقام جہاں جہاز رکا تھا، کیزکوس تھا؛ یہاں ام الارباب کے نام کا ایک بت خانہ تھا جس کا بانی یاسون بتایا جاتا تھا۔ یونانیوں کے خیال کے بموجب اِسنوف کی آبادی کا سہرا آرگو کے ایک ملاح مسمی اوتولیکوس کے سر تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اپسیرتوس ولد اے ئتیس کو اس کی بہن میدیا نے اپسارس کے قریب مار ڈالا تھا اور بحیرۂ اسود کے جنوبی ساحل پر امیزنون کا وطن اور شمالی ساحل پر افی گینیا کی جانبازیوں کا مقام تھا؛ کہا جاتا تھا کہ وہ اؤلس میں قتل نہیں ہوئی بلکہ اُسے ارتمیس تاوری اٹھا لے گئی، جو یونانیوں کے نزدیک کریمیہ میں واقع تھا۔ یہاں کے دیسی باشندوں کی یہ عادت تھی وہ اپنی باکرہ دیبی کے نام پر اجنبی سیاحوں کو قربان کیا کرتے تھے، اور یونانیوں کا خیال تھا کہ وہ اُنھیں کی ارتمیس دیبی تھی۔

ملطیوں کے جذبۂ سرفروشی کے لیے جنوب میں بھی ایک حسب دلخواہ میدان نکل آیا۔ مصر میں آشوریوں کو ساتویں صدی ق م کے ابتدائی حصے میں غلبہ حاصل ہو چکا تھا، لیکن اُنھوں نے اپنی عادت کے مطابق اس ملک پر دیسی

---

۹۱ بحیرۂ اسود سے شمال کی طرف جو راستہ جاتا تھا اس پر گینیٹے نے کانسٹوہے کی لسانیاتی کانفرنس (سنہ ۱۸۸۲ء) کے سامنے بحث کی تھی۔

باب ۲۱

فرماں رواؤں کو بحال رکھا۔ ان میں سے ایک یعنی بسامطیق حکمران سائس نے یہ تہیہ کیا کہ وہ اپنے اور مصر کے کندھوں پر سے اشوری اطاعت کا جوا اُتار کر پھینک دیگا؛ چنانچہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیئے اُسنے گی گیس والی لدیہ سے خط و کتابت کرنی شروع کی اور وہاں سے ایونیائی اور کاریائی اجیر سپاہی اپنی فوج میں بھرتی کرنے کے لیئے بلائے جن کی مدد سے بسامطیق بالآخر آزاد ہوگیا[۲۵] اس واقعے کے بعد وہ غیر ملکیوں پر اعتبار و اعتماد کرنے لگا اور اُن کے لیئے اپنے ملک کے دروازے ایسے کھول دیئے کہ پہلے کبھی نہ کھلے تھے۔ اُس نے دریائے نیل کی شاخ پیلوزیم پر، ایونیائی اور کاریائی اجیر سپاہیوں کے لیئے مستقل خیمہ گاہیں تیار کرائیں، اور ملطیوں کو شاخ بول بیٹی نوم پر آباد ہونے کی اجازت، دی۔ یونانیوں سے شاہ اماسس کے تعلقات اُس کے پیش رو سے بھی زیادہ گہرے تھے؛ اُس نے ایونیائیوں اور کاریائیوں کو دریائے نیل کی شاخ سے میمفس کو منتقل کر دیا تاکہ وہ بجائے سرحدی حفاظت کے اُس کی ذات کی حفاظت کر سکیں اور اس طرح نوکراتِس اپنے زمانے کا ایک مرفہ الحال شہر بنگیا؛ یہاں مختلف یونانی بلدیات کے باشندے اپنے اپنے بت خانوں کے چاروں طرف اسی طرح آباد ہو گئے جیسے صلیبی جنگوں کے زمانے میں اطالوی، خصوصًا جنوا اور وینس کے باشندوں نے اپنے اپنے قومی گرجاؤں کو گھیر کر شامی بندرگاہوں میں اپنے اپنے قومی گرجا بنا لیئے تھے اور اُن کے گرداگرد سکونت اختیار کر لی تھی۔ تین ایونی شہروں یعنی تیوس، کلازومے نائے اور فوکیہ کا ایک مندر تھا جسکا نام ہیلے نیوم تھا؛ تین دودیانی شہروں یعنی کنیدوس، ہالی کارناسوس

---

[۲۵] بسامطیق کا یونانیوں کی مدد سے مصر کا حکمران بن جانا؛ ہیروڈوٹس ۲، $\frac{۱۴۷}{۱۵۲}$؛ دیودوروس ۱، ۶۶؛ اِنتِرابو ۱۷، ۱، ۸۰۱ کے مطابق بسامطیق تیس جہازوں کی مدد سے، جو ملطہ سے آئے تھے، اِناروس کے ساتھ جنگ آزما ہوا۔ ان روایات کا انتقاد ویڈے مان نے اپنی کتاب "تاریخ مصر" Viedemann ;. Aegypt. Gesch.؛ گوٹا سنہ ۱۸۸۴ء صفحہ ۶۰۶ وغیرہ میں کیا ہے؛

فاسے لِس، جزیرہ رھوڈس اور ایولیا کی متی لنمی کی ایک مشترک عبادت گاہ تھی؛ ایجنا میں ساموس کا معبد ہیرا، الی گینا کا معبد زیوس اور ملطہ کا معبد اپولو علیحدہ علیحدہ بنے ہوئے تھے؛ اور یہی وہ مرکز تھے جن کے ذریعے سے یونانی تمدن مصر میں پھیل گیا۔ بسامطیق نے یونانی زبان سیکھنے کے لیے مصری نوجوانوں کو اُن یونانیوں کے پاس بھیجا جو اُس کے ملک میں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے، اور کہا جاتا ہے کہ طریقۂ ترجمانی کے موجد یہی لوگ تھے[۲۱]۔ وادی نیل میں جنوب کی طرف مصریوں کی موجودگی کی عجیب وغریب علامت یہ ہے کہ ابو سمبل کے مقام پر یونانی اجیر سپاہیوں نے بسامطیق دوم کے عہد میں رامسیس دوم کی عظیم الشان بت کی ران پر اپنے نام کھود دیے تھے، جو اس وقت تک موجود ہیں[۲۲]۔ باب ۱۲

دوسرا ایونی بلدیہ جس کی وقعت اور اہمیت کو اُسکے تجارتی تعلقات کی وجہ سے چار چاند لگ گئے تھے فوکیہ تھا۔ یہ شہر ایک راس پر آباد تھا اس لیے

۲۱؎ اماسس اور یونانیوں کے باہمی تعلقات کے لیے دیکھو ویڈے مان: "تاریخ مصر" صفحہ ۱۵۲ وغیرہ، جہاں بہت سے کتابوں کا حوالہ دیا ہوا ہے۔ استیفان ساکن بیزنطہ ابی دوس کو ملطی الاصل بتاتا ہے۔ ہیروڈوٹس (۳، ۲۶) کا بیان ہے کہ بڑے نخلستان میں ساموسی آباد تھے۔ اس مضمون کے لیے ۲، ۱۷۸ وغیرہ بہترین مقام حوالہ ہے نوکراتس کو ازمنۂ وسطیٰ کے بہت سے بندرگاہوں کی طرح محاصل درآمد و برآمد جمع کرنے کا حق حاصل ہو گیا تھا۔ ہیروڈوٹس (۲، ۱۵۴) کہتا ہے کہ اس شہر کے یونانی محلے کا نام "ستراتوپیہ" ("خیمہ گاہ تھا") حال میں فلنڈرز پیٹری Flinders Petrie نے نوکراتس کا اکتشاف کیا ہے اس لیے ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ دمن حور کے قریب واقع تھا اور اماسس سے پہلے یعنی غالباً بسامطیق کے عہد سے اس کا تعلق ہوگا۔ اس موقع کی کھدائی کی نگرانی فلنڈرز پیٹری اور ارنسٹ گارڈنر Ernest Gardner نے کی ہے۔ مقابلہ کرو "نوکراتس"، جلد ۱ (مصنفۂ فلنڈرز پیٹری) اور جلد ۲ (مصنفہ ارنسٹ گارڈنر) اور فلنڈرز پیٹری کی کتاب "مصر میں دہ سالہ کھدائی" Flinders Petrie: Ten Yeais Digging in Egypt لندن ۱۸۹۲ء۔

۲۲؎ ابو سمبل کے نوشتوں کے لیے ویڈے مان ۱، ۱/ ۶۳۲۔

باب ۱۱

اُس کے باشندوں کی توجہ لازماً سمندر کی طرف مبذول ہوئی اور اُس نے اپنی پوری قوت مغرب کی طرف صرف کردی۔ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ فوکیہ والوں نے دیار مغرب میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے[۲۳]۔ یونانیوں میں یہی وہ قوم تھی جسنے تاریخ میں پہلی مرتبہ طویل بحری سفر اختیار کئے اور جسں نے پہلی بار بحیرۂ ایڈریاٹک، اتروریہ، اسپین اور تارتےسوس میں جاکر اس بھلے مقام کے بادشاہ سے ایک محالفہ کیا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ فوکیہ کے باشندے معمولی کشتیوں میں نہیں بلکہ پچاس پچاس چپّو والے جنگی جہازوں میں سفر کرتے تھے۔ ہیروڈوٹس کے اس بیان میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ تارتےسوس کی بابت (جو ایک ہسپانوی بندرگاہ تھا) یہ لکھا ہے کہ فوکیہ والوں سے پہلے وہاں ایک ساموسی کشتی اتفاق سے پہنچ گئی تھی۔ نیز یہ بیان کہ اُنھوں ہی نے ایترُوریہ دریافت کیا اس قصّے سے مطابق نہیں ہوتا کہ یونانیوں میں سب سے پہلے لوگ جو وہاں جاکر آباد ہوئے خالکسی تھے، اور اس طرح بھی یہ امر کہ فوکیہ والے پہلے یونانی تھے جو بحیرۂ ایڈریاٹک میں گئے ہوں فی نفسہٖ قابل یقین نہیں معلوم ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ گو اُن کی مغربی نوآبادیوں کی اہمیت میں شبہہ نہیں ہوسکتا لیکن وہ مدت دراز کے بعد قائم ہوئی تھیں۔

دیگر ایشیائی یونانیوں میں سب سے زیادہ جس بلدیے نے بحری میدان میں امتیاز پیدا کیا، وہ ساموس تھا، اور ہم رفتہ رفتہ اُس کی نوآبادیوں کا بیان کریں گے۔ حالانکہ ملطہ اور فوکیہ میں باہمی دوستی تھی، ساموس ملطہ کی عظمت پر حسد کرتا تھا اور وہ ملطہ اور ایریتریا کے مقابلے میں خالکس کا طرفدار تھا۔

ایریتریا اور کارسِتوس کے باہمی تعلقات نہایت عمدہ تھے، اور پہلے اُن جزائر کو اپنا مطیع و منقاد کرلیا تھا جو جزیرۂ یوبیہ کے جنوب میں واقع تھے، جیسے اندروس، تینوس اور کیوس۔ اس کے برعکس خالکس نے شمالی جزائر

[۲۳] ہیروڈوٹس ۱، ۱۶۳۔

باب ۱۱

مثلاً سکسیا تھوس، اکوس اور پیپاریتھوس کو مغلوب کر کے ان مقامات پر اپنی نوآبادیاں قائم کر لیں؛ اس کے بعد انھوں نے شمالی ممالک کی طرف رخ کیا، اور یہاں دریائے اکسیوس اور دریائے ستریمون کے دہانوں کے عین وسط میں انھیں ایک پہاڑی خطہ مل گیا جو تین راسوں کی شکل میں سمندر کی طرف نکلا ہوا ہے، اور جہاں (تھریسی ساحل کے برعکس) سمندر اور زمین کے اتصال سے جو کیفیت پیدا ہو گئی ہے اس میں اور یونانی ساحل میں بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے۔ ان جزیرہ نماؤں پر خالکس والوں نے متعدد بستیاں آباد کیں جس کی وجہ سے انھیں مجموعی طور پر خالکسی بلدیات کہنے لگے اور اس خطے کا نام خالکدیس پڑ گیا[۳۴]۔ ان تین راسوں میں سے سب سے مغربی راس یعنی جزیرہ نمائے پے لے نے کی اراضی نہایت زرخیز ہے، اسی لیے ان بلدیات میں جو اس مقام پر آباد تھے زراعت ہوتی تھی۔ یہاں ایک شہر مینڈے تھا جسے اریتریوں نے آباد کیا تھا اور جس کے سکوں پر باکھوس کی پوجا کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ دوسرا ممتاز شہر سکیونے تھا جسے پے لے نے کے اکائیوں نے آباد کیا تھا لیکن تجارتی اعتبار سے ان سب بلدیوں میں ممتاز بلدیہ پوتی دیا تھا جسے کورنتھیوں نے اس جزیرہ نما کے عین خاکنائے پر آباد کیا تھا۔ وسطی راس یعنی ستھونیا پر توروفے اور سنگوس تھے۔ تیسرے جزیرہ نما کا نام اکتے تھا، اور یہی وہ مقام تھا جہاں کوہ آتھوس واقع ہے؛ یہاں آٹھ چھوٹے چھوٹے شہر آباد تھے اور آجکل بھی یہ جزیرہ نما خانقاہوں کے لیے مشہور ہے۔ ۳۲ۃ ق م تک یہ سب شہر بالکل آزاد اور خود مختار تھے، لیکن اس سنہ میں پرڈکاس نے چھوٹے چھوٹے ساحلی خالکدیسی بلدیات کو شہر اولنتھوس کے ساتھ متحد کر دیا۔ ان شہروں کے مشرق کی جانب خلیج دریائے ستریمون پر چند ایونی نوآبادیاں یعنی آرگیلوس، اکانتھوس، ستاگیرا، اور ستاگی روس تھیں جنھیں جزائر مدور،

[۳۴] خالکدیس کے لیے ہوفمان: "Hoffmann : Descript. Chalcidieae"

بروبرگ ۱۸۵۵ء اندروس اریتریا کے زوال کے بعد اپنی نوآبادی کی بنیاد رکھنا شروع کرتا ہے۔

باب ۲۱

خصوصًا اندروس کے باشندوں نے آباد کیا تھا۔ آگے بڑھ کر ذرا مشرق کیطرف ہم چند ایونی بلدیات سے دوچار ہوتے ہیں کیونکہ آٹھویں صدی ق م کے اواخر میں پاروسیوں نے تھاسوس کو آباد کر کے ہمسایہ ساحل پر ایولونیہ گالیسوس، اور اوسے سیمے کے بلدیات کی بنیاد ڈال دی تھی[۲۵]۔

یہاں سے مشرق کی طرف کو قدم اُٹھائیے تو آپ تھریسی اراضی میں پہنچ جائیں گے۔ ساتویں صدی ق م میں کلازومے نائے کے چند باشندوں نے ابدیرا کی بنیاد رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ بیکار ثابت ہوئی۔ تیوسی انسے زیادہ خوش قسمت نکلے اس لیئے کہ جب ایرانیوں نے ان کا تعاقب کیا تو وہ اُن سے بچ کر ابدیرا میں آباد ہو گئے[۲۶]۔ لکونے کے ضلع میں جس کی شراب ہومر کے زمانے میں مشہور آفاق تھی اور جس کی شہرت آج بھی کچھ کم نہیں ہے، خیوس نے اپنی نوآبادی بمقام موردنیا قائم کی۔ اس کے برعکس اسے نوس دریائے ہیبروس کے دہانے پر ایک ایونی نوآبادی تھی جسکے سکے ہرمیس کی خوبصورت شبیہ کے لیئے مشہور تھے۔ تین جزیرے جنھیں عام طور پر تھریسی جزائر کا لقب دیا جاتا ہے[۲۷]، یعنی ساموتھریس، امبروس اور

---

[۲۵] تھاسوس کے لیئے ہاسل باخ: "جزیرہ تھاسوس" Hasselbach : De insula Thaso، ماربرگ ۱۸۳۸ء؛ پیرو: "یادداشت متعلق جزیرہ تھاسوس" Perrot : Mem. sur l'ile de Thasos پیرس ۱۸۶۴ء؛ کونزے: "سفرنامہ جزائر بحیرۂ تھریس" Conze:Reise auf der Ins. d. thr m eeres ہانوور، ۱۸۶۰ء۔

[۲۶] ابدیرا کے لیئے ک، ف، ہرمان: "مقالۂ تاریخی" K. Fr Hermann:Gesch. Abh. صفحہ ۹۰ وغیرہ۔ اس کے اور تیوس دونوں کے سکوں پر ایک خیالی جانور مسمی گریفن کی تصویر کندہ ہے، جس سے ان دونوں کا باہمی تعلق ظاہر ہوتا ہے، تھریسی سکوں پر ابدیرا کا اثر نمایاں ہے۔ پانتی کاپیوم کے سکوں پر بھی گریفن بنا ہوا تھا، اور اسی طرح فاناگوریا کو بھی جو اسکے مقابل واقع تھا، تیوسی نوآبادی سمجھا جاتا تھا۔

[۲۷] بحیرۂ تھریس کے جزیروں کے لیئے کونزے کی تصنیف دیکھنی چاہیئے جس کا حاشیہ ۲۵ میں

باب ۲۱

لیمنوس زمانہ مابعد تک یونانی حیطۂ اثر سے باہر ہی رہے۔ بیان کیا جاتا ہے ساموتھریس (جو ختونی معبودوں یعنی کابیری کی پوجا کے لیے مشہور تھا) ساموس کے باشندوں نے آباد کیا تھا، لیکن غالباً واقعہ یہ ہے کہ یہ تعلق محض دونوں جزیروں کے ناموں کی یکسانی کی وجہ سے قائم کیا گیا؛ ہم جانتے ہیں کہ ساموسی کبھی جزیرۂ کیفالونیا میں جاکر آباد نہیں ہوئے؛ باایںہمہ اس کو کبھی ساموس کہتے تھے لہٰذا محض ناموں کی یکسانی سے کوئی استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

اس طویل و تنگ جزیرہ نما میں جو اس کے مشرق کی طرف واقع ہے، یعنی تھریسی خرسونیز میں، (جہاں دراصل دولونکی قوم آباد تھی) ایولیائیوں اور ایونیائیوں نے اپنی نوآبادیاں قائم کیں۔ ایولیائیوں نے تو ملطی بلدیۂ ابی دوس کے بالمقابل ہیلیس پونٹ کے سب سے تنگ حصے میں سستوس آباد کیا؛ تیوسیوں نے اس کے جنوبی کنارے پر ایلائیوس، اور ملطہ و کلازومینائے کے باشندوں نے اُس خاکنائے پر جو جزیرہ نما کو تھریسی سرزمین سے ملاتی ہے، کاردیا کی مشترکہ نوآبادی قائم کی۔ پروپونتس میں دو خلیجوں کے درمیان ایک پہاڑی راس پر سے پرنتھوس کا شہر نظر آتا ہے[۲۸] جسے ساموسیوں نے تقریباً ۵۹۹ ق م میں آباد کیا تھا؛ اس کا نام بعد میں ہرقلیہ پڑ گیا۔ اسکے قریب ہی

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ حوالہ دیا ہوا ہے۔ ساموتھریس کے لیے کُریتوس کا مضمون ماہانہ رسالۂ انجمن علمیہ برلن Monatshcr. der Berl. Akad (۱۸۵۵ء) میں دیکھا جائے۔ آسٹریا میں اس جزیرے کی علمی تحقیقات کرنے کے لیے مہمات روانہ کئے گئے اور کونزے Conze، ہاؤزر Hauser اور نوئی مان Neumann نے ایک نہایت نفیس کتاب لکھی جو ان کا میں ۱۸۷۵ء اور ۱۸۸۰ء میں طبع ہوئی؛

۲۸ تھریسی خرسونیز کے لیے شلتز: "تھریسی خرسونیز" Schultz: De Chers. thr. برلن ۱۸۵۳ء۔ ادویت بے نو: "جریدۂ مراسلات یونانی" Hauvette-Besnault: Bull, de Corr. hellen.

ایک دوسرا موسی نو آبادی بسا نتھے تھی۔ لیکن اس نواح میں جو شہر سب سے زیادہ اہم تھا وہ دوریانی بیزنطہ تھا جسے میگاریوں نے آکر آباد کیا تھا۔[۷۲۹] باب ۲۱

یہ امر نہایت عجیب و غریب ہے کہ میگارا کی ارض یونان میں تو بہت ہی کم وقعت تھی، لیکن یہاں کے باشندوں نے جو نوآبادیاں قائم کیں اُن کی اہمیت اور اُن کے رتبے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ میگاری ان یونانیوں میں سے تھے جنھوں نے سب سے پہلے مغرب کا رخ کیا تھا، لیکن وہ بہت جلد مشرق کی طرف پلٹ پڑے، اور ۶۷۵ ق م میں اُنھوں نے بوسفورس کے ایشیائی کنارے پر خال خیدون یا خالکیدون، اور پروپونٹس کے ایک خلیج کے ساحل پر استاکوس آباد کیا۔ استاکوس سے ایک میدان اندرون ملک میں چلا جاتا تھا۔

---

۷۲۹ میگارا کے لیے رائن گانوم: ''میگارہ قدیم'' Reinganum: Das alte Megara. برلن ۱۸۲۵ء، ووگٹ: ''معاملات میگارا'' Vogt: De rebus Megarens. ماربرگ ۱۸۵۵ء۔ بیزنطہ کے لیے دیگر تصانیف پر فرک کے بسیط اور قابل قدر مضمون کو جو پاؤلی کے مجموعے میں چھپا ہے، ترجیح حاصل ہے (۱، ۲، ۲): اس میں جملہ قدیم و جدید مواد کا ملخص دیا ہوا ہے۔ ابتدائی تصانیف میں جن میں ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے مفصلہ ذیل قابل اعتنا ہیں: (۱) دیونی سیوس: ''حالات بیزنطہ و بوسفورس'' میولر: جغرافیہ جلد ۲ Dionysi Byzanti Anaplus Bospori (Mueller's Geog.:. min) (۲) ہامر: ''قسطنطنیہ و بوسفورس'' Hammer: Constantionopel und die Bosporus دو جلد، پسٹ ۱۸۲۲ء (۳) پ۔ گی لیوس: ''توصیف قسطنطنیہ'' P. Gyllius: de topographia Const. ۱۵۶۱/۱۵۶۲ء (۴) ہینی نے: ''قدیم بیزنطہ'' Heyne: Antiqu. Byzantinae گوٹنگن؛ (۵) شوین: ''تاریخ بیزنطہ'' Schwen. Hist. Byz ہالے ۱۸۷۵ء۔ (۶) پاسپاتیس: ''تحقیقات متعلق بیزنطہ'' Paspates: Byzantinai meletai ۱۸۷۷ء (۷) دیتیر و مورٹمان: ''نوشتہ جات بیزنطہ'' (مجلس علمیہ وائنا) Dethier und Mordthmand: Epigr. von Byzantion, Vienna, Ak. 1864

باب ۱۲

جس کی وجہ سے یہاں سے ایشیائے کوچک کے ساتھ تجارت میں بہت سہولت ہو گئی تھی۔ اُس زمانے میں ایشیا تہذیب و تمدن کا مرکز تھا، اور میگاریوں نے یہ خیال کر لیا کہ ان متمدن اقوام سے تعلقات پیدا ہونے کی وجہ سے انھیں[۳۰] صرف کچھ نہ کچھ نفع ہوگا، بتیھنیا میں ایک نو آبادی بنام ہرقلیہ قائم کی جس کی متعلقہ اراضی بہت کچھ طویل و عریض تھی۔ یہاں کے باشندوں نے زمانہ مابعد میں شمال کی طرف جزیرہ نمائے تاورک (کریمیہ) میں اس مقام پر ایک شہر آباد کیا جہاں بہت سی خلیجیں ایک سطح مرتفع کو گھیرے ہوئے ہیں اور اس کا نام خرسونیز یا ہرقلیہ رکھا، لیکن چند روز کے بعد اُس کا محل وقوع تھوڑا سا مشرق کی طرف اُس جگہ ہٹا دیا گیا جہاں آجکل شہر سباستوپول واقع ہے۔ بہرحال خود میگاری بہت جلد یہ محسوس کرنے لگے کہ اُنھوں نے شمالی ساحل چھوڑ کر جنوبی ساحل کو آنے میں غلطی کی ہے۔ انھوں نے ۶۵۸ ق م میں شہر بیزنطہ اُس مقام پر آباد کیا جو بوسفورس کے دروازے اور اُس تنگ خلیج کے درمیان واقع ہے جسے شاخ زریں کہتے ہیں۔ اس مقام پر

---

۳۰ ہرقلیہ کے لیئے پولیس برو: معالات ہرقلیہ بہ ساحل پونتوس Polesberw: De rebus Heracleae Ponti براندن برگ، ۱۸۳۳ء، اور اسی کی کتاب "معالات خرسونیز" De rebus Chersonesitarum، برلن ۱۸۳۸ء، کیوہنے: "تحقیقات متعلق تاریخ و آثاریات خرسونیز" Koehne: Beitr. Z. Gesch. und Archaeologie von Chersonesus in Taurien پیٹرس برگ ۱۸۴۸ء؛ بیکر "جزیرہ نمائے ہرقلیہ" ۱۸۵۶ء: Beeker De Herakleot Halbinsel کیوہنے ریون: بلدیات آباد کردۂ در تورک خرسونیز Kochne De Civitat quae a Graecis in cherson. Taur. Cond, fuer. نانسی ۱۸۴۳ء؛ کیمل: "معالات ہرقلیہ" Kaemmel: Heracleotica پلاوئین ۱۸۶۹ء؛ شٹینے: "جمہوریہ ہرقلیہ" Stiene: De Herakl. Pontic. republ ۱۸۷۰ء؛ شنائیڈورٹ: "ہرقلیہ بہ ساحل پونتوس" Schneidewirth Heraklea am Pontos ۱۸۸۲ء و ۱۸۸۴ء؛

اس سے قبل بھی متعدد مرتبہ یونانی آکر آباد ہوئے تھے، اسی لیے فال گوئی کی اجازت لازم تھی تاکہ قبضے کی قانونی صورت پیدا ہو جائے۔ ہم بار بار دیکھتے ہیں کہ یونانی اپنے اپنے دیہات چھوڑ کر بحیرۂ روم کے سب سے قریب اور سب سے دور مقامات پر چھوٹی بڑی بستیاں قائم کر لیتے ہیں، حالات امید افزا نہیں ہوتے تو واپس چلے جاتے ہیں، اور جب انھیں مستقبل امید افزا معلوم ہوتا ہے تو اپنے اور ساتھیوں کو بلا لیتے ہیں، اگر اُن کی جنگی قوت کم ہوتی ہے تو دوسرے بلدیات سے تعاون کرنے میں گریز نہیں کرتے، اور آئندہ جھگڑوں کا استیصال کرنے کی غرض سے اُس مملکت کے حق میں اعزاز اولیت سے دست بردار ہونے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں جو سب سے زیادہ قربانیاں کرنے پر رضامند ہو اور جس نے اپنے حقوق کو دیلفی سے تسلیم کرا لیا ہو۔ بیزنطہ والے ماہی گیری سے بہت کچھ روپیہ کماتے تھے؛ ماسوا اس کے شہر کے محل وقوع اور مقامی بحری دھاروں کے ذریعے سے شہر والے اُن تمام جہازوں کی آمدورفت کی نگرانی کر سکتے تھے جو بحیرۂ اسود کے ساتھ غلے یا کسی اور چیز کی تجارت کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیزنطہ اور ملطہ کے باہمی تعلقات خوشگوار تھے۔ اس شہر کے مغرب میں میگاری نوآبادی سیلیمبریا اور بحیرۂ اسود سے میسامبریا ایک واقع تھی جن میں سے موخرالذکر کو بیزنطہ اور خالکیدون والوں نے بسایا تھا۔

اب مغرب کی طرف رخ کیجیے یہاں کورنتھو اور کورکائیرا کی دو نو آبادیاں یعنی اپی دامنوس اور اپولونیا تھیں جن کی اندرونی تنظیم میں بہت سی ندرتیں پائی جاتی ہیں، لیکن اُن کا بیان بعد میں کیا جائیگا[۱۳۱]۔ زمانہ مابعد میں اس حصے کے اندر سرقوسیوں کو بھی ایک حد تک اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ یونانی نوآبادیوں کا میلان جنوبی اٹلی اور سسلی کی طرف تھا اور یہاں بھی ہر خطے کے یونانی ایک دوسرے کے گویا مدمقابل بنے ہوئے تھے۔ یہاں سب سے پہلے

[۱۳۱] اپی دامنوس میں صناعوں کو "دیموزیوئی" کہتے تھے۔ ارسطاطالیس: "سیاسیات ۴۲ب، ۱۳"۔

باب ۱۲

ایونیائی خالکسی پہنچے اور بہت سے قدیم مصنفوں کی روایت کے بموجب کمپانیا
میں شہر کیمے گیارھویں صدی ق م میں ہی آباد ہوگیا تھا[۳۲] لیکن ہم کو اتنے بعید

---

۳۲ کیمے کے قیام کی تاریخ: Hieron. Sch. ۲، ۶۰، ۹۱؛ Abron. ۹۶۸ = سنہ ۱۰۴۶ ق م
Veil ۱، ۴ کے مطابق اس کا قیام ایشیائی ایونیائی نوآبادیوں سے پیشتر ہوا تھا اور اس حساب سے یہی تاریخ درست معلوم ہوتی ہے۔ ڈنکر (۵، ۴۸۵) کا خیال ہے کہ اس کیمے اور ایشیائی کیمے میں التباس ہوگیا ہے؛ اس کے خیال کے مطابق التباس کی ابتدا اس وقت ہوتی ہے جب ورجل نے یہ لکھا کہ سبل نے اے نیاس سے کیومائے میں پیشین گوئی کی تھی حال ہی میں ہیلبگ Helbig نے اپنی کتاب: "ہومری دور" Dashomer. Epos (لائپزگ سنہ ۱۸۸۴ع ص ۳۲۱/۳۲۳) میں قیام کیمے کی تاریخ کا حوالہ دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ باعتبار سنویت و تسلسل واقعات کے یہ شہر اُن یونانی نوآبادیوں کے قیام کے بعد آباد ہوا جو سسلی کے مشرقی ساحل پر واقع تھیں۔ سب سے آخر میں ہوسولٹ اپنی کتاب "تاریخ یونان" ۱، ۲۴۷ وغیرہ میں اس مسئلے کے اثنائے بحث میں لکھتا ہے کہ کیمے سسلی کی نوآبادیوں سے قدیم تر یا کم از کم اتنا ہی قدیم ضرور تھا۔ متقدمین کا یہ خیال تھا کہ مشہور آفاق ایشیائی کیمے نے کمپانی بلدیہ آباد کرنے میں تعاون کیا ہوگا، لیکن اب اس رائے کو مطلق معتبر نہیں سمجھا جاتا بلکہ اُس کی بجائے اب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر کسی شہر نے اس کی آبادی میں مدد دی تو وہ یوبیائی کیمے ہے جس کے آثار مطلقاً باقی نہیں رہے۔ استرابو (۵، ۲۴۳) کہتا ہے کہ کیمے کو خالکدیسیوں اور کیمائیوں نے مشترک طور پر آباد کیا، اور اسی کو اٹلی اور سسلی کے بلدیات میں اولیت کا فخر حاصل ہے؛ میں پھر ایک مرتبہ اس واقعے کی طرف ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرتا ہوں کہ راس مِثروا اور راس گیتا کے درمیانی ساحل سے زیادہ کسی اطالوی ساحل کو قطعی طور پر یونانی کا لقب نہیں دیا جا سکتا چونکہ کیمے کی چٹان ایسی جگہ واقع ہے کہ یہاں سے جہازوں کی بہ آسانی نگرانی ممکن ہے اس لیئے ہمیں اس رائے پر اعتراض نہیں کہ کیمے سسلی کے شہر ناکسوس سے قدیم تر تھا اور ہمیشہ بحری ڈاکوؤں کا جولان گاہ رہتا تھا۔
کمپانیا کے لیئے عام طور پر دیکھو بیلوخ: "کمپانیا کی توصیف، تاریخ اور سوانح عمریاں بزمانہ قیام نیپلز"
I. Beloch: Campanien, Topograph. Gesch: und Leben d.
Umg. Neapel in Alterthums. برلن سنہ ۱۸۷۹ع۔ اس کتاب میں ایک نقشہ بھی ہے

باب ۲۱

زمانے میں اس خطۂ زمین پر کسی یونانی بلدیے کے وجود کا مشکل سے یقین آتا ہے لیکن ساتھ ہی اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سنہ ۱۰۰۰ ق م میں بھی کمپانیا میں اکثر مقامات پر یونانی آباد ہو گئے ہوں گے، اور ہمیں اس میں مطلق کوئی شبہہ نہیں کہ کیمے نہ صرف دیار مغربی کی قدیم ترین نو آبادی تھی بلکہ اُس کی قدامت کو تسلیم بھی کیا جاتا تھا۔ بہر حال اطالوی کیمے جسے خالکدیس اور کیمے کے باشندوں نے آباد کیا تھا، آٹھویں صدی ق م کے بعد تک مشہور نہیں ہوا۔

یونانی تارکان وطن ابتدا میں آتش فشاں جزیرۂ اے ناریا (اسکیا) میں آباد ہوئے جہاں سے وہ پرو خیتے (پروچدا) ہو کر قریب کی راس تک پہنچ گئے جس کے جنوب میں خلیج خلیگرا اے واقع ہے۔ اس خلیج کے اس ساحل پر جس کا رخ شمال کی جانب ہے انھوں نے ایک علیحدہ اور محفوظ چٹان پر کیمے کی بنا ڈالی، اور ایک ایسے عہد میں جس کا ہم اپنی معلومات کی کمی کی وجہ سے تعین نہیں کر سکتے، کیمے والوں نے شہر نیپلز آباد کیا۔ اسٹرابو کہتا ہے کہ نیپلز رھوڈز والوں کی نو آبادی تھی جو پہلی اولمپیاد سے پیشتر قائم ہوئی تھی[۳۳]، اور چونکہ اس مقام کے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ جس میں مقامی کتابوں کے اقتباسات دیئے ہوئے ہیں۔ اس مسئلے کے آثاری پہلو پر جس پر بیلوخ کافی بحث نہیں کرتا، ف، فون ڈون Fr. von Duhn نے بحث کی ہے (تیریری لسانیاتی کانفرنس کی روئداد) Verh der trier Philologenvers.

شہر نیپلز کی توصیف کیلئے بہترین سند ب، کاپاسو: ناپولی اور پالی پولی کے محل وقوع B. Capasso: Sull' antico Sito de Napoli e Palepoli نیپلز سنہ ۱۸۵۵ء ہے۔

۳۳ھ رھوڈز والوں کے سفروں کے لیے اسٹرابو ۱۴، ۲، ۵، ۶ کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کے قول کے مطابق انھوں نے ائی بیریا میں شہر رھوڈے آباد کیا۔ اسی طرح اوپکی قوم کے ملک میں پارتھے نوپے اور داؤنیائی قوم کے ملک میں کوائیوں کے تعاون سے ایلپیا نے قائم ہوا۔ اسٹرابو کہتا ہے کہ بعض مورخوں کے قول کے مطابق ٹروائے سے واپس آنے پر انھوں نے گیمنے زیا یا جزائر بلیاریہ آباد کئے۔

باب ۲۱ نواح میں ایک سیرن یا پری کی قبر نظر آئی اس لیئے اُس کی مناسبت سے شہر کا نام
پارتھے نوپے رکھا گیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ جزیرہ نمائے سورنتو اور اُس کے قرب وجوار
کے مواضعات میں سیرن کی پوجا کی جاتی تھی؛ اور جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ
سورنتو اور کاپری عین اس موقع کے مقابل جہاں نیاپولیس آباد کیا گیا تھا چند ٹیلوں
اور ایک چھوٹے سے بندرگاہ کے درمیان (جو اب بھر گیا ہے)، واقع ہیں،
تو ہم بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ باشندگان کاپری کو یہ خواہش ضرور ہوئی ہوگی کہ اس
زرخیز خطے میں آکر آباد ہو جائیں۔ درحقیقت ہم پڑھتے ہیں کہ تیلے بوائی قوم، جو
دراصل مغربی یونان میں رہتی تھی، نہایت بعید زمانے میں کاپریا ے میں آکر آباد
ہو گئی۔ اس سے دراصل ایک واقعے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر متقدمین
کی تصانیف میں تو کہیں پایا نہیں جاتا لیکن جس کے سمجھنے میں مطلق کوئی دقت
محسوس نہ ہوگی۔ مغربی یونان اور اٹلی کے مابین اس قدر قرب تھا کہ یونانیوں
کو اٹلی جانے کی خود بخود خواہش پیدا ہوئی ہوگی، اور جب وہ اٹلی کے قریب ترین
حصے یعنی کالابریا پہنچے ہوں گے تو انھیں ساحل کے قریب ہو کر مغربی حصے کو
پہنچنے کا شوق پیدا ہوا ہوگا۔ چونکہ خلیج نیپلز جملہ اطالوی خلیجوں سے زیادہ ملک کے
اندرونی حصے میں داخل ہو جاتی ہے اور اُس کے مقابل نہایت خوبصورت
اور پرفضا جزائر ہیں اس لیئے اُس کی ظاہری شکل اقلیم یونان کی سی ہو گئی ہے، اسلیئے
یونانیوں کے اس نہایت خوبصورت مقام تک پہنچنے سے ہمیں مطلق تعجب نہ ہونا
چاہیئے۔ اس دور کی تاریخ کے متعلق ہمارے پاس بہت ہی کم مواد ہے، اور اس
کمی کا سبب معلوم کرنے کے لیئے زیادہ غور و فکر درکار نہیں۔ طوسی دیدش کا بیان
ہے کہ کیمے کے بحری قزاقوں نے زانکلے مسانا کی بنیاد ڈالی، اور ظاہر ہے کہ
بحری قزاقوں کی نوآبادی کی بابت کسی کو مواد بہم پہنچانے کی غرض ہی کیا ہوگی؟ ہم کو
یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خواہ تیلے بوائی قوم خلیج نیپلز آباد کرنے میں شریک ہوئی
یا نہیں، اس میں مطلق شبہہ نہیں کہ کیمے والوں نے فترو نیپلز میں اپنی نوآبادی
قائم کی۔ واضح ہو کہ ابتدا میں کیمے کا ڈنکا اس تمام حصۂ ملک میں بجتا تھا[۱] ۔ دکائے آرخیا

[۱] کیمے کے ہاتھوں نیپلز کی آبادی Lut. Cat: جزو ۷۔ اس امر کا ہنوز یقین نہیں کیا جا سکتا

باب ۲۱

جو کیمے اور نیپلز کے درمیان واقع ہے، اور جو دراصل کیمے ہی کا ایک قلعہ تھا، اُس وقت تک خود مختار نہیں ہوا جب تک (چھٹی صدی میں) سامو سی وہاں نہیں پہنچے:

جنوبی اٹلی کے بعد دیار مغربی میں جس ملک پر یونانیوں کی نظر پڑتی تھی وہ سسلی تھا۔[۳۵] یہ ایک ایسا جزیرہ تھا جسے قدرت کی طرف سے بہت کچھ ملا تھا،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کہ نیپلز کے قریب پالیوپولس کہاں واقع تھا؛ اُس کا ذکر صرف رومانی دور میں سننے میں آتا ہے اور یہ امر یقینی ہے کہ تقریباً ۳۲۸/۳۲۶ سنہ ق م میں اس کی حیثیت بالکل جداگانہ ہوگی۔ لیوی ۸، ۲۲/۲۶ "Fasti Triumph. a. u ۴۲۷۔:

۳۵ جزیرۂ سسلی اور اُس کی آبادکاری کی بابت جملہ مسائل پر اڈولف ہولم نے اپنی کتاب "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیمہ" Ad. Holm: Geschichte Siciliens in Alterthum (۳ جلد مع نقشہ جات؛ لائپزگ سنہ ۱۸۷۰ء و سنہ ۱۸۹۸ء) میں بحث کی ہے، اور اس میں جملہ کتابوں کا، جنکی کچھ بھی اہمیت ہے، اقتباس دیا ہوا ہے۔ ان تصانیف میں اہم ترین مفصلۂ ذیل ہیں: طامس فاسیلی: "معاملات صقالی بزمانۂ بیست سالہ" Thom. Fazelli: De rebus Siculis decades duae سنہ ۱۵۵۸ء؛ امیکو: "سسلی کی قاموس توصیفی" Amico: Lexicon topographicum Siculum سنہ ۱۷۵۷/۱۷۵۹ء؛ ڈورویل: "سسلی" D'Orville: Sicula امسٹرڈام سنہ ۱۷۶۴ء؛ اوئیل: "سفر دلکش" Houel: Voyage pittoresque پیرس سنہ ۱۷۸۲/۱۷۸۷ء؛ سیرادی فالکو: "قدیمیات سسلی" Serradifalco: Antichita di Sicilia ۵ جلد مع تصاویر؛ ڈینس: "رہبر مسافران سسلی" Dennis: Handbook for travellers in Sicily لندن، مرے، سنہ ۱۸۶۴ء۔

سکے: سیلیناس کی تصانیف اور عجائب خانۂ برطانیہ کی فہرستیں بعنوان "سسلی" سرقوسہ کے سکوں کے لیے خاص طور پر ہیڈ: "تاریخ سکہ جات سرقوسہ" Head: History of the Coinage of Syracuse، لندن سنہ ۱۸۷۴ء؛ "مجموعۂ نوشتجات لاطینی" Corpus Inscrip. Latin. ایلیمیون، سکانیوں اور صقالیوں کے لیے ہولم: "تاریخ سسلی" Holm: Gesch. Sicilics جلد ا۔ سسلی کی آبادکاری اور اُن کے

جس کی آب و ہوا اور پیداوار نہایت اعلیٰ درجے کی تھیں، اور جسکا محل وقوع تجارت اور جہاز رانی کے لئے بے مثل تھا سسلی میں جو غیر یونانی اقوام آباد تھیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ آنے سے پہلے کی بستیوں کا حال طوسی دیدش ۱۶ وغیرہ میں دیکھنا چاہیئے؛ نیز دیکھو استرابو کتاب ۶؛ دیودوروس ۵، ۲ وغیرہ؛ دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسس ۱، ۲۲ وغیرہ؛

سسلی اور نشیبی اٹلی کی آبادکاری کی تاریخ ابھی تک پایۂ تحقیق کو نہیں پہنچی، اس کے لئے گ، بوسولٹ کا مضمون Rhein. mus. ۱۸۸۵ء میں دیکھنا چاہیئے؛

کتانے کے لئے اڈولف ہولم: "کتانیہ قدیمہ" Ad Holm: Das alte Catania (لیوبک ۱۸۷۳ء) کا مطالعہ کیا جائے جس میں نقشے بھی دیئے ہوئے ہیں؛

لیون تی نی کے لئے شوبرنگ: "مطالعات سسلی" جریدۂ تاریخ برائے مطالعۂ جغرافیہ Schubring: Sicelische Studien. Zeitschr. d. Ges. Fuer Erdekunde جلد ۹؛

زانکلے کے معاملات، ایبل: "معاملات زانکلے مسانا" Ebel; De Zanclensium Mess. rebus برلن ۱۸۴۲ء؛ زیفرٹ: "زانکلے مسانا" Siefert: Zancle Messana الٹونا ۱۸۵۴ء؛

سرقوسہ؛ اڈولف ہولم و کاوالاری: "سرقوسہ کا جغرافیہ باعتبار آثار قدیمہ" Ad. Holm e Cr. Cavallari: Topographia archeologica di Siracusa esequita per ordine del Min. della P. Istr (مصنفہ حسب الحکم وزارت تعلیمات اطالیہ) پالرمو ۱۸۸۳ء، ۴ جلد مع ۵ التصاویر۔ اس کتاب میں کتاب ہذا کے مصنف نے سرقوسہ کی مکمل تاریخی توصیف رومن سلطنت کے دور تک دی ہے اور ساتھ ہی شوبرنگ اور دیگر باوقعت مصنفوں کے اقتباسات دیئے ہیں؛

کورنتھ کے تجارتی اور خارجی تعلقات؛ ا، کرتیوس: مطالبات تاریخ کورنتھ E: Curtius: Studien zur Geschichte von Corinth' رسالہ Hermes جلد ۱۔ بحری امن کے لئے کورنتھیوں نے جد و جہد کی اسکے لئے طوسی دیدش

باب ۲۱

ان میں سے ایلیمی اور سکانی جزیرے کے مغرب میں رہتے تھے - پہلی یعنی ایلیمی قوم کی بابت یہ خیال تھا کہ وہ ٹروائے سے بھاگ کر یہاں آبسے؛ غالباً وہ ایشیائی نسل سے ہوں گے اس لیئے اُن کے قومی نام ایلیمی (ایلام) ان کے صدر مقام کے نام، ایریکس (ایریچ) اور ایریکینائی افرودیت کی پوجا سے ان کا ایشیائی نسل سے ہونا ظاہر کرتا ہے - اسکانی بھی غالباً سقالیوں ہی کی نسل سے تھے جو جزیرے کے مشرقی حصے میں رہتے تھے، اور اسمیں شبہہ نہیں کہ اصل میں یہ قوم اٹلی ہی سے آئی ہوگی - اغلب امر یہ ہے کہ ابتدائی زمانے سے ہی یونانی اس جزیرے میں آنے جانے لگے ہوں گے اور یہاں زمانۂ مابعد میں متعدد فینیقی نوآبادیاں بھی قائم ہوئی ہونگی، لیکن یونانیوں کو اس میں اپنی مستقل نوآبادیاں قائم کرنے کا فخر (جن کی منظوری دیلفی کی فال گاہ سے بھی مل گئی) آٹھویں صدی ق م کے نصف آخر تک نہیں حاصل ہوا - سب سے پہلے خالکسیوں نے کوہ ایٹنا کے شمال میں آپنائے کے قریب اپولو کی ایک قربان گاہ کے محاذ پر شہر ناکسوس آباد کیا، اور زمانۂ مابعد میں یہ قاعدہ ہوگیا کہ جو مذہبی سفرا (تھیوروئی) جاتے تو وہ یہاں بالالتزام قربانی کرتے - اس شہر میں باکوس دیوتا کی پوجا کی جاتی، اور اس امر سے، و نیز شہر کے نام سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جزیرۂ ناکسوس کے باشندوں نے اُس کے آباد کرنے میں قابل امتیاز شرکت کی ہوگی، گو ایفوروس کہتا ہے کہ آباد کاروں کا سرگروہ ایک ایتھنزی تھیوکلیس نام تھا - رفتہ رفتہ خالکسی بہت جلد جزیرے کے مشرقی ساحل پر پھیل گئے اور ناکسوس کو اپنا مرکز قرار دے کر انھوں نے تقریباً ۷۲۹ ق م میں ذرا جنوب کی طرف کتانا اور لیون تینی آباد کیے جنمیں سے گو اول یعنی کتانا کوہ ایٹنا کے دامن میں واقع تھا اور اسے ہمیشہ آتش فشانی کا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۳۷۶ - سرقوسی نوآبادیات میں سے صرف کامارینا کو فروغ حاصل ہوا - مقابلہ کرو

شوبرنگ: "کامارینا" رسالہ "فلولوگوس" جلد ۳۲، ۳ Schubring: Camarina, philologus XXXII, 3.

باب ۲۱

خطرہ لگا رہتا تھا، لیکن سمندر کے ساحل سے قریب ہونے کی وجہ سے اُس کی آبادی اور دولت میں کسی قسم کی کمی نہیں رہی۔ اس کے برعکس لیون تینی سمندر کے کنارے سے دور دراز آباد تھا لہٰذا اس میں بہت جلد زوال شروع ہوگیا۔ یہ دونوں شہر کوہ اٹینا کے جنوبی زرخیز میدان میں واقع تھے یعنی کتانا تواسی پہاڑ کے نشیبی ڈھال پر اور لیون تینی اس میدان میں آباد تھا جسے دریائے سیماٹے تھوس سیراب کرتا ہے۔ ان شہروں کی آبادکاری کے بعد خالکسیوں نے زانکلے آباد کیا (جسے اب مسینا کہتے ہیں) اور اس کے بعد رھےگیوم کی اُس جگہ بنیاد پڑی جہاں ساحل کی شکل مدوّر ہوگئی ہے۔ اس آبنائے کے نقشے پر غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ سسلی کے ساحل میں سے ایک ہلالی جزیرہ نما ایک بیک نکل کر ایک عمیق بندرگاہ کو بحفاظت تمام گھیر لیتا ہے۔ خالکسیوں کے آنے سے پیشتر کمپانی کیمے کے بحری قزاق یہاں آکر آباد ہوگئے تھے، اور اب خالکس والوں نے اپنے ہم وطن پری ریز اور ایک شخص مسمی کراتی مینس کی سرکردگی میں (جو کیمے یا ساموس کا باشندہ تھا) ایک مستقل نوآبادی کے لئے منتخب کیا، جو بالآخر بعض مفرور مسینیوں کی مدد سے قائم ہوگئی۔ چونکہ آبادکار اپولو دیوتا کو اپنا محافظ تصور کرتے تھے اس لئے یہ قرار پایا کہ یہاں کے باشندوں کا دسواں حصہ ہمیشہ اپولو کی خدمت کے لئے گویا وقف رہیگا۔ واضح ہو کہ زانکلے اور رھےگیوم غالباً ۷۳۰ق م کے بعد آباد ہوئے تھے۔

زانکلے (مسانا) کے بعد سسلی کی نوآبادیوں میں سب سے اہم بلدیہ جو دیار مغربی میں یونانیوں کی سب سے بڑی اور سب سے طاقتور مملکت ہوگیا، ایک کورنتھی نوآبادی یعنی سرقوسہ تھا۔ مدت دراز سے کورنتھ پر الیتیس کے خاندان کے بادشاہ حکمرانی کرتے چلے آئے تھے لیکن آٹھویں صدی ق م میں ملوکیت کو زوال ہوکر اعیانی حکومت اُس کے مقام پر قائم ہوئی، اور نئے دستور کے ماتحت یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ ہر سال تمام اعیان و اکابر باکھوسی خاندان سے کسی رکن کو پری تانس یا "صدر مملکت" منتخب کرلیں گے۔ کورنتھ کے بہت سے شہریوں نے اُن تبدیلیوں سے متاثر ہوکر اپنا وطن چھوڑ دیا جو اعیانیت کے عروج

کی وجہ سے بلدیے کے دستوریں رونما ہوئیں، لیکن ہم اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے کہ آٹھویں صدی ق م میں بلاد یونان کے اکثر شہروں کی قوت و مرفہ الحالی میں جو اضافہ ہوا اُس کی وجہ سے بھی بہت سے باشندوں نے اپنے وطن مالوف کو چھوڑنا پسند کیا، اور یہی صدی ملطہ، خالکس، کورنتھ، میگارا اور اکائیہ کی نوآبادیوں کی تاریخ کا سب سے درخشاں زمانہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جن بلدیات نے نوآبادیاں قائم کیں، اُن میں دسویں صدی ق م سے دو ڈھائی سو سال پیشتر سے بادشاہ حکمران تھے، اور چونکہ اُنکی مرفہ الحالی میں معتد بہ اضافہ ہو گیا تھا اور اعیان و اکابر کا اقتدار بہت وسیع ہو گیا تھا اس لیے تقریباً ۸۰۰ق م میں اُن کے دستوروں کی از سر نو ترتیب و تنظیم عمل میں آئی، یعنی اعیان نے بادشاہوں کو تخت سے علیحدہ کر دیا۔ اگر ہمارا مفروضہ درست ہے اور ان بلدیات کے نئے فرماں رواؤں نے عوام الناس سے اتنی ہمدردی کا اظہار نہیں کیا جتنا اُن کے پیش رو بادشاہ کرتے تھے، تو ایسی صورت میں وہ طبقے جنھیں نسبتاً کم حقوق حاصل تھے ترک وطن کرنے پر مجبور ہوئے ہوں گے، اور اُنھیں خود طبقۂ اعیان میں سے ہی ایسے افراد مل گئے ہوں گے جو ان تارکان وطن کے رہبر بن کر خود بھی کہیں اور آباد ہو جانا چاہتے ہوں۔ بجنسہٖ یہی صورت کورنتھ کی بھی تھی۔

ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اس شہر کا محل وقوع تجارت کے لیے نہایت موزوں تھا۔ اس کے تین بندرگاہ تھے، یعنی مشرق کی جانب خلیج سارونک میں کنکریائے اور سکوئے نوس اور مغرب کی طرف خلیج کورنتھ میں لیخائیوم۔ کورنتھی ظروف گلی اور جہاز سازی کے لیے نہایت مشہور تھے اور اُنھوں نے بحری قزاقی کے استیصال میں جو شرکت کی تھی اس سے یونان میں انکا نام بہت عزت سے لیا جاتا تھا۔ اُنھوں نے خالکدیس میں ایک نہایت مناسب مقام پر قبضہ کر لیا؛ مغرب میں اُن کی نوآبادیاں متعدد مقامات پر پھیلی ہوئی تھیں، مثلاً ایتولیہ میں خالکس اور مولیکریہ، اکارنانیہ میں اناکتوریوم اور شمال کی جانب امبریسیہ، اپولونیہ اور اپی دامنوس؛ لیکن جملہ کورنتھی

باب ۱۲

نو آبادیوں میں سب سے عمدہ کورکائرا اور سرقوسہ تھے جو اس شہر کی ابتدائی نو آبادیوں میں سے تھے۔ ہم اس موقع پر انھیں دو کا ذکر کریں گے:

کہا جاتا ہے کہ کورکائرا میں[۳۶] جو جزائر ایونیہ میں سب سے شمالی جزیرہ ہے، کسی زمانے میں فایا کی قوم آباد تھی؛ لیکن جب یونانی ایریتریائی سب سے پہلے یہاں آئے تو اُس وقت یہاں کے باشندے ایریائی لبرنیائی تھے۔ ایریتریائیوں کے بعد روایت کے بموجب سرقوسہ کی آبادکاری کے سال یعنی ۷۳۴ قم میں، یہاں کورنتھی آکر بس گئے۔ جزیرہ نہایت خوبصورت اور زرخیز ہے؛ اور شہر ایک راس پر آباد ہے جسمیں دو نہایت نفیس بندرگاہ بن گئے ہیں۔ کورکائرا کی دولت اور مرفہ الحالی بہت جلد بڑھ گئی۔ اس کے سکّوں سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہاں کے باشندے اپنا تعلق بہ نسبت کورنتھ کے ایریتریا اور کارسِتوس سے زیادہ تصور کرتے تھے، اور چونکہ کورنتھ کے تعلقات ایریتریا کے مدمقابل یعنی خالکِس کے ساتھ نہایت خوشگوار تھے اس لیے کورکائرا والوں کو کورنتھ سے بہت ہی کم ہمدردی تھی۔ ان دونوں کے باہمی عناد کی وجہ سے اوائل زمانۂ تاریخ میں ہی ان دونوں میں جنگ چھڑ گئی جس میں تاریخ یونان کی پہلی بحری لڑائی طوسی ویدِش کے

---

۳۶ کورکائرا کی واقعی شکل کے لیے استرابو ۶، ۲۶۹؛ Schol. Ap. Rh. ۴، ۱۲۱۶ میں تمائیوس کا اقتباس دیا ہوا ہے۔ مستوکسی دی: "مرقعات کورکائرا" Mustoxidi: Illustrazione Corciresi ملانی ۱۸۱۱ تا ۱۸۱۴ء۔ اسی مصنف کی کتاب Delle cose Corciresi جلد ۱، کورفو ۱۸۴۸ء؛ میولر: "جمہوریۂ کورکائرا" Mueller: De Corcyraeor. repub گیوٹنگن ۱۸۳۵ء؛ یانسکے: "معاملات کورکائرا" Janske: De rebus Corcys بریزلاو ۱۸۴۹ء؛ ریمان: "جزائر ایونیہ کے متعلق آثاری تحقیقات" Riemann: Rech. arch. sur les iles Ion. (روئداد مدارس روما واتھنز Bibl. des ecoles de Rome et d Athe nes ۱۸۷۹ تا ۱۸۸۰ء)

کورنتھیوں اور کورکائریوں کی بحری لڑائی کا ذکر طوسی ویدِش ۱، ۱۳ میں ملیگا۔

قول کے مطابق جنگ پیلوپونیز سے ۲۶۰ سال قبل ہوئی:

آرخیاس ساکن کورنتھ جو روایت کے بموجب تمے نوس کی دسویں پشت میں تھا، بہت سے تارکان وطن کو ہمراہ لے کر چلا۔ ان لوگوں کو آبادکاری کے لیئے بہترین موقع جزیرہ اورتی گیا میں ملا جس میں ایک محفوظ خلیج کے وسط میں واقع ہونے کی وجہ سے (جس میں دریائے اناپوس گرتا ہے) ایک عمدہ بندرگاہ بن گیا ہے۔ اس جزیرے میں ایک بہت بڑا چشمہ تھا جس کا نام خالکس کے چشمے کی طرح ارے تھوزا تھا، لیکن چونکہ لوگوں کا خیال تھا کہ پیلوپونیز ہی دریائے الفیوس سسلی کے ارے تھوزا کی شکل میں از سر نو نمودار ہوتا ہے اسلیئے بہ نسبت اپنے ہمنام چشمے کے یہ زیادہ مشہور تھا۔ گو مختلف سورماؤں کے ناموں اور ان افسانوں کے مطالعے سے، جو ان کے ساتھ وابستہ ہیں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ خالکس کے یوبیائی اور غالیا ایلس کے یونانی یہاں آکر کسی زمانے میں آباد ہوئے ہوں گے۔ لیکن کورنتھیوں نے دیلفی کے فالگو سے رائے حاصل کرکے اس مقام پر مستقل قبضہ کرلیا۔ اس شہر کی خوبی بہت جلد دو چند ہوگئی اور یہ قریب کی اقلیمی اراضی پر پہلے تو ایک نشیبی میدان میں اور پھر اس سے بھی آگے ایک وسیع سطح مرتفع تک پھیل گیا جہاں آخرادینا کا محلہ آباد ہوا جو سرقوسہ میں اورتی گیا کے بعد سب سے اہم مقام سمجھا جانے لگا۔ ان دونوں مقاموں کے درمیان ایک چھوٹا سا بندرگاہ بھی تھا۔ سرقوسیوں نے خواہ براہ راست یا بالواسطہ سسلی کے جنوب و مشرقی حصے پر قبضہ کرکے وہاں سنہ ۶۶۴ ق م میں اگرائے (حالیہ پالاتسولو)، سنہ ۶۶۴ ق م میں کازمینائے اور سنہ ۵۹۹ ق م میں کامارینا آباد کیئے، لیکن ان میں سے پچھلا یعنی کامارینا ہی سرقوسہ سے ذرا فاصلے پر آباد تھا، اس لیئے ان تینوں میں سے صرف اسی کو آزادی حاصل تھی:

میگاری بھی تقریباً اسی زمانے میں سسلی گئے۔ چونکہ ان کا بھی ایک بندرگاہ پیگائے خلیج کورنتھ پر تھا لہٰذا وہ بھی کورنتھیوں کی طرح مشرق اور مغرب

باب ۲۱

دونوں طرف نہایت آسانی سے سفر کر سکتے تھے سیسلی پہنچ کر انھوں نے سب سے پہلے سرقوسہ سے آگے شمال کی طرف جزیرہ نمائے تھاپسُوس (مگنیسی) پر قبضہ کیا اور پھر ذرا شمال کی طرف قدم بڑھا کر اسی خلیج کے ساحل پر (جسے اب خلیج اوگستا کہتے ہیں) ایک مقام میں اپنی نوآبادی قائم کی جسے ہیبلون نے، جو صقالی قوم پر حکومت کرتا تھا، انھیں دیدیا تھا۔ اس نوآبادی کا نام پہلے محض ہیبلا رکھا گیا لیکن بعد میں اُسے میگارا ہیبلایا کہنے لگے، اور یہ مقام شہد کی پیداوار کے لیے نہایت مشہور ہو گیا[۳۷]۔

اب پھر اٹلی کی طرف نگاہ اُٹھائیے۔ یہاں بھی آٹھویں صدی ق م کے دور آخر میں (مشرقی سسلی کے بلدیات سے ذرا بعد) چند مہتم بالشان یونانی نوآبادیاں قائم ہوئیں۔ اگر ہم اٹلی کے نقشے پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ جنوب کی طرف اس جزیرہ نما کے دو حصے ہو جاتے ہیں، جن میں سے مغربی حصے میں تو کوہ اپے نین کا سلسلہ چلا جاتا ہے اور مشرقی حصہ ایک وسیع سطح مرتفع ہے۔ ان دونوں حصوں کو، خصوصاً جزیرہ نما کے انتہا کے قریب صرف چند چھوٹی چھوٹی ندیاں سیراب کرتی ہیں، لیکن ان کے مابین جو میدان واقع ہے اس میں ہو کر وہ دریا بہتے ہیں جو کوہ اپے نین سے نکل کر خلیج تارنتوم میں (جو دونوں جزیرہ نماؤں کو جدا کرتا ہے) جا گرتے ہیں۔ ان اضلاع کے مشرقی حصے میں مساپی، سلیپن تینی اور کالابری قومیں آباد تھیں جن میں سے پچھلوں کے نام پر اس خطے کا نام کالابریا پڑ گیا (گو جیسا ہر شخص کو معلوم ہے، آجکل کالابریا اٹلی کے بالکل مختلف خطے کو کہتے ہیں)؛ وسطی اور مغربی حصے میں اطالوی صقالی، خونیس اور اوئے نوتری قومیں مقیم تھیں یہ تمام اقوام بنی نوع انسان کے اسی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جن سے

---

۳۷ میگارا ہیبلایا کے لیے مقابلہ کرو شوبرنگ: "سفرنامۂ خلیج میگارا موقوعہ جزیرہ سسلی" مخزن جغرافیۂ عالم سلسلۂ جدید
Schubring: Umwanderung des Megarischen Meerbusens in Sicilien; D. Ztschr. F. allgem. Erdk; Neue F 17.

باب ۲۱

در اصل رومانی اور یونانی پیدا ہوئے تھے اور ان میں سے مساپی تو غالباً شمالی یونانیوں کے، اور باقی ماندہ رومن قوم کے ہم نسل تھے۔ اس تمام ملک میں جسے اب ارض اوترانتو، بازی لی کاتا اور کالابریا کہتے ہیں یونانی اگر آباد ہو گئے اور اس خطے کو اس حد تک یونانی اطوار و اوضاع سے متاثر کر دیا کہ اُس کا نام ہی "یونان کبیر" پڑ گیا۔ چونکہ یہاں کے بلدیات کی آبادکاری کی تاریخ کا تعین قطعی طور پر نہیں کیا جا سکتا اس لیئے مذکورۂ ذیل بیان میں ہم سنوی تسلسل قائم نہیں رکھ سکیں گے۔[۳۸]

---

۳۸ "یونان کبیر" - ان الفاظ کا مفہوم مختلف کتابوں میں مختلف ہے۔ اگر صحیح مفہوم لیا جائے تو اس میں تارنتوم سے لوکرس تک جملہ بلدیات شامل تصور کرنا چاہئیں (دیکھو پلینی ۳، ۹۵)۔ پولی بیوس (۲، ۳۹) کہتا ہے کہ یہ الفاظ فیثاغورس کے زمانے میں بھی رائج تھے۔ Athen. ۱۲، ۵۲۳ کے مطابق اس میں وہ جملہ مواضعات شامل تھے جہاں یونانی جا کر آباد ہو گئے، اور اخترابو کے نزدیک اس میں سسلی بھی شامل تھی۔

"یونان کبیر" پر جو تذکرے لکھے گئے ہیں ان میں پہلا نمبر، لینورمان کی کتاب "یونان کبیر" F. Lenormant: La Grande Grece (۳ جلد، پیرس ۱۸۸۱ء) اور سفرنامہ "اپولیا و لوکانیا" A travers l' Apulie et Lucanie (۲ جلد، پیرس ۱۸۸۳ء) دیکھنا چاہیئے جس میں بہت سی جدید اور عمدہ معلومات ملیں گی، افسوس ہے کہ اس کتاب کی روش سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض یادداشت کی بنا پر لکھی گئی ہے اور اس میں کسی تحریر سے مدد نہیں لی گئی۔ ان کے علاوہ مفصلۂ ذیل تصانیف سے بھی بہت کچھ مواد دستیاب ہو سکتا ہے:- کلوورز: "اطالیۂ قدیمہ" Cluvers: Italia antiqua - رومانیلی: "سلطنت نیپلز کی قدیم تاریخ توصیفی" Romanelli: Antica topografia storica del regno di Napoli ۳ جلد، نیپلز ۱۸۱۵ء، گ، ف، گروٹے فینڈ: "تاریخ و جغرافیہ اطالیہ قدیم" G. F. Grotefend: Zur Geographie und Gesch. Von Alt Italien ۵ جلد، ہانوور

"یونان کبیر" کا سب سے قدیم شہر غالباً سیبارس تھا جسے اکائیائیوں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۱۸۴۲ء؛ راتھ گیبر: "یونان کبیر و فیثاغورسس"
گوتھا ۱۸۶۶ء Rathgeber: Grossgriechen land und Pythagoras
مجموعۂ نوشتہ ہائے لاطینی کے رومانی نوشتے؛ کریلی و سانبوں: "تحقیقات
متعلق سکہ ہائے جزیرہ نمائے اطالیہ" Carelli et Sambon: Recherches
نیپلز ۱۸۷۰ء؛ sur les monnaies de la presq: ile italique
عجائب خانۂ برطانیہ کے اطالوی سکوں کی فہرست؛۔
یں متقدمین کے تذکروں میں ہر شہر کے متعلق جو بیانات ہیں اُن کا یہاں
فرداً فرداً ملخص دینے سے قاصر ہوں۔ عام بیانات کے لیے دیکھو اِسترابو، سکیمنوس،
پلی نیوس (۳)، لیکوفرونس، اسکندرہ مع تفسیر، دیودورس کا بیشتر حصہ اور
ہیئے رونیموس میں واقعات کے سنین۔ مختلف شہروں پر زمانہ حال میں جو تصانیف
مرتب کی گئی ہیں ان میں سب سے پہلے مارِنکولا پستویا Marincola Pistoja
کا نام لینا چاہیے جس نے سیباری (نیپلز ۱۸۴۵ء) پندو سیا سے لیا، سکی لیتریو
(سکی لیتیون)، کاولونیا، میسما، اِپونیو، تیمیسا کے موضوع پر رسالے لکھے ہیں جو
کاتانزارو Catanzaro میں ۱۸۶۶ء اور ۱۸۷۳ء کے درمیان شائع ہوئے ہیں؛
Ulrich: Rerum Sybarit. سیبارس پر اُلرخ: معاملات سیبارس
برلن ۱۸۳۶ء؛۔
Grosser: Geschichte کروتون؛ گروسر: تاریخ و قدیمیات بلدیہ کروتون
منڈن ۱۸۶۷ء؛ und Alterthnemer der Stadt Croton
لورنتز نے ان جملہ معلومات کو اپنے مقالوں میں جمع کر دیا ہے جو تارنتوم کے
متعلق متقدمین کی تصانیف کے ذریعے سے ہم تک پہنچی ہیں: "ابتدائے تارنتوم"
۱۸۳۳ء De civitate Tar "بلدیہ تارنتوم" برلن ۱۸۲۷ء؛ De orig. Tar
۱۸۳۶ء؛ De rebus sacris et artibus "معاملات مذہبی و فنون"
"معاملات طے شدہ" Res gestae ایلبرفیلڈ ۱۸۳۸ء؛ اسکے توصیفی حالات کیلیے

باب ۲۱

اور تروئے زینیوں نے آباد کیا تھا، لیکن تقریباً ۲۰۷ق م میں خود انھیں نشیبی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ل، ویولا L. Viola کی تحقیقات کا جس کا بیان Notizie d. Sc. ۱۸۸۳ء میں دیا ہوا ہے۔ پولی بیوس (۱۰، ۱) کی رائے ہے کہ بجور ت تارنتوم برین تے سیون سے قدیم تر ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ آیا پولی بیوس کا یہ خیال درست بھی ہے؟

دو لیونمین اور دوباک نے اپنی کتاب "میتا پونتوم" میں اس شہر پر بحث کی ہے De Luynes et Debaco Metaponte (پیرس ۱۸۳۳ء) اور اسی موضوع پر ہولینڈر نے بھی ایک کتاب لکھی ہے Hollaender: De rebus Metapontinorun (گیوٹنگن ۱۸۵۱ء)۔

سیرس اور ہرقلیہ کے لیے لورنتز کا مضمون R. G. Tar جلد ۱، ۸/۱۶ اور رچیاردی: "سفرنامۂ سیرستان" Ricciardi: Viaggioalla Siritide نیپلز ۱۸۷۲ء۔

رھیگیوم: "موری سانی۔۔۔۔ نوشتہ جات رجینا" Morisani: Inscrip. Reginae نیپلز ۱۷۷۰ء؛ شنا ئیڈے وین: "دیانا فاکےلتیس" Schneidewin: Diana Phacelitis گیوٹنگن ۱۸۵۲ء۔ اس خطے کی بابت جسے آجکل کالابریا کا لقب دیا جاتا ہے باری کی ابتدائی تصانیف (Barri)، روما ۱۷۳۷ء؛ مارافیوتی (Marafioti) نیپلز ۱۵۹۶ء؛ گریبالدی: "مطالعات آثاریات کالابریا" Stud. Archeol. sulla Cal. دو جلد، نیپلز ۱۸۴۵ء۔ موجودہ کتاب کے مصنف نے بھی اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے جو برسیان کے سالیانے Busran's Jabresberichte میں چھپا ہے۔

"یونان کبیر" کی زمانۂ اولین سے زمانۂ حال تک کی مجموعی تاریخ سسلی کی تاریخ سے زیادہ ناقص طور پر جمع کی گئی ہے۔ اس کے دو سبب ہیں؛ یونان کبیر کے بلدیات میں ایک بھی ایسا مورخ پیدا نہیں ہوا جسے دوسرے مصنفوں میں امتیاز حاصل ہو، درانحالیکہ سسلی میں ایسے مورخ بکثرت تھے۔ یہی وجہ ہے کہ گو غیر ملکی مصنفوں نے کہیں کہیں یونان کبیر کی

باب ۱۷

کراتھس کے باشندوں نے نکال باہر کیا۔ سیبارس کے قبضے میں کوئی بندرگاہ نہ تھی اس لیئے اُس کے بحری میدان میں مطلق کوئی اہمیت نہ تھی، لیکن اُس کا ملک بہت زرخیز تھا جس کی وجہ سے اس کی دولت ضرب المثل ہوگئی اکائیاؤں نے کروتون کو بھی راس لکینیوم کے جنوبی حصے کے قریب آباد کیا، جو اپنے عام خصائص کے اعتبار سے سیبارس سے بالکل متغائر تھا۔ درانحالیکہ ہم سیبارس کے کسی مخصوص دیوتا سے واقف نہیں، کروتون میں اپولو، راس لکینیوم والی ہیرا، اور ہرقل کی پوجا ہوتی تھی جن میں سے پچھلے کے باب میں مشہور تھا کہ وہ قدیم زمانے میں یہاں آکر مدت تک مقیم رہا تھا:۔

لیکن ان اطالوی شہروں کی واقعی تاریخ سے پہلے ہم مشرقی یونان کے بلدیات

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ تاریخ پر نظر ڈالی ہے لیکن انھیں اس خطے سے کبھی کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوئی بلا شبہہ تماؤس نے یونان کبیر کی تاریخ پر بہت کچھ توجہ کی؛ لیکن اول تو وہ خود سسلی کا باشندہ تھا اس لیئے اُس کا فطری میلان اپنے وطن مالوف کی طرف تھا؛ دوسرے اس کا رجحان یہ تھا کہ قدیم روایات کو یکجا کرے، اسی لیئے ہمارے پاس ان روایات کا ایک بڑا اور دلچسپ ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن جب ہم تاریکی زمانے کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہمیں اس دور کی بابت بہت ہی کم مواد ملتا ہے۔ دوسرا نقص یہ ہے کہ یونان کبیر میں سسلی کی طرح چار سو سال تک خودسر حکام نے حکومت نہیں کی لہذا اُسکی سیاسی اہمیت نسبتاً کم رہی اور ساتھ ہی اس میں کسی قسم کی جغرافی، سیاسی اور ذہنی یکسانی نہیں پائی جاتی یہی وجہ ہے کہ قدیم مورخ بہت کم اس کے شہروں کی تاریخ کا حوالہ دینے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، لیکن سرقوسہ کی تاریخ پر اُنھیں مجبوراً رجوع کرنا پڑتا ہے۔ ہمیں اس ضمن میں آخری بات یہ کہنی ہے کہ ترتیب تاریخ پر فیثاغورس کے عقائد کا بہت کچھ اثر پڑا۔ فیثاغورس کے نام کیساتھ اتنے افسانے وابستہ ہوگئے ہیں کہ ہم اس امر کا مشکل سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ فیثاغورسیوں نے یونان کبیر کی چھٹی صدی ق م کی تاریخ کو کس حد تک مسخ کردیا تھا۔ غرض یہ ہے کہ جو کچھ مواد ہم تک پہنچا ہے وہ یا تو ابتدائی افسانوں کا ہے ورنہ چھٹی صدی ق م کے قصے کہانیوں پر مشتمل ہے، اور جب ہم پانچویں صدی ق م پر آتے ہیں تو ہمیں یونان کبیر کا زوال نظر آنے لگتا ہے:۔

باب ۲۱

کیطرح) ایسے افسانوں کا حال پڑھتے ہیں، جن سے اٹلی اور یونان کے مابین نہایت قدیم تعلقات کا پتا چلتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یونانی نوآبادیاں سورماؤں اور نیم معبودوں کے عہد میں قائم ہوئیں، اور آرگوسیے ملاحوں نے جو کارہائے نمایاں مشرق میں انجام دیئے تھے اُن ہی کے مماثل مغرب میں ہرقل اور ان سورماؤں کے کام، جو جنگ ٹروائے کے بعد واپس آئے تھے نہایت ممتاز ہیں۔ ان افسانوں کی بنیاد دراصل اس واقعے سے ہے کہ یونان اور نشیبی اٹلی کے مابین تعلقات نہایت قدیم زمانے میں بھی قائم تھے، اور ابتدائی عہد ہی میں یونانی وقتاً فوقتاً جنوبی اٹلی کے ساحل پر آباد ہو گئے تھے۔ اس طرح اگر ہم افسانوں کا اتباع کریں تو ہم یہ تسلیم کریں گے کہ ایک اور اکائیائی شہر یعنی میتاپونتوم، جو خلیج تارنتوم کے شمال و مشرق میں واقع تھا، جنگ ٹروائے کے زمانے میں ہی آباد ہوا ہوگا، یہ اس سمت میں اکائیائی اراضی کی گویا سرحد پر واقع تھا اور اپنے زرخیز میدانوں کے لئے شہرۂ آفاق تھا ہم میتاپونتوم کے قیام کی واقعی تاریخ کا تعین نہیں کر سکتے؛

اب دوریانی شہر تارنتوم کو لیجئے جیسے اسپارٹی نوآبادی ہونے کا دعوےٰ تھا۔ لیکرگوس عہد کے بعد بھی اسپارٹا میں ایسے واقعات پیش آئے تھے جن کی وجہ سے اُن شہریوں میں بےچینی پیدا ہوگئی جنھیں نسبتاً کم سیاسی حقوق حاصل تھے، اور خود اسپارٹی قوم کا وجود بھی معرض خطر میں آگیا۔ اس خطرے کا ازالہ محض ایک استعماری مہم روانہ کرنے سے ہی ممکن تھا اور جب فال گو سے رجوع کیا گیا تو اس نے آبادکاری کے واسطے مقام تاراس کو ترجیح دی۔ خلیج تار اس کے شمالی حصے میں ایک اور چھوٹی سی خلیج ہے جس کا کھلے سمندر سے ایک تنگ آبنائے میں ہو کر تعلق ہے، اور نیا بلدیہ اُس راس پر جو خلیج کو سمندر سے جدا کرتی ہے، ایک نہایت خوبصورت اور زرخیز مقام پر ۷۰۸ ق م میں آباد کیا گیا۔ اس کی مصنوعات بہت جلد چاردانگ عالم میں مشہور ہوگئیں جن میں اہم ترین رنگ ریزی، پارچہ بافی اور ظروف سازی تھی، اور تاراس کا سیاسی اثر تمام جزیرہ نمائے کالابریا پر مسلم ہوگیا، جہاں اُس کے

باب ۲۱

باشندوں نے کالی پولس (غالی پولی) اور ہید روس (اوترانتوم) آباد کیے۔ شہر برین تی سیون (برنڈزی)، جو بحیرۂ ایڈریاٹک کا سب سے ممتاز بندرگاہ تھا، مساپی قوم کا صدر مقام تھا، جنھوں نے تارنتوم کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ بحیرۂ ایڈریاٹک پر راس کوہ گارگانوس تک نشیبی ملک کا نام یاپی گیا یا اپولیا تھا، اور یہ خطہ بھی تارنتوم کے سیاسی اثر سے نہیں تو کم از کم تمدنی اثر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔

میتاپونتوم اور سیبارس کی اراضی کے درمیان ایک غیر مفتوحہ علاقہ واقع تھا جس پر غالباً ساتویں صدی ق م کے ابتدائی حصے میں ایشیائے کوچک کے ایولیائیوں نے اپنی نوآبادیاں قائم کیں۔ تقریباً ۶۸۰ ق م میں لدیہ کے بادشاہ گی گیس نے یونانی شہر کولوفون پر قبضہ کر لیا، چنانچہ بہت سے کولوفونی اپنا گھر چھوڑ کر اٹلی آ گئے اور یہاں میتاپونتوم اور سیبارس کے درمیانی میدان میں پولی ائیون یا سیرس آباد کیا۔ لیکن اس شہر کی آزادی دو سو برس بھی قائم نہیں رہی، اس لیے کہ چھٹی صدی ق م میں اس کے ہمسایہ اکائیائیوں نے اسے برباد کرا دیا۔ تقریباً اسی زمانے میں لوکریسیوں نے صقالیوں کے ملک میں یعنی اٹلی کے سب سے جنوبی حصے میں راس زیفریوم کے قریب ایک شہر آباد کر کے اس کا نام لوکری اپی زیفری رکھا۔ اس شہر کے باشندوں کا پیشہ عام طور پر زراعت تھا، اور اس کے مشہور مقنن زالیوکوس کے باعث بلاد یونان میں اس کا نام مشہور ہو گیا۔[۳۹]

۳۹ لوکری کے باب میں متقدمین میں بہت کچھ باہمی اختلاف تھا، مقابلہ کیا جائے پولی بیوس ۱۲، ۵ وغیرہ۔ بعض تو اس کا بانی ازولی لوکریسیوں کو بتاتے تھے اور بعض اوپنتی لوکریسیوں کو؛ استرابو اول نظریے کا اتباع کرتا ہے (۶، ۲۵۹)۔ ارسطاطالیس کے نزدیک اس کے پہلے آبادکار غلام اور نیچ ذات کے مرد تھے جن کے ساتھ شریف عورتیں آ گئی تھیں؛ یہی وجہ ہے کہ اس شہر میں حق وراثت عورتوں کے ذریعے سے حاصل ہوتا تھا۔ اس مسئلے پر باخوفن نے اپنی کتاب "حقوق مادری" Bachofen. Das Matterrecht

کروتون اور لوکری کے درمیانی ساحل کا اکثر و بیشتر حصہ کروتون ہی کے زیر اثر تھا، اور یہاں دو شہر یعنی سکی لے تیون (سکوئی لاکے) اور کاؤلونیا آباد تھے جن میں سے پچھلا قطعی طور پر کروتون کی نوآبادی تھی ؛۔ باب ۲۱

اب جہاں تک یونان کبیر یعنی اس نصف دائرے کا تعلق ہے جو خلیج تارنتوم کے ساحل پر واقع ہے، ہم کافی بحث کر چکے ہیں، لیکن اگر اس اصطلاح کے معنٰی کو ذرا وسعت دی جائے تو اُس میں وہ سب نوآبادیاں بھی شامل قرار دی جاسکتی ہیں جو یہاں کے مغربی شہروں سے نکل کر بحیرہ ترہینیہ تک پھیل گئی تھیں۔ ان شہروں میں سے سب سے پہلے سیرس کا ذکر کرنا مناسب ہے اور یہ بھی بیان کر دینا چاہیئے کہ اس شہر اور پکسوس کے باہمی تعلقات نہایت عمدہ تھے؛[40] آبادکاری میں شہر سیبارس نے خلیج سالرنو کے ایک نشیبی میدان پر سمندر کے ساحل کے قریب شہر پوسیدونیا (پیئسیتوم) آباد کر کے بہت نام پیدا کیا؛ یہ شہر گلاب کے پھولوں کے لیے نہایت مشہور تھا اور آج بھی اپنے مندروں کے عظیم الشان باقی ماندہ آثار کی وجہ سے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ (شٹنگارٹ ۱۸۶۱ء صفحہ ۳۰۹ وغیرہ) میں بحث کی ہے۔ تمائیوس ابتدائی آبادکاروں کے پیچ ذات ہونے سے منکر ہے۔ بجیب الطرفین لوکرسیوں کی اس نوآبادی میں شریک نہ ہونے کی وجہ اُس روایت کی طرف منسوب کیجاتی ہے کہ عین اس استعمار کے موقع پر وہ اسپارٹیوں کو مسینیوں کے خلاف مدد دے رہے تھے، اور اسی نظریے کو ارسطاطالیس بھی تسلیم کرتا ہے۔ پیوسانیاس (۳، ۳، ۱) کی رائے میں اسپارٹیوں نے شاہ پولی دورس کے عہد میں لوکری اور کروتون کی بنیاد ڈالی ؛۔

لینورمان نے سکی لے تیون پر خصوصًا اسکے محل وقوع پر نہایت مفصل بحث کی ہے (''یونان کبیر'') Lenormant: La Grande Grece جلد ۲، ۳۲۹ وغیرہ) ؛

[40] سیرس اور پلیسوس کے باہمی تعلقات کیلئے پرسی گارڈنر: ''انواع'' Percy Gardner. Types ''سکہ جات متقدمین'' Coins of the Ancients صفحہ ۱۳، ج ۱، ۱۴ ؛

باب ۲۱

شہرۂ آفاق ہے[۱] معلوم ہوتا ہے کہ پکسوس کو (جسے آجکل پولی کاسترو کہتے ہیں)
سیبارس ہی نے آباد کیا ہوگا۔ کروتون کو مغربی سمندر تک پہنچنے کیلیے بہت زیادہ
مسافت طے کرنا نہ تھا، یہاں اُس نے تیمیسا یا تیمپسا اور تیرینا آباد کیے۔
جن میں سے تیرینا کے سکتے نہایت خوشنما ہونے کی وجہ سے زبان زدِ خلائق
تھے۔ اسی طرح لوکری نے بھی میدما اور ہپوتیون تک (جسے بعد میں وپبو
کہنے لگے اور جو آجکل کے مونتے لیونے کے قریب ہی واقع تھا، اپنے لیے
راستہ بنا لیا۔ ہم ایلیا کا عنقریب ذکر کریں گے۔

اب ذرا سسلی واپس آئیے۔ اس کے شمالی ساحل پر زانکلے کے ایونیائیوں
اور بعض دوریائیوں نے ۶۴۸ ق م میں ہمرا کی بنیاد ڈالی جس میں ایونیائی عنصر
غالب تھا۔ چونکہ فینیقی قوم شمالی ساحل کے مغرب میں آباد تھی اس لیے یونانی ہمرا
سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ ابتدا میں ساحل پر جتنے جزیرے اور راس تھے
ان سب پر فینیقیوں کا قبضہ تھا، لیکن جب یونانی پہنچے تو فینیقی تین ایسے مقامات کو

---

[۱] پوسیڈونیا؛ اسٹرابو ۶، ۱، ۲۵۱۔ اُس کے باقیات کی جانچ کامل طور پر اٹھارھویں صدی عیسوی
کے وسط تک نہیں ہوئی۔ اس کے باب میں جو کتابیں شائع ہوئی ہیں وہ حسبِ مفصلۂ ذیل ہیں:
Souflot نیپلز سنہ ۱۷۵۶ء۔ سوفلو: "دو نقشے"، وغیرہ Sei vedute di Pesto :
Meyer پیرس سنہ ۱۷۶۰ء، مے یر: "باقیات پیسٹوم" Suite de Plans. etc
سنہ ۱۷۶۷ء۔ دولاگاردیت: "باقیات پیسٹوم" The Ruins of Paestum
پیرس سنہ ۱۷۹۹ء، صفحہ ۸ ۹ ۴ Delagardette : Les ruines de Paestum
Crosse : Comm. qua in وغیرہ؛ کروس: "پیسٹوم کے ابتدا کا مفصل حال"
۱، ہالے ۱۷۶۸ء؛ لابروسٹ: "پیسٹوم کے مندر" تجدید عمارات قدیمہ Paesti origg. etc
Labrouste : Temples de Paestum in (بعد مجلس علمیہ فرانس بمقام روما)
Restaur. des monum. anciens par les archit.- de l' Acad.de
Lenormant پیرس ۱۸۸۱ء ۲۱ تصویریں اور نقشے۔ لینورمان "سفرنامہ اپولیہ" France a Rome
A travers l' Aquitie جلد ۲ $\frac{67}{224}$ میں نہایت عمدہ عمدہ نقشے دیے ہوئے ہیں۔

باب ۲۱ ہٹ گئے جہاں سے اُن کے مستقل مقبوضات یعنی ہسپانیہ اور لیبیہ سے آسانی کیساتھ رسل ورسائل ممکن تھی، یعنی سولوس یا پانورموس (جو زمانۂ حال کے پالرمو کے وسطی حصے کے مقام پر واقع تھا) اور موتیہ جو سسلی کے مغربی کنارے کے قریب)۔ یونانی جنوبی ساحل کی طرف بھی بڑھے جسے فنیقیوں نے عمدہ بندرگاہ نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ رکھا تھا۔ ۶۸۹ ق م میں چند کریٹیوں اور جزیرۂ رھوڈز کے چند لنڈ وسیوں نے آکر سمندر اور دریائے گیلاس کے درمیان میں ایک پہاڑی پر جہاں سے ایک زرخیز میدان نظر آتا تھا، شہر گیلا (تیرا نوو ا) آباد کیا۔ ۶۸۲ ق م میں میگارا ہیبلایا اور یونانی میگارا نے متفقہ طور پر جزیرے کے مغربی کنارے اور سمندر کے ساحل کے قریب شہر سلی نوس کی بنیاد ڈالی؛ اور جیسا اُس کے بت خانوں کے عظیم الشان آثار باقیہ سے معلوم ہوتا ہے؛ یہ بہت جلد ایک وسیع اور ذی اقتدار شہر بن گیا۔ گیلا اور سلی نوس کے مابین ایک طویل ساحلی علاقہ حائل تھا؛ ۵۸۱ ق م میں گیلائیوں نے اُس کے ایک نہایت اہم مقام پر قبضہ کرلیا جس کی شکل پیالے سے مشابہ تھی اور جو ساحل سے دو تین میل کے فاصلے پر تقریباً ... افٹ سمندر کی سطح سے بلندی پر تھا؛ یہاں شہر اکراگاس کی ایک وسیع پیمانے پر داغ بیل ڈالی گئی اور بہت جلد اس جدید آبادی کا اقتدار اور مرفہ الحالی میں معتدبہ اضافہ ہوگیا۔ تقریباً اسی زمانے میں رھوڈزیوں اور کنیڈوسیوں نے جزائر ایولیائی یا لیپاریائی کے سب سے بڑے جزیرۂ لیپارا پر ایک شہر آباد کیا جو بہت جلد بحیرۂ ترصینیہ کے قزاقوں کی مدافعت کے لیے ایک نہایت مستحکم مقام بن گیا۔[۵۴۲]

---

۵۴۲ ہمرا کے لیے دیکھو کاوالاری: "ہمرا کی ترقی" Canallari: Avanzi d' Imera, Bull. d. Comm d. arch. di. Sicil جریدۂ آثاریات سسلی نمبر ۲، اور ہولم: "تاریخ سسلی" Holm: Gesch. Sic جلد ۱ صفحہ ۳۹۳۔ تینوں فنیقی شہروں یعنی سولوس، پانورموس اور موتیہ کے لیے ہولم: "تاریخ سسلی" جلد ۱ ص ۳۷۱-۳۷۳۔ کلوور Cluver کے اتباع میں میں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ

باب ۲۱

مغربی بحیرۂ روم میں جملہ قوت و اقتدار اٹروریوں، فنیقیوں اور قرطاجنیوں کا حصہ تھا جس کی وجہ سے یونانیوں کی بحری ترقی رک گئی۔ لیکن ان کی مجموعی طاقت کے باوجود فوکیہ والوں نے سنہ ۶۰۰ ق م کے قریب ایک نہایت اہم نوآبادی بمقام مسالیا قائم کی جس کی وجہ سے اس علاقے کا ایک وسیع ضلع ان اقوام کے دست برد سے آزاد ہو گیا۔ افسانے کی رو سے اس نوآبادی کے قیام میں اس لیئے اور بھی سہولت پیدا ہو گئی کہ ایک ایونیائی رہبر نے وہاں کے بادشاہ کی لڑکی سے (جو ایک لیگوری قبیلے مسمی سالی ایز پر حکومت کرتا تھا) شادی کر لی تھی لیکن بہت جلد یونانیوں اور دیسی باشندوں میں جھگڑے پیدا ہونے شروع ہوئے۔

(بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ پالرمو کو دراصل یونانیوں کے منتشر مجموعوں نے آباد کیا تھا۔ (مطالعات تاریخ پالرمو" Studi di Storia palermitana کاغذات تاریخ سسلی Arch. Stor. Sic. سنہ ۱۸۸۴ء)؛۔

موتیہ کے لیئے دیکھو ا، کولی تورے I. Coglitore "موتیہ" کاغذات تاریخ سسلی Mozia, Arch. Stor. Sic. سنہ ۱۸۸۴ء؛۔

گیلا کے لیئے شوبرنگ: "قدیم سسلی کا تاریخی جغرافیہ" Schubring : Histor geogr. Studien ueber Alt-Sicilien, Rh. Mus. N.F.28

سلی نوس کے لیئے رائن گانم: "سلی نوس واراضی متعلقہ" Reinganum : Selinus und sein Gebiet لایپزگ سنہ ۱۸۸۲ء؛ شوبرنگ: "توصیف سلی نوس" Schubring : Topographie von Selinus, Goett. Ges. d. Wiss. گیوٹنگن کی انجمن علمیہ سنہ ۱۸۶۵ء؛ ہولم "جریدۂ معاملات سسلی قدیمہ" Bull. d. Comm. d. antich. di Sic نمبر ۴ پالرمو سنہ ۱۸۷۱ء؛ بین ڈورف: "سلی نوس کی مورتی تختیاں" Benndorf : Die Metopen von Selinunt سنہ ۱۸۷۳ء؛۔

اکراگاس کے لیئے زیفریٹ "اکراگاس واراضی متعلقہ" Siefert : Akragas und sein Gebiet ہامبرگ سنہ ۱۸۴۵ء؛ شوبرنگ: "اکراگاس کی تاریخی توصیف" Schubring : Histor. Topographie von Akragas

باب ۲۱

مسالیہ والوں کو ایک دیسی عورت اور یونانی نوجوان کے باہمی عشق و عاشقی کے واقعے نے بچا لیا۔ فوکیہ والوں نے اپنے نئے شہر کیلئے ایک نفیس مقام تجویز کیا جہاں ایک قدرتی بندرگاہ کو جو ۷۰۰ گز طویل اور ۳۰۰ گز عریض ہے ایک نہایت تنگ گورگاہ (جو پتھریلی راسوں کی وجہ سے محفوظ ہو گئی ہے) سمندر سے ملا دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مقام کو فوکیہ کے جلاوطنوں نے اپنے شہر کی مماثلت کی وجہ سے منتخب کیا ہوگا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ فوکیہ، ویلیا اور مسالیہ یہ سب پتھریلی راسوں پر واقع ہے جو ملاحوں کی ایک بہادر قوم کے لیے سب سے اچھی فرودگاہیں تھیں۔ مسالیہ نے اپنا اثر مشرق اور مغرب دونوں طرف پھیلایا؛ چنانچہ اُس نے مشرق میں نقیہ (نیس) اور مونوئے کوس (موناکو) کے مقام پر اور مغرب میں ساحل ایبریا پر ایم پوریائے (امپوریاس) اور رھوڈے (روزاس) نامی نو آبادیاں قائم کیں۔ جس طرح ملطی نو آبادیوں کے ذریعے سے بحیرۂ اسود کے شمالی ساحل کے راستے تجارت کے لئے کھل گئے اسی طرح مسالیا کے ذریعے سے شمالی ملکوں کے ساتھ تجارت ہونے لگی، اور اپنے ہمقوم دیگر ایونیائی بلدیات کی طرح یہاں کے باشندوں نے ممالک غیر میں سفر کر کے تجسس کی قابلیت کا ثبوت دیا؛ مثلاً چوتھی صدی کا ایک مشہور یونانی سیاح پی تھیاس یہیں کا باشندہ تھا۔[۳۴۵]

---

۳۴۵ مسالیہ کے لیے ارسطو فانیس: "غوکان" ۲۳۹؛ جسٹن ۴۳، ۳؛ طوسی دیدش ۱، ۱۳؛ ہیروڈوٹس ۱، ۱۶۵، ۱۶۶۔ ہیروڈوٹس کی رائے ہے کہ بحری جنگ سے تقریباً پچیس سال پیشتر الالیہ کی بنیاد پڑی تھی، اور فوکیہ کے مفرور باشندے پانچ سال تک الالیہ میں مقیم رہے تھے۔ غالباً مسالیہ کے محل وقوع پر اس کے قبل فنیقیوں کا شہر آباد تھا؛ یوہانسن: "معاملات مسالیۂ قدیمہ" Johanssen : vet. Mass. res. کیل ۱۸۱۸ء؛ بروکنر وٹرنو: "تاریخ جمہوریۂ مسالیہ" Bruckner und Ternaux: Hist. reip. Massil. گیوٹنگس ۱۸۲۶ء؛ کلیس کا مضمون پاؤلی کی محیط المحیط میں Cless in Pauly's R. Enc. IV گئی سود "جمہوریۂ مسالیہ" Geisow : De Mass. rep. لون ۱۸۶۵ء۔ میولن ہوف "قدیمات المانیہ"

باب ۲۱

طوسی ڈیڈس کا بیان ہے کہ جب فوکیہ والوں نے مسالیہ پر قابض ہونا چاہا
تو اُنھیں قرطاجینوں سے لڑنا پڑا اور اس معرکے میں قرطاجینوں کو شکست ہوئی۔
یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ جب یونانیوں نے مغربی بحیرۂ روم میں آباد ہونا چاہا ہوگا
تو ان میں اور اُن اقوام میں جو وہاں اُن سے پہلے سے موجود تھیں، ضرور
جھگڑا ہوا ہوگا۔ فوکیہ والوں نے سنہ ۵۶۶ ق م میں جزیرۂ کورسیکا میں شہر الالیہ
آباد کر کے اٹروریوں کے مقبوضات پر گویا اپنا قدم جما لیا تھا۔ لیکن یہ نوآبادی
زیادہ دن تک قائم نہیں رہی، گو جب ایرانیوں نے شہر فوکیہ پر قبضہ کیا تو وہاں
کے بہت سے مفرور باشندے بھاگ کر یہاں آ گئے۔ قرطاجینوں اور اٹروریوں
نے ان یونانیوں کا مقابلہ کرنے کی غرض سے آپس میں اتحاد کر لیا، اور ایک بحری
معرکے میں، جس میں ساٹھ یونانی سہ طبقہ کشتیوں نے ایک سو بیس قرطاجنی اور
اٹروری کشتیوں کا (یونانیوں کے قول کے مطابق) کامیابی سے مقابلہ کیا۔
اس لڑائی میں فاتح اور مفتوح دونوں کو نقصان کثیر ہوا، اور یونانیوں نے الالیہ
کو چھوڑ کر ریگیوم جا کر اپنے خالکسی دوستوں کے ساتھ صلاح و مشورہ کرنا

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ Muellenhof : Deutsche alter thumskunde
جلد ۱، صفحہ ۷۷ وغیرہ؛ تسورن: "فوکیہ کی آبادکاری غالیہ کے جنوبی ساحل پر" Zorn:
Niederlass. der Phok. an der Suedkueste von Gallien
کاٹووتز ۱۸۷۹ء؛ بوسولٹ: "تاریخ یونان" Busolt : Gr. G جلد ۱، ۳۸۵ وغیرہ؛
میلٹزر: "تاریخ قرطاجنہ" Meltzer : Gesch. d. Karthager صفحہ ۶۳؛
ایلیا کے لیے میونٹر: "ویلیا بہ ضلع لوکانیہ" Muenter : Velia in
Lucanien التونا ۱۸۱۸ء؛ ف، لینورماں: "سفرنامۂ اپولیا و لوکانیہ"
Lenormant : A travers l' Apulie et Lucanie ۲، ۲۸۹ وغیرہ۔
لینورماں پہلا مورخ ہے جس نے ویلیا کے باقیات کا بیان ہماری موجودہ معلومات کی بنا پر کیا ہے لیکن یہ بیان
محض سرسری طور پر کیا گیا ہے۔ وشلوئی ننگ کا بیان سب سے بہتر ہے: "ویلیا بہ ضلع لوکانیا"
W. Schleuning : Velia in Lucanien سالیانہ انجمن آثاریات ۴، ۳۔
Jabrb. des arch. Instituts ؛ —

باب ۱۶

شروع کیا۔ انھیں اُن سے یہ معلوم ہوا کہ پوسیدونیہ کے جنوب میں اطالوی ساحل کے ایک راس پر ایک مقام اوسکانی قوم کے قبضے میں ہے جو نوآبادی کے لیئے نہایت مناسب ہے لہذا اُس پر قبضہ کر کے اُنھوں نے سنہ ۵۴۰ ق م میں ایک شہر آباد کیا جو نشیبی اٹلی کے شہروں میں بہت جلد نہایت ممتاز ہوگیا؛ اس کا نام ہیئے لے یا ایلیا تھا، اور یہ وہی شہر ہے جسے رومن ویلیا کہتے تھے ؛

اس واقعے سے ایک صدی پیشتر شمالی افریقہ میں ایک نوآبادی قائم ہونے کی وجہ سے بحیرۂ روم کی یونانی نوآبادیوں کا دائرہ مکمل ہوگیا۔ مصر کے مغرب کی جانب صحرا کے شمالی کنارے پر ایک مدور سطح مرتفع سمندر ہی کو نکل جاتی ہے جہاں قدرتی چشموں اور بارش کی وجہ سے پانی کی کمی نہیں ہے؛ یہاں ساتویں صدی ق م (یعنی تقریباً سنہ ۶۳۰ ق م) میں پیلوپونیزی دوریانیوں نے باتوس کی سرکردگی میں ایک نوآبادی کی بنیاد ڈالی جس کا نام سیرنہ پڑ گیا جو ایسے مقام پر واقع تھی جہاں سے اندرون ملک کو بخوبی تجارت ہو سکتی تھی، انھوں نے ساتھ ہی دیگر خطوں، مثلاً برقہ پر بھی قبضہ کر لیا اور سیرنہ کی مناسبت سے تمام ملک سیرے نیکا (یا سیرستان) مشہور ہوگیا۔ لیکن یہاں کے آبادکاروں نے بہت جلد اپنے نئے وطن کے رسم و رواج کو اختیار کر لیا اور خود نیم بربری ہو گئے اور باتوس اور اُس کے وارثوں نے ایسی موروثی حکومت قائم کر لی جسے خودسری کہنا بیجا نہ ہوگا۔ اس خودسری حکومت کے جو نتائج نکلے وہ تاریخ یونان میں لاثانی ہیں[۴۴]۔

[۴۴] سرنہ کے لیئے ہیروڈوٹس ۴ ۱۴۵/۱۶۷؛ I. Pind. Pyth. ۴، ۱۰، پوسے نیوس۔ مقابلہ کرو تھریگے: "تاریخ Thrige: Historia Cyrenes اشاعت دوم، کوپن ہاگن سنہ ۱۸۲۸ء؛ بارتھ: "سفرنامۂ سواحل بحیرۂ روم" Barth: Wanderungen durch die Kuestenlaender des Mittelmeeres برلن سنہ ۱۸۴۹ء؛ سمتھ و پورچر: "تاریخ انکشافات جدیدہ بمقام سرنہ"

باب ۱۲

الغرض چھٹی صدی ق م کے دور آخر میں ہمیں یونانی یورپ میں تو اُن مذہبی مرکزوں کے چاروں طرف اکھٹے ملتے ہیں جو تمام یونانی قوم کے لئے گویا حبل المتین کا کام دیتے تھے؛ ایشیائے کوچک میں ان کی آبادیاں صرف مغربی ساحل ہی تک محدود ہیں، لیکن نشیبی اٹلی اور سسلی کی طرح یہ اضلاع بھی خطۂ یونان ہی بن گئے ہیں؛ اور یہ مشرقی اور وسطی بحیرۂ روم کے ہر ایک ساحل پر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Smith & Porcher: Hitory of the recent discoveries at Cyrene لندن ۱۸۶۴ء؛ ہیروڈوٹس پر Stein کے حواشی؛ ڈنکر ۶، ۲۶۰ وغیرہ؛ بوسولٹ: "تاریخ یونان" Busolt: Gr. G. جلد ۱، ۳۴۳ وغیرہ میں اس شہر کے قیام کی تاریخ اور افسانہ ہائے متعلقہ پر بحث کی گئی ہے۔ سکوں کے لیے ل، میولر: "سکہ جات افریقیۂ قدیمہ" L. Mueller: Numismatique de l'ancienne Afrique جلد ۱، کیوبن ہاگن ۱۸۶۰ء سیرنہ کی خاص پیداوار سلفیون کا درخت تھا جس کی شکل یہاں کے سکوں پر بھی پائی جاتی ہے؛ نیز ایک ظرف پر ایک مشہور تصویر آرکےسی لاؤس کی بنی ہوئی ہے جہاں وہ سلفیون کے وزن کی نگرانی کرتا ہوا نظر آتا ہے (Mon. d. Inst. T. ۴، ۷ tav.) متقدمین سلفیون کو دوائی طور پر استعمال کرتے تھے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسوقت تک یہ قطعی طور پر معلوم نہیں ہوا کہ اس لفظ کے صحیح معنی کیا ہیں۔ سیرنہ اور ساموس کے مابین دوستی، ہیروڈوٹس ۴، ۱۵۲۔ ان دونوں مملکتوں کے باہمی محالفے کو سکوں کے ذریعے سے ثابت کیا گیا ہے؛ ہیڈ: "تاریخ سکہ جات" Head: Hist. Num. صفحہ ۷۲۷۔ سکوں پر سیرنہ کے خاص معبود یعنی زیوس عمان کی شبیہ بھی ملتی ہے جس کے سر پر مینڈھے کے سے سینگ بنے ہوئے ہیں۔ واضح ہو کہ اس دیوتا کا اصلی وطن مصری تھبز تھا، جہاں سے وہ گویا بحیثیت ایک فال گو معبود کے نخلستان سیوا پر عبور کرتا ہوا سیرنہ پہنچا ہے۔ دیکھو ک، میر کا مضمون روشر کی لغت میں Meyer in Roscher's Lexicon. (صفحہ ۲۸۳ وغیرہ) لکدمونی دوریوس چھٹی صدی ق م کے اختتام پر ضلع تری پولس پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔

۱- یہ ضلع دریائے کینپس پر واقع ہے۔ اور ہیروڈوٹس ۴، ۱۹۸ میں اسے تمام ملک لیبیہ کا سب سے زرخیز طبقہ بتایا گیا ہے۔

پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یونانی دیسی باشندوں کے رسم و رواج سے واقفیت حاصل کر لیتے ہیں، اپنے نئے وطن کی پیداوار کو تجارت میں لگاتے ہیں اور نئے نئے خیالات اور طرح طرح کے مطالب کا اضافہ کر کے یونانی ذہنیت میں پہلے سے بھی زیادہ تنوّع پیدا کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بحیثیت قوم کے تاریخ عالم میں ان کا ثانی ملنا نہایت دشوار ہے :- باب ۲۱

باب بست و دوم

کورنتھ، سکیون اور میگارا میں غاصبوں کی حکومت

یونانی نوآبادیوں کو چھوڑکر اب ہم پھر اس قوم کے آبائی یا اختیار کردہ وطن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یونانی قوم کے افراد کی حیثیت ذی اختیار شہریوں کی مانند تھی، یعنی اس قوم کا فرد واحد جب کوئی کام کرتا تھا تو اُس کی حیثیت شہریوں کی جماعت کے ایک رکن کی طرح سمجھی جاتی تھی، یہی وجہ اُن کی سیاسی زندگی کی اہمیت کی تھی جس پر وہ اپنی تمام تر ذہنی قوت صرف کر دیتے تھے۔ ہمارے اس قول سے یہ مطلب نہ نکالنا چاہیئے کہ ان میں کسی قسم کے وسیع تر تخیلات پیدا ہی نہیں ہوئے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ایسے تخیلات ابتدا میں تو اُن کے ادبیات میں کہیں کہیں ملتے ہیں، پھر رفتہ رفتہ ان میں حکمی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو بالآخر ایک عملی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یونانی قوم کی قسمت پر اس کے ماحول اور اُن اقوام کے حالات کا بھی بہت زبردست اثر پڑا جن کی ہمسائگی میں وہ رہتے تھے۔ یہ تینوں عناصر یعنی اندرونی معاملات، ذہنی حوصلہ مندیاں اور غیر ملکی اثرات سب آپس میں ایک دوسرے سے ملے جلے ہیں۔ پچھلے باب میں ہم نے اُن واقعات پر بحث کی ہے جن کی بنیاد تقریباً آٹھویں صدی ق م میں پڑی اور جو برابر دو سو برس تک جاری رہی؛ اب ہم اہم ترین یونانی مملکتوں کے اندرونی سیاسیات کی طرف ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرتے ہیں۔ ہمارا تعلق اب اُس دور سے ہے جس کی ابتدا تقریباً ۶۵۰ سنہ ق م میں ہوئی، جس کا سلسلہ ۵۰۰ سنہ ق م سے بھی آگے تک چلا گیا اور جس کے عین وسط میں ہمیں چند بڑے بڑے طاقتور

باب ۲۲ بیرونی ممالک کے زبردست اثرات سے سابقہ پڑے گا جو برابر جاری رہتا ہے۔ ہم اس دور کے واقعات جنگ ایران تک مفصلۂ ذیل ترتیب سے بیان کریں گے۔ سب سے پہلے تو وسطی یونان کے خودسر حکمرانوں کا ذکر کیا جائیگا، اس کے بعد ہم اُن تبدیلیوں کا حال لکھیں گے جو ایشیائے کوچک کے واقعات نے مشرق میں رونما کردیئے، بعد ازاں یونان کبیر کے تمدن اور ارتقا پر غور کرتے ہوئے آخر میں ایتھنز کی تاریخ کا بیان اس کی ابتدا سے آغاز جنگ یونان تک کریں گے۔

یونان میں خودسرانہ حکومت کا مرکز وہ ضلع تھا جو خاکنائے کورنتھ کی ہر چہار طرف واقع تھا۔ اس حصۂ ملک میں قدیم زمانے سے ایونی قوم آباد تھی جس پر مشرق اور مغرب کے مابین رسل ورسائل کا بہت بڑا اثر پڑا۔ اگر سیکیون اور کورنتھ کا باہمی مقابلہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ ہم اس نتیجے پر پہنچیں کہ اول الذکر مقام کے اورثاغورسی خاندان کی حکومت کورنتھ کے کیپ سے لوسیوں کی خودسری سے پہلے قائم ہوئی تھی، لیکن چونکہ علم یونان کے لیئے فی الجملہ کورنتھ اور کیپ سے لوسی کہیں زیادہ باوقعت ہیں لہذا ہم اُن ہی کا ذکر سب سے پہلے کریں گے۔[1]

کورنتھ کو جو رتبہ قدیم زمانے کی تجارت میں حاصل تھا اُس سے ہم اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں۔ کوہِ اکرو کورنتھوس کی چوٹی جو اندازاً ۱۸۰۰ فٹ بلند ہوگی چشمۂ پیئرینے کے باعث (جس کا پیگاسوس کی ایک لات سے

---

[1] ان تین شہروں میں جو خودسرانہ حکومتیں قائم ہوئیں اُن کے خصائص کا اندازہ بوسولٹ نے اپنی کتاب "لکدیمونیان" Busolt: Die Lakedaimonier جلد ۱ میں نہایت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ تاریخ یونان میں دیگر مسائل سے زیادہ خصوصیت کے ساتھ خودسروں کے باب میں مختلف اسناد میں بہت کچھ تباین پایا جاتا ہے، لیکن ان میں جو مبالغہ آمیزی کی کیفیت ہے وہ محسوس تو ہوتی ہے لیکن اس کا ثبوت اتنی آسانی سے نہیں دیا جاسکتا۔

باب ۲۱

پیدا ہونا بیان کیا جاتا تھا) تقریباً ناقابل تسخیر ہو گئی تھی، اور یہ نہ صرف خلیج سارون اور خلیج کورنتھ کے درمیانی راستے کا بلکہ وسطی اور جنوبی یونان کی شاہراہ کا سب سے بڑا مقام تھا۔ ایک زمانۂ مدید تک کورنتھ یونان کے سب سے باوقعت تجارتی بلدیات میں شمار کیا جاتا تھا، اور جیسا اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے، وہ صنعت و حرفت میں جملہ یونانی شہروں سے سبقت لے گیا تھا۔ ہم اُس کی نوآبادیوں کا ذکر بھی کر چکے ہیں، اور اس کے اور کورکائرا کی باہمی مخاصمت اور دونوں کی بحری جنگ کا حال بھی دیکھ چکے ہیں، جس میں کورنتھ کو شکست ہوئی۔ کورنتھ میں اس سے پہلے باکھیادی خاندان کے افراد برسر اقتدار تھے، لیکن اس شکست کے بعد ایک شخص مسمی کیپ سے لوس نے جو نہایت چالاک اور بہادر تھا، عنان حکومت اس خاندان سے چھین لی تھی[۲]۔

---

[۲] کورنتھی خودسری کے لئے مقابلہ کرو ولیش: "کورنتھ کی اندرونی تاریخ کی تحقیقات"
Wilisch: Beitraege zur Innere Geschichte der alten Korinth
تسیتاؤ ۱۸۸۷ء؛ کناپ: "خاندان کیپ سی لوسی" Knapp: Kypsiliden ٹیوبنگن ۱۸۸۸ء۔ بنیادی اسناد میں ہمیں دو مختلف روایتیں ملتی ہیں، ایک کا قائم مقام ہیروڈوٹس اور دوسرے کا نکولاؤس دمشقی ہے۔ کیپ سے لوس کے لئے ہیروڈوٹس ۵، ۹۲؛ ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۹، ۲۲؛ نکولاؤس دمشقی، جزو ۵۸ (میولر ۳)؛ ۱، شوبرنگ: "کیپ سے لوس" گیوٹنگن ۱۸۹۲ء۔ باکھیادائے کی جلاوطنی کے باب میں پولی آئے نوس ۵، ۳۱، ۱؛ Plat. Lys. ۱؛ دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسس ۳، ۲۵؛ لیوی ۱، ۳۴۔ ارسطاطالیس ("سیاسیات" ۵، ۹، ۲۲) کی رائے ہے کہ کیپ سے لوسی خاندان کورنتھ پر ۷۳ ½ سال برسر اقتدار رہا جن میں سے خود بانی خاندان نے ۳۰ سال تک حکمرانی کی۔ .Diog. L ۱، ۹۸ کے بموجب پری انڈر چالیس سال خودسر رہا۔ مقابلہ کرو بوسولٹ: "تاریخ یونان" ۱، ۶۴۴ میں جو مفصل انتقاد کیا ہے، اس کے مطابق کیپ سے لوس نے ۶۵۷ ق م میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تھی۔

باب۲۲

کیپ سے لوس کے حسب ونسب کے باب میں بہت سے افسانے زبان زد مخلوق تھے، اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ اُسے اور اُس کے بیٹے کو اپنی زندگی میں بڑی بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں تو ان افسانوں کا مخرج وماخذ ہماری سمجھ میں آجاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ باکھیاداے خاندان کے ایک فرد امفیون کی ایک بیٹی لابدا نامی تھی جس کا نکاح لاپتھی کائے نیوس کے ایک جانشین اے تیون کے ساتھ ہوا۔ بعد ازاں فیشہ نے یہ پیش گوئی کی کہ لابدا اور اے تیون کے بیٹے کا اقتدار کورنتھ میں بہت بڑھ جائے گا لہذا باکھیادی خاندان کے لوگوں نے یہ سن کر اُسے قتل کرنے کی سازش کی۔ لیکن جن جلادوں کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا اُنھیں اس بچے پر رحم آیا اور قبل اس کے کہ اس پر کوئی آنچ آئے اس کی ماں نے اُسے ایک صندوق میں بند کر دیا۔ خود لفظ کیپ سے لوس کے معنے صندوق کے ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ اُس ننھے باپ نے اُس کا یہ نام محض اسی واقعے کی مناسبت سے رکھا تھا۔ الغرض یہ شخص تقریباً ۶۵۷ق م میں کورنتھ کے عمومی رہبر کی حیثیت سے وہاں کا سب سے زیادہ ذی اقتدار شہری ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اکثر باکھیادیوں کو جلاوطن کر دیا؛ جن میں سے بعض تو اسپارٹا چلے گئے؛ (روایت کے بموجب) کورنتھ کا امیر واامارتیوس ایتروزیہ بھاگ گیا، اور اسی کا بیٹا تارکوئی نوس پرسکوس بالآخر روما کی گدی پر بیٹھا؛ بہت سے کورکائرا چلے گئے، اور بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک کی اولاد نے کوہ پیدوس کے لینکستی خاندان کی بنیاد رکھی۔ کیپ سے لس نے جب یہ دیکھا کہ اُس کی حکومت کے حیطۂ اقتدار سے کورکائرا نکل گیا ہے تو اُس نے مغرب میں متعدد نوآبادیاں امبراکیہ، اناکتوریوم اور لیوکاس آباد کیں[۵۳] کورنتھ کے اقتدار کی

---

۵۳ امبراکیہ، اناکتوریون اور لیوکاس کی نوآبادیوں کی بنیاد کیپ سے لوس ہی کے عہد میں پڑی تھی، استرابو، ۷، ۲۵۲؛ Scymn. ۴۵۴۔ پلوٹارک "Ser Mim. Vind

یہ توسیع دیکھ کر کورکائرا والوں کو بھی نوآبادیاں قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا، باب۲۲
لہٰذا انھوں نے کورنتھیوں سے مل کر راس اکروکیرونیہ اور دہانۂ دریائے آؤس کے شمال میں اپولونیہ (بندرگاہ اولون) اور ذرا شمال کی طرف الیریائی قصبہ دیراخیوم (حال دوراتسو) کے قریب اپی دامنوس آباد کیا، لیکن رفتہ رفتہ اس کا نام بدل کر اسے دیراخیوم ہی کہنے لگے ؎۔

کہا جاتا ہے کہ کپسے لوس ایک ظالم حکمران تھا، لیکن ساتھ ہی اس کا عہد کورنتھ کی تاریخ کے سب سے درخشاں زمانوں میں شمار کیا جاتا ہے اور بہت سی مالی اصلاحیں (جن میں سے بعض کی بنیاد محض افسانوں پر تھی) اس کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔ یہ بالکل فطری امر تھا کہ اعیانی اس کے عہد حکومت کی تخریب کریں۔ اس نے دیلفی میں کورنتھی چڑھاووں کے محفوظ رکھنے کے لیے ایک خاص ایوان تعمیر کرایا جو غالباً ان خزانوں میں سب سے پہلا خزانہ تھا جو اس مقدس حرم کو زینت دیتے تھے؛ اولمپیا کے لیے اُسنے

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ اپولونیہ، اناکتوریوم اور لیوکاس کے سلسلے میں پری اندر کا نام لیتا ہے، لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ ان مقامات کو اسی خودسر حکمران نے آباد کیا تھا۔ اپی دامنوس اور اپولونیہ کے لیے طوسی دیدس ۱، ۲۴؛ استرابو ۷، ۳۱۶۔ اناکتوریوم اور لیوکاس کی آبادکاری میں کورکائرا والوں کا حصہ، طوسی دیدس ۱، ۵۵؛ پلوٹارک: "تمسطاکلیس" ۲۴۔ سکوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ لیوکاس، اناکتوریوم اور امبراکیہ کا تعلق ایک طرف تو کورنتھ، اپولونیہ اور اپی دامنوس سے اور دوسری جانب کورکائرا سے اور اُس کی وساطت سے ایریتریا اور کارستوس سے تھا؛ مقابلہ کیا جائے پرسی گارڈنر: "انواع" Percy Gardner : Types ص ۳۹۔ استرابو ۸، ۳۵۷) کی رائے ہے کہ ویس پونٹیوم کے وہ باشندے جو ایلیسیوں کے مخالف تھے، اپولونیہ اور اپی دامنوس چلے گئے۔ کرتیوس نے اپنے مضمون "مطالعات تاریخ کورنتھ" (ہرمیس جلد ۱۰) Curtins : Studien zur Gesch. von Korinth, Hermes I میں یہ دکھایا ہے کہ کورنتھی خودسروں نے اس شہر کی نوآبادیوں کو ملا کر ایک طرح کی عہدیتی سلطنت قائم کر لی تھی؛

باب ۲۲

زیوس کا ایک عظیم الشان طلائی مجسمہ روانہ کیا جو ہیرا کے بت کدے کے قریب نصب کیا گیا۔ اس مجسمے کو زمانۂ مابعد میں بھی دنیا کے عجائبات سے تصور کیا جاتا تھا، اور ان دونوں مذہبی اوقاف کی وجہ سے اس کا نام دنیائے ممالک میں مشہور ہو گیا۔

کیپ سے لوس کے بعد کورنتھ کی خودسرانہ مسند پر اس کا بیٹا پری اندر سنہ ۶۲۵ ق م میں بیٹھا۔[۴۵] اس نے اپنے باپ کے قدم بہ قدم چل کر نہایت امتیاز کے ساتھ حکومت کی، نہ صرف باعتبار ایک مدبر کے

---

[۴۵] پری اندر کے لیے ہیروڈوٹس ۳ ۴۷/۵۴ ؛ ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۳، ۸، ۳؛ ۵، ۸، ۵ و ۹؛ Eph. جزو ۱۰۶؛ ہرقل ساکن پونتوس جزو ۵؛ نکولاؤس دمشقی جزو ۵۹ (میولر ۳)۔ ان تمام مصنفوں نے اس خودسر کے اخلاقی طرز حکومت پر زور دیا ہے۔ نکولاؤس دمشقی (جزو ۱۰) کہتا ہے کہ پری اندر نے پوتی دیا کی بنیاد ڈالی۔ اس مصنف نے پری اندر کے خاندان کا جو ذکر لکھا ہے اس میں اور ہیروڈوٹس کے بیان (۳، ۵۰) کے ناموں اور واقعات میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے (مقابلہ کرو Diog. L ۱، ۹۴) کیپ سے لوس کے صندوق کا ذکر پوسانیاس ۵، ۱۷/۱۹ میں دیکھا جائے۔ پری اندر کے لیے دیکھو واگنر: "دی پری اندرو" Wagner: De Periendro ڈارمشتاٹ سنہ ۱۸۳۱ء ہولے: "دی پری اندر" Holle: Die Per میونخ سنہ ۱۸۶۵ء؛ بوسولٹ: "لکدمونیان" Busolt: Die Lakedaim. صفحہ ۶۰۵ وغیرہ۔ آریون کے لیے ہیروڈوٹس ۱، ۲۳؛ Suid. s.v Arion ۱۶، ۱۹؛ Ael. V.H ۱۲، ۴۵۔ ڈنکر ۶، ۷۶ نے دکھایا ہے کہ پری اندر کے آخری زمانے کے متعلق جو قصے مشہور ہیں وہ ناقابل قیاس ہیں؛ اور کرتیوس نے اپنی کتاب "تاریخ یونان" Curtius: Gr. Gesch میں اسکے آخری ایام کی تکالیف اور پریشانیوں کا نہایت عمدہ تذکرہ لکھا ہے۔ کورنتھ میں خودسری کے اختتام کے لیے نکولاؤس دمشقی جزو ۶۰۔ بوسولٹ نے نہایت تفصیل کیساتھ اسپر بحث کی ہے کہ اسکا کوئی تحریری ثبوت نہیں کہ کورنتھ کی خودسری کے خاتمے میں اسپارٹا نے کسی قسم کی شرکت کی ہو۔

باب ۲۲

بلکہ بحیثیت تہذیب وتمدن کے سرپرست کے بھی اُس کی شہرت چاردانگ عالم میں پھیل گئی۔ کورکائرا کو مغلوب کرکے اُس نے گویا ایک شاندار سیاسی مہم سر کی اور وہاں اپنے بیٹے نکولاؤس کو اپنا نائب بناکر روانہ کیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنی توجہ دیارِ شرقی کی طرف مبذول کی، یعنی اپنے دوسرے بیٹے ایواغورس کی ماتحتی میں آبادکاروں کا ایک گروہ خالکدیسی راسوں میں سے ایک یعنی پیلے نے کو روانہ کرکے پوتی دیا کی بنیاد ڈالی، جو بہت جلد اس نواح میں ایک باوقعت یونانی شہر بن گیا۔ درانحالیکہ مغربی کورنتھی نوآبادیوں میں اپولو دیوتا کی پوجا کی جاتی تھی، لیکن شہر پوتی دیا کے نام سے پوسئیڈون کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے، اور ممکن ہے کہ اس خاکنائے سے، جس پر یہ شہر آباد کیا گیا تھا، آبادکاروں کو خود اپنے وطن مالوف یعنی کورنتھ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔ پری اندر نے کورنتھ کے قرب میں شہر اپی دوروس کو مغلوب کرکے (جہاں اُس کا خسر پروکلیس حکومت کرتا تھا) اپنا اثر بڑھایا، چنانچہ ممکن ہے کہ جزیرۂ ای گینا بھی، جو ابتداءً اپی دوروس کا ماتحت تھا، اسی طرح کورنتھ کے زیر اقتدار ہوگیا ہو۔ ان تمام واقعات کے سبب سے پری اندر کا نام ہر چہار طرف پھیل گیا، یہاں تک کہ ایک معاملے میں ایتھنز اور متی لنہ نے اسے ثالث مقرر کیا ہوا یہ کہ ایتھنزیوں نے ہیلیس پونٹ کے دہانے پر مقام سی گیوم پر قبضہ کرلیا تھا، لیکن متی لنہ والوں کا اقتدار ضلع ٹروائے میں سب سے زیادہ تھا لہٰذا اُنھوں نے ایتھنزیوں کو اس سرزمین سے بے دخل کرنے کی کوشش کی اور اُن کے کاٹ کی غرض سے سی گیوم کے قریب ایک قلعہ اکی لائیوم تعمیر کیا۔ اس پر دونوں میں باہمی جنگ وجدال کی نوبت پہنچی لیکن اس کا کوئی قطعی نتیجہ نہیں نکلا۔ اب متی لنہ کے سب سے زیادہ سربرآوردہ شخص پتاکوس اور ایتھنزیوں نے مل کر یہ طے کیا کہ معاملے کا آخری تصفیہ کرنے کے لیے پری اندر کو ثالث مقرر کیا جائے۔ پری اندر نے یہ تجویز سنائی کہ حالتِ موجودہ بدستور جاری رہنی چاہیئے، یعنی ایتھنزی سی گیوم پر اور متی لنی آکی لائیوم پر قابض رہیں۔ پری اندر کے تھراسی بولوس خود سر ملطہ کے ساتھ بھی تعلقات خوشگوار تھے۔

باب ۲۲

ہمیں افسانوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح پری آندر نے تھراسی بولوس کو فال گو کی ایک پیش گوئی کی اطلاع دی جس سے ملطہ کا دشمن الیاتیس واقف ہو گیا تھا، اور اس کی وجہ سے کس طرح تھراسی بولوس نے لدیہ والوں کے خلاف حسن تدبیر سے ملطہ کو بچالیا۔ پری اندر کے بھتیجے کا نام بسامطیق تھا جس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اس کے عہد میں کورنتھ اور مصر کے باہمی تعلقات بھی نہایت عمدہ تھے۔ چونکہ اس کی یہ خواہش تھی کہ فنون لطیفہ کے ذریعے سے اس کا نام باقی رہے اس لئے اس نے (پائی ٹوساینیاس کے قول کے مطابق کیپ سے لوسیلوں میں سے کسی نے) اولمپیا کو ایک نہایت نفیس صندوق بھیجا جس پر سورماؤں کے قصوں کی تمثالیں منبت کی ہوئی تھیں۔ متقدمین کا خیال تھا کہ یہ وہی صندوق تھا جس میں بند ہو کر اس کے باپ کے ایام طفولیت میں جان بچی تھی، اور غالباً اسی مناسبت سے اسے "صندوق کیپ سے لوس" کہتے تھے۔

اس میں مطلق کوئی شبہہ نہیں کہ پری اندر نے دیونی سوس کی پوجا کو رواج دیا تھا، اور اگر بعض مورخوں کے خیال کے بموجب اس نے خاکنائی کھیلوں کا بھی احیا کیا تو اس کی وجہ سے کورنتھ کے مذہبی اثر میں یقیناً بہت کچھ اضافہ ہو گیا ہو گا۔ اس کام میں اس کی مدد آریون ساکن میتھمنا نے کی، جو ترپاندر ساکن انتیسا کے جانشین کی حیثیت رکھتا تھا، وہ ایک مشہور آفاق بربط نواز تھا اور جس نے اب ایسی غزلیں کہنی شروع کی تھیں جن کو تماشاگاہ میں سانگ بن کر گاتے تھے۔ واضح ہو کہ عرصۂ دراز سے بحیرۂ ایجین کے جزیروں میں دیونی سوس کے اعزاز میں بھجن گائے جاتے تھے جنھیں دیتھرامب کہتے تھے؛ ان بھجنوں کو آریون نے غزلوں کی صورت میں کر دیا تھا جن کے مختلف حصوں کو دیونی سوس کی قربان گاہ کے ہر دو جانب کھڑے ہو کر سانگی باری باری سے گاتے تھے۔ لیکن ہمیں آریون کے نام سے جو واقفیت ہے وہ اس کی غزلوں کی وجہ سے نہیں، جو سب کی سب مفقود ہو گئی ہیں،

باب ۲۱ بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اُسے ایک مچھلی نے موت کے منہ سے بچالیا تھا۔ ہوا یہ کہ جب وہ تارنتوم سے کورنتھ جا رہا تھا تو اُسے ملاحوں نے پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا، لیکن ایک مچھلی اُس کی جان بچاکر اسے راس تینے نا روم لے آئی۔ آریون نے اپنے بچنے کی یادگار کے طور پر اسی مقام پر ایک مرد کا بت تیار کرایا جو ایک مچھلی پر بیٹھا ہوا نظر آتا تھا۔ واضح ہو کہ پانی پر کھیلتی ہوئی دُولفِن مچھلیاں اپولو دیوتا کی نسبت سے مقدس سمجھی جاتی تھیں؛ اور تارنتوم اور میتھیمنا کے سکوں پر ایک شخص کی شبیہ کندہ ہے جو ایک دُولفِن کی پشت پر بیٹھا ہوا ہے اور جس کا نام تاراس تھا، ان امور کو مدِ نظر رکھ کر ہم آریون کے قصے کی ابتدا کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

دوسرے خودسروں کی طرح پری اندر کے عہد حکومت کے بارے میں کم و بیش مشکوک قصے ہم تک پہنچے ہیں۔ بعض قصوں میں تو قتل و غارت کی گرما گرمی ایک عظیم الشان محافظ دستے کا استقلال، عورتوں کے زیوروں کی ضبطی اور اسی نوع کے دیگر واقعات کا حال پڑھنے میں آتا ہے؛ اور بعض مورخ اس کے دور کو گویا اخلاق مجسم تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اپنی رعایا سے کسی قسم کا محصول نہ لیتا تھا، دلّالہ عورتوں کا مطلق روادار نہ تھا، غلاموں کی خرید و فروخت اور سامان عیش و نشاط کی اُس نے ممانعت کردی تھی اور کورنتھ کے شہریوں کو آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کرنے دیتا تھا۔ اگر ہم یہ یاد رکھیں کہ ایک قدیم روایت کے بموجب سولن اور پتاکوس کے ساتھ وہ بھی ہفت عقلائے یونان میں سے ایک شمار کیا جاتا تھا تو ہم غالباً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ وہ محض اندرونی اقتدار یا بیرونی اثر کے سبب سے نہیں بلکہ اپنے مخصوص اندازِ حکومت کی بدولت بھی نہایت ممتاز تھا۔ چنانچہ وہ طرح طرح سے کورنتھی شہریوں کی خوشی و مسرت میں مزید اضافہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ لیکن کوئی یہ حکم نہیں لگا سکتا کہ ان مبالغہ آمیز قصوں میں کتنا رطب ہے اور کتنا یابس[۵]۔

۵۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی خودسر کس طرح ایک طرف تو نیکی اور جزرسی کی تعلیم دے سکتا ہے اور

باب ۲۲

پری اندر کے خصائص اور اُس کے عہد حکومت میں ہمیں ایک خاص قسم کی سنجیدگی محسوس ہوتی ہے جو اُس کی زندگی کے خاتمے کے افسانوں میں اُداسی سے بدل جاتی ہے۔ جب اُس نے اپنی بیوی ملیسا کو جان سے مار ڈالا تو اس کے خسر پروکلیس نے اپنے نواسوں کو اس واقعۂ فاجعہ کی اطلاع دی۔ پری اندر کا بڑا بیٹا کیپ سے لوس تو ذرا کم عقل تھا، اُس کے دوسرے بیٹے یعنی لیکوفرون کو یہ خبر سُن کر اپنے باپ سے دلی نفرت پیدا ہو گئی۔ پری اندر نے اُس کے ساتھ پہلے تو نہایت سختی کا برتاؤ کیا، اور اُسے کورکائرا بھیج دیا؛ لیکن اس کے بعد اُسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ مگر لیکوفرون کو کورکائرا والوں نے قتل کر دیا، جس کی پاداش میں تین سو کورکائرہی نوجوانوں کو لدیہ جلاوطن کر دیا گیا، لیکن جب اُنکا جہاز جزیرۂ ساموس پہنچا تو یہ سب کے سب رہا کر دئے گئے۔ نکولاؤس دمشقی نے جو قصے جمع کئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ پری اندر کی زندگی میں ہی اُس کے بیٹوں نے وفات پائی لہذا اُس کے انتقال پر اُس کا بھتیجا پسامطیق کورنتھ کے تخت پر بیٹھا۔ خود اپنے ہی محل میں تنہائی کا احساس، جن کاموں کی ابتدا ہوئی تھی اُن کے انجام کے متعلق تردد، غالباً اپنے خلاف انصاف حرکات کا تاسف، یہ وہ جذبات تھے جن سے اس قابل رشک حکمران کے آخری ایام تاریک ہو گئے تھے۔ پسامطیق صرف تین سال حکمران رہا جس کے بعد اُسے بعض کورنتھیوں نے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ دوسری جانب دیونی سوس دیوتا کی پوجا کی سرپرستی کر سکتا ہے۔ اگر اسنے واقعاً دلالہ عورتوں کو سمندر میں پھنکوا دیا تو اس کا مقصد صرف یہ ہوگا کہ کورنتھی دیبیوں کے مستقل پجارنوں کو اپنے کاروبار میں خانگی مقابلے سے محفوظ رکھے۔ اسی طرح آجکل بعض حکلتیں خانگی لوٹری کی ممانعت کر دیتی ہیں، لیکن اس لئے نہیں کہ لوٹری فی نفسہٖ مخرب اخلاق ہے بلکہ اس لئے کہ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ رعایا کی قمار بازی کے خصائل سے جو نفع ہو وہ سرکاری خزانے میں جائے۔

باب ۲۲

قتل کر دیا۔ اُس کے بھائی کو بھی جس کا نام پری اندر ہی تھا، معزول کر دیا گیا؛

خود سری حکومت کے زوال کی وجہ سے کورنتھ کے اقتدار میں گونہ کمی واقع ہوئی، یعنی گو مشرق میں پوتی دیا برابر کورنتھ کے حکم کا تابع رہا لیکن مغرب میں کورکائرا از سرِ نو خود مختار ہو گیا۔ بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ کورنتھی اعیانیوں نے نہایت عمدہ طرز پر حکومت کی، اور اگرچہ وہ اسپارٹی محالفے میں شریک ہو گئے، لیکن بجائے اسپارٹی مفاد پر اپنا مفاد قربان کر دینے کے وہ توازن قائم رکھنے کی غرض سے ایتھنز کے عروج میں ممد و معاون ہوئے؛

باوجودیکہ نسابوں نے سکیون کے بادشاہوں کی ایک طویل فہرست مرتب کی ہے، لیکن یہ مملکت کبھی کورنتھ کے ہمسر و ہمرتبہ نہیں ہوئی، اور حقیقت یہ ہے کہ سکیون کا محل وقوع ہی اس کا سدِ راہ ہوا۔ بہر حال چونکہ شہر سکیون ہیلے سون نالے اور دریائے آسوپوس کے درمیان (جس کا افسانوں میں بار بار ذکر آتا ہے) ایک سطح مرتفع پر واقع تھا اس لیے وہ نہ صرف عام تندرستی اور حفظانِ صحت کے اعتبار سے اچھا تھا بلکہ محفوظ و مامون بھی تھا۔ جب دوریائی فاتحوں نے اس بلدیے کی تنظیم کی تو انھوں نے تین قبیلوں یعنی ہیلیس، ویماناتیس اور پامفی لی کے علاوہ ایک اور قبیلے یعنی ائی گیالی کو بھی شریک کر لیا جس میں غالباً اس ملک کے ابتدائی باشندوں کی اولاد شامل تھی۵۶ ایسے زمانے میں جب ہر جگہ اعیانیوں کے خلاف بے چینی پھیلی ہوئی تھی ایک ائی گیالی جس کا نام اورتھاغورس تھا اعیانی حکومت کا خاتمہ کرنے اور خود سر بن بیٹھنے میں کامیاب ہوا۵۷ اورتھاغورس کے بعد

---

۵۶ ہیروڈوٹس (۵، ۶۸) میں صریح طور پر یہ بیان نہیں کیا گیا۔ آئی گیالیوں کا قبیلہ ایونی الاصل تھا؛ لیکن اس کے نام اور تسلسل بیان سے ہم یہ استدلال کرنے میں حق بجانب ہیں؛

۵۷ ارسطاطالیس (سیاسیات ۵، ۹، ۲۱) کے مطابق اورتھاغورس اور اُس کے جانشینوں کی خودسری ایک صدی تک قائم رہی۔ دیودوروس (جزو ۸، ۲۴) میں مذکور ہے کہ سکیون کی خودسری کا بانی غالباً ایک باورچی مسمی اندریاس تھا؛ لیانیوس اورتھاغورس ہی کو

اُس کا بیٹا میرون خود سری حکومت کی مسند پر بیٹھا۔ یہ میرون سنہ ۶۴۸ ق م میں اولمپیا کی رتھ دوڑ میں اول آیا اور بطور یادگار کے اُس نے آلتِس میں ایک ایوان تعمیر کرایا؛ پوسانیاس کہتا ہے کہ اس ایوان میں دو کمرے تھے جنمیں سے ایک دوریائی اور دوسرا ایونیائی طرز پر آراستہ کیا گیا تھا۔[58] باب ۲۲

میرون کے بعد سکیون کے تخت پر جو فرماں روا بیٹھے اُن کی ترتیب کا صحیح تعین اس وقت تک نہیں کیا جا سکا ہے۔ بہرنہج اس خاندان کے سب سے باوقار حکمراں کا نام کلِس تھنیس تھا جسنے تقریباً سنہ ۵۹۶ ق م میں حکومت کرنی شروع کی[59] وہ ایک نہایت مستعد اور کارگزار فرماں روا تھا، اور اُسے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ بورچی بتاتا ہے (رائس کے Reiske صفحہ ۲۵۱)؛ یہی وجہ ہے کہ اوُرثاغورسی خاندان کے فرماں رواؤں کی ترتیب کا صحیح تعین نہیں کیا جا سکتا۔ مقابلہ کرو ڈنکر کے نہایت دور رس خیالات (۶، ۸، ۷) پوسانیاس (۶، ۱۹، ۱، ۲) کہتا ہے کہ میرون تیتیسویں اولمپیاد یعنی سنہ ۶۴۸ ق م میں اولمپیا گیا تھا؛ -

۵۸ اولمپیا میں جو کھدائیاں ہوئی ہیں اُن سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ خزانے کے ایوان کی عمارت دوریائی اصول پر بنائی گئی تھی؛ اس لیئے غالباً یہ کمرے (تھالاموئے) اس ایوان کے اندر علیحدہ بنے ہوں گے، اس کا حصہ نہ ہوں گے؛

۵۹ کلِس تھنیس کے لیئے مقابلہ کرو ہیروڈوٹس ۵، $\frac{۶۷}{۶۸}$ ۔ چونکہ ہومر اور "دور ہومری" میں ہر جگہ آرگوس کا ذکر تھا اس لیئے سکیون میں کوئی شخص اُسے بہ آواز بلند نہیں پڑھ سکتا تھا۔ کلِس تھنیس کے مسند پر بیٹھنے کے واقعے کے لیئے نکولاؤس دمشقی جزو ۶۱ (میُولر ۳) دیکھا جائے۔ ہیروڈوٹس ۶، $\frac{۱۲۶}{۱۳۰}$ میں اگارستہ کے نکاح کا قصہ مذکور ہے؛ اس کے اور کلِس تھنیس کے متعلق دیگر امور کی بابت تسیولکے Zuehlke نے اپنی کتاب "نکاح اگارِشتہ" De Agaristus nuptus میں بحث کی ہے (انسٹربروک سنہ ۱۸۸۰ء) کلِس تھنیس کے پہلی جنگ مقدس میں شریک ہونے اور سنہ ۵۸۲ ق م کے فیثوی کھیلوں میں شریک ہونے کی وجہ سے اس کی صحیح تاریخ کا تعین کیا جا سکتا ہے (پوسانیاس ۱۰، ۷، ۳)۔ ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ میگاکلیس نے اگارِشتہ سے سنہ ۵۷۰ ق م سے پہلے

اپنی قابلیت کے جوہر دکھانے کا بہت جلد موقع مل گیا۔ وہ اس طرح کہ دیلفی والوں نے انجمن ہمسایگاں میں یہ شکایت پیش کی کہ کریسیا کے باشندوں نے دیلفی کے جاتریوں پر بہت سی سختیاں عائد کی ہیں اور اُن پر ہر طرح کا باب ۲۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ نکاح کیا ہوگا۔ اگاریستہ کے عاشقوں کے ناموں کی صحت کا کوئی ثبوت نہیں، کیونکہ جو کچھ مواد ان میں سے چند کی نسبت دستیاب ہوا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم بعض تو کسی حالت میں سنہ ۵۷۰ ق م میں اگاریستہ سے نکاح کے متمنی نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن یہ بعید از قیاس نہیں کہ ان امیدواروں میں سے ایک ہپوکلئی دیس بھی تھا۔ اصل میں مقابلہ اُس کے اور میگاکلیس کے مابین تھا، اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے نام نہایت آسانی سے اختراع کیے جا سکتے ہیں ہمیں یقین ہے کہ اس قصے کی بنیاد واقعات پر ہے، اور عاشقوں کے یک جا ہونے میں کوئی امر بعید از قیاس نہیں ہے۔ اس واقعے سے کہ اُن یونانی ریاستوں میں جہاں سے امیدوارِ ازدواج کے آئے تھے، ہمیں ساموس، خالکِس وغیرہ کے مجموعے میں سے کسی ریاست کا نام نہیں ملتا، بلکہ صرف اُن مملکتوں کے نام ملتے ہیں جو اُن کے مخالف گروہ، ایریتریا، ملطہ وغیرہ میں شامل تھے (جسمیں ایپی دامنوس بھی شریک تھا)، بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس قصے میں حقیقت کے کچھ عناصر موجود ہیں۔ میں نے اس سے اپنے رسالہ "منازعۂ طویل" Lange Fehde میں بحث کی ہے۔ اس قصے میں اُس زمانے کے عادات و اطوار کی ایک عمدہ تصویر نظر آتی ہے، لیکن ساتھ ہی ہمیں اسکی عام روش کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ اسمیں عشاق کے قدیم قصوں سے ایک دلچسپ تباین ظاہر ہوتا ہے، جو ہیلن اور پینے لوپے کے عاشقوں کے قصوں کی طرح ہمیشہ قتل و غارت، جنگ و فساد پر ختم ہوتے ہیں۔

ڈنکر (۶ $\frac{۸۸}{۸۹}$) نہایت عمدگی سے اس رائے کا اظہار کرتا ہے کہ آرگوس نے اڈراستوس کو نمایاں کھیلوں کے موقع پر اُسکی معزولی کا معاوضہ دیا تھا۔ دیونی سوس کی پوجا کو جو ترجیح دیگئی وہ پری آندر کے طرز عمل کے مماثل ہونیکی وجہ سے قابل لحاظ ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کلِس تھنیس نے سکیونی حکمرانوں کی فہرست میں سے وہ سب نام قلمزد کر دئے جو سکیون کی آزادی کے نظریے کے مطابق نہ تھے اور زمانۂ حال کی تحقیق و تدقیق کے ذریعے سے یہ امر تقریباً پایۂ ثبوت کو بھی پہنچ گیا ہے۔ تاریخ کے قطع و برید کی یہ ایک اور مثال ہے۔ مقابلہ کرو بُوسولٹ "تاریخ یونان" Busolt : G.G جلد ۱، ۴۶۹ ؁

ظلم وستم روا رکھتے ہیں۔ اس انجمن میں ایتھنز کا قائم مقام سولن تھا لہذا اپنے شہر کی جانب سے اُس نے ڈیلفی کی حفاظت کے لیئے ایک تحریک پیش کی۔ ایتھنز کے علاوہ سِکیون اور تھسلی دونوں نے مداخلت کے لیئے آمادگی ظاہر کی؛ لیکن اس جنگ میں جو تقریباً ۵۹۰ ق م میں ہوئی، باوجود ان حلیفوں کی جرأت وہمت کے حسب دلخواہ کامیابی نہیں ہوئی، لہذا انھوں نے ایک تدبیر ایسی نکالی جو عام طور پر جنگ میں ممنوع سمجھی جاتی تھی یعنی دشمن کا پانی بند کردیا۔ کریسا کی اراضی اپولو، ارتیمس، لیتو اور اپولو پرونیا کے نام پر معنون تھی، لہذا ڈیلفی کے پجاری بین قومی قانون کے ماتحت ایک کلیسائی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ کِلس تھنیس نے مال غنیمت کے اُس حصے سے جو اُسے ملا تھا، سکیون میں متعدد ایوان اور مجسمے تعمیر کیئے، اور اسی لیئے یہ شہر یونانی فنون لطیفہ کے میدان میں یادفوت شمار ہونے لگا۔

اس خودسری کی یہ آرزو تھی کہ اپنے چھوٹے سے شہر کو آرگوس کا (جو شمال ومشرقی پیلوپونیزیوں کا سرگروہ تھا) مدمقابل بنا دے۔ یونانیوں میں یہ قاعدہ جاری تھا کہ حالات موجودہ کو افسانہائے ماضیہ کی مناسبت سے قرین انصاف ٹھہرایا جاتا تھا، لہذا اسی اصول کا اتباع کرتے ہوئے آرگوسیوں نے یہ دعوے کیا کہ اَدراستوس نے آرگوس پر حکمرانی کے زمانے میں سِکیون پر بھی حکومت کی تھی۔ اس کے برخلاف کِلس تھنیس یہ کہہ سکتا تھا کہ اَدراستوس نے دراصل آرگوس کو سکیون کے فرماں روا کی حیثیت سے فتح کیا تھا، اور اسی نوع کے دوسرے افسانوں کی طرح اس کی تاویل بھی کچھ مشکل نہ ہوتی؛ لیکن اس قسم کے دل خوش کن استدلال سے کِلس تھنیس کو اطمینان قلبی حاصل نہیں ہوسکتا تھا، لہذا اُس نے یہ کوشش کی کہ اَدراستوس کے جسم سے گویا سکیونی سورما کا جامہ ہی اُتار کر پھینک دے۔ سب سے پہلے تو اُس نے فتئیہ کی رائے لی، لیکن اس کا جواب حسب دلخواہ نہیں ملا۔ اس کے بعد اُس نے ایک طبعزاد طریق پر عمل کیا، یعنی اُس نے تھبزیوں سے یہ استدعا کی کہ وہ اپنے سورما میلانی پوس کو (جس نے اَدراستوس کے

باب ۲۲

حملے کے موقع پر تھبزیوں نہایت جانفشانی اور تندہی سے دشمن کی مدافعت کی تھی) سکیون کے نام منتقل کر دیں۔ تھبزیوں کو اس کی یہ چاپلوسی نہایت پسند آئی اور اور اُس کی خواہش کے مطابق عمل کیا۔ اس پر کلس تھینیس نے میلانی پوس کے نام پر پری تانیوم میں ایک پتھر بنایا، اور جو اعزاز اڈراسٹوس کا کیا جاتا تھا اس کا ایک حصہ اُس کے لیئے وقف کر دیا؛ ساتھ ہی سانگی گیتوں میں اُس کے نام کی بجائے دیونی سوس کا نام شامل کر دیا۔ ان تمام باتوں کے باوجود بھی اُسے حسب دلخواہ اطمینان نہیں ہوا، (بلکہ ہیروڈوٹس کے بیان کے بموجب اُس نے سکیون کے چار قبیلوں کے دوریائی ناموں کی بجائے توہین آمیز لقب مقرر کر دیئے اور خود اپنے قبیلے کے لیئے ایک معزز نام یعنی آرخے لوئی ("حکام قوم") تجویز کیا؛ ہی لیس اب ہیاتائے ("سوٗر بچے") دیماتائیس خوریاتائے ("خنزیر") اور پامفی لی اونیاتائے ("بچۂ خر") ہو گئے ہیروڈوٹس یہ نہیں کہتا کہ ان تین ذلیل قبیلوں کے سیاسی اختیارات سلب کر لئے گئے یا نہیں، لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ اس ذلت آمیز سلوک کیساتھ اُن کے شہری حقوق میں بھی ضرور کمی ہو گئی ہوگی۔ واضح ہو کہ کلس تھینیس کے انتقال کے ساٹھ سال کے بعد تک یہ نئے نام مروج رہے ؏۔

معلوم ہوتا ہے کہ کلِس تھینیس کے کوئی اولاد نرینہ موجود نہ تھی بلکہ صرف ایک لڑکی اگارِستہ نامی تھی جس کے لیئے اُسے ایک ممتاز شوہر کی تلاش تھی۔ کلِس تھینیس کی دولت مملکت یونان میں مشہور ہونے کی وجہ سے اس رشتے کے لیئے نبیل اور شریف خاندانوں کے امیدواروں کی کچھ کمی نہ تھی۔ ہم اس امر سے واقف نہیں ہیں کہ اولمپیا کی دوڑ میں اول آنے کے کتنے عرصے کے بعد اُس نے ان امیدواروں کو سکیون آنے کی دعوت دی، لیکن ہمیں ان امیدواروں کے نام معلوم ہیں جو کلس تھینیس کے دروازے پر حاضر ہوئے؛ یہ مفصلۂ ذیل تھے:۔ سمِنڈریداس ساکن سیبارس، جو اپنے زمانے کا سب سے عیش پرست شخص تھا؛ داماسوس ساکن سیرِس، جو مفکر امیرِس کا بیٹا تھا؛ امفیم نس توس ساکن اپی دامنوس؛ مالیس ساکن اتولیہ جو مشہور

باب ۲۲ پہلوان تیوزموس کا بھائی تھا؛ اَمیانوس ساکن طرابزون (ملک آرکیڈیا)؛ لافانیس ساکن ازانیہ؛ ادونامستوس ساکن ایلیس؛ لیورکدیس ولدفئ دون ساکن آرگوس؛ دیاکوتریداس ساکن کرانون، ملک تھسلی؛ الکون ساکن ملک مولوسی؛ لیسانیاس ساکن اریتریا؛ اور ایتھنز کے دو شریف عالیخاندان نوجوان یعنی ہیوکلئی دیس اور الکیمونی میگاکلیس۔ کلس تھنیس کو یہ دونوں ایتھنزی باقی سب امیدواروں سے زیادہ پسند آئے، اور ان دونوں میں سے اُس نے ہیوکلئی دیس کو ترجیح دی۔ لیکن عین انتخاب کے دن ایک نیا شگوفہ کھلا۔ یہ قرار پایا تھا کہ ایک دعوت کے موقع پر جملہ امیدوار اپنے اپنے معاشری اوصاف کی نمائش کریں گے۔ ان میں سے ہیوکلئی دیس نے فن رقص میں کمال دکھایا؛ گو کلس تھنیس کی نظر میں وہ پورا نہیں اُترا۔ لیکن جب اُس نے میز کے وسط میں سر کے بل کھڑے ہو کر اپنے پاؤں ایک دوسرے سے مارنے شروع کئے تو کلس تھنیس سے رہا نہ گیا اور اُس نے فوراً میگاکلیس کے نام کا اعلان کرا دیا۔ یہ خبر سنتے ہی ہیوکلئی دیس کی زبان سے نکلا کہ "ہیوکلئی دیس کو کیا پروا"، اور یہ فقرہ یونانی زبان میں ضرب المثل ہو گیا۔ مقابلے کے اختتام پر کلس تھنیس نے ہر امیدوار کو ایک ایک تالنت* بطور انعام کے نذر کیا۔

کلس تھنیس کا بھی تاریخ میں ایک خاص رتبہ ہے لیکن وہ پری آندر سے بالکل مختلف ہستی تھا۔ پری آندر کے انداز میں اُداسی اور پستی پائی جاتی ہے، لیکن کلس تھنیس ہمیشہ ہنستا بولتا نظر آتا ہے۔ کلس تھنیس جو کرتا ہے سمجھ کے کرتا ہے، اپنے ہمعصروں کو پورے طور پر بھانپ لیتا ہے اور اُنکا اور اُن کے معبودوں کا مذاق اُڑاتا ہے۔ جب ادراستوس کا جانی دشمن میلانی پوس ایک دروازے سے داخل ہوتا ہے تو ادراستوس کو دوسرے دروازے سے نکل جانا پڑتا ہے، اور قدیم شریف خاندانوں میں سے

---

*ایک تالنت = تقریباً سماسے۹ روپے۔

باب ۲۲

ایک ایک فرد کو سرکاری خطاب "بچۂ خنزیر" کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ اگارِشتہ کے عاشقوں کے قصے کے انجام کی بنا پر بلاشبہہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کلِس تھنیس نے ہپوکلیئ دیس کے بھگانے کے لیئے ایک جال پھیلایا تھا جس میں وہ بے دھڑک پھنس گیا۔ میگاکلیس کے جانشینوں نے کلِس تھنیس خودسر سکیون کی طرح انسانوں کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے میں عیاری اور چالاکی سے کام لیا۔ ظاہر ہے کہ کلِس تھنیس نے نہایت ہوشیاری سے حکومت کی ہوگی ورنہ اس کی اصلاحیں اتنی دیرپا ثابت نہ ہوتیں، اور جب ان اصلاحات سے گریز کیا گیا تو سکیون کو اسپارٹا کا ماتحت ہوجانا پڑا[۱۰]۔

شمال ومغربی پیلوپونیز کے خودسروں میں سے ہم اس سے قبل ہی پروکلیس والیٔ اپی دوروس سے واقف ہوچکے ہیں، جو پیری اندر کا خسر اور اورخومینوس کے ایک امیر کا داماد تھا۔ پروکلیس کے دھوکا دیکے مسی نیوں سے جا ملنے کی وجہ سے آرکیڈیوں نے اُسے قتل کرادیا۔ میگارا کا خودسر تھیاگنیس پروکلیس سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ یہ شہر سمندر سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر دو پہاڑی قلعوں کے دامن میں جن کے درمیان ایک گھاٹی تھی، واقع تھا، جن میں سے مشرقی قلعے کا نام کاریا تھا۔ یہ ایک ترقی پذیر تجارتی قصبہ تھا اور جیسا ہم اس سے پہلے پڑھ چکے ہیں، یہاں سے متعدد نوآبادیاں دوسرے ممالک میں جاکر قائم ہوئیں۔ غالباً سلی نوس کی آبادکاری (۶۲۸ قم) کے بعد ہی تھیاگنیس طبقۂ ادنیٰ کی مدد سے یہاں کا حکمران بن بیٹھا[۱۱]۔ ہمیں اُسکے شہری کارناموں کے بارے میں بہت کم معلومات حاصل ہیں؛ پوسانیاس

---

[۱۰] غالباً ائس خنیس یہاں کا آخری خودسر تھا De Malign. Herod. ۲۱ ۔

[۱۱] تھیاگینیس کے لیئے ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۴، ۵؛ طوسی ڈیڈش ۱، ۱۲۶؛ پوسانیاس ۱، ۲۸، ۱؛ ۱، ۴۰، ۱؛ ۱، ۴۱، ۲؛ Plut. Qu. Gr. ۱۸۔ مقابلہ کیا جائے پلاس Plass جلد ۱، ۱۷۶، ۱۷۷؛ بوسولٹ: "تاریخ یونان" Busolt: G.G جلد ۱ صفحہ ۴۹۷ وغیرہ۔

اپنی کتاب میں ایک نہایت عمدہ کاریز کا ذکر کرتا ہے جو اس نے تعمیر کیا تھا لیکن وہ ایتھنز کے اندرونی ہنگاموں میں ملوث ہوگیا، ہم دیکھیں گے کہ کیلون نے اس شہر میں خودسری حکومت قائم کرنے کی کوشش کی جس میں وہ ناکام ہوا۔ اس ناکامی کے بعد ایتھنز اور میگارا میں باہمی آویزش ہوئی اور بالآخر تھیاگینیس جلاوطن کردیا گیا۔ چھٹی صدی ق م کے آخری دور کے واقعات میگارا سے ہمیں بہت ہی کم واقفیت ہے، پچھلے باب میں اس کی خارجی تاریخ کے ایک واقعے کا حال بیان کیا جاچکا ہے، اور اس کی اندرونی تاریخ میں ایک انقلاب قابل ذکر ہے جس میں عوام نے اعیان کو شکست دی؛ لیکن چونکہ انھوں نے اپنے دور حکومت میں طرح طرح کے ظلم روا رکھے اس لئے انھیں بھی بالآخر نیچا دیکھنا پڑا اور ایک مرتبہ پھر اعیانیت برسر اقتدار ہوگئی۔ اگر ہم تھیوگنس کے اشعار کو قابل وثوق قرار دیں تو یہ باور کرنا پڑے گا کہ آخرکار عوام اور اعیان باہم متفق ہوگئے، لیکن اس واقعے کی سند محض اس شاعر کے مرثیے ہیں اور ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ تمدن یونان کا ایک نہایت قابل لحاظ فرد گزرا ہے۔ وہ خود ایک نجیب خاندان کا فرد تھا اور اس کے مرثیوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے ذات کی قیود کا بہت کچھ خیال تھا، جن کا اظہار وہ نہایت تیزی اور طراری سے مزاح آمیز الفاظ میں کرتا ہے[۱۳۱]۔

---

۱۳۱ ویلکر Welcker نے تھیوگنس کے مرثیوں کو شائع کیا ہے (تھیوگنس: "باقیات" Theognis : Peliquiae فرانکفورٹ سنہ ۱۸۲۶ء)؛ اسکا مقدمہ خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔ حال کی تصانیف میں سے منجملہ اور کتابوں کے بوسولٹ: "لکدیمونیان" Busolt : Die Lakedaimonier ۱، ۲۳۶/۲۴۴، ۲۸۴/۲۹۴۔ نیز ڈنکر ۶، ۲۸ وغیرہ میں میگاری معاملات کا مفصل بیان ہے جو تھیوگنس پر مبنی ہے، مقابلہ کرو ف، کانر: "ایتھنز و میگارا میں سیاسیات اور سیاسی فریق بندی" F. Caner. Parteien und Politiker in Megara und Athen ٹیوبنگن سنہ ۱۹۱۰ء۔

باب بست وسوم

ایشیائے کوچک کے یونانی اور لیدیہ اور ایران کے ساتھ اُن کے جھگڑے

دوریانی حملے کی وجہ سے یورپ میں تو یونانی تہذیب وتمدن کی ترقی رُک گئی، لیکن سرزمین ایشیا میں اس کو بہت کچھ فروغ حاصل ہوا۔ قدرت نے ایشیائی یونانیوں میں سرفروشی کی قابلیت اور مہمات سرکرنے کی جرأت وہمت ودیعت رکھی تھی، جس کی وجہ سے وہ دور دراز ممالک میں سفر کرنے سے ذرا نہ جھجکتے تھے؛ یہی سبب تھا جس کے باعث اُنھوں نے دور و دراز ساحلوں پر نوآبادیاں قائم کیں اور یونان کا نام بحیرۂ اسود کے ساحلی ممالک، لبیہ اور اٹلی میں زبان زد خواص وعوام ہوگیا۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایشیائے کوچک کے یونانیوں کی قومی ہستی، جنھوں نے اپنی قوم کا نام روشن کردیا تھا، ہرگز محفوظ نہ تھی۔ وہ برّ اعظم ایشیا کے کنارے پر رہتے تھے جس کے اندرونی حصے میں ایسی بڑی اور طاقتور سلطنتیں قائم تھیں جن کی مادّی قوت وسطوت یونان سے چند در چند زیادہ تھی اور جن کی تہذیب وتمدن یونان کی تہذیب سے کہیں قدیم تر اور بہت سے حالات کے اعتبار سے بہت ارفع واعلیٰ تھی۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے یونانیوں کے اتنے عرصے تک اپنی خود مختاری اور آزادی قائم رکھنے کے بہت سے بیرونی اسباب تھے، جن میں امتداد زمانہ سے تبدیلی پیدا ہوگئی؛ لیکن سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اُن کی ہمسایہ اقلیمی سلطنتوں کی نگاہ میں ساحل بحر کی کوئی

باب ۳۳ خاص وقعت نہ تھی، لہٰذا انھوں نے کاریائیوں اور دیگر آبادکاروں کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ رکھا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس روش میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہوگئی؛ یعنی اندرون ملک میں سمندر سے قریب ہی ایک ایسی عظیم الشان سلطنت قائم ہوئی جس کے حکمران ساحل تک پہنچنے کو نہایت ضروری سمجھنے لگے، اور جب انھیں یونانی بندرگاہوں کی روز افزوں ترقی کا علم ہوا تو انھیں اُن پر قبضہ کرنے کی خواہش پیدا ہوگئی۔ دریائے ہالیس کے مغرب میں جو دو قومیں، لیدوی اور افروجی، رہتی تھیں، ان میں سے افروجی کہیں زیادہ قدم بڑھانے کے شوقین اور اُن کی خواہش صرف تجارتی فوائد ہی تک محدود نہ تھی بلکہ وہ اپنے آبائی ملک کی سرحدوں سے باہر اپنا حلقۂ اقتدار وسیع کرنے کے بھی خواہاں تھے۔ یہ دونوں ملوکیتیں عرصۂ دراز تک دوش بدوش قائم رہیں، یہاں تک کہ غالباً ساتویں صدی ق م کے اختتام پر لیدیہ والوں نے افروجیہ کا اپنے ملک میں الحاق کرلیا۔ ان کے اور یونانیوں کے مابین مذہبی معاملات اور عام تہذیب وتمدن میں کوئی خاص تباین نظر نہیں آتا؛ مثلاً ایک طرف تو گوردیوس اور میداس کی حیثیت تقریباً یونانیوں کی سی ہے، اور دوسری جانب لیفے سوسی ازتیمس اور اُمّے زنون کو یونانی مذہب کے زمرے میں شامل کرلیا جاتا ہے۔ اسی طرح جہاں تک افسانوں کا تعلق ہے، پیلوپس کو مشکل سے کوئی یونانی اجنبی تصور کرتا ہوگا؛ اور ہم ساتویں صدی ق م میں اسپارٹا میں ایک مزاری شاعر الکمان کا نام پڑھتے ہیں جو شہر سارڈس سے پابزنجیر اسپارٹا لایا گیا تھا۔ ہم اسے بہ آواز بلند فخریہ انداز سے کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ وہ کوئی تھسالوی یا اکارنانی نہیں بلکہ مشہور آفاق شہر سارڈس کا باشندہ ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے گمان میں یونان کی سب سے بڑی مملکت کی شہریت ایک تھسالوی کی بہ نسبت ایک لیدوی کے لیے زیادہ موزوں و مناسب تھی۔ یہ ایک عجیب وغریب واقعہ ہے کہ ایشیائے کوچک کے یونانیوں میں سب سے ترقی یافتہ جو قوم تھی اسکا ساتھ

اندرون ملک کی سب سے زیادہ اقبالمند قوم سے ہوا، اور دونوں نے ایک دوسرے پر نہایت گہرا اثر ڈالا۔ ایولیائی تو اس حصۂ ایشیا کے شمال میں اور دوریائی جنوب میں آباد تھے، لہذا انھیں اندرون ملک کے باشندوں سے زیادہ خطرہ نہ تھا؛ اس کے برعکس ایونیائی ہرموس، کیسترا اور میاندر کی ندیوں کے کناروں پر آباد تھے جو ملک لیدیہ کو سیراب کرتی تھیں، چنانچہ لیدیہ کے باشندوں کو خود بخود اُن بلدیات میں جو ان ندیوں کے دہانوں پر آباد تھے، یعنی فوکیہ، سمرنا، ایفےسوس اور ملطیہ میں فطری دلچسپی پیدا ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ جس وقت لیدیوں نے اپنے آپکو ایونیائیوں سے زیادہ طاقتور تصور کرنا شروع کیا، فوراً ان دونوں میں باہمی تنازعہ بالکل ناگزیر ہوگیا:

یہ جھگڑا اُس خاندان کے دور حکومت میں پیش آیا جسے افسانوں میں لیدوی قوم کا تیسرا خاندان شاہی شمار کیا گیا ہے۔ لیدیہ کے تخت پر اولاد آتیس کے بعد ہرقل کی اولاد بیٹھی، جس کی بابت طرح طرح کے افسانے مشہور تھے۔ شاہ ادیاتیس کے بعد اُس کے بیٹے کادیس اور آردیس تخت نشین ہوئے؛ ان میں سے کادیس نے تو صرف قلیل مدت تک حکومت کرکے وفات پائی، اور آردیس کو جلاوطن کردیا گیا۔ آردیس نے سائردس سے کیمے جاکر پہیہ سازی کی ایک دوکان کھول لی اور جبتک کہ اُسے اپنا آبائی ملک واپس نہ مل گیا برابر یہی کام کرتا رہا۔ سادیاتیس ولد آردیس خفیہ طور پر ایک ہرمنادی مسمی داسکی لوس کے ساتھ فرار ہوگیا تھا۔ اب میلیس اور میرسوس کے بعد سادیاتیس (جسے ہیروڈوٹس کاندولوس کے نام سے مخاطب کرتا ہے) تخت پر بیٹھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہرمنادی خاندان کے افراد اپنے دشمنوں کے ظلم وستم سے تنگ آکے ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے، اور اب سادیاتیس کے عہد حکومت میں داسکی لوس کے پوتے گیس نے اپنی جلاوطنی سے واپس آکر پہلے تو دربار شاہی میں رسوخ پیدا کیا،

باب ۲۳ — اور پھر بادشاہ کو قتل کرکے خود تخت پر بیٹھ گیا[1] اس طرح ہرقلی خاندان شاہی کا خاتمہ ہو کر اب مرمنادی خاندان کے دور کی ابتدا ہوئی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ انقلاب سہولت اور آسانی سے انجام کو نہیں پہنچا، اس لئے کہ لیدیہ کے باشندے اپنے قدیم حکمرانوں کے خاندان کو بغیر جھگڑے کے صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے تیار نہ تھے۔ لہٰذا گی گیس نے خانگاہ دیلفی سے استفسار کیا، اور وہاں سے اسی کے حق میں فیصلہ صادر ہوا۔ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ گی گیس نے دیلفی والوں کو چھ طلائی پیالے جن میں سے ہر پیالہ تیس تالنت وزن کا تھا بھیجے؛ بلاشبہ اس نے اس تحفے کا وعدہ پیشتر ہی سے کر لیا ہوگا اور اسے مقدس پجاریوں نے نہایت شکریہ و امتنان کے ساتھ قبول کیا ہوگا۔

گی گیس نے یہ تصفیہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے ملک کے قدرتی بندرگاہوں پر اپنا تسلط ضرور قائم کریگا، اور جب اس نے یونانی بلدیات پر حملہ کیا تو

[1] ہیروڈوٹس ۱، ۸ وغیرہ، نکولاؤس دمشقی جزو ۴۹ (میولر) جس نے غالباً اپنا بیان زانتھوس سے اخذ کیا ہوگا؛ Plut. Q. Gr. ۴۵۔ متقدمین کے بیانات میں آخری ہرقلیوں کے ناموں اور ترتیب جانشینی کی بابت بہت کچھ اختلاف ہے۔ گی گیس کی انگشتری کے متعلق Plut.Rep ۲، ۳۵۹، ۱۰ میں جو قصہ بیان کیا گیا ہے وہ بالکل فرضی معلوم ہوتا ہے۔ شوبرٹ: بعد تاریخ ملوک لیدیہ" Kaenige R. Schubert: Geschichte der on Lydier 1884 رادے: لیدیہ" Radet: La Lydie پیرس ۱۸۹۳ء۔

زانتھوس اور ہیروڈوٹس کے بیان کے مطابق تسلسل سنین مفصلۂ ذیل ہے:

گی گیس کی تخت نشینی ۶۹۹ق م؛

الیاتیس سوم (اردیس) ۶۶۳ق م؛

سادیاتیس دوم ۶۲۵ق م؛

الیاتیس چہارم ۶۱۰ق م؛

کریسوس ۵۶۱ق م تا نہایت ۵۶۰ق م؛

یونانیوں نے اُس کی خفیف مدافعت پر اکتفا کیا اور اُس پر اتنی قوت صرف نہ کی کہ اُسے شکست ہو جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں باہمی کوئی سیاسی ربط نہ تھا؛ تمام ایشیائے کوچک کے یونانی تو کجا، ایک قبیلے کے افراد بھی باہم متحد و متفق نہ تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ گی گیس نے سب سے پہلے مگنیشیا پر حملہ کیا، جو سارڈس کی طرح دریائے ہرموس کی وادی میں کوہ سیپی لوس کے شمالی ڈھال پر آباد تھا، اور وہ بہ نسبت پایۂ تخت لیدیہ کے سمندر سے قریب تر واقع تھا؛ مگر چونکہ ساحل سے ذرا دور تھا اس لیئے اسے اندرونی شہر تصور کیا جاتا تھا[۲]۔ ساحل سے بُعد کی وجہ سے یہ ممکن تھا کہ بیرونی ممالک سے

۲؎ مگنیشیا کے خلاف جو مہم سر کی گئی اُس کے لیئے مقابلہ کرو نکولاؤس دمشقی جزو ۶۲ (میئولر)۔ نکولاؤس یہ نہیں کہتا کہ یہ مگنیشیا اس نام کا شمالی شہر تھا۔ زمانۂ حال کے مورخوں کے نزدیک تسخیر مگنیشیا محض قصہ کہانی سے زیادہ نہیں ہے۔ گی گیس کے عہد کے واقعات، مرمنادی خاندان کے عروج، اس کے اسباب اور تسلسل واقعات کے لیئے دیکھو گیلٹزر: "عہد گی گیس" Geltzer: Das Zeitalter des Gyges; Rh.mus 30 & 35 ص ۱۵۱/۱۸۶؛ رادے: "لیدیہ" Radet: La Lydie رادے کے نزدیک گی گیس نے سکے ایجاد کیئے۔ وہ کہتا ہے کہ گی گیس کی خواہش تھی کہ یورپی یونانیوں کے ساتھ محالفہ کرے اور ایشیائی یونانیوں پر حمیہ قائم کرے۔ کیمیریائیوں نے جب آخری فتوحات کیئے ہیں تو ان کا قائد لیگد امس تھا، جس کے نام سے اس کا لیدوی الاصل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ رادے صفحہ ۱۸۰۔

اشوربنی پال کے لیئے اسمتھ: "تاریخ اشوربنی پال" Smith: History of Assurbanipal صفحہ ۶۴ وغیرہ اور رالنسن: "مغربی ایشیا کے پیکانی نوشتے" Rawlinson: Cuneiform Inscriptions of Western Asia ۹۵/۲۵ وغیرہ، عام حالات کے لیئے مطالعہ کرو مے یر: "تاریخ قدیمات" Meyer: G. d. A. ۵۲۴ وغیرہ۔ مے یر دیگر مصنفوں کے ساتھ اسے قرین قیاس سمجھتا ہے کہ کیمیریائی ایشیائے کوچک کے مشرق کی طرف ہو کر نہیں بلکہ تھریس کے راستے سے آئے ہوں، اور

باب ۱۳

اُس کے رسل و رسائل منقطع کر دیئے جائیں، چنانچہ غالباً گی گیس نے اُسے اپنا مطیع کرنے کا یہی طریقہ اختیار کیا۔ جب اُس نے شہر سمرنا[1] پر حملہ کیا تو اول تو یہاں کے باشندے میدان جنگ میں ناکام ہوئے اور لیدوی لشکر نے اُنھیں شہر کی طرف بھگا دیا؛ لیکن بالآخر کامیابی کا سہرا اُنھیں کے سر رہا۔ اسی طرح جب اُس نے ملطیہ پر فوجکشی کی تو یہ بھی بیکار ثابت ہوئی۔ یہاں سے وہ کولوفون آیا، اور بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے شہر کو فتح کر لیا، جس سے یہ نتیجہ نکالنا بیجا نہ ہوگا کہ وہ قلعے کو مغلوب نہ کر سکا۔ انجام کار حملہ آور اور محصورین میں ایک محالفہ ہو گیا، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف تو گی گیس نے اپنے دعوے کم کر دیئے اور دوسری جانب اُسکے معاوضے کے طور پر شہر والوں کو چند رعایتیں حاصل ہو گئیں۔ بہر حال اس میں شبہ نہیں کہ گی گیس کے عہد میں لیدیہ نے عظیم الشان ترقی کی، لیکن اُس کی زندگی کا انجام اچھا نہ ہوا۔ بحیرۂ اسود کے شمالی ساحل پر ایک قوم کیمیریائی آباد تھی، جسے اسکیتھیوں نے اپنا وطن مالوف چھوڑنے پر مجبور کیا تھا، اور اب وہ جوق جوق اُن ممالک میں داخل ہونا شروع ہو گئے جو اس بحیرے کے جنوب میں واقع تھے۔ اس قوم کے جو منتشر حالات ہم تک پہنچے ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں صدی ق م کے وسط میں اُنھوں نے مغربی ایشیائے کوچک پر جو حملہ کیا تھا وہ اپنی نوع کا پہلا حملہ نہ تھا، بلکہ اس سے قبل بھی یعنی آٹھویں صدی ق م میں ہی وہ اپنے آبائی وطن کو ترک کر کے ان ممالک میں نمودار ہو چکے تھے۔ اشور بنی پال کے نوشتوں سے (جو غالباً ۶۶۹ ق م میں تخت اشوریہ پر بیٹھا) یہ معلوم ہوتا ہے کہ گی گیس ان کیمیریائیوں سے کسی لڑائی میں مارا گیا۔ وہ کہتا ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ یہاں سے اُنھوں نے اپنے ساتھ تریریس کو لیا۔ ہیروڈوٹس ۱، ۱۵ میں بیان کرتا ہے کہ آردیس کے زمانے میں کیمیریائیوں نے ساردس کو فتح کر لیا تھا نیز مقابلہ کرو ہیروڈوٹس ۴، ۱۲ اور شٹائن کے حواشی پر۔

باب ۱۳

گی گیس نے جو ملک لیدیہ کا حکمراں تھا اپنے سفرا شاہ اشوریہ کے پاس اظہار وفاشعاری وعقیدتمندی کے لیے روانہ کیے۔ اس واقعے کے بعد ہی فرماں روائے لیدیہ کو کیمیریائیوں سے جنگ آزما ہونا پڑا، جس میں اُسے فتح ہوئی اور اُس نے اُن کے دو سرداروں کو پابجولاں نینواہ بھیج دیا۔ لیکن اشور بنی پال کے قول کے مطابق گی گیس نے اپنے عہد وپیماں کو توڑ دیا، اور اس کی بجائے اُس نے پسامتِکی (پیسامطیق) والی مصر کو، جس نے اشوریہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا، مدد بھیجی۔ اس پر اشور بنی پال نے اپنے معبودوں یعنی اشور اور اِشتار سے دعا مانگی کہ وہ اپنے اثر سے گی گیس کی لاش اُس کے دشمنوں کے سامنے پھنکوا دیں۔ گی گیس نے بعینہ اسی طرح سے اپنی جان دی یعنی کیمیریائیوں سے لڑتے لڑتے مارا گیا، اور اُس کے جانشینوں نے بالآخر شاہ اشوریہ کی فرماں روائی تسلیم کرلی۔ کیمیریائیوں نے گی گیس کا خاتمہ کرنے کے بعد ایفِسوس کی اَرتمیس کا بت خانہ جلا کر خاکستر کر دیا؛ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ وہ اسکے جانشین آردیس کے عہد میں لیدیہ واپس آئے، اور علاوہ قلعے کے شہر ساردس پر قبضہ کرکے ایونی بلدیات کو تاخت وتاراج کیا۔ رفتہ رفتہ اُن کی قوت واقتدار میں زوال آنا شروع ہوا، اور آرڈیس کے عہد حکومت کے اختتام پر لیدیہ کو اُن کی طرف سے زیادہ خطرہ باقی نہیں رہا یہی کیفیت اُس کے جانشین سادیاتیس کے عہد کی تھی؛ اس کے بعد آلیاتیس نے جس نے سنہ ۶۱۰ ق م سے ۵۶۱ ق م تک حکومت کی، انھیں شکست دیکر ان کا خاتمہ کر دیا۔

لیدیہ کے ان بادشاہوں کے یونانی بلدیات سے جو تعلقات تھے اُن سے ہمیں بہت ہی کم واقفیت ہے۔ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ آرڈیس نے ملطہ پر حملہ کیا، لیکن اُسمیں اُسے کامیابی نہیں ہوئی۔ بہرحال آرڈیس نے پری اینے پر قبضہ کرلیا اور سادیاتیس نے سمِرنا پر ایک مُہم کو روانہ کیا[۱] اور ملطہ پر

---

[۱] سادیاتیس کی سرفروشیوں کیلیے ہیروڈوٹس ا، ۱۶، ۱۸؛ نکولاؤس ساکن دمشق، جزو ۶۳ دمیوکس۔

قبضہ کرنے کی کوشش کی جس کا خودسر حکمراں تھراسی بولوس تھا۔ وہ باب ۲۳
اور اُس کے جانشین دونوں نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ ہر سال ملطہ
کی طرف جاتے اور شہر کے چاروں طرف کی اراضی کو تباہ و برباد کرکے
چلے آتے۔ ملطی اس سے نہایت پریشان ہوئے لیکن علاوہ خیوسیلیوں
کے کسی اور بلدیے کے باشندوں نے ان کا ساتھ دینا پسند نہ کیا۔
بالآخر ایک خاص واقعے نے صورت حال کو نازک تر کر دیا۔ ہوا یہ کہ
الیاتیس نے بلا سوچے سمجھے ملطہ کے قریب اسے سوس کا بت خانہ جلا
دیا، جس کے کفارے کے طور پر اُسے از سر نو تعمیر کرنا لازم ہوا جو بغیر
التوائے جنگ کے ناممکن تھا۔ پری انڈر نے تھراسی بولوس کو یہ اطلاع
دی کہ الیاتیس ضرور التوائے جنگ کی درخواست کرے گا، لہٰذا جب
لیدیہ کے سفرا تھراسی بولوس کے پائے تخت پہنچے تو اُس نے حکم دیا کہ
ملطی نہایت فراخ اور بلند حوصلگی سے دعوتوں اور خوشی و مسرت کے
جلسوں میں شریک ہوں تاکہ سفیروں پر یہ اثر پڑے کہ تھراسی بولوس یا
اُس کے ہم وطنوں کو جنگ کی وجہ سے مطلق تردد نہیں ہے۔ جب سفیروں
نے صورت حال کی خبر الیاتیس کو دی تو اُس نے فوراً صلح کر کے ملطہ
کے ساتھ محالفہ کر لیا۔ سمرنا اور سارڈیس کے قرب کی وجہ سے
ان میں جو باہمی رقابت تھی وہ اُن کے لیے قطعاً ناقابل برداشت تھی
لہٰذا الیاتیس نے اس شہر پر قبضہ کر لیا۔[۵۶] اشترابو کہتا ہے کہ اس تسخیر
کے بعد سمرنا[۱] کے باشندے صدیوں تک اس غیر مستحکم شہر میں رہا کیے۔ سمرنا کے بعد

---

[۵۶] الیاتیس کیلئے ہیروڈوٹس ۱، ۱۶/۲۵ (اس کے مقبرے کیلئے ۱، ۹۳)؛ نکولاؤس ساکن دمشق، جزو
۶۴ (میولر)؛ اشترابو ۱۴، ۱، ۶۴۶۔ سمرنا کے حالات کیلئے مقابلہ کرو ڈنکر ۲، ۴۴۴؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ
"دو کومیدون" کے معنی لازماً "متعدد مقامات عامہ" کے نہیں ہیں؛ ممکن ہے کہ پبلک مقام ایک ہی ہو۔ سمرنا کی تجارت فوکیہ نے
چھین لی جب فوکیہ کو ایرانیوں نے تباہ کر دیا تو افیسوس کی تجارتی اہمیت بہت بڑھ گئی۔ ریمزے: "ایشیائے کوچک" Ramsay:
Asia Minor ۶۲ ہیڈ نے اپنی "فہرست عجائب خانہ برطانیہ" (الیونیہ) Head: Cat. Brit.
Mus. Ionia لندن ۱۸۹۲ء صفحہ xv وغیرہ میں لیدیہ اور الیونیہ کے سکوں کا تذکرہ کیا ہے۔

اُس نے کلازومے نائے پر حملہ کیا، لیکن یہاں اُسے شکست فاش اُٹھانی پڑی۔ لیدیہ والوں کے قبضے میں ایب سمرنا اور کولوفون ایسے نفیس بندرگاہ تھے، اور چونکہ اُنھوں نے ملطیوں سے مخالفہ کرلیا تھا اس لیئے ملطہ کا بندرگاہ بھی اُن کے حیطۂ اقتدار میں آگیا تھا۔ رہا لیعنی سوس، سو اُس کے اور لیدیہ کے باہمی تعلقات دیرینہ تھے، چنانچہ اس کے حکمران خاندان شاہی اور لیدیہ کے مرمنادی خاندان میں باہمی عزیزداری ہونے کی وجہ سے لیدیوں کو اُس کی طرف سے مطلق اندیشہ نہ تھا۔ شمال کی طرف لیدیہ والوں کے قبضے میں ادرامیتیم اور داسکی لیوم تھے۔ الیائیس نے اپنے پائے تخت کی مشرقی سرحد کو مفصلۂ ذیل طریقے سے محفوظ کرلیا، اسی سمت میں اشوریوں کی سلطنت کی جگہ میدیوں اور بابلیوں کی سلطنتیں قائم ہوگئی تھیں۔ ان میں سے میدیوں نے اسکیتھی حملہ آوروں کو اپنے ملک واپس جانے پر مجبور کیا تھا، اور اب وہ اپنے ملک کی سرحد کو شمال و مغرب کی طرف بڑھانے کے آرزومند تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ الیائیس اور میدیوں میں باہمی جنگ ہوئی جو سالہائے دراز تک برابر جاری رہی۔ اس جنگ کے اثنا میں ایکروز سورج گرہن پڑگیا (جس کے باب میں کہا جاتا تھا کہ اسکی طالیس نے پیش گوئی کی تھی)، اور چونکہ فریقین روشنی کے معبود کی پوجا کرتے تھے لہذا وہ دونوں انجام کے غور و فکر میں پڑ گئے آخر کار بابل کے بادشاہ اور کیلیکیہ کے سئے نسس* نے بیچ میں پڑکر لیدیہ اور میدیہ کے مابین صلح کرادی، جس کے مطابق دریائے ہالیس دونوں ملکوں کی درمیانی سرحد قرار پایا اور الیائیس کی بیٹی کا عقد سیاکزار (سیاوش) کے بیٹے اشتیاژ (افراسیاب) کے ساتھ ہوگیا۔[۵] الیائیس نے کاریہ والوں کو بھی

* کیلیکیہ کے فرماں رواکو سئے نسس کہتے تھے (مترجم اردو)۔

[۵] بعض کے نزدیک لیدیوں اور میدیوں کے درمیان لڑائیاں سنہ ۶۱۰ ق م میں ہوئی تھیں۔

باب ۲۳

مغلوب کرلیا اور اس طرح وہ دریائے ہالیس کے مغرب اور جبل طاروس کے شمال میں جملہ ممالک کا فرماں روا ہوگیا۔ اپنی زندگی میں اُس نے بے شمار دولت پس انداز کی جس کی نمائش اُس کے مرنے کے بعد کریسوس نے کی۔ الیاتیس کا مقبرہ عرصۂ دراز تک چار دانگ عالم میں مشہور رہا، اور خود ہیروڈوٹس اُس کے بیان میں لکھتا ہے کہ مصری اور بابلی مقبروں کے بعد اسی کا نمبر آتا ہے۔ اس کے نشیبی حصے کا محیط چھ ستادیا اور دو پلیتھرا (یعنی تقریباً ۱۲۸۰ گز) تھا، جس میں بڑے بڑے پتھر لگائے گئے تھے؛ اور اس کا بالائی حصہ مٹی کا تھا جس کے بنانے میں تاجروں، دوکانداروں، صناعوں، مزدوروں اور بازاری عورتوں نے مدد دی تھی۔ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ اُس نے خود اپنی آنکھ سے پانچ پیل پائے دیکھے جن کے بالائی حصوں میں ہر قسم کے معماروں کے کام کی مقدار اور نوعیت کندہ تھی، اور اُس کے مطالعے سے اُسے یہ معلوم ہوا کہ جملہ معماروں میں بازاری عورتیں سبقت لے گئی تھیں۔ اگر یہ واقعہ صحت پر مبنی ہے تو لیدوی قوم اپنے اخلاق کی طرف سے یقیناً مطمئن ہوگی۔ آج بھی لیدوی بادشاہوں اور امرا کی قبروں کے تودے دریائے ہرموس کی دوسری جانب سارڈس کے شمال میں نظر آتے ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سب سے بڑا، جس کا محیط اس وقت ۱۱۶۰ گز سے زیادہ ہے، الیاتیس کا ہی مقبرہ ہوگا۔

الیاتیس نے ۵۶۰ق م میں وفات پائی[۵۶]۔ منجملہ دیگر اولاد کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (دیکھو ڈنکر ۲، ۳۳۹)؛ لیکن بعض مورخ ۵۸۵ ق م کا تعین کرتے ہیں اور یہی قیاس حقیقت پر مبنی معلوم ہوتا ہے؛ دیکھو مےیر Meyer ۴۸۶ جہاں تاریخ ۲۸ مئی بتائی گئی ہے۔

[۵۶] کریسوس کے عہد حکومت کو مےیر (: "تاریخ قدیمہ" Meyer: G. d. A. صفحہ ۵۸۳) ۵۶۰ق م سے ۵۴۶ق م تک ہونا بتاتا ہے۔ واقعات ہیروڈوٹس

باب ۲۳ اس کے دو بیٹے کریسوس اور پنتالیون تھے جن میں سے دوسرے کی ماں یونانی تھی، اور گو دربار میں ایک فریق ایسا بھی تھا جو پنتالیون کو تخت پر بٹھانا چاہتا تھا، لیکن بالآخر کریسوس ہی تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر پینتیس سال کی تھی، اس کی سلطنت مرفہ الحال تھی، صیغۂ مالیات نہایت عمدہ حالت میں تھا، اور اس کی فوج کی تحقیر و تذلیل کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے آبا و اجداد کے منصوبوں کو پیش نظر رکھیگا یعنی ساحلی یونانی بلدیات کو اپنا مطیع کر لیگا۔ اگر یہ شہر متحد و متفق ہو کر جوش و خروش اور پوری قوت سے غنیم کے حملے کی مدافعت کرتے تو ممکن ہے کہ ان کی آزادی قائم رہتی اور شاہ لیدیہ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا، لیکن ان میں سے بعض کو تو کچھ پس و پیش تھا اور بعض کو آزادی کی مطلق پروا نہ تھی۔ ملطہ کے باشندے اپنے اس معاہدے پر قائم رہے جو انھوں نے لیدیہ کیساتھ کیا تھا، اور کریسوس نے ملطی اپولو کو دلفی کے برابر نذرانہ بھیج کر یہ دکھا دیا کہ اس کے دل میں دونوں کی مساوی وقعت ہے۔ دیگر بلدیات میں سب سے افضل ایفی سوس تھا، جس کے حکمران کا کریسوس سے کچھ جھگڑا ہو گیا جب اس نے ہتھیار رکھنے سے انکار کیا تو کریسوس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ منجنیقوں کے ذریعے سے شہر پر حملہ کریں۔ ان سپاہیوں نے شہر پناہ کا ایک برج گرا دیا، اور جب شہر والوں کو خیال ہوا کہ مبادا انھیں مغلوب ہونا پڑے تو ایسے نازک وقت وہ یہ چال چلے کہ شہر پناہ اور ارتیمس کے بت کدے کو (جن کے مابین سات ستادیا یعنی تقریباً پون میل کا فصل تھا) ایک رسی سے منسلک کر کے شہر کو بھی بت خانے کی طرح مامون و مصئون کر دیں۔ اس تدبیر کا اصل مقصد یہ تھا کہ

بقیۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۴۲۶ میں مذکور ہیں۔ کریسوس کے عہد حکومت کا بہترین حال راڈے: "لیدیہ" Radet: La Lydie میں ملیگا۔

باب ۱۳
کریسوس سے رحم و کرم کی درخواست کی جائے، اور اس میں انھیں کامیابی ہوئی۔ اس نے اس مندر کے لیئے پتھر کے ترشے ہوئے پیل پائے جن کی اسے بہت کچھ ضرورت تھی تحفۃً بھیجے، اور ارٹمیس دیبی پر سونا چڑھایا۔ ایفی سوس کے بعد بہت سے یونانی شہر جن میں ایونیائی اور ایولیائی بلدیات شامل تھے مسخر ہوئے، اور کریسوس نے اپنی خواہش کے مطابق اُن پر خراج قائم کیا۔ جب اُس نے ساحلی بلدیات فتح کر لیئے تو اُس کی نظر یونانی جزائر پر پڑی، لیکن ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ اُس زمانے کے مفکر بیاس سے مشورہ کرنے کے بعد وہ اپنے ارادے سے باز آیا۔ جب کریسوس نے بیاس سے دریافت کیا کہ یونانی کیا کیا کارروائیاں کر رہے ہیں تو بیاس نے اُسے فوراً یہ جواب دیا کہ جزیروں کے باشندے سواروں کو جمع کر کے شہر ساردس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ کریسوس نے یہ سنکر فوراً کہا کہ اس سے زیادہ کوئی امر اُس کے لیئے باعث مسرت نہیں، اسلیئے کہ ایسی حالت میں وہ اپنے دشمنوں کو بہ آسانی مغلوب کر لیگا۔ اس پر بیاس بولا کہ اگر اُس نے جزائر پر جہازوں کے ذریعے سے حملہ کیا تو انھیں بھی بعینہٖ اتنی ہی مسرت حاصل ہوگی۔ یہ سُن کر شاہ لیدیہ اپنے ارادے سے باز آگیا۔

کریسوس کی خواہش تھی کہ یونانیوں کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم کرے، اور اس مقصد کے حصول کے لیئے اُس نے نہ صرف ساحلی یونانی بلدیات کو اُن کے اندرونی معاملات میں بالکلیہ آزاد چھوڑ دیا اور اُنسے کسی قسم کی فوجی کمک کا مطالبہ نہیں کیا، بلکہ وہ ہمیشہ یونانی حرموں اور ممتاز اشخاص کا اعزاز و احترام کرنے کے خیال میں لگا رہتا تھا۔ اُسنے اپولو کے ملطہ، تھیبز اور دیلفی والے بت خانوں اور امفیار اوس کی تعبیر گاہ کو تحفہ تحائف سے مالا مال کر دیا۔ جب اسپارٹیوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ کوہ تھورناکس پر اپولو کا ایک طلائی مجسمہ نصب کرنا چاہتے ہیں تو کریسوس نے انھیں جس قدر سونا مطلوب تھا بالکل مفت

باب ۱۳

نذر کر دیا۔ اسی طرح الیفی سوس کے ایک یونانی کو، جس نے اُسکی تخت نشینی سے پہلے اُس سے کچھ رقم قرض لی تھی، اُس نے ایک گاڑی بھر سونا دیدیا۔ ایتھنز میں ایک شخص الکمیون نامی تھا، جس نے کریسوس کے سفیروں کی ڈیلفی جاتے وقت دعوت کی تھی، لہذا اب کریسوس نے اُسکو اجازت دے دی کہ وہ خزانے سے جس قدر سونا چاہے لے جائے۔ گو اُس کا دعویٰ تھا کہ وہ نسطور کی اولاد میں سے ہے، لیکن اُس نے اسکیتھیوں کے طرز کے مطابق ڈھیلے ڈھالے کپڑے اور چوڑا چکلا جوتا پہننے میں مطلق کسر شان نہیں سمجھی۔ اُن میں اُس نے جتنا ہو سکا بھرا، طلائی خاک اپنے بالوں میں چھڑکی، اور منہ میں جس قدر سونا بھر سکا، بھر لیا۔ کریسوس اس شعبدے کو دیکھ کر نہایت محظوظ ہوا اور اس مسخرے کو اتنا ہی اور عطا کر دیا۔[۵۷] کریسوس پر سولن کے برابر کسی کا اثر نہیں پڑا۔ جب

---

۵۷ کریسوس اور الکمیون کا قصہ ہیروڈوٹس ۶، ۱۲۵ میں مذکور ہے اور کریسوس اور سولن کی ملاقات کے قصے کی طرح یہ بھی تاریخی حیثیت سے ناقابل اعتبار ہے۔ ہیروڈوٹس ۱، $\frac{۳۰}{۳۳}$؛ مقابلہ کرو مے یر: "تاریخ قدیمہ" Meyer. G. d. A. ۴۸۸۔ یہ کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کہ ضرورت کے وقت سولن، طالیس اور الکمیون کی باہمی ملاقات میں مضایقہ نہیں۔ درحقیقت اس قسم کے قصوں کی ایک مخصوص نوعی اہمیت ہے، اور اسی لیے ان کا اعادہ نامناسب نہیں؛ یہی خیال رادے ("لدیہ" Radet: La Lydie صفحہ ۲۴۰) کا بھی ہے، گو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے میری کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ کریسوس سے گفت و شنود کے دوران میں طالیس فلسفۂ یونان اور سولن فہم و ادراک یونان کی قدر و قیمت بتاتا ہے، اور الکمیون یونانی خصائص کے ایک کمزور پہلو کا ذکر کرتا ہے، جو شومئی قسمت سے بار بار ہمارے سامنے آتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یونانی قوم کے افراد اپنی ذاتی منفعت پر کسی چیز کو مشکل سے فوقیت دیتے تھے۔ اس کے برعکس کریسوس مال دار بربری حکمرانوں کا گویا قائم مقام ہے، لہذا جو کچھ اُس کے بارے میں لکھا گیا ہے وہ نہایت مناسب ہے۔

باب ۲۳ (افسانوں کے مطابق) وہ اپنی سیاحتوں کے دوران میں سارڈس گیا تو کریسوس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اُس کی مدح سرائی کرے؛ لہذا اُس نے دریافت کیا کہ تو دنیا میں کس کو سب سے زیادہ خوش و خرّم سمجھتا ہے۔ سولن نے سب سے پہلے تو ایک ایتھنزی نیلوس کا نام لیا جسنے اپنی زندگی نہایت عزت و وقار سے ختم کر کے اپنے ملک کیلئے اپنی جان دی تھی۔ اس کے بعد اُس نے دو بھائیوں یعنی کلیوبس اور بیتون کا ذکر کیا، جنھوں نے اپنے اوپر تکلیف اُٹھا کر اپنی ماں کو، جو ایک پجارن تھی، اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کا موقع دیا، اور بالآخر بلا جان کنی کی تکلیف کے موت کا جام نوش کیا۔ جب کریسوس کو صبر نہ آیا اور اُس نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ آخر سولن اُسے کیوں دُنیا میں سب سے زیادہ خوش و خرّم انسان تصور نہیں کرتا، تو اُس نے جواب دیا کہ حقیقی خوشی دولت سے حاصل نہیں ہوتی اور نہ دولت کے زوال سے انسان ضرورتاً رنجیدہ و مغموم رہتا ہے بلکہ درحقیقت موت سے پہلے کسی کو شادکام کہنا ہرگز مناسب نہیں۔ اس قصے سے یونانی خصائص کی سب سے ممتاز صفت کا اظہار ہوتا ہے، وہ یہ کہ یہ قوم غلو اور افراط و تفریط کو ہمیشہ ناپسند کرتی تھی؛ یہ صفت یونانیوں میں سب سے زیادہ، اور ایتھنزیوں میں

(بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ) زمانۂ مابعد میں اماسس نے بھی یہی روپ بدلا۔ ہم یہ حکم لگانے میں حق بجانب ہیں کہ اگر یہ قصے صحیح نہیں تو کم از کم اُن کے موجد نے نہایت عقل و فراست سے کام لیا ہے۔ ہیروڈوٹس کے بیان کی بلند پروازی منجملہ اور امور کے اس امر سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ یونانی خصائص کو زمانۂ حال کے مورخوں سے زیادہ سادگی سے بیان کرتا ہے، لیکن درانحالیکہ اکثر و بیشتر مادّی مفاد پر بہت کچھ منحصر ہوتا تھا، آجکل کے مصنف ہر چیز کو خیالات کی عینک سے دیکھتے ہیں۔ یہ تخیل بھی نہایت دلخوش کن ہے کہ کریسوس کی باقی ماندہ زندگی دربار ایران میں بسر ہوئی جہاں اُس نے یونانی فہم و ادراک کی قائم مقامی کے فرائض انجام دیئے:۔

باب ۲۳ سب سے زیادہ سولن میں پائی جاتی ہے[۵۸]۔

ایشیائے کوچک کے جو یونانی شہر لیدیہ کے فرماں بردار تھے انھیں اپنے بلدی معاملات میں مکمل سوا راج حاصل تھا، اور انھیں اندرون ملک کی تجارت کے لیے بہت سی آسانیاں تھیں۔ لیکن یہ حالت زمانہ دراز تک قائم نہیں رہی، اور لیدیوں کو اپنا اقتدار اپنے سے قوی تر دشمن کے سپرد کر دینا پڑا۔ میدیہ کے حکمراں قبیلے کی طرح ایرانی بھی آریہ نسل کے افراد تھے، لیکن درانحالیکہ میدی ہمدان اور راس کے نواح میں جا کر آباد ہو گئے تھے، ایرانیوں نے جنوب کی طرف اپنا قدم بڑھا کر اُس خلیج کے ہر چہار طرف بود و باش اختیار کر لی جو آجتک "خلیج فارس" کے نام سے مشہور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پہنچ کر اس قوم کے دو حصے ہو گئے، اور دونوں پر ہخامنشی خاندان کے فرماں روا حکمراں ہو گئے۔ مغربی شاخ خطۂ ایلام کے ایک حصے میں رہنے لگی جہاں اُسنے ملوکیت انسان قائم کر لی جس کا پادشاہ کورش ولد کیکاؤس تھا۔ یہی وہ بادشاہ ہے جس نے استیاژ (افراسیاب) شاہ میدیہ کا خاتمہ کر دیا۔ ابتدا میں میدیہ کے

---

۵۸ زمانۂ حال کی بعض کتابوں میں کریسس کے سونے چاندی کے سکوں کا حال بیان کیا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس بادشاہ نے ایک ایسی ایجاد کی جسکی وجہ سے الیکٹرون کا رواج جاتا رہا۔ اسوقت ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان بیانات کی اصل محض قیاس پر ہے، اور وہ کتنے ہی قابل وثوق کیوں معلوم نہ ہوتے ہوں، ان میں واقعات کی قوت نہیں ہے۔ سونے چاندی کے سکے جو کریسوس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اسوقت بھی موجود ہیں؛ "سکہ جات متقدمین" Coins of the ancients I A ۱۳/۱۶ کریسوس کا ستاتر بنانا ثابت ہو گیا ہے؛ مقابلہ کرو Poll ۳، ۸۷، ۹، ۸۴ لیکن یہ سوال کہ آیا مذکورہ بالا سکے وہی ہیں جنہیں "کریسوسی ستار" کا نام دیا گیا ہے، ابھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا، اور یہی کیفیت اس بیان کی ہے کہ کریسس نے بجائے الیکٹرون کے سونے کا معیار قائم کیا۔ آجکل اکثر مبصروں کے قیاسات کو آمناّ و صدقنا کہا جاتا ہے؛ کاش کہ ہم یہ جانتے کہ مبصروں کے اقوال کس حد تک واقعات پر مبنی اور کتنے محض قیاس پر ہیں۔

باب ۲۳

باشندوں کے عادات سیدھے سادے اور بدن خوبصورت اور ورزشی تھا، لیکن دیگر مشرقی اقوام کی طرح ان میں بھی قوت واقتدار اور دولت کی وجہ سے نسائیت کا غلبہ ہوگیا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ خود ایرانیوں کا بھی بالآخر یہی حشر ہوا مشرق میں ہمیشہ سے یہ قاعدہ چلا آتا ہے کہ اکھڑ اور جری قوم ہمیشہ تہذیب اور نسائیت پر غالب آتی ہے، اسی طرح ایرانی غالب اور میدوی مغلوب ہوگئے - علاوہ ازیں مشرقی ممالک میں ایک اور عنصر بھی ہے جو سلطنتوں کی قسمت کا فیصلہ کردیتا ہے، وہ یہ کہ جن سلطنتوں کا رقبہ نہایت وسیع ہوتا ہے اور جن پر اعیانی اصول پر حکومت کی جاتی ہے، انہیں بداطواری کے سامان مہیا ہوجاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ عیش وعشرت اور شخصی فرماں روائی دونوں مل کر قوموں کا خاتمہ کردیتے ہیں۔ ہم افسانوں میں پڑھتے ہیں کہ کورش اور استیاگز (افراسیاب) دونوں میں باہمی عزیزداری تھی، لیکن اس امر کی تصدیق بالفعل ناممکن ہے؛ اور ممکن ہے کہ مفتوح میدویوں نے یہ قصہ محض اپنی شکست کی ندامت مٹانے کے لیے اختراع کرلیا ہو! یہ امر حال ہی میں بابلی نوشتوں کے ذریعے سے پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ کورش انشان کا حکمراں تھا، جو ایلام کا ایک حصہ تھا[۹] ان نوشتوں سے ایک اور

---

[۹] نوشتۂ نابونید، پنچز Pinches کا مضمون "روداد انجمن آثاریات انجیلیہ" Transac. S. B. A زیر نشانات ویز روداد انجمن مذکورہ Proc Soc. Bibl Arch. ۱۳۹/۷ - کورش کے نام نہاد اسطوانی، کپردش کے اعزاز میں بابلی پجاریوں کے نوشتے، رالنسن: "مغربی ایشیا کے پیکانی نوشتے" Rawlinson: Cuneif. Insc of West. Asia Journ. R. Asiat-Soc: ۳۵/۵، اور جریدہ شاہی مجلس ایشیائی ۱۸۹۰ء - مقابلہ کرو ایوزز: "کورش کے عہد میں ایران کا عروج" Eveis: Das Empor Kommen der pers. Macht unter Cyrus Progr Koenigst. Realg. Berl. 1884 روداد انجمن شاہی برلن ۱۸۸۴ء ایرانیوں کے کورش کے افسانوں کو نئے سانچے میں ڈھالنے کے لیے دیکھو باؤرز: "افسانۂ کورش"

باب ۲۳

حیرت انگیز واقعے کا انکشاف ہوا ہے، وہ یہ کہ کورش ایرانیوں کے خالص مذہبی عقائد کی مطلق پروا نہ کرتا تھا، اس لیے کہ جب وہ بابل آیا تو اس نے فوراً اعلان کردیا کہ وہ اس شہر کے دیسی معبودوں کے پوجنے کیلئے آمادہ ہے [۱]۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Bauer: Kyrossage مجلس علمیہ وائنا Wiener Akad سنہ ۱۸۸۲ء - آجکل اس امر پر یقین کیا جاتا ہے کہ انشان اور سوسیانا ایک ہی مقام کے نام ہیں -

[۱] کیروش کے خصائص کی مے یر Meyer نے اپنی کتاب "تاریخ قدیمہ" G. d. A. (جلد ۳ ص ۵۰۶) میں بہت تعریف کی ہے، لیکن ہم اس رائے سے متفق نہیں ہیں۔ کیروش کی عظمت میں کسی کو شبہہ کی گنجائش نہیں، اور ایرانی جو اس کی تعریف و توصیف کرتے تھے وہ بالکل حق پر تھے (ہیروڈوٹس ۳، ۱۶۰) - نپولین اول بھی ایک عظیم الشان فرماں روا تھا، اور جہاں تک اس کی قابلیت اور جودت ذہن کا تعلق ہے، ان دونوں حکمرانوں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے - لیکن علاوہ عظمت کے ایک اور خصوصیت میں بھی دونوں مشابہ ہیں - جس طرح کورش نے بابل پہنچ کر مارڈوک اور نابو کے پرستار ہونے کا اعلان کیا اور یہودیوں کو رہا کرنے اور ان پر اپنی مہربانیوں اور عنایات کی بوچھار کرنے سے اُس نے اُن پر غالباً یہ اثر پیدا کیا کہ وہ خدائے بنی اسرائیل کو اپنا معبود تصور کرتا ہے، اسی طرح نپولین اعظم نے مصر پہنچ کر مسلمانوں کا روپ بھرا؛ الغرض ان دونوں کی ترکیب اور حکمت عملی صاف عیاں ہوجاتی ہے - باوجود ان تمام باتوں کے مے یر کہتا ہے کہ کورش نہایت خلوص اور سچائی سے اہورامزدا کی عبادت کرتا تھا حالانکہ اپنے خیال کا مطلق کوئی ثبوت نہیں دے سکتا بلکہ قرائن اس کے خلاف ہیں - ممکن ہے کہ وہ اہورامزدا کا ویسا ہی پرستار ہو جیسا نپولین اعظم ایک پرہیزگار کیتھولک تھا، لیکن اس مفروضے کے بعد اس کا اتقا بالکل لایعنی سا ہو جاتا ہے - اگر ہمیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ جو طرز عمل اُس نے مذہبی معاملات میں اختیار کیا وہ محض تدبیر ملکی پر مبنی نہ تھا یا یہ کہ وہ محض اثر پیدا کرنے کا خواہاں تھا تو ہم ضرور اُس کے اتقا اور پرہیزگاری کا یقین کرلیں گے - ہیروڈوٹس (۳، ۸۹) کورش کو سلیم الطبع بتاتا ہے؛ یہ ظاہر ہے کہ محض حکمت عملی کی

باب ۱۳ دو سلطنتیں یعنی بابل اور لیدیہ ایسی تھیں جن پر نئی سلطنت ایران کے خلاف اپنا بچاؤ کرنا گویا فرض تھا، لہذا مجبور ہو کر انھوں نے باہمی محالفہ کرلیا۔ بابل میں مشہور آفاق اور قوی شوکت شاہ بخت نصر کے بعد چند نہایت غیر اہم اور کمزور بادشاہ تخت پر بیٹھے، جن میں سے آخری فرماں روا کا نام نابونا ہد تھا۔ چونکہ اس سے قبل ہی گی گیس نے مصر سے گفت وشنود شروع کردی تھی اس لیئے یہ ممکن تھا کہ اس محالفے میں مصر کو بھی شامل کرلیا جائے۔ اس ملک پر بجائے بسامطیق کی اولاد کے ایک شخص مسمی اماسس نے حکومت کو غصب کرلیا تھا، اور یہ بادشاہ اپنے پیشرؤں سے بھی زیادہ یونانی تہذیب وتمدن کا گرویدہ ہوگیا تھا بہر حال کریسوس مہم کو تنہا سر کرنا ہی اپنے حق میں بہتر سمجھا۔ ہیروڈوٹس افسانوں کا اتباع کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ سب سے پہلے اُس نے فالگاہوں کی جانچ سے اطمینان کرلیا کہ صرف دلیفی والے ہی اس امر سے واقف ہیں کہ دور دراز مقامات پر کیا کیا واقعات پیش آرہے ہیں، لہذا اُس نے مستقبل کی بابت اپنا کلی اعتماد اس فال گاہ کے ساتھ وابستہ کرکے اپنی فوجکشی کے باب میں فالیں نکلوائیں۔ اُسے یہاں سے یہ جواب ملا کہ اگر اُس نے دریائے ہالیس کو عبور کرلیا تو ایک عظیم الشان سلطنت مغلوب ہوجائے گی، اور ظاہر ہے کہ اس سلطنت سے اُس نے سلطنت ایران ہی مراد لی۔ اسیطرح جب اُسنے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ بنا پر اس کا سلیم الطبع بن جانا ممکن تھا، اور ہم جانتے ہیں کہ موقع ومحل کے اعتبار سے نپولین کی طبیعت میں سلامت روی پیدا ہوجاتی تھی۔ ان دونوں بادشاہوں کے مقاصد کی شباہت محض خارجی نہیں ہے، لیکن یہاں اس پر ہم صرف سرسری نظر ڈالنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ راد ے (۔۔۔ لیدیہ Radet: La Lydie صفحہ ۲۵۶) کہتا ہے کہ ابتدائی ایرانی حکمرانوں کو کبھی کبھی ارباب پرستی سے بھی شغف پیدا ہوجاتا تھا، اور مگنیشیا کے نوشتہ کا حوالہ دیتے ہوئے دکھاتا ہے کہ داریوش اپنے آباواجداد کیطرح اپولو کی پرستش سے بھی گریز نہ کرتا تھا (جریدۂ مراسلات یونان Bull. Corr. Hell سنہ ۱۸۸۹ء ص ۵۲۸ تا ۵۴۱)۔

باب ۲۳ ایک اور مرتبہ رجوع کیا تو اُسے یہ جواب ملا کہ جب تک میڈی کسی خچر کو اپنا بادشاہ نہ بنالیں گے اُس وقت تک اُسے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں، اور چونکہ یہ بالکل ناممکن معلوم ہوا اس لیئے کریسوس پوری طور پر مطمئن ہوگیا ساتھ ہی اُسے یہ صلاح بھی دی گئی کہ وہ سب سے طاقتور اور ذی اقتدار یونانی مملکت کو اپنے ساتھ شامل کرلے تو اُس کے حق میں بہتر ہوگا[۱۱]۔ کریسوس نے

[۱۱] ڈنکر یہ کہتا ہے کہ "سلطنت عظیمہ" سے فال گاہ کی حقیقی مراد سلطنت کورش سے تھی (۴ ده، ۳۲۱)، اس لیئے کہ جب اُس نے اسپارٹیوں سے مخالفت کرنے کی صلاح دی تھی تو اُسے مغلوب دیکھنا کیونکر گوارا ہوسکتا تھا۔ لیکن ڈلفی کے پجاری خواہ کتنے ہی عمدہ جغرافیہ داں کیوں نہ ہوں، اُنھیں یہ ہرگز معلوم نہیں ہوتا کہ کورش کی سلطنت کسقدر عظیم الشان اور وسیع ہے؛ لہذا جب وہ اسپارٹیوں کو اس جنگ میں گویا کشاں کشاں لا رہے تھے تو وہ در اصل اُن کے لیئے بہت سے خطرات پیدا کر رہے تھے بدیں سبب اگر ہم یہ کہیں کہ اُنھوں نے جان بوجھ کر مبہم سا جواب دیا تھا تو یہ کوئی ناانصافی نہ ہوگی۔ ساتھ ہی یہ امر بھی بعید از قیاس نہیں ہے کہ وہ اسپارٹیوں کی دوستی پر لیدیہ کے سونے کو ترجیح دیتے تھے، اس لیئے کہ ہم واقف ہیں کہ جب ایران و یونان میں جنگ ہوئی تو اُنھوں نے بعینہ اسی قسم کا طرز عمل روا رکھا۔ جہاں تک کریسوس کے پہلے سوال کا تعلق ہے، کہ وہ ایک مخصوص دن کیا کر رہا تھا (ہیروڈوٹس ۱، ۴۷)، فال گاہ ڈلفی کے زمانۂ مابعد کے حامی مختلف دلائل استعمال کرتے ہیں۔ گیوٹلنگ کے "مقالہ جات" (Goettling Abh. ۱، ۶۶، ۷، ۶) اس کے جواب میں ایک عمیق معنی نظر آتے ہیں۔ ڈنکر (۴ ده، ۳۱۶) کا یہ خیال ہے کہ فال گو نے اس قسم کے سوالات کا جواب دینے سے قطعی انکار کردیا ہوگا؛ لیکن اگر (ڈنکر کی رائے کے بموجب) خود پجاری نے ہی یہ سوال ایجاد کر لیا تھا، تو پھر اُس کے حسب حال نہ ہونے کی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ بہرحال سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہم کسی فال گو کے جواب میں قدیم زمانے کے متقی اور پرہیزگار اصحاب سے بھی زیادہ (جن کا قائم مقام ہیروڈوٹس تھا)، عمیق معنی ڈھونڈنے میں حق بہ جانب ہوں گے ہیروڈوٹس کا خیال ہے کہ فال گو کا بنی نوع انسان سے ہمیشہ عیاری اور چالاکی کی صفات میں

باب ۲۳

اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ ہو نہ ہو یہ اشارہ اسپارٹا کی طرف ہے (اور یہی امر واقع بھی تھا)، لہٰذا اُس نے اس یونانی مملکت کے ساتھ محالفہ کر لیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنی فوج کو ساتھ لے کر، جس میں اکثر و بیشتر اجیر سپاہی تھے، دریائے ہالیس کو عبور کیا، اور پٹیری پر قبضہ کرتا ہوا کاپادوسیہ پر حملہ آور ہوا، جہاں اس کی کورش سے مڈبھیڑ ہوئی۔ لیکن یہ لڑائی فیصلہ کن ثابت نہ ہوئی، اس لیے کریسوس نے مناسب سمجھا کہ آئندہ سال تک جنگ کو ملتوی کر دیا جائے تاکہ سال بھر کے بعد وہ سپاہیوں کی زیادہ تعداد کو ساتھ لے کر ایرانیوں کا مقابلہ کرے۔ لہٰذا اُس نے سارڈس واپس آکر اماسس شاہ مصر، نابونابد (لابی نیتوس) شاہ بابل اور لکدمونیوں سے مدد طلب کی، اور یہ خیال کر کے کہ کورش بھی موسم بہار تک تامل کرے گا، اُس نے اپنے اجیر سپاہیوں کو برخاست کر دیا۔ اب کورش نے نہایت تیزی سے سارڈس کی طرف قدم بڑھانے شروع کیے، اور گو کریسوس کے پاس اس حملے کی مدافعت کے لیے صرف مٹھی بھر سپاہی تھے، کورش نے یہ لڑائی محض ایک چال چل کر جیتی۔ اُسے یہ معلوم تھا کہ گھوڑوں کو اونٹ کی بو سے نفرت ہوتی ہے، لہٰذا اُس نے اپنی فوج کے مقدمۃ الجیش کے طور پر سانڈنی سوار متعین کیے جنھیں دیکھتے ہی لیدوی سواروں کو اُن کے گھوڑے میدان سے بھگا لے گئے، اور گو اپنے گھوڑوں کی پیٹھ پر سے کود کر دست بدست لڑنے لگے، لیکن بالآخر انھیں شکست ہوئی اور کریسوس قلعے میں محصور ہو گیا جہاں اُس نے تھوڑی سی مدافعت کے بعد ہتھیار رکھ دیئے۔ شاہ لیدیہ کو ایرانی پا بجولاں کشاں کشاں پائے تخت ایران لے گئے جہاں اُس کے زندہ جلا دیئے جانے کا حکم صادر ہوا۔ جب اُس کے لیے چتا تیار کر لی گئی اور اُسے اس پر بٹھا دیا گیا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ گویا مقابلہ کر رہا تھا، اور ہمارے لیے یہ قول زمانۂ حال کے معلم نظر سے کہیں زیادہ قابل لحاظ ہے۔

واضح ہو کہ کریسوس کو معلوم تھا کہ بلادِ یونان میں سب سے قوی مملکت اسپارٹا کی ہی ہے۔

تو اُسے وہ گفتگو یاد آئی جو اس کے اور سولن کے درمیان ہوئی تھی چنانچہ اُس نے سولن کا نام بہ آواز بلند پکارا۔ شاہ ایران کے استفسار پر اُسے تمام وکمال قصہ دُہرانا پڑا، جس پر کورش نے یہ خیال کر کے کہ انسانی عظمت و جبروت کی بنیاد محض ناپائدار ہے، فوراً اُس کی جاں بخشی کر دی۔ لیکن آگ کی لپیٹ اس قدر بلند ہو گئی تھی کہ اُس کا پیچھا چھڑانا قطعاً ناممکن تھا؛ اگر اپولو (نعوذ باللہ) اُس کی آہ و بکا سُن کر فوراً بارش نہ کرا دیتا تو یقیناً کریسوس جل کے خاکستر ہو جاتا۔ اس واقعے کے بعد شہنشاہ ایران کے دربار میں کریسوس کا بہت کچھ رسوخ ہو گیا۔ جب اُس نے دلفی کے فال گو سے اس کی دھوکہ بازی کی شکایت کی تو دیوتا کی طرف سے یہ جواب ملا کہ وہی تھا کہ جو کریسوس کا زوال مسلسل تین سال تک ملتوی کرتا رہا اور آخر کار اس کی جان چتا پر بچا دی۔ فال گاہ کی طرف سے اُسے یہ پیغام ملا کہ کریسوس نے خچر کا صحیح مطلب نہیں سمجھا اس لیئے کہ خود کورش نیم میدوی اور نیم ایرانی ہونے کی وجہ سے گویا خچر کے مماثل تھا؛ اسی طرح عبور ہالیس کے معنی بھی اُسکی سمجھ میں نہیں آسکے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ اُس نے فی الواقع ایک عظیم الشان سلطنت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ کریسوس کو یہ جواب سن کر ایک حد تک اطمینان ہو گیا، لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس نے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہو گا۔[۱۱۲]

---

۱۱۲ زوال سلطنت لیدیہ کے لیئے بہترین مقام ہیروڈوٹس کا بیان (۱، ۴۶ وغیرہ) ہے، جس پر ہم الفوروس (جزو ۱۰۰) اور دیودوروس (Exc. Vat. 26 virt.) کا اضافہ کر سکتے ہیں جن میں سے موخر الذکر یوری باتیس کی غداری کے قصے کا اعادہ کرتا ہے نیز نکولاوس دمشقی نے چتا کا قصہ نہایت دردناک انداز سے بیان کیا ہے۔ کتے سیاس کا بیان ان بیانات سے بالکلیہ مختلف ہے۔ زینوفون ہیروڈوٹس کی نقل نہایت آزادانہ انداز سے کرتا ہے، درانحالیکہ جسٹن ۷، ۱۱ اور پولے اے نوس ۶، ۹ کے واقعات کا ماخذ ہیروڈوٹس اور زینوفون ہیں۔ جملہ بیانات کا مفصل اعادہ ڈنکر ۴ (۴)، ۲۹۸ وغیرہ میں کیا گیا ہے اور ان پر انتقاد کیا گیا ہے۔ کریسوس کا چتا پر جلایا جانا

سلطنت لیدیہ کی فتح کے بعد اب ساحلی یونانیوں کی باری تھی[۱۳] وہ کریسوس کی رعایا ضرور تھے، لیکن اُن پر فوجی خدمت لازم نہ تھی، اور جب کورش نے اُن سے کریسوس کے خلاف محاذ میں شامل ہونے کو کہا تو انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ وہ اس انکار میں بالکل حق کی جانب تھے اس لیئے کہ لیدیہ کی ماتحتی میں وہ کم و بیش امن چین سے رہتے تھے، اور کورش سے حوصلہ مند فاتح سے، جو اتنے دور و دراز مقام پر حلیف تلاش کر رہا تھا، وہ کسی بہی خواہی کی امید نہ کر سکتے تھے۔ اس پر کریسوس نے اُن سے مدد چاہی، اور ہماری رائے میں اگر وہ اُس کی مدد کرتے تو ممکن ہے کہ سارڈس کی تسخیر میں کچھ دیر لگ جاتی؛ مصر، بابل اور اسپارٹا سے کمک آجانے کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ جاتا اور انھیں اس سے فائدہ پہنچتا۔ لیکن ان بلدیات نے دور اندیشی کا ثبوت نہیں دیا اور وہ کوئی بات بروقت طے نہ کر سکے جس کی انھیں سزا مل گئی۔ جب کورش کو لیدیہ پر غلبہ حاصل ہو گیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ انھیں اس موقع پر کچھ نہ کچھ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ایرانی رسم و رواج کے خلاف تھا، لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے خود اپنی خواہش کے مطابق اپنی قوم کے قائم مقام کی حیثیت سے جل جانے کی خواہش ظاہر کی ہوگی۔ بہرحال رادے نہایت انصاف کے ساتھ کہتا ہے (دو لیدیہ: Radet: La Lydie صفحہ ۲۵۶) کہ مزدا کا خالص مذہب پورے طور پر سلطنت ایران میں داخل نہیں ہوا تھا۔

مقابلہ کرو مے یر: تاریخ قدیمہ Meyer: G. d. Alt. ۵۰۲ و ۵۰۳: میں نے اس سے اور شٹائن (حواشی ہیروڈوٹس Stein: Notes to Herodotus) سے متفق ہو کر کریسوس کے زوال کی تاریخ ۵۴۶ ق م قرار دی ہے۔ زمانۂ حال میں تاریخی مسائل متعلق سنین پر بہت سے مورخوں نے، جن میں بیوڈنگر Buedinger اور اُنگر Unger بھی ہیں، مفصل بحث کی ہے:

۱۳ ایرانیوں کا ایشیائے کوچک کے یونانیوں کو فتح کرنا، ہیروڈوٹس ۱، $\frac{141}{176}$۔ ارسطودیکوس ساکن کیمے اور برانخی دائے کے فال گو کے درمیان جو داؤ پیچ ہوئے وہ ہیروڈوٹس ۱، $\frac{158}{159}$ میں مذکور ہیں، اور نہایت دلچسپ ہیں۔

ضرور کرنا چاہیئے، لہٰذا انھوں نے شاہ ایران کے سامنے سر اطاعت اس شرط پر خم کیا کہ انھیں وہی مراعات حاصل ہوں جو کریسیوس کے عہد حکومت میں حاصل تھیں، یعنی وہ صرف خراج ادا کیا کریں۔ کورش کے لیئے یہ بالکل ناکافی تھا، چنانچہ اُس نے علاوہ ملطہ کے باقی ماندہ بلدیات کی شرائط کو مطلقاً مسترد کر دیا، اور صرف ملطہ کے ساتھ یہ رعایت کی گئی کہ جو عہد نامہ اس شہر کے اور کریسیوس کے مابین تھا اُس کی بجنسہٖ تجدید کر دی جائے؛ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ مدت دراز سے ملطیوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ ان کی تجارتی ترقی کے لیئے یہ امر لابدی ہے کہ ایشیائی سیاسیات کے ساتھ ان کا کم سے کم تعلق رہے۔ چونکہ خود ایونیائی بلدیات نے بھی اپنے آئندہ طرز عمل کے بارے میں کوئی بات طے نہیں کی تھی۔ اس لیئے ایولیائی سفرا کا میکالے آکر یہ اعلان کرنا کہ وہ اپنے ایونیائی بھائیوں کا ساتھ دیں گے، بالکل بے سود تھا۔ آخر یہ طے پایا کہ جن شہروں کی فصیلیں لیدیہ والوں نے مسمار کر دی ہیں اُن کی مرمت ہونی چاہیئے اور جن بلدیات کی آبادی امتداد زمانہ سے شہر پناہ سے آگے بڑھ گئی ہے اُن کی فصیلوں کو مکمل کرنا چاہیئے، اور اسپارٹا کے سامنے دست استمداد پھیلانا چاہیئے۔ چنانچہ ایولیائیوں اور ایونیائیوں نے ایک مشترک سفارت پی تھرموس ساکن فوکیہ کی سرکردگی میں اسپارٹا روانہ کی، لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ ابتدا میں اسپارٹیوں نے کریسوس کو مدد دینے کا تہیہ کر لیا تھا، اور اُن کی کشتیاں فوج کو ایشیا لے جانے کے لیئے بالکل تیار تھیں لیکن کریسوس کی شکست کی خبر پہنچنے کے باعث انتظام وہیں کا وہیں رہ گیا۔ یہ بالکل ممکن تھا کہ وہ ایسے نازک وقت میں اپنے یونانی بھائیوں کی مدد کر کے انھیں بچا لیتے، لیکن وہ کسی قسم کے ایثار کے لیئے تیار نہ تھے۔ اسپارٹیوں نے صرف اس پر اکتفا کیا کہ انھوں نے ایک شخص مسمی لاکرینیس کو پچاس چپو والی ایک کشتی میں بٹھا کر فوکیہ کے راستے سے سارڈس بھیجا جہاں کورش موجود تھا،

اور اُس نے وہاں پہنچ کر اسپارٹا کے قائم مقام کی حیثیت سے کورش سے مطالبہ کیا کہ اگر سرزمین یونان کے کسی شہر کو اُس کے ہاتھ سے نقصان پہنچا تو اسپارٹا کے لیے اُس کا یہ فعل قطعاً ناقابل برداشت ہوگا۔ کورش نے اس کی طرف التفات نہیں کیا، اور ادھر اسپارٹیوں نے بھی صرف زبانی جمع وخرچ پر اکتفا کیا۔ خود کورش بھی مغربی ایشیائے کوچک کے بلدیات کی فتح کی تکمیل نہ کرسکا اس لیے کہ اُسے اندرون ملک کے واقعات کے سبب سے واپس چلا جانا پڑا۔ اپنے پیچھے اُس نے ایک ایرانی مسمی تابالوس کو لیدیہ کا صوبہ دار اور ایک لیدوی مسمی پاکتیاس کو اس کا مددگار مقرر کردیا۔ جوں ہی کورش کی پیٹھ مڑی، فوراً پاکتیاس نے بغاوت کردی؛ غالباً اس کے پاس بہت کچھ روپیہ تھا اس لیے بہت سے یونانی بھی اُس کے شریک حال ہوگئے اور انھوں نے تابالوس کو سارڈس کے قلعے میں محصور کرلیا۔ اس پر شہنشاہ ایران نے مازاریس کو اپنے صوبہ دار کی مدد کے لیے روانہ کیا جس نے پہنچتے ہی بغاوت کو فرو کردیا۔ پاکتیاس کیمے بھاگ گیا جہاں کے باشندوں کو ملطی اپولو کی طرف سے ایرانیوں کو حوالے کرنے کا حکم ملا؛ لیکن کیمے والوں نے اُس کی تعمیل کرنے کی بجائے اُسے خیوس فرار ہونے دیا۔ اب مازاریس یونانی بلدیات کے خلاف پلٹ پڑا، اور پہلے تو پری اینے اور پھر دریائے میانڈر والے مگنیشیا کو تسخیر کرکے دونوں شہروں کے باشندوں کو غلام بنالیا۔ ان کامیابیوں کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد مازاریس کا انتقال ہوگیا لہذا کورش نے اُس کی جگہ میدیہ ہی کے ایک باشندے مسمی ہارپاگوس کا تقرر کیا، جسنے جائزہ لیتے ہی فوکیہ کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ غالباً فوکیہ ایونیائی بلدیات میں سب سے اہم اور بڑا شہر تھا، اور گو اُس کی تجارت اور تمدن کا پایہ ملطہ کے برابر بلند نہ تھا، لیکن اُس کے باشندوں میں ملطہ والوں سے زیادہ کارکنی کی قابلیت موجود تھی۔ اسکے اور ایبری تارتےسوس کے درمیان (جس کا راستہ ساموسیوں نے کھول دیا تھا) جو تجارت کا

باب ۲۳

سلسلہ تھا وہ سب خود اُس کے ہی باشندوں کے قبضے میں تھا۔ جب ایرانیوں نے فوکیہ والوں کو بہت دبایا تو اگان تھیونیوس شاہ تارٹےسوس نے انھیں اپنے ملک میں آباد ہونے کی اجازت دے دی، اور جب اُنھوں نے شکریئے کے ساتھ انکار کر دیا تو جدید قلعے تعمیر کرنے کے لیئے اُن کے پاس روپیہ بھیج دیا۔ اب ہارپاگوس نے شہر کا محاصرہ کر لیا جس کی نو تعمیر فصیل تاب نہ لاسکی۔ جب وہ شہر پر قبضہ کرنے کے بالکل قریب ہو گیا اُسوقت یکایک اُس نے اعلان کیا کہ اگر محصور باشندے نشان اطاعت کے طور پر ایک برج مسمار کر دیں گے اور شہر کا ایک مکان خالی کر دیں گے تو وہ آئندہ حملے سے باز آئیگا؛ لیکن فوکیہ والوں نے اس شرط کو قبول نہ کیا، بلکہ اُسکی بجائے ایک دن کی مہلت کی درخواست کرتے ہوئے یہ استدعا کی کہ اس روز ہارپاگوس اپنی فوج شہر سے معتدبہ فاصلے پر رکھے؛ اور گو ہارپاگوس اس التوائے جنگ کی اصلی غایت سے واقف ہو گیا تھا لیکن اُس نے فوکیہ کی استدعا کو قبول کر لیا۔ جنگ ملتوی ہوتے ہی شہر کے باشندے جلدی جلدی اپنا مال و متاع لے کر جہازوں پر بیٹھ جزیرہ خیوس چلدیئے، جہاں اُنکا خیال تھا کہ جزائر اوئے نیبائے خرید کر آباد ہو جائیں۔ لیکن خیوسیوں نے اس خوف سے کہ کہیں ایسے چالاک سوداگروں کی وجہ سے اُنھیں کچھ نقصان نہ پہنچے جزیرہ مذکورہ بالا فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ اب فوکیہ والے یک بیک اپنے وطن مالوف کو واپس آگئے اور ایرانی لشکر کا خاتمہ کر دیا۔ اُنھوں نے لوہے کا ایک ٹکڑا سمندر میں پھینک کر قسم کھائی کہ جب تک کہ وہ ٹکڑا سطح آب پر واپس نہ آئیگا اُسوقت تک وہ واپس نہ آئیں گے اور جہازوں پر بیٹھ بیٹھ کر جزیرہ کورسیکا کی راہ لی جہاں بیس سال پیشتر اُنھوں نے شہر الالیا کی بنیاد ڈالی تھی۔ ہارپاگوس نے فوکیہ کو جلا کر خاکستر کر دیا، اور تیوس پر فوج کشی کر کے اُس کو بھی مسخر کر لیا، جبکے باشندوں نے تھریسی ساحل پر جا کر شہر ابدیرا آباد کیا۔ اسی طرح دوسرے ایولیائی اور ایونیائی شہروں کو بھی مغلوب کر کے وہاں کے باشندوں کو لشکر ایران میں بھرتی ہونے پر مجبور کیا گیا۔ ہے دو ریانی، چونکہ اب لیدیہ کا سونا ایرانیوں کے

باب ۲۲

قبضے میں آگیا تھا اس لیئے اُن کی تسخیر میں فال گاہ ڈیلفی نے مدد دی۔ کنیدوس کے باشندوں نے یہ کوشش کی کہ وہ اُس خاکنائے کے وار پار، جو اُن کے شہر کو اقلیم ایشیا سے ملاتی تھی، ایک خندق کھود کر اُسے ایک جزیرے کی شکل میں تبدیل کر دیں، لیکن جب اس کام میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی اور اُنھوں نے فال گاہ ڈیلفی کی رائے طلب کی تو وہاں سے یہ جواب ملا کہ نہ تو خاکنائے کا مزید استحکام کرنا چاہیئے اور نہ کوئی خندق بنانا چاہیئے، اس لیئے کہ اگر زیوس چاہتا تو وہ اس مقام کو خود ایک جزیرہ بنا دیتا؛ یہ سُنکر کنیدوسیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ کاریہ کے شہر پیداسوس نے حملہ آوروں کی نہایت سختی سے مدافعت کی، لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ لیکیہ والے اپنے جذبۂ حرّیت کی وجہ سے مشہور تھے لہذا اُنھوں نے نہایت جرأت اور بہادری سے ایرانیوں کا مقابلہ کیا؛ جب وہ زانتھوس میں محصور ہو گئے تو پہلے تو اُنھوں نے اپنی بیویاں، بچے، مال و اسباب سب جمع کر کے اُن میں آگ دیدی، پھر وہ دشمن پر جا پڑے اور ایک ایک کر کے سب اپنی جانیں قربان کر دیں۔ گو خیوسی اور لسبوسی اپنی جزیریت کی وجہ سے ایرانی حملے سے محفوظ تھے، اور گو ایرانیوں کے پاس جہازوں کا بیڑا نہ تھا، لیکن چونکہ وہ سرزمین ایشیا پر اپنے مملوکات کو محفوظ رکھنا چاہتے تھے اس لیئے اُنھوں نے بھی آخر کار ہتھیار ڈال دیئے:

کورش نے مغلوب بلدیات و اضلاع کو دو صوبوں میں تقسیم کیا، جن میں سے صوبۂ شمال و مشرق میں افروجیہ شامل تھا جس کا مستقر داسکی لیون (بحیرۂ مارمورا کے قریب) تھا، اور دوسرے صوبۂ جنوب و مشرق میں منجملہ دیگر مقامات کے لیدیہ بھی واقع تھا جس کا مستقر ساردس تھا۔ یونانی بلدیات کو اپنے اندرونی معاملات میں خود مختاری حاصل تھی؛ وہ حسب سابق شہنشاہ کی خدمت میں خراج ادا کرتے اور ضرورت کے وقت سپاہی مہیا کرتے تھے؛ نیز چونکہ ایرانیوں کے پاس یونانی معبودوں پر اعتماد کرنے کے اسباب موجود تھے، لہذا اُن کے مذہب میں بھی مداخلت نہیں کی گئی۔ اسی طرح

پہلے کے طریقے کے مطابق ایونیائیوں کو کوہ میکالے پر بلا روک ٹوک ملنے جلنے کی اجازت دی گئی، چنانچہ جب اُنھوں نے ایران پر قبضے کے بعد پہلی مرتبہ اس مقام پر ملاقات کی تو بیاس نے تحریک پیش کی کہ حسب اتباع فوکیہ اور تیوس انھیں فوراً ایسی جگہ چلا جانا چاہیئے جہاں فائدے کی صورت پیدا ہو، اور اُس نے کہا کہ ایسا مقام جزیرہ سارڈینیا ہے جہاں پہنچ کے وہ متفقہ طور پر ایک شہر آباد کریں [۱۰۳] لیکن اول تو یہ تحریک مقبول عام نہ ہوئی، دوسرے اغلب امر ہے کہ اگر بالفرض لوگ جانے کے لیئے تیار ہوتے جب بھی یہ ناممکن تھا کہ انسانوں کا اتنا بڑا مجموعہ عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ایک ہی کام کرلے اور اسکے علاوہ جزیرۂ سارڈینیا کی آب و ہوا آبادکاری کے لیئے موزوں نہ تھی۔ الغرض یونانی ایشیائے کوچک ہی میں مقیم رہے، اور چونکہ اُن کی تہذیب و تمدن کے وہ یادگار تھے اس حیثیت سے وہ اپنے ملک کی خدمت کرتے رہے۔ اسمیں شبہہ نہیں کہ اس سرزمین میں حریت و آزادی کا مستقبل زیادہ تابان و درخشاں نہ رہا، اس لیئے کہ کورش نے اپنی حکومت پہلے سے زیادہ مستحکم کرنے کی یہ تدبیر نکالی کہ یونانی بلدیات کے اختیارات ایک جدید طرز حکومت قائم کرکے پہلے سے محدود کردیئے جائیں۔ چونکہ وہ مختلف بلدیات کی مرفہ الحالی کو قائم رکھنا اپنے لیئے مفید سمجھتا تھا، اور اُس کا یہ بھی خیال تھا کہ غیرملکی عمال کی سختیوں سے اُن کی ثروت و دولت میں کمی ہوجائیگی، اس وجہ سے اُس نے یہ طے کیا کہ ہر شہر میں اپنا ایک ایک قائم مقام رکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ اُن کی جگہ اُس نے ملک کے دیسی باشندوں پر اعتبار کرکے اُنھیں میں سے خودسر حکمراں مقرر کردیئے۔ چونکہ ان حکمرانوں کا دار و مدار سلطنت ایران ہی پر تھا اس لیئے اُنکا فائدہ اسی میں تھا کہ وہ شہنشاہ ایران کے احکام کی تعمیل کریں۔ واقعات نے

---

[۱۰۳] چھٹی صدی ق م کے ایشیائی یونانی سارڈینیا کی تعریف و توصیف میں ضرورت سے زائد رطب اللسان تھے، ہیروڈوٹس ۱، ۱۷۰، ۵، ۱۰۶، ۶، ۱۲۴۔ یہ دراصل اس مبالغہ آمیزی کی ایک بدیہی مثال ہے جس سے ہم آبادکاری کے جوش و خروش کے عہد میں دوچار ہوتے ہیں۔

کورش کی دوراندیشی کا ثبوت دیا، یعنی یونانی بلدیات اور اُن کے خودسر حکمراں اُس وقت تک ایران کے وفادار رہے جب تک پچاس سال بعد چند نئے حالات نے اُنھیں بغاوت پر آمادہ نہ کر دیا۔ کچھ عرصے تک ایرانی تمامتر ایشیائے کوچک کے مالک بن رہے۔ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ ایرانیوں نے لیدیہ والوں کو مردانہ پیشوں میں شرکت کی ممانعت کر کے اُسکی بجائے اُن کے لیئے عیش و عشرت کے سامان بہم پہنچائے اور رفتہ رفتہ اسکا عادی کر دیا جس کی وجہ سے اُن کی قوت و اقتدار کا بالکلیہ خاتمہ ہو گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس طریقے کا موجد خود کریسوس ہی تھا، جس نے اسکا اختراع اپنے ہم قوموں کو غلامی کے خطرے سے محفوظ کرنے کے لیئے کیا تھا۔ بہرحال خواہ کورش نے لیدیہ والوں کو نامرد بنانے کے کیسے ہی وسائل اختیار نہ کیئے ہوں (اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے وہ زیادہ ترکیبیں نہیں چلا) اگر حُبِ عیش اور حبِ زر دونوں خصائل لیڈیوں کی گویا گھٹی میں ہی نہ پڑے ہوتے تو اس کی کامیابی ناممکن تھی۔ ان کی اس کمزوری کا ثبوت سکوں کی ایجاد اور الیاتیس کے مقبرے کی تعمیر کے قصے سے بھی چل سکتا ہے ؎۔

باب بست وچہارم

ایشیائے کوچک میں یونانی فلسفہ، ادبیات وفنون لطیفہ کی ابتدا؛ اور سرزمین یونان کا فن تعمیر اور سنگتراشی کے میدان میں پہلا قدم

اس سے قبل کے ابواب میں ہم یہ دکھا چکے ہیں کہ ایشیائے کوچک کے بلدیات نے اندرون ملک کی سلطنتوں کے مقابلے کے لیے کس انداز سے مدافعت کی اور انھیں کہاں تک کامیابی ہوئی، اور اُن کے باب میں ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ گو انفرادی طور پر بعض بلدیات کا گویا خاتمہ ہوگیا، لیکن جو باقی رہ گئے تھے انھوں نے اپنے قومی خصائص کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایشیائے کوچک اور جزائر کے یونانی چھٹی صدی ق م تک اپنے مغربی بھائیوں کے دوش بدوش یونانی ذہنی ترقی کا مقدمۃ الجیش بنے رہے[1] اور انھوں نے ایک ایسے تاریخی عہد میں جس میں جیتے جاگتے انسان رہتے تھے، اُس شاہراہ پر قدم بڑھایا جسے کسی زمانے میں ہومر کی سی تاریک شخصیت عبور کرچکی تھی۔ اسی حصۂ ایشیا میں اُن مغنیوں کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے جنھوں نے نہ صرف ہومری نظموں کے پڑھنے اور سنانے کا پیشہ اختیار کیا بلکہ انھیں مکمل

---

[1] اس باب کے مواد کیلئے ناظرین کرام کو ادبیات، فلسفہ وفنون لطیفۂ یونان کے متعلق اُن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے جنکا حوالہ میں اس کتاب کی تمہید میں دے چکا ہوں :-

باب۶

کرنے کا بھی تہیہ کرلیا تھا، اور یہ کام ایسے قصہ خوانوں نے جاری رکھا جن کی کوئی خاص تاریخی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن ہومر کی درخشاں مثال سے اس کے علاوہ دوسرے نتائج بھی برآمد ہوئے، مثلاً ایسے شاعروں نے جنھیں خداداد قابلیت تھی، افسانۂ جنگ ٹروائے کے دوسرے اجزا کو رزمیہ انداز میں بیان کیا۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جنگ ٹروائے کا موضوع ہی ایسا تھا جس کی طرف اکثر و بیشتر شعرا کی توجہ مبذول ہوئی اور ایسے شاعروں نے جن کے ناموں کے متعلق ہمیں حسب دلخواہ معلومات حاصل نہیں، الیاڈ سے پہلے اور بعد کے واقعات کو نظم کیا یعنی انھوں نے شہر ٹروائے کی بربادی اور سورماؤں کی واپسی کا حال بیان کیا۔ اس کے علاوہ اور بھی رزمیہ نظمیں ہیں جن کے نام تھیبائس، ادے دی پودیا اور ایپی گونی ہیں:۔

علاوہ ازیں ہرقل کے قصے سے بھی بیانیہ نظموں کے لئے بہت کچھ مواد فراہم ہوگیا۔ ہرقل کی زندگی کا ایک مختصر سا کارنامہ یہ بھی تھا کہ اُسنے اوئے خالیا پر قبضہ کرلیا، اور یوریتوس کو قتل کر کے اُس کی بیٹی یولے کو بھگا لے گیا، نیز ظن غالب یہ ہے کہ اسی سلسلے میں اُس کی زندگی کے آخری حصے کے واقعات بھی بیان کئے گئے ہوں گے۔ پی سانڈر ساکن کامئی روس نے ساتویں صدی ق م میں ہرقل کے پورے حالات اپنے خاص انداز میں بیان کئے؛ یومیلوس نے کورنتھی افسانوں کا اعادہ کیا اور یہ وہی شاعر تھا جو تقریباً ۷۳۵ ق م میں شہر سرقوسہ کی آبادکاری میں شریک ہو رہا تھا۔ متقدمین کی رائے میں یہ سب نظمیں ہومری نظموں یعنی الیاڈ اور اوڈیسی سے کمتر درجے کی تھیں؛ اور گو بعینہٖ اُن کے الفاظ تو مفقود ہو چکے ہیں، لیکن مضامین یونانی سورماؤں کے افسانوں کی شکل میں ہم تک پہنچے ہیں:۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں ہے کہ یونان میں سب سے پہلے اشعار اُن پر مشتمل ہوں گے جو شاعروں نے اپنے معبودوں کے بھجنوں میں مرتب کئے لیکن ان میں سے اب کوئی نظم باقی نہیں رہی۔ بہر حال جب بیانیہ نظم کا دور دورہ شروع ہوا تو بھجن ایک خاص سانچے میں ڈھالے گئے، یعنی معبود اور دیوتاؤں نے

انسان کی شکل اختیار کر لی اور بھجنوں میں ان کے سرفروشیوں کے حالات کا تذکرہ کیا جانے لگا۔ جو بھجن ہومر کے ساتھ منسوب کئے جاتے ہیں ان میں سے متعدد اس وقت تک موجود ہیں، اور گمان غالب یہ ہے کہ وہ ایونیہ اور بحیرۂ ایجین کے ایونی جزائر میں نظم کئے گئے ہوں گے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ یونان میں رزمیہ شاعری کا زمانہ اور ملوکیت کا دور ایک ساتھ تھا، اور چونکہ رزمیہ نظموں میں سے اکثر اس وقت مرتب کی گئی تھیں جب ملک پر بادشاہ حکومت کرتے تھے، لہٰذا ان میں فی الجملہ اسی عہد کے ادارات اور طرز زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے، لیکن اعیانیت کے غلبے کے ساتھ ہی ایک اور طرز کی نظم، جسے "مزماری" کا لقب دیا جاتا ہے، تماشا گاہ ادبیات پر نمودار ہوتی ہے۔ برخلاف ملوکیت کے اعیانیت کی بنیاد اس تخیل پر ہے کہ صرف وہی شخص اعزاز کا مستحق نہیں ہے جو مملکت کے سب سے اعلٰے فرائض انجام دیتا ہے، بلکہ قوم کے دیگر ذی اقتدار رہبروں کو بھی قائم رکھنا چاہیئے۔ جس طرح اعیانی دستور میں موضوعی عنصر نہایت نمایاں ہوتا ہے، بجنسہ اسی طرح یہ عنصر مزماری نظم کی گویا جان ہے، اور جس طرح اعیانیت نے ملوکیت کی جگہ دفعۃً اور یک بیک نہیں لے لی، اسی طرح جب رزمیہ شاعری پر پژمردگی اور زوال کا عالم آتا ہے تو اس کے اور مزماری نظم کے درمیان ایک کڑی نمودار ہوتی ہے جس سے صاف طور پر ایک ارتقا کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ کڑی مرثیہ نما نظم ہے جس میں قدیم رزمیہ ہنج رکنی مصرع پر ایک جدید شش رکنی مصرع کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ سب سے پہلا ممتاز مرثیہ نویس کالی نوس ساکن افیسوس تھا؛ جب بحیرۂ اسود کے شمالی ساحل والے کیمریائیوں نے ایونیہ کے ساحلی شہروں پر حملہ کیا تو اسی شاعر نے اپنے ہموطنوں میں دشمن کے خلاف بہادرانہ اور سرفروشانہ مدافعت کے لیے جوش پیدا کیا۔ دیگر مرثیہ کہنے والوں کا تذکرہ یا تو ہم اس سے پہلے ہی کر چکے ہیں، ورنہ آئندہ کریں گے؛ اس وقت ہم اپنی پوری توجہ کے پہلے اور سب سے بڑے مزماری شاعر

باب ۲۳ یعنی آرخی لوخوس کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں جسے متقدمین ہومر کا تقریباً ہم مرتبہ تصور کرتے تھے؛ لیکن افسوس ہے کہ اُس کے کلام کے صرف چند مختصر اجزا اس وقت موجود ہیں جو زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ خود جزیرہ پاروس کا باشندہ اور ایک شخص مسمی تیلے سکلیس کا بیٹا تھا جو دیمیتر تھس موفوروس کا پجاری تھا اور جس کی تحریک سے جزیرۂ تھاسوس میں نوآبادی کی ابتدا کی گئی تھی۔ بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ آرخی لوخوس اس جزیرے میں بود و باش اختیار کرنے کی غرض سے روانہ نہیں ہوا، لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ جب کولوفونیوں نے خلیج تارنتوم پر شہر سیرس کی بنیاد ڈالی تو اس نوآبادی میں اس نے ضرور شرکت کی ہوگی۔ تارنتوم سے وہ تھاسوس گیا جہاں وہ آباد کاروں کے ساحلی دشمنوں کی خانہ جنگیوں میں شریک ہوا، لیکن اُس کی نظموں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس جزیرے میں رہنے سے خوش نہیں تھا، کیونکہ وہ اُس مقام کے مناقشوں کا ذکر کچھ ایسے پیرائے میں کرتا ہے گویا کہ وہ ایک عالی مرتبہ شخص ہے جو خود اُن میں شریک ہونا پسند نہیں کرتا۔ اسکے کلام میں لڑائیوں کا ذکر ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اپنے فرض منصبی کو بجا لاتے وقت وہ کبھی کبھی شراب کا جام چڑھانے سے بھی باز نہیں رہتا۔ وہ اپنے رہبروں کی شکل و شباہت اور عام انداز پر نکتہ چینی کرتا ہے، اور جب اُس کی سیر جاتی رہتی ہے تو وہ اس خیال سے اپنے دل کو تسکین دیتا ہے کہ اب اُسے اس سے بہتر سیر مل جائے گی۔ پاروس کے واقعات کی مدد سے اس نے اپنی سب سے مشہور نظمیں مرتب کیں اور اُن میں اُس نے وزن ادتادی کا استعمال کیا۔ ان ہجویہ نظموں میں اُس نے لی کامبیس کو ہدف ملامت بنالیا ہے، جس نے پہلے تو شاعر کے ساتھ اپنی بیٹی نیوبولے کے بیاہنے کا وعدہ کر لیا، لیکن جب اُسے ایک اور شخص مل گیا جو آرخی لاخوس سے زیادہ مالدار تھا تو اُس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دی؛ لیکن بالآخر شاعر کے پے در پے حملوں سے تنگ آکر باپ بیٹی دونوں زندگی سے عاجز ہو گئے اور خود اپنے گلوں میں پھانسی لگا کر جان دیدی۔ تقریباً ۶۶۴ ق م میں

باب ۱۲ جنگ ناکسوس کے درمیان میں ایک شخص مسمی کالوندا‌س نے آرخی لوخوس کو قتل کر دیا، لیکن اُسے غیبیہ کی طرف سے یہ حکم ملا کہ چونکہ مقتول شاعر سے دیوتا بے حد خوش تھے اس لیے اُسے چاہیئے کہ ایسی تدبیریں اختیار کرے جس سے مقتول کی روح اُس سے راضی ہو جائے۔

گو آرخی لوخوس بھجن بھی لکھتا تھا، لیکن اس فن میں جس قوم نے کمال حاصل کیا وہ لسبوس کے ایولیائی تھے، یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان بھجنوں میں اور ہومر کے بھجنوں میں بہت کچھ فرق تھا، اس لیے کہ اُن کا انداز رزم نہ تھا بلکہ اُن میں دیوتاؤں کی حمد و ثنا پر انحصار رہا۔ ان ایولیائیوں میں سب سے پہلا شخص جس نے بھجن لکھے ترپاندر تھا جس کا زمانہ ساتویں صدی ق م ہے۔ ایک مرتبہ جب اسپارٹیوں میں مناقشات برپا تھے تو ڈیلفی کے فال گو نے انھیں یہ حکم دیا کہ ترپاندر کا بربط بجائیں؛ یہ طریقہ کامیاب ہوا اور مقدس نغمے سے جملہ مناقشے ختم ہو گئے۔ اُس نے ایک نئی طرز کا سنگتی گیت بھی ایجاد کیا جس میں متعدد دلبرام یا "دور" ہوتے۔ واضح ہو کہ اسپارٹا میں اپولو کی تقریب میں ایک میلا جس کا نام "کارنیا" تھا اگست کے مہینے میں جمع ہوتا تھا جس میں مشاعرے ہوا کرتے اور جن کا کلام اچھا ہوتا تھا اُن شاعروں کو انعام بھی دیا جاتا تھا۔ ایسے میلوں میں سنگتی گیتوں کے لکھنے والوں کو اپنا جوہر دکھانے کے لیے اچھا موقع ملتا تھا، اور جب اُن میں ترپاندر کی نظمیں پڑھی گئیں تو اُس کو بھی انعام ملا۔ اُس کی نظموں کا سامعین کے دل پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ ہر سال جب کبھی مشاعرہ ہوتا تو پہلے یہ دریافت کر لیا جاتا کہ حاضرین میں کوئی لسبوسی شاعر تو نہیں ہے تاکہ اُس کو اوروں پر سبقت دی جائے اور وہ اپنا کلام سنا کر سب کو محظوظ کرے۔ ترپاندر کے بعد آریون کا زمانہ آتا ہے جو شہر متھیمنا کا باشندہ تھا یعنی اپنے پیشرو کا ہم وطن تھا اس لیے سنگتی گیت کو سب سے پہلے دیونی سوس دیوتا کی حمد و ثنا کے لیے کام میں لایا گیا اور اپنے ہمعصروں میں یہ دیتھرامب یا مستانہ طرز کی نظم کا استاد مشہور ہو گیا۔ اس کی نظموں کی شہرت یونان میں ہر طرف پھیل گئی، اور چونکہ ان میں

باب ۲۴

خوشی و مسرت کے جذبات بھرے ہوئے تھے اس لیئے وہ کورنتھیوں میں جہاں کی خلقت عیش پرست تھی بے حد مقبول ہوئیں۔ اسی زمانے سے خودسر حکمرانوں کے درباروں میں بھی شعر شاعری کا چرچا شروع ہو جاتا ہے:۔

خالص مضمونی طرز کی مزماری نظم کا رواج بہ نسبت اور مقامات کے جزیرۂ لسبوس میں زیادہ رہا، جہاں دو مشہور شعرا یعنی الکائیوس اور عاشق مزاج عشرت پسند عورت سافو کا نام سنتے میں آتا ہے۔ الکائیوس ایک عالی شان اعیانی خاندان سے تھا، اور ان شریف سیاسی رہبروں کا بھائی تھا جنھوں نے تقریبًا ۶۱۱ ق م میں پتاکوس کی مدد سے خودسر متی لنہ کو مغلوب کر کے جان سے مار ڈالا۔ اور اسی کی سرکردگی میں وہ قلعۂ اخی لائیوم کے بچانے کی غرض سے ایتھنزیوں کے مقابل ہیلیس پونٹ پر لڑا جس کو آخر کار پتاکوس نے اولمپی میری فری نون کو دست بدست لڑائی میں قتل کر کے بالآخر بچا لیا۔ جب الکائیوس میدان جنگ سے فرار ہو رہا تھا تو اس نے (اپنا بوجھ ہلکا کرنے کی غرض سے) اپنی سپر پھینک دی، لہذا وہ آرخی لوخوس کی طرح اپنے اس نقصان کا تمسخر کر کے اسی اثنا میں عقلمند اور بہادر پتاکوس کی تضحیک کرتا ہے۔ الکائیوس کی قابلیت خداداد تھی، اور وہ اپنے اشعار میں عشق و عاشقی، شراب و کباب پر اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ سب درختوں سے پہلے انگوری بیل لگائے۔ زمانۂ مابعد میں لاطینی شاعر ہورکیس نے اپنے اشعار میں اسکی بہت سی خصوصیات کا اتباع کیا جن میں سے ڈھال کا پھینکنا اور اور انگوری بیل کا لگانا بھی ہیں۔ یہ امر کچھ تعجب انگیز نہیں کہ الکائیوس پتاکوس سے بغض و عناد رکھتا تھا، اس لیئے کہ پتاکوس ہی وہ حکمراں تھا جس نے حکم صادر کر دیا کہ جس شخص سے نشے کی حالت میں کوئی جرم سرزد ہو جائے اسے دہری سزا دی جائے:۔

جب مزماری نظموں کے مقابلے کا وقت آیا تو سافو سا کنۂ متی لنہ نے

باب ۱۲

اُلکائیوس کے مقابلے میں انعام کا دعویٰ کیا۔ سافو خود ایک شریف خاندان کی عورت تھی، لیکن اُس نے ایک خاص طرز کی نظموں میں، جس کا موضوع عشق و عاشقی تھا، اور جس میں اُس کے ذاتی جذبات و احساسات کو بہت کچھ دخل تھا، نام پیدا کیا اور اپنی شہرت برابر قائم رکھی۔ قدیم زمانے میں ایک قصہ زباں زد عوام تھا کہ جب فاؤن سے اُس کی محبت بالکل بے اثر ثابت ہوئی تو اُس نے کوہ لیوکاس پر سے سمندر میں کود کر اپنی جان دیدی۔ جو شہرت سافو کے کلام کو حاصل ہوئی اُس سے ہم اُس رتبے کا اندازہ کر سکتے ہیں جو یونان کے بعض حصوں میں عورتوں کو حاصل تھا۔

اگر ہم نظم نویسی کے مزید ارتقا پر غور کرنے کے لیے پہلے ایونیہ اور اُس کے مرثیے کے انداز کی شاعری کی طرف رجوع کریں تو ہم کو معلوم ہو کہ گو کالی نوس اور آرخی لوخوس میں اب بھی زندگی کو ہنسی خوشی سے بسر کرنے کا میلان اور اُس کا بہت کچھ زور پایا جاتا ہے، لیکن یہ آخری عنصر (یعنی زور) رفتہ رفتہ شاعری سے مفقود ہو چلا ہے۔ سمونیدیس ساکن ساموس اس نتیجے پر پہنچا کہ انسان کو اپنی قسمت پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ لہٰذا اُسے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ زمانہ آئندہ کا منتظر رہنا چاہیئے۔ یہ شاعر عورتوں کی ہجوگوئی کے لیے بھی مشہور ہے۔ ممنرموس ساکن کولوفون اپنے ہم وطنوں کی قدیم بہادری کو یاد کر کے لیدیہ والوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نہایت زبردست الفاظ میں اُن کا دل بڑھاتا ہے، لیکن اُس کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوتی ہیں اسلیئے کہ ایونیہ والے اپنی آزادی قائم نہیں رکھ سکتے، اور ممنرموس کے کلام کے جو اجزا ہم تک پہنچے ہیں، وہ زندگی کو ہنسی خوشی بسر کرنے کی تعریف سے بھرے ہوئے ہیں۔ فوکی لدیس ساکن ملطہ کا زمانہ ذرا بعد کا ہے اس کے اشعار میں ناصحانہ انداز پایا جاتا ہے اور وہ اُن میں اعتدال کو جو خالص یونانی اصول تھا پیش کرتا ہے۔ ہپوناکس ساکن افیسوس، ایک ہجوگو شاعر تھا اور نہایت افلاس کی حالت میں کلازومینائے میں رہتا تھا، بدصورت ہونے کی وجہ سے ہمسائے اُسکی ہنسی اُڑاتے تھے لیکن وہ بھی انھیں ترکی بہ ترکی جواب دینے میں کسی سے

باب ۲۴

کم نہیں تھا۔ اُسے جب کبھی بھوک، پیاس اور سردی کی وجہ سے زیادہ تکلیف پہنچتی تھی تو وہ اپنے اشعار میں فوراً مرفہ الحال اور فارغ البال امرا کو مخاطب کر کے اُن سے اپنے دلی جذبات کا اظہار کیے بغیر نہ رہتا تھا۔

چھٹی صدی ق م میں ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، یعنی شعرا اپنے اشعار میں اخلاقی مسائل پیش کرنے لگتے ہیں، اور شاعری میں ایک تعلیمی اور نصیحت آمیز عنصر پیدا ہو جاتا ہے، بلکہ محض بیانیہ نظم کو بھی کچھ اس طرح مرتب کرتے ہیں جس سے پڑھنے والے کے دل و دماغ پر ضرور اخلاقی اثر پڑتا ہے۔ اُس زمانے میں تقسیم مقاصد کا مطلق پتا نہ تھا بلکہ ہر ایک فن کا مقصد خدمت بنی نوع انسان تھا خواہ وہ کسی طرح سے بھی ادا کی جائے لہٰذا ہر فن کے ذریعے اخلاقی اثر ڈالنا مقصود ہوتا تھا؛ اس خصوصیت میں ہسیود کی نظموں نے بہت ترقی کی۔ لیکن زمانۂ مابعد میں شاعری کے ہر مسلک کا جداگانہ مقصد ہو گیا، مثلاً رزمی اور مزماری اشعار اس قدر پند آمیز نہ رہے جتنے وہ اشعار جن کی ظاہری شکل مرثیے کی سی تھی اور جن میں عشق و عاشقی کے جذبات کا اظہار کیا جاتا۔ یونان میں یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ جب پند و نصائح کو عملی نفع کی غرض سے بیان کرتے تھے تو ہمیشہ الفاظ میں بے حد اختصار سے کام لیا جاتا تھا؛ یونانی انھیں Gnomoi کہتے تھے، اور چونکہ شعر کی صورت میں یہ ایجاز آسانی سے پیدا ہو سکتا تھا اس لیے ابتدا میں اسی کو ترجیح دی جاتی تھی۔ لیکن جب شعر کے محدود دائرے کی وجہ سے الفاظ کے معانی میں غیر ضروری پیچیدگی پیدا ہونے لگی تو اس لیے نظم کے عوض نثر کو اختیار کیا گیا۔ علاوہ اسکے عوام کو ایسے اشخاص کے افعال میں عقلمندی کے اصول نظر آنے لگے جو ظاہری تشکیل الفاظ کی پروا کرنے کے بدلے اپنی زندگی کو اصول فلسفہ سے متاثر کرتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ انسان کے سب سے اعلیٰ حوصلوں اور آرزوؤں پر بھی بعض ایسے میلان اور رجحان اثر ڈالتے ہیں جن کو اُس عہد کے رسم و رواج سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ سنہ ۶۰۰ ق م سے قریب زمانے میں تمام یونان کے اندر

باب ۲۴

اس امر کی تعلیم کی خواہش کا غوغا اُٹھ کھڑا ہوا کہ کون کون سی باتیں اچھی ہیں اور کون کون سی مناسب حال ہیں۔ واضح ہو کہ یونانی مذہب میں عقیدے کو زیادہ دخل نہ تھا، بلکہ لوگ مذہبی رسوم کی پابندی صرف دیوتاؤں کو رام کرنے کی غرض سے کیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ حقیقی خوشی اور مسرت کے حصول کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ زندگی صحیح اصول پر ترتیب دی جائے، اور اس طریقے پر کاربند ہونے سے انسان کے اصلی نصب العین کا حصول بہ نسبت محض دیوتاؤں کو خوش کرنے کی کوشش سے زیادہ آسان ہو جائے گا۔ اس اصول کو سرسری طور پر سب محسوس کرتے تھے، اور بہت سوں کو اس سے کماحقہٗ واقفیت حاصل تھی، لیکن ایسے لوگ بہت کم تھے جو اس مسلمہ اصول کے اظہار کے لئے کوئی چھوٹا سا فقرہ اختراع کر سکیں، اور ان کا قول بھی صرف اُسی وقت مستند سمجھا جاتا تھا جب خود اُن کے افعال سے اُن کے اصول کی حقیقت ظاہر ہو۔ ایسے اشخاص کی تعداد ۶۰۰ ق م میں کچھ کم نہ تھی؛ انھیں "عقلا" یا "حکما" کا خطاب دیا جاتا تھا، اور چونکہ ایسے لفظ کے ساتھ کوئی معین عدد نہایت خوبی سے چسپاں ہو سکتا ہے اس لئے اُن کا نام "عقلائے سبعہ" پڑ گیا۔ ظاہر ہے کہ ان سات میں سے صرف چند ہی ایسے تھے جن پر "عاقل" یا "حکیم" کے لفظ کا بالکلیہ اطلاق ہو سکتا ہو، اور جس طرح ہر ایک دیکھنے والے کے لئے اول درجے کے ستاروں میں ایک خاص امتیازی کیفیت نمایاں ہوتی ہے، اور نیچے درجے کے ستاروں کی حیثیت اُس کو کم و بیش مساوی نظر آتی ہے، ایسے ہی علاوہ چوٹی کے حکما کے (جن کی برتری کو ہر شخص تسلیم کرتا تھا) بعض کے نزدیک ایک حکیم ان سات میں شامل تھا، اور بعض کے نزدیک دوسرا۔ زمانۂ مابعد میں ان کے لئے ایک نیا اخلاقی معیار قائم ہو گیا جس کی وجہ سے قدیم رائے میں گونہ تبدیلی پیدا ہو گئی۔ چونکہ فال گاہ دیلفی کا مقصد عام یہ تھا کہ عملی زندگی پر مذہب کا اثر پڑنے لگے اور عرصۂ دراز سے اُس کی خاص تعلیم تھی کہ عوام میں غور و فکر اور اعتدال کے خواص پیدا ہو جائیں اس لئے ابتدا ہی سے (جہاں تک اخلاقی اثرات کا تعلق تھا)

باب ۲۴ اُس نے اپنے آپ کو رائے عام کا قائم مقام بنالیا تھا۔ بہرنہج ہر شخص اس امر پر متفق تھا کہ سات ناموں کی اس فہرست میں سب سے پہلا نام تالیس Thales کا ہی ہونا چاہیئے۔ عام طور پر تالیس کے بعد پتاکوس کا نمبر آتا تھا اور اسکے بعد بیاس ساکن پری اینے کا نام لیا جاتا تھا جس نے میدان سیاسیات میں بہت کچھ جلیت پھرت اور تیزی دکھائی تھی اور جو اپنے اصول کو نہایت مختصر الفاظ میں بیان کرنے میں بالکل عدیم المثال ثابت ہوا تھا۔ اسکی بہت سی کہاوتیں مشہور ہیں، مثلاً "عقل خدا کی بہترین دین ہے"۔ "کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے خوب سوچ سمجھ لے اور پھر اُس پر سختی سے ثابت قدم رہ"۔ "جو شخص بدقسمتی کو برداشت نہیں کرسکتا، خود بدقسمت ہے"۔ "جب تو کوئی نیکی کرے تو ہمیشہ اُسے اپنے معبود کی طرف منسوب کر"، وغیرہ وغیرہ۔ بیاس کے بعد سولن ساکن ایتھنز اور اس کے بعد قدیم مسلمہ اصول کے بموجب کلیوبولوس ساکن لنڈوس کا نام لیا جاتا تھا جو اپنے شہر پر بحیثیت بادشاہ یا خودسر حکمراں کے حکومت کرتا تھا؛ یہی وہ شخص تھا جس نے لنڈوس میں ایتھنزی بت خانے کو از سر نو تعمیر کیا، اشعار کہے اور پہیلیاں بنائیں۔ چھٹا حکیم خیلون ساکن اسپارٹا تھا، جس نے اسپارٹا کی مملکت کی بہت کچھ خدمت کی تھی، اور ساتواں پری اندر خودسر کورنتھ کا تھا۔ چونکہ حکیم افلاطون پری اندر کو اس عالمگیر اعزاز کا مستحق نہیں سمجھتا تھا اس لئے اُسنے اُسکی جگہ ایک نسبتہً غیر معروف باشندۂ جزیرۂ مالوس مسمی میزون کا نام رکھدیا جسے معبود دیلفی نے کسی زمانے میں "اعقل الرجال" کا لقب دیا تھا۔

منجملہ دیگر اشخاص کے جن کا شمار عقلائے سبعہ میں کیا جاتا تھا، فیرے کیدیس ساکن سیروس (جو حکیم فیثاغورس کا استاد تھا)، ارسٹو دیموس ساکن اسپارٹا، مشہور حکیم ایپی مینڈیس ساکن کریٹ، اور ایک اسکیتھی مسمی اناخارسیس تھے۔ ان عقلائے سبعہ کو اس طرح پر تقسیم کیا گیا ہے کہ ان میں سے دو ایونیہ کے، ایک ایولیہ کا، ایک دوریائی جزیرۂ رھوڈس کا، اور تین یونان کے تینوں بڑے بڑے شہروں یعنی اسپارٹا، ایتھنز اور

باب ۱۲

کورنتھ کے باشندے تھے؛ اس فہرست پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ انہیں سے اکثر مشرقی یونان کے ہی رہنے والے تھے، اور ایک بھی ایسا نام نہیں پایا جاتا جس کا تعلق مغربی یونان سے ہو، جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس خطۂ یورپ نے ابھی تک اپنے عقلا کو شناخت نہیں کیا ہوگا۔ غالباً چونکہ کورنتھ میں پری اندر سے قابل کوئی شخص پیدا نہیں ہوا اس لیے اُس کا نام بھی مجبوراً اُس ممتاز فہرست میں شامل کر لیا گیا۔ حکما و عقلا کا یہ مجموعہ در اصل اس تاباں و درخشاں جماعت کا گویا جواب تھا جو سکیون میں کلس تھنیس کے مکان پر جمع ہوا کرتی تھی۔ یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ ایتھنز کے اندر ایک طرف تو ادبی لطافت کے میدان میں فلایوسی اور الکمیونی افراد نے کمال حاصل کیا، اور دوسری جانب نیلوسی خاندان کے ایک رکن یعنی سولن نے عقل و فراست میں بے مثل شہرت پیدا کی؛۔

لیکن اسی زمانے میں جب یونانی قوم اُن لوگوں کے اعزاز و احترام میں مصروف تھی جو اپنی عقل و فراست کو شہری زندگی کے لیے کارآمد بنا رہے تھے، ایسے لوگ بھی پائے جاتے تھے جو نظری علوم میں یکتائے روزگار تھے۔ خالص نظری حکمیات کا موجود مکتشف حکیم تالیس تھا، جو بہ اتفاق رائے نہ صرف تمام عقلا و حکما کا سرتاج ("سوفوس") تھا، بلکہ اسی کے سر یونان کے پہلے فلسفی ("فلوسوفوس") ہونے کا سہرا تھا۔ وہ ایک شخص مسمی ہگزامیوس کا بیٹا تھا، جو خود تھے لوسیوں کے شریف خاندان کا فرد تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تالیس ۶۲۴ق م میں پیدا ہوا اور اُس نے ۵۴۶ق م میں وفات پائی۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ اُسنے طبیعیات کی تعلیم مصر میں پائی، اور چونکہ مصر اور ملطیہ کے مابین نہایت عمدہ تعلقات تھے اس لیے ہمیں اس کے باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی[۵۲]۔ اسنے

---

۵۲ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ چھٹی صدی ق م میں یونانی تہذیب و تمدن پر مشرق کا کچھ کم اثر نہیں پڑا۔ یونانی ہمیشہ علم کی جستجو میں منہمک رہتے تھے، اور حکمیات کی مختلف شاخوں میں

باب ۲۴
اہرام مصریہ کی بلندی سائے کے ذریعے معلوم کی، اجرام فلکی کی اضافی جسامت اور اُن کی رفتار کا مطالعہ کیا، اور وہی پہلا شخص ہے جس نے یونانیوں کو یہ بتایا کہ چاند اپنی روشنی سورج سے اقتباس کرتا ہے اور اُسی نے سورج گرہن کے اصلی سبب سے مطلع کیا۔ ایک مخصوص سال کے چاند گرہن کی پیشین گوئی اُس کی طرف منسوب کی جاتی ہے، اور جہاں تک ہمیں علم ہے یہ گرہن ۵۸۵ ق م لیدویوں اور میدویوں کے باہمی جنگ کے دوران میں پڑا تھا۔ تالیس کی معلومات کی شہرت ایک قصے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ جب اُس نے علامات فلکی کے ذریعے سے یہ معلوم کر لیا کہ آئندہ فصل نہایت زرخیز ہوگی تو فوراً ملطہ اور خیوس کے تمام تیل کے پیچ کرائے پر لے لیے، اور جب اُن کی مانگ بہت زیادہ بڑھی تو انھیں صرف یہ ثابت کرنے کے لیے بڑے کرائے پر دے ڈالا کہ اگر کوئی فلسفی چاہے تو نہایت آسانی اور سہولت سے روپیہ کما سکتا ہے۔ تالیس نے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ مشرق یونانیوں سے کہیں آگے بڑھا ہوا تھا۔ یونانی بر اعظم کے ساحل پر آباد تھے، درانحالیکہ اندرون ملک میں اُن سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ اقوام آباد تھیں۔ نظر براں اس میں شبہہ کرنے کی کہاں گنجائش ہے کہ انھوں نے اس تمدن سے واقفیت حاصل کرنے کی کما حقہٗ کوشش کی۔ ہر ملک کے دروازے باہر والوں کے لیے بند نہ تھے (مثلاً مصر نے اپنے دروازے چھٹی صدی ق م میں ہی کھول دیئے تھے)؛ لیکن جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، جو ممالک دریائے فرات کے کناروں پر آباد تھے انھوں نے اُس وقت تک اپنے ملک میں غیر اقوام کے داخلے کے لیے برابر قیود قائم رکھی تھیں۔ بلاشبہہ ہمارے پاس یونانیوں کے مصر و بابل کے سفرنامے موجود نہیں ہیں، لیکن اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ عام باشندگان یونان تو درکنار، اہم اور باوقار افراد کی سوانح عمری سے بھی ہم واقف نہیں اس لیے کہ اول تو اس زمانے کے بہت ہی کم نوشتے ہم تک پہنچے ہیں، اور دوسرے اُن دنوں میں اس قسم کے حالات ضبط تحریر میں لانے کا رواج نہ تھا۔

صرف ایسے آثار قدرت کی ماہیت کے بتانے پر اکتفا نہیں کیا جن میں کوئی باہمی ربط و اتحاد نہ تھا بلکہ ایک قدم آگے بڑھا کر تکوین عالم کا ایک نظریہ پیش کیا جسکی وجہ سے ہم اسے مخصوص معنی میں یونان کا پہلا فلسفی کہہ سکتے ہیں؛ اسے اس خاص قسم کی عقل و دانش کا ابوالآبا کہا جا سکتا ہے، جس کے حصول کی ہم سب کو خواہش ہوتی ہے، اور جس کے لیے ہم سب کوشش کرتے ہیں لیکن جو ہمیں کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہی پہلا شخص تھا جس نے بعید الفہم امور کو الفاظ کے ذریعے سے بیان کیا۔ کسی چیز کو سمجھانے سے مراد اس کے علل و اسباب بیان کرنا یعنی اس کے ابتدائی حالات سمجھانا ہے؛ اسی طرح تالیس نے مبداء کائنات، خصوصاً آفرینش زمین کی تحقیقات کی، اور یہ نظریہ پیش کیا کہ ہر چیز کا آغاز پانی سے ہوتا ہے۔ اس اصول کو پیش کرنے میں اس نے کسی ایسے عقیدے کی تردید نہیں کی جو یونانیوں کے نزدیک مسلمہ تھا، اس لیے کہ اس سے پہلے جو شعرا گزرے تھے، انھوں نے اوقیانوس کو سب سے قدیم مخلوقات میں شمار کیا تھا اور اسی کو جملہ اشیا کا مبداء و ماخذ قرار دیا تھا۔ تالیس کہتا ہے کہ کرۂ زمین پانی پر استادہ ہے، جس کی وجہ سے زلزلے آتے ہیں؛ اور یہاں بھی اس کا تخیل یونانیوں کے اس عام عقیدے کے مطابق ہے جس کی رو سے زمین کو پوسئیدون دیوتا ہلاتا ہے۔

تالیس نے جو کوشش فطرت کے پوشیدہ اسرار کی تحقیقات میں کی وہ اس کے ہمعصر اور ہم ملک انا سی ماندر نے جاری رکھی۔ یہ فلسفی ہندسی تجربوں میں منہمک ہو گیا؛ اسی نے یونان میں پہلی مرتبہ بابلی طرز کی دھوپ گھڑی بنائی اور تختی پر ساحل زمین کا خاکہ کھینچا۔ اس کی رائے تھی کہ زمین مرکز کائنات پر بے حس و حرکت رکھی ہوئی ہے، اور سیارے اپنے اپنے دائروں سمیت زمین کے گرد حرکت کرتے ہیں۔ اس کے نزدیک پانی کا ابتدائی عناصر میں شمار نہ تھا، بلکہ بجائے اس کے وہ کائنات کے جوئے بحث کی طرف از سر نو رجعت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی حالت سے

باب ۲۴ سب سے پہلے سردی اور گرمی پیدا ہوئی اور ان کے امتزاج باہمی سے سیلان ہوا۔ جس سے آگ کا تفاعل شامل ہو کر ہوا، پانی اور زمین پیدا ہوئی۔ یہ سیلان ابتدا میں ایک قسم کی مٹی تھی جس سے جملہ زندہ جانور بنائے گئے، جن کی پہلی وضع مچھلی کی سی تھی۔ اناسی ماندر یونان میں پہلا شخص تھا جس نے اپنے اُن خیالات کو جو کائنات کی ہیئت کے متعلق تھے، ایک رسالے کی صورت میں شائع کیا۔

ان دو فلسفیوں کے بعد اناسی منیس کا نمبر آتا ہے جو تقریباً ۵۷۵ ق م میں پیدا ہوا تھا اور اناسی ماندر کی طرح ملطہ کا باشندہ تھا۔ اس کی اور اسکے پیش روؤں کی تعلیم میں سب سے بڑا فرق یہ تھا کہ جہاں کائنات کی ابتدا اور اُس کے درجہ بدرجہ ارتقا کا بیان تالیس اور اناسی ماندر کے فلسفے کا محض ایک جزو تھا، ان کی تحقیق و تفتیش اناسی منیس کا موضوع خاص تھا۔ وہ اپنے پیش روؤں کے نکالے ہوئے نتائج سے مطلق مطمئن نہ تھا، بلکہ اس کا خیال تھا کہ ہوا ہی زندگی کے جملہ کرشموں کی گویا بنیاد ہے۔ اناسی منیس ایونی فلسفیوں میں سب سے آخری تھا، اور گو زمانۂ مابعد میں ہرقلیطوس اُن کے قدم بہ قدم چلا، لیکن یہ اُن سے کہیں آگے بڑھ گیا۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ایونیہ جغرافیہ اور تاریخ کا مولد تھا۔ ہکاتایوس ساکن ملطہ نے نہ صرف اناسی ماندر کے نقشے میں اضافے کئے بلکہ ایک رسالہ زمین، اُس کے سمندروں، دریاؤں، پیداوار، آبادی، قصبوں، شہروں کے موضوع پر لکھا اور اس کا نام "سفرنامۂ زمین" رکھا۔ تاریخ کی ابتدا وقائع نگاروں نے کی، جنھوں نے ملکوں، قوموں، اور شہروں کی قدیم تاریخ کے شاعرانہ اور عامیانہ نوشتوں کو جمع کر کے اُنھیں نثر میں بیان کیا۔ ان سے بیشتر ہی ہسیودی مسلک کے شعرا نے اپنے کلام میں نسب ناموں سے مطابقت کا خاص لحاظ رکھا تھا، اور یومیلوس (ساکن کورنتھ) جیسے شاعروں نے مقامی افسانوں کو بھی بیان کرنا شروع کر دیا تھا۔ بعد ازاں ممنرموس نے کولوفولیوں اور سمرنائیوں کی اُن سرفروشیوں کا ذکر، جو اُنھوں نے گی گیس کے مقابلے میں

باب ۱۲

کی تھیں، صرف اس مقصد سے بیان کرتا ہے کہ اس سے بجائے محض افراد کے ذکر کے اُن کے بلدیات کا بول بالا ہو، اور آباد کاری کولوفون کے تذکرے کے طرح جو زینوفانیس نے لکھا تھا اُس نے اپنے موضوع پر تقریباً تاریخی انداز سے بحث کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حقیقی تاریخ نویسی کی بنیاد ایک ملطی مسمی کادموس نے رکھی جس نے چھٹی صدی ق م کے قریب قریب اپنے بلدیئے اور بعض دیگر ایونی شہروں کی تاریخ کے موضوع پر تصنیف و تالیف کی تھی۔ اس کے بعد جن لوگوں نے تاریخ پر خامہ فرسائی کی اُن کے ذریعے ہم اُن سنوی حدود سے ذرا باہر نکل جاتے ہیں جو ہم نے اس باب کے لئے مقرر کی ہیں، اس لئے کہ ان کے بعد کے وقائع نگاروں کا زمانہ خواہ کتنا ہی غیر معین اور مبہم کیوں نہ ہو، اس میں شبہ نہیں کہ یہ جنگ ایران تک برابر لکھتے رہے تھے۔ خارون نے ایک کتاب اپنے وطن لمپساکوس کی تاریخ پر لکھی، اور اُس میں دیونی سوس ساکن ملطہ کی طرح ایران کے حالات پر بھی بحث کی؛ اسی طرح زانتھوس نے اپنے وطن مالوف لیدیہ کو اپنا موضوع تحریر قرار دیا۔ مورخوں میں اکوزی لاؤس خالص یونانی تھا، لیکن مغربی مورخوں کی فہرست میں سب سے پہلا نام ہپیس ساکن رھےگیوم کا آتا ہے۔ بہر حال وقائع نگاروں میں جس شخص کی تصانیف کی اہمیت اور وقعت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا وہ ہکاتایوس ساکن ملطہ ہے، جس کے مختصر حالات کا ہم جغرافیہ نویسی کے ضمن میں ذکر کر چکے ہیں، اور جس نے بغاوت ایونیہ کے دوران میں سیاسیات میں معتدبہ شرکت کی تھی۔ وہ اپنی کتاب کی ابتدا، جس کا نام اُس نے "کتاب الانساب" رکھا ہے، دیوکالیون اور ہیلن سے کرنے سے گویا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ ہیسیود کے مسلک کا نہایت وفادار مقتدی اور پیرو ہے۔ اسکے بعد وہ غالباً اپنے ذاتی تخیلات سے کام لے کر اپنی تصنیف کے پہلے حصے میں دیوکالیون کی اولاد کا ذکر کرتا ہے، اسی طرح دوسرے حصے میں ہرقل کی اولاد کا، تیسرے میں پیلوپونیز کے سورماؤں اور چوتھے میں ایشیائے کوچک کے یونانیوں کا بیان کرتا ہے۔ گو ہکاتایوس کا دعویٰ تھا کہ وہ (پندرھویں پشت میں) دیوتاؤں کی اولاد سے ہے، لیکن اُس نے اُن تمام باتوں کو باور کرنے میں، جو اُس سے قدیم

سورماؤں کے متعلق کہی گئی تھیں، بہت کچھ تامل کیا، اور اسطرح اس عقلی تحریک کا آغاز کیا جو زمانۂ مابعد میں لوگوں میں تحقیق "ہسٹری" کے نام سے مشہور ہوئی۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ واقعات کی تحقیقات و تفتیش کی ابتدا یوریدیس اور سوفسطائیوں نے کی، بعض کو اسکے مبادی ہیروڈوٹس کی تحریرات میں نظر آتے ہیں۔ لیکن ہکاتایوس نے واقعات باقاعدہ تصنیف کر کے جلا دینا شروع کر دیا، اور واقعہ یہ ہے کہ اُس سے پہلے بھی یونان میں ایسے لوگوں کا پتا چلتا ہے جنھوں نے اپنے زمانے میں اس کام کا ذمہ لیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تفتیش واقعات یونانی خصائل کا ایک جزو اعظم تھی، اور اگر اس قوم میں تجسس، انتقاد اور استدلال کا مادّہ نہ ہوتا تو وہ ہرگز اپنے مقاصد میں اس حد تک کامیاب نہ ہوتی۔ آخری وقائع نگار یعنی ہیلانیکوس ساکن متی لنہ نے اپنے مدارج حیات وحیات کلیتہً پانچویں صدی ق م میں طے کئے ہیں اور یہ دراصل قدیم اور جدید طرز تحریر کے درمیان (جس کی ابتدا ہیروڈوٹس سے ہوتی ہے) گویا ایک واسطہ ہے۔

ہمیں کتنی ہی ہمدردی فوکیہ والوں کے ساتھ کیوں نہ ہو جنھوں نے ایرانیوں کی حمایت میں خود اپنے آبائی وطن میں رہنے سے گھر چھوڑ کر دیگر ممالک کو چلا جانا پسند کیا، لیکن ہم امن پسند اور صابر و شاکر اہالیان ملطہ کے ساتھ بھی انصاف کئے بغیر نہیں رہ سکتے جن کا تمدن بہ نسبت فوکیائی تہذیب کے یقیناً زیادہ جامع تھا۔ یہ ثابت کرنے کے بعد کہ ان میں جنگ آزمائی کا مادّہ بھی موجود تھا، ملطیوں نے مناسب شرائط پر ایرانیوں کے ساتھ صلح کر لی جسکی زمانۂ مابعد میں ایرانی بار بار توثیق کرتے رہے۔ اُن کے اس فعل کا اصل باعث یہ تھا کہ وہ اپنی تجارت پر اپنی تمام تر قوت کو صرف کر دینا چاہتے تھے، جس کی وسعت میں کسی قسم کے مبالغے کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ بہت سے ملطہ والوں کے دوست واحباب اور اعزا و اقربا کریمیہ، اشنوف اور مصر میں رہتے تھے، اور یہاں ایسے شہری بھی آباد تھے جو خود ان مقامات کی سیر کر آئے تھے۔ ساتھ ہی ہم جانتے ہیں کہ وہ نہ صرف ان مشرقی ممالک سے واقف تھے بلکہ اُن کے تعلقات مغربی ملکوں سے بھی نہایت قدیم تھے، یہاں تک کہ شہر سیبارس اُن کے لیے گویا وطن ثانیہ کا رتبہ رکھتا تھا، اور وہ سیباریس

باب ۲۴

اور اتروری سوداگروں کے ساتھ بحیرۂ ترھینیہ کے ساحلوں تک جاتے تھے، جس کی وجہ سے وہ قرطاجیوں، لگوریائیوں، کلٹوں، ایبیریوں، بلکہ شائد غیر معروف رومنوں سے بھی ملتے رہتے تھے، جب حالت یہ تھی تو ہمیں اس امر سے ہرگز متعجب نہیں ہونا چاہیئے کہ ان دور دراز ممالک اور مختلف اقوام سے ربط و ضبط رکھنے کی وجہ سے ان کے دل و دماغ پر عظیم الشان اثر پڑا ہوگا جس میں پہلے ہی سے حکمی تجسس کا مادہ بھرا ہوا تھا، نہ ہمیں یہ معلوم کر کے ذرا بھی تعجب کرنا چاہیئے کہ ملطہ ہی وہ شہر تھا جو اپنے تعلقات کی بنا پر یونانی بلدیات میں ممتاز تھا، اور جو یونانی جغرافیہ، تاریخ اور فلسفہ کا مولد وطن تھا۔ بہرحال ہم ملطی قوم اور ملطی حکومت کی درخشاں و تاباں کامیابی سمجھتے ہیں کہ انھوں نے اس ذہنی ترقی میں ایک خاص قسم کا جوش پیدا کرنے میں مدد دی۔ اس میں شک نہیں کہ ملطی تجارت کو کسی ایک فنیقی شہر سے وہی مناسبت تھی جو تمام یونانی تجارت کو تمام فنیقی تجارت سے تھی، لیکن ملطہ نے ذہنی ترقی کی جو خدمت انجام دی وہ کسی فنیقی شہر نے نہیں دی، اور حقیقت یہ ہے کہ جنگ ایران سے پہلے ملطہ کا بجنسہ وہی رتبہ تھا جو اس جنگ کے بعد ایتھنز کا تھا۔

اب ہمیں یونانی فنون لطیفہ کی طرف از سر نو پھر توجہ کرنا چاہیئے، اور اس کی تاریخ اُن غیر معین مدارج سے بیان کرنی چاہیئے جہاں ہم نے اُن کو ہومری اور دوریائی عہدوں سے پہلے چھوڑا تھا۔ اگر ہم ظروف گلی کے چند نہایت قدیم نمونوں اور ادبی روایات کو، جن میں ناموں کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا، بالفعل نظر انداز کر دیں تو ہم فنون لطیفہ کے مطالعے کے لیئے ساتویں صدی ق م تک مطلق کچھ مواد نہ پائیں گے؛ اُس وقت البتہ یہ فنون عبادت خانوں کے کھنڈروں، مجسموں اور برتنوں کے نقش و نگار کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ گو ان میں سے بہت سی اشیاء کا تعلق عالم یونانی کے نصف مغربی سے ہے، جس کی سیاسی تاریخ کا ہم نے ہنوز مطالعہ نہیں کیا، لیکن مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس مضمون کے اجزا میں، جن میں باہمی ربط پایا جاتا ہے تفریق نہ کریں، بلکہ اسی مقام پر جو کچھ ہمیں پانچویں صدی ق م سے پہلے کے

باب ۲۴

تھوڑے بہت حالات بیان کرنے ہیں، بیان کریں :۔

یہ بالکل صاف ظاہر ہے کہ یونانی فنون لطیفہ میں مشرقی ممالک کے اثرات کی وجہ سے جوش پیدا ہوا، لیکن ساتھ ہی اس میں بھی شبہہ کی گنجائش نہیں کہ نہایت بعید زمانے ہی میں فنی اعتبار سے یونان خود استقلال پیدا کر چکا تھا جس کے بعد اُسنے اپنے ہی اصول پر ترقی کرنی اختیار کی اور اپنے ہی اختراعی طریقوں کو استعمال کرنا شروع کیا۔ اس جوش کی ابتدا کچھ تو فنیقیہ سے اور کچھ ایشیائے کوچک سے ہوتی ہے، لیکن چونکہ یونان کا ایشیائے کوچک سے نہایت گہرا تعلق تھا اس لئے یونان پر اس کا اثر نسبتہً زیادہ اہم تھا۔ اگر ہم ایشیائی فنی ترکیب اور یونانی مخصوص طرز کا باہمی تعلق دیکھنا چاہیں تو ہمیں ظروف گلی کی نقاشی اور مجسمہ سازی کا غور سے مطالعہ کرنا پڑے گا؛ لیکن اس ارتقا کا کوئی اثر یونانی فن تعمیر میں نہیں پایا جاتا، بلکہ یونانی فن تعمیر یونانی اشعار کی طرح ہمارے سامنے یک بہ یک اس طور سے آجاتا ہے جیسے کوئی دیبی (تصویر یابت کی صورت میں) دفعتہً کسی نقاش کے دماغ سے نکل کر ہمارے سامنے آکھڑی ہو :۔

ایشیائی فنون لطیفہ کا یونانی فنون پر جو اثر پڑا ہے وہ سب سے زیادہ ظروف گلی کے نقش و نگار سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نقاشی سے اہم فن کے میدان میں ان ظروف کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا۔ ہم اس سے پیشتر ہی میکے نائی کے باقیات پر بحث کرتے ہوئے ان برتنوں کا حوالہ دے چکے ہیں جو اس شہر کی مناسبت سے میکے ناوی ظروف کہلاتے ہیں، اور اُن برتنوں کا بھی ذکر کر چکے ہیں جن پر ہندسی شکلیں بنی ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ حال ہی میں علمائے تاریخ و فنون کی توجہ خالکدیسی اور میلوسی برتنوں کی طرف منعطف ہوئی ہے، لیکن یہ کورنتھی اور ایشیائی ظروف کے برابر اہم نہیں، اور اُن کی نقاشی و آرائش کا اسلوب براہ راست اُن ممالک سے اخذ کیا گیا ہے جو دریائے فرات کے قریب واقع تھے۔ ان پر گلکاری کے ذریعے عجیب و غریب خیالی جانوروں

باب ۱۲ اور پردار انسانوں کی جو شکلیں بنی ہیں، اُن سے آشوریہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، اور بڑے بڑے برتن انسانوں یا جانوروں کے مجموعوں اور وثنیاتی موضوعوں کی تصاویر اور نقشوں سے مزین ہیں۔ ان کی زمین عام طور پر زرد ہے، اور اُس پر مختلف رنگوں کی شکلیں بنی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد چھٹی صدی ق م میں ظروف کی سرخ زمین پر سیاہ شکلیں بننے لگیں اور انھیں دیونی سوس، ہرقل، تھے سیوس اور جنگ ٹروائے کے افسانوں کی تصاویر سے آراستہ کرنے لگے۔ وہ دو دستے والی صراحیاں جو پین اتھے نیا کے تہوار کے ساتھ منسوب کی جاتی ہیں، دراصل اسی قسم کی ہیں۔ چھٹی صدی ق م کے اختتام پر ایسے برتن بنائے جانے لگے جن کی زمین تو سیاہ تھی اور اس پر جو تصاویر بنی تھیں اُن کا رنگ سرخ تھا۔ واضح ہو کہ بعض سیاہ تصویر والے ظروف فنی اعتبار سے بالکل لاثانی ہیں، جیسے فلورنس والی "فرانسوائی" صراحی جسے ارگوتیمس اور کلی تیاس نے بنایا تھا[۳۳]۔

یونانی فن پیکر سازی کی تاریخ روایتی دئے دالوس سے شروع ہوتی ہے، جو ایتھنز کا باشندہ سمجھا جاتا تھا، اور جس نے فن سنگ تراشی کے بہت سے نمونے نہ صرف یونان میں بلکہ یونان سے باہر بھی چھوڑے۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے مجسموں میں ہاتھ پاؤں کا امتیاز کر کے ان میں گویا جان ڈال دی۔ اس کے مجسموں سے اس فن کے ابتدائی مدارج کا پتا چلتا ہے، جبکہ مورت محض ایک پیل پائے کے شکل کی ہوتی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ متروک ہوئے اور ایسے مجسمے بننے لگے جو کم و بیش انسان کی شکل سے ہوتے تھے۔ ہم ساتویں صدی ق م کے نصف دوم میں جزیرۂ ساموس اور خیوس میں فنون لطیفہ کے متعدد ماہروں سے دوچار

[۳۳] ایتھنز کے اکروپولس پر ایران کے حملے سے برابر جو کوڑا کچرا پڑا ہوا تھا اُسکی کھدائی کی وجہ سے ہمیں "نقاشی ظروف" کے ابتدائی طرز کے باب میں بہت کچھ واقفیت حاصل ہو گئی ہے۔

ہوتے ہیں؛ ساموس میں رھوئے کوس اور اُس کے بیٹے تھیودورس نے میر تعمیر کی حیثیت سے شہرت حاصل کی، اور روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ تانبا ڈھالنے کا فن بھی ایجاد کیا؛ خیوس میں ماہران فن کے بہت سے نام پڑھنے میں آتے ہیں، مثلاً میلاس اور اُس کی اولاد یعنی بیٹا بُکیادیس، پوتا آرخرموس، اور دو پرپوتے یعنی بوپالس اور اتھے نِس سب کے سب سنگ تراش تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اُسی جزیرے کے باشندے یعنی گلاؤکوس نے لوہے پر ٹانکا لگانے کا فن ایجاد کیا تھا۔ جس دور کا ہم ذکر کر رہے ہیں اُس میں جزیرۂ کریٹ کو فنون لطیفہ سے خاص لگاؤ تھا، اور اُس میں دو مشہور سنگ تراش سکی لس اور دیوئے نوس پیدا ہوئے، لیکن وہ نقل وطن کر کے پیلوپونیز چلے گئے اور شہر سکیون میں جا کر آباد ہو گئے۔ جزیرہ نمائے پیلوپونیز میں بھی فنون لطیفہ کو بہت کچھ فروغ حاصل ہوا۔ مثلاً ہم دو لقونوی سنگ تراشوں یعنی دونتاس اور دوریکلائی دیس کا نام سنتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پیلوپونیز میں سنگ تراشی کو خصوصاً اس وجہ سے ترقی ہوئی کہ وہاں کے رواج کے بموجب جو شخص اولمپیا کے ورزشی کھیلوں میں اول آتا اُس کا مجسمہ نصب کیا جاتا؛ ابتدا میں تو قدیم مورتوں کی طرح ان میں بہت کچھ سختی اور کرختگی ہوتی تھی، لیکن رفتہ رفتہ ان میں نرمی اور نزاکت آ گئی اور اُن کی صورت بتدریج اصل کے مثل ہونے لگی۔ زمانۂ زیر بحث میں نہ تو سکیونی، آرگوسی اور ائی گینوی مسالک کا پتا ہے اور نہ فنی اعتبار سے ایتھنز کی وہ حیثیت ہے جو آگے چل کر پانچویں صدی ق م میں ہو گئی؛ بہر حال ہم اس امر سے واقف ہیں کہ ہپیاس کے ایتھنز کے چلے جانے کے بعد وہاں کے آزاد شہریوں نے دونوں خود سر کُشوں یعنی ہارموڈیوس اور ارسطوگئی تون کے بت انٹنے نور سے بنوا کر قلعے میں نصب کرائے، اور یہ وہی بت تھے جنھیں جنگ ایران کے زمانے میں شہنشاہ زرکسیز اپنے ساتھ ایران لے گیا۔ چھٹی صدی ق م کے نمایاں اور ممتاز اشیا میں اولمپیا والے کپسے لوس کے صندوق اور دوسرے

باب ۲۱ بائھیکلیس ساکن مگنیشیا (بہ دریائے میاندر) کے بنائے ہوئے منقش و مزین تخت اپولو کا ذکر بھی لازم ہے۔

لیکن خوش قسمتی سے فن پیکر سازی کی تاریخ محض ان ناموں کے شمار پر ہی مشتمل نہیں ہے، بلکہ ہمارے پاس بہت سی ایسی اشیا موجود ہیں جو یقیناً دورِ زیرِ بحث میں بنائی گئی ہوں گی اور جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۵۰۰ ق م سے بیشتر کے یونانی کیا کر سکتے تھے۔ انہیں سے بعض اشیا کا علم تو مدت دراز سے چلا آتا ہے اور بعض (خصوصاً وہ جنکا ارض یونان سے تعلق ہے) حال ہی میں برآمد ہوئی ہیں مثلاً ہم تقریباً ساٹھ برس سے سلی نوس کے سقفی حاشیوں سے واقف ہیں جن میں سے وہ حواشی جو سب سے قدیم بت خانۂ ("ج") پر بنے ہوئے ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے تراشنے والے کو جسم کے اعضا کی صحیح مناسبت کا کما حقہٗ احساس نہ تھا، اور بت کدۂ "و" سے سنگ مرمر کے آئی گینوی بتوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ بعض ملبت کاریاں جو ان کے بعد اسپارٹا میں برآمد ہوئی ہیں اسی قسم کی ہیں جیسے سلی نوس کے حاشیے، لیکن وہ اتنی اہم نہیں ہیں؛ مثلاً ان میں برہنہ نوجوان لڑکوں کا ایک مجموعہ پیلوپونیزی مسلک کے اصول کو نمایاں کرتا ہے جس پر سکی لِس اور دیوئے نوس نے اپنا اثر ڈالا تھا؛ ممکن ہے کہ اورخومینوس اور تھےرا کے بتوں کی طرح، جو اب ایتھنز میں ہیں، یا اُس مجسمے کی طرح جو اب میونخ میں رکھا ہوا ہے، یہ شکلیں بھی اپولو ہی کی ہوں۔ اُن مجسموں میں جو حال ہی میں جزیرۂ دیلوس میں نکلے ہیں، ارتیمس کا ایک نہایت ہی قدیم بُت ہے، جس سے مقدس چوبی مورتیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے؛ ساتھ ہی انمیں ایک پردار دوڑتی ہوئی عورت کا بھی مجسمہ ہے جو شائد "فتحمند اتھینا" کا بت ہوگا اور جو ہمارے لئے اس واسطے اور بھی نہایت دلچسپ ہے کہ غالباً اُسے اُسی آرخرموس نے بنایا تھا جس نے فتحمند اتھینا کا سب سے پہلا بت فی الواقع تراشا تھا۔ آسوس کے حاشیے والی شبیہیں اور اُس راستے کے نشستہ مجسمے جو ملطہ سے برانخی دائے کو جاتا ہے (جو افسوس ہے کہ امتداد زمانہ سے نہایت خراب ہو گئے ہیں) فنون قدیمہ کی یادگار کی حیثیت سے نہایت ہی قابل قدر ہیں۔ لیکن

جو مجسمے وغیرہ اٹیکا میں ملے ہیں یعنی قبروں کی لوحیں جن پر مردوں کی شبیہیں بنی ہوئی ہیں، مجسمے اور ہنبت کاریاں (خصوصًا وہ مجسمے جو اکرو پولیس میں ملے ہیں)، خاص طور پر دلچسپ ہیں؛ منجملہ ان کے سب سے زیادہ قابل لحاظ ارسٹو کلیس کا بنایا ہوا ارسطیون کا وہ لوحی بت ہے جو اس وقت تک تھیسیوم میں محفوظ ہے۔ ان سب شکلوں کے چہروں پر ائی گینیٹی مجسموں کا سا تبسّم پایا جاتا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یونانیوں نے چہروں کو حتے الامکان زندہ انسان کے چہرے سے مشابہ کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ یہاں ہم پختہ مٹی کی اُن اشیا کا محض تذکرہ کرنے پر اکتفا کریں گے جو یونان کے مختلف حصوں میں ملی ہیں اور جن میں چہرے کے احساسات ایک مخصوص انداز سے ظاہر کیے گئے ہیں؛ ہمیں یقین ہے کہ کیکولے کی کتابوں سے اس مسلک کے متعلق مزید معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ اس موقع پر فنّی میدان میں سکّوں کے باوقعت اثرات کا ذکر بھی خارج از بحث ہے، بلکہ یہاں صرف یہ معلوم کرنا کافی ہے کہ خوبصورت سکّے بنانے میں مغربی یونان مشرقی یا وسطی یونان سے کہیں آگے بڑھ جاتا ہے۔ الغرض ۵۰۰ ق م تک یونان سنگ تراشی کے زینے پر قدم رکھ چکا تھا اور پانچویں صدی ق م میں جنگ ایران و یونان کے سبب سے جو حبّ وطنی کے جذبات موج زن ہوئے اُن کی بدولت اس فن کو بالآخر انتہائی عروج حاصل ہو گیا:۔

ہمیں یونانی فن تعمیر کے بارے میں جو معلومات حاصل ہیں اُن کی حیثیت کچھ عجیب و غریب ہے۔ اگر ہم فن تعمیر کی تدریجی ترقی کا خاکہ بالکل ابتدائی حالت سے منتہائے کمال تک کھینچنے پر قادر بھی ہو جائیں تو یہ تاریخی زاویۂ نگاہ سے فن پیکر سازی کی درجہ بہ درجہ ترقی کے ذکر سے بھی زیادہ مفید ہوگا، لیکن افسوس ہے کہ اس کے لیے ہمارے پاس کافی مواد موجود نہیں ہے۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ جہاں فن پیکر سازی ایک محض تقلیدی فن ہے، وہاں فن تعمیر میں اختراعی عنصر زیادہ نمایاں ہے، اور اُس کے موضوعات زیادہ تر کچھ اسی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان موضوعات تک فن تعمیر کے اُستاد

باب ۲۴ کیونکر پہنچے ۔ واقعہ یہ ہے کہ جس وقت ہم یونانی فن تعمیر کے مختلف طریقوں سے واقف ہوتے ہیں، فوراً ہمیں یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہمیں اُنکی پہلی حالت کا علم نہیں بلکہ ہمارے سامنے جو عمارتیں ہیں اُن سے پہلے ہی اس فن میں بہت کچھ ترقی ہو چکی ہے ۔ بایں‌ہمہ یونانی فن تعمیر کا اصول نہایت خوبی اور عمدگی سے سمجھ میں آسکتا ہے؛ ان کی سب سے ممتاز چیز پیل پایہ ہے، اور جہاں تک ظاہری شکل کا تعلق ہے، اُس کی دو قسمیں یعنی دوریائی اور ایونیائی کی جاتی ہیں، اور تیسرا طرز یعنی کورنتھی در اصل ایونیائی طرز کی ہی ایک بدلی ہوئی شکل ہے ۔ دوریائی پیل پائے کی کرسی کے فقدان اور سرپائے کی سادگی کی وجہ سے اس میں ایک خاص امتیاز پایا جاتا ہے؛ اس کے برعکس ایونیائی عمارت کہیں زیادہ خوبصورت ہوتی ہے اسلئے کہ اسکا ستون نازک، کرسی کی شکل میں ایک خاص انداز اور سرپائے میں تزئین و زیبائش کا پہلو نمایاں ہوتا ہے، لیکن گو پیل پایوں کے حاشیے میں نسبتہً زیادہ تنوع پایا جاتا ہے، لیکن اس میں خوبصورت تریکھے اور سقفی حاشیے نہیں ہوتے ۔ بہ نسبت ایونیائی کے دوریائی طرز میں کہیں زیادہ دل گرفتگی پائی جاتی ہے، یعنی جہاں ایونیائی عمارت میں نزاکت نمایاں ہے وہاں دوریائی عمارت مردانہ خشونت کا پہلو لیئے ہوئے ہے اسی لیئے یہ گمان کیا جاتا ہے کہ دوریائی طرز پر مصری اثرات اور ایونیائی پر ایشائی اثرات غالب ہوں گے۔ جن ستونوں کو ہم "پیش دوریائی" کا لقب دیتے ہیں اُسی قسم کے ستون مصر میں بھی پائے جاتے ہیں ۔ ایونیائی سرپائے پر ایک قسم کی "لولبی" مغرِی بنی ہوئی ہے جس کا طرز نہایت قدیم ہے اور جو کہیں تو اکہری اور کہیں دُہری ہے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ "لولبی مغرِی" صرف پیل پائے کے ساتھ مخصوص ہو گی، مثلاً اکہری مغرِی خزانۂ اورخومینوس کی چھت میں جیسے شلی مان نے برآمد کیا ہے اور دوہری میکے نائی کے طلائی پیالوں میں پائی جاتی ہے؛ لیکن یونانیوں نے اس مشہور طرز آرائش کو پیل پایوں کے ساتھ کچھ اس طرح منطبق کر دیا گویا کہ اُس کا خاص یہی مصرف تھا، اور اس سے یونانی فنون کی اختراعی قابلیت کا پتا لگتا ہے ۔ لطف یہ ہے کہ بعض نظریہ سازوں نے

اسپے نزدیک یہ قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ یہ طرز آرائش فی الواقع ستونوں ہی کے لیئے ایجاد کیا گیا تھا۔ [۳۸]

اب ہم اُن مسائل کی طرف رجوع کرتے ہیں جو اگرچہ زمانۂ دراز سے زیر بحث ہیں لیکن جنکا ہنوز کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ پہلا سوال یہ ہے کہ آیا یہ سب طریقے ابتدا میں چوبی مکانات کے لیئے ایجاد ہوئے تھے یا نہیں؟ یہ واقعہ ہے کہ متعدد یونانی بیت خانوں کے ملاحظہ کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں لکڑی کے ایوانوں کی نقل کی گئی ہے، لیکن بہت سے ایسے امور ہیں جو اس نظریے سے مطابقت نہیں رکھتے، اور نہ اُن کا کوئی ثبوت دیا جا سکتا ہے۔ اب سے اخیر عہد کی تحقیقات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ غالباً بیت خانوں کی دیواریں ایسی اینٹوں سے بنائی جاتی ہوں گی جن کو پکانے کے عوض محض دھوپ میں خشک کر لیتے تھے۔ دوسرے مسئلے کا تعلق اُس عہد سے ہے جس کے باقیات ہنوز موجود ہیں، اور وہ ستونی درجہ بندی کا مسئلہ ہے۔ سیمپر Semper کے زمانے سے بہت سے مورخوں نے دوریائی طرز تعمیر کی تقسیم مختلف عہدوں میں کی ہے، مثلاً یہ کہ سب سے قدیم طرز کے ایوان کا زمانہ آتا ہے جن میں کوئی خاص اصول مدنظر نہ تھا اس کے بعد اُن کی تعمیر چند مخصوص اصول کی بنا پر ہونے لگتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ شومیٔ قسمت سے اس نظریئے کی بنیاد ضرورت سے زیادہ

---

[۳۸] ایونی "سرِ پایہ" کیلیئے دیکھو پخشٹائن: "سرِ پایۂ ایونیہ" Puchstein: Das ionische Kapitell برلن ۱۸۸۷ء۔ میرا خیال ہے کہ سرِ پائے کی ابتدائی حالت ہمیں ایک عجیب و غریب آراستہ بیل پائے کی تصویر میں نظر آتی ہے جو قدیم مصری شہنشاہی عہد کے ایک مقبرے میں ملی ہے۔ پیرو و شپی اے Perrot et Chipiez جلد ا، تصویر ۱۲۱ اس سے بھی زیادہ جس چیز کا تعلق ایونی سرِ پائے سے ہے وہ ۸۲۲ق م کی ایک یادگاری عمارت کا ایک سرِ پایہ ہے جا سیپار (بابل) میں ملا ہے دیکھو ہومل: "تاریخ بابل و اشوریہ" Hommel: Gesch. Babylon Assyr. برلن ۱۸۸۵ء (جسکے صفحہ ۵۹۶ پر تصویر دی ہوئی ہے)۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس سے ستون کی کرسی کا کام لیا گیا ہے اور یہ یونانی فنون کی ہم آہنگی سے بہت دور جا پڑا ہے۔

باب ۲۷

نامعلوم حالات پر ہے، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ واقعات کے اعتبار سے جس حد تک تقسیم ممکن ہے اُس سے زیادہ مکمل تقسیم کردی جاتی ہے، اور جو کچھ کم و بیش عمارتیں اس وقت تک موجود ہیں اُن کے باب میں صحیح خیال قائم کرنے کیلئے ہمیں اس نظریئے سے بہت ہی کم مدد ملتی ہے۔

اُس عہد کے بت خانوں کے کھنڈر جس کا اس وقت ذکر کیا جارہا ہے، دوریانی طرز کے ہیں؛ ممکن ہے کہ اس کا اصلی سبب یہ ہو کہ بہ نسبت ایونی طرز کے اس عہد میں دوریانی طرز تعمیر زیادہ مقبول عام تھا، اور کم ازکم اس میں تو شبہہ نہیں کہ دیار مغربی میں لوگ دوریانی طرز ہی کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایونی طرز سب سے پہلے چھٹی صدی ق م میں الیفی سوس کے بت کدۂ ارتمس کی تجدید و مرمت کے وقت رائج ہوا، لیکن اس میں مطلق کوئی شک نہیں کہ اس طرز کی عمارتیں اس سے قبل بھی بنائی جاتی تھیں۔ یہ امر تعجب انگیز ہے کہ بتخانۂ الیفی سوس کے میر تعمیر دو کریٹی، یعنی خرسفرون ساکن کنوسوس اور اس کا بیٹا میتاگنیس تھے۔ اس بت خانے کا رقبہ نہایت وسیع تھا، یعنی وہ چار سو قدم سے زیادہ طویل اور دو سو قدم سے زیادہ عریض تھا؛ اس کے دو بازو تھے جن میں سے ہر ایک میں ستونوں کی دو دو قطاریں تھیں۔ جو باقیات حال میں برآمد ہوئی ہیں وہ دراصل اس مرمت کی ہیں جو سکندر اعظم کے زمانۂ ولادت کی مشہور آتش زدگی کے بعد ہوئی تھی اور غالباً ابتدا میں ایونیائیوں نے مصری عمارتوں میں اس قسم کے عظیم الشان ستونوں کو دیکھ کر اُن کی نقل اُتارنی چاہی ہوگی۔ ساموس کا بتخانۂ ہیرا بھی اُتنا ہی عظیم الشان تھا؛ اُس کی تعمیر رھوئےکوس ساکن ساموس نے شروع کی اور پولیکراتیس نے اختتام کو پہنچایا۔ اُسی زمانے کے بنے ہوئے بت خانے کلاروس، فوکیہ اور برانخی دائے میں بھی تھے۔ بات یہ ہے کہ لوگ چاہتے تھے کہ ایشیائے کوچک کے ممتاز معبودوں کی فرودگاہ نہایت نفیس اور عالی شان ہونی چاہیئے، اور انھیں کی دیکھا دیکھی پی سِسٹراتوس نے بھی اپنی اتھینا دیبی کے لیئے ایتھنز میں ایک بت خانہ تعمیر کیا۔ مغربی ممالک میں مندروں کی تعمیر کا بہت کم ثبوت فراہم ہوا ہے، لیکن بعض عالی شان دوریانی طرز کے باقیات

ایسے مقاموں میں دریافت ہوئے ہیں جن کی اہمیت قدیم زمانے میں ہی کم ہو چکی تھی اور جو آج بالکل ویرانی کی حالت میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے دو بتخانوں کے کھنڈر میتاپونتوم کے دلدلوں اور تین کے پئیستوم (پوسئیدونیا) میں ہیں جو سب کے سب نہایت عمدہ حالت میں ہیں، اور ان کا محل وقوع ایک ایسا میدان ہے جو سمندر اور پہاڑوں کے درمیان ہونے کی وجہ سے دیکھنے والے کے دل و دماغ کو تازہ کرتا ہے۔ سرقوسہ میں بھی تین مندروں کے کچھ آثار ہنوز باقی ہیں، افسوس ہے کہ ان میں سے دو سے بالکل ملحق ایسی عمارتیں بنا دی گئیں کہ جن کی وجہ سے یہ بالکل پوشیدہ ہو گئے ہیں اور تیسرے مندر کے جو میدان میں کھڑا ہے صرف دو ستون باقی رہ گئے ہیں۔ ان تمام آثار باقیہ سے زیادہ وسیع سلی نوس کے کھنڈر ہیں، جنہوں نے تاریخ فنون لطیفہ میں اپنی اہمیت کا گویا سکہ بٹھا دیا ہے، لیکن تعمیری زاویۂ نگاہ سے ان پر ہنوز کافی غور نہیں کیا گیا۔ مورخوں کا خیال ہے کہ موجودہ عمارات میں سب سے قدیم دوریائی مندر وہ ہیں جن کے کھنڈر آج تک کورفو اور کورنتھ میں استادہ ہیں۔

باب بست و پنجم

یونان کبیری اور سسلی کے سیاسی حالات اور تمدنی ترقی

یونانی تہذیب و تمدن کی درجہ بہ درجہ ترقی کا حال ختم کرنے سے پہلے اس کی ضرورت ہے کہ ہم عالم یونان کے مغربی حصوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں۔

جزیرہ نمائے اطالیہ میں یونانی زندگی کے دو مرکز بن گئے تھے یعنی خلیج نمیلز اور خلیج تارنتوم؛ ساتھ ہی اگر ہم یونانی آبادکاروں کی بابت مکمل معلومات حاصل کرنی چاہیں تو ہمیں ایک اور مرکز یعنی اُس حصے کا اضافہ کرنا پڑے گا جو اب کالابریا کہلاتا ہے لیکن بہ نسبت اٹلی کی دوسری نوآبادیوں کے اُس کا تعلق سسلی سے زیادہ تھا۔ باہمہ دوسرے مجموعے جس میں تارنتوم، میتاپونتوم، سیبارس اور کروتونا شامل تھے، اور تیسرے مجموعے کے مابین جس کے ممتاز بلدیات لوکری اور رھے گیم تھے، بہت ربط و ضبط تھا، لیکن کیمے اور نمیلز بالکل علیحدہ رہنا پسند کرتے تھے، اور میدان سیاسیات میں ان کا رشتہ نہ تو خلیج تارنتوم کے بلدیات سے تھا، اور نہ جزیرہ نما کے اقصائے جنوب سے۔ اُن کی اس بے تعلقی کا اصل باعث اس حصے کی جغرافی ترکیب تھی؛ اگر ہم نقشے پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ یہاں کمپانیا کے مشرق میں چاروں طرف سے چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں مل کر ایک اچھے خاصے سلسلۂ کوہی کی شکل میں نمودار ہوتی ہیں اور اسطرح کمپانیا کو میدان اپولیا سے جدا کر دیتی ہیں؛ یہی وہ مقام ہے جہاں کے باشندوں نے بالآخر اپنی سیادت نشیبی اٹلی کے یونانیوں سے تسلیم کرالی۔ اگر ہم اس مسئلے پر غور کریں کہ آخر وہ کس قسم کے اثرات تھے جن کی بنا پر یونانیوں نے ان تین خطوں کو ہی اپنی

باب ۲۵

آبادکاری کے لئے منتخب کیا تو اُس کے دو جواب ملیں گے، یعنی اول تو اس حصۂ ملک کی جغرافی حالت اور دوسرے اُس کے اصلی باشندوں کی کیفیات وخصوصیات؛ ایکطرف تو یونانیوں نے ملک کی قدرتی حالت کو اپنے مزاج کے مطابق پایا ہوگا اور دوسرے جو قومیں یہاں آباد تھیں اُنھوں نے نوواردوں کی زیادہ مخالفت نہ کی ہوگی یا وہ خود نسبتہً آسانی سے مغلوب ہوگئی ہوں گی۔ واقعہ یہ ہے کہ صرف ان ہی تین مقامات پر یہ دونوں شرطیں پائی جاتی تھیں۔ یونانی ملاحوں کے لئے تین چیزیں یعنی خلیجیں، جزیرے اور جزیرہ نما، نہایت لازمی اور ضروری تھیں؛ یہ کمپانیا میں بدرجۂ اکمل اور دوسرے درجے پر خلیج تارنتوم کے ساحل پر ملتی تھیں، اور اُس ضلع کا ساحل جسے اب کالابریا کہتے ہیں، چھوٹی چھوٹی راسوں اور خلیجوں کی وجہ سے تھوڑا بہت یونانی ساحل کی وضع کا ہوگیا تھا اس ملک میں جو قومیں یونانیوں کو ملیں اُن میں سے مساپی خاصے جنگ جو تھے لیکن اُن کے اور یونانیوں کی تہذیب وتمدن اور رسم ورواج میں کچھ زیادہ بُعد نہ تھا، لہذا اُنھوں نے نوواردوں کی تہذیب رفتہ رفتہ بلا تکلف اختیار کرلی۔ ان سے ذرا مغرب کی طرف خونیس، اوئے نوترہی اور صقالی مساپیوں کے برابر جنگ جو نہ تھے لہذا وہ یونانیوں کے راستے میں زیادہ حائل نہیں ہوئے۔ رہے کمپانیا کے اوسکانی، سو اُنھوں نے یونانیوں سے تجارتی تعلقات سے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا، لیکن ساتھ ہی ان آبادکاروں کا سیاسی دباؤ کسی طرح اپنے اوپر نہیں پڑنے دیا، لیکن کیمے اور نیپلز نے اندرون ملک کے اصلی باشندوں سے بہت کچھ دوستانہ تعلقات پیدا کرلیئے۔ چونکہ بحیرۂ ترھینیہ کے شمال کی طرف جو ضلع تھا اس میں یہ دونوں شرطیں پوری نہیں ہوتی تھیں، یعنی نہ تو وہ یونانی استعمار کے لئے مناسب تھا اور نہ وہاں کے باشندے آسانی سے مغلوب ہوسکتے تھے، اس لئے یونانی آبادکاروں نے اسی طرف رخ نہیں کیا۔ اس حصۂ اٹلی میں اوڑبی تیلو اور ریوم بینو کے درمیان جو ساحل ہے اُس میں دو راسیں آگے کو سمندر میں نکلی ہوئی ہیں علاوہ اس کے دو جزیرے یعنی جیلیو اور ایلبا اس خوبصورت حصے کو زیادہ خوبصورت کردیتے ہیں؛ اسے دیکھ کر انسان کو معاً خلیج نیپلز اور اسکیا کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح قدرت نے اسکیا کو یونانی استعمار کے لئے گویا منتخب کرلیا تھا اسی طرح یہ حصہ بھی اُسکے واسطے

باب ۲۵

نہایت مناسب ہوتا۔ لیکن اس میں اٹروری قوم آباد تھی، اور وہ ہرگز اس کی روادار نہ ہوتی کہ غیر ملکی سوداگروں کا ایک گروہ آکر اُن کے ملک میں چند خود مختار بلدیات آباد کرے۔ اسی لئے تو اس ملک میں ایک بھی ایسی نوآبادی قائم نہیں کی گئی جسے حقیقی معنی میں یونانی بلدیئے کا لقب دیا جا سکتا، لیکن بلاشبہ اس حصے میں بہت سے یونانی قریے اور چھوٹی چھوٹی نوآبادیاں پھیلی ہوئی تھیں جن کی تعداد کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔

یونانیوں نے جزیرۂ سسلی کے مشرقی جنوبی حصوں پر خاص طور سے قبضہ کر لیا تھا۔ اس جزیرے کے مشرقی حصے میں تو چند عمدہ عمدہ بندرگاہیں پائی جاتی ہیں لیکن جنوبی حصے میں کوئی قدرتی بندرگاہ نہ ہونے کے باوجود انھوں نے گیلا، اگری گنتوم اور سلی نوس سے عالی شان اور ذی اقتدار بلدیات آباد کئے۔ سسلی کے شمالی ساحل پر صرف چند ہی یونانی بستیاں تھیں، لیکن مغربی ساحل تک یونانیوں کی مطلق رسائی نہ تھی اسلئے کہ شمال و مغرب میں فینقیوں نے اپنا پڑاؤ ڈال رکھا تھا، اور اُن کے قریب ہی دوسری ایشیائی قوم یعنی ایلی می عرصۂ دراز سے آزادانہ زندگی بسر کرتی تھی۔ ان کے قبضے میں تین نسبتہً اہم مقامات یعنے کوہ ایریکس، شہر سگستا اور قصبۂ اینتیلا تھے جن میں سے پہلا افرودیت کی پوجا کے لیئے مشہور تھا، اور سگستا کے آثار باقیہ آج تک اُس کے آبادکاروں کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ فینقیوں اور ایلی میوں کے علاوہ سسلی میں دو با وقعت اطالوی قومیں یعنی مغرب میں تو سکانی اور مشرق میں صقالی آباد تھے، لیکن یونانیوں نے جزیرے میں قدم رکھتے ہی ان کو مجبور کیا کہ بیشتر ساحلی علاقہ ان کے حوالے کر دیں؛ وہ خود مدت دراز تک اندرون ملک میں آزادانہ طور پر بود و باش کرتے رہے، لیکن یونانی تہذیب و تمدن سے متاثر ہونا ممکن تھا۔

اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اٹلی اور سسلی کے یونانیوں کی حالت ایشیائے کوچک کے یونانیوں سے کچھ ملتی ہوئی تھی، گو جہاں تک ملک کے قدیم باشندوں اور اُن غیر ملکیوں کا تعلق ہے جو باہر سے آکر یہاں آباد

باب ۲۵

ہو گئے تھے، سسلی اور اٹلی کے یونانیوں کی حالت ایشیائی یونانیوں سے ذرا بہتر تھی؛ یعنی ایک طرف تو دونوں ملکوں میں انھیں اپنے ہمسایوں کے مقابلے میں اپنی حیثیت اور اقتدار کو قائم رکھنا پڑتا تھا، دوسری جانب اٹلی اور سسلی کے فریق مخالف کے پشت و پناہ بننے کے لیے کوئی زبردست سلطنت موجود نہ تھی اور نہ یونانیوں کی ترغیب و تحریص کے لیے کوئی قدیم تمدن رائج تھا۔ اس واقعے میں اعتراض کی گنجائش نہیں کہ مغربی یونان یعنی اٹلی اور خصوصاً سسلی میں، مشرقی یونان سے کہیں زیادہ تعداد مدبر اور سیاست داں لوگوں کی گزری ہے۔

سب سے پہلے ہم خلیج نیپلز کی نوآبادیوں کا تذکرہ کریں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ چھٹی صدی ق م کے اختتام سے پیشتر اُن کی سیاسی تاریخ کے باب میں ہمیں نہایت ہی کم حالات معلوم ہوئے ہیں، اور اس کے بارے میں صرف ایک ہی امر وثوق سے بیان کیا جا سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ اس عہد میں نیاپولس مطلقاً کوئی چیز نہ تھا بلکہ ہر اعتبار سے اس نواح میں کیمے ہی کو تفوق حاصل تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کیمے کا طرز عمل نہایت امن پسندی کا تھا، مثلاً یہاں کے باشندوں نے خواہ براہ راست خواہ بالواسطہ اپنے ہمسایوں یعنی اوسکانیوں، امبریائیوں، ایٹروریوں اور سامیوں کو حروف ہجا کی تعلیم دی، اور اسی شہر کے ذریعے سے یونانی ظروف گلی وسطی اطالیہ میں جانے لگے۔ کمپانیا کے مقبروں میں تانبے کی بعض نہایت خوبصورت اشیاء برآمد ہوئی ہیں جو غالباً خالکِس سے کیمے ہو کر وہاں پہنچی ہوں گے۔ واضح ہو کہ اس شہر سے متعدد شاہراہیں، نولا، سوئسولا اور کاپوا ہو کر اندرون ملک کو جاتی تھیں[1]۔ معلوم ہوتا ہے کہ کیمے والوں کے سیاسی حوصلے پست ہونے کی وجہ سے اُن کے تجارتی تعلقات ایٹروریہ والوں کے ساتھ بہت عمدہ تھے، جو غالباً نویں صدی ق م میں جبراً کمپانیا میں گھس آئے تھے۔

[1] کیمے کے اثر کے لیے دیکھو، فون ڈون: "خصوصیات تاریخ کمپانیا" F. von Duhn Grundzuege einer Gesch. Camp: (Verh. d. Philol. Vers in Trier, 1879)

باب ۲۸

کیمپے کا اوسکانیوں اور ساٹروریوں پر جو اثر تھا اُس کا عکس اُس اثر میں نظر آتا ہے جو تارنتوم نے جنوب و مشرقی اقوام یعنی مسایپوں، سامنی تی نیوں اور کالابریوں پر اور ذرا شمال کی طرف ہٹ کر یاپی گیون پر ڈالا۔ واضح ہو کہ یاپی گی قوم شمال میں پہاڑی راس گار گانوس تک پھیلی ہوئی تھی اور اُس کی دو شاخیں پیوکیتی اور دونیانی تھیں جنھیں اوسکانی مجموعی طور پر اپولیوں کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔ وہ پانچویں صدی ق-م تک برابر اہالیان تارنتوم کے حملوں کی مدافعت کرنا اپنا فرض تصور کرتے رہے، لیکن ان کی لڑائیوں کا ثبوت خود شہر تارنتوم کے بانی فالانتوس کے عہد تک چلتا ہے، جبکہ یہاں کے باشندوں نے اپنی کامیابی کے موقع پر دیلفی کی قربان گاہ پر چڑھاوے چڑھانے کے لیۓ تحفے بھیجے تھے۔ باوجود ان تمام مناقشوں کے ان اقوام پر تارنتوم کا نہایت زبردست اثر پڑا، یہاں تک کہ زمانۂ مابعد میں یہ دعوےٰ کیا گیا کہ دراصل یہ سب قومیں آرکیڈی نسل سے ہیں، اور اُن کے مورث یعنی یاپگس، داؤنوس اور پوکے تیوس، لی کاؤں کے بیٹے تھے۔ اس کے بعد اور بھی بہت سے یونانی سورما گویا ان کی نذر کر دیئے گئے، جیسے ادومے نیوس، پوڈالئی ریوس اور دیومیدیس، جس نے دونیائیوں کی سرزمین میں شہر آرگی رپے آباد کیا؛ یہ غالباً وہی شہر ہے جس کا نام بعد میں آرگوس ہپیوم پڑ گیا۔ چونکہ تارنتوم کا بندرگاہ اس خلیج کے جملہ بندرگاہوں میں سب سے عمدہ تھا اس لیۓ اُس کا محل وقوع تجارت کے لیۓ خاص طور پر مناسب تھا۔ اس زمانے میں جہاز حتی المقدور ساحل کے قریب ہی رہا کرتے تھے اس لیۓ جو جہاز ادھر سے ہو کر گزرتا وہ یہاں ضرور رُکتا تھا۔ اور اس طرح اس شہر کی تجارت کی روز افزوں ترقی میں ممد و معاون ہوتا تھا۔

ہم بالفعل خلیج تارنتوم کے سرے والے بلدیات کو نظر انداز کر کے جنوب و مغرب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جہاں کے ادارات و واقعات سنین اعتبار سے سیبارس اور کروتون کے سب سے اہم حالات سے پہلے وقوع پذیر ہو چکے تھے۔ بلدیات بروتیوم کے وساتیر کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سسلی کے شہروں سے اُن کے نہایت قریبی تعلقات تھے، مثلاً لوکری اور کتانے دونوں میں

باب ۲۵

قدیم وضع قوانین کی مثالیں ملتی ہیں جب لوکری میں اندرونی بد امنی پھیلی ہوئی تھی تو فال گاہ ڈیلفی سے معاملات رجوع کرنے پر یہ حکم ملا کہ انھیں اپنے شہر کے لیئے نئے قوانین مرتب کرنے چاہئیں، لہذا انھوں نے یہ اہم کام ایک شخص مسمی زالیوکوس کے سپرد کیا جس پر (نعوذباللہ) اتھینا دیبی کی جانب سے الہام ہوا کرتا تھا[1] یہ جدید قوانین تقریباً ۶۶۰ ق-م میں لکھے گئے جو یونان میں تحریری قوانین کی سب سے پہلی مثال ہے۔ الیفوروس کہتا ہے کہ یہ کریٹی اشپارٹی اور اریوپاگوسی (یعنی ایتھنزی) قوانین سے اخذ کیئے گئے تھے، اور ان میں یہ جدت کی گئی تھی کہ اگرچہ پہلے تو عاکموں کو سزا کے تعین کا کلّی اختیار رہتا، لیکن اب ہر ایک جرم کے لیئے بیش ازبیش سزا مقرر کردی گئی قدیم رواج کے مطابق ان قوانین کے استقلال پر بہت زور دیا جاتا تھا، چنانچہ اگر کسی شخص کی ترمیم نامنظور ہو جاتی تو اُسے سزائے موت کا مستوجب گردانا جاتا۔ زالیوکوس کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب اُس کا بیٹا کسی عورت سے زنا کا مرتکب ہوا تو قانون کے مطابق اس کی دونوں آنکھیں نکلوا دینے کا حکم صادر ہوا، لیکن جب باپ نے یہ سنا تو اُس نے اُس کے قصاص میں ایک آنکھ اپنی اور ایک اپنے بیٹے کی نکلوادی؛ اور ہم یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہیں کہ باپ کی حیثیت سے اُس کا یہ فعل خواہ کتنا ہی قابل تحسین کیوں نہ ہو مگر مقنن کی حیثیت سے اس میں بہت کچھ سقم پایا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ لوکری کا انتظام ایک ہزار اراکین کی

---

[1] زالیوکوس پر Schol. Pind. Ol. ۱۱/۱۷ میں ارسطاطالیس کا اقتباس دیا ہوا ہے (میئولر جز و ۲۳۰) - الیفوروس کا اقتباس انسترابو ۶، ۲۶۰ میں؛ دیموس تھنیس وتموکراتیس ۱۳۹ وغیرہ - اکثر متقدمین زالیوکوس اور خارونداس میں خلط مبحث کر دیتے ہیں - مقابلہ کرو Herm. St. A. (۸۸و۸۹) - یوسی بیوس کہتا ہے کہ اس کا زمانہ اُنتیسواں اولمپیاد تھا؛ لیکن چونکہ یہ بھی معمول کے مطابق مختلف سنین کے از سر نو ترتیب دیئے کا نتیجہ ہے اور زالیوکوس کو دراکو سے چالیس سال پہلے رکھ دیا گیا ہے اس لیئے اس پر زیادہ حصر نہیں کیا جا سکتا - جہاں تک زالیوکوس کا تعلق ہے بہترین بیان بوسولٹ کی "تاریخ یونان" Busolt: G. G. (جلد ۱ صفحہ ۲۷۶) میں دیا ہوا ہے؛

ایک مجلس کے سپرد تھا جس کے صدر کو کوزموپولس کہتے تھے۔ باب ۲۵

خاروندِاس نے کتانہ کی اُسی طرح خدمت کی جیسے زالیوکوس نے لوکری کی کی تھی[۵۳]۔ خاروندِاس عمر میں زالیوکوس سے چھوٹا تھا، بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اُس کا شاگرد بھی تھا۔ ارسطاطالیس کہتا ہے کہ اُس کے بنائے ہوئے قوانین قطعی و معین ہونے کی وجہ سے بہت قابلِ تعریف تھے۔ دیودوروس کے قول کے مطابق اُس نے یہ قانون بنایا کہ اگر کسی شخص کی بیوی قضائے الٰہی سے فوت ہو جائے اور وہ دوسرا ازدواج کرے تو اُس کے جملہ حقوق شہریت سلب ہو جائیں گے۔ نیز اُس نے متولیوں کے فرائض اور دوسرے ضروری امور کے لیئے بھی جدید قوانین نافذ کیئے، لیکن چونکہ دیودوروس یہ کہتا ہے کہ یہ سب قوانین شہر تھوریئی کے لیئے مدوّن کیئے گئے تھے، اس لیئے اُس کے اس قول کو کہ انھیں خاروندِاس ہی نے بنایا تھا، باور نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے زیادہ موثق یہ امر ہے کہ اُس کے ایک قانون کے مطابق اگر کوئی امیر آدمی عادلانہ فرائض کی انجام دہی سے انکاری ہوتا تو اُسے غریب آدمی سے زیادہ سزا دی جاتی، اور اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کتانہ میں حکومتِ اکابر کا اصول رائج تھا۔ خاروندِاس کے قوانین سسلی کے خالکیدیسی بلدیات میں بھی نافذ کیئے گئے، لیکن ہر ایک بلدیئے میں اُن کا مساوی اثر نہ تھا، اس لیئے کہ ہمارے علم میں پانئےتیوس لیونتی نی کا خودسر حکمراں تھا، اور یہ سسلی کی تاریخ میں خودسر حکمرانی کی پہلی مثال ہے[۵۴]۔ پانئےتیوس نے پہلے تو طبقۂ اولیٰ کے افراد سے یہ کہہ دیا کہ جنگ سے امیروں کو ہی سب سے زیادہ فائدہ پہنچ رہا ہے، اور جب وہ ایک مرتبہ فوج کا جائزہ لیتے وقت سپہ سالاری کے فرائض انجام دے رہا تھا تو یکایک اُس نے موجودہ امرا کے گھوڑے اور ہتھیار ضبط کر کے انھیں طبقۂ ادنیٰ کے افراد کے ہاتھوں مروا ڈالا۔ اس قصے سے یہ

---

۵۳ خاروندِاس کے لیئے ہولم: "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیمہ" Holm: Gesch. Sic. im Alterth جلد ۱، ۱۵۳ وغیرہ۔

۵۴ پانئےتیوس کے لیئے ہولم: "تاریخ سسلی" جلد ۱، ۱۵۳۔

باب ۲۵

یہ معلوم ہوتا ہے کہ گومیون تی نی کے باشندوں میں کسی قسم کا صحیح سیاسی احساس نہ تھا لیکن خاروندا اس کے دستور کے سبب سے یہاں بھی حکومت پر ایک خاص طریقے کا اثر پڑ گیا تھا۔

دوریائی شہر اکراگاس کے آبادکاری کے کچھ ہی عرصے کے بعد یہاں ایسی خودسرانہ حکومت قائم ہوئی جس کی مثال ملنا دشوار ہے[۱] یہاں کے باشندے زیوس پولی ایوس کے نام پر شہر کے قلعے میں ایک عالی شان بت خانہ بنوانا چاہتے تھے، اور انھوں نے اس کام کی نگرانی کے لیئے ایک متمول شہری مسمی فالارس کو مقرر کیا۔ اسی طرح فالارس کے پاس روپے کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا اور شہر کے مزدوروں پر اس کا اثر قائم ہوگیا؛ اب اس نے یہ ظاہر کیا کہ چونکہ بہت سی اشیا جو اس نے بت خانے کی تعمیر کے لیئے جمع کی تھیں چوری گئیں ہیں لہٰذا قلعے کی چاروں طرف ایک اور دیوار بنانے کی ضرورت پیش آئے گی۔ اس کی اجازت ملنے کے بعد اس نے اپنے وفادار مزدوروں سے تھسموفوریا عید کے موقع پر عوام پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور انھیں شکست دے کر خود شہر کا فرماں روا بن بیٹھا۔ اس نے اپنے سولہ سال کے عہد حکومت میں یعنی (۵۷۰ق-م سے ۵۵۴ق-م تک کے زمانے میں) جزیرے کے اس قدر حصے پر اپنا اثر پیدا کر لیا کہ بعض مرتبہ اسے سسلی کے خودسر کا لقب دیا جاتا ہے۔ وہ اپنے ظلم و ستم کی وجہ سے نہایت بدنام تھا، اور بیان کیا جاتا ہے کہ جب ایک شخص نے اس کی خوشنودی کے لیئے ایک آہنی بیل تیار کیا تاکہ اس میں وہ اپنے مخالفوں کو زندہ جلوایا کرے، تو اس نے سب سے پہلے اس آلۂ جبر و ظلم کے موجد کو ہی اس میں بند کرا کے جلا دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ فالارس ان سپہ سالاروں میں سب سے پہلا سپہ سالار تھا جنھوں نے صدیوں تک جزیرے کے یونانی اور دیسی باشندوں کو سامی اقوام سے محفوظ رکھا اس لیئے کہ ہمیں بہت سے واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے فنیقیوں اور قرطاجینوں کی مدافعت کے لیئے گویا ایک مرکز قائم

[۱] فالارس کے لیئے ہولم: "تاریخ سسلی" ۱/ ۱۴۹ وغیرہ۔

باب ۲۵ کرلیا تھا، اور یہ کام اُس وقت تک انجام کو نہ پہنچا جب تک رومنوں نے اُس کی تکمیل کا بیڑا نہ اُٹھایا۔ بالآخر فالارِس کے خلاف اُسی کے شہر والے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس کے زوال کا باعث ہوئے۔ پنڈار کہتا ہے کہ اس کے قابل نفرت افعال کے مقابلے میں کریسوس کی شرافت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا، اور اسی زمانے سے اُسے خود سرانہ فرماں روائی کا بدترین نمونہ تصور کیا جاتا ہے۔

چھٹی صدی ق م میں ایشیائے کوچک کے یونانیوں پر جو مصائب نازل ہو رہے تھے اُن سے اٹلی کو بہت کچھ فائدہ حاصل ہوا۔ یونانی مشرق بعید اور مغرب اقصیٰ کے باہمی تعلقات نہایت عمدہ تھے؛ لہٰذا جب ایشیائی زندگی میں جذب کا مادہ نہیں رہا تو یہاں کے یونانیوں کا خیال سب سے پہلے مغرب کی طرف منعطف ہوا، اور چونکہ نشیبی اٹلی کی آب و ہوا معتدل اور اراضی زرخیز تھی، اور ساتھ ہی اس حصۂ ملک میں کوئی ایسا قوی بادشاہ نہ تھا جو اُن کی مخالفت کرتا اس لیے انھوں نے اسی خطے کو ترجیح دی۔ اگر ہم غور کریں تو اُس زمانے میں نشیبی اٹلی کا وہی رتبہ تھا جو زمانۂ مابعد میں امریکہ کا ہو گیا۔ چنانچہ ساتویں صدی ق م کے نصف اول سے بعید عہد میں چند کولوفونیوں نے خلیج تارنتوم پر شہر سیرس کی بنیاد ڈالی، اور اسی طرح چھٹی صدی ق م میں فوکیہ کے باشندوں نے جزیرۂ کورسیکا میں الالیہ اور خلیج سالرنو اور خلیج پولی کاسترو کے مابین ہئے لے یا ایلیا کے بلدیات آباد کیے جب پولیکراتیس نے جزیرۂ ساموس کی حکومت کو اپنے قبضے میں کر لیا تو وہاں کے بہت سے آزادی پسند باشندوں نے آکر خلیج نیپلز پر ایک شہر آباد کیا، جس کا نام اپنے مقاصد کی اشاعت کی غرض سے دِکائے آرخیا یا "حکومت صحیحہ" رکھا (جسے آجکل پوتسوءولی کہتے ہیں)۔ ساحل کے اس حصے پر کیمے والے قابض تھے، لیکن چونکہ خالکس اور ساموس کے باہمی تعلقات نہایت عمدہ تھے اور غالباً ساموسیوں نے کیمے والوں کی اجازت پہلے سے حاصل کر لی تھی اس لیے انکو یونانیوں کے اقتدار میں یہ مزید اضافہ ضرور خوش آئند معلوم ہوا ہوگا۔ ہم اسکے بعد کے کسی باب میں کیمے کے خود سر ارسطودیموس مالاکوس کا حال بیان کریں گے۔

چھٹی صدی ق م کے وسط میں نشیبی اٹلی کے سب سے باوقت شہر

باب ۲۵

سیبارس اور کروتون تھے، اور ان دونوں میں سے سیبارِس سب سے اہم شمار کیا جاتا تھا گو اُس کے قبضے میں کوئی عمدہ بندرگاہ نہ تھا۔ اس کے اور ملطہ کے تعلقات نہایت عمدہ تھے اور ملطی جہاز برابر سیبارس آتے جاتے تھے۔ وہ مال واسباب جو ملطہ کے جہاز سیبارس لاتے اگر شہر یا اُس کے نواح میں فروخت نہ ہو سکتا، تو اُن سے خشکی کے راستے بحیرۂ ترہینیہ کے اُن ساحلی مقامات کو بھیج دیتے جہاں اُس کی مانگ ہوتی۔ اس مال کا بازار خصوصیت کے ساتھ اترُوریہ میں تھا جہاں کے سوداگر اپنے ملک کی پیداوار اُسی راستے سیبارِس کو ملطہ کے جہازوں پر بار کرانے کی غرض سے روانہ کر دیتے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نہ تو ملطی کبھی بحیرۂ ترہینیہ میں جانے کی جرأت کرتے اور نہ اتروری کبھی مشرق کی طرف جاتے، بلکہ ملطہ اور اترُوریہ کے عظیم الشان تجارتی اور بحری سلطنتوں کے درمیان جو کچھ تجارت ہوتی وہ سب کی سب شہر سیبارس میں ہو کر گزرتی جس کے سبب سے اس شہر کی مرفہ الحالی میں بہت کچھ ترقی ہو گئی۔ یہی وجہ تھی کہ ان شاہراہوں کو محفوظ کرنے کی غرض سے جو اس شہر اور بحیرۂ ترہینیہ کے درمیان واقع تھیں انھیں اپنے اقتدار کے بڑھانے کی فکر ہوئی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ چار اوئے نوتری قبیلے جو پچیس قصبوں میں پھیلے ہوئے تھے، سیبارس کا حکم مانتے تھے۔ اس نواح میں سب سے قریب مقام لاؤس تھا، جو اسی نام کے ایک دریا کے دہانے پر واقع تھا، اور وہ مدتوں اٹلی کی شمالی سرحد تصور کیا جاتا تھا؛ اس کے شمال میں پکسوس (بگزنتیوم) تھا جسے آجکل پولیکاسترو کہتے ہیں؛ اس شہر کے پوسیڈونیا سے بھی نہایت اچھے تعلقات تھے۔ گو ان دونوں شہروں کے درمیان براہ راست خشکی کے راستے سے رسل و رسائل کا طریقہ قائم تھا، تاہم تاجروں کو بڑے چکر سے، غالباً دریائے نیگرو یا کالورے کی وادی سے گزر کر اکثر و بیشتر اُسی راستے سے جانا پڑتا تھا جس پر ہو کر رومن عہد میں شاہراہ پوپلیا بنائی گئی چھٹی صدی ق م کے وسط میں سیبارس کی وسعت، اُس کی آبادی اور اُس کی دولت بہت بڑھی ہوئی تھی، اور لکھا ہے کہ شہر کا محیط پچاس ستادیا یعنی تقریباً چھ میل، اور اُسکی آبادی ایک لاکھ تھی؛ اس کے علاوہ شہر میں پانچ ہزار سوار رہتے تھے جو میلوں

باب ۲۵ اور تہواروں کے موقع پر جلوس میں شریک ہوتے تھے۔ اس کی مرفہ الحالی اور اُن تعلقات کی وجہ سے جو ملطہ کے عیش پرست شہریوں کے ساتھ اُس کے قائم تھے، اُس کی عیاشی بڑھتے بڑھتے ضرب المثل ہوگئی اور اس کے باشندوں پر نسائیت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ وہ تھوڑی سی تکلیف کو بھی برداشت نہ کر سکتے تھے اور اپنی اس نازکی پر فخر کرتے تھے۔ اس شہر کے اس قدر جلد زوال پذیر ہونے سے بھی یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ یہاں کے لوگوں میں وہ معائب اور نقائص موجود تھے جو اُن کی طرف منسوب کئے جاتے تھے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ابتدا میں جو قصے اُن کی طرف منسوب تھے وہ سب زبانی بیان کئے جاتے تھے، اور ہم جانتے ہیں کہ زبانی جمع خرچ میں کس قدر مبالغہ ممکن ہے، لہٰذا یہ سمجھنا درست نہیں کہ وہ سب کے سب حقیقت پر مبنی ہوں گے۔ لیکن ساتھ ہی ہم کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ اگر خود سیبارسیوں کی طرز زندگی قابل انگشت نمائی نہ ہوتی اور اگر وہ جا و بیجا بانکپن کے ساتھ اپنی نزاکت پر فخر نہ کرتے تو ان میں سے ایک قصہ بھی اُنکے ساتھ منسوب نہ ہوتا۔ ؎۵۶

کروتون اور سیبارس کے مابین بعد المشرقین نظر آتا ہے چھٹی صدی ق م میں علاوہ اسپارٹا کے کسی اور شہر نے ورزشی کھیلوں میں کروتون کے برابر ترقی نہیں کی۔ اُس کے باشندوں کی اولمپیا میں ۵۸۸ھ ق۔م سے کامیابیاں شروع ہوئیں اور یہ مدت دراز تک مسلسل جاری رہیں، جس فن میں وہ یکتائے روزگار تھے، وہ کشتی کا فن تھا، اور پہلوانوں میں سب سے مشہور شخص میلو تھا، جو پہلے تو نوجوانوں کے اکھاڑے میں اول آتا رہا، اور پھر چھ مرتبہ اولمپیاد کے میلوں میں یعنی ۵۳۲ھ ق۔م سے ۵۱۲ھ ق۔م تک مسلسل کشتی میں انعام حاصل کرتا رہا جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اہالیان کروتون نے یونانی کھیلوں میں کتنی کامیابی حاصل کی،

؎۵۶ سیبارس اور ملطہ کے قصوں کا انداز تقریباً ایک سا ہے۔ لیکن سیباری قصوں میں ظرافت کا پہلو نمایاں ہے۔ ان میں سے بہت حکایات سے زمانۂ حال کی کہانیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے جہاں ایک قصہ گو دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔

اور یہ کھیل ایسے ہوتے تھے کہ ان میں کامیابی کا دار و مدار پہلوان کی آزمودہ کاری اور دانشمندانہ تعلیم پر ہوتا تھا، تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کروتون والوں کے پاس وقت بھی کافی ہوگا اور وہ دنیا کے حالات سے باخبر بھی ہوں گے، اور یہ صفات بغیر اعیانیت کے میلان کے لیئے ناممکن ہیں۔ اس فطری میلان پر حکیم فیثاغورس ساکن ساموس کے طویل قیام سے گویا مہر لگ گئی اور اس نے کروتون کی شہرت میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ باب ۲۵

شومی قسمت سے فیثاغورس کے بارے میں ہماری معلومات نہایت غیر مکمل حالت میں ہیں اور نہ صرف اس کی سوانح عمری بلکہ اس کے اصول سے بھی ہمیں بہت ہی کم واقفیت ہے[۱] اس عدم واقفیت کے متعدد اسباب ہیں:

[۱] حکیم فیثاغورس کے لیئے، علاوہ ابتدائی تصانیف کے، مقابلہ کرو کریشے (Krische : Die Societatis a Pythagora cond) "معاشرۂ سیاسی بزمانۂ فیثاغورس" Scopo polit گیوٹنگن ۱۸۳۰ء؛ تسیلر Zeller کا مضمون پاؤلی کے محیط المحیط Panly's R. Ene ۶ ا، ا میں، اور اسکی کتاب "تاریخ فلسفۂ یونان" Geschichte der Philos. der Griechen؛ روٹ: تاریخ فلسفہ Roth : Geschichte der Philos. جلد ۲ (روٹ روایات پر بہت کچھ تکیہ کرتا ہے)؛ راٹ گیبر: "یونان کبریٰ و فیثاغورس" Rathgeber Grossgriechenland und Pythagoras (یہ کتاب فہرست کتب متعلقہ کے لیئے نہایت دلچسپ ہے۔ قدیم مورخوں میں یامبلی خوس کا رتبہ نہایت ممتاز ہے، جس کے لیئے مقابلہ کرو روڈے: "ماخذ یامبلی خوس" Rohde : Die Quellen des Iamblichos (ان ماخذوں میں نکوماخوس کا پایہ بلند ہے، جس کی تحریر پر اپولونیوس نے اضافے کیئے) Rh. mus. ۲۶ و ۲۷۔ حال ہی میں گ، ف، انگر (G. F. Unger : Zur Geschichte der Pythagoreer) "تاریخ پیروان فیثاغورس" انجمن علمیہ بویریا ([illegible]ء) نے فیثاغورس کی زندگی کے واقعات کا تسلسل حسب ذیل بیان کیا ہے: ولادت [illegible] ق م؛ ساموس میں معلمی تقریباً [illegible] ق م؛ پولیکراتیس کے حکم سے اخراج، کروتون، اور وہاں [illegible] ق م میں قیام ترک کر جانا؛ موت تقریباً [illegible] ق م۔ دیگر رسالۂ فیلولوگوس میں زینوفانیس کے واقعات زندگی کے باب میں بھی کچھ لکھا ہے ([illegible]ء)۔

باب ۲۵

اول تو اُس نے اپنی کوئی تصنیف نہیں چھوڑی، بلکہ اُس کی تعلیم کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ عوام الناس سے بعض خاص قسم کے علوم مخفی رکھے جائیں؛ دوسرے اُسکے ملک میں ایسے ہمعصر مورخ نہ تھے جو اُس کی زندگی کے واقعات ضبط تحریر میں لانے کی زحمت گوارا کرتے؛ سب سے بڑی وجہ اُس کے حالات سے کما حقہٗ واقف نہ ہونے کی یہ ہے کہ زمانۂ مابعد میں فیثاغورس کے معرفوں نے اُس کے افعال میں جو چاہا بڑھا دیا۔ یہ ایک عام کلیہ ہے کہ جس قدر اقتدار کسی شخص کا ہوتا ہے اتنا ہی روایات اور افسانوں کے ذریعے سے اُس کی زندگی کے حالات میں اضافہ اور تبدیلی کردی جاتی ہے؛ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ افسانے عام طور پر عوام الناس ہی کے خیالات کا اتباع کرتے ہیں۔ اگر ہمارا یہ خیال صحت پر مبنی ہے تو ایسی حالت میں مذہبی روایات کی وہی حیثیت ہوگی جو کسی تصویر میں تیز گہرے رنگوں کی ہوتی ہے جن کے بغیر تصویر اتنی صاف نظر نہیں آتی۔ بہر حال جہاں تک فیثاغورس کا تعلق ہے ہم صرف انھیں اثرات کو بیان کرسکتے ہیں جو اس عجیب و غریب انسان نے اپنی صفات کے ذریعے سے اپنے ہم عصروں پر ڈالے۔ ہمیں یہ قطعی طور پر نہیں معلوم کہ یہ کس سال میں پیدا ہوا اور کس سال میں وفات پائی، لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کم و بیش پچاسویں اور باونویں اولمپیاڈ کے درمیان یعنی ۵۸۰ ق م سے ۵۶۸ ق م تک کسی سال میں پیدا ہوا ہوگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ فیرے کیدس ساکن سیروس کا شاگرد تھا جو نثر نویسی میں یکتائے روزگار سمجھا جاتا تھا، اس کے علاوہ دوسرے اہل فکر اور حکما مثلاً تالیس، بیاس، اور اناسی ماندر بھی اُس کے اُستاد بیان کئے جاتے ہیں، بلکہ ہم یہ بھی کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ خود فشیہ دیبی نے اُسے تعلیم دی تھی۔ اُسنے بہت سے ممالک میں سفر کیا اور ہمیں اس کے باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ وہ مصر بھی ہو آیا تھا، اس لئے کہ ساموسیوں کے لئے مصر جانا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی؛ چنانچہ وہ اسپین سے دور دراز جزیرہ نما کو بھی جاتے اور مصر میں اپنی چھوٹی چھوٹی نوآبادیاں قائم کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ بابل کے سفر کا حال اُس کے معرفوں نے ایجاد کیا ہو، لیکن اس میں بھی کوئی بات خلاف قیاس نہیں معلوم ہوتی۔ لکھا ہے کہ وہ چالیس برس کی عمر میں اٹلی چلا گیا، لیکن یہ نہیں معلوم کہ اُس کے جانے کا مقصد کیا تھا؛

باب ۲۲

بہر حال ہم مختلف امور سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جس طرح بہت سے ایشیائی یونانیوں نے اپنا وطن چھوڑ کر اٹلی کا راستہ صرف اس لیئے اختیار کیا کہ اُن کے میدان عمل میں توسیع ہو، اسی مقصد کے حصول کے لیئے فیثاغورس نے بھی اپنا دیس چھوڑ کر دیار مغربی کی راہ اختیار کرلی ہوگی۔ اُس وقت تک کسی کو اس امر کا شبہہ بھی نہ تھا کہ بعض اطالوی قوموں کی قوت اور اُن کا اقتدار ایرانیوں اور لیدیوں سی پست قوموں سے بھی بڑھ جائے گا۔ اُس نے شہر کروتون کو غالباً اسلیئے اپنے قیام کے لیئے منتخب کیا کہ ایک طرف تو اس شہر اور ساموس کے باہمی تعلقات دوستانہ تھے اور دوسرے، خود اس شہر کے عام میلان بھی فیثاغورس کے حسب دلخواہ تھے، یعنی اس میں ایسے اعیان و اشراف برسر اقتدار تھے جن میں جسمانی قوت اور قابلیت کے ذریعے سے ممتاز ہونا قابل فخر و مباہات سمجھا جاتا تھا، لہذا فیثاغورس نے کوشش کی کہ ان لوگوں میں اس سے بھی بلند تر مقام یعنی ذہنی ترقی کے بام پر پہنچنے کی خواہش پیدا کی جائے، اور وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوا۔ اس نے تین طریقوں سے یعنی بحیثیت مدرس کے بحیثیت ایک معلم کے اور بحیثیت ایک سیاس کے اپنے ہمعصروں پر اپنا اثر ڈالا، لیکن چونکہ اُس نے مذہبی رسوم کا اضافہ کرنے کے عوض موجودہ مذہبی عقائد پر ہی زور دینا اور انھیں اخلاقی زندگی کے اصول سے منطبق کرنا کافی سمجھا اس لیئے ہم اسے مذہبی مصلح نہیں کہہ سکتے۔ اس کا نصب العین یہ نہ تھا کہ اپنے عقائد ہر ایک شخص کے سامنے ایک ہی طرح پیش کرے بلکہ وہ تعلیم یافتہ اور ان پڑھ لوگوں کے درمیان امتیاز کر کے فہم و ادراک کی تدریجی تعلیم دینا چاہتا تھا۔ فیثاغورس کے طریق کا ایک اہم جزو کہ انسان کا ایک فریضہ عورتوں کی عزت و وقار کو قائم رکھنا بھی ہے۔ ایونی فلسفیوں نے یہ سکھایا تھا کہ دنیا کا انتظام مادی اصول پر چلتا ہے؛ فیثاغورس نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے اُس کی جگہ ایک تصوری اصول پیش کیا ہے جس کی بنیاد اُس نے اعداد یعنی ترتیب پر رکھی۔ ایک طرف تو اُس نے ریاضی کا مطالعہ کیا جس میں اُسے بہت کچھ کامیابی ہوئی اور دوسری جانب مسئلۂ فضیلت اعداد کو اخلاقیات پر منطبق کر کے اپنا خاص

باب ۵ اصول اعتدال و یک رنگی کا پیش کیا اس طرح وہ یونانی خیالات مروجہ کا گویا ترجمان بن گیا اور ساتھ ہی اُن بڑے بڑے عملی کارگزاروں کا ہم آہنگ ہو گیا جنھوں نے اُس سے پہلے کی پشت میں عقلائے سبعہ کے نام سے اپنے زمانے کے یونانیوں پر عظیم الشان اثر ڈالا تھا۔ یونانی مذہب میں صرف ظاہری عبادت پر زور دیا جاتا تھا، لیکن فیثاغورس نے یہ اصول پیش کر کے کہ ظاہری طہارت کے ساتھ باطنی صفائی عبادت کا جزو لاینفک ہے، اس مذہب میں گویا ایک قسم کا اضافہ کر دیا۔ اس کے ماورا یونانی مذہب میں اور بھی بہت سی خامیاں تھیں، جیسے کہ اُس نے مسئلۂ معاد کے باب میں مطلقاً کوئی تعلیم نہ دی تھی، جس کے معلوم کرنے کی نہ صرف عقلا کو جستجو تھی بلکہ عوام بھی خواہشمند تھے۔ انسان کی روح جس دل جمعی اور اطمینان کو تلاش کرتی تھی اُس کے حصول کی غرض سے جگہ جگہ خفیہ انجمنیں اور پوشیدہ رسوم رائج ہو گئے تھے، اور اب فیثاغورس نے اُنھیں مستقل اور بلند رتبہ دینا چاہا۔ بلاشبہہ اُس کی تعلیم پر مشرقی فلسفے کا ضرور اثر پڑا ہو گا[۱]؛ اس سے پیشتر بقائے روحانی کے اصول کی تعلیم فیرے کیدیس ساکن سیروس دے چکا تھا، نیز مصری مذہب کے عقائد سے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ موت کے بعد ہر شخص کا انصاف زمین کے نیچے کے طبقے میں ہو گا۔ اب حکیم فیثاغورس نے یہ اصول تسلیم کر کے اُس پر آواگون یا تناسخ کے اصول کو بڑھا دیا، جس کا ماحصل یہ تھا کہ جو روح پاک نہیں ہوتی وہ موت کے بعد کسی اور جسم میں داخل ہو جانے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ زمانۂ مابعد میں یہ قصہ بیان کیا گیا تھا کہ خود حکیم موصوف کا اپنے بارے میں یہ قول تھا کہ اس نے پانچویں مرتبہ انسان کے قالب میں جنم لیا ہے بلکہ بعض روایات کے مطابق اسکا یہ دعویٰ بھی تھا کہ وہ اُس ڈھال کو پہچانتا ہے جو اُس نے یوفوربوس کے چولے میں جنگ ٹروائے کے وقت اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ اُس کے مخالفوں نے اُسپر استہزا کرنے کی غرض سے یہ مشہور کر دیا تھا کہ ایک مرتبہ ایک کتّے کے بھونکنے کی آواز سُن کر وہ بول اُٹھا یہ آواز میرے ایک مردہ دوست کی ہے[۲]۔

---

[۱] اکثر مورخوں کی یہ رائے ہے کہ اس حکیم پر مشرقی فلسفے کا اثر پڑا، لیکن یہ اثر کسی ایک مشرقی ملک

باب ۲۵

حکیم فیثاغورس کا کروتون کے اعیانیوں پر بہت بڑا اثر پڑا، اور اُس نے ان اعیانیوں کے رتبے میں معتدبہ اضافہ کردیا۔ میلو اُس کا چیلہ تھا، اور ان لوگوں کی تعداد جنھیں اُس کے عقائد کے اسرار سے واقفیت تھی، تین سو تھی، جن کا مال واسباب مشترک تھا۔ فیثاغورس کے اثر نے کروتون کی قوت واقتدار کو بڑھا دیا، اور اُس جنگ میں جو اُس کے اور سیبارس کے درمیان چھڑی اسی بلدیئے کو فتح ہوئی ؛۔

سیبارس اور کروتون دونوں اصل میں ایک ہی یونانی ملک یعنی اکائیہ کی نوآبادیاں تھیں۔ یہ دونوں بلدیئے اپنی تاریخ کے ابتدائی عہد میں اکثر متحدو متفق نظر آتے ہیں، چنانچہ چھٹی صدی ق م کے نصف اول میں انھوں نے مخالف کرکے سیرس کا خاتمہ کردیا جو کولوفون کی نوآبادی تھی۔ ہمیں اس حملے کے اصلی اسباب کے متعلق معلومات حاصل نہیں، لیکن غالباً سیرس اور سیبارس کے درمیان تجارتی وجوہ سے رنجش رہتی ہوگی، اور اس وقت تک ایسے سکے موجود ہیں جو سیرس اور

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا، مقابلہ کرو، اے گلاڈش: "مبادیات تاریخ عالم"
A. Gladisch : Einlertung in das Verstaendniss der Weltgesch.
L. von Schroeder : جلد ۱، پوزن سنہ ۱۸۴۱ء؛ ل، فون شریوڈر "فیثاغورس و اہل ہند"
Pythagoras und der Inder لائپزگ سنہ ۱۸۸۴ء۔ اس ملک کے مورخ اس کے مسلک کا تعلق مصر کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ م، کانٹور M. Cantor علوم متعارفہ کی حیثیت سے اس حکیم کی تعلیم پر بحث کرتا ہے: "اقوام کی تمدنی ترقی میں ریاضی کی امداد"
Mathematische Beitraege Zum Culturleben der Voelker ہالے سنہ ۱۸۶۳ء؛ نیز دیکھو اُس کا مضمون "ریاضی" کے موضوع پر (مجموعۂ پاؤلی Pauly's R. E. جلد ۲، اشاعت اول، صفحہ ۴۰۰، وغیرہ) وہ کہتا ہے کہ "یونانی ریاضیات کو ہم صرف اُس وقت سمجھ سکتے ہیں جب ہم اُن بیانات کو باور کریں جن کے مطابق فیثاغورس نے پہلے تو مصری علم ہندسہ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور اس کے بعد تقریباً ۵۳۰ق م میں بابل میں ریاضی کی تعلیم پائی ؛۔

پکسوس کے محافظے کی یادگار میں ڈھالے گئے تھے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ سیرس نے ایسے مقامات میں مداخلت کرنی شروع کر دی تھی جن کے معاملات کو سیبارس اپنے خانگی حیطۂ اقتدار میں تصور کرتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے کروتون کو کچھ تعلق نہ تھا، لیکن یہ ممکن ہے کہ اس زمانے میں اُس پر سیبارس کا اثر ہو۔ بہر حال اُسے بہت جلد اس جنگ میں شریک ہونے کی سزا بھگتنی پڑی۔ چونکہ اس لڑائی میں لوکری نے سیرس کا ساتھ دیا تھا اس لیئے اب اُس کے اور کروتون کے مابین جنگ چھڑ گئی جس میں رھےگیوم نے دوسرے کا ساتھ دیا۔ اس جنگ میں ان حلیفوں کے سپاہیوں کی تعداد دشمن کے سپاہیوں سے کہیں زیادہ تھی لیکن باوجود اس تفوق کے کروتون ہی کو فتح نصیب ہوئی۔ اس کی اصلی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اُن سورماؤں نے جن کی عزت و وقعت شہر کے باشندے خاص طور پر کرتے تھے، (یعنی ایاکس ولد اوئےلیوس اور دیوسکوری نے) جنگ میں ابکا ساتھ دے کر انھیں کو قوی پشت کر دیا بلکہ بہت سے لوگوں کا بیان تھا کہ ہم نے خود ان سورماؤں کو عین میدان جنگ میں سرخ چغے پہنے سبزہ گھوڑوں پر سوار دیکھا تھا۔ لیکن بہت جلد ثابت ہو گیا کہ اس شکست سے کروتون کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ محض ایک وقت تک اُس کے اقتدار میں کمی ہو گئی [۹]۔

اسی دوران میں سیبارس کی حکومت بجائے ایک ہزار اراکین کی مجلس کے ایک شخص واحد مسمی تیلیس کے قبضے میں آ گئی تھی جس نے اپنے آپ کو خود سہر حکمراں بنا کر پانچ سو شریف سیبارسیوں کو جلا وطن کر دیا تھا۔ یہاں سے یہ بیچارے سیدھے کروتون گئے اور وہاں کے بازار کی قربان گاہ پر کھڑے ہو کر نہایت لجاجت سے امداد کے لیئے استدعا کی۔ تےلیس کو اپنے دشمنوں کے ساتھ کروتونیوں کا یہ سلوک مطلق پسند نہ آیا لہذا اُس نے فوراً کروتون کی حکومت سے اُن کی واپسی کا دعویٰ کیا اور یہ دھمکی دی کہ اگر اُن کی اس سے زیادہ پشتی لیگئی تو وہ لڑائی چھیڑ دیگا۔

۹؎ اگر سٹے سی خوروس کی نظم جنگ دریائے ساگراس کے زمانے میں ہی لکھی گئی ہے تو یہ لڑائی یقیناً ۵۵۶ ق م سے پہلے ہی ہوئی ہوگی (تاریخ مسلی، جلد ۱، ۱۶۷)۔

اس نازک زمانے میں اکثر اہل کرد توتن چاہتے تھے کہ وہ واپس بھیج دیے جائیں، اور اگر فیثاغورس اُن کا ساتھ نہ دیتا تو یقیناً اُن کا انجام بہت ہی بُرا ہوتا۔ بہرحال کرد توتیوں نے اُنھیں واپس نہیں کیا اور ۵۱۱ ق م میں دونوں بلدیوں کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی۔ جہاں تک محض تعداد کا تعلق ہے، سیباریس کو قوت حاصل تھی، اس لیئے کہ اُس کی تین لاکھ فوج کے مقابلے کے لیئے کرد توتن سے صرف ایک لاکھ نفوس میدان جنگ میں آسکے؛ لیکن جبکہ سیباریس کے سپاہیوں میں بزدلی کے آثار نمایاں تھے، کرد توتن کی فوج کا سب سے اچھا حصہ، جو میلو کے زیر حکم لڑ رہا تھا، اتنا ہی جری و تنومند تھا۔ فریقین دریائے تراائس پر جنگ آزما ہوئے اور رجلہ شگون سیباریسیوں کے اس قدر مخالف تھے کہ ان کی فوج کا نجومی یعنی کالیاس ساکن الیس اُن کا ساتھ چھوڑ کر دشمن سے جا ملا۔ بہرحال انھیں پوری شکست ہوئی جس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب کرد توتیوں نے عین لڑائی کے وقت باجہ بجانا شروع کیا تو سیباریسی فوج کے گھوڑے، جنھیں ناچ سکھایا گیا تھا، بیخود ہو کر ناچنے لگے اور خود اپنی صفیں تتر بتر کر دیں۔ فاتحوں نے مفتوحوں کا اُن کے شہر کے دروازے تک تعاقب کیا۔ اب شہر میں بغاوت ہوگئی چنانچہ باغیوں نے اپنے حکمراں تے لیس کو قتل کر کے خود دشمن کی مدافعت کرنی شروع کر دی اور ستر روز تک برابر لڑتے رہے۔ پھر بھی کرد توتیوں نے سیباریس پر قبضہ کر کے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور محض اس غرض سے کہ اُس کی تعمیر دوبارہ ناممکن ہو جائے اُنھوں نے دریائے کراتھیس کا دھارا بدل کے اُس کا ایک نیا راستہ کھول دیا[1]۔ بہت سے باشندگان سیباریس بحیرۂ ترھینیہ کی سیباریسی نو آبادیوں مثلاً لاؤس، سکدروس اور پوسئیدونیا چلے گئے۔ اس انقلاب کا اُن تمام شہروں پر اثر پڑا جن کے

[1] کرد توتیوں نے سیباریس کی مکمل بربادی کے لیئے شہر کو پانی سے ڈبونے کے حال کے لیئے دیکھو کاوالاری کا مضمون "کھدائیوں کے حالات" Cavallari: Notizie degli Scavi (Lincei) روما، ۱۸۷۹ء۔

باب ۲۱

سیبارس سے تعلقات تھے، لیکن سب سے زیادہ جس کا نقصان ہوا وہ ملطہ تھا۔ کروتون نے سیبارس کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک کیا وہ ناقابل معافی ہے، اور اُس کا اصلی سبب یہی ہو سکتا ہے کہ اس میں سیبارس کے خلاف عرصۂ دراز سے مخالفت اور عناد کی آگ بھڑک رہی تھی، نیز بلا شبہہ تجارتی مخالفت اور ساتھ ہی ایک طرف تو سیبارس و ملطہ اور دوسری جانب کروتون اور ساموس کے باہمی گہرے تعلقات کا بھی اُس پر ضرور اثر پڑا ہوگا۔ بہر حال اُس سے کروتون کا کچھ بھلا نہ ہوا، اس لیئے کہ بہت جلد نیچے کے طبقے کے لوگوں میں بے چینی پھیل گئی اور چونکہ انھوں نے پچھلی لڑائی کی فتح میں بخوبی شرکت کی تھی لہذا وہ اپنے آپ کو سیاسی پہلو سے ترقی کا مستحق تصور کرتے تھے اور اُنھوں نے گویا یہ طے کر لیا تھا کہ اپنی تکمیل اعیانیوں کے ہاتھ میں ہرگز نہ دیں گے۔ لیکن اعیانی بھی نہایت سخت تھے، اور کسی طرح اپنی شکست تسلیم کرنا نہ چاہتے تھے چنانچہ انھوں نے محض اپنی عقل و فراست پر بھروسہ کر کے اُس راستے کے اختیار کرنے سے انکار کر دیا جو انھیں عملی تدبیر کے طور پر اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ الغرض ایک شخص مسمی کیلون نے اپنے آپ کو اس بے چین گروہ کا سرگروہ بنایا جو شہر کے دستور میں تبدیلی کے خواہاں تھے اور چاہتے تھے کہ مجلس خاص کے انتخاب کا عوام الناس کو حق حاصل ہو جائے، عہدہ دار ذمہ دار گردانے جائیں اور سیبارس کی اراضی جملہ باشندوں میں تقسیم کر دی جائے۔ لیکن مجلس نے ان تمام تحریکات کو مسترد کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بغاوت کا علم بلند کر دیا گیا اور چونکہ اعیانیوں میں سے سب سے ممتاز اشخاص فیثاغورس کے پیرو تھے اس لیئے اس گروہ کا مقصد اُن کا خاتمہ کرنا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مسلک کے جملہ اشخاص میلو کے مکان پر جمع ہوئے، جہاں اُن کا محاصرہ کر کے بہت سوں کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ لیکن خود فیثاغورس بچ کر میتاپونتوم بھاگ گیا اور عرصے تک یہی مقام اُس کے پیرووں کا خاص مستقر رہا۔ لیکن یہاں کے باشندے بھی ان نوواردوں کے خلاف ہو گئے، چنانچہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ نشیبی اٹلی میں جہاں جہاں فیثاغورسی انجمنیں تھیں وہاں اُن کے دفاتر جلا دیئے گئے، جن میں میتاپونتوم کا صدر دفتر بھی شامل تھا، یہاں تک کہ اُس میں سے صرف دو نوجوان بچ کر نکل سکے۔ یہ بھی

معلوم ہوتا ہے کہ فرقی تنازعات کی وجہ سے ان شہروں میں قتل و غارت کا بازار عرصہ تک گرم رہا۔ لیکن کروتون کی حکومت کی باگ عرصۂ دراز تک عموم کے ہاتھ میں رہی ہوگی اس لیئے کہ یہاں کے اعیان نے بہت جلد از سر نو بیدار ہو کر عمومی فریق کے اراکین کو جلا وطن کر دیا؛ اس کے بعد ایک شخص مسمی کلئی نیاس عمومی فریق اور مسلح غلاموں کی مدد سے خود سر بن گیا اور اس نے سربرآوردہ اعیان کو یا تو قتل کر دیا یا شہر سے نکال دیا۔ ان تمام واقعات کی تاریخ کا صحیح تعین بالکل ناممکن ہے، اور ہمارا خیال ہے کہ جس قدر تاریکی یونان کبیر کے اس دور پر چھائی ہوئی ہے اتنی تاریکی زمانۂ تاریخ میں یونان کے کسی اہم واقعے کو پوشیدہ کیئے ہوئے نہیں ہے۔ کروتون اب بھی برابر ورزشی کھیلوں میں دلچسپی لیتا تھا، لیکن اُس کے اقتدار اور رتبے میں بتدریج زوال کے آثار نمایاں ہونے لگے ؛۔ باب ۲۵

کروتون میں فلسفے کے ذریعے سے عام زندگی پر اثر ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی، لیکن مخالف عناصر کی قوت و سطوت کے سبب سے اس میں ناکامی ہوئی۔ بہر حال یہ شدید رد عمل جو اس اصول کے خلاف برپا تھا اُن کونپلوں کو بیجان کرنے کے ناقابل ثابت ہوا جو بعد میں چل کر عمدہ اور تندرست پودوں کی صورت میں جلوہ نما ہوئے۔ فیثا غورس کا مذہب برابر ترقی کرتا رہا، اور ابتداءً تو اس کی حیثیت محض فلسفے کے ایک مسلک کی جیسی تھی، لیکن بہت جلد اس کا اثر زندگی کے اصول پر پڑنے لگا اور بالآخر عملی سیاسیات کا میدان بھی اس سے تھوڑا بہت متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ فیثا غورس کی تعلیم کا عملی اثر چوتھی صدی ق م میں نمایاں ہوتا ہے جب اُس کے پیرو دیونی سوس کے مخالف نظر آتے ہیں؛ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک پیرو دلی سس ایپامنونڈ اس کا استاد تھا اور دوسرے پیرو آرخیتاس نے مدت دراز تک تارنتوم پر حکومت کر کے ہر شخص کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ہمارا خیال ہے

باب ۲۱

کہ افلاطون کے فلسفے سے بھی زیادہ اس فلسفے کی بدولت ہونہار افراد قابل اور ہنرمند شہری ہو گئے، لیکن اس سے ایسا سیاسی مسلک قائم نہ ہو سکا جس میں مدافعت کی مستقل قابلیت ہو۔

دوسرا ایونی فلسفی جس نے چھٹی صدی ق - م میں یونان کبیر کو اپنا مسکن بنایا، زینوفانیس ساکن کولوفون تھا۔ اس کی اور فیثاغورس کی عالی شان شخصیت میں بہت ہی بڑا اتباین نظر آتا ہے۔ ہمیں اس کی زندگی کے باب میں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں، لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس شخص کے مثل، جس کا دارومدار کسی مخصوص پیشے سے ہو، جگہہ جگہہ سفر کرتا پھرتا تھا۔ وہ شاعر ضرور تھا، لیکن اس کی نظمیں دل خوش کرنے کے لئے نہیں بلکہ تعلیم و تدریس کی غرض سے منظوم کی جاتی تھیں۔ وہ پانچویں صدی ق م تک سسلی کے مختلف مقامات میں سکونت پذیر رہا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اسے ایلیا کو بہ نسبت دیگر بلدیات کے زیادہ پسند تھا۔

زینوفانیس نے جو ایلیائی مسلک کا بانی ہے، مرثیے کی سی بحر میں عمومی خیالات کے مغالطوں اور نقائص کو پیش کیا۔ اس کے فلسفیانہ نظریے اس کی ایک نظم میں پائے جاتے ہیں جس میں وہ کہتا ہے کہ ذات خداوندی ایک ہے اور اس میں اور مخلوق میں مطلق کوئی امتیاز نہیں کیا جا سکتا۔ ساتھ ہی اس نے مطالعۂ فطرت کو بھی نہیں چھوڑا بلکہ صدفی باقیات اور آتش فشاں پہاڑوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ لیکن ان تمام امور سے زیادہ جس چیز کا اس کے ہمعصروں پر بیش از بیش اثر پڑا وہ خیالات عامہ کے انتقاد کی وجہ سے تھا۔ وہ کہتا تھا کہ انسان خود اپنے تخیل میں دیوتاؤں کا اختراع کرتا ہے۔ اسے یہ ناپسند تھا کہ محض جسمانی ورزش کو نیکی اور دانشمندی پر اس قدر زیادہ ترجیح دی جائے، اور گو علم انسان کی صحت پر وہ مطلق اعتماد نہیں کرتا تھا، لیکن اس کا خیال تھا کہ انسان کی موجودہ حالت سے ترقی ممکن ہے۔ وہ عقیدہ پرست فیثاغورس

باب ۲۵

کے برعکس خالص نقاد نظر آتا ہے، اور دونوں کی شخصیتوں میں جدت کا پہلو نمایاں ہے۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں یونان کبیر کے باشندوں کو علم کی نئی اور اہم شاخوں میں ترقی کرنے اور غیر ملکی علماء و فضلا سے تعلقات پیدا کرنے کے لیئے بہت سے موقعے حاصل تھے۔

نظم کا پہلا مقصد بجائے تعلیم و تدریس کے خوبصورتی اور حسن ہوتا ہے، اور اس فن میں بہ نسبت ایلیا کے یا اُن شہروں کے جہاں بیٹھ کر فیثاغورس نے تعلیم دی، اُن بلدیات نے زیادہ امتیاز پیدا کیا جو آبنائے مسینا کے چاروں طرف واقع تھے۔ ان میں وہ شہر شامل تھے جو سسلی میں تو ہمرا سے کتانا تک اور نشیبی اٹلی میں رھیگیوم کی داہنی جانب لوکری سے لے کر اُسکی بائیں طرف اسی شہر کی نو آبادیوں تک پھیلے ہوئے تھے، اور یہیں وہ مقامات تھے جو خاروندا س اور زالیوکوس سے حکما کا وطن ہونے پر فخر کرتے تھے۔ لوکری کی ایک نو آبادی کا نام ماتاؤروس تھا جو بحیرۂ ترھینیہ پر واقع تھی؛ اسی مقام سے ہمرا کے شاعر ستےسی خوروس کے آبا و اجداد آئے اور خود اُس نے ۶۴۰ قدم میں پیدا ہو کر ۵۵۵ ق م میں وفات پائی۔ وہ مزاری بحر میں رزمیہ اشعار کہتا تھا، اور اُس نے وقفے اور جوابی وقفے میں ایک ٹیپ کے بند کا اضافہ کر کے قصیدے کو کامل کر دیا۔ ایک نظم میں ہیلینا پر حملہ کرنے کی وجہ سے اُسکی بینائی سلب کر لی گئی، اور اُس وقت تک اُس کی آنکھوں میں روشنی واپس نہ ہوئی جب تک اُس نے اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ نہ کر لی۔ اس کے اشعار میں عاشقانہ انداز بھی پایا جاتا ہے جس کا اتباع اُس کے جانشین ابی کوس ساکن رھیگیوم نے کیا، لیکن وہ بہ نسبت اپنے اشعار کے اس وجہ سے زیادہ مشہور ہے کہ وہ ڈاکوؤں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔

واضح ہو کہ ہم اس سے پیشتر کے باب میں مغربی فنون لطیفہ کا ذکر کر چکے ہیں۔

باب بست و ششم

ایتھنز کے حالات سولون کے عہد تک؛

قوانین سولون

یونان کے مختلف اطراف و اکناف میں پھرتے پھراتے ہم آخر کار ایتھنز پہنچ جاتے ہیں[1]۔ ہم مطالعہ کر چکے ہیں کہ اولین عہد الاوثان کے بعد، جس کے متعلق کوئی آثار، علاوہ چند باقیات فنون لطیفہ کے، موجود نہیں ہیں، سرزمین ایشیا پر ہومری نظموں کی

---

[1] تاریخی زاویۂ نگاہ سے ہمارے نزدیک ایتھنز اور یونان مترادف الفاظ ہیں، چنانچہ علاوہ محض ترصیف البلدان اور جغرافیہ کے ایتھنز کی تاریخ کا بالکل علٰحدہ مدون کرنا خارج از بحث ہے۔ لیکن چونکہ متقدمین ایسے متفرق واقعات کی فضا میں رہتے تھے جو ہمیں مسلسل اور متعلق نظر آتے ہیں اس لیئے وہ ایتھنز کی بجائے خود مکمل تاریخ مرتب کرنے پر قادر تھے۔ بہت سے قدیم مورخوں نے اس قسم کی کتابیں چھوڑی ہیں جن میں انھوں نے محض تفصیلی واقعات کو بہت کچھ اہمیت دی ہے۔ میولر کے "اجزائے تاریخ یونان" Mueller's Fragments of Greek History میں ایتھنز اور اٹیکا کی تواریخ و قدیمیات کی ان تالیفوں کی فہرست دی ہوئی ہے جن کے اجزا یا حوالے اس وقت تک محفوظ ہیں۔ اس میں سب سے پہلے تو اُن مورخوں کے نام نظر آتے ہیں جنھوں نے کوئی "آتھس" (یا اٹیکائی زبان میں تاریخ) لکھی تھی، اور اسی زمرے میں ایسے قدیم مورخ بھی شامل کر دیئے ہیں جیسے ایتھنزی فیرے کیدیس اور ہیلا نیکوس، آتھسی مصنف دراصل اُس عہد کے علما میں سے ہیں جنھوں نے ارسطاطالیس کے بعد اپنی کتابیں لکھی ہیں اور انھیں کلنی دیموس، فانو دیموس، دیمون، اندروتیون، اِسترُوس شامل ہیں۔ اس زمرے میں سب سے ممتاز نام فلوخوروس کا ہے

شکل میں حقیقی یونانی تمدن ترقی پذیر ہوتا ہے۔ یورپ میں اسپارٹا کے شدید اور سخت باب

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ جس نے اپنی کتاب کی تلخیص بھی مرتب کی اور اٹیکائی موضوعات پر چند رسالے لکھے۔ ایتھنز کے دستور کا بیان ارسطاطالیس، ہرقلی دیس اور ڈکائے آرخوس کی تصانیف میں ملتا ہے (میورل، جلد ۲)

کتاب "دستور ایتھنز" کے انکشاف سے، جو بلاشبہہ وہی کتاب ہے جسے متقدمین ارسطاطالیس کے ساتھ منسوب کرتے تھے، ایتھنز کی تاریخ اور دستور کے مطالعے میں ایک خاص تہیج پیدا ہو گیا ہے۔ (اس کی پہلی مرتبہ کینی ان Kenyon کے زیر ادارت ۱۸۹۱ء میں لندن میں اشاعت ہوئی اور دوسری مرتبہ سین ڈیز Sandys نے نہایت مفید اور کارآمد حواشی کا اضافہ کر کے ۱۹۰۳ء میں شائع کیا)۔ اس موضوع پر جو بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں انکا ذکر نہیں کیا جا سکتا؛ یہاں صرف یہ کہنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مورخ اس کا مصنف ارسطاطالیس کو ہی تسلیم کرتے ہیں؛ لیکن اس خیال کے مخالفین بھی ہیں جن میں سب سے ممتاز ریہل Ruehl کاؤئر Cauer اور شوارتز Schwarz ہیں۔ بہرحال ہر ایک اس امر پر متفق ہے کہ بیالیسویں باب سے آخر تک یہ کتاب تاریخ قدیم کے مطالعے کیلئے بالکل بے خلل ہے؛ لیکن چونکہ ابتدائی تاریخی حصے میں بہت سے ایسے واقعات مندرج ہیں جن کی بابت ہمیں دیگر معلومات حاصل نہیں ہیں اس لیے انھیں تسلیم کرنے سے پیشتر اُن کا پورا اطمینان کر لینا مناسب ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمیں اس کتاب کی تنقید سے محض ارسطاطالیس کے نام کی وجہ سے نہیں جھجکنا چاہیے؛ لیکن یہاں ہم صرف ایسے نکات بیان کریں گے جن میں یہ کتاب اور اس سے پہلے کی حاصل کردہ تصانیف میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

منجملہ اہم ترین تالیفات کے ایک تالیف مقدونوی کراتے روس کی تھی جس کا نام "مجموعۂ قوانین ایتھنز" تھا۔ ان مورخوں میں سے جو مختلف مقامات میں جا کر وہاں کے قابل لحاظ واقعات کو لکھتے اور انھیں سمجھاتے، سب سے مقدم ڈیوڈوروس اور پولےموں تھے (جن میں سے سابق الذکر کے بیانات ۳۰۸ق م تک محدود ہیں)۔ خوش قسمتی سے ہمارے پاس ہیڈو ساتھناس کا سفر نامہ اس وقت تک موجود ہے جو دوسری صدی عیسوی میں لکھا گیا ہے۔ واضح ہو کہ پلوٹارک نے تھےسیوس اور سولون کی جو سوانح عمریاں لکھی ہیں اُن کے اکثر واقعات محض ثانوی معلومات پر

باب ۲۶ نظام حکومت کی ترقیوں کا حال ہم اچھی طرح بیان کر چکے ہیں، اور ساتھ ہی ہم نے

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - پر مبنی ہیں -

زمانۂ حال کے مورخ ابتدائی ایتھنزی تاریخ کو تین مختلف پہلوؤں سے دیکھتے ہیں، اور اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ اُس کے واقعات میں ہی زاویہ ہائے نگاہ سے یعنی توخرافوں اور افسانوں کی تحقیقات، قدیم تاریخ دستوری کا مطالعہ اور توصیف البلدان اور جغرافیے کی مدد سے بیان کئے جا سکتے ہیں - ان تینوں امور میں سب سے پہلے (یعنی خرافوں اور افسانوں) کی حیثیت محض ثانوی ہے، اور مسلسل بیانات میں کبھی دوسرے اور کبھی تیسرے زاویۂ نگاہ پر زور دیتے ہوئے پہلے سے مدد لی جاتی ہے - زمانہ حال میں ایتھنز کی تاریخ دستوری پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُن کا ذکر ذیل میں کیا جائے گا؛ بالفعل ہم صرف اُس ترقی کا تذکرہ کافی سمجھتے ہیں جو زمانۂ حال میں ایتھنز کی توصیفی تاریخ کے ضمن میں ہوئی ہے - لیک Leake کی تصانیف کے بعد ("توصیف ایتھنز" Topography of athens سنہ ۱۸۲۱ء و سنہ ۱۸۴۱ء) کرتیوس Curtius کا نمبر آتا ہے: اس کی تصانیف مفصلۂ ذیل ہیں: (۱) "مطالعات اٹیکا" Attic studies جریدۂ انجمن علمیہ گیوٹنگن Schriftend. Goett. Ges.d. Wiss جلد ۱۱ و ۱۲ (۲) ایتھنز کے سات توصیفی نقشوں کی تفسیر (۳) ایتھنز و اٹیکا کی جغرافی معلومات میں وہ اضافہ جو اُسکی اور کاؤپرٹ Kaupert کی کتاب "نقشہ جات اٹیکا" Karten von Attica کے ذریعے سے ہوا ہے جس کے اس وقت تک صرف تین حصے شائع ہوئے ہیں - برسیان Bursian نے اپنی کتاب "جغرافیۂ یونان" Geographie von Griechenland میں ایتھنزی توصیف پر بحث کی ہے، بیز اُس نے پاؤلی کے مجموعے .Pauly's R. Enc اور ملشس ہوفر Milchhoefer نے بومیسٹر کی "یادگار ہائے متقدمین" Baumeister's Denkmaler des Alterthums میں مضامین لکھے ہیں - واخسموٹ کی کتاب Wochsmith Die Stadt Athen in Alterthums "۵ بلدیۂ ایتھنز بزمانۂ قدیمہ" (جلد اول لائپزگ سنہ ۱۸۷۴ء جلد دوم لائپزگ سنہ ۱۸۹۰ء) نہایت صحت کے ساتھ لکھی گئی ہے اور اس میں جملہ انکشافات پر بحث کی گئی ہے - ان کے علاوہ دو کتابیں قابل ذکر ہیں، یعنی کرتیوس: "تاریخ بلدیۂ ایتھنز" Curtius : Die stadtgeschichte von Athen برلن سنہ ۱۸۹۱ء اور ہیریسن و

یہ بھی دیکھا کہ باقی ماندہ ممالک یونان میں جو سیاسی ارتقا ہوا، وہ اسپارٹا سے کہیں زیادہ باب ۶
قوانین قدرت کے مطابق تھا، یعنی وہاں کے دساتیر ابتدا میں تو سیدھے سادے
اور سختی لیئے ہوئے تھے، لیکن باوجود خودسرانہ حکومت کے سدراہ ہونے کے
امتداد زمانہ سے وہ پہلے سے زیادہ دقیق اور ترقی یافتہ ہو گئے۔ ہم اس کا بھی مطالعہ
کرچکے ہیں کہ عہد ہومر کے بعد بھی ایشیا ہی تہذیب و تمدن کا گہوارہ بنا رہا، لیکن یونانی
قوم مشرقی اور وسطی بحیرۂ روم کے تقریباً ہر ایک ساحل پر پھیل گئی اور آخر کار جب
یونانیت کو ایشیا میں مختلف قسم کے خطرات کا سامنا کرنا پڑا تو اُنھوں نے پہلے سے
بھی زیادہ دیار مغربی کے استعمار کی طرف اپنی توجہ مبذول کردی، چنانچہ یہ ممالک
اب مادّی اور ذہنی شعبہ جات زندگی میں ایشیائے کوچک کے گویا مدمقابل بن گئے،
لیکن ان سب امور سے واقف ہونے کے بعد بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہمنے یونان قدیم
کے میدان کو تمام و کمال عبور کرلیا ہے، اس لیئے کہ ہم نے ابھی تک ایتھنز پر نظر نہیں
دوڑائی، اور یہی وہ شہر ہے جس نے تمام شہروں پر اپنے تمدنی اثرات چھوڑے ہیں اور
جو چھٹی صدی ق م میں بھی اپنے فطری خصوصیات و امتیازات کے باعث کسی
دوسرے یونانی بلدیئے سے کم نظر نہیں آتا۔

ہمیں جس قدر واقفیت آرگوس اور بیوتیہ کے ابتدائی حالات سے ہے
اُس سے کچھ ہی زیادہ معلومات اٹیکا کے ابتدائی واقعات سے حاصل ہیں۔ ہمیں
یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کیکروپس، ایرختھیوس، پاندیون، ایئےگیوس، اور تھےسیوس کے

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔ ہیریسن و ویرال: "دیومالا و عمارات ایتھنز" Harrison & Verrall: Mythology and Monuments of Athens لندن ۱۸۹۰ء، لیکن موخرالذکر میں اکثر ڈاکٹر ڈیورپ فیلڈ Dr. Doerpfeld کی تحقیقات کی جو آجکل کے علمائے توصیف ایتھنز میں سب سے ممتاز ہیں، نقل کردی گئی ہیں۔ ان تمام کتابوں میں مصنفوں نے ایتھنز کی قدیم ترین تاریخ پر بحث کرنے میں بڑی دوررسی اور معلومات سے کام لیا ہے، اور اگر اس کتاب میں گنجائش ہوتی تو ہم بہت سے امور پر بحث کرتے اور جو نتائج اخذ کیئے گئے ہیں اُنکا ذکر کرتے۔ واضح ہو کہ آجکل نوشتوں کی اہمیت روز بروز زیادہ محسوس ہوتی جارہی ہے۔

باب ۲۶

افسانوں کو اتنی ہی تاریخی اہمیت حاصل ہے جتنی داناؤس، ہرقل، پرسیوس، یا اے دیپوس کو ہے، بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ سابق الذکر افسانوں کی اتنی بھی تاریخی اہمیت نہیں اس لئے کہ ان کی ابتدا ایسے ملک میں ہوئی جس نے دیگر ممالک سے زیادہ ادبیات میں کمال حاصل کیا۔ ہر یونانی کا محبوب ترین شغل یہ تھا کہ اپنے وطن مالوف کا نام چار دانگ عالم میں روشن کرے، اور ظاہر ہے کہ وہی یونانی قوم جسے بہ نسبت دیگر اقوام کے ادبیات سے زیادہ لگاؤ ہوگا، اس قسم کے بیانات کو جن کے باعث اس کا شہر مشہور ہو جائے نسبتہً آزادی کے ساتھ اختراع کرے گی۔ لیکن ایتھنزیوں کے دو بیانوں کی، جن کا ایک دوسرے سے تعلق تھا، ایک خاص تاریخی وقعت ہے؛ یعنی ایک تو یہ کہ وہ ملک کے اصلی باشندے تھے، اور دوسرے یہ کہ انھیں کبھی بیرونی قوم نے مغلوب نہیں کیا بلکہ جب دیگر ممالک کے باشندوں نے اٹیکا میں آباد ہونا چاہا تو یہاں والوں نے نہایت فراخ دلی سے انھیں خوش آمدید کہا[1]۔ اسکی بہت سی مثالیں دی جاتی ہیں؛ مثلاً اوے دیپوس نے ہرقلیوں کی طرح اٹیکا میں پناہ لی، اور اسی ملک میں اورس تیس نے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کیا۔ ان سورماؤں نے اٹیکا میں اپنے وارث نہیں چھوڑے، بلکہ اُن کی بجائے دیگر اشخاص نے اس ملک کو اپنا وطن قرار دے کر یہاں اپنے اپنے خاندانوں کی بنیاد ڈالی، جن میں نے لیوس کی اولاد کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ انھیں میں سے ایک میلانتھوس تھا جو برادر نسطور کا نگر پوتا اور کودروس کا باپ تھا؛ اس کے خاندان کے چند ارکین ایتھنز میں رہ گئے، باقی چند نفوس ایونیائیوں کو ساتھ لے کر ایشیا میں بس گئے۔

[1] اٹیکا میں غیر ملکیوں کی جو تواضع کی جاتی تھی اس کا ذکر طوسی دیدس ۱/۲ میں ہے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ابتدا میں ایلیوسس اور سالامس کا تعلق اٹیکا سے نہ تھا، لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ دونوں شہروں پر اٹیکائی رنگ کب سے چڑھا؟ ہم اس کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ ساتھ ہی ہمیں ان کی خودمختاری میں مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لینا چاہئے، اور کم از کم ایلیوسس کو تو خارجی معاملات میں کسی قسم کے اختیارات حاصل نہ تھے۔

باب ۱

اسی طرح پایونیوں کے آباؤ اجداد کی بابت مشہور تھا کہ وہ انتی لوخوس کی اولاد سے تھے جو خود نسطور کا فرزند اکبر تھا۔ تیسرا ممتاز خاندان الکمیونیوں کا تھا جو پیلوسی سورما کے دوسرے بیٹے تھراسی میدیس کی نسل سے تھے۔ اسی طرح خود پی سستراتوس کی بابت یہ بیان کیا جاتا تھا کہ وہ نسطور کے چھوٹے بیٹے کی اولاد سے ہے جس کا نام بھی اسی کی طرح پی سستراتوس ہی تھا۔ ظاہر ہے کہ چند نیلوسیوں کے ایتھنز آکر آباد ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ لوگ ضرور پیلوس سے ایتھنز آئے ہوں گے، لیکن ہم عام طور پر یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ غالباً بہت سے غیر ملکی نہایت ابتدائی زمانے میں آکر اٹیکا میں رہ پڑے ہوں گے۔ بلاشبہ اٹیکا سرزمین یونان کے ایک کونے میں واقع ہے، اور اس کی زمین کے پہاڑی ہونے کی وجہ سے باہر سے آنے والوں کو یہاں آباد ہونے کے لیئے کوئی امر باعث ترغیب نہیں ہے خصوصاً جب اس کے قریب ہی ایسے اضلاع موجود ہیں جو مختلف اعتبار سے اس سے بہتر ہیں؛ لیکن یونان کے ایک کونے میں واقع ہونے کے باعث وہ بڑی بڑی شاہراہوں سے بالکل علحدہ تھا لہذا انسانوں کی ان ٹولیوں کے لیئے جنھیں اپنے ملک کو چھوڑنا پڑا، وہ ایک بہترین جائے پناہ بن گیا۔ علاوہ ازیں اگر ہم غور کریں تو اٹیکا میں حاکم و محکوم کے مابین اتنا امتیاز نہیں پایا جاتا جتنا پیلوپونیز کے ایک بہت بڑے حصے اور تھسلی میں ملتا ہے اور اسی لیئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس اعتبار سے تھسلی، آرگوس، اسپارٹا اور میسینیا پر غیروں کا تسلط ہو گیا اسی طرح اٹیکا کو کبھی کسی غیر قوم نے فتح نہیں کیا، بلکہ ان کے برعکس مختلف اوقات میں یہاں ایسی بیرونی اقوام آکر آباد ہو گئیں جن کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو امتداد زمانہ سے بالآخر باہم متحد و متفق ہو گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایتھنزی نہایت وثوق سے کہتے تھے کہ ان کے آباؤ اجداد نہ فاتح تھے نہ مفتوح، بلکہ وہ بغیر کسی مدید جنگ و جدال کے ملک میں آکر متسلط ہو گئے تھے، نیز چونکہ وہ خود ابتداءً غیر ملکی تھے اس لیئے ان کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ انھوں نے ہمیشہ غیر ملکیوں کو خوش آمدید کہا۔

الغرض یہ امر ناقابل قبول نہیں کہ بعض ایتھنزی ان اقوام کی اولاد سے تھے

باب ۱۲

جو دوریانیوں کی آمد کے بعد جزیرہ نمائے پیلوپونیز سے فرار ہو گئے۔ یوں یہ یونان میں ایتھنز ایونی قوم کی گویا بدرجۂ اتم قائم مقامی کرتا تھا۔ اٹیکا میں بہت کم زرخیز میدان ہیں؛ ان میں سے مشرق میں مارا تھون، مغرب میں ایلیوسس اور تیسرا خود ایتھنز کا میدان ہے؛ اسی مناسبت سے ارا تھون میں ہرقل کی ایلیوسس میں دیمیتر کی، اور ایتھنز میں پالاس اتھینے کی پوجا ہوتی تھی۔ موخر الذکر مقام میں ایک وادی ہے جس کے شمالی حصے کو دریائے کیفی سوس اور جنوبی کو الی سوس ندی سیراب کرتی ہے؛ اس وادی کے کنارے پر ایک اونچی پہاڑی اکروپولس ہے جو شہر ایتھنز کی گویا ناف ہے۔ کوہ اکروپولس شمال و مشرق سے جنوب و مغرب کی طرف کو جاتا ہے اور ایک مقام پر جسے قلۂ لیکابیتوس کہتے ہیں، وہ شہر سے ۹۰۰ فٹ بلند ہو جاتا ہے۔ یہ سلسلہ اکروپولس سے جنوب و مغرب میں ایک نشیبی ٹیلے کی شکل میں آگے کو بڑھ گیا ہے جس کی سب سے اہم چوٹی کو متقدمین مئوزیون کہتے تھے۔ یہی وہ چوٹی ہے جس کے اوپر اور نیچے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے نالوں کے کناروں پر نہایت قدیم آبادی کے آثار پائے گئے ہیں؛ لیکن تاریخی اعتبار سے ان کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں ہے؛ اور اس پر اکروپولس کی آبادی کو بدرجہا فوقیت حاصل ہے، جو سطح سمندر سے

۳۰۵۔ بعض مورخ، جن میں سب سے ممتاز ہرمان ("مملکت قدیمہ" St. A. Hermann ۹۵) ہے ایون کی تخت نشینی کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ اُس کے ساتھ ایک جنگجو طبقے اٹیکا کی رہبری کے فرائض انجام دینے لگا۔ ہرمان کا یہ میلان بلاشبہ حق بجانب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق کسی بیرونی حملے سے نہ تھا۔ لیکن ہمارا یہ خیال ہے کہ اس نظریئے کی جو بنیاد قرار دی جاتی ہے (یعنی ایون کی تخت نشینی) اس کی کوئی تاریخی وقعت نہیں ہے بلکہ یہ قصہ صرف قوم کے نام کی اصل قائم کرنے کے لیئے ایجاد کر لیا گیا ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ جب عنان حکومت کسی فوجی طبقے کے قبضے میں آجاتی ہے تو عام طور پر اس کے ذریعے سے وہ رعایا پر ظلم و ستم ڈھاتے ہیں، لیکن اٹیکا میں اس ظلم کا پتا بھی نہیں ملتا۔ ہمارے نزدیک جس ایونی انقلاب کا ہرمان نے ذکر کیا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔

باب ۲۰ پانچ سو فٹ بلندی پر ایک ایسے موقع پر واقع تھی جو دیگر پہاڑیوں سے بالکل علٰحدہ ہونے کی وجہ سے حفاظت کے لیئے بہترین مقام تھا۔ اس مقام کو نہایت قدیم زمانے سے ہی اٹیکائی اقوام میں سے ایک نے اپنا مسکن بنا لیا تھا، اور یہ زمانۂ قبل تاریخ ہی میں اٹیکا کی سیاسی زندگی کا گویا محور و مرکز بن گیا تھا۔ اس اتحاد و اتفاق کو تھےسیوس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اور جو تبدیلی اس موقع پر ہوئی اُس کا ہوبہو حال طوسی ویدش نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ابتدا میں ہر ایک اٹیکائی بلدیہ بالکلیہ خود مختار تھا، بلکہ بعض بلدیات کے حکمران تو ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے تھے جیسے ایریختھیوس ساکن ایتھنز اور یومولپوس ساکن الیوسیس۔ تھےسیوس نے ہر قوم کی علٰحدہ علٰحدہ مجالس کو برخاست کر کے صرف ایتھنز کی مجلس اور پری تانیوم کو باقی رہنے دیا جہاں ہر بلدیئے کے مسائل حل ہونے لگے۔ متقدمین تھےسیوس کی اس تدبیر کو سینوئے کِزموس یا "اختلاط اٹیکا" کہتے تھے، اور طوسی ویدش کے بیان کے مطابق یہیں سے عید "سی نوئے کیا" کی ابتدا ہوتی ہے[1]۔ یہ بھی بیان کیا جاتا تھا کہ پری تانیوم خاص قلعے کے اندر واقع تھا؛ اسی زمانے میں پین اتھے نیا کی قربانی کی ابتدا ہوئی اور اُس رقبے کو جو طوسی ویدش کے قول کے مطابق قلعے کے جنوب میں پھیلا ہوا تھا، "اتھے نائے" یا "ایتھنز" کا لقب دیا گیا[2]۔

---

[1] طوسی ویدش (۲، ۱۵) کہتا ہے کہ . . . .

. . . .

زمانۂ مابعد میں لوگوں کا یہ قول تھا کہ کیکروپس نے بارہ شہروں کو "مخلوط" کیا، لیکن یہ اختلاط تھےسیوس کے اختلاط بلدیات سے بھی زیادہ فرضی ہے۔ ان میں سے گیارہ بلدیات کے نام تو استرابو، ۳۹۶ میں اور ایک فلوخورس میں دئے ہوئے ہیں۔ مقابلہ کرو پلوٹارک "تھےسیوس" ۲۴، کانزل: اختلاط تھےسیوس، Kansel : De Thesei Synoikismo ماربرگ ۱۸۸۲ء۔

[2] حقیقت یہ ہے کہ قدرتی خرافوں ہی کی بنا پر آیرِختھونیوس، ایریختھیوس اور کیکروپس کے قصے اختراع کئے گئے ہیں۔ یومولپوس اور ایریختھیوس کے مابین جو جھگڑا ہوا اُس سے اصل مراد ایتھنز اور ایلیوسِس کے باہمی تنازع سے ہے۔ ظاہر ہے کہ ایون نام کا کوئی شخص کبھی تماشاگاہ عالم پر نمودار

یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ قدیم ترین عہد سے کوئی یونانی ریاست ایسی نہ تھی جس کا رقبہ اس قدر وسیع ہو یا اتنی متحد ہو جتنی مملکت اٹیکا تھی۔ اسپارٹا ضرور مستثنیات سے ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسپارٹی راج کی بنا تہدید و تشدد پر تھی برخلاف اسکے ایتھنز کی حکومت کی بنیاد جبر و تشدد پر نہیں تھی تاہم یونان میں اپنی قسم کی مملکتوں میں سے یہی ایسی تھی کہ اگر دشمن حملہ کرتا تو اُس کے جملہ باشندے دو گھنٹے کے اندر اندر فصیل شہر پناہ میں یک جا نہیں ہو سکتے تھے اور ایتھنز ہی ایسا شہر تھا جس سے متعلق ایک بڑا علاقہ دیہاتی بھی تھا۔ اُس کا اور دیگر بلاد یونان کا یہ خاص فرق ہمیشہ ملحوظ نہیں رکھا جاتا حالانکہ یہی اس شہر کی آئندہ عظمت و سطوت کا اصل باعث تھا۔ شہر کی اس خصوصیت سے اس کے باشندوں میں ابتدائی زمانے ہی سے سیاسی معاملات میں ایک قسم کا اطمینان ہو گیا جس کی وجہ سے مابعد میں اُنھیں اس امر کا احساس ہونے لگا کہ وہ ایک عظیم الشان مملکت کے شہری ہیں۔ اٹیکا کے دیگر بلدیات میں صرف ایک یعنی الیوسس ہی ایسا تھا جسے اندرونی معاملات میں ایتھنز کا مدمقابل بننے کی اہلیت تھی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ نہیں ہوا، لیکن چونکہ ایونیائیوں کو ایک جد امجد کی ضرورت تھی اسلیئے حسب معمول اُسے کسی غیر ملک میں تلاش کیا گیا اور اُس کا نام ایون رکھا گیا۔ اور چونکہ وہ ایک بہادر شخص زوتھوس کا بیٹا تھا لہذا وہ حکومت ایتھنز کا مستحق گردانا گیا۔ لیکن بہت سے ایتھنزی اُس کی ولدیت کو اپنے وطن مالوف کے لیئے توہین آمیز خیال کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے اُسے اپولو اور ایرکتھیوس کی بیٹی کریوزا کا بیٹا بنا دیا۔ اس قصے سے قدیم معبودوں کا انصراف ظاہر ہوتا ہے، اس لیئے کہ علاوہ پوسئیدون کے ایونیائی اپولو کی بھی پرستش کرتے تھے۔ اسی طرح یہ بالکل ناممکن ہے کہ پانڈیون کے بیٹوں یعنی ایگیوس، پالاس، نسوس اور لیکوس کے افسانوں سے تاریخی استخراج کیا جا سکے، اس لیئے کہ نسوس اور لیکوس کا اٹیکا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کا نام صرف تزئین کی خاطر لیا گیا ہے جس سے غالباً صرف اُس اثر کا اظہار کیا گیا ہے جو اٹیکا کا میگارا اور لکیہ پر پڑا تھا حقیقت یہ ہے کہ پالاس کی اولاد کی وقعت محض خرافی دیووں سے زیادہ نہیں ہے، اور ایگیوس دراصل محض پوسئیدون ہی ہے جسے انسانی جامہ پہنایا گیا ہے۔

اور اسی لیئے اُسے خاص رتبہ حاصل تھا۔ وہ بغیر لڑے ایتھنز کا ماتحت نہیں بنا لیکن زمانہ مابعد میں مذہبی دُنیا کے اندر اُس کی وقعت اس قدر بڑھ گئی کہ سیاسی خودمختاری کے نہ ہونے کی وجہ سے اُس کے اعزاز میں جو کمی ہوگئی تھی وہ پوری ہوگئی۔ ایتھنز کو دیگر مقامات اٹیکا پر اپنے جغرافی محل وقوع کی وجہ سے جو سیادت حاصل ہوئی اُس کا اصل سبب یہ تھا کہ وہی ایسا بلدیہ تھا جس کا موقع محفوظ، اراضی نسبتہً زرخیز اور مقام ساحل سے قریب تھا۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اٹیکا کے باشندوں کو ان فوائد کا ہمیشہ اندازہ رہتا ہوگا، اور یہ بالکل ممکن تھا کہ کسی مناسب وقت پر اس احساس اور عام جغرافی حالات سے فائدہ اُٹھا کر کوئی دور رس رہبر کسی مناسب وقت پر ایتھنز کو ملک کا صدر مستقر بنانے میں کامیاب ہو جائے۔ الغرض نہایت قدیم زمانے میں ہی بغیر زیادہ جبر و اکراہ کے ایک ایسی مملکت قائم ہوگئی جس کا ارض یونان میں کوئی ثانی نہ تھا، اور جو ملک کے رقبے کے اعتبار سے خاص بڑی کہی جا سکتی تھی اس کے قیام سے اسپارٹا کی سی عالی شان فوجی مملکت کا ایتھنز مد مقابل بن گیا۔ اسی مقابلے کی وجہ سے بعد میں ایتھنز اپنے فرضی حلیفوں کے ساتھ جبر کرنے پر مجبور ہوا، اور یہی اُس کے زوال کا اصلی باعث ہوا۔

ظاہر ہے کہ بعض قدیم مورخوں کے اس بیان کے، کہ اٹیکا کے جملہ باشندے شہر کی چار دیواری میں آجاتے تھے، ظاہری معنی نہیں لینے چاہئیں[۵۶]۔ ایتھنز میں صرف

---

[۵۶] زمانۂ حال میں یہ مسئلہ بہت کچھ زیر بحث رہا ہے کہ شہر ایتھنز ابتدا میں ایسے حصوں پر مشتمل تھا جو ہمسایہ ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے بالکل علحدہ تھے، اس کی بابت خصوصیت کے ساتھ واخسموٹ کی کتاب "بلدیۂ ایتھنز" Wachsmith : Die stadt Athen کا مطالعہ کیا جائے جس کا اوپر اقتباس دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف قلعے کے پیلاسگی عنصر، جنوبی حصے کی تھریسی آبادی قلعے کے مشرق میں ایونی بستیوں اور فنیقیوں اور دوسرے غیر ملکیوں کے کھپتے والی جائے قیام کے مابین امتیاز کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک فنیقیوں اور تھریسیوں کا قیام بہت مشتبہ ہے، اور پیلاسگیوں کا نام صحت پر مبنی نہیں ہے۔ پھر بھی ہم اس امر سے متفق ہیں کہ شہر کی آبادی کا ایک حصہ جو قلعے پر قابض تھا اور ایتھینے دیوی کا پرستار تھا

باب ۶

متمول شہریوں کے مکانات ہوں گے جن میں وہ کبھی کبھی آکر قیام کرتے تھے؛[۵۶] اسکے علاوہ اُن دیہات کے باشندے بھی شہر پناہ کے اندر رہتے تھے جو اب بلدیۂ ایتھنز میں شامل ہو گئے تھے۔ باوجود اس کے بعض مورخوں کا بیان ہے کہ ایتھنز میں ہر اٹیکائی کے لیے محلۂ لیشخاے[۵۷] میں جلسہ گاہیں بنی ہوئی تھیں جن کی تعداد تین سو ساٹھ بیان کی جاتی ہے۔ اس تعداد کے تعین کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ زمانۂ دراز سے تمام اتیھنزی آبادی چار فیولون یا کٹموں میں منقسم تھی جن میں سے ہر ایک میں تین تین فراتریاں یا برادریاں تھیں اور ہر برادری میں تیس تیس قبیلے شامل تھے؛ صرف اسی تقسیم پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ کسی زمانے میں ہر قبیلے کے گھرانوں کی تعداد بھی تیس ہی مقرر تھی[۵۸]۔ اس تقسیم در تقسیم کی اصلی جہت معلوم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہم ان چار ایونی کٹموں کے نام سے واقف ہیں جو دوسرے ایونیائی شہروں میں بھی پائے جاتے تھے؛ وہ گے لیون تیس، ہوپ لیتیس، اے گی کوریس اور آرگادیس ہیں؛ ان میں سے ہوپ لیتیس کے معنی زرہ پوش کے، آئی گی کوریس کے معنی گلہ بان کے اور آرگادیس کے معنی دستکار کے ہیں، اور ممکن ہے کہ گے لیون تیس سے بھی کسی ایسے پیشے کا اظہار ہوتا ہو جو زمین (= گے) سے منسوب ہو۔ لیکن یہ بالکل ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کٹموں کا کسی ورن یا ذات سے کوئی تعلق ہو، اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان طبقوں کی حیثیت محض مقامی تھی۔ مشکل یہ ہے کہ نہ تو ہم ان الفاظ کے اصلی مفہوم سے واقف ہیں نہ یہ جانتے ہیں کہ زمانۂ مابعد میں ان کے مابین کیا فرق پیدا ہوا[۵۹]۔ یہ بھی وثوق کے ساتھ معلوم نہیں کہ ان کٹموں کا قدیم اٹیکائی طبقوں یعنی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ایک دوسرے حصے سے جسے ہم ایونی کہہ سکتے ہیں ممیز تھا۔ واضح ہو کہ کرٹیوس اپنی "تاریخ بلدیہ" میں اس سے ذرا اختلاف کرتا ہے (Curtius Stadtgeschichte صفحہ ۲۴)؛۔

[۵۷] Etym, magna کے مطابق یوپاترِو شہر میں رہتے تھے؛

[۵۸] Procl. ad Hes. E ۴۹۲۔ یہ معلوم کرنا کوئی آسان کام نہیں کہ ان ۳۶۰ قبیلوں نے کس طرح شہر کے اندر کی اراضی پر قبضہ کر لیا؛۔

[۵۹] ایونی کٹموں کے لیے ناظرین کرام کو قدیم تاریخ دستوری کے کتابچوں کا مطالعہ سودمند ہوگا۔

یو پاتر دائے، گیو مورو ئی یا گیور گی اور دیمیور گی سے، جو تھے سیلوس کی طرف منسوب باب ۲۶
کئے جاتے ہیں، کیا تعلق تھا؛ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہر ایک کٹم میں یہ تینوں
طبقے پائے جاتے تھے، نیز آیا ہر کٹم کی تینوں برادریوں میں ان تینوں طبقوں کے
افراد شامل تھے یا صرف ایونی کٹموں میں صرف یو پاترِد ہی پائے جاتے تھے۔
اغلب امر یہ ہے کہ جو لوگ اعیان و کبار میں شامل نہ ہوتے تھے وہ کسی نہ کسی کٹم
کے رکن ضرور ہوتے ہوں گے۔

تاریخ ایتھنز کے دوران میں اس کے سیاسی دستور یعنی طرز حکومت میں بہت
ہی کم تبدیلی ہوئی، اور جو ہوئی وہ بھی نہایت آہستہ آہستہ اور بتدریج ہوئی۔ بلاشبہ
روایات کے مطابق یہاں کی تاریخ دستوری کو مختلف عہدوں میں تقسیم کیا گیا ہے،
مثلاً کودروس کی وفات تک ملوکیت قائم رہتی ہے، اس کے بعد تقریباً ۱۰۶۹ ق م
میں جمہوریت قائم ہو کر حال اعظم کے عہدے پر بجائے بادشاہ کے ایک "آرخن"
عمر بھر کے لیے خاندان کودروس ہی میں سے مقرر کیا جاتا ہے۔ ۷۵۲ ق م
میں آرخنوں کی مدت حکومت دس سال کے لیے محدود ہو جاتی ہے، اور میدونتی
خاندان کے افراد کو خود اپنے ہی میں سے آرخنی عہدے کے پُر کرنے کا جو اختیار
حاصل تھا وہ ۷۱۲ ق م میں سلب کر لیا جاتا ہے جس کے بعد جملہ یو پاترِد اس اعزاز
کے مستحق سمجھے جانے لگتے ہیں۔ جہاں تک موجودہ بیانات کا تعلق ہے، ۶۸۳ ق م
میں ایک اہم تبدیلی یہ کی جاتی ہے کہ بجائے ایک کے نو آرخن صرف ایک ایک سال
کے لیے مقرر ہونے لگتے ہیں۔ ارسطاطالیس کا جو رسالہ حال ہی میں دستیاب
ہوا ہے اُس کے مطابق آرخنوں کی تعداد میں بتدریج تبدیلی ہوئی یعنی بازی لیوس
کے بعد پولیمارخ اور پھر چھ تھس موتھے تائی مقرر ہونے لگے۔ حال میں بعض مصنفوں نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ہمارے نزدیک پیٹرسن کی یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ ان ناموں کا تعلق
چار رکھشک دیوتاؤں اور دیوی یعنی زیوس ہرقتائیوس، پوسئیدون اور اتھینے سے ہے (ایکائی کٹموں کی
بابت مختلف مسائل پر بحث Petersen: Qaest de hist. Gent. Attic
شائع شدہ ۱۸۸۰ء)۔

باب ۲۶

یہ خیال پیش کیا ہے کہ میدون کے زمانے میں جمہوریہ قائم نہیں ہوئی بلکہ دہ سالہ آرخنی دور میں بھی ملوکی سلسلہ برابر جاری رہا، یہ مصنف اپنے نظریئے کی تصدیق کے لیے بعض قدیم مورخوں کے بیانات نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ[۱۱] اُن کو آرخنوں میں سے جو سال بسال منتخب ہوتے تھے دوسرے آرخن کا لقب برابر بازی لیوس ہی رہا۔ روایات اور استدلال کے درمیان یہ فرق جو پایا جاتا ہے اُس کی حقیقت سے ہم قدیم تاریخ یونان پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے واقف ہوسکتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جو دقت ہے وہ صرف ناموں کی وجہ سے ہے جس کے حل کے بعد یہ جملہ واقعات گویا آئینہ ہو جاتے ہیں۔ متقدمین کو اسکا یقین تھا کہ کوڈرس کی موت اور میدون کی تخت نشینی سے دستور ایتھنز کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے اس لیے کہ میدون اور اُس کے جانشین اعیانی طبقے کی بہ نسبت اپنے اجداد کے کہیں زیادہ دست نگر تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ، جس کے مطابق فرض کیا جاسکتا ہے کہ بادشاہ کا لقب برابر جاری رہا، ساتویں صدی ق۔م تک کی تاریخ اٹیکا سے بالکل مطابق ہے۔ اس اثنا میں ملک میں اس درجہ سکون تھا کہ وقائع بالکل ساکت ہیں، جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ملک پر زمینداروں اور اعیانیوں کی حکومت ہوگی جو اپنی اراضیات کے لگان پر نہایت چین سے زندگی بسر کرتے ہوں گے اور جنھیں بیرونی جھگڑوں میں پڑنے کی مطلق آرزو نہ ہوگی۔ اس عہد میں مملکت کا سردار خواہ اُسے بادشاہ کہیئے یا نہیں، ان اعیانیوں کا آلۂ کار بنا ہوا تھا، اور نقلی ملوکیت اور اعیانیت کے مابین وہ تنازعات، جن سے رزمیہ دور بھرا پڑا ہے بالکل مفقود ہو گئے تھے، اعیانیوں کی قطعی کامیابی کے بعد اب ملوکیت محض برائے نام باقی رہ گئی اور اعیانیوں نے مملکت کے عامل اعظم کے لیے بادشاہ کا خطاب برقرار رکھنے میں کوئی خاص ہرج نہ سمجھا۔ ہمارے پاس

---

[۱۱] قیام جمہوریہ کیلئے مقابلہ کرو پوسانیاس ۴، ۵، ۱۰؛ ۷، ۲، ۱ اور ۱، ۲، ۳ میں وہ کہتا ہے کہ زوال حکومت برباد شاہوں کا جانشین میدون مقرر ہوا۔ مختلف مورخوں نے، جن میں لوگیبل سب سے ممتاز ہے (تمۃ سالیانۂ لسانیات قدیمہ" Lugebil Jahrb. f. class. Philolog. Suppl.

تاریخ اٹیکا کی صدیوں کے حالات موجود ہیں، لہذا ہم ملک کے سربرآوردہ خاندانوں کے ناموں سے واقف ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے یہ خاندان اعیانی کہلائے جانے کے کس حد تک مستحق تھے[۱۳]۔ مثلاً دستے دالوسیوں کا جد اعلیٰ ایرِکتھیوس تھا، اور بوتا داسے، جن کے سپرد ایرِکتھیوم کی نگہداشت تھی (اور جن میں سے ایک فرد چوتھی صدی ق۔م والا لی کرگوس تھا) ایرِکتھیوس کے ایک بھائی کی اولاد سے تھے، بُوزے گی، جو ایک سورما مسمی بوزے گیس کے وارث ہی تھے جن میں مشہور مدبر خارقلیس کا گھرانا شامل تھا اور اُن کے نام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں ایک خاص رسم ادا کرنے کے لیے ہل چلانا پڑتا تھا۔ فیتالوسی ذیوس متی لیخنیوس کے پجاری تھے اور ان کا مورث اعلیٰ ایک سورما فیتالوس نامی تھا جس نے دیمیتر کی ضیافت کی تھی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۵، ۳۹۰ وغیرہ) نظریۂ مدت قیام ملوکیت سے اختلاف کیا ہے پوسانیاس ۴، ۵، ۱۰ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مملکت کے افسر اعلیٰ اور مملکت کے قائم مقام اعیانیوں کے مابین جو تعلقات تھے اُن میں ضرور تبدیلی ہوئی ہوگی۔ یہ تبدیلی ممالک یونان کے عام دستوری ارتقا کے بالکل مطابق ہے، وہ یہ کہ ایک خاص عہدۂ مملکت کے اعلیٰ ترین عہدہ دار پر سب سے زیادہ نگرانی عائد کر دی جاتی ہے، خواہ اُس کا خطاب بادشاہ رہے خواہ وہ کسی اور نام سے پکارا جائے۔ بہرحال ہم اس نگرانی کے طریقے سے واقف نہیں ہیں یہ بحث کہ سنہ ۱۰۶۹ ق۔م سے سنہ ۷۵۳ ق۔م تک ایتھنز میں بادشاہ حکومت کرتے تھے یا آرخن، محض ناموں کی بحث ہے، اور اس کی اہمیت صرف اتنی ہے جتنی کسی مختص واقعے کے تعین کی ہو سکتی ہے۔ ہم یہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ محض خطاب سے اصول حکومت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ ہم جانتے ہیں کہ بولستان میں صدیوں تک سیاسی انتظام کی کیا حالت رہی اور اس امر پر بحث کرنا کہ اس کا دستور ملوکی تھا یا جمہوری محض لاطائل معلوم ہوتا ہے۔

[۱۳] ایتھنز کے اعیانی خاندانوں کے لیے مقابلہ کرو مئی یر: "بنا ے اٹیکا" Meier De gentilitate Att
ہالے، ۱۸۳۶ء؛ گ، پیٹرسن: "مسائل قبائل اٹیکا" G. Peterson
Quaestiones de historia gentium Atticarum شلیزوگ ۱۸۸۰ء اس موضوع پر
بہترین تصنیف ٹوپفر: "انساب اٹیکا" Toepffer: Attische Geneologie برلن ۱۸۸۹ء ہے۔

پجاریوں کے خاندان جو کسی نہ کسی ایسے شخص کی اولاد سے تھے جس کی ہستی پر ایک تاریک پردہ پڑا ہوا ہے؛ ان میں لیکومیدی، ہسی کیدی اور کنتریادی بھی شامل تھے، جن میں سے موخر الذکر کے نام سے اُن کی اصل ظاہر ہوتی ہے یعنی اُن کا فرض تھا کہ دیولیائی عید کے موقع پر وہ اپنی آنکس یا "کنترون" سے ایک بیل کو قربان گاہ کی طرف ہانکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ کیری کیس (جن میں سے دولتمند ہپیاس اور ہپونیکوس کے[۳۳] نام ممتاز ہیں)، اور داذوخی (جن کے نام سے اُن کا دیمیتر کی خدمت میں نقیب مشعلچی اور ہونا ظاہر ہوتا ہے) نقیبوں کے معبود یعنی ہرمیس کی اولاد سے تھے، اور اُن کی اُم الامہات کیکروپس کی بیٹی اگلاؤروس تھی۔ ایلیوسس کے خاندانوں میں سے یومولپوسی خاندان بھی تھا جس کے افراد بعض کے نزدیک شاہ یومولپوس کی اور بعض کی رائے کے مطابق تریپتولیموس کی اولاد سے تھے۔ دو خاندان یعنی یوریساکیدی اور فلائیوسی ایاکس ولد تیلامون کے واسطے سے زیوس کی اولاد سے تھے، جن میں سے پہلے خاندان کا تو الکبیادیس رکن تھا، اور دوسرے خاندان سے ملتیادیس اور تھوکیدیدیس کا تعلق تھا جو سکیون میں اگاریستہ کے عاشقوں کے زمرے میں نظر آتا ہے۔ کوریدی اور پیژی تھوشیدی تھسلی کے مشہور لاپیتیون کے اخلاف تھے۔ گیفیریائی خاندان، جس سے ہارمودیس اور ارسطوگیتون کا تعلق تھا، دراصل تھیبز سے آیا تھا اور کادموسی الاصل تھا، لیکن ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ وہ خود اپنا ایریتیریا سے آنا بیان کرتے تھے۔ اب صرف میدونتی خاندان (جس کے رکن سولون اور کریتیاس تھے)، الکمیونی خاندان اور پیسسترا توسی خاندان رہ گئے اور یہ تینوں پیلوسی الاصل تھے۔

مملکت ایتھنز میں صرف یوپاترِدوں ہی کو حقوق شہریت حاصل تھے، اور جملہ عہدہ داروں خصوصاً آرخنوں کا ان ہی میں سے انتخاب ہوتا تھا جن میں سے

---

[۳۳] بعض مورخوں کا بیان ہے کہ خطاب اندوکی دیس خاندان کری کیس کا ایک رکن تھا، لیکن بعض کا قول ہے کہ وہ تیلے ماخوس کی اولاد سے تھا جس نے توزی کا کا سے نکاح کیا تھا۔

باب ۲۲

(ارسطاطالیس کے قول کے مطابق) آرخنوں کے عہدوں کو مجلس اریوپاگوس پر کرتی تھی۔ ابتدا میں اسی گروہ کے افراد ماہران قانون تھے، یہی قانون کی تاویل کرتے تھے اور یہی مذہبی رسوم کے خادم تھے، اور چونکہ صرف عیان ہی قانون کی ماہیت سے واقف تھے اس لیئے دیگر طبقات آبادی اُن کے دست نگر ہو گئے تھے۔ جملہ اقتدار مملکت، نو آرخنوں کے ساتھ وابستہ ہونے کے بعد آرخن اول یا آرخن اپونیموس کا فرض صرف یہ رہ گیا تھا کہ وہ مجلس آرخنی کی صدارت کرتا اور سوداگری کرتا! اب قدیم بادشاہوں کے فرائض میں سے دو فرض باقی رہ گئے یعنی (مہا پوجا اور سپہ سالاری) جن کو آرخن بازی لیوس اور پولیمارخ کے سپرد کر دیا کہ باقی ماندہ چھ آرخنوں کو تھس موتھے تائے یا مقنن کہتے تھے، اور انھیں عوام الناس کے قدیم حقوق کی حد تک اختیارات حاصل تھے[۱۴]۔ ہم اس سے مطلق واقف نہیں کہ ان آرخنوں کی نگرانی امراکس طرح کرتے تھے یعنی آیا کوئی مجلس سفیات یا مجلس مملکت اُن کی دیکھ بھال کے لیئے قائم تھی یا نہیں[۱۵]، لیکن اغلب امر یہ ہے کہ اس نگرانی کا کام مجلس اریوپاگوس ہی کے سپرد ہوگا۔ ایتھنز کی بعض فوجداری عدالتیں نہایت قدیم تھیں۔ مجلس اریوپاگوس قتل عمد کے مقدمات کی سماعت کرتی تھی، لیکن باقی ماندہ قتل کے معاملات پالادیوم، دیلفی نیوم، فریاتو یا پری تانیوم

---

۱۴ ہمارے نزدیک لفظ "تھس موتھے تیس" سے مراد "امیر" یا "حاکم" سے ہے، اور یہ وہی تخیل ہے جس پر رومن "عامل" کے اختیارات مبنی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یونانی قانون عامۃ ابھی بہت کچھ تشریح و توضیح کا محتاج ہے۔

۱۵ ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۲، ۱۲ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز میں ایک مجلس مملکت تھی جسے سولن نے قائم رکھا تھا، لیکن ارسطاطالیس کے وہ فقرے پڑھے جائیں جو اس سے پہلے لکھے ہیں تو اس کا اشارہ اریوپاگوس کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ پلوٹارک، "سولون" ۱۲ کے مطابق میگاکلیس کا معاملہ تین سو اعیان کے سامنے پیش ہوا تھا۔ ڈنکر کہتا ہے کہ یہ تین سو دراصل اعیانیوں کی ایک مستقل مجلس کے اراکین تھے۔

کے سامنے پیش کئے جاتے تھے۔ صرف مقتول کے عزیزوں کو ہی مستغیث کی حیثیت سے عدالت میں جانے کی اجازت تھی، لیکن اُس کے "اہل برادری" کا یہ فرض تھا کہ وہ اُس کی پشت پناہی کریں؛ اور اس طرح شہریوں کے باہمی تعلقات میں مزید یگانگی پیدا ہوگئی؛۔ باب ۲۶

عہدۂ آرخنی کے تدریجی ارتقا سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ تبدیلی دستور کی کوشش ہمیشہ جاری رہی ہوگی لیکن عہد زیر بحث میں یہ تحریک صرف اعیانی طبقے ہی میں عام طور سے پائی جاتی تھی۔ ایتھنز کی آئندہ تاریخ میں ایک ایسا دور بھی آیا جب عموم اپنی قوت کو محسوس کر کے حکومت میں دخل دینے کے دعویدار بن گئے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ عموم کو یہ سیاسی احساس سب سے پہلی مرتبہ سولون کے عہد میں ہوا ہوگا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ساتویں صدی ق م کے جیسے بعید زمانے میں بھی عمومی بےچینی کا حال پڑھنے میں آتا ہے جبکہ بغاوت کے نتیجے کے طور پر خودسری حکومت قائم ہوگئی؛۔ اس تحریک کا سربراہ کار ایک نوجوان شخص مسمی کیلون تھا جو تھیاگنیس خودسر میگارا کا داماد تھا اور اولمپیا کی دوڑ میں اول آیا تھا۔[۱۶ه] دلفیہ کے ایک فرمان کے ذریعے اُسے مذہبی سرپرستی بھی حاصل ہوگئی تھی۔ اس فرمان میں یہ مرقوم تھا کہ بغاوت کے لیے بہترین موقع زیوس دیوتا کی سب سے بڑی عید ہے، لہذا عید اولمپیا کی طرف اشارہ سمجھ کر اُس نے تقریباً ۶۳۲ ق۔م میں اپنے خسر کی فوج کی مدد سے اکروپولس پر قبضہ کر لیا۔ غالباً ان میگاری سپاہیوں کی موجودگی کے سبب سے ایتھنزی شہری کیلون کے خودسر بننے کی اس کوشش سے سخت متنفر ہوگئے (جس میں بالآخر پِسِستراتوس کامیاب ہوا)، چنانچہ اُنھوں نے قلعے کی ناکہ بندی کر لی۔ ایتھنز کے آرخن اعظم یعنی الکمیونی میگاکلیس نے اس ناکہ بندی کو اور زیادہ سخت کر دیا جس کی وجہ سے کیلون اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر

۱۶ه کیلون کے لیے ہیروڈوٹس ۵، ۷۱؛ طوسی دیدش ۱، ۱۲۶؛ بلوٹارک: "سولون" ۱۲؛ ارسطاطالیس: "دستور ایتھنز" ابتدا۔ نیز رائٹ "کیلون کی صحیح تاریخ" Wright: The Date of Cylon بوسٹن ۱۸۹۲ء؛۔

باب ۲۶

فرار ہونے پر مجبور ہوگیا، اُس کی فوج کے سپاہی آخر کار اتھینے کے بت خانے میں چلے گئے جہاں اُنھیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اب ان کے دشمنوں نے اُن سے یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ نکلنا چاہیں تو کوئی ان کا بال بیکا نہ کرے گا لیکن جب وہ اپنی جائے پناہ سے نکلے تو میگاکلیس نے ان میں سے ایک ایک کو مروا ڈالا یہاں تک اُن کو بھی نہ چھوڑا جو (اپنے زعم میں) مقدس دیبیوں یعنی یوٗمِندیس کے بت خانے میں پناہ گزین تھے۔ جب کیلون کی اس بغاوت کا یہ انجام ہوا تو اُس کے ہمنواؤں نے فتنیہ پر اعتراض کیا چنانچہ فال گاہ دیلفی سے یہ جواب ملا کہ کیلون نے فرمان کا مطلب نہیں سمجھا تھا اس لیئے کہ معبود کا اصل مقصد عید اولمپیا سے نہیں بلکہ عید دیاسیا سے تھا۔ بہرحال اس سازش کا تو خاتمہ ہوگیا لیکن اس قتل عام نے اتھینیوں کے ماتھے پر گویا ہمیشہ کے لیئے کلنک کا ٹیکا لگ گیا جسے آخر کار اپی مِندیس ساکن کریٹ نے ایک حد تک دور کیا۔ کیلون کے زوال کی وجہ سے اتھینز اور میگارا کے مابین جھگڑا پیدا ہوگیا، لیکن اس سے پہلے ہی لوگوں کو اس امر کا احساس ہونے لگا کہ قانون میں حسبِ دلخواہ صراحت نہیں ہے لہٰذا اس کی ضرورت ہے کہ کم از کم تعزیری قانون کو ایک ضابطے کی شکل میں مرتب کر دیا جائے۔ بالآخر ۶۲۱ ق۔م میں آرخن دراکو نے یہ کام انجام کو پہنچایا[۱۷] قدیم

[۱۷] قوانین دراکو، ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۲، ۹، ۹ میں کہتا ہے کہ "گو وہ قوانین جو اُس کے نام کے ساتھ منسوب ہیں اُسی کے مدون کیئے ہوئے تھے، لیکن اس نے انھیں قدیم دستور کے ساتھ منطبق کر دیا، ک، ف، ہرمان: "مقنن دراکو" K. Fr. Hermann De Dracones legumlatore. Ind. Sch. Goett. ۱۸۴۹ء، ۱۸۵۰ء۔

ایفے تائے یا عدالتہائے فوجداری کے متعلق لانگے سولون سے پہلے فوجداری کی عدالتیں اور اریوپاگس Lange Die Sphete und der Areopag vor Solon برلن ۱۸۷۴ء صفحہ ۱۸۹ وغیرہ فلی: "آریوپاگوس و عدالتہائے فوجداری"

قانون اٹیکا نہایت سخت تھا، لہذا جب وہ قلمبند کیا گیا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ سخت معلوم ہونے لگا۔ یہی سبب ہے کہ ہمیں جو کچھ معلومات قوانین ڈراکو کے متعلق حاصل ہیں اُن سے اُس کی سختی عیاں ہو جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ خون سے لکھا گیا تھا۔ ڈراکو کے ضوابط کا اطلاق تاسیخ نامی ادھاد لوں کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Phihippi Der Areopag und die Spheten برلن سنہ ۱۸۷۴ء۔ ارسطاطالیس: "دستور ایتھنز کے مطابق جو کچھ ڈراکو نے ایتھنز کے لیئے کیا اُسے میں کیئل Br. Keil (ہفتہ وار رسالۂ لسانیات برلن .Berl. Philol Wochen) کے الفاظ میں ادا کرتا ہوں:۔ "ڈراکو نے وہ اختیارات جو اس وقت تک امیائیوں اور مالدار لوگوں کی ذاتی ملک سمجھے جاتے تھے اُن سب لوگوں کو دے دیئے جن میں اپنے آپ کو مسلح کرنے کی اہلیت تھی۔ آرخنی اور خزانے کے عہدوں کے لیئے صرف وہ شخص مستحق سمجھے جاتے تھے جو اس امر کا ثبوت دے سکتے کہ اُن کے پاس غیر مستغرق جائداد بقدر دس مینا کے (تقریباً چھ سو روپے) کے ہے؛ اور جو شخص ستراتیگوس یا ہیپارخ بننا چاہتا اُسے چھ ہزار روپے کی جائداد اور دس سال سے زیادہ کی عمر کی اولاد دکھانی پڑتی۔ نیچے درجے کے عہدے مسلح شہریوں کے لیئے کھلے ہوئے تھے۔ ڈراکو نے ایک مجلس یعنی بولے بھی قائم کی جس میں چارسو ایک رکن ہوتے جن کا انتخاب قرعے کے ذریعے سے وہ سب لوگ کرتے تھے جنھیں سیاسی حقوق حاصل تھے۔ اب ادنے درجے کے عہدہ داروں کا بھی انتخاب ہونے لگا۔ اعلیٰ ترین عہدہ دار مثلاً آرخن، ملیاتی عہدہ دار، ستراتیگی اور ہیپارخ خیر وتونیا یعنی دست شماری کے ذریعے سے منتخب ہوتے تھے۔ اُس وقت تک اریوپاگوس کو ان تمام عہدوں کے پر کرنے کا اختیار تھا، لیکن اب اسمیں معتدبہ کمی ہو گئی۔ باعتبار مدارج حاصلات قوم چار حصوں میں منقسم تھی یعنی پنتاکوزیومدمنی، ہیپائس، زیوگیتائے اور تھےتیس، لیکن یہ نہیں معلوم کہ یہ حصے ڈراکو کے زمانے کے ہیں یا اس سے پہلے سے موجود تھے۔ بالفعل وہ غریب شہری جنھیں خود اپنے اسلحہ خریدنے کی قابلیت نہ تھی سیاسی حقوق سے مستثنےٰ سمجھے جاتے تھے، اور قرض کے سخت قانون کے بموجب جو اُس وقت رائج تھا قرضدار جبراً مالدار لوگوں کے غلام بنا دیئے جاتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ ڈراکو نے اس قانون میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی"۔

باب ۱۴

قیام سے بھی کچھ تعلق تھا، جنھیں موت وزیست کا اختیار حاصل تھا، لیکن ہم یہ وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ آیا یہ عادل دراکو سے پہلے موجود تھے یا نہیں :-

یہ قوانین بھی جن پر ارسطاطالیس کے "دستور ایتھنز" سے بالکل نئی وضع کی روشنی پڑتی ہے، ملک کی عام تشویش کا انسداد کرنے کے لیئے ناکافی ثابت ہوئے چونکہ لوگوں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ آئندہ جو شخص کسی دوسرے کی صرف جان ہی نہیں بلکہ مال کی طرف بھی محض نظر بد سے دیکھے گا اُسے سزائے موت کا مستوجب گردانا جائے گا، لہٰذا ان قوانین کی تدوین سے تشویش پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ اس کا اصلی سبب یہ تھا کہ ایتھنزیوں کی غربت حد سے بڑھ گئی تھی، اور ساتھ ہی مملکت کو خارجی معاملات میں بھی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ بلاشبہہ اسی زمانے میں، یا اس کے ذرا بعد انھیں ایک معاملے میں ضرور کامیابی ہوئی، جس کا یہاں ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تقریباً ۶۱۰ ق م میں انھوں نے سی گیوم پر جو ہیلیس پونٹ کی ایک راس پر واقع تھا، قبضہ کر لیا؛ لیکن چونکہ یہ اراضی ایولیائی تھی اس لیئے متی لنہ والوں نے اپنا فرض سمجھا کہ وہ اس غاصبانہ قبضے کے روادار نہ ہوں، اور وہ اُسی نواح میں ایک جدید قلعہ اخی لیوم تعمیر کر کے ایتھنز کے مقابلے کے لیئے تیار ہو گئے۔ اب فریقین میں ایک طویل تنازعہ شروع ہوا جس میں کبھی ایک کو اور کبھی دوسرے کو کامیابی ہونے لگی یہاں تک کہ آخرکار پری اندر نے بیچ میں پڑ کر یہ طے کیا کہ حالت سابقہ قائم رہے جس کے بعد ایتھنز سی گیوم پر مستقلاً قابض ہو گیا۔[۱۱] اس قلعے کی ابتدا کی بابت بعض امور قابل غور ہیں۔ سی گیوم کی نوعیت معمولی یونانی نو آبادی کی مانند نہ تھی، یعنی بجائے اس کے کہ وہ اپنی اصل مادر بلد سے بے تعلق ہو جائے، وہ رومن نو آبادیوں کی طرح ایک غیر ملک میں گویا ایتھنزی قلعے کا کام دیتا تھا۔ یہ قلعہ ایتھنز سے ٹھیک ناک کی سیدھ میں تقریباً ایک سو اسی میل پر واقع تھا، یعنی اس میں اور ایتھنز میں اتنا ہی بُعد تھا جتنا ایتھنز اور جزیرۂ کریٹ کے درمیان۔ ہمارا خیال ہے کہ کسی اور یونانی

---

[۱۱] ہیروڈوٹس، ۵، ۹۴، ۹۵؛ استرابو ۱۳، ۵۹۹، ۶۰۰ :-

ابدیئے کے قبضے میں اس قدر مسافت پر کوئی ایسا قلعہ نہ تھا جس کے نواح میں اُس کی حفاظت کے لئے باضابطہ نوآبادیاں موجود نہ ہوں۔ یہ امر نہایت درجہ قابل توجہ ہے کہ نہ صرف اُس کے قریب میں کوئی ایتھنزی نوآبادی موجود نہ تھی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کسی مقام پر ایتھنز نے کوئی ایسا شہر آباد نہیں کیا جسے ہم یونانی معنی میں نوآبادی کا لقب دے سکیں۔ اس پر یہ اعتراض ممکن ہے کہ ایشیا کے ایونی شہروں کا جن میں ملطہ کو خاص امتیاز حاصل تھا، ایک اعتبار سے ایتھنزی نوآبادیوں میں شمار کیا جاسکتا ہے، لیکن اس سے کوئی مطلب براری نہیں ہوتی اس لئے کہ ایتھنز اور ان مقامات کے مابین جو تعلقات بیان کئے جاتے ہیں اُن کی بنا محض افسانوں پر ہے جس وقت کورنتھ، میگارا، رھوڈز اور ملطہ جگہ جگہ اپنی اپنی نوآبادیاں قائم کر رہے تھے اُس وقت ایتھنز نے اس تحریک میں مطلق کوئی حصہ نہیں لیا، بلکہ اُسکی بجائے ایک دور دراز مقام پر قلعہ سی گیوم تعمیر کیا اور اس کے نواح میں جو طاقتور دشمن رہتے تھے اُن کی دست برد سے برابر اس کی حفاظت کرتا رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایتھنزی اپنی قوت ایک مرکز پر جمع کرنا چاہتے تھے، لیکن نوآبادیاں قائم کرنے والی مملکتوں کی قوت میں انتشار پیدا ہو جاتا تھا۔ ایتھنز کا ارادہ تھا کہ اپنی قوت میں اضافہ کر کے بعید ترین مقامات پر بھی اپنا سکہ جما لے، چنانچہ اُس نے کسی ایسی تحریک میں حصہ لینے سے قطعاً انکار کر دیا جس سے اُس کی قوت و اقتدار میں کمی ہونے کا اندیشہ تھا۔ اپنے مقصد کی تکمیل میں اسے جو سہولت اور آسانی حاصل ہو گئی اُس کے دو سبب تھے، یعنی ایک تو اُس کے رقبے کی حیثیت یونانی ممالک میں ممتاز ترین تھی اور دوسرے اُس کی آبادی ایسے طبقے میں منقسم نہ تھی جس میں سے ایک دوسرے پر عادتاً ظلم و ستم کیا کرتا ہو۔ ظاہر ہے کہ ہیلیس پونٹ پر اپنی قوت و اقتدار کے ساتھ پہنچنے کے لئے اس کی ضرورت تھی کہ ایتھنز کا نہ صرف ایک قوی بیڑا ہو بلکہ اس کے نواح میں اس بیڑے کے لئے ایک مرکز عمل بھی ہو، اور یہ اس قریبی تعلق کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے جو اُس کے اور ملطہ کے ساتھ تھا جب

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ناطہ نے حسب معمول اپنی حمیت اور وفاداری کا ثبوت دیا تو یہ ہماری سمجھ میں آسکتا ہے کہ کس طرح ایک سو اسی میل کی مسافت طے کر کے ایتھنز ہیلیس پونٹ کو اس قدر فوج روانہ کر سکا کہ متی لنہ، جو برّ اعظم سے صرف دس میل کے فاصلے پر واقع تھا، اُسے ہٹانے میں کامیاب نہیں ہوا۔ الغرض ایتھنز ان ابتدائی ایام ہی میں اس تیاری کی ابتدا کرتا ہے جس کے باعث اُس نے پانچویں اور چوتھی صدی ق۔م میں ایک عہدیت کا افسر اعلیٰ بن کر اپنی دشوار گزار اور درخشاں تاریخ میں چار چاند لگا دیئے[۵۱۹] باب ۲۶

لیکن وطن سے قرب و جوار ایتھنزیوں کو زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی، یعنی اُنھیں جزیرہ سالامس پر سے قبضہ اُٹھا لینا پڑا۔ گو یہ جزیرہ بہ نسبت ایتھنز کے میگارا سے قریب تر تھا، لیکن چونکہ اٹیکا کے ایک اہم حصے کا تجارتی مال اس میں ہو کر گزرتا تھا اس لیئے ایتھنز سے اُسکا ایک خاص رشتہ تھا، چنانچہ اُس کے نکل جانے کی وجہ سے اس کی عظمت و سطوت میں بیّن فرق پیدا ہو گیا۔ جب اس کی واپسی کی کوششوں میں بار بار ناکامی ہوئی تو ایتھنز ی

---

۵۱۹ مہم ہیلیس پونت ایتھنز کے وسیع کارناموں میں سب سے پہلا کارنامہ ہے اور اسمیں وہ اپنی اول درجے کی بحری قوت کا ثبوت دیتا ہے۔ مقابلہ کرو تیوپ فر "مسائل پی سسترا توسیہ" Toepffer Quaestiones Pisistrateae ڈیورپ نیلاط ۱۸۸۶ء صفحہ ۳، ۷ وغیرہ محض اس بنا پر کہ ہمیں ایتھنز کی تیاریوں کی بابت بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں، ہم اثر واقعی سے انکار نہیں کر سکتے۔ غالبًا وہ زمیندار و اعیان، جو صدیوں سے ایتھنز پر برسر اقتدار تھے اتنے عظیم الشان خارجی مہمات بھیجنے کے موافق نہ تھے، چنانچہ اس مہم سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور کوئی نہ کوئی ایسا اندرونی ہیجان پیدا ہوا ہوگا جس میں عمومی فریق کو خارجی معاملات پر اثر ڈالنے کا موقع مل گیا ہوگا۔ واضح ہو کہ ساتویں صدی ق۔م میں بھی ایتھنز کی تجارت کا ایک خاص رتبہ، جسمیں تیل اور مٹی کے برتنوں کو خاص امتیاز حاصل تھا؛ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اسی عہد میں لوریون کی کانوں سے چاندی نکالنے کی ابتدا کی گئی ہو جس سے شہر کی مد محفوظ میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا:۔

باب ۶

سیاسی رہبروں نے بالآخر مایوس ہو کر یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ جو شخص سالامس کی واپسی کی تحریک پیش کرے گا وہ سزائے موت کا مستحق سمجھا جائے گا۔ اس حکم سے مملکت کی جو توہین و تذلیل ہوئی اُس کا احساس میدونتی خاندان کے ایک رکن یعنی سولون ولد ایکسے خس تی دیس سے زیادہ کسی اور کو نہ تھا۔ ایک روز وہ جمعیت عوام میں سر ڈھانکے ہوئے کچھ اس انداز سے آیا کہ گویا وہ کسی سفر سے واپس آرہا ہے، اور آتے ہی اُس نے مرثیہ نما بحر میں ایک نظم پڑھی جس میں اُس نے اپنے کو سالامس کا نقیب ظاہر کیا اور کہا کہ ایتھنزی اب یہ ذلت گوارا نہیں کر سکتے کہ اُن کے ملک کی حیثیت سلی نوس اور پولے گندروس جیسے چھوٹے جزیروں کی طرح گئی گذری ہو جائے اس کے بعد یہ ایتھنزیوں کو مخاطب کر کے چلا اٹھا کہ اے ایتھنز نژادو، اٹھو اور سالامس کو از سر نو فتح کر لو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے اپنی حالت دیوانوں کی سی

۲۰۔ جنگ سالامس کی بابت جو حالات ہم تواریخ قدیم میں پڑھتے ہیں انمیں اور زمانۂ حال کے خیالات میں فرق پایا جاتا ہے۔ پلوٹارک: "سولون" ۱۲ کے مطابق میگاریوں نے سالامس پر دو مرتبہ قبضہ کیا۔ پی سستراتوس نے جنگ میں میگارا کے خلاف جو حصہ لیا اُس کے حالات میں بھی اختلاف ہے۔ ہیروڈوٹس (۱، ۵۹) کہتا ہے کہ بلاشبہ پی سستراتوس نے اپنی خودسرانہ حکومت کی ابتدا سے ذرا پہلے سپہ سالار افواج ایتھنز کی حیثیت سے نسائیا پر قبضہ کر لیا۔ پلوٹارک: "سولون" ۸ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ مابعد کے مورخوں نے یہ واقعہ بیان کرنے میں غلطی کی کہ اُس نے سولون کی مہم میں بھی حصہ لیا تھا۔ ان اسباب کی بنا پر اغلب امر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ صرف سولون نے اور دوبارہ محض پی سستراتوس نے جزیرۂ سالامس پر قبضہ کیا ہوگا۔ لیکن حال ہی میں بہت سے مورخ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ایک قصہ دوسرے کی صرف نقل ہے لہذا سولون کی فتح کی وقعت ایک افسانے سے زائد نہیں رہ جاتی۔ مقابلہ کرو مائن ہولڈ: معاملات سالامس Meinhold : De rebus Salaminiis کیونگزبرگ سنہ ۱۸۷۹ء ڈنکر ۶، ۱۷ اور پیٹرسن: "تاریخ اقوام اٹیکا" Historia gent Atticae شیلسوگ سنہ ۱۸۸۰ء صفحہ ۱۰۱ وغیرہ۔

باب ۲۶

اس لیئے بنائی تھی کہ وہ سزائے موت سے بچ جائے، لیکن یہ دیوانہ پن بالکل قتیبہ کی کسی پجارن کا سا تھا۔ الغرض اتھینزیوں نے پانچ سو رضا کاروں کو سالامس جانے کی اجازت دے دی، جنھوں نے نہایت سرعت وتدبر کے ساتھ جزیرے پر قبضہ کر کے اُسے مسخر کر لیا۔ یہ واقعہ ۶۰۰ ق۔م کا ہے، اور اگر اسی اثنا میں اتھینزی ہیلیسپونت پر بھی نہایت شان وشوکت کے ساتھ نمودار ہوئے، تو ہم اپنے اس خیال کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتے کہ میگارا سے اُس کے جو تعلقات تھے انکی بنا محض مایوسی پر نہیں بلکہ عقلمندی وتدبر پر تھی۔

لیکن اس کے راستے میں طرح طرح کی مشکلات حائل تھیں۔ میگاکلیس کے بھیانک فعل سے اتھینز کے سر پر قتل کا عظیم الشان الزام عائد ہوگیا تھا اور قربانی کے شگون برابر مخالف ہی نکلتے رہتے تھے۔ میگاکلیس کو چاہیئے تھا کہ اپنے قصور کی پاداش برداشت کرتا لیکن اُس نے اس سے قطعی انکار کر دیا۔ آخر کار معاملات کو روبراہ کرنے کی غرض سے سولون طلب کیا گیا، اور اُس نے آتے ہی میگاکلیس کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ تین سو اعیانیوں کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دے[۲۱]۔ ان کا فیصلہ بہت کچھ ملائم تھا۔ اول تو جن آرخنوں سے حرکت شنیعہ سرزد ہوئی تھی اُنھیں دیس نکالا دیدیا گیا۔ اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ بت خانوں کی جو بے ادبی کی گئی ہے اور ملک سے جو گناہ سرزد ہوا ہے اس کا کفارہ کیا ہوگا۔ اس گتھی کے سلجھانے کے لیئے اتھینزیوں نے کریٹی اپی منیدیس کو طلب کیا جسے ان معاملات میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اُس نے فوراً حکم دیا کہ اریٔ نیس کی قربان گاہوں کی از سر نو تقدیس کی جائے؛ نیز اریوپاگوس سے بہت سے جانور مختلف حصص ملک کی طرف چھوڑ دیئے جائیں اور جس جس مقام پر وہ بیٹھیں وہیں اُن کی قربانی کر دی جائے۔ اس کے احکام پر حرف بحرف عمل کیا گیا جن کا اثر حسب دلخواہ ہوا اور عوام الناس میں امن وامان قائم ہوگیا۔ اس کارنمایاں کے معاوضے میں اپی منیدیس کو ایک نقرئی تالنت (یعنی تقریباً دیڑھ ہزار روپے) بطور انعام کے دینا تجویز ہوا لیکن اُس نے اسکے

---

[۲۱] میگاکلیس کی بابت فیصلہ، پلوٹارک، "سولون" ۱۲۔

باب ۲۶ لینے سے انکار کر دیا اور مقدس زیتون کی ایک ڈالی کے علاوہ اپنے ساتھ کچھ نہیں نہ لے گیا[۲۲]۔

عوام الناس میں امن وامان تو قائم ہو گیا تھا، لیکن ملک کی معاشری حالت خراب ہونے کی وجہ سے حقیقی اطمینان ہنوز مفقود تھا۔ چونکہ کاروباری ترقی کے ساتھ ساتھ قانون میں تبدیلی نہیں کی گئی تھی اس لیئے قانون میں بہت سے نقائص باقی رہ گئے جن کا غریبوں کے طبقے پر نہایت بُرا اثر پڑا اور اُن کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ قانون قرضہ نہایت سخت تھا اور ملک کے اعیان وکبار اُس کا نفاذ بلا رورعایت کرتے تھے۔ بیچارے غریبوں کے پاس بعض مرتبہ تخم ریزی کے لیئے بھی اناج نہ ہوتا تھا لہذا اُنھیں روپے کی ضرورت پڑتی جس کے لیئے وہ اپنی اراضی کو ساہوکار کے پاس رہن رکھ دیتے۔ اس قرضے کی ادائی کوئی آسان کام نہ تھا، اس لیئے کہ اول تو سود کی مقدار دس فی صدی سے کم نہ ہوتی، پھر حساب سود بالائے سود پر لگایا جاتا، جس کے باعث ساہوکار بہت جلد اراضی کا مالک بن جاتا تھا۔ اسکے بعد یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اکثر بے دخل شدہ کاشتکار ہی کو اس سیر کا انتظام سپرد کر دیا جاتا لیکن اسکے شرائط بھی نہایت درجہ سخت ہوتے تھے[۲۳]۔ ان قواعد ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ

---

۲۲ بیان کیا جاتا ہے کہ اپی منیدیس ستاون[۵۷] برس تک ایک غار میں سوتا رہا اور اس مدت میں اُس کی غذا محض خطمی اور سوسن پر مشتمل تھی۔ ڈنکر نے اپنے دماغ پر زور ڈال کر اور اپنے قیاس کو کام میں لا کر اُس کی سکونت اسپارٹا کے حالات بیان کئے ہیں۔ اس کے برعکس نیزے Niese اور روڈے Rohde اُس کے حالات کو قصہ کہانی سے زیادہ وقعت نہیں دیتے اور لیوشکے Loeschcke رسالہ "ترقی جامعہ دوریات" Dorpater Universitaetsprog (دسمبر ۱۸۸۳ء) میں حکیم افلاطون کی کتاب "النوامیس" Plat leg ۱، ۶۴۲ کا اتباع کرتے ہوئے اُس کا زمانہ ۵۰۰ق م کا بتاتا ہے۔ میں نے اسکی بابت اپنی رائے باب ۲۵ کے حاشیہ نمبر ۵ میں دی ہے۔

۲۳ ایتھنزیوں کا مقروض ہونا، پلوٹارک "سولون" ۱۳، ۱۵۔ کہا جاتا ہے کہ ہیکتے مور[۱] مالگزاری کا چھٹا حصہ ادا کرتے تھے یا اپنے پاس رکھتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے اپنے ہی پاس رہنے دیتے تھے۔ سئی زاختیا کیلئے دیکھو ہرمان تومزر Hermann-Thumser کا ملخص ۶۶۔

باب ۲۶

چند دیگر قوانین بھی جو اپنی سختی میں بہت بڑھے ہوئے تھے، نافذ کیے گئے، مثلاً یہ کہ کسی دیوالیئے کا جسم اُس کے قرضے کی ضمانت تھا لہٰذا قرضخواہ اُس سے بطور غلام کے کام لے سکتا یا کسی غیر ملک میں فروخت کر سکتا تھا۔ ہمارے لئے یہ صورت حال دو اعتبار سے سبق آموز ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سے ہمیں اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ اُس زمانے میں اٹیکا میں ایسے طبقے (مثلاً زمیدار یا یوپٹکی) نہ تھے جنکو دیگر طبقوں سے زیادہ حقوق حاصل ہوں اس لئے کہ یہ عام قاعدہ ہے کہ جس ملک میں نظام جاگیر رائج ہو وہاں کے امرا عادتاً غریبوں کی دولت سلب کرنے کے درپے نہیں رہتے؛ دوسرے یہ کہ نو آبادیوں کے نہ ہونے کا ایک بدنما پہلو یہ تھا کہ دوسری مملکتوں کی طرح اتیھنز اپنی آبادی کا وہ حصہ جو اس طرح گویا نظم معاشرت سے نکال دیا گیا تھا، کسی نو آبادی میں نہیں بھیج سکتا تھا۔

ان خرابیوں پر غور کر کے سولون کو اصلاح کی خواہش پیدا ہوئی، اور ساتھ ہی ساتھ عوام الناس کو یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے کہ وہی اتیھنز کی نجات کا باعث نہو۔ جو کچھ اس وقت تک اُس نے کیا تھا اس سے یہ صاف ظاہر تھا کہ نہ صرف وہ ملک کی بہتری کا خواہاں تھا بلکہ قدرت نے اُسے لوگوں کو اپنا طرفدار بنانے کی بھی قابلیت عطا کی تھی۔ شریف النسل ہونے کے باوجود وہ دولتمند نہ تھا، اور شاید سوداگر کی حیثیت سے اُس نے اپنی نوعمری کے زمانے میں مختلف ممالک کا سفر بھی کیا تھا۔ ان اسباب کی بنا پر وہ شہر کے مختلف گروہوں اور فریقوں سے بالاتر سمجھا جاتا تھا، بلکہ بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اُسے کسی نہ کسی شکل میں مملکت کا حاکم اعلیٰ بنا دیا جائے تو بہتر ہی ہوگا۔ اس کے لئے اُنھوں نے دلیفی سے استفسار کیا، اور (جس حد تک اس فال گاہ کے امکان میں صاف گوئی تھی)، وہاں سے یہ جواب ملا کہ اُسے عنانِ خودسری فوراً اپنے ہاتھ میں لے لینی چاہئے۔ اس موقع پر دو وجہوں سے خود اعیانی گروہ شاید اسکی مخالفت نہ کرتا، یعنی ایک تو سولون کے غالباً کوئی اولاد نہ تھی[۲۲]، اور دوسرے اسکی

[۲۲] پلوٹارک (: سولون ۲) کا بیان ہے کہ سولون کے ایک بیٹا تھا، لیکن اس ضمن میں اسکے بیانات عام طور پر ناقابل وثوق ہیں۔

باب ۲۶

ذاتی وجاہت اور سیرت کی وجہ سے ہر شخص کا خیال تھا کہ وہ شہر کی مختلف شقوں کے مابین امتیاز نہ کرے گا۔ لیکن خود سولون کو خود سر بننے کی خواہش نہ تھی، لہذا اُس نے یہ اعلان کر دیا کہ مملکت کے لیئے صرف جدید قوانین کی ضرورت ہے چنانچہ ۵۹۴ء ق-م (اولمپیاد ۴۶، ۳) میں اُس کو خاص اس مقصد کے لیئے آرخن اعظم منتخب کیا گیا کہ وہ مختلف گروہوں میں مفاہمت کی صورت پیدا کرے اور نئے قانون ترتیب دے[۲۵]۔ یہ امر ظاہر تھا کہ مفاہمت کی شکل صرف اُسوقت ممکن تھی کہ قرضداروں کے ساتھ رعایت کی جائے اور اُن کی ذات کی ضمانت کے اصول کو منسوخ کر دیا جائے یعنی دوسرے الفاظ میں قرضے کی وجہ سے قرضدار کے گلے سے طوق غلامی نکال کر پھینک دیا جائے۔

بہر حال قدیم مصنف ان اصلاحات کی تفصیل کی بابت متفق الرائے نہیں ہیں۔ بعض بیانات کے بموجب جملہ قرضہ جات زر منسوخ کر دیئے گئے، بعض کہتے ہیں کہ محض سود میں کمی کر دی گئی اور ساتھ ہی زر رائج الوقت کی قیمت میں بھی تبدیلی کر دی گئی اس طرح کہ ایک مینا میں بجائے ایک سو درہم کے صرف ۷۳ درہم کافی مقرر کر دیئے گئے جس کی وجہ سے ہر ساہوکار کو گویا ۲۷ فی صدی کا نقصان اُٹھانا پڑا۔ ظاہر ہے کہ ان اصلاحات کے ہوتے ہوئے کسی نئے سکے کی ضرورت نہ پڑی ہوگی، لیکن یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ۱۰۰ اور ۷۳ کی باہمی مناسبت اُئ گینا

---

[۲۵] اولمپیاد ۴۶، ۳ میں سولون کی آرخنی، دیوجانس لیرتیس ۱، ۲، ۱۵ اپلوٹارک (: "سولون" ۱۴، ۱۶) کہتا ہے کہ سولون دو مرتبہ نوموتھتیس مقرر ہوا، لیکن فقرے کی عام روش سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری مرتبہ جو ذکر ہے وہ پہلے میں شامل ہے (یعنی سولون دراصل صرف ایک ہی مرتبہ منتخب ہوا تھا۔ بہر حال مسٹر ڈنکر اس رائے سے متفق نہیں ہے۔

سائی زاختیا یا قرضوں سے سبکدوشی کا بیان پلوٹارک: سولون ۱۵ میں ہے جس کا اتباع کرتے ہوئے اکثر مورخ (جن میں Phot. Suid مطابق فلوخوروس بھی شامل ہے) اُس قانون کو "استرداد جملہ قرضہ جات" کا مترادف تصور کرتے ہیں، لیکن اندروتیون کہتا ہے کہ اسکے ذریعے سے شرح سود میں کمی کر دی گئی اور زر کی قیمت میں اضافہ کر دیا گیا۔

باب ۱۲

اور یوبیہ کے معیار کی باہمی مناسبت کے تقریباً مساوی ہے، لہٰذا ہم یہ فرض کر سکتے ہیں[۲۶] کہ سولون ہی نے ایتھنز میں بجائے ائی گینی معیار کے یوبیائی معیار رائج کیا، جسے بعد میں کورنتھ نے اور پھر دوسرے بلدیات نے بھی اختیار کر لیا۔ سولون نے زمینداری اصول میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ اراضی کی از سر نو تقسیم کی ضرورت بھی نہیں سمجھی[۲۷]۔ خود اُس نے پانچ یا شاید پندرہ ٹالنٹ، جو مختلف لوگوں کو قرض دیئے تھے، معاف کر دیئے۔ ساتھ ہی اُس نے یہ حکم نافذ کیا کہ کوئی شخص ایک خاص مقدار اراضی سے زیادہ کا مالک نہیں بن سکتا، لیکن افسوس ہے کہ ہمیں اس حد کی بابت مطلق کوئی معلومات حاصل نہیں۔ ان تمام قوانین (یعنی شرح سود اور قرضے کی تعداد میں کمی، قرضے کی وجہ سے اصول حلقہ بگوشی کی تنسیخ اور مقدار اراضی ملکیہ کی تجدید) کو ایتھنزی سئی زاغتیا یا "گلوخلاصی" کہتے تھے۔ یہاں یہ امر ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کا نفاذ محض موجودہ خرابیوں کے فوری انسداد کے لیئے کیا گیا تھا، اور آئندہ نقائص کو رفع کرنے کے لیئے بالکل جدید قوانین کی تدوین لازمی تھی۔

قوانین سولون کی بنا اُس زمانے کے اس سیاسی نظریئے پر تھی کہ بہترین طرز حکومت وہ اعیانیت ہے جس کے اختیارات محدود ہوں، اور گو عالمگیر سیاسی مساوات کا اصول تسلیم نہیں کیا جاتا تھا لیکن محض طبقۂ ادنیٰ کا فرد ہونے سے سیاسی حقوق کا فقدان لازم نہ آتا تھا۔ اُس زمانے کا رائج الوقت خیال یہ تھا کہ سیاسی حقوق کیلیئے تنہا معیار ذاتی املاک ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ "اصول کبار یہ" کا نفاذ قابل اطمینان

---

[۲۶] پرسی گارڈنر: انواع percy Gardnes : Types سولون کے زمانے کے ایتھنزی سکوں کی بابت ہماری معلومات اتنی بھی قابل وثوق نہیں ہیں جتنا آجکل کے مرتب کردہ کتابچوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

[۲۷] پلوٹارک: سولون ۱۵ میں سولون کے دوستوں کا ذکر ہے جو اُس کی تدبیروں سے واقف ہونے کی وجہ سے زمینداریوں اور دیگر کفالتوں میں اپنا روپیہ لگاتے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی ترکیبیں زمانۂ حال ہی میں ایجاد نہیں کی گئیں۔

باب ۲۶

طریقے سے نہیں کیا گیا بلکہ "طبقے" کی جگہ "دولت" نے لے لی اور ظاہر ہے کہ اس تبدیلی سے موجودہ انتظامات میں کوئی خاص اصلاح نہیں ہوئی۔ جب تک ملک میں دو بڑے بڑے طبقے موجود تھے ان میں باہمی تنفر ممکن تھا اور مستقل مفاہمت خارج از بحث تھی۔ سولون نے صاحب املاک کے طبقے کی فوقیت کو قابل برداشت کرنے کے لیے سیاسی اہلیت کو چار مختلف مدارج میں تقسیم کر دیا اور یہ اصول مقرر کر دیا کہ ہر طبقے پر جو بار عائد کیا جائے وہ اس کے سیاسی حقوق کی مناسبت سے ہو۔ (واضح ہو کہ ارسطاطالیس کہتا ہے کہ خود دراکو کے عہد میں بھی یہ چاروں طبقے موجود تھے)۔[۲۸] طبقۂ اولیٰ میں وہ لوگ شامل تھے جن کی املاک سے ایک سال میں

[۲۸] دستور سولون کی بابت مختلف مشاہدات کیلئے ہرمان ٹومز کی کتاب "مملکت قدیمہ" کی جدید اشاعتوں کا مقابلہ کیا جائے جو ارسطاطالیس نے "دستور ایتھنز" کی دریافت کے بعد شائع ہوئی ہے، نیز گلبرٹ اور بوسولٹ کی تصانیف اور رب کیل کی کتاب "دستور سولون" کا ذکر ارسطاطالیس کے دستور ایتھنز میں۔ Keil: Die solonische Veryassung in der aristbtelisehen Br. Veryassungs geschichte ۱۸۷۲ء سولون کے چاروں طبقوں کے لیے ارسطاطالیس کا اقتباس جو "Harp Hippas" میں دیا ہوا ہے "سولون" نے عوام ایتھنز کو چار طبقوں میں تقسیم کیا اور ان کے نام پنٹاکوریومڈمنی ہپیاس، زیوگی تاس اور تھیتاس رکھے۔ مقابلہ کرو پلوٹارک: "سولون" ۱۸۔ زیوگے تائے کے لیے ۱۵۰ کے عدد کی بنیاد اس قانون پر ہے جس کا اضافہ Dem ۴۳، ۴۴، ۵ کے فقرے میں کیا گیا ہے۔ پلوٹارک میں دوسو کا ذکر ہے (پلوٹارک: ارسطیدش و کاتو کا موازنہ)۔ بوئخ Boeckh نے اس طریقے کی بابت جس سے مختلف طبقے اپنے اپنے محاصل ادا کرتے تھے، نہایت عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مقابلہ کرو گلبرٹ: "مملکت قدیمہ" Gilbert: St-A. جلد ا صفحۂ ۱۳۳۔

اریوپاگوس کی ترکیب کے لیے پلوٹارک: "سولون" ۱۹۔

متقدمین کے کتابچوں پر نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم اریوپاگوس کے افسانہ آمیز اختیارات کی توثیق واقعات سے کس قدر کم کر سکتے ہیں۔ مقابلہ کرو گلبرٹ "مملکت قدیمہ" جلد ۱، صفحۂ ۱۲۶۔ ڈنکر (۶، $\frac{۱۸۷}{۱۹۴}$) نے اریوپاگوس کی ایک سطحی تصویر اپنی خواہش کے مطابق

باب ۲۶

پانچ سو مدمنی (= تقریباً صاع ۵ من) جو یا اتنی ہی شراب پیدا ہوتی، چنانچہ ان کا نام

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کھینچی ہے۔

چار سو اراکین کی بوسلے کے لیئے پلوٹارک: "سولون" ۱۹۔

جمیعت عوام کے اختیارات، ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۲، ۹، ۴: "سولون" کی بابت بعض لوگوں کی رائے ہے کہ وہ ایک نہایت اعلیٰ پایئے کا مقنن تھا جس نے حدیدیت کی علٰحدگی کا خاتمہ کیا، عموم کو آزادی دی، قدیم ایتھنزی عمومیت کا از سر نو احیاء کیا اور مختلف عناصر مملکت کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کر دیا۔

ارسطاطالیس: "سیاسیات" میں ہیلیایا کی بابت یہ فقرہ درج ہے کہ "اس نے قانونی عدالتوں میں تمام شہریوں کو شامل کرکے عمومیت کی بنیاد ڈالی" (۲، ۹، ۲)۔ ہیلیایا کے لیئے مقابلہ کرو فرینکل: "ایتھنز میں جیوری کی عدالتیں" Fraenkel Die attischen Geschworenen geschichte

نوکراریوں کے لیئے: "نوکراریا" اور گلبرٹ: "مملکت قدیمہ"۔ پلوٹارک: "سولون" ۲۱ کے مطابق سولون نے "نیوک Exodos Gynaikon" کا قانون رائج کیا۔ ڈنکر ۶، فصل ۱۲، حصہ ۱۳ میں سولون کے قوانین عامہ و قوانین خانگی دونوں کو نہایت تفصیل سے بیان کرتا ہے۔

مثلث یا مدور تختیوں والے قوانین کے لیئے پلوٹارک: "سولون" ۲۵، اور ہرمان: "مملکت قدیمہ" Hermann St A. ۱۰۷ ,۱ جس میں ذرا تفصیل کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ قانون شرکت، پلوٹارک: "سولون" ۲۰۔ ہرمان: "مملکت قدیمہ" ۱۰۶۔ اس میں سولون کے حالات زندگی اور کام کی بابت بعض قدیم مورخوں کے اقتباسات اور زمانۂ حال کے مصنفوں کی کتابوں کے حوالے دیئے ہوئے ہیں۔ مقابلہ کرو بوسولٹ: "تاریخ یونان" ۱، ۵۱۹ وغیرہ۔ سولون کا سب سے جوشیلا معترف ڈنکر ہے جو اُسے زمانۂ قدیم کا فہیم ترین سیاست داں" کا لقب دیتا ہے (۶، ۱۹۸)۔ اس کا خیال ہے (۶، ۱۹۷) کہ اُس نے اٹیکائی کاشتکاروں کی حفاظت کرکے اُنھیں قوم کا پشت و پناہ بنا دیا۔ لیکن خود ڈنکر یہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ تجربہ محض جزوی طور پر کامیاب ثابت ہوا۔ ہمیں اس امر میں شبہہ ہے کہ سائی زاختیا کی وجہ سے سولون زمانۂ قدیم کا سب سے عقلمند سیاست داں بن گیا۔

پنتا کوزیو مدمنی رکھا گیا۔ دوسرے طبقے کو "میارز" کہتے تھے، اور اُن میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ چاہیے تھا کہ اُس کے دستور کے نفاذ کے بعد خودسری حکومت بالکل ناممکن ہو جاتی، لیکن ایسا نہیں ہوا، اور خاندان پی سستراتوس کے زوال کے بعد کلس تھنیس کو اصولی تبدیلیاں کرنی پڑیں۔ الغرض دستور سولوں کے نفاذ سے صرف چالیس سال بعد اُس کی وقعت قصۂ پارینہ سے زیادہ نہیں رہی۔

ارسطاطالیس بھی اپنی کتاب دستور ایتھنز باب ۲۳ میں اِسی قسم کی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی سولون کی شخصیت ہمیشہ کے لئے نہایت دلچسپ ہے اور تاریخ یونان میں جن اشخاص نے کارہائے نمایاں انجام کو پہونچائے ہیں انکی بھی یہی کیفیت ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خاص سیاسی تحریک ناکام ہو جائے۔ لیکن اُس کے باوجود محرک کی تنومندی اور جدت کی بابت ہر شخص رطب اللسان ہو بعض فاضل محقق اصل حقیقت کو پہونچنے کے بغیر یونانیوں کے ایسے کارناموں کے دوررسی اور عقلمندی کی تعریف و توصیف کرنے لگتے ہیں جنکی بابت صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے معرکوں کا مقصد اعلےٰ تھا۔ اس طرز عمل سے ایک رجعت قہقری لازم آتی ہے، اور بعض مورخ یونانیوں کو اتنا بھی نہیں بڑھاتے جتنے کے وہ مستحق ہیں۔ (مقابلہ کرو شوارتز کی نہایت عمدہ کتاب "عمومیت" Schwarcz: Die Demokratie لائپزک ۱۸۸۲ء)۔ گو مجلس اریوپاگوس کی بابت دستور ایتھنز سے ہمیں بہت کچھ واقفیت ہوگئی ہے تاہم ہماری معلومات میں ابھی بہت کچھ ابہام پایا جاتا ہے اس امر پر ہر شخص متفق الرائے ہے کہ عصر قدیم کا سب سے بڑا مقنن سولون اور سب سے عالی شان عدالت اریوپاگوس تھی، اور اگر پانچویں صدی ق م میں سولون کے دستور کا بہت ہی کم اثر باقی رہ گیا تھا، اور اریوپاگوس کا اقتدار بھی کچھ زیادہ قابل لحاظ نہ تھا، تاہم اچھے ایتھنزی شہری ان دونوں کو ہمیشہ اپنے سامنے بطور ایسی مثالوں کے رکھتے تھے جو اپنی نوع کی مکمل مثالیں تھیں، اور یہی تخیل قدیم تہذیب کے لئے عموماً اور ایتھنز کے لئے خصوصاً نہایت درجہ کارآمد تھا۔

وہ لوگ شامل تھے جن کی آمدنی تین سو مدنی (= تقریباً ۳۲۰ من) ہوتی اور تیسرے طبقے میں وہ لوگ تھے جن کی سالانہ آمدنی دو سو مدنی (= تقریباً ۲۱۵ من) ہوتی تھی اور جنھیں زیوگے تائی کا لقب اس لئے دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک جوٹ ہل سے زمین جوتتے تھے۔ چوتھے طبقے یعنی تھےتیس میں وہ لوگ شامل تھے جن کی آمدنی اس سے کم تھی یا جو کسی اراضی کے مالک نہ تھے۔ محصولات محض املاک کی مناسبت سے عائد کئے جاتے تھے، لیکن یہ محاصل املاک (یا ائیس فورا) عام طور سے وصول نہیں کئے جاتے تھے اور انھیں مستثنیات سے سمجھے جاتے تھے۔ سیاسی حقوق کی بنا بھی یہی تھی مثلاً نہ تو طبقۂ چہارم پر کوئی محصول عائد کیا جاتا اور نہ اس کا کوئی فرد مملکت کے کسی عہدے کی امیدواری کر سکتا تھا، بلکہ اسے صرف یہی ایک سیاسی حق حاصل تھا کہ عمومی عدالتوں کی کارروائی میں حصہ لے۔ اس کے برعکس صرف طبقۂ اولے کے افراد ہی ارخنی کے امیدوار ہو سکتے تھے۔ سولون نے مجلس اریوپاگوس کی پرانی عظمت کو از سر نو قائم کر دیا، اس کی یہ رائے تھی کہ اس مجلس کو مملکت کے جملہ انتظامات کی نگرانی کرنی چاہئے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس نگرانی کا طریقہ کیا تھا، یعنی وہ اپنے حق امتناع کو کس موقع پر کام میں لاتی تھی اور آیا ان کا یہ حق مملکت کے جملہ فیصلہ جات پر محتوی تھا یا نہیں ہم ان سوالوں کا جواب دینے سے قاصر ہیں، بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ خود ایتھنزی بھی زمانہ مابعد میں ان سوالات کا جواب نہیں دے سکتے تھے۔ الغرض چونکہ مجلس اریوپاگوس کے اختیارات مبہم تھے، اور وہ انھیں بہت کم کام میں لاتی تھی اس لئے اس کے اقتدار میں رفتہ رفتہ بہت کچھ کمی ہو گئی بہر نہج اس کا عام اثر ایسا درخشاں تھا کہ اس کے باعث تفصیلی اختیارات بالکل ماند معلوم ہوتے ہیں۔ جہاں تک ترکیب کا تعلق ہے، اس مجلس اور رومن مجلس سینات میں بظاہر ایک خاص مناسبت معلوم ہوتی ہے، لیکن سولون نے اس کے علاوہ ایک اور مجلس قائم کر دی اسلئے، یہ مناسبت محض سطحی رہ جاتی ہے۔ اس نے حکم دیا کہ چاروں کھٹون میں سے سو سو ارکین

منتخب ہوں اور جمعیت عموم میں پیش ہونے سے پہلے جملہ تحریکات پر اس مجلس میں بحث مباحثہ ہوا کرے۔ ارسطاطالیس کہتا ہے کہ ڈراکو نے چار سو ایک اراکین کی ایک مجلس قائم کی تھی، اور اس کے نزدیک جمعیت عموم کو عہدہ داروں کے انتخاب اور ان کی کارگذاری کی بابت مختلف مسائل تصفیہ کرنے کا اختیار حاصل تھا، لیکن ہمارے خیال میں اُسے جنگ و صلح کے سے معاملات پر بھی رائے زنی کا حق حاصل ہوگا۔

سولون نے عمومی عدالتیں قائم کر کے عوام الناس کے حقوق کو بہت کچھ وسیع کر دیا۔ ان عدالتوں کو ہیلیایا کہتے تھے اور ہر ایک ایتھنزی جو ایک خاص عمر کو پہونچ گیا ہو اُن کا رکن سمجھا جاتا تھا۔ اُس کے حدود اختیارات نہایت وسیع تھے یہاں تک کہ خود آرخنوں کی بعض تجاویز کا اس میں مرافعہ ہوسکتا تھا اس کے زمانے سے پہلے یہ قاعدہ رائج تھا کہ اگر کوئی شخص بے اولاد مرجائے تو قریب ترین اعزا وارث سمجھے جائیں۔ سولون نے ایسے لوگوں کو وصیت کرنے کا حق دیدیا۔ اُس نے بہت سے احکام اس مقصد سے جاری کئے کہ اُن سے عام قومی قوت مرتب و منتظم ہوجائے وہ چاہتا تھا کہ لوگوں کے اخلاق میں بہتری کی صورت پیدا ہوجائے، لہذا اُس کے مقاصد قدیم مقننوں مثلاً زالیوکوس، خاروندا س جیسے تھے۔ ہمیں بعض جرائم کی سزاؤں کی بابت بہت کچھ معلومات حاصل ہیں اور ہم اس سے واقف ہیں کہ سولون کے تعزیری قانون میں سزائیں جرمانوں، ضبطی جائداد، دیس نکالے، سلب حقوق مدنیت اور موت پر مشتمل تھیں۔ اس نے لوگوں کے کھانے پینے کے متعلق بھی چند قوانین نافذ کئے گو ہم یہ نہیں پڑھتے کہ اُس نے کسی قانون کے ذریعے سے مردانہ لباس کے حد سے بڑھے ہوے اخراجات کم کر دئے ہوں، لیکن کم از کم عورتوں کو اُس نے یہ حکم دیا کہ گھر سے باہر نکلنے کے وقت وہ تین کپڑوں سے زیادہ نہ پہنیں ہاتھ میں ایک گز لانبی سے زیادہ ٹوکری نہ رکھیں جسمیں ایک ردبول (یعنی ۱۰ر) سے زیادہ کا کھانا پانی نہ ہو یا انھیں رات کے وقت صرف گاڑی میں بیٹھکر نکلنے کی اجازت تھی انھیں حکم تھا کہ جب وہ نکلیں تو متعدد مشعلچیوں کو اپنے ساتھ لے لیں

اِس کے اخلاقی قوانین نہایت سخت ہیں، جن سے ایتھنزیوں کی عام اخلاقی کیفیت پر کوئی خوش آئند روشنی نہیں پڑتی بعض قوانین اس قسم کے نافذ کیئے گئے کہ اُس کے ذریعے سے خاص خاص حالات میں اولاد سے والدین کی فرمانبرداری اور اُس کے حقوق کی تعمیل جبراً کرائی جاتی۔ اُس کا اصول یہ تھا کہ جہاں تک ہوسکے جائداد گھر کی گھر ہی میں رہے، چنانچہ اگر کوئی شخص خاندانی املاک کو بیجا طور پر صرف کرتا تو اُس پر عدالت میں استغاثہ دائر کردیا جاتا۔ باپ کو یہ حق حاصل ہوگیا کہ وہ وصیت نامے کے ذریعے سے اپنی بیٹیوں کی منگنی کردے اور اگر باپ صرف ایک ہی بیٹی چھوڑ مرتا تو جائداد کو تلف ہونے سے بچانے کے لئے قریب ترین عزیز کو اس سے نکاح کرلینے کا حق حاصل تھا۔ بلکہ اگر کوئی دوسرا شخص اپنے آپ کو پیش نہ کرتا تو اُسے مجبوراً اِس لڑکی سے شادی کرنی پڑتی ورنہ اپنے شایان شان ایک رقم خطیر بطور جہیز کے لڑکی کے بیاہ پر دینی پڑتی۔ سولون نے حدود اراضی کی حفاظت، جدید نصب کردہ درختوں کی نگہداشت، اور ایسی اشیاء کی برآمد روکنے کے لئے جو خود ایتھنزیوں کے واسطے کارآمد ہوں، نہایت مستقل قواعد منضبط کئے، اور ہر ایتھنزی کو اتنی سختی سے کام کرنے کی ہدایت کی کہ یہ مشہور ہوگیا کہ اُس نے کاہلی اور سستی کی پاداش سزاء موت تجویز کی ہے اُس کا یہ قول تھا کہ اگر باوجود اراضی کے پتھریلی ہونے کے ایتھنزیوں کو ترقی کرنے کی خواہش ہے تو تنازع للبقا میں انھیں اپنی پوری قوت صنعت وحرفت اور تجارت میں صرف کردینی پڑیگی" چنانچہ اُس کا خیال تھا کہ ہر ایک دستکار کی عزت کرنی چاہئے۔ اِس میں شک نہیں کہ ایتھنز میں ہمیشہ سے اسی قسم کے خیالات رائج تھے، اور ممکن ہے کہ سولون جیسے شخص نے ملک کی عام روش میں ایک خاص جوش پیدا کردیا ہو لیکن وہ بھی ایتھنزیوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کردینے پر قادر نہ تھا۔ یہی حال تعلیم کا تھا، اور اس شعبہ میں بھی اُس نے ملک کے عام رجحانات میں ایک خاص کیفیت پیدا کردی۔ اُس نے یہ قاعدہ مقرر کردیا کہ نحوی لکھنا پڑھنا سکھائیں، بربط ساز موسیقی کا سبق دیں جسمیں اخلاقی اور مذہبی پیرایہ بھی ہو، اور ورزش گاہوں میں انسان کی عام تندرستی کے

ارتقا پر زور دیا جائے۔ اُس کے قواعد کے مطابق سن بلوغ کو پہونچنے پر اٹھارہ سال سے بیس سال کی عمر تک ہر ایک نوجوان کو دیہات میں کوتوالی اور سرحد کی حفاظت کا کام انجام دینا پڑتا تھا، اور اس سے پہلے اُس کا شمار قوم اور شہری فوج میں نہیں ہوتا تھا۔ سولون نے ایک عجیب و غریب قانون یہ مدوّن کیا کہ جو شخص تنازعات عامہ میں کسی فریق کا طرفدار نہ ہو، اُس کے جملہ شہری حقوق سلب کرلئے جائیں۔ بلاشبہہ اس قانون سے ایک صحیح اصول کا اظہار ہوتا ہے، وہ یہ کہ مملکت کو احساس عامہ کے نقدان سے زیادہ کوئی چیز نقصان نہیں پہونچاتی لیکن چونکہ اِس قسم کا قانون عملاً ناقابل نفاذ تھا، اور واقعاً بھی اس کا نفاذ کبھی نہیں ہوا۔ اس لئے یہ اپنی طرز کا بالکل انوکھا قانون ہے، اگر سولون کے جملہ قوانین کو عملی پہلو سے دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے ذریعے سے شہریوں کو دولتمند طبقے کے ظلم و ستم سے نجات مل گئی، اور جیساکہ قانون وراثت سے ظاہر ہوتا ہے اُن سے خاندانی تعلقات میں ایک قسم کی حد بندی کردی گئی۔ ہم اِن امور سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اُس کا اثر بہ نسبت سیاسیات کے ملک کی معاشری حالت پر زیادہ پڑا۔ اس کی اصلاحات کا ایک سطحی پہلو یہ ہے کہ اُن سے چھٹی صدی ق م کے تعلیم یافتہ طبقے کے بہترین حوصلوں اور آرزؤں کا اظہار ہوتا ہے ان لوگوں نے اپنا یہ نصب العین قرار دیا تھا کہ وہ اپنے شہر والوں کی بہتری کے لئے کوشاں ہونگے اور ایمانداری اور تزکیۂ نفس کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرینگے۔ نیز انھیں اس کی امید بھی تھی کہ اگر دولتمند غربا پر ملائمت اور باضابطگی سے حکومت کریں تو ان تخیلات کے حصول میں نسبتہً آسانی اور سہولت پیدا ہوجائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ قوانین عہد عقلائے سبعہ کے شایان شان تھے اور ہم یہ فرض کرسکتے ہیں کہ جن اصول پر وہ مبنی تھے اُن کا عمدہ اثر اُس زمانے میں بھی برابر پڑتا رہا جب پی سسٹراتوس اور اُس کے بیٹوں کے عہد میں دستور سولون کی حیثیت محض خواب و خیال سے زیادہ نہ رہی تھی۔ جیسا اکثر ہوا کرتا ہے، یہاں بھی وہ جماعتیں بالکل بے کار ثابت ہوئیں جنھیں نہایت ہوشیاری سے مرتب و منظم کیا گیا تھا لیکن جن اصول پر وہ مبنی تھیں وہ بھی سیاسی ادارات کو متاثر کئے بغیر نہ رہے۔ یہی وجہ تھی کہ

سولون کو یونانی ہمیشہ عزت و محبت کی نظر سے دیکھتے تھے، اور چونکہ وہ شاعر و فیلسوف بھی تھا اس لئے اُن کو اُس کی شخصیت اور بھی مکمل نظر آتی تھی اُس کے اشعار سے، جو مرثیہ نما بحریں ہیں، اِس کے سیاسی اور معاشری خیالات ظاہر ہوتے ہیں، اور اُن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر زندگی کا لطف کما حقہ اٹھاتا ہے، لیکن اُسے اُس کی اصلی ماہیت کی بابت مطلق کوئی دھوکا نہیں اس لئے کہ وہ ہر قسم کی مبالغہ آمیزی سے احتراز کرتا ہے۔ وہ قدیم نظم کا بہت معترف نظر آتا ہے چنانچہ اُس نے حکم دیا کہ مختلف مواقع پر ہومری نظمیں بہ آواز بلند پڑھی جایا کریں لیکن یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ناٹک کو، جو اُس کی ضعیف العمری میں رواج پا رہا تھا، مطلق پسند نہ کرتا تھا۔

ان جدید قوانین کے نفاذ میں متعدد سال لگ گئے ہونگے جن میں ایتھنز کو خارجی معاملات پر توجہ کرنے کی بھی ضرورت پڑی۔ ہم اس سے قبل پڑھ چکے ہیں کہ سولون کے کہنے سے ایتھنز جنگ مقدس میں شامل ہوا تھا۔(۲۹) اور اِسی کے اشارے سے اُس نے ہیلیس پونٹ پر اپنا اقتدار قائم رکھا تھا۔ ساتھ ہی مسئلہ سالاِمس کے وجہ سے ایتھنز اور میگارا میں ہمیشہ جھگڑے رہتے تھے، سالامس پر

---

(۲۹) جنگ مقدس کے لئے .Schol Pind. Pyth. Arg استرابو ۹، ۸، ۳، ۱، پلوٹارک "سولون" ۱۱، پرسانیاس ۲، ۹، ۶؛ ۱۰، ۷، ۳ وغیرہ، پولی اٹے نوس ۳، ۵؛ ۶، ۱۳۔ کاس تھنیس کا اقتباس "دستور ایتھنز" ۱۳، ۵۶۰ (ج) میں مقابلہ کرو میولر، "جنگ کریسا" Moeller : D. Kriskrieg جریدۂ مدرسہ ڈانتزگ Prog. d. Dauz Real sch. ۱۸۶۶ء؛ نیزے کا مضمون "تحقیقات تاریخی" Niese in Histore Untersuchungen A. Schaeffer میں جسے ا۔ شیفر کے نام پر معنون کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ سالہ مدت کا تعین محض افسانہ ہی افسانہ ہے۔ تھسالویوں اور فوکیوں کی ازلی دشمنی کا بھی اس جنگ پر بہت بڑا اثر پڑا۔ مقابلہ کرو بوسولٹ "تاریخ یونان"، Busolt : Gr. G. جلد ا صفحہ ۴۸۹۔

ایتھنزی قبضہ ہونے کے بعد میگارا نے پھر اسے فتح کر لیا۔ بالآخر پی سسترا توس کی ایک چال کے ذریعے سے ایتھنز کا اُس پر قبضہ ہو گیا۔ ہوا یہ کہ اُس نے میگارا کے بندرگاہ نسائیہ پر ایتھنزی لشکر اتار دیا، اور اس طرح ایتھنزیوں کو سالامس کے معاوضہ میں گویا ایک یرغمال مل گیا۔ میگارا زچ ہو کر اس پر رضامند ہو گیا کہ اسپارٹا فریقین کے جھگڑے کا تصفیہ کر دے۔ سولون نے اسپارٹا کے سامنے ایتھنزی دعووں کو ٹھیٹ یونانی انداز سے پیش کرتے ہوئے فالگاہ دیلفی کے احکام نقل کئے جن میں جزیرہ سالامس کو ایونی اراضی بتایا گیا تھا، اُس نے یہ دلیل بھی پیش کی کہ آیاکس کے بیٹوں یعنی فلائیوس اور یوریسا کیس نے سالامس ایتھنزیوں کے حوالہ کر دیا تھا، اور اس جزیرہ میں مردے بالکل اٹیکائی طرز پر دفن کئے جاتے ہیں۔ فریقین کے بیانات سن کر اسپارٹا نے یہ فیصلہ کیا کہ ایتھنز نسائیہ کو میگارا کے حوالہ کر دے اور اُس کے معاوضہ میں جزیرہ سالامس پر قبضہ کر لے۔

باب ۲۷

پی سستراتوس اور اسکے بیٹوں کے عہد میں ایتھنز کی حالت

سولون نے بعض روایات کے مطابق دس سال اور بعض کے مطابق ایک صدی کی مدت اس لئے مقرر کردی تھی کہ اس زمانہ میں اُس کے موضوعہ قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کیجائے یا ان دونوں روایات کا موازنہ کیا جائے تو ایک صدی کی مدت تو بالکل لغو معلوم ہوتی ہے لیکن یہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اُس نے اپنے قوانین کی آزمائش کے لئے دس برس کا زمانہ مقرر کیا ہو تو بعید از قیاس نہیں ہے۔ سولون اپنے قوانین کو نافذ کر کے فوراً ایتھنز سے چلا گیا، لیکن اُسکے غیاب میں مختلف فریقوں کے درمیان اس قدر نزاع بڑھ گئی کہ انکے باعث اُس کے جانیکے پانچویں اور دسویں سال آرخن اعظم کا انتخاب نہ ہو سکا چنانچہ داماسیاس کے دو سال متواتر آرخن رہنے کی وجہ سے آئندہ سال نو کی جگہ دس آرخن مقرر کرنے پڑے[1]۔ شہر میں برائے نام امن و امان قائم ہونے پر تین سیاسی گروہ بن گئے جن میں سے ہر ایک کی رہبری فرائض ایک ایک سر آوردہ شہری کے سپرد تھی۔ ان میں سے ایک گروہ دیاکری کا تھا (جنھیں پلوٹارک عمومی گروہ کا لقب دیتا ہے) دوسرا گروہ پے دیائیوں کا تھا جس میں عدیدی شامل تھے۔ اور تیسرے پارالی یا اعتدال پسند تھے۔ پے دیائیوں کا سرگروہ لمتیادیس تھا جو فلائیوسی خاندان کا رکن تھا۔ اور اسکے بعد بوتادی خاندان کا ایک رکن لیکرگوس اسکا جانشین ہوا۔ اسی طرح پارالئیوں کا رہبر ایک الکمیونی میگاکلیس اور دیاکریوں کا پی سستراتوس تھا جو نسطور کی نسل سے اور جس نے نسائیہ کو فتح کر کے اپنی قابلیت کا سکہ

---

[1] داماسیاس کے لئے مقابلہ کرو "دستور ایتھنز" ۱۳ اور اُن کتابوں کا جن کا اس سے پہلے کئی مرتبہ حوالہ دیا جا چکا ہے۔

جما دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنز میں عام بےچینی پھیلی ہوئی تھی اور ملک کی حالت ایسی نہ تھی جیسی کسی بڑی اصلاح کے بعد ہوتی ہے۔ اعیان تو یہ سمجھتے تھے کہ اُن کے بہت سے حقوق سلب کر لئے گئے ہیں لیکن عوام الناس کا یہ خیال تھا کہ جو کچھ انھیں ملا ہے وہ کافی نہیں ہے، رہے مختلف گروہوں کے رہبر تو وہ بھی اس بےچینی اور کشاکش سے فائدہ اٹھا کر اپنے ذاتی مقاصد پورے کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سولون نے موجودہ صورت حال کا خوب اچھی طرح سے اندازہ کر کے پہلے تو اپنی نظموں اور پھر اپنی تقریروں کے ذریعے سے سب کی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی، لیکن اس میں اسے مطلق کامیابی نہ ہوئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب اپنی نوعمری میں (سالامیس کے معاملے میں) اس نے ایک احمق کا روپ بھرا تھا تو لوگ اُسے بےحد عقیل و فہیم سمجھنے لگے تھے، اب جب کہ اُس کی گفتگو عاقلانہ باتوں سے پر تھی تو وہ اُسے طفلانہ کہتے اور جو کچھ اُسکی زبان سے نکلتا اُسکی طرف مطلق توجہ نہ کرتے تھے۔ بہرحال سولون کی پیشینگوئی من و عن پوری ہوگئی۔ ایک روز پی سستراتوس خون سے لتھڑا ہوا ایک گاڑی میں بیٹھ کر جمعیت عوام میں آیا اور مجمع کے روبرو بیان کیا کہ لوگوں نے اُس پر حملہ کر کے اُسے زخمی کر دیا ہے، چنانچہ ارسطون کی تحریک پر عموم نے مجلس کی اجازت سے یہ قرارداد منظور کی کہ اُسے اپنی ذات کی حفاظت کے لئے پچاس مسلح آدمیوں کا ایک دستہ رکھنے کی اجازت دیجائے۔ پی سستراتوس نے انکی تعداد میں از خود اضافہ کر کے فوراً قلعے پر قبضہ کر لیا اور اس طرح جو بات کیلون انجام کو نہ پہنچا سکا تھا وہ کر دکھائی یعنی ایتھنز کا خود سر بن گیا۔[۲] سولون نے

۲؎ ابتداء عہد پی سستراتوس، ہیروڈوٹس ۱، ۵۹، پلوٹارک: "سولون" ۲۹، ۳۰؛ ارسطاطالیس "سیاسیات" ۵، ۹، ۲۳ Marm. par. کے مطابق ۵۶۰ق۔م سے ۵۲۸ ق۔م تک کے ۳۳ سال میں پی سستراتوس نے صرف ۱۷ برس حکومت کی، اس لئے کہ وہ پہلی مرتبہ پانچ سال کے لئے اور دوسری بار ۱۱ سال (ہیروڈوٹس ۱، ۶۲) کیلئے جلاوطن کیا گیا۔ تسلسل سنین کے لئے ڈنکر ۲، ۴۵۴؛ انگر: سالیانہ لسانیات قدیمہ (Unger: Jahrbuch f. class Phil ۱۸۸۳ء۔ بوسولٹ ("تاریخ یونان" Busolt: Gr. G. جلد ۱ صفحہ ۵۵۱) مفصلۂ ذیل تواریخ کا تعین کرتا ہے:-

اس تحریک کی آخر تک مخالفت کی تھی لیکن اوائل زمانہ میں اس میں جو قوت تھی وہ زائل

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - پہلی خود سری ۵۶۰ سنہ ق م تا ۵۵۶ سنہ ق م - جلاوطنی ۵۵۵ سنہ ق - م تا ۵۵۱ سنہ ق م - دوسری خود سری ۵۵۰ سنہ ق م تا ۵۴۹ سنہ ق م - جلاوطنی ۵۴۹ سنہ ق - م تا ۵۳۹ سنہ ق م - ارسطاطالیس کے "دستور ایتھنز" میں جو تسلسل واقعات مندرج ہیں وہ اسکی کتاب "سیاسیات" کے تسلسل سے مختلف ہے، جسکی وجہ سے اس خود سر کے حالات کی سنویت کی بابت پہلے سے بھی زیادہ مشکلات پیدا ہو گئی ہیں - ایتھنزی دستور کے مبحث پر مختلف کتابوں کا مقابلہ کرو - جنکا حوالہ دیا جا چکا ہے، نیز تپویفر کی کتاب "مسائل پی سسترا توسیہ" Toepffer Quaestiones peisistrateae - (ڈیورپ فیلڈ ۱۸۶۶ سنہ ء صفحہ ۱۴۱ ۵؛ کاز: میگارا اور ایتھنز میں سیاسی فریق بندی اور سیاسیات کی حالت Caner. parteien und potiliker in megara und Athen (ہاینگن ۱۸۸۰ سنہ ء -

پی سسترا توس کی حکومت، ہیرو ڈوٹس ۱، ۶۰ وغیرہ؛ "دستور ایتھنز" ۱۴، ۶۰۹؛ ہیرو ڈوٹس ۶، ۳۴ وغیرہ - اسکی حکومت کے خصوصیات، طوسی دیدیش ۶، ۵۴؛ ارسطاطالیس؛ "سیاسیات" ۵، ۹، ۲۱ - بانی اولمپیوم، ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۹، ۴؛ بانی پی تھیوم Suid؛ "پی تھیون"؛ بانی لی کیوم، تھیوپوموس، جسکا اقتباس Harpocr کی "لی کیوم" میں دیا ہوا ہے - ایتھنز کی مزید تزئین کے لئے طوسی دیدیش ۲، ۱۵؛ پوسانیاس ۱، ۱۴، ۱؛ اس کا کتاب خانہ، "دستور ایتھنز" ۱، ۳ (الف) ہومری نظموں کی نظر ثانی کیلئے فون ولاموو تنز میولینڈ ورف، "تحقیقات ہومر" von willamowitz-moellendorf Homerische untersuchungen Schol. Aristid 323 Dind آغاز پان اتھنے نیا حکومت پی سسترا توس کی تشبیہ فلورنس کی ابتدائی میدیچیوں سے دیجا سکتی ہے - حقیقت یہ ہے کہ بہ نسبت ظاہری خود سری کے ملک کو پوشیدہ خود سری سے کہیں زیادہ نقصان پہنچتا ہے -

ہیپیاس کے عہد حکومت اور ہپارخوس کے قتل کیلئے طوسی دیدیش ۱، ۲۰؛ ۶، ۵۴ - ۵۹؛ ہیرو ڈوٹس ۵، ۵۵ - ۵۶؛ ۶۲ - ۶۵ - ارسطاطالیس کی کتاب "دستور ایتھنز" میں تھالوس برادر ہیپیاس و ہپارخوس کی طرف وہ افعال منسوب کئے گئے ہیں جو اس سے پہلے کے بیانات ہپارخوس کے ساتھ منسوب کرتے تھے، لیکن اسکے پڑھنے سے اسکی سچائی کا یقین نہیں ہوتا -

ہو چکی تھی۔ اس نے یہ دکھانے کے لئے کہ اب وہ بالکل بے پناہ ہے، اپنے ہتھیار اپنے دروازے سے باہر نکال کر رکھ دئے، لیکن پی سسترا توس کی رعایا بننے سے انکار کر دیا، بلکہ اسکی بجائے وہ ایتھنز چھوڑ کر قبرص چلا گیا جہاں آخر کار اسکا انتقال ہو گیا، اور ایک روایت کے بموجب اپنے مرنے سے پہلے اس نے یہ وصیت کی کہ اسکی راکھ کو سالامس لیجا کر ہوا میں اڑا دیا جائے۔ اسکے قدم بقدم دیگر سربرآوردہ اشخاص بھی ایتھنز چھوڑ کر دیگر ممالک کو چلے گئے۔ ان میں سے ملتیادیس کی بابت یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ تھریسی خرسونیز کی دولونکی قوم کے بعض افراد اپنے ہمسایوں یعنی اپسنتھیون کے خلاف دست استمداد پھیلانے کی غرض سے ایتھنز آئے، اور جب وہ شہر میں ہو کر نکل رہے تھے تو ملتیادیس نے جو اپنے دروازے کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، انھیں اپنے گھر میں لا کر مہمان رکھا۔ اس سے پہلے ہی انھیں فالگو سے یہ معلوم ہوا تھا کہ ایسا برتاؤ کرنیوالے کو وہ اپنی قوم کا تاج شاہی پیش کریں، چنانچہ انھوں نے ملتیادیس کو اپنا حکمراں بنا لیا، اور جب وہ ایتھنز سے خرسونیز کو چلا تو بہت سے ایتھنزی اس کے ہمراہ ہو لئے اپنی نئی سلطنت میں پہنچکر نہ صرف وہ دولونکیوں کا بادشاہ بن گیا بلکہ جو یونانی شہر ساحل پر واقع تھے انکی عنان خود سری بھی ہاتھ میں لے لی۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ایتھنز کے ان سیاسی جھگڑوں کی بنیاد کسی اصول پر نہ تھی بلکہ لوگ ان میں صرف اپنی ذاتی قوت و اقتدار بڑھانے کی غرض سے حصہ لیتے تھے، اور اگر پی سسترا توس میں ایتھنز کا خود سر بننے کی اہلیت تھی تو ملتیادیس بھی اپنے آپ کو خرسونیز کا حکمراں بننے کے قابل سمجھتا تھا، خود پی سسترا توس بھی اپنی حکومت کے استحکام کے لئے اس امر کو ایک فال نیک تصور کرتا تھا کہ اسکے مخالف اسکی راجدھانی کو چھوڑ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ علاوہ ازیں خرسونیز کے قبضے کی ایک وجہ اور بھی تھی ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ ایتھنز سیگیوم پر قابض اور تھریسی خرسونیز ہیلیس پونٹ کے عین سرے پر براعظم یورپ میں واقع ہونیکے باعث اس حصۂ ملک پر خاص اثر پڑتا ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ ایتھنز سے چلے جانے پر بھی ملتیادیس اور اسکے ساتھی اپنے آپ کو ایتھنزی ہی تصور کرتے تھے اور اپنے نئے وطن میں بھی اپنے قدیم بلدیئے کے مفاد کے ہی درپے رہتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ دولونکیوں کا ملتیادیس کو اپنا بادشاہ منتخب کرنا صرف کسی فالگو کے حکم پر مبنی نہ تھا بلکہ فریقین میں

یقیناً پہلے سے بھی باہمی تعلقات ہوں گے اور دونوں ایک دوسرے کے مقاصد سے واقف ہونگے۔

ایتھنز کی خودسرانہ حکومت زیادہ دن تک قائم نہیں رہی اس لئے کہ جب اعیانیوں کے سرگروہ لی کرگوس اور میگاکلیس نے آپس میں اتحاد کرلیا تو پی سستراتوس نے سر تسلیم خم کرنا ہی مناسب سمجھا۔ اسکے خارج البلد ہونیکے بعد اسکی املاک ضبط کر کے نیلام کر دی گئیں چنانچہ اسے ایک دادوخوس (مشعل بردار پجاری) مسمی کالیاس نے خرید لیا۔ لیکن کامیاب فریقوں کے مابین جو سمجھوتا ہوا تھا وہ زیادہ دن تک نہیں رہا بلکہ میگاکلیس نے جسے سیاسی دوراندیشی کی بہت کم قابلیت حاصل تھی پی سستراتوس سے اس شرط پر ملاپ کرلیا کہ اگر موخرالذکر اُس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کردے تو وہ اس کی مخالفت سے باز آجائیگا جھگڑے سے بچنے کیلئے یہ چال چلی گئی کہ ذیمے پایانیا کی ایک عورت فی اے نامی کو اتھینا دیبی کے کپڑے پہنا کر ایک گاڑی میں پی سستراتوس کے ساتھ بٹھا دیا گیا اور یہ گاڑی لوگوں کی دورویہ صفوں میں ہوتی ہوئی اکروپولس چلی گئی۔ لیکن میگاکلیس بہت جلد اس امر کو محسوس کرنے لگا کہ اسکا درجہ اپنے داماد پی سستراتوس کے درجہ سے کمتر ہے، لہٰذا وہ از سرِ نو اعیانیوں سے جا ملا جسکے باعث پی سستراتوس کو صرف ایک سال حکومت کرنیکے بعد ایتھنز کو پھر خیرباد کہنا پڑا۔ وہ ایتھنز فوراً واپس نہیں آیا۔ لیکن جب آیا تو بصد تزک و احتشام اور بصد قوت و سطوت آیا۔ اپنی جلاوطنی کے زمانہ میں اس نے آرگوس، تھسلی اور ایریتریا سے حلف کرلئے تھے اور ساتھ ہی اس نے ناکسوس کے ایک سرفروش تارک وطن لیگدامس سے مدد کا وعدہ کرالیا تھا[۳۵] آخر کار ۵۳۸ ق ۔م میں وہ ایک فوج سمیت ایٹکا کی اراضی پر بہ مقام ماراتھون نمودار ہوا جسکے قرب وجوار کے پہاڑوں میں اسکے بہت سے قدیم ساتھی یعنی دیاکری رہا کرتے تھے۔ اسکے برخلاف اسکے مخالف یعنی ایتھنز کے برسر اقتدار فریق لڑائی کیلئے کماحقہ تیار نہیں تھے۔ بہرحال فریقین کی افواج کوہ پنٹے لیکون کے جنوب مشرقی ڈھال پر بہ مقام پے لینے

۳۵۔ لیگدامس کیلئے ارسطاطالیس کی "سیاسیات" ۵/۵/۱۱ پولی اے نوس ۱/۲۳/۲، (Plut Ap Lac).

۳۶۔ ہیروڈوٹس ۱/۶۴ کے مطابق وہ ناکسوس میں پی سستراتوس کا نائب تھا۔

جنگ آزما ہوئیں، اور جب ایتھنزی لشکر دو پہر کا کھانا کھانیکے بعد قیلولہ کر رہا تھا تو اُسوقت پی سستراتوس نے اُن پر حملہ کر کے انھیں فرار ہونے پر مجبور کر دیا اس نے بیکار کشت و خون کرنے سے پرہیز کیا اور مفتوح فوج کو لیکر فاتحانہ انداز سے ایتھنز میں داخل ہوگیا جس پر فریق ثانی میں سے بعض اعیانی شہر چھوڑ کر چلے گئے اور جو باقی رہے انھیں فاتحوں کو یرغمال حوالہ کرنے پڑے۔ پی سستراتوس نے تینوں اعلےٰ ترین سولونی طبقوں کے افراد پر انکی سالانہ آمدنی کے بیسویں حصے کے بقدر براہ راست محصول عائد کیا، اور چونکہ چوتھا درجہ اس سے مستثنےٰ کر دیا گیا تھا اور اسی پر پی سستراتوس کا ایک حد تک انحصار بھی تھا۔ اس لئے ادنےٰ ذات کے لوگوں کو اسکا یہ طرز عمل ناپسند نہیں ہوا۔ یہ خودسر اپنے غیر ملکی دوستوں سے کام نکالنا خوب جانتا تھا۔ اس نے لیگڈاموس کو ناکسوس کا حاکم اعلیٰ بناکر اسکے سپرد تمام ایتھنزی یرغمال کے طور پر کر دئے۔ اُدھر لیگڈاموس کی مدد سے پولیکراتیس ساموس کا خودسر بن گیا، اور ساحل و جزائر کے اس اہم خطے پر جو یورپ سے ایشیا تک بحیرۂ ایجین کے وار پار چلا جاتا ہے، ایونی نسل کے تین خودسر قابض ہو گئے تھے ان میں سے خود پی سستراتوس دریائے ستری مون کے دہانے کے ایک اہم مقام پر قابض تھا اور اُس نے قلعہ سی گیوم پر جو لسبوسیوں اور ایرانیوں کے قبضے میں آگیا تھا، از سر نو قبضہ کر کے اُس پر اپنی تیسری بیوی کے بیٹے ہیگستراتوس کو والی مقرر کر دیا وہ مذہبی معاملات میں بھی ذوق رکھتا تھا چنانچہ اُس نے بحیرۂ ایجین کے مذہبی مرکز یعنی جزیرۂ دیلوس کی تطہیر، اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ اپولو کے بت خانہ کے نواح میں جتنی قبریں ہوں وہ وہاں سے ہٹادی جائیں۔

پی سستراتوس نے دستور ایتھنز کا ڈھانچا برابر پہلے ہی کی طرح قائم رکھا اور صرف یہی شرط لگانے پر اکتفا کیا کہ مجلس ارخنی میں اسکے خاندان کی نمائندگی ہونی چاہئے۔ اس نے اپنی تدبیر و تدبر سے مجلس اور جمعیت دونوں کی کثرت رائے اپنی طرف کرلی، اور اپنی شخصیت کو عوام الناس کے معیار تک اس حد تک نیچا کر دیا کہ ایک مرتبہ وہ اریوپاگوس کے سامنے بحیثیت ایک مدعی علیہ کے حاضر ہوا گو اثنائے سماعت میں اصل مستغیث نے خوف زدہ ہو کر حاضری سے گریز کیا۔ تمام عقلمند خودسروں کی طرح وہ ہمیشہ لوگوں کی بہتری اور خوشنودی کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ سی گیوم میں ورزشگاہ کے قیام

چشمہ کالی دھوئے میں (جسکا نام بدل کر اینیا کرونوس یا " نو چشمہ" رکھ دیا گیا) نل کا لگانا، دریائے الی سوس کے کنارے پربت کدۂ اپولو کی تعمیر، قلعے میں پارتھے نون کی تکمیل، ان سب امور سے پی سستراتوس کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ اس نے دریائے الی سوس کے کنارے پر زیوس کے بت خانہ کی بھی بنیاد ڈالی تھی، لیکن وہ مکمل نہیں ہو سکا، اسکا خیال تھا کہ اس ایوان کی چھت بیس بیس گز طویل اور ایک سو بیس بیل پایوں پر قائم ہو، چنانچہ مکمل ہونے پر یہ اپنی عظمت کے اعتبار سے ایونیا کے بت خانوں کا مدمقابل ہوتا۔

پی سستراتوس نے عبادت عامہ کی تزئین کی تحریک میں معتد بہ اہتمام کیا بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس نے چہار سالہ پین اتھے نیا کے میلے کی بنیاد ڈالی اس میلے کے موقع پر ایک جلوس نکالا جاتا تھا جسکے بعد اناج کی بال اور ایک تصویر دار سرخ عبا جسے باکرہ لڑکیاں بنتی تھیں، اتھینے پولیاس پر چڑھائی جاتی تھی۔ پارتھے نون کے سقفی حاشیہ پر اس جلوس کا ایک عام نقشہ بنا ہوا ہے۔ اس تہوار کے موقع پر بھی اولمپیا کی طرح مقابلے ہوتے تھے جن میں درخت زیتون کی ایک شاخ اور تیل کا ایک مرتبان بطور انعام دئے جاتے تھے۔ ان مرتبانوں میں سے چند مرتبان اس وقت تک محفوظ ہیں جن پر مبارز دیبی اتھینے یا دوڑتے ہوئے آدمیوں کی سیاہ تصویریں بنی ہوئی ہیں اور جن پر الفاظ "میں ایتھنز کے حاصل کردہ انعامات میں سے ہوں" منقوش ہیں۔

اسی عہد میں بعض دیگر معبودوں خصوصاً دیونی سوس کی پوجا میں وسعت دی گئی زمانۂ قدیم سے ہی اٹیکا میں اس معبود خمر کے اعزاز میں متعدد میلے ہوا کرتے تھے جن میں سے شاید سب سے اہم میلا آخری زمانۂ خزاں کے ماہ پوسیڈون میں لگتا تھا جسے دیہاتی دیونی سیا کہتے تھے۔ اس میلہ میں دیہاتی لوگوں کو محظوظ کرنیکی غرض سے قربانیاں کیجاتیں، اور جلسے اور ناچ منعقد ہوتے تھے، جن میں سے اس ناچ سے لوگ ازحد مسرور ہوتے تھے جو شراب کی کھالوں پر ناچا جاتا تھا۔ اسی طرح لینایا یا عید باکھوس سے چند ہفتے بعد یعنی ماہ گاتے لیون میں اکر دپولس کے جنوبی سمت میں منائی جاتی تھی اور انتھس تیریا کا تہوار فروری میں درختوں کے کلے پھوٹنے کے وقت منعقد ہوتا تھا ان میں سے آخری میلا

دیونی سیا عظمیٰ کا تھا جو نقطۂ اعتدال ربیعی کے موقع پر منعقد ہوتا تھا اور جسکی شان و شوکت میں روزافزوں ترقی ہو رہی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ چھٹی صدی ق م میں ناٹک کے فن کا آغاز دیونی سوس کے ان میلوں سے ہی ہوا۔ اس معبود کی سرفروشیوں کے اعزاز میں مختلف قصائد گائے جاتے تھے جن میں سے ایک سنگیت مختلف واقعات بیان کرتا جس پر دوسرے سنگیتے اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ مذہب دیونی سوس کا مخصوص وطن ضلع اکاریا تھا اور یہ وہی جگہ تھی جہاں دیونی سوس نے اپنے ساتھی اکاریوس کو انگور کی کاشت کا طریقہ بتایا تھا جس پر گنواروں نے اُسے جان سے مار ڈالا اور اسکی بیٹی ایری گونے نے اپنے پھانسی لگالی۔ یونانی تھس پس کو اول ترین حزنیہ نویس سمجھتے تھے اور یہ بھی اسی ضلع میں پیدا ہوا تھا۔ اس قسم کے کھیل تماشے دیہاتی دیونی سیا سے شہری میلوں، خصوصاً لے نائیا اور بڑے دیونی سیا کی طرف منتقل کر دئے گئے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ان میں صرف دیونی سوس کی جانبازیوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہوگا بلکہ دوسرے سورماؤں کی سرفروشیوں کے تماشے بھی کئے جاتے تھے۔ ان میلوں پر سنگیت مختلف ناٹکوں میں روپ بھرتے تھے، اور جو سنگیت سب سے اچھا تصور کیا جاتا اُسے ایک تپائی انعام میں ملتی تھی۔ لیکن جو لوگ ان تپائیوں کو جیتتے تھے وہ اُنھیں اپنے پاس رکھنے کی بجائے کسی پبلک موقع پر رکھ دیتے تھے تاکہ ان مقابلوں کی مستقل یادگار قائم ہو جائے۔

لیکن اٹیکا کا تعلق صرف اتھینے اور دیونی سوس ہی سے نہیں بلکہ دیمتر اور پرسی فونی سے بھی تھا، اور اس مناسبت سے ارض یونان کا کوئی مقام شہر ایلیوسس کا مدمقابل بننے کی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ اسی مقام کو دیمتر اپنی بیٹی کی تلاش میں آئی تھی، یہیں اُس نے کے لیوس کے مکان میں ملازمت کرنیکی کوشش کی تھی کہ اس کے بیٹے دیموفون کو حیات ابدی حاصل ہو جائے۔ اسکے بعد اُس نے اپنی اصلیت ظاہر کر کے لوگوں سے اپنی پوجا کرانی چاہی، اور جب اُسکا غصہ ذرا فرو ہوا تو اُس نے ایلیوسس کے فرمانرواؤں یعنی تریپتولیموس، یوموپوس، دیوکلیس اور کے لیوس کو اپنے مقدس اسرار کی حقیقت سے آگاہ کیا (جنھیں اصطلاح میں "حالت مدہوشی" کا لقب دیا جاتا تھا) اور یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ صرف وہی لوگ اس سے آگاہ ہونیکے اہل سمجھے جائیں جنکا داخلہ باضابطہ عمل میں آچکا ہو

اسکی تعلیم کے اصول پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکے یہ معنی نکلیں گے کہ جس طرح پرسی فونے دنیائے زیریں سے اپنی ماں کے پاس واپس آگئی اسی طرح سے صرف بویا ہوا بیج ہی نہ اگ آئیگا بلکہ انسان بھی آخر کار موت پر غلبہ پا جائیگا۔

دمیتر اور باکرہ (پرسی فونے) کے خرافے کے ساتھ ہی ایک اور خرافے کا ذکر پڑھنے میں آتا ہے، وہ یہ کہ زیوس اور پرسی فونے کا ایک بیٹا دیونی سوس تھا جسے تیتانون نے اسی طرح پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا جیسے طیفون نے اوسیرس کو اور اسی کی طرح وہ بھی از سر نو زندہ کر دیا گیا۔ ایتھنز میں اس دیونی سوس کو یاکھوس کا لقب دیا جاتا تھا، اور ایلیوسس میں وہ دمیتر اور باکرہ دیوی کا ہم نشین تھا۔ ان ہی اسباب کی بنا پر عید ایلیوسی نیا ایک ایسا تہوار بن گئی جسکا تعلق مخصوص طور پر دنیائے زیریں سے تھا۔ یہ عید ماہ بوئے درومیون میں آرخن بازی لیوس کے زیر اہتمام اور یومولپیدون، داد وخیون اور کیریکیون کی موجودگی میں منائی جاتی تھی، اور اسی مہینے کی انیسویں تاریخ کو ہزاروں آدمی یاکھوس کے بت کے ہمراہ ایتھنز سے ایلیوسس کو جلتے تھے۔ یہاں پہنچکر سب سے پہلے تو رات کے وقت اون لوگوں کا ناچ کرایا جاتا تھا جنھیں اسرار عبادت باضابطہ طور پر بتا دئے گئے ہوں، اور اس کے بعد عید کی مخصوص رسوم انجام دیجاتی تھیں جن میں سب سے اہم یہ تھی کہ اول تو سب غٹ غٹ شراب کے خم چڑھا جاتے اور پھر چند اشیا الماری سے نکال کر ٹوکرے میں اور ٹوکرے سے نکال کر الماری میں رکھتے۔ اُن لوگوں کا یہ گمان تھا کہ اگر تاریکی میں کوئی تیز شعاع نمودار ہو تو یہ نوآموزوں کے لئے ایک نہایت عمدہ شگون ہے۔ ان اسرار کی شہرت تمام دیار یونان میں پھیل گئی۔ اور چھٹی صدی ق۔م میں فلسفی شعرا نے انکے تشبیہی معنی کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ ان میں سے ایک شاعر اونوماکریتوس تھا جس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اپنی نوع انسان کو تیتان کی خشونت سے نکل کر دیونی سوس کی روحانیت کی طرف جانا چاہئے، اُسکے نزدیک اورفیوس اور دیونی سوس کا انجام ایک ہی طرح پر ہوا، چنانچہ اونوماکریتوس نے اپنی نظمیں اورفیوس کے نام پر موسوم کی ہیں۔ انکے علاوہ دوسری نظمیں بھی رائج تھیں، جو قدیم بھاٹ موزائیوس کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔ ان سب باتوں کو عوام الناس نہایت پسند کرتے تھے؛ اپنے قدیم مذہب کے

نقائص کا احساس ہونیکی وجہ سے ہر شخص اس کمی کو اپنی ضروریات کے مطابق ان مئے اسرارِ عبادت کے رسوم سے، یا فلسفیانہ علم الٰہیات سے ورنہ دونوں کے ذریعے سے پورا کرنے لگا، اور یونان میں نیم مذہبیانہ، نیم فلسفیانہ مسالک پیدا ہونے لگے؛ مثلاً اورفیوسی مذہب والے بہ نسبت فلسفے کے مذہب پر زیادہ زور دیتے تھے لیکن فیثاغورثی بہ نسبت مذہب کے فلسفے کو اہم تر گردانتے تھے۔ سرکاری مذہب میں اضافے کے یہ طریقے عہد بت پرستی کے اختتام تک مسلسل جاری رہے، اور گو ابتدا میں ان کی بنا واقعی سچے جذبات پر ہوئی ہوگی، لیکن امتدادِ زمانہ سے ان میں حشو و زوائد مستزاد کر دئے گئے، اور رفتہ رفتہ ان ہی کا اثر غالب ہوگیا۔ مثلاً دیونی سوس اٹی سس، میتھرا اور افراجی ام الآلہہ یعنی دیمیتر کے حرکات کو جو معنی پہنائے گئے اُن سے حقیقی مذہبی جستجو کا انکشاف ہوتا تھا، لیکن ان ہی کو جھوٹے دعویداروں نے اپنے ذاتی اغراض کے حصول کے واسطے استعمال کیا۔ لیکن پی سستراتوس مذہبی معاملات میں اتنا منہمک نہیں تھا کہ وہ شعر و شاعری کو بھول جاتا، چنانچہ ایک طرف تو وہ اونوماکریتوس کا سرپرست تھا، اور دوسری طرف اُس نے حکم دیا کہ پین اتھے نیا کی عید کے موقع پر ہومری نظمیں بہ آواز بلند پڑھی جایا کریں؛ روایت کے بموجب اس نے ایک ناموریہ بھی مقرر کی جسکے اراکین اونوماکریتوس، اورفیوس ساکن کروتونا اور زوپی روس ساکن ہرقلیہ تھے، اور اسے ہومری نظموں پر نظر ثانی کرنیکا حکم دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس موقع پر ہومری نظموں میں بعض اشعار ایتھنز کی تعریف و توصیف میں بڑھا دئے گئے۔

پی سستراتوس نے ۵۲۸ ق م میں وفات پائی جسکے بعد اسکی پہلی بیوی کے بیٹے ہپیاس اور ہپارخوس تخت پر بیٹھے۔ انھوں نے بھی اپنے باپ کے اصول حکومت کو برقرار رکھا اور اُسی کی طرح وہ بھی ملک کی دماغی ترقی کے خواہاں رہے؛ چنانچہ لاسوس ساکن ہرمیونی بھی دیگر شعرا کی طرح دربار میں بلا لیا گیا۔ اس شاعر نے آتے ہی یہ ثابت کر دیا کہ جب پی سستراتوس کے حکم سے اونوماکریتوس نے موزائیوس کے اشعار کو یکجا کیا تھا تو اس نے ان میں چند اشعار کا اضافہ کر دیا تھا؛ اس کے بعد سے لاسوس کا ستارہ عروج پر آگیا اور اونوماکریتوس کا زوال شروع ہونے لگا۔

انکے علاوہ دو شاعر اور یعنی سیمونہ ڈیس ساکن کیوس جو اس عہد کے بعد بہت کچھ مشہور ہوا، اور اناکریون ساکن تیوس جو ایتھنز آنے سے پیشتر پولیکراتیس خودسر ساموس کے دربار کا ایک رکن تھا، ہپارخوس کی سرپرستی میں ایتھنز رہنے لگے۔ ہپارخوس کا یہ حکم مشہور ہے کہ عید پین ایتھنیا کے موقع پر ہومری نظمیں ترتیب اور سلسلے کے لحاظ سے پڑھی جایا کریں، اور اسی نے اٹیکا کے مختلف مقامات پر ہرمیس کے بت رکھوائے۔ ظاہر ہے کہ برسر اقتدار خاندانوں کے مخالفوں کی بھی کچھ کمی نہ تھی، اور فلائیوسیوں کے ساتھ انکے جو تعلقات تھے ان میں مدوجزر کی کیفیت نمایاں تھی۔ مثلاً ۵۲۸ ق۔م میں کیمون کو، جو ملتیادیس کے رشتہ کا ایک بھائی تھا اس لئے ایتھنز واپس آنیکی اجازت مل گئی اُس نے اولمپیا کی ایک دوڑ میں اول آکر اپنے بجائے پی سستراتوس کا نام کامیاب شدہ امیدواروں کی فہرست میں لکھوا دیا تھا۔ لیکن جب وہ ۵۲۴ ق۔م میں پھر اول آیا اور میر کی حیثیت سے خود اُسکا نام پکارا گیا تو ہپیاس نے اُسے جان سے مروا ڈالا، لیکن ساتھ ہی مقتول کے چھوٹے بیٹے کو اسکی تھریسی جاگیر پر قابض رہنے دیا، اور یہی وہ شخص تھا جس نے آخر کار ماراتھون کی جنگ کے موقع پر اپنا نام ہمیشہ کے لئے صفحۂ تاریخ پر آب زر سے لکھوا دیا۔ خاندان پی سستراتوس اور فلائیوسیوں کے باہمی تعلقات میں بے ربطی اس لئے معلوم ہوتی ہے کہ خودسروں کے نزدیک الکمونی اپنی ہمت، شجاعت اور مرفہ الحالی کی وجہ سے اُن سے کہیں زیادہ خطرناک تھے۔ ساتھ ہی وہ روپیہ خرچ کرنے کے موقع و محل کو خوب سمجھتے تھے، اور یہ صفت ایسے دولتمند خاندانوں میں شاذ ہے جو سیاسی اقتدار حاصل کرنیکے خواہاں ہوں۔ مثال کی طور پر یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ڈیلفی کے بت خانے پر انھوں نے تین سو ٹالنٹ خرچ کرنیکا ذمہ لیا، لیکن جب انھوں نے اس میں تخمینے سے زیادہ سنگ مرمر لگایا تو اس سے انکی اور انکے وطن یعنی ایتھنز کی شہرت میں چار چاند لگ گئے اور ساتھ ہی ڈیلفی کے پجاری بھی گویا ان ہی کا کلمہ پڑھنے لگے۔ پی سستراتوسیوں کو ۵۲۴ ق۔م میں اسپارٹا اور کورنتھ میں لیگداموس کی شکست اور پولیکراتیس ساکن ساموس کی موت کے باعث بہت نقصان پہنچا، لیکن اس سے بھی زیادہ ناقابل تلافی وہ نقصان تھا جو اس گروہ کو ہپارخوس کی موت سے پیش آیا۔

ہوا یہ کہ دو نبیلوں یعنی ہارمودیوس اور ارسطوگی تون کو کسی خانگی سبب کی بنا پر انتقام کی خواہش ہوئی، چنانچہ انھوں نے ایک سازش کی جس میں انھوں نے یہ طے کیا کہ پین اتھینیا کے موقع پر دونوں خود سروں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ لیکن انھیں یہ غلط خبر ملی کہ ہپیاس کو انکی سازش کا علم ہو گیا ہے، چنانچہ انھوں نے صرف ہپارخوس پر وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ میلے کے موقع پر تمام شہری اپنے اپنے ہاتھوں میں نیزے لئے ہوئے تھے، اور ہپیاس نے نہایت دور اندیشی کے ساتھ ان سب کے نیزے رکھوا لئے تاکہ خود اسکی جان محفوظ ہو جائے، اور اپنے باقی ماندہ عہد میں مالیات[4] اور دیگر شعبہ جات حکومت میں سختی کر کے اپنی خود سری میں پہلے سے بھی زیادہ تشدد کی کیفیت پیدا کر دی۔[5] غالباً اسی زمانہ میں الکمیونی کلس تھنیس نے زنجیرۂ پارنیز کے جنوب میں لیپسدریون پر قبضہ کرنیکی کوشش کی، لیکن اس میں وہ ناکام ہوا اور اسے بہت نقصان اٹھانا پڑا۔[6] ہپیاس نے غیر ممالک سے جو تعلقات قائم کر لئے تھے انکے باعث ساموس اور ناکسوس نکل جانے سے اسکے اثر میں کچھ زیادہ کمی نہیں ہوتی تھی[6] مثلاً شمال میں تھسالوی حکمرانوں

[4] اس نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ جو شخص اپنے مکانوں میں سر راہ برساتیاں یا پیش طاق بنانا چاہے اسے ایک رقم دیکر اسکی باضابطہ اجازت لینا چاہئے۔ ساتھ ہی اُن سکوں کی قیمت میں اضافہ ہو گیا جو خزانے میں واپس آ گئے تھے۔ اور یہ قاعدہ مقرر کر دیا گیا کہ ایک مقررہ رقم داخل کرنے پر خدمت عامّہ معاف کر دی جائے۔

[5] جس طرح پی سسترا توسیوں کی خود سری سے ابتدائی میدیچیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے اسی طرح ہارمودیوس اور ارسطوگی توں کی سازش سے گروہ پاتسی کی سازش یاد آتی ہے جبیں ہپیاس کی طرح لورنتزو نے اپنے حواس قائم رکھ کر اپنی جان بچالی تھی۔ ادھر اتھنز میں تو ایک بڑے تہوار کے موقع پر ہپارخوس مارا جاتا ہے، اُدھر فلورنس میں قتل کے لئے بڑے گرجا میں عین نماز کا موقع تلاش کیا جاتا ہے۔ لیکن زمانہ ما بعد میں دونوں سازشوں پر جو رائے قائم کیگئی ہے وہ ایک دوسرے سے مختلف ہے، اور گو اُس اہمیت کے جو اتھنزی سازشوں کو دیجاتی ہے اسباب سمجھ میں آ سکتے ہیں، لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ وہ ضرورت سے زیادہ بڑھا دیگئی ہے۔

[6] ہیروڈوٹس ۵، ۶۲ -

اور شاہ مقدونیہ سے اسکے تعلقات نہایت دوستانہ تھے، اسکا بھائی ہیگیس ترا توس اب بھی سیگیوم کا نائب تھا۔ علاوہ ازیں ہپوکلوس خود سر لمپساکوس رشتے میں اس کا ہمدمی تھا، اور چونکہ اُس کے ایران سے نہایت خوشگوار تعلقات تھے اس لئے ہیپیاس کو یہ امید بندھ گئی کہ وہ انکے ساتھ دوستی پیدا کر کے خود اپنی حیثیت کو برقرار رکھ سکے گا۔

آخر کار اسپارٹا کی مداخلت کی وجہ سے ایتھنز کو زوال نصیب ہوا چھٹی صدی قبل مسیح میں اسپارٹیوں میں پہلے کی سی قوت جسمانی و اقتدار سیاسی موجود تھا، لیکن ساتھ ہی نہ تو انکے خارجی طرز عمل میں استقلال پایا جاتا تھا اور نہ وہ عام سیاسی کیفیات کو کماحقہ سمجھ سکتے تھے جسکا اصلی سبب یہ تھا باوجود اعیانی حکومت کے دور دورے کے انکی تعلیم و تربیت میں صرف ایک ہی پہلو پر زور دیا جاتا تھا حقیقت یہ ہے کہ جو قوم تاریخ میں نام پیدا کرنا چاہتی ہے وہ اپنے عہد کے مہذب کن میلانات و رجحانات کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔

اگر اپنی بڑھتی ہوئی قوت کے ساتھ اسپارٹا کورنتھ اور کریسوس کی باہمی جنگ میں مداخلت کرتا تو یقین ہے کہ جنگ کا خاتمہ ہوگیا ہوتا؛ لیکن اُس نے صرف احکام صادر کرنے پر قناعت کی اور یہ دیکھنے کی ضرورت نہ سمجھی کہ ان احکام کی کماحقہ پابندی بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ اُنھوں نے نہ صرف یہی کیا بلکہ نصف صدی تک ایرانیوں کے ساتھ نہایت عمدہ تعلقات برقرار رکھے۔ اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ جہاں تک خود انکے ملک کی حفاظت کا تعلق تھا، وہ ایشیائی معاملات سے بآسانی بے تعلق رہ سکتے تھے۔ نہ صرف وہ جزیرہ نما پیلوپونیز کے ایک تہائی حصے کے بلا شرکت غیرے مالک تھے بلکہ آرگوس کی شکست اور آرکیڈیا کے بیشتر حصے کی فتح کے بعد وہ ایسی عہدیت کے سربراہ کار تھے کہ جسکی طرف سے ہزار ہوپ لیت میدان جنگ میں آسکتے تھے، عام طور پر تو ان سپاہیوں کو کسی خاص مقصد کے اظہار کے بغیر مجتمع کیا جا سکتا تھا لیکن اہم معاملات پیدا ہونیکی شکل میں اراکین عہدیت کے جلسے اسپارٹا میں ہوتے اور جملہ معاملات کثرت رائے سے طے پایا کرتے تھے؛ لیکن اس کثرت رائے سے خود اسپارٹا پر مطلق کوئی اثر نہ پڑتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اس لیگ میں اسپارٹا کو اقتدار اعلیٰ حاصل تھا۔ اسپارٹا اصولاً خود سری حکومتوں کے مخالف اور اعیانیوں کے موافق

رہتا تھا، لیکن جہاں اسے اپنا نفع اس طرز عمل کی مخالفت میں نظر آتا تو وہاں وہ فوراً محض اصول کو نظر انداز کرنے میں پس و پیش نہ کرتا تھا۔[۴]

سارڈس کے معاملات میں ناکام مداخلت کے تقریباً ربع صدی بعد اسپارٹا نے جزائر کے معاملات میں بھی دخل دینا چاہا، لیکن اسے اس میں بھی زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ ۵۳۷ھ ق۔م میں ساموس کے اعیانیوں میں سے ایک مسمی پولیکراٹیس نے ہیرا کے تہوار کے موقع پر تمام غیر مسلح شہریوں کو تہ تیغ کرنیکے بعد عنان خودسری اپنے ہاتھ میں لیکر لیگداموس کی مدد سے مزید مخالفت کا خاتمہ کر دیا۔[۵] اسکے بعد اسکے اقتدار میں روز افزوں ترقی ہونے لگی۔ اس نے اپنی تمام تر قوت جہازوں کو بہت بڑا تیار کرنے میں صرف کر دی جسکے ذریعے سے اس نے نہ صرف چند جزائر کو بلکہ ایشیاء کوچک کے بعض بلدیات کو بھی اپنا مطیع و منقاد بنا یا۔ اس نے لسبوس اور ملط کے خلاف نہایت کامیابی کے ساتھ فوج کشی کی اور اسکی قوت و اقتدار میں اس درجہ ترقی ہوئی کہ لوگ اسکا سرقوسہ کے خودسروں سے مقابلہ کرنے لگے۔ اسکا حکم تمام بحیرۂ ایجین پر چلتا تھا اور اس سمندر میں صرف اسکی یا اسکے حلیف ناکسوسیوں اور ایتھنزیوں کی تجارت ہو سکتی تھی۔ اس نے جزائر رہینیا خاص طور پر دیلوسی اپولو کے نام پر معنون کر دیا اور ظالم آرکےسی لاؤس سوم کو سرنہ کا والی بنا کر بھیجا۔ اسکے تعلقات اماسس شاہ مصر کے ساتھ بھی دوستانہ تھے۔ اُسے تعمیر کا بہت شوق تھا خواہ وہ محض زیبائش کے لئے ہو یا کام کے لئے ہو اور اسکا محل جسکی مرمت اور از سر نو تعمیر کا خواب شہنشاہ کالی گولا کو بھی خواب نظر آیا کرتے تھے، چار دانگ عالم میں مشہور تھا۔ اس نے اپنے جزیرے میں

---

[۴] بوسولٹ: "لاکدمونی اور انکی عہدیت" Busolt: DeLakedarmonice undihre Bundesgenossen جلد (۱) لائپزگ ۱۸۷۸ء۔ مختلف ریاستوں کے شمول کی تاریخ کا ہمیشہ تعین نہیں کیا جا سکتا۔

[۵] پولیکراٹیس خودسر ساموس کے لئے ہیروڈوٹس ۳-۳۹-۶۰؛ ۱۲۰-۱۲۵؛ دیودوروس ۱۰/ ۱۵؛ ارسطاطالیس "سیاسیات"، ۵، ۹، ۴۔ تسلسل واقعات کے لئے ڈنکر ۶، ۵۱۲؛ بوسولٹ: "تاریخ یونان"، ۱، ۱۰۲۔

غیر ملکی جانوروں کو لاکر آباد کیا، ساتھ ہی اُسے قلمی نسخوں اور نادر اشیا کو جمع کرنے کا بھی بہت شوق تھا۔ اسکی مہر دار انگشتری، جسپر بربط کی شبیہ کندہ تھی نہایت ہی خوبصورت تھی۔ اس نے اپنے دربار میں دیموخیدلیس جیسے طبیبوں، اور ابی کوس ساکن ریگیوم اور اناکریون ساکن تیوس جیسے شاعروں کو جگہ دی، جن میں سے آخر الذکر کو عشق و عاشقی، شراب و کباب پر نظمیں لکھنے میں خاص مہارت حاصل کی۔ اُسکے ظلم کی کوئی حد و غایت نہیں تھی، یہاں تک کہ اس نے اپنے ایک بھائی کو جان سے مروا ڈالا اور خود اپنے دوستوں کا مال غصب کر کے انھیں یہ پیام دلوایا کہ اگر یہ مال انھیں واپس ملجائے تو انھیں اسکا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اس تمام ظلم و ستم کے ذریعے سے اُس نے کچھ عرصے کے لئے اپنی تمام مشکلات کو حل کر لیا۔ یہ زمانہ ایران کے عروج کا زمانہ تھا چنانچہ کابیز (کیکاؤس) نے پولیکراتیس کے حلیف یعنی مصر پر حملہ کر دیا۔ جب خود سر ساموس نے دیکھا کہ ایران ہی کو کامیابی حاصل ہونیوالی ہے تو اُس نے موقع و محل کے اعتبار سے اپنی حکمت عملی میں تبدیلی کر دی، اور کابیز کے سامنے اپنا بیڑا پیش کرتے ہوئے یہ پیام بھیجا کہ جس طرح ایران نے لسبوس اور خیوس سے مدد طلب کی تھی اسی طرح اس سے کیوں نہیں مطالبہ کیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے کابیز سے التجا کی کہ وہ اُن جہازوں کو جنھیں ساموسی ملاح چلا رہے تھے، واپس نہ ہونے دے۔ باوجود اسکے جب یہ جہاز کارپاتھوس پہنچے تو ساموسی ملاحوں نے غدر کر دیا اور واپس گھر پہنچنے پر پولیکراتیس کو اپنے ہی قلعے میں محصور کر لیا۔ خود سر مذکور کے ہاتھوں شکست ملنے پر انھوں نے اسپارٹا کے سامنے دست التجا پھیلایا اور اس میں انکی تائید کورنتھیوں نے کی۔ چونکہ تجارت ہی کورنتھی مملکت کی گویا جان تھی لہذا اسکے لئے پولیکراتیس کا اثر زائل کرنے میں بہت سے فائدے تھے۔ اس وقت تک ساموس ہمیشہ کورنتھ کا اتباع کیا کرتا تھا، لیکن اب وہ ایتھنز کے ساتھ ساتھ بحیرۂ ایجین میں بحری قزاقی اور لوٹ مار میں مصروف ہو گیا۔ قصہ مختصر ایک فوج جس میں اسپارٹی کورنتھی اور خارج البلد ساموسی تھے، جزیرۂ ساموس کے سامنے نمودار ہوئے لیکن اس موقع پر بھی پولیکراتیس کی قسمت نے اسکا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور جب اسپارٹی شہر میں داخل ہو رہے تھے تو دو اسپارٹیوں نے اپنی مملکت کی خاطر لڑتے لڑتے جان دیدی

اور حلیف بغیر حصول مقصد کے واپس چلے گئے۔ اب پولیکراتیس کا ستارہ اوج پر تھا، اور جب اسکا وقت آیا تو اس نے آخر کار خود اپنی ہی حماقت سے اپنی جان دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مگنیشیا (بہ کنارۂ دریائے میاندر) کا والی عرصہ دراز سے بے ادب اور گستاخ یونانیوں کا خاتمہ کرنیکے درپے تھا، چنانچہ اس نے ایک جال پھیلا کر یہ ظاہر کیا کہ وہ ملک چھوڑنے پر مجبور ہے لیکن اسکے پاس ایک بہت بڑا خزانہ ہے جس میں سے پولیکراتیس کو بھی کچھ ملیگا، اور چونکہ روپیہ پیسے کا معاملہ ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ خود وہی آکر اسے اپنے قبضہ میں لے لے۔ پولیکراتیس نے پہلے تو اپنے معتمد علیہ میاندریوس کو خزانہ لینے کے لئے روانہ کیا جسے منزل مقصود پر پہنچکر صندوقوں کی اشیا کی بابت سخت دھوکا ہوا؛ اسکے بعد خود پولیکراتیس مگنیشیا گیا جہاں ایرانیوں نے اسے گرفتار کر کے صلیب پر چڑھا دیا۔ ظاہر ہے کہ پولیکراتیس جیسے ذی وجاہت شخص کیلئے سونے سے بھرے ہوئے آٹھ صندوق لینے کے واسطے جانا اور ایرانیوں کے جال میں پھنس جانا انتہا درجہ کی حماقت تھی، لیکن مثل کے مطابق سیانے کوّے نجاست خور ہوتے ہیں، اور چالاک آدمی بھی کبھی ایسی کمزوری کا ثبوت دیتے ہیں کہ دوسروں کے جال میں پھنس جانا انکے لئے آسان ہوتا ہے[۹]۔ جب پولیکراتیس جا رہا تھا تو اُس نے اپنی جگہ میاندریوس کو ساموس کی حکومت سپرد کر دی تھی، اور اب موخر الذکر نے چند شرائط پر باشندگان ساموس کی آزادی کا از سر نو احیاء کرنیکا وعدہ کیا۔ لیکن ساموسیوں نے اسکی شرائط منظور نہیں کیں، چنانچہ کچھ عرصے تک میاندریوس خود سر بنا رہا۔ اسی دوران میں داریوش تخت ایران پر بیٹھ گیا؛

---

[۹] ناعاقبت اندیش ہونے میں پولیکراتیس دیونی سوس کا مد مقابل ہے۔ بلکہ اپنے دوستوں کا مال غصب کرنے میں وہ اُس سے بھی سبقت لیجاتا ہے۔ اسکے انجام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ محض معمولی درجہ کا آدمی تھا۔ دیونی سوس کو اپنی قوم کو فائدہ پہنچانیکی اتنی ہی کم خواہش تھی جتنی پولیکراتیس کو تھی، لیکن وہ موخر الذکر سے کہیں زیادہ چالاک مدبر تھا۔ پولیکراتیس کے کاناموں کی اہمیت محض وقتی تھی وہ بحری قزاقی میں کاریائیون کا جانشین تھا۔ لیکن ساتھ ہی وہ حسن اور خوبصورتی کا بھی دلدادہ تھا۔

اُس نے خود اُس کو اور دیگر لوگوں کو قتل کر کے پولیکراتیس کے بھائی سی لوسون کو ساموس کا خود سر بنا دیا اور میاندریوس کو جزیرے سے بھگا دیا[۱۰]

ایرانیوں کو مغربی ایشیاء کوچک میں جو فوقیت حاصل تھی اس میں اسکیتھیوں کے خلاف مہم سر ہونے کی وجہ سے بہت کچھ اضافہ ہو گیا۔ خود داریوش تو ایشیا واپس ہو گیا لیکن اُس کے حکم سے اسکے نائب میگابیزو نے اپنی فتوحات جاری رکھیں۔ اس نے تھریس کے یونانی شہروں کو مغلوب کر کے مقدونیہ پر حملہ کر دیا اور اسکے بادشاہ امینتاس کو شکست دیکر اپنے لڑکے کا عقد جبراً اسکی لڑکی سے کر دیا۔

ایران نے یونانیوں کے جنوبی ممالک کے معاملات میں بھی اسی طرح مداخلت کی۔ پولیکراتیس کی مدد سے آرکےسی لاؤس حاکم سرنہ بن گیا تھا، اس نے اور اس کے خسر الازیر والی برقہ نے اماسیس شاہ مصر کو ایرانیوں کے خلاف مدد دی تھی، لیکن کامبیز کے فتوحات کے بعد آرکےسی لاؤس اور الازیر دونوں نے ہتھیار ڈال دئے اور یہ دونوں برقہ میں قتل کئے گئے۔ ایرانیوں نے برقہ، سرنہ اور یوسپیریدیس کو فتح کر کے ان مقامات کو ایرانی صوبہ مصر میں شامل کر دیا، لیکن انکی ماتحتی میں باتوس چہارم اور آرکےسی لاؤس چہارم برابر سرنہ پر حکومت کرتے رہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آرکےسی لاؤس اور اسکی ماں فیریتیمے بدترین قسم کے خود سر تھے، لیکن ایرانیوں کی تسخیر کے بعد بھی ان ممالک کی حالت خود سری حکومت سے کچھ زیادہ بہتر نہ ہوئی ہوگی[۱۱]

اب میاندریوس نے اسپارٹا کو ایران کے خلاف اُبھارنا شروع کیا۔ اس زمانہ میں منجملہ دونوں اسپارٹی بادشاہوں میں کلیومینیس کا اقتدار بہت بڑھا ہوا تھا۔ چونکہ اسکے باپ اناکساندریہ اس کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوتی تھی لہذا اُس نے افوروں کے حکم سے ایک دوسرا نکاح کیا جس سے یہ کلیومینیس پیدا ہوا۔ اسکی ولادت کے بعد پہلی بیوی سے اول تو دوریوس اور پھر لیونیداس اور کلیومبروتس پیدا ہوئے اسی طرح دوسرے خاندان کے بادشاہ ارسطون کو بھی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے

---

۱۰ سی لوسون، ایرانی جزیرہ ساموس میں، میاندریوس کا ورود اسپارٹا، کلیومینیس، ہیروڈوٹس ۳، ۱۳۹-۱۴۹، ۶۰ گائیوس، ہیروڈوٹس ۳، ۱۲۷-۱۲۸۔

۱۱ آرکےسی لاؤس سوم کے زمانے تک کی تاریخ سرنہ کیلئے دیکھو ہیروڈوٹس ۴، ۱۵۹، ۱۶۷

اپنی بیوی کو طلاق دیکر ایک اور عورت سے شادی کرنی پڑی جس سے دیمارآتوس پیدا ہوا۔ یہ اور کلیومینیس دونوں اپنے اپنے باپوں کے بعد تخت پر بیٹھے اور دونوں کو اپنی زندگی میں ہی تخت سے دست بردار ہونا پڑا۔ جب کلیومینیس تخت نشین ہوا تو اسکا سوتیلا بھائی دوریوس ملک چھوڑکر پہلے تو سیرینیس گیا، لیکن وہاں افریقہ میں قرطاجنیوں نے اسے آرام نہ لینے دیا چنانچہ وہ سسلی چلا گیا جہاں آخر کار اسکا انتقال ہوگیا۔[12] اسپارٹا پہنچکر میاندریوس نے کلیومینیس کو چند بیش قیمت ظروف دکھائے تھے، لہذا کلیومینیس کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں اسپارٹی ایرانی سے کچھ رشوت نہ لے لیں، چنانچہ اس نے ایفوروں سے کہہ کر اس خطرناک غیر ملکی کو اسپارٹا سے نکلجانے کا حکم دیدیا۔ اصل میں وہ یورپی سیاسیات کی طرف زیادہ متوجہ تھا۔ اسی زمانہ میں میگارا کی اعیانی حکومت جسے کچھ عرصہ پیشتر زوال ہو گیا تھا، پھر از سر نو قائم ہو گئی تھی۔ اس اعیانی فریق کا ایک رکن تھیوگنس نامی شاعر تھا جس نے اپنی اور میگارا کی اعیانی حکومت کی تصویر اپنی مخصوص مرثیہ نما بحر میں کھینچی ہے۔ لیکن میگارا میں اعیانی حکومت کے دور دورے کی وجہ سے اسپارٹا کی خوفناک قوت گویا ایتھنز کے دروازے پر ہی آگئی؛ جس سے ہیپیاس نہایت خوفزدہ ہوگیا تھا۔ گو اصولاً اسپارٹی جنگ کے شوقین تھے، لیکن انھیں اس بات کا سچا فخر تھا کہ جب کبھی انھیں موقع ملا تھا وہ خود سرانہ حکومتوں کے زوال کے باعث ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے ہیپیاس نے خوفزدہ ہو کر اسپارٹا سے دوستانہ محالفہ کرلیا۔[13] لیکن اس محالفے سے اسکے دشمن مایوس نہیں ہوئے بلکہ الکمیونیوں نے ڈیلفی کے چڑھاووں میں اضافہ کر دیا جسکی وجہ سے جب کبھی اسپارٹی حکومت یا اسپارٹی شہری اس سے کوئی خواہش کرتے تو وہاں سے ہمیشہ یہی جواب ملتا تھا کہ پہلے ایتھنز میں خود سری حکومت کا خاتمہ ہو جانا چاہیے۔ خود اسپارٹا میں بعض سر آوردہ شخص

---

[12] اناکساندریداس، اسکے بیٹوں اور دوریوس کیلئے ہیروڈوٹس ۵، ۳۹ - ۴۸ -

[13] پی سستراتوسیوں اور اسپارٹا کا محالفہ، ہیروڈوٹس ۵، ۶۳ و ۹۱ - ونکر (۶، ۵۵۳) کا خیال ہے کہ انھوں نے آخر تک اسپارٹا سے محالفہ نہیں کیا۔ لیکن اس قسم کا نظریہ ہمارے مقاصد کیلئے بے ضرورت ہے۔ خود سران ایتھنز کے زوال کا بیان ہیروڈوٹس ۵، ۶۲ - ۶۵ میں مذکور ہے -

ایسے تھے۔ جنکا یہی مقصد تھا۔ الغرض اسپارٹیوں نے ان تمام اثرات اور تنبیہوں کے سامنے سر تسلیم خم کر کے انخی مولیوس کی سرکردگی میں ایک چھوٹی سی فوج اٹیکا روانہ کردی اور یہ کالیروم پر اتر گئی۔ ہیپیاس کے پاس ایک ہزار کا تھسالوی سوارہ بطور امداد کے آگیا تھا، چنانچہ اُسے لیکر اس نے اسپارٹیوں پر دھاوا بول دیا اور انھیں شکست دیدی۔ اسکے بعد اسپارٹیوں نے اپنی عزت بچانیکی غرض سے خود شاہ کلیومنس کی سرگروہی میں ایک زبردست فوج اٹیکا روانہ کی جہاں اس میں وہ ایتھنزی مل گئے جنھیں خود سروں نے جلاوطن کردیا تھا۔ تھسالویوں کو شکست ملنے پر تو وہ اپنے ملک کو چلے گئے اور اسپارٹیوں نے ہیپیاس کو قلعے میں محصور کر لیا۔ لیکن اسکے پاس سامان رسد افراط سے تھا، اور اگر اسپارٹیوں کو غیبی امداد نہ پہنچ جاتی تو انھیں واپس جانا پڑتا۔ ہوا یہ کہ ہیپیاس کے بچے جنھیں وہ حفاظت کی غرض سے ملک سے باہر بھیج رہا تھا دشمن کے قبضے میں آگئے اور انھیں بچانیکے لئے اُس نے ہر ایک بات پر آمادگی کا اظہار کردیا۔ آخرکار وہ قلعہ چھوڑ کر سی گیوم چلا گیا۔

باب ۲۸

چھٹی صدی ق م کے آخری دس سال میں ایتھنز کی حالت

الغرض سنہ ۵۱۰ ق-م میں یعنی تقریباً اسی زمانہ میں جب رومنوں نے شاہی خاندان ٹارکوئنین کو نکالا تھا، ایتھنز کو از سر نو آزادی حاصل ہوگئی۔ اسوقت تک ان دونوں شہروں یعنی ایتھنز و روما کی کیفیات ترقی ایک دوسرے سے مماثل تھیں، یعنی اگر ہم غور کریں تو شاہ سروی اس تولی اس گویا روما کا سولون ہے اور تارکوئی نس سوپربس اور خاندان پی سسترا توس کا انجام ایک ہی سا ہوتا ہے، لیکن اس سال کے بعد ان دونوں بلدیات نے علیحدہ علیحدہ راستے اختیار کرلئے۔

کلیو منیس کے چلے جانیکے بعد ایتھنزیوں کی حالت کچھ قابل رشک نہ تھی۔ بیوتی بلدیات تھبز کی سیادت کو عام طور پر پسند نہیں کرتے تھے، لیکن پلاٹیہ والے جنکو تھبزی اس زمانے میں بہت کچھ پریشان کررہے تھے، اس رتبے سے جو تھبز کو حاصل تھا، سخت متنفر تھے۔ پلاٹیہ والوں نے کلیو منیس سے یہ درخواست کی کہ اسپارٹا انھیں اپنی حمایت میں لے لے، لیکن وہاں سے انھیں یہ جواب ملا کہ دونوں مملکتوں کے درمیان اسقدر مسافت ہونیکی وجہ سے انکی درخواست قبول نہیں کیجا سکتی بلکہ اسکی بجائے انھوں نے پلاٹیہ والوں کو یہ رائے دی کہ وہ انھیں فوراً ایتھنز کے زیر حمایت آجانا چاہئے۔ اصل میں کلیو منیس یہ نہیں چاہتا تھا کہ بیوتی شہروں کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کا الزام اُسکے سر تھوپا جائے، بلکہ اسکی یہ خواہش تھی کہ اس کے ارتکاب کی جوابدہی کا بار ایتھنز ہی کے کندھوں پر رہے۔ پلاٹیہ کے باشندوں نے اس صلاح پر کاربند ہوکر نہایت سنجیدگی کے ساتھ ایتھنز سے درخواست کی کہ وہ انھیں اپنی حمایت میں لے لے، جسے ایتھنزیوں نے قبول کرلیا۔ یہ سنکر تھبز نے فوراً اعلان جنگ کردیا

اور جب فریقین نے کورنتھ کو پنچ بنایا تو موخر الذکر نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ بیوتیہ کے وہ باشندے جو بیوتی لیگ کے رکن رہنا نہیں چاہتے اُس سے علحدگی اختیار کرسکتے ہیں۔ تھبز اس فیصلے کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا، لیکن جب اس نے ایتھنز پر حملہ کیا تو اُسے ہی شکست ہوئی، جسکے بعد دریائے اسوپوس تھبز کے اراضی اور ایتھنز کے حلیفوں یعنی پلاٹیہ اور ہسیائی کے درمیان سرحد قرار پایا[1]

ایتھنز میں عمومیت اور اعیانیت کے مابین جو فرق پہلے سے موجود تھا وہ ان واقعات کے بعد وسیع تر ہوگیا۔ لیکن ان دونوں اصول کے مابین جو تنازعہ برپا ہوا اسکا تصفیہ روما کی طرح دو سو سال میں ہونیکی بجائے صرف دو سال اور چند ماہ ہی میں ہوگیا، جسکی وجہ یہ تھی کہ الکمیونی کلس تھینس عوام الناس کی مدد کا خواہاں تھا۔ کلس تھینس ہی نے گویا پی سستراتوسیوں کو تخت سے اتروایا تھا، لیکن ۵۰۸ ق م میں اسکی بجائے ایک اور امیر، ایوانورس جس نے ترک وطن نہیں کیا تھا، ۵۰۸ ق م میں ارخن اول مقرر ہوگیا۔ اس پر کلیومنیس کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایتھنز کی جو خدمت اُس نے کی ہے اگر اسکا یہی معاوضہ ہے، تو اسے کیا غرض و مطلب کہ دستور عمومی رہے یا نہ رہے، کلس تھینس کے ذاتی اطوار اپنے نانا کے اطوار سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں جب کبھی وہ اقتدار کے حصول کا خواہاں ہوتا اور یہ اقتدار ملک کے اعیان و کبار سے ملکر حاصل نہیں ہوسکتا، تو اسکے پاس بس چارۂ کار یہ رہ جاتا کہ وہ عمومیوں سے ملکر انکا رہبر بن جائے اسکی اصلاحات سے دستور ایتھنز میں ایک عمومی رنگ پیدا ہوگیا[2] لیکن ہمیں انکی بابت

[1] پلاٹیہ، ایتھنز اور کلیومنیس؛ ہیروڈوٹس ۶، ۱۰۸۔ تھوسی دیڈس (۳، ۶۸) کے قول کے مطابق پلاٹیہ اور ایتھنز کے مابین ۵۱۹ ق م میں اتحاد ہوا ہوگا۔ لیکن گروٹ (Grote) کی تاریخ کی اشاعت کے بعد یہ نظریہ مسترد کردیا گیا ہے، اس لئے کہ کلیومنیس اتنا پہلے بیوتیہ نہیں گیا چھٹی صدی ق م کے اختتام اور ۴۹۲ ق م کی مہم مہرنوش تک تاریخ یونان کے سنوی تسلسل دریافت کرنیکا طریقہ صرف یہی ہے کہ مختلف واقعات کو یکجا کرلیا جائے، لیکن انکا براہ راست کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔

[2] کلس تھنس کیلئے ہیروڈوٹس ۵، ۶۶، ۶۹ وغیرہ قبیلوں کے نام، پولی دوروس ۸، ۱۰۰ واقعات

مطلق واقفیت نہیں ہے کہ اس نے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے کیا کیا طریقے اختیار کئے
بالآخر اسکی تحریکات کو جنھیں ویلفی والوں نے پہلے سے تسلیم کرلیا تھا، عوام نے
منظور کرلیا۔

کلس تھنیس کی اصلاحات کی گویا بنیاد عوام الناس کے از سرِ نو تقسیم پر تھی۔
اُس وقت تک ایتھنز ی چار مختلف کنبوں میں منقسم تھے، اور چونکہ اعیان ہی مقامات
مقدسہ پر حاوی تھے اس لئے انکے اقتدار کو دوسرے طبقات آبادی پر زیادہ فوقیت
حاصل تھی۔ مجلس چار صد میں ان ہی طبقوں کے اراکین نشست کرتے تھے۔ نیز اس وقت
یہاں قوم کی سیاسی تنظیم کی بنا پر اس مجلس کے مختلف افراد کے باہمی تعلقات پر تھی۔
لیکن یہ سب اصول عمومیت کے بالکل منافی تھا، بلکہ بقول ارسطاطالیس یہ بدرجہا بہتر
ہوتا اگر مختلف افراد قوم میں حتی الامکان اختلاط و اتفاق ہوجاتا[۵۳]۔ کلس تھنیس نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ایتھنز، اسپارٹا کی مداخلت اسکی افواج کی واپسی، تھبزیوں اور خالکیسوں کی شکست،
تھبزیوں کا ائی گینا کے سامنے دست استمداد پھیلانا، ہیروڈوٹس کی ۵، ۷۰ - ۸۱ -
(Arist: Lys.) ۲۷۴ اور (Scbolia) کے بیانات میں مبالغہ آمیزی معلوم ہوتی ہے۔
ہیروڈوٹس کلس تھنیس کو ایک فرقی رہبر اور خود غرض فرد تصور کرتا ہے۔ ائی گینا اور ایتھنز کے
باہمی تعلقات ۵، ۸۲ - ۸۹ -

۵۳ ارسطاطالیس۔ "سیاسیات" ۶، ۲، ۱۱ - ۳، ۱، ۱۰ وہ کہتا ہے کہ کلس تھنیس نے بہت سے
غیر ملکیوں، غلاموں اور اُن لوگوں کو جو شہر میں آباد ہو گئے تھے مختلف قبیلوں میں شامل کرلیا۔
کلس تھنیس نے اوستراکزم کا بھی طریقہ رائج کیا (فلوخوروس جزو ۹، میولر جلد ۱)۔
ارسطاطالیس ("سیاسیات" ۳، ۸، ۶) اسکی بابت کہتا ہے کہ یہ طریقہ "ان لوگوں کے لئے
رائج تھا جو دوسرے شہریوں سے زیادہ ممتاز ہوگئے ہوں" فون ولاموو ٹزمیولینڈورف (Von
Willamowitz-moellen dorff) کلس تھنیس کے کام کی بہت کچھ تعریف و توصیف کرتا ہے۔ زمانہ حال میں
یہ امر تقریباً مسلم ہے کہ ایتھنز میں کلس تھنیس کے اصلاحات کے بعد بھی ایتھنز میں
چاروں قدیم ایونی کنبے خانگی رسوم کی غرض سے حسب حال رہنے
دئے گئے تھے۔

اس حقیقت کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر کے اپنی جدید سیاسی تنظیم کی بنیاد مکانات کے مجموعوں، "دیمون" یا گاؤں کو قرار دیا، اور انھیں حقوق رائے دہی کی نگرانی وغیرہ کے وہ جدید اختیارات تفویض کئے جو اُس وقت تک مختلف خاندانوں کو حاصل تھے۔ اس طرح ان سیاسی مسائل کی نگہداشت جنکا تعلق لوگوں کی انفرادی حیثیت سے تھا، مقامی شخصیتوں کے سپرد کردی گئی۔ لیکن ان معاملات کا دارومدار جو مملکت سے براہ راست متعلق تھے، کسی چھوٹے سے رقبے کے لوگوں کی رائے پر نہ تھا۔ آئندہ بھی کُٹم قائم رہے، لیکن بجائے اسکے کہ ہر ایک کُٹم میں صرف ہمسایہ دیہے شامل ہوں اسکے اراکین منتشر کر دئے گئے، اور مجلس کے انتخاب کا حق ایسے لوگوں کی جمعیتوں کے سپرد کر دیا گیا جنکے لئے ایک دوسرے کا ہمسایہ ہونا لازمی نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ دیمون کی تنظیم اور انکی مختلف قبیلوں میں تقسیم خود کلس تھنیس کا ہی کام تھا، جسکے لئے دارالگاہ دلفی سے باضابطہ اجازت حاصل کرلی گئی، اور قدیم کُٹمون کی طرح نئے قبیلوں کو بھی مشہور ایتھنزی سورماؤں کے زیر حمایت رکھ کر انکا اقتدار وسیع کر دیا گیا، مثلاً ایتھنز کے مشہور ترین بادشاہوں یعنی کیکروپس، ایرختھیوس، پانڈیون اور ائےگیوس کے نام پر چار قبیلوں کے نام لیکروپس، ایرختھائس، پانڈیونس اور ائےگیس رکھے گئے؛ اسی طرح سے اکاماس ولد تھیسیوس کے نام پر اکامانتس، لیوس کے نام پر (جسکی بیٹیوں نے اپنے آپ کو ملک پر قربان کردیا تھا) لیونتس، ہپوتھوادن حکمران ایلیوسس کے نام پر ہپوتھواونتس، انطاکوس ولد ہرقل کے نام پر، جو ماراتھون کا سورما تھا، انطاکس اوئے نوس ولد پانڈیون کے نام پر اوئےنئیس اور ایاکس باشندہ سالاس کے نام پر ایانس قبیلوں کے نام رکھے گئے۔ یہ بھی قرار پایا کہ امرائے قبیلہ اپنے اپنے کاروبار کے انجام دہی کی غرض سے ایتھنز میں مجتمع ہوں، اور ہر قبیلہ مجلس کے پچاس اراکین کا انتخاب کرے، جنکی مجموعی تعداد بجائے چارسو کے آئندہ سے پانچسو ہو۔ کلس تھنیس نے بہت سے غیر ملکیوں اور آزاد شدہ غلاموں کو حقوق شہریت عطا کر کے گویا اپنے اعلےٰ اختیارات کا ثبوت دیا۔ نئے قبیلوں کی اہمیت اس لئے اور بھی بڑھ گئی کہ سال کے دسویں حصے کی مدت میں مملکت کی حقیقی حکومت کا کام ہر ایک قبیلے کے پچاس اراکین باری باری سے انجام دیتے تھے۔ ان اراکین پر یہ لازم تھا کہ

اپنی مدت عہدہ کے (یعنی ۳۵ سے ۳۶ دن تک) برابر ایک دوسرے کے ساتھ رہیں اور انھیں مجموعی طور پر پری تانیس کا لقب دیا جاتا تھا۔ اس مختصر مجلس کی صدارت روز بروز تبدیل ہوتی تھی اور جو شخص اسکا صدر مقرر ہوتا وہی جمعیت عموم کی بھی صدارت کرتا تھا۔

جو اصلاحات کلس تھنیس کی طرف منسوب کیجاتی ہیں انکی بابت ہمارے پاس براہِ راست کوئی اطلاع نہیں پہنچی۔ لیکن ہم یہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اُس نے ایک جدت ضرور کی، وہ یہ کہ اُس نے اصول عمومیت کو محفوظ کرنیکے لئے اوسترازم یعنی دیس نکالے کا طریقہ رائج کیا۔ ہر سال عموم اتیھنز سے دریافت کیا جاتا تھا کہ آیا وہ کسی کو دس سال کے لئے ملک بدر کرنا چاہتے ہیں یا نہیں؟ اگر انکا جواب اثبات میں ہوتا تو یہ طے کرنیکے لئے یہ سزا کس کو دیجائے از سر نو رائے لیجاتی، اور یہ قاعدہ تھا کہ اگر شہریوں میں سے کم از کم چھ ہزار افراد رائے دینے کیلئے تیار ہوتے تو اُسی شخص کا اخراج عمل میں آتا تھا جسکے مخالف کثرت رائے ہوتی۔ گو اس قانون کا اصل مقصد یہ تھا کہ ملک کو خود سری حکومت سے محفوظ رکھا جائے، لیکن اس سے اور بہت سے مقاصد کو پورے کئے جاتے تھے، مثلاً کم از کم ارسطیدیس پر تو خود سرانہ حکومت کی آرزو کا شبہہ بھی نہیں ہوسکتا تھا، تاہم اسے بھی دس سال کے لئے نکال دیا گیا۔ اصل یہ ہے کہ یہ طریق اخراج فرقی سیاسیات کا ایک زبردست آلۂ کار بن گیا اور رفتہ رفتہ اس سے کسی خطرناک شخص مخالف کا منھ بند کرنیکا کام نکالا جانے لگا بہرحال کسی زاویۂ نگاہ سے کیوں نہ دیکھا جائے، اس قانون کی مناسبت اور واجبیت میں ہمیں بہت کچھ شبہہ ہے۔ کسی شخص کو محض غیر دستوری ارادے کی بنا پر ملک سے نکال دینا، وہ بھی ایک ایسے زمانے میں جب صرف اُسی ملک میں انسان اپنی زندگی اچھی طرح سے گزار سکتا تھا، ایک نہایت غیر منصفانہ کارروائی تھی؛ اور اگر کسی سیاسی گروہ کی مخالفت کا خاتمہ صرف اُسکے سربرآوردہ اراکین کے اخراج سے ہوسکتا تھا، تو اس میں اور جبر و تشدد میں کوئی بیّن فرق باقی نہیں رہتا۔ بہرحال ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس قانون کی ایجاد کا سہرا ایک ایسے شخص کے سر ہے جو شاید خود اصول عمومیت کا دل سے معتقد نہ تھا؎

؎ قدیم زمانے میں بھی صرف آرگوس، میگارا، مسلطہ اور سرقوسہ (پتاسموس) میں اتیھنز کی اوسترازم کی

یہ امر قرین قیاس نہیں کہ کلس تھنیس نے ان تمام اصلاحات کو یک وقت نافذ کر دیا ہو، اور قانون اخراج کا نفاذ غالباً اُسوقت تک نہیں ہوا ہوگا جب تک اسکے دیگر قواعد کی وجہ سے اعیانیوں میں ردِ عمل شروع نہ ہوگیا ہوگا جب اس گروہ کو اپنی بے بسی اور کس مپرسی کا ثبوت مل گیا تو انھیں چاروں طرف دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اسپارٹا ہی ایسی قوم تھی جو یہ محسوس کرتی تھی کہ ان اصلاحات کی وجہ سے خود اسکے اقتدار پر ایک کاری ضرب لگی ہے، چنانچہ ایتھنز اعیانیوں نے اسپارٹا سے مدد کی درخواست کی۔ بہرحال اسپارٹا نے مداخلت کے لئے مذہب کی آڑ پکڑی چنانچہ ایک نقیب نے ایتھنز جا کر یہ مطالبہ کیا کہ اُن تمام شہریوں کو جنکی پیشانی پر مذہبی لعنت کا ٹیکہ لگا تھا فوراً ملک بدر کر دیا جائے۔ ان میں سے خود کلس تھنیس ہی ایک تھا اس لئے کہ وہ بھی اُسی میگا کلیس کا پوتا تھا جس سے کیلون کے قتل کا فعل بد سرزد ہوا تھا۔ اصل میں ایتھنزیوں کے گناہ یا اسکے کفارے کے معاملات سے اسپارٹا کو براہ راست کوئی خاص تعلق نہ تھا، لیکن نہ صرف یہ کہ وہ یونان کی سب سے بڑی مملکت تھی بلکہ اُسکے اس امتیاز کو دیگر مملکتیں تسلیم بھی کرتی تھیں۔ آخر کار کلس تھنیس کو اپنا سر جھکانا پڑا۔[۵] چنانچہ اساغورس نے سات سو ایتھنزیوں کی ایک فہرست

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نقل کی گئی، لیکن ہمیں اسکا علم نہیں کہ ان مقامات پر اسکا کیا نتیجہ نکلا۔ ارسطاطالیس ("سیاسیات" ۳، ۸، ۶) یہ کہتا ہے کہ بہتر یہی ہے کہ ملک میں اس قسم کے قوانین کا سرے سے نفاذ ہی نہ ہو۔ شاید اوستراکزم کلس تھنیس کے مصنوعی دستور کے لئے نہایت مناسب تھا۔ ظاہر ہے کہ آجکل خود وہ لوگ بھی جو اسے ایتھنز کیلئے پسند کرتے ہیں، اپنے ممالک میں اس کے رواج کے روادار نہ ہونگے۔ لیکن ہم یونانیوں کی بابت یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ انھوں نے قانون اور سیاسیات کو جس سانچے میں ڈھالا وہ ہمارے خیالات سے مختلف تھا۔ حق یہ ہے کہ انکی ہر خاص ذہنی کوشش سے بھی انکی عظمت کا پتا لگتا ہے۔

۵؎ کیلونی کفارے کا جن جن امور سے تعلق ہے وہ سب کے سب مشتبہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آخر یہ گناہ کس سے سرزد ہوا تھا اور ایپی منیڈیس نے کیوں اس معاملے کو طے نہیں کیا تھا، اور وہ کیا اسباب تھے جنکی وجہ سے الکمیونی ڈیلفی جا کر اپنے ماتھے سے کلنگ کا ٹیکہ نہیں چھڑا سکتے تھے۔ گناہ سرزد ہونیکے بعد ہی

پیش کرکے اُنکے اخراج کا مطالبہ کیا اور کلیومنیس نے، جسے اسپارٹیوں نے ایک لشکر کثیر لیکر ایتھنز بھیج دیا تھا، اسکی تعمیل کی، ساتھ ہی جدید مجلس پنج صد کی جگہ ایک جدید مجلس سہ صد ترتیب دی لیکن یہیں سے اسپارٹی ناکامی کا دور شروع ہوگیا مجلس پنجصد نے برخاست ہونے سے انکار کردیا اور لوگوں میں ہیجان پیدا ہوجانیکی وجہ سے اساغورس نے قلعے کو اسپارٹیوں کے حوالہ کردیا۔ جب کلیومنیس اریختھیوم میں داخل ہوگیا تو ایتھنز کے مہا پجارن نے اسکے پاس یہ پیام بھیجا کہ چونکہ کسی دوریانی کو اس مقدس ایوان میں داخل ہونیکی اجازت نہیں اس لئے اُسے فوراً اس سے نکل جانا چاہئے، لیکن اس حکم کو کلیومنیس نے یہ کہہ کر نظر انداز کردیا کہ "اے او پجارن میں دوریانی نہیں بلکہ اکائیائی ہوں" اور جس کسی کا ہر قول اور اسکی اولاد کے وجود کا یقین رکھتا تھا وہ کلیومنیس اکائیائی ہونے کو باور کرسکتا تھا۔ گو کلیومنیس موناٹیوس کے قانون کا ایک پلندہ اپنے ساتھ لے گیا، لیکن وہ ایتھنزیوں کو مغلوب نہیں کرسکا، چنانچہ ایتھنزیوں نے قلعے کا محاصرہ کرکے تین روز کے اندر اندر اسپارٹیوں کو سیدھا کردیا۔ آخر کار اُنھوں نے ہتھیار رکھ دئے اور علاوہ اساغورس کے اپنے جملہ ایتھنزی حلیفوں کا ساتھ چھوڑ کر ملک کو خیرباد کہا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ سب کارروائی اسپارٹیوں کے لئے نہایت درجہ توہین آمیز تھی، لیکن اتنی نہیں جتنی بظاہر معلوم ہوتی ہے۔ اسپارٹیوں کو اپنی بہادری کا ثبوت دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی لہذا اس قسم کے معاملات میں وہ عملی پہلو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی وہ انتقام لینے پر بھی تُلے رہتے تھے، اور اپنی شکست کے بعد انھوں نے نہ صرف

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ایتھنزی فثیہ کو خوش نہیں رکھ سکے۔ اُنھوں نے حتی الوسع گناہ کا کفارہ برداشت کیا، لیکن اسکے طریقے کا ہمیں علم نہیں۔ فثیہ اپنے نظر انداز کئے جانیکو کبھی نہیں بھولی، اور موقع آنے پر اس نے ایتھنز کی اس غلطی سے اپنا کام نکال لیا۔ زمانۂ مابعد میں خود الکمیونی خاندان کے افراد اپنے مورثوں کی حماقت کا جرم دھو نہیں سکے، اس لئے کہ فثیہ اپنے اقتدار کے مظاہرے کا ایسا نفیس موقع ہاتھ سے نکل جانا پسند نہیں کرتی تھی۔ زمانۂ مابعد میں ایتھنزیوں نے اس مشکل کو حل کرنیکی غرض سے یہ مشہور کردیا کہ مشہور و معروف ایپی مینیدیس نے اس معاملے کو اسی وقت طے کرلیا تھا؛ لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس عہد میں اس نام کا کوئی شخص ایتھنز میں رہا بھی تھا یا نہیں۔

اسپارٹی شہری اور اپنے پیلوپونیزی حلیفوں کو اکٹھا کیا بلکہ تھبزیوں اور خالکسیوں کو بھی جمع کیا۔ یہ اجتماع دیکھ کر عین وقت پر ایتھنزی فوج میں سراسیگی کے آثار پیدا ہوگئے، اور گو اُنھوں نے کلس تھنیس کو واپس بلا لیا تھا لیکن اب اُنھیں یہ معلوم ہونے لگا کہ صرف ایک شخص یعنی شہنشاہ ایران ہی اُنکی مدد کرسکتا ہے، چنانچہ اُنھوں نے ارتا فرنیز صوبہ دار ساردس کے پاس اپنے سفیر روانہ کئے۔ ارتافرنیز نے یہ شرط پیش کی کہ کسی قسم کی مدد سے پہلے اُنھیں ایرانیوں کی مکمل اطاعت کا اصول تسلیم کرلینا چاہئیے، جسے سنکر ایتھنزی سفیروں نے فوراً منظور کرلیا لیکن خود سر ایتھنز میں قومی خود داری کا احساس بالآخر غالب ہوگیا اور ایتھنزیوں نے جنگ کا تہیہ کر ہی لیا۔

غالباً ۵۰۶ء ق۔م میں دشمن نے اٹیکا کی سرحد کو عبور کرلیا، اور اُدھر ایتھنزی اپنی تمامتر قوت کے ساتھ میدان جنگ پہنچ گئے۔ اٹیکا پہنچنے پر دشمن نے الیوسس کا مقدس باغیچہ کاٹ ڈالا اور وہاں کے حرم محترم کو برباد کردیا۔ لیکن باوجود ان تمام باتوں کے فریقین میں کوئی باضابطہ وارے نیارے کی لڑائی نہیں ہوئی بلکہ اسپارٹا کے حلیف رفتہ رفتہ ایک دوسرے سے علحدہ ہونے شروع ہوگئے۔ اول تو کورنتھیوں نے جنھوں نے اس سے پہلے بھی پلاٹیہ کے معاملے میں ایتھنزیوں کے ساتھ دوستی کا ثبوت دیا تھا، پیش قدمی کی۔ اصل یہ ہے کہ اسپارٹیوں نے حلیفوں کی فوج کسی مقصد کے اظہار کے بغیر مجتمع کی تھی، اب جب کورنتھیوں کو معلوم ہوا کہ اسپارٹا کا اصل مطلب یہ ہے کہ وہ ایتھنز کا خاتمہ کردے تو اُنھوں نے فوراً اپنے اصلی خیالات کا اظہار کردیا۔ اسپارٹیوں کے واپس ہونیکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انکے دوست کورنتھی تخریب الیوسس کی وجہ سے سخت پریشان ہوگئے تھے۔ اسپارٹی فوج کی کمان کلیومنیس اور اس کے ساتھی دیمارائوس کے ہاتھ میں تھی؛ اصل میں تو ان دونوں میں باہمی بغض وعناد پہلے سے تھا، لیکن بظاہر دیمارستوس کے واپس جانیکی یہ وجہ تھی کہ اس نے یہ کہا کہ وہ ایسی مہم میں شریک نہیں رہنا چاہتا جس میں کامیابی کی مطلق کوئی امید نہ ہو دیمارائوس اور کورنتھیوں کے جانیکے بعد تمام پیلوپونیزی فوج نے گھر کی راہ لی اور خود کلیومنیس بھی دیمارائوس کے حرکت سے غصے میں بھر کر اسپارٹا واپس چلا گیا۔ ہم اس مہم کے انجام کا سبب صرف اُسوقت سمجھ سکتے ہیں جب ہم یہ فرض کرلیں کہ الکمیونیوں نے اپنے مخالفوں کو رشوتیں دی ہونگی۔

اب ایتھنزیوں کا مقابلہ کرنیکے لئے صرف بیوٹی اور خالکسی رہ گئے تھے جنھیں انھوں نے میدان جنگ میں شکست دیدی حقیقت یہ ہے کہ خالکسی اپنی اور دوسرونکی حماقت کا شکار ہوئے اور شکست کے بعد وہ اپنے دستور کو عمومی سانچے میں ڈھالنے اور اپنے ملک کا بیشتر حصہ اپنے حریف ایتھنزیوں کے سپرد کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہ جنگ فی الجملہ ایتھنز کے لئے سودمند ثابت ہوئی اور انھیں جو فوائد حاصل ہوئے وہ ان فائدوں کے تقریباً برابر تھے جو اسپارٹا کو جنگ مسینیہ میں ہوئے تھے۔ مفتوحہ خالکسی آراضی چار ہزار ایتھنزیوں میں تقسیم کردی گئی جنھیں کلیروخی کہتے تھے، لیکن ان میں اور قدیم یونانی مستعمروں میں یہ فرق تھا کہ انھیں ایتھنز سے چلے جانیکے بعد بھی اپنے حقوق شہریت برابر حاصل رہے۔

یہ امر نہایت ہی عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے کہ عین اسوقت جب ایتھنزی اقتدار روبہ ترقی تھا تو ایک چھوٹی سی ریاست کو اسکے خلاف مظاہرہ کرنیکی جرأت پیدا ہوئی۔ تھبزی اپنی شکست کو صبرواطمینان کے ساتھ برداشت نہیں کرسکتے تھے بلکہ وہ کسی نہ کسی حلیف کی تلاش میں تھے، چنانچہ انھوں نے فوراً ڈیلفی کی طرف رجوع کیا جسکا جواب یہ ملا کہ انھیں اپنے "قریب تر" کو تلاش کرنا چاہئے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس "قریب تر" سے کون مراد ہے اسکے جواب میں ایک نہایت ہوشیار تھبزی نے یہ کہا کہ چونکہ یہ الفاظ دیوتا کی زبان سے نکلے ہیں اس لئے ہو نہ ہو اس سے عہد رزمیہ کے کسی رشتہ دار سے مراد ہوگی، اور چونکہ تھیبے اور ائی گینا دونوں اسوپوس کی لڑکیاں تھیں اسلئے تھبز کو ائی گینا سے ہی مدد طلب کرنی چاہئے۔ ظاہر ہے کہ خود تھبزیوں کی بھی یہی خواہش ہوگی کہ انھیں جزیرۂ ائی گینا کو ایتھنز کے مخالفت پر کسی نہ کسی طرح سے آمادہ کریں۔ اول تو ائی گینیوں نے تھبزیوں کا ترکی بہ ترکی جواب دیا اور کہا کہ ائی گینا کا بیٹا متقی وپرہیزگار ایاکوس تھا جسکے بیٹوں کے نام پے لیوس اور تیلاموں تھے؛ لہذا اسی سلسلے سے "قریب تر" رشتہ دار پے لیوس اور اکی لیس، تیلاموں اور ایاکس ہوئے، چنانچہ انھوں نے ان ہی قدیم سورماؤں کے مجسموں کو تھبز بھیجنے پر اکتفا کیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ محض مجسموں سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا ۵۶ تھبز کے بے اطمینانی کا سبب یہ بھی ہوگا کہ ایاکس کا تعلق بہ نسبت تھبز کے

۵۶ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہیروڈوٹس نے جو (۵، ۷۹، میں) "ہو بعد اناں" کا لفظ استعمال کیا ہے

ایتھنز سے زیادہ تھا لہذا ائی گینا کی مدد تھبزیوں کو مشتبہہ معلوم ہوئی - بہر حال تھبزیوں نے مجسمے تو واپس کر دئے اور انکی جگہ انسانوں کو طلب کیا جسے آخر کار ائی گینا نے منظور کر لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس جزیرے میں ایک فریق ایسا بھی تھا جو ایتھنز سے جنگ کا خواہاں تھا لیکن چونکہ مذہبی خانہ پری کے بغیر لوگ جنگ کیلئے رضامند نہیں ہوتے اس لئے یہ بھی اس رسمی سوال وجواب میں شامل ہو گئے۔ علاوہ ازیں اس سے پیشتر بھی ائی گینا اور ایتھنز کے مابین اسی قسم کے مجسموں کی بابت جھگڑا ہو چکا تھا۔

چونکہ ائی گینا کی نوآبادی ایپی دورس کی طرف سے ہی ہوئی تھی اس لئے ان دونوں شہروں کے باہمی تعلقات ابتدا میں نہایت دوستانہ تھے لیکن ابتدائے زمانہ سے ان تعلقات میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہو گئی - ایک مرتبہ ایام قحط میں کسی نے ایپی دوریوں کو یہ رائے دی کہ انھیں دامیا اور راوکسے نیا کے اعزاز میں زیتون کے لکڑی کے مجسمے نصب کرنے چاہئیں چونکہ مقدس ترین زیتون کی لکڑی اٹیکا ہی میں دستیاب ہو سکتی تھی اس لئے انھوں نے اسکے واسطے ایتھنز سے اجازت طلب کی جس پر ایتھنز نے انکے پاس مطلوبہ لکڑی اس شرط پر روانہ کی کہ وہ ہر سال اکروپولس پر جاکر اتھینے پولیاس اور ایرکتھیوس کے نام پر قربانی چڑھایا کریں۔ انھوں نے ابتدا میں تو اس شرط پر عمل کیا' لیکن جب ان میں اور ائی گینا والوں میں جنگ ہوگئی اور موخرالذکر ان مجسموں کو اپنے ساتھ اٹھا لے گئے تو ایپی دوروسیوں نے اعلان کر دیا کہ اب ان پر موعودہ قربانی لازم نہیں ہے لہذا اب ایتھنزیوں کو چاہئے کہ ائی گینا سے اسکا مطالبہ کریں جب ایتھنز نے ائی گینا یہ کہلوایا کہ وہ مجسموں کو بہر حال واپس کر دیں تو ائی گینا کی طرف سے صاف انکار ہوا، چنانچہ فریقین میں لڑائی ٹھن گئی جس میں آرگوس نے ائی گینا کا ساتھ دیا۔ ایتھنزی جزیرے میں اتر کر اسکے قلب تک پہنچ گئے اور وہاں یہ مجسمے نصب کر دئے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - اس میں اس سے غلطی سرزد ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے ہی تھبزیوں کے پاس ایاکس کے بت آئے ہونگے (Ael-var.Hist.) ۶، ۱ کے مطابق خالکس میں صرف دو ہزار ایتھنزی کلیروخ آباد کئے گئے تھے۔

لیکن ایک کمینگاہ سے نکل کر ائی گینیوں نے حملہ کر دیا اور اپنے تمام دشمنوں کا قلع قمع کر دیا۔[۵۷]

رفتہ رفتہ ائی گینا ایک اہم تجارتی مملکت بن گئی۔ یہاں کے باشندے بحیرۂ اسود سے تجارت کرتے تھے، نوکراتس میں خود انکی نوآبادی موجود تھی[۵۸] اور فوکیہ کے زوال کے بعد اسی جزیرے نے اُس شہر کی تجارت بحیرۂ اڈریاٹک اور تارتےسوس کے ساتھ جاری رکھی۔ اس تجارت سے روز بروز انکی مرفہ الحالی میں اضافہ ہوگیا اور وہ اپنے غلاموں کے تعداد کی وجہ سے مشہور ہو گئے۔ نیز اُنھوں نے مصنوعات اور فنون لطیفہ میں بھی بہت کچھ ترقی کی اور اسی سہ طبقہ جہازوں کا ایک بڑا بیڑا بھی تیار کر دیا۔ ائی گینا اور ساموس کے درمیان زمانۂ دراز سے نقیض چلا آتا تھا۔ لیکن جب ساموسی اعیانیوں کی یہ کوشش کہ کسی طرح اسپارٹا اور کورنتھ کی مدد سے وہ اپنے وطن مالوف واپس پہنچ جائیں، ناکام ثابت ہوئی تو وہ سیدھے کریٹ چلے گئے اور وہاں سے شہر کیدونیہ پر قبضہ کرکے آباد ہو گئے۔ اب ائی گینی آگے بڑھے اور سمندر پر اُنھیں شکست دیکر خود کیدونیہ پر قبضہ کرلیا اور اُنھیں غلام بنا بنا کر فروخت کر دیا۔ ائی گینا والوں کی کارروائیوں سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اپنے ملک کے نہایت مختصر ہونیکی وجہ سے اُنھوں نے جو کچھ کیا اس میں ہمیشہ نتائج سے قطعاً بے نیازی اور بے پروائی دکھائی۔ فنون لطیفہ میں جو قابلیت اُنھیں حاصل تھی وہ بت خانہ اتھینا کے بیس ستونوں سے ظاہر ہوتی ہے جو اس جزیرے کے مشرقی سمت میں آج تک کھڑے ہوئے ہیں۔ انکے سہ مثلثوں کے مجموعے جو ۱۸۱۱ء میں دستیاب ہوئے اس وقت میونخ کے عجائب خانے کو زینت دے رہے ہیں، اور اگرچہ عام کیفیت اور چہرے کی ساخت سے ایک قسم کی سختی ظاہر ہوتی ہے، لیکن ان سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ انکے بنانیوالوں کو جسم انسانی کا چربہ اتارنے میں ایک خاص قابلیت حاصل تھی۔

جزیرۂ ائی گینا مرفہ الحال تھا، اور سمندر پر اسکی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، لیکن اسکے

---

۵۷ ڈُنکر اس واقعہ کو ۵۶۸ ق۔م میں ہونا بیان کرتا ہے میرے نزدیک تبدیلی لباس کے قصے اور ...... سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ اس سے بھی پہلے ہوا ہو۔

۵۸ ائی گینا کی تجارت کے لئے ہیروڈوٹس ۷، ۱۴۷ و ۱۴۸؛ استرابو ۸، ۶، ۳۔ ائی گینا و ساموس، ہیروڈوٹس ۵، ۹۰ تا ۹۳۔

ایتھنز سے اسکے تعلقات اچھے نہ تھے، چنانچہ اُس نے تھبزیوں کا کہنا مانکر اپنے حریف کو نقصان پہنچانیکی حتی الامکان کوشش کی۔ معمولی اعلان جنگ کے بغیر وہاں کے بیڑے نے ساحل اٹیکا پر حملہ کر کے بندرگاہ فالیروم اور بہت سے دوسرے مقامات برباد کردئے۔ اس پر ایتھنزیوں نے ولفی کی طرف رجوع کیا، جہاں سے یہ جواب ملا کہ تیس سال مسلسل انتظار کرنیکے بعد انھیں ایاکوس کے اعزاز میں ایک بت کدہ تعمیر کرنا چاہئے جسکے بعد انکا حملہ یقیناً کامیاب ہوگا۔ اگر انھوں نے فی الفور حملہ کردیا تو گو بالآخر فتح اُن ہی کو ہوگی لیکن اس سے پہلے اُنھیں بہت سی شکستوں کا منھ دیکھنا پڑیگا۔ یہ جواب پاکر اُنھوں نے فوراً کچھ اراضی ایاکوس کے نام پر وقف کردی اور جنگ کی نہایت تیزی سے تیاری کرنے لگے۔ لیکن قبل اسکے کہ وہ میدان جنگ میں ائی گینا سے دوچار ہوں، اُنھیں ایک نہایت قوی دشمن کے حملہ کی مدافعت کرنی پڑی۔

اسپارٹا میں معاملات کی صورت حال کچھ اس قسم کی ہوگئی تھی کہ اس کی وجہ سے ایتھنزیوں کا مستقبل تاریک نظر آنے لگا تھا۔[۵۹] یہاں کے لوگ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ فدیثیہ کے کہنے سے اُنھوں نے عیش پسند پی سستراتوسیوں کی مخالفت کرنے میں جلدبازی کی ہے اور الکمیونی جنکی اُنھوں نے مدد کی تھی پی سستراتوسیوں سے بھی بدتر ثابت ہوئے ہیں۔ نیز اُنھوں نے ایتھنز سے جو لڑائی چھیڑی تھی اُس میں بھی اُنھیں کوئی بڑی فتح یا بیش قرار فائدہ نہیں ہوا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ اب کیا کیا جائے اور جب ایتھنز مغلوب ہوجائے تو وہاں کا حکمراں کون ہو۔ اُنھیں بہترین تدبیر یہ معلوم ہوئی کہ ہپیاس کو تخت پر بٹھایا جائے، چنانچہ اُنھوں نے اسے جلاوطنی سے واپس بلاکر اراکین لیگ سے اوسکا تعارف کرایا۔ اُنھوں نے معذرت چاہی کہ جھوٹی فالوں کی وجہ سے ان سے سخت غلطی سرزد ہوگئی تھی جسکے بعد ایتھنزیوں نے انکے ساتھ نہایت ناشکری کا برتاؤ کیا اور بیوتیوں اور خالکسیوں کے ساتھ بری طرح پیش آئے، چونکہ اُنکی یہ خواہش تھی کہ اس قسم کے واقعات کا اعادہ ممکن نہ ہو اس لئے یہی مناسب تھا کہ ہپیاس ہی تخت پر بیٹھے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اسپارٹا کی جتنی حلیف ریاستیں تھیں اُن سب میں اعیانی طرز حکومت رائج تھی، اور اب

---

[۵۹] اسپارٹا اور ہپیاس، ہیرودوٹس ۵، ۹۰ تا ۹۳۔

اسپارٹا ان سے یہ امید کرتا تھا کہ نہ صرف کسی خودسر کی حکومت قائم رہنے دیں بلکہ ایک معزول خودسر کو از سر نو تخت پر بٹھانے میں ممد و معاون ہوں۔ سب سے پہلے تو کورنتھیوں نے جو ہیروڈوٹس کے بیان کے بموجب اس مسئلے کو اخلاقی مطمح نظر سے دیکھتے تھے۔ اس طرز عمل سے اختلاف کیا انھوں نے کہا کہ اگر اسپارٹی قوم خودسرانہ حکومت کے قیام میں مدد دیگی، جس سے بدتر دنیا میں کوئی چیز نہیں تو زمین و آسمان تھرا اٹھینگے اور مخلوق عالم تہ و بالا ہو جائیگی۔ اس جوشیلے بیان کے بعد کورنتھیوں کے نفس ناطقہ سوسکلیس نے کیپ سی لوسیوں کے گناہ شمار کرنے شروع کئے جسکی وجہ سے لوگوں کے خیالات اس قدر پلٹ گئے کہ جب ہپیاس اس مسئلے کے عملی پہلو شمار کرنے لگا تو کسی نے اسکی طرف توجہ تک نہ کی، اور اسپارٹا کو اسکی تائید و طرف داری سے باز آنا پڑا۔ آئندہ سے ہپیاس صرف ایرانی سطوت و جبروت پر تکیہ کر سکتا تھا، اور اب ایران ہی وہ مملکت تھی جو ایتھنز کی مخالفت پر سب سے زیادہ تلی ہوئی تھی۔

ان واقعات کے بعد جنگ ایران کے ابتدا تک تاریخ یونان کی بابت صرف یہ کہنا باقی ہے کہ آرگوس کی قسمت پلٹ پڑی اور غالباً یہی وہ زمانہ تھا جب ملطہ کا بھی خاتمہ ہو گیا لیکن آرگوس کی شکست کے بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسکا ایران و یونان کے باہمی محاربے سے کوئی تعلق تھا، بلکہ اسکا ذکر یہاں صرف یونان کی تصویر کو مکمل کرنے کی غرض سے کیا گیا ہے[1]۔

مدت سے آرگوس کا ستارہ زوال پر تھا اور رفتہ رفتہ اسے اپنی سیادت سے دست بردار ہونا اور اسپارٹا کے لئے راستہ صاف کرنا پڑا تھا۔ "تین سو کی لڑائی" کے باعث ضلع تھریا نکل چکا تھا، لیکن اب فی نفسہ مملکت آرگوس کا وجود ہی معرض خطر میں آگیا۔ اس جنگ کی بابت، جسکے فوری اسباب کا ہمیں علم نہیں، صرف یہی معلوم ہے کہ اس میں

---

[1] آرگوس و اسپارٹا کا ہیروڈوٹس ۶، ۷۶ تا ۸۳؛ Plut-Apophth Lac. cleom ۲، ۴، ۱۷؛ (Plut) (Mul. virt) ۷؛ پولی آئے نوس ۸، ۳۳؛ Telesilla (Suid)؛ پوسانیاس ۲، ۲۰، ۸ ، ۳، ۴، ۱؛ مقابلہ کرو بوسولٹ "لکدمونیا" (Busolt: Die Laked) صفحہ ۳۳۲ وغیرہ

باب ۲۰ شاہ کلیومنیس خود اسپارٹی فوج کا کماندار تھا۔ فثیہ نے ایک طرف تو یہ پیشنگوئی کی تھی کہ کلیومنیس آرگوس پر قبضہ کریگا اور دوسری جانب آرگوسیوں کو حسب معمول مبہم سا جواب دیدیا تھا۔ کلیومنیس ابتدا میں تو خشکی کے راستے سے آرگوس پر حملہ کرنا چاہتا تھا، لیکن جب فوج دریائے ایراسی نوس کے کنارے پر پہنچی تو قربانی کے شگون خراب نکلے، چنانچہ اُس نے سکیون اور آئی گینا سے (وہاں کے باشندوں کی مرضی کے خلاف) جہاز منگوا کر ترنز اور نوپلیا کے قریب اپنی فوج اتاردی جب آرگوسیوں نے اسپارٹی نقیب کو کھانے کے بگل بجاتے سنا تو خود وہ بھی کھانا کھانے میں مصروف ہوگئے چنانچہ عین اُسوقت اسپارٹیوں نے اُن پر حملہ کر کے اُنھیں شکست دیدی۔ اسکے بعد بہت سے آرگوسی ایک باغیچے میں جو آرگوس نامی سورما کے نام سے منسوب تھا، بھاگ گئے، لیکن کلیومنیس نے اس میں بھی آگ لگادی اور چھ ہزار آرگوسیوں کو بھسم کردیا۔ اب کلیومنیس سمجھا کہ فثیہ کی پیشینگوئی پوری ہوگئی یعنی باغیچہ "آرگوس" فتح ہوگیا، اور وہ شہر آرگوس پر قبضہ نہیں کرسکیگا، چنانچہ وہ اسپارٹا واپس آگیا اور ایفورون کے سامنے اپنے طرزِ عمل کی تائید میں تقریر کی۔ اسکے برعکس آرگوسیوں نے یہ مشہور کیا کہ کلیومنیس نے شہر پر حملہ کردیا تھا لیکن اسے آرگوسی عورتوں کے ہاتھوں شکست اُٹھانی پڑی تھی۔ اسی اسپارٹی شکست کی یادگار میں آرگوس میں ایک نئی عید منائی جانے لگی جس کا نام ہیبرستی کا رکھا گیا اور جس میں مرد عورتوں اور عورتیں مردوں کا بھیس بدلتی تھیں۔ بہر حال آرگوس عرصۂ دراز کیلئے بالکل بے دست و پا ہوگیا، اور یہ امر جنگ ایران کے زمانہ میں یونانیوں کے لئے نہایت مبارک ثابت ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ یونان قدیم

جلد دوم

دیباچہ مصنف کتاب ہذا

پہلی جلد کی طرح دوسری جلد میں بھی یہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ تین مختلف امور پر یعنی قدیم اور قابل اعتبار نوشتوں پر ایسے بیانات پر جنھیں جانبدار ہم عصروں اور زمانہ مابعد کے مورخوں نے اضافہ کیا، اور زمانہ حال کی تحقیقات پر زور دیا جائے۔ میری یہ کوشش رہی ہے کہ جو فرق قیاسات اور واقعات کے مابین ہے اسے واضح کروں اور میں اپنے نقادوں کا عموماً اور انگریز نقادوں کا مخصوص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے میری اس کوشش کی داد دی ہے۔ پانچویں صدی ق م کی تاریخ منضبط کرنے میں اس کی ضرورت تھی کہ ایک جانب تو ہیروڈوٹس، طوسی دیدیش اور زینوفون اور دوسری طرف ہم عصر جانب داروں، اور زمانۂ مابعد کے مورخوں کی تصانیف کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کیا جائے اور ناظرین کو خود معلوم ہو جائیگا کہ میں نے نہایت آزادی سے ان خیالات اور حالات کا اثر نفس تاریخ پر پڑنے دیا ہے۔

اس جلد کے مدوّن کرنے میں میری یہ خواہش رہی ہے کہ پانچویں صدی ق م میں یونانی قوم نے جو ترقی کی اسے ایک ایسے بیان سے واضح کروں جس کی بنیاد واقعات پر ہو۔ اس کام کی تکمیل میں میں بہت سے ایسے نتائج پر پہونچا ہوں جو

دیباچہ

بعض مسلمہ خیالات سے مختلف ہیں مثال کے طور پر مفصلۂ ذیل کا ذکر کافی سمجھتا ہوں۔ ارشتیدش اور تمسطاکلیس کی انفرادی حیثیت، فارقلیس کا نصب العین، ایتھنز کی جمعیت عوام میں کسی قرار داد کے محرک کی ذمہ داری کی اہمیت، ایتھنزی خصائل کے خصوصیات، ایتھنز میں امرا اور غربا کی تمدنی حیثیت کی یکسانی، دیار یونان میں تہذیب و تمدن کی شاہراہیں۔ ان میں سے اکثر معاملات میں ان خیالات سے جو اوتکن نے اپنی نہایت قابل قدر تصنیف ''ایتھنز اور یونان'' میں ظاہر کئے ہیں متفق ہوں۔ لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ ان واقعات کا میرے دل پر خود بخود انکشاف ہوا اور جہاں تک مجھے علم ہے میں نے اس کتاب سے کوئی خاص بات اخذ نہیں کی۔

میرا فرض ہے کہ میں ج۔پ۔ ہکس صاحب کا شکریہ ادا کروں کہ انھوں نے اس جلد کے باب ۱ کے حاشیہ ۲ کی تصحیح کی۔ ان کے بیان کے بموجب اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یو تملتھون کے سکے بلا شبہ چھٹی صدی ق م کے ہی ڈھلے ہوئے ہیں اور اگر ہم انھیں اسی بادشاہ کی طرف منسوب کریں جس کا ہیروڈوٹس ذکر کرتا ہے تو ہم حق بجانب ہوں گے۔ ساتھ ہی باب ۱۷ حاشیہ ۱۰ میں اس بات کا اضافہ کر لیا جائے کہ سلطنت ایتھنز کے غیر ایتھنزی چاندی کے سکے نہایت کمیاب ہیں، اور یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ گو سسلی کے سکوں کی تاریخ ایک حد تک معین ہو چکی ہے لیکن مشرقی یونان اور خاص اقلیم یونان کے سکوں کی بہت کچھ تحقیقات کرنا ابھی باقی ہے۔

میری آرزو یہ ہے کہ جسطرح میرے نقادوں نے پہلی جلد کی تنقید مہربانی آمیز پیرائے میں کی ہے اسیطرح وہ اس جلد کیساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کریں۔ پہلی جلد کے جن تبصروں سے میں واقف ہوں انھوں نے مجھے اور بھی زیادہ ثابت قدم کر دیا ہے لیکن ساتھ ہی مجھے اپنے نقائص بھی معلوم ہو گئے ہیں جن کا ازالہ کرنے کی میں نے اس جلد میں کوشش کی ہے۔ بلا شبہ اس جلد میں بھی چند در چند تفصیلی نقائص ہونگے، مگر مجھے یقین ہے کہ اُن سے اس کی قدر و قیمت میں بٹہ نہیں لگے گا۔

ا۔ ہ

یادداشت

انگریزی مترجموں کی یہ خواہش ہے کہ ان تصحیحوں و اضافہ جات کا شکریہ ادا کریں جو مصنف نے کی ہیں۔ ساتھ ہی وہ فریڈرک کلارک صاحب کے ممنون ہیں جو انھیں انگریزی ترجمہ کی نظر ثانی اور پروف کی تصحیح میں دقت اٹھانی پڑی ہوگی۔

باب (۱)

بغاوت ایونیہ

اس باب اور چند دیگر ابواب میں ہم ناظرین کے سامنے تاریخ دنیا کے بعض اہم ترین واقعات پیش کریں گے۔ ہم اس وقت مشرق اور مغرب کے اس عظیم الشان محاربے تک پہونچ گئے ہیں جسے عام طور پر جنگ ہائے ایران کا لقب دیا جاتا ہے اور جو ان لڑائیوں میں سب سے پہلی ہے جو دول مشرق نے مغرب کے مقابل ہو کر لڑیں۔ اس جنگ کا ایک اور عظیم الشان محاربے سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے جو ازمنۂ وسطےٰ میں اسلام اور عیسویت کے پیروؤں کے درمیان برپا رہا۔ یہ حملہ صرف ایک ہی مرکز سے نہیں کیا جاتا ہے بلکہ مشرق دو مختلف محاذوں یعنی ایشیا اور افریقہ سے مغربی تمدن پر اثر ڈالا جاتا ہے۔ بلاد یونان کی نظر میں سنہ ق م کے قرطاجنہ اور سوس کو بعینہ وہی رتبہ حاصل تھا جو عیسوی دیار کی نگاہ میں دسویں صدی عیسوی کے بغداد اور قیروان کو۔ مگر ایک خاص امر میں یہ دونوں دور ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ازمنۂ وسطےٰ میں دول متخاصمہ ایک دوسرے کے ہم رنگ ہیں۔ دونوں کے رگ و پے میں تعصب سرایت کئے ہوئے ہے، دونوں جانب کے جنگجوؤں کی تعداد تقریباً مساوی ہے، دونوں طرف کے سپہداروں کو فن حرب کے اصولوں سے بخوبی واقفیت حاصل ہے، لیکن جس جنگ کا ہم اس وقت بیان کر رہے ہیں اس میں یہ سب نہیں پایا جاتا بلکہ فریقین میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا

باب ۱

ہے۔ ابتدائے جنگ میں مشرق کے پاس ہر قسم کے وسائل اور قوت موجود ہے مگر اس کے برعکس یوناں کی ظاہری شکل وصورت محض غریبانہ ہے۔ مشرق کے پاس لاتعداد سپاہی اور بہترین سامان حرب موجود ہے اور اس کے عظیم الشان لشکر ایک ہی مرکز کے اشارے سے کٹھ پتلیوں کی طرح اِدھر اُدھر حرکت کرتے نظر آتے ہیں خواہ وہ مرکز شخصی ہو یا عدیدی، اس کے برعکس مغرب میں جنگ کی للکار کا جواب ایک ایسی قوم دیتی ہے جو مجتمع ہونے کے بجائے متفرق ہے، اس کے افراد کی تعداد نہایت ہی کم ہے مگر ان میں خود اپنے اوپر پوری طور پر اعتماد ہے اور وہ نہایت تندہی سے اپنے جنم بھوم کے خاطر لڑنے مرنے کو تیار ہیں۔ جس چیز سے انھیں دلی نفرت ہے وہ شخصی حکومت ہے اور انھیں اپنی قوت بازو اور اپنے گھریلو دیوتاؤں پر پورا بھروسہ ہے وہ ایک ایسی قوم کے منتخب شدہ افراد ہیں جو ابھی اپنے عنفوان شباب ہی میں ہے اور جسے خداوند تعالےٰ نے اعلیٰ ترین صفات سے سرفراز کیا ہے مگر ساتھ ہی جس میں بہت سے نقائص بھی ہیں اور جو خوبصورت چیز کو دیکھتے ہی جوش میں بھر جاتے ہیں ان کا ادراک نہایت ارفع و اعلےٰ ہے مگر ساتھ ہی بعض اہم معاملات میں ان کی رائے بہت جلد جلد تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ وہ ایسی ملّتوں میں منقسم ہیں جو مشکل سے ایک دوسرے کے ساتھ ملکر امن چین سے اوقات بسر کرسکتے ہیں اور ان کے مابین ہر موقع پر تفرقے اور تنازعے برپا رہتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود یورپ ہی کا بول بالا ہوتا ہے اور بالآخر عقل مادے پر قوتِ تادیب تعداد محض پر اور حقیقی زندگی ترتیب کار کے اصول پر غالب ہوجاتی ہے۔

مشرق اور مغرب کے مابین جو تنازعات وقتاً فوقتاً برپا ہوئے ان سب کا مقصد ایک ہی تھا لیکن ان کا ایک دوسرے سے کچھ زیادہ تعلق نہیں تھا اور اگر ہم ان کی ترقی کے مدارج سمجھنا چاہیں تو دو مختلف میدانوں میں تگ و دو کرنا پڑیگی۔ خاص اقلیم یونان کے مدمقابل تو ایرانی تھے اور سرقوسیوں اور اکراگاسیوں کے خلاف قرطاجنی۔ ان دونوں جن سے پہلا میدان دوسرے سے کہیں زیادہ دلچسپ اور شاندار رہے مشرق میں دونوں فریق صریحاً ایک دوسرے کے مخالف نظر آتے ہیں، جھگڑا اور تنازعہ تمدن اور تہذیب کے دو اہم قائم مقاموں کے درمیان ہے اور جو اقوام دیگر قوموں سے زیادہ ممتاز ہیں وہی اس میں حصہ لیتی ہیں۔ لیکن مغرب میں فریقین کی

باب ۱۲ نوآبادیوں کا تصادم ہوتا ہے۔ ایک طرف یونانی قوم کی شاخیں صف آرا ہیں دوسری جانب فنیقی قوم سے مستعمرات ایستادہ ہیں اور یہ ایران کے دست نگر ہیں مغرب میں محض یہ مسئلہ درپیش نہیں کہ یونانی اصول مشرقیوں کو شکست دیدیں، وہاں فاتح و ناصر فریق کا ہر ایک خودسر ہے مگر وہ خودسر ایسا ہے جو اپنے صنف میں سب سے ہر دلعزیز ہے اور جس نے زیادہ بلاد یونان کی خدمت کسی نے انجام نہیں دی+

یونان اور ایران کے باہمی مناقشے کا اصل باعث بغاوت ایونیہ تھی جو دراصل یونانی شخصی حکمرانوں کی لامتناہی اور مسلسل آرزوؤں کی وجہ سے پھیلی۔ شہنشاہ داریوش نے جب اسکیٹ قوم کے خلاف مہم سر کی ہے تو اس نے دریائے ڈینوب کو عبور کرنے کے بعد ایونی بلدیات کے خودسروں کو اپنے تعمیر کردہ کشتیوں کے پل کی نگہبانی کے لئے چھوڑ دیا تھا[1]۔ ہمیں ہیروڈوٹس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممتاز خودسر دافنیس والی ابی دوس، ہپوکلوس والی لیمپساکوس، ہیروفانتوس والی پاریوم، متروودروس والی پروکوئے سوس، ارسطاغورس والی کیزکوس، ارسطون والی بائی زنطہ، ملتیادیس والی خرسونیز،

[1] اسکیٹ قوم پر داریوش کی فوج کشی اور اس قوم کے عام حالات کے لئے ہیروڈوٹس ۴، ۱ تا ۱۴۴ کا مطالعہ کیا جائے۔ ڈنکر (۴ [۱۴۴]، ۱۹۱) اور بوسولٹ (۲، ۱۲) اس کی تاریخ کا تعین ۵۱۳ قم میں کرتے ہیں۔ اسکیثیہ کی عام حالت کے لئے نوئی مان کی کتاب "اسکیثیہ میں یونانی" دیکھنا چاہئے۔ نوئی مان اور دیگر مورخوں کے نزدیک اسکیتی موگول (مغل) کی نسل کے ہیں مگر تسوئس وغیرہ انھیں آریائی بتاتے ہیں۔ اس مسئلہ کے لئے بوسولٹ ۲، ۱۵ دیکھنا چاہئے۔ ہیروڈوٹس کے عجیب و غریب بیان کی مفصل تنقید کے لئے ڈنکر ۴ (۴)، ۴۹۸ کا مطالعہ سود مند ہوگا اس کی رائے ہے کہ داریوش مشرق کی طرف نہیں بلکہ شمال کی جانب چلا اور دریائے پروت کے کنارے کنارے ہوتا ہوا دریائے دنیستر کی دلدلوں تک پہونچ گیا۔ زمانہ حال کی تصانیف میں سے گ، مائر کا مضمون "ملک اسکیثیہ و مہم داریوش" دیکھا جائے ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ باسفورس کا پل مندروکلیس ساکن ساموس نے داریوش کے لئے تیار کرایا تھا۔[2]

باب ۶

ستراتس والی لیمپسس، ایاکیس والی ساموس، لاؤداماس والی فوکیا، ہستیایوس والی ملطہ اور ارسطاغورس والی کیمے تھے۔ داریوش کی روانگی کے بعد اسکیتی قوم کے چند افراد ان کے پاس آئے اور کہا کہ پل پر قبضہ کرنے کا موقعہ آگیا ہے اگر ہم نے اسے ہاتھ سے نہ جانے دیا تو شہنشاہ کا راستہ بالکل مسدود ہو جائیگا اور یونانی آزاد ہو جائیں گے۔ ملتیادیس کی رائے تھی کہ اس تحریک پر عمل کیا جائے لیکن دیگر والیان بلدیات نے ہستیایوس کی رائے کے مطابق یہ طے کیا کہ شہنشاہ کا وفادار رہنا ہی مناسب ہے اور محض ظاہر داری کے لئے انھوں نے پل کا وہ حصہ جو اسکیتی کنارے پر پڑا ہوا تھا علیحدہ کر دیا۔ اب اسکیتیوں نے طویل و عریض صحرائے روس پر ایرانیوں کا تعاقب کیا لیکن وہ انھیں پکڑ نہ سکے اور آخر کار ایرانی پل تک پہونچ گئے۔ مگر رات زیادہ ہوگئی تھی اور چونکہ انھیں اندھیرے میں پل بالکل نظر نہ آیا اس لئے وہ بہت متردد ہوئے۔ ان کی فوج میں ایک بلند آواز مصری بھی تھا اور وہ نہایت زور سے ہستیایوس کا نام لیکر پکارا جس پر وہ فوراً آموجود ہوا اور ٹوٹے ہوئے پل کی مرمت کر دی۔ اگر یہ قصہ حقیقت پر مبنی ہے تو داریوش کو ہستیایوس کا بدل ممنون و شکر گذار ہونا چاہئے تھا۔ ہستیایوس خود پل کی حفاظت کرتا ہے، دریا کے کنارے ایرانی ایسے آموجود رہتے ہیں جیسے مفرور سواروں کا کوئی دستہ، اور بے کار اس پل کی تلاش کرتے ہیں جس کے ساتھ ان کی حفاظت کا مسئلہ وابستہ ہے۔ اگر بالفرض اس افسانہ آمیز بیان میں واقعات ایک دوسرے کے ساتھ ویسے ہی پروئے گئے ہیں جیسے شکسپیر کے کسی منظر میں، اور اگر ایرانی فوج کو اس قدر خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑا جتنا ہیروڈوٹس بیان کرتا ہے اور بالفرض یہ بھی غلط ہو کہ یونانیوں کو اس کا یقین تھا کہ اگر وہ پل کو توڑ ڈالیں گے تو ایرانیوں کو سخت زک پہونچے گی، پھر بھی اس تمام قصے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایونیوں میں جو شخص داریوش کا سب سے بڑا دوست تھا وہ ہستیایوس ہی تھا۔ اسے انعام کے طور پر داریوش نے مرکینوس نامی مقام جو دریائے استرمیون کے کنارے واقع تھا عطا کیا اور اس نے اسے قلعہ بند کر لیا۔ لیکن میگا بیزوس نے جو یورپی صوبہ جات ایران کا صوبہ دار تھا داریوش سے کہا کہ یہ قلعہ بندی دولت ایران کے لئے خطرے سے خالی نہیں ہے، جس کے جواب میں ہستیایوس کو شہنشاہ نے

باب

سوس طلب کیا اور یہ ظاہر کیا کہ دربار ایران میں ہستیائیوس کی خدمات کا اعتراف کیا جائیگا مگر فی الحقیقت اس کی غایت یہ تھی کہ ہستیائیوس کو بالکل بے دست و پا کر دے اور آخر کار وہ اپنی خواہش کے خلاف دربار ایران میں حاضر رہنے پر مجبور ہوا۔ اس نے یہ بھانپ لیا کہ جب تک مغربی ممالک میں بے چینی کے آثار نمودار نہ ہوں گے اس وقت تک اس کا سوسؔ سے ہٹنا ناممکن ہے اور اگر بغاوت ہوئی تو شہنشاہ لامحالہ اسی کو بغاوت فرو کرنے کی غرض سے بھیجے گا۔ اب چونکہ بغاوت کا خود بخود پیدا ہونا دشوار تھا اس لئے وہ اس کے بھڑکانے کی فکر میں لگ گیا اور اس میں اسے ایک اور شخص نے مدد دی جو چند دیگر اسباب کی بنا پر ایونیہ کو مشتعل کر دینا چاہتا تھا +۲؎

ہستیائیوس کے قائم مقام کی طور پر اس کا ایک داماد ارسطاغورس ملطہ پر حکومت کرتا تھا۔ ناکسوس کے چند جلاوطن اعیانی اس کے پاس آ کر اس سے مدد کے ملتجی ہوئے۔ ارسطاغورس نے سوچا کہ اگر اس نے انھیں مدد دی تو وہ خود ناکسوس کا خودسر حاکم بن بیٹھے گا اور ابتدا میں اس نے ناکسوسیوں کی استدعا کو منظور کرنا چاہا۔ لیکن غور کرنے پر اسے معلوم ہوا کہ ملطہ کا اقتدار اس مہم کے لئے بالکل ناکافی ہے۔

۲؎ بغاوت ایونیہ۔ ہیروڈوٹس ۵، ۲۸ تا ۶، ۴۲+ وائیسن بورن: "بغاوت ایونیہ" بے نا ۱۸۹۴ء ۶، ۲، ۸ وغیرہ + مقابلہ کیا جائے پوسیلٹ: "داریوش کے زمانے میں مغربی ایشیائے کوچک کی حالت" کیونگز برگ ۱۸۷۹ء کردم بولتس: "ایشیائے کوچک کا ایرانی صوبہ" لائپزگ ۱۸۸۳ء + ڈنکر کے نزدیک واقعات کا تسلسل مفصلہ ذیل ہے:-

۵۰۱ ق م۔ ناکسوسیون کا معروضہ۔ ۴۹۶ ق م جنگ لادے۔

۴۹۵ ق م۔ تسخیر ملطہ۔

اس کے برعکس بوسوئٹ کے نزدیک:-

۵۰۰ ق م۔ ناکسوسیون کا معروضہ۔ ۴۹۷ ق م۔ جنگ لادے (بوسونٹ ۲، ۲۹)۔

۴۹۴ ق م۔ تسخیر ملطہ۔

ہمارے نزدیک صرف ایک امر کا تعین ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ بغاوت کی ابتدا سے چھ سال کے بعد ملطہ مسخر ہوا ہے۔

منجملہ دیگر مورخوں کے ڈنکر نے بھی ۷ (۵)، ۴۴ میں یہ دکھایا ہے کہ یہ مفروضہ ناقابل اعتبار ہے کہ میگا باتیس نے سازش کی خبر دی تھی +

لہذا اس نے ایرانی قوت وجبروت سے کام نکالنا چاہا اور تمام معاملہ بے کم وکاست سارڈس کے صوبہ دار ارتافرنز کے سامنے پیش کردیا۔ اس نے اسے یقین دلایا کہ جزیرہ ناکسوس کو ایک سو جنگی جہاز مسخر کرسکتے ہیں اور اگر اس مہم میں کامیابی ہوئی تو ممکن ہے کہ جزیرہ یوبیہ بھی فتح ہوجائے۔ ارتافرنز نے اس کی اطلاع شہنشاہ ایران کو کرکے اس کی منظوری حاصل کرلی اور اپنے عزیز میگاباتیس کو مہم سر کرنے کے لئے مقرر کیا۔ لیکن راستے میں میگاباتیس اور ارسطاغورس میں نقیض پیدا ہوئے جسکی وجہ سے مہم میں خرابی پڑگئی اور بالاخر انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ میگاباتیس نے اس تمام سازش کا حال ناکسوسیوں کو بتلادیا جنھوں نے تیاریاں مکمل کرکے چار ماہ محصور رہنے کے بعد بالآخر حملہ آوروں کو شکست دیدی۔ جب ارسطاغورس ملطہ واپس آیا تو اسے اپنی مشکلات محسوس ہونے لگیں۔ اسے مالی نقصان تو کچھ زیادہ نہیں پہونچا تھا لیکن اس نے خیال کیا کہ وہ اس وعدے کا ایفا نہیں کرسکا جو اس نے ایرانیوں سے کیا تھا اس لئے ممکن ہے کہ اس پر ایرانی الزام لگائیں یا اسے خودسرانہ حکومت سے معزول کردیں، اور وہ یہ سوچنے لگا کہ شاید بغاوت کرنے سے جملہ مشکلات رفع ہوجائیں۔ جب وہ اس قسم کے خیالات میں مستغرق تھا تو ہستیائیوس کے پاس سے ایک غلام آیا اور ارسطاغورس کے سامنے اپنی حجامت بنانے کی خواہش کی جب اس کا سر مونڈا گیا تو اس پر یہ پیغام گدا ہوا نظر آیا کہ ارسطاغورس کو فوراً علم بغاوت بلند کردینا چاہئے اس نے اپنے دوستوں کے سامنے یہ واقعات بیان کردئے اور ان سے بھی شرکتِ بغاوت کی استدعا کی جس پر مورخ ہکاتائیوس کے علاوہ باقی سب نے آمادگی کا اظہار کیا۔ اس نے یہ کہا کہ اگر وہ درحقیقت بغاوت پر کمربستہ ہیں تو انھیں کم از کم برانکی دائے کے اپولو دیبی کے مندر کے خزانے پر قبضہ کرلینا چاہئے۔ اس مسئلے پر اتفاق بالکل ناممکن تھا اور تخالف آراء کے باوجود علم بغاوت بلند کردیا گیا۔ ارسطاغورس عامۃ الناس کو اپنا جانب دار کرنے کے لئے خودسری سے مستعفی ہوگیا اور اپنی رعایا کی آزادی کا اعلان کردیا۔ لیکن اس بیڑے کے جہازوں پر جو ناکسوس سے واپس آرہا تھا چند خودسر ایسے بھی تھے جو ایرانیوں کے مداح تھے مثلاً اولیاتوس والے میلاسا، ہستیائیوس والے ترمرا، کومیس وائے متی لنہ، ارسطاغورس والے کیمے وغیرہ: ان سب کو باغیوں نے گرفتار کرکے اپنے اپنے

باب

باب ۱ شہروں کے باشندوں کے حوالہ کر دیا۔ ان میں سے کوئیس تو متی لینیوں کے ہاتھوں سنگسار ہوا، باقی سب بچ گئے۔

اب باغیوں کو حلیف پیدا کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ارسطاغورس سب سے پہلے اسپارٹا گیا۔ وہاں سب سے بارسوخ شخص شاہ کلیومینس تھا جس کا ذکر اس کتاب کی پہلی جلد کے ستائیسویں باب میں آچکا ہے اس کے سامنے ارسطاغورس تانبے کی ایک تختی لایا جس پر ملک، دریا اور سمندر بنے ہوئے تھے، اور ہمیں اس میں شبہ نہیں کہ یہ علامہ دہر ہکاتائیوس کا بنایا ہوا نقشہ تھا۔ ارسطاغورس نے کہا کہ ایونیوں کے لئے غلامی کی زندگی بسر کرنا سخت ترین توہین ہے جسے یونانی ہرگز برداشت نہیں کرنا چاہتے۔ اسپارٹی اپنی بہادری میں دیار یونان میں سب سے ممتاز ہیں اور وہ اس قوم کے رہبر بھی ہیں اور اس کے برعکس ایرانی نہ تو بہادر ہیں اور نہ ان کے پاس عمدہ اسلحہ ہیں اس لئے انھیں اسپارٹی بآسانی مغلوب کر سکتے ہیں۔ اب اس نے ان اقوام کا حال بیان کیا جو سمندر اور پائے تخت ایران یعنی سوس کے درمیان آباد تھے اور کہا کہ اگر یونانی کامیاب ہو گئے تو سوس کا عظیم الشان خزانہ ان کے ہاتھ لگ جائے گا۔ کلیومینس نے اس کے جواب کے لئے تیسرے دن کا وعدہ کیا اور اس قدر دریافت کیا کہ آخر سوس کا کتنے روز کا راستہ ہے۔ گو ایونی بہ آسانی غلط جواب دے سکتا تھا (اور ہیرودوٹس کا خیال ہے کہ اسے صحیح جواب نہیں دینا چاہئے تھا) لیکن اس کے بجائے اس نے یہ سچا جواب دیا کہ اسپارٹا سے سوس تین مہینے میں پہونچتے ہیں۔ یہ سن کر کلیومینس اچھل پڑا اور کہنے لگا کہ اگر سوس اتنا ہی دور ہے تو پھر اسپارٹا ایونیوں کی کسی طرح مدد نہیں کر سکتا۔ اب ارسطاغورس نے ملتجیانہ انداز سے کلیومینس کی خوشامد کی کہ وہ اسے ایک مرتبہ اور باریابی کا موقعہ دے اور باریابی پر ملطی خودسر نے روپیہ پیش کر کے کلیومینس کو اپنی طرف کرنا چاہا۔ اس نے پہلے تو دس تالنت نکالے اور پھر رفتہ رفتہ اس رقم میں اضافہ کرتا گیا۔ جب اس کی تعداد پچاس تالنت تک پہونچ گئی تو کلیومینس کی چھوٹی لڑکی گورگو (جس کی بعد میں لیونی داس کے ساتھ شادی ہوئی) اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگی کہ ابا جان اگر آپ اسی وقت یہاں سے نہ چلے گئے تو یہ اجنبی آپ کو ورغلا لے گا۔ اس پر کلیومینس ایک دوسرے کمرے میں چلا گیا

باب۱ اور ارسطاغورس کو مجبوراً اسپارٹا کو خیرباد کہنا پڑا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس جگہ بھی واقعات کو ذرا چٹ پٹا کر دیا گیا ہے۔ لیکن ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ پردے کے پیچھے اصل میں کیا کیا ہو رہا ہے۔ اغلب ہے کہ بعض اسپارٹی شہری ایسے بھی ہونگے جو اس مہم کے خلاف نہ تھے مگر چونکہ ان کی تعداد کم تھی اس لئے مہم کا سر کیا جانا ناممکن تھا۔ محض ایک شخص ارسطاغورس کا بیان اس بات کی ضمانت نہ تھی کہ حملہ آوروں کو ایشیا میں کسی قسم کی مدد مل سکیگی۔ جو مملکت اسپارٹا کے اصولوں کا دم بھرتی ہو اس کے لئے سوس کا خزانہ بطور مال غنیمت مل جانا ہرگز کافی نہ تھا۔ اور ہم پہلی جلد میں دیکھ چکے ہیں کہ کلیومنیس سمندر پار کی مہمات کو کچھ زیادہ پسند نہ کرتا تھا+ بدیں وجوہ اس گفت وشنود کو ختم کرنے کے لئے جو ایونیہ اور اسپارٹا کے مابین شروع ہوگئی تھی ایک بہانہ تلاش کیا گیا اور وہ بہانہ یہ ملا کہ چونکہ سوس یونان سے بہت دور ہے اس لئے اسپارٹا مدد نہیں دے سکتا۔ یہ ایک نہایت لغو بات تھی؛ اگر اسپارٹیوں کا مقصد محض ایران کے خزانے پر قبضہ کرنا ہی تھا تو یہ کوئی اعلیٰ مقصد نہ تھا۔ رہے ایونیہ کے باشندے، سو وہ اس مسافت کو عبور کئے بغیر ہی آزاد ہو سکتے تھے۔ حق تو یہ ہے کہ بے چارے ایونیوں کی آزادی کا خیال نہ تو ارسطاغورس ہی کو تھا نہ اسپارٹیوں کو+ ۵۳

جب ارسطاغورس کو اسپارٹا میں ناکامی ہوئی تو اس نے ایتھنز کا رخ کیا+ لیسوس کے زمانے سے یہاں کے حالات بالکل بدل گئے تھے۔ اس نے بھی پہلے تو اسپارٹا کے

---

۵۳ ارسطاغورس کی تقریر کے ابتدائی فقرے (ہیرڈوٹس ۵، ۴۹) جس میں ایونیوں کی آزادی کا مسئلہ پیش کیا گیا ہے، ایک ایسے خودسر کی زبان سے جو حال ہی میں جزیرہ ناکسوس کو مطیع کرنے کی فکر میں لگا ہوا تھا نہایت ہی عجیب وغریب معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ارسطاغورس کی حکمت عملی کی اس تبدیلی سے ہم ان قومی حوصلوں اور آرزوؤں کے معترف ہوتے ہیں جو یونانیوں کی تھیں+

ڈنکر (۷، ۴۰) اسپارٹا پر اس کے غیر جانب دارانہ طرز عمل پر حملہ کرتا ہے اور اسے بزدل اور کوتاہ اندیش کا لقب دیتا ہے۔ لیکن اگر اسپارٹا راضی ہو جاتا تو اسے یہ تنبیہ کر لینا چاہئے تھا کہ وہ تن تنہا ایران سے لڑیگا۔ اس لئے کہ ارسطاغورس جیسے حلیف پر کسی حالت میں بھروسہ نہیں کیا جا سکتا+

باب

ہی سامنے دست استدعا پھیلایا تھا اور اسے یونانی قوم کے سردار کا لقب دیکر اس کی چاپلوسی کی تھی لیکن اسپارٹیوں نے اُسے خوش آمدید کہا تھا لیکن اس مرتبہ ارسطاغورس کے مرافعے کا کسی نے لحاظ بھی نہیں کیا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ اسپارٹیوں کو جن میں عمل پسندی کی صفت ممتاز تھی ان دونوں میں کسقدر فرق محسوس ہوا ہوگا! جب کرلیسوس نے اسپارٹا سے مدد چاہی تھی تو وہ (مغربی) دنیا کا سب سے دولتمند حکمراں تھا: لیکن اب جو شخص مدد کے لئے ہاتھ پھیلا رہا تھا وہ ایک معزول خودسر تھا اور بالکل ممکن تھا کہ جیسے اس نے ایرانیوں کی غداری کی ویسے ہی یونانیوں کی مخالفت کرنے لگے۔ مگر ایتھنز کی صورت حال ذرا مختلف تھی، ایتھنز اور ایران میں ہمیشہ نقیض رہتے تھے، اور ہپیاس (جو اس وقت تک سگیوم اور لمپساکوس میں پڑا ہوا تھا) اور ایران کے تعلقات اچھے تھے بلکہ ساردس کے صوبہ دار ارتافرنز نے ایتھنزیوں سے یہ درخواست بھی کردی تھی کہ وہ ہپیاس کو پھر تخت پر بٹھادیں[1] خاندان پی سسترا توس کی مسلسل سازشوں کا ایتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ ہپارکوس کو جو اس خانداں کے قرابت داروں میں سے تھا جلا وطن کردیا۔ اس کے علاوہ ایتھنزی ایونیوں کو اپنے ہم قوم آباد کار سمجھتے تھے، اسی لئے ایتھنز اور ملطہ میں بہت گہرے تعلقات تھے، غرض یہ ہے کہ ایتھنز نے مطلوبہ مدد کا وعدہ کرلیا اور میلانتھیوس کی سرکردگی میں پچیس جہاز روانہ کئے جن میں سے بیس تو ایتھنز کے اور پانچ ایریتریا کے تھے (جس کے ایتھنز اور ملطہ سے گہرے تعلقات تھے)۔ میدان کارزار گرم ہوگیا؛ ارسطاغورس اپنی فوج کو افی سوس اور کوہ تمولوس ہوکر ساردس کی طرف چلا اور علاوہ خاص قلعے کے (جہاں ارتافرنز نے اس کا مقابلہ کیا) پورے شہر پر یونانی قابض ہوگئے۔ لیکن شہر میں آگ لگ گئی اور اس کے باشندوں نے چوک میں جمع ہوکر پوری قوت سے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور آخرکار انھیں شکست دیکر نکال دیا، اب مغربی ایشیائے کوچک میں جو ایرانی فوج تھی وہ سب متحد ہوگئی۔ اس نے افی سوس تک یونانیوں کا تعاقب کیا اور وہاں پہونچ کر انھیں سخت شکست دی اور آخرکار ایتھنزیوں کو مایوس ہوکر وطن واپس آنا پڑا۔ غرض یہ ہے کہ ایونیہ کے مسائل میں سخت برہمی پیدا ہوگئی تھی اور اگر ایونیوں کو ایسے طیف نہ

---

[1] ہیروڈوٹس ۵، ۹۶+

باب ۱

مل جاتے جن میں ایرانی لشکر کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک کھینچ لانے کی قوت ہو تو ایسی حالت میں ایونیوں کو کسی قسم کی امید باقی نہ رہتی۔ لیکن انھیں آخر کار ایسے حلیف مل گئے۔ معاملات میں یکسوئی پیدا ہونا شروع ہو گئی اور اس خیال سے کہ اب یونانی جوا کندھوں سے اتار کر پھینک دینے کا وقت آگیا ہے یونانیوں اور نیم یونانیوں میں جوش و خروش کی کیفیت پیدا ہونی شروع ہو گئی + شمال میں بائی زنطہ اور بعض دیگر شمالی بلدیات اور جنوب میں کاریہ کے شہر بھی (جہاں کے حکام ایرانیوں کے اس قدر "تابع نہ تھے جتنے ایونی) اس بغاوت میں شریک ہو گئے یہاں تک کہ شہر اماتھوس کے علاوہ جزیرہ قبرص کے جملہ بلدیات نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا + یہاں قبرص میں دو فریق تھے، گورگوس شاہ سالامس تو ایران کا جانب دار تھا مگر اس کا بھائی اونے سیلوس باغیوں کا سرگروہ تھا +

اس بغاوت کا حال سن کر داریوش آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے ایتھنزیوں کو بہت برا بھلا کہتے ہوئے دعا کی کہ زیوس دیوتا ایتھنزیوں کو اس کا عوض دے اور ایک شخص کو خاص اس کام پر متعین کیا کہ وہ ہر کھانے کے وقت بہ آواز بلند ایتھنزیوں کے حرکات قبیحہ کی یاد تازہ کیا کرے[ھ] + اس نے ہستیائیوس کو طلب کر کے اس کے سامنے بغاوت کا حال بیان کیا اور اسے مورد الزام گردانا۔ اس کے جواب میں ہستیائیوس نے یہ جواب دیا کہ اس بغاوت کا اصلی سبب یہ ہے کہ وہ خود موقعہ واردات پر موجود نہ تھا ورنہ وہ ضرور باغیوں کو باز رکھتا" اور یہ دعوے کیا کہ اگر شہنشاہ اسے روانہ کر دے تو وہ نہ صرف بغاوت کو فرو کر دے گا بلکہ نئے نئے ممالک اور خاص جزیرۂ سار دینیا بھی (جو اس زمانہ میں گویا زریں ملک سمجھا جاتا تھا) ایران کے لئے فتح کرا دے گا۔ یہ سنکر پہلے تو شہنشاہ نے اسے بغاوت فرو کرنے کے لئے مقرر کیا مگر پھر اپنی رائے پلٹ دی اور اسے برخواست کر دیا۔

اسی اثنا میں معاملات نے ایران کے موافق صورت اختیار کر لی تھی جنگ کی ابتدا جزیرۂ قبرص میں ہوئی جہاں چند ایونی پہونچ کر قبرصیوں کو مدد دے رہے تھے۔ لیکن سیلیسیہ سے ایرانی کمک پہونچ گئی اور لڑائی میں نہ صرف

[ھ] داریوش کے غصے کی کیفیت ہیروڈوٹس ۵، ۱۰۵ میں دی ہوئی ہے +

باب ۱۰ قبرسیوں کو شکست ہوئی بلکہ اونے سیلوس بھی کام آیا۔ بہر حال ایونیوں کو ایک بحری لڑائی میں کامیابی ہوئی اور وہ اپنے گھر واپس آ گئے۔ غرض یہ ہے کہ ایک سال تک آزادی کا لطف اٹھا کر قبرسی پھر ایران کی رعایا بن گئے اور ایرانیوں نے سالامس کے تخت پر گورگوس کو بٹھا دیا[۵۰]+ بلاد شمال میں بھی صورت واقعات کچھ اسی قسم کی تھی۔ داریوش کے ایک داماد داؤری سیس نے داردانوس، ابی دوس، پرکوتے، لمپساکوس اور پئے سوس پر قبضہ کرلیا۔ وہاں سے اسے یہ خبر ملی کہ کاریہ والوں نے ایرانیوں سے قطع تعلق کرلیا۔ وہ نہایت بہادری سے لڑے اور دو مرتبہ شکست کھانے کے بعد انھوں نے ہرقلیدیس ساکن میلاسا کی ماتحتی میں ایرانیوں کو شکست دی اس کے بعد ایرانیوں کی تسخیر ملطہ تک کاریہ برابر آزاد رہا۔[۵۱] لیکن اس کا جنگ کے تمام حالات پر بہت کم اثر پڑا۔ ایرانی سپہ سالاروں یعنی ہی مائی ایز، ارتا فرنز اور اوتانیز (جو میگا بازو کی جگہ مقرر ہوا تھا) باسفورس کے بعض مقامات اور جزائر لیمنوس اور امبروس پر قابض ہوگئے تھے اور اب انھوں نے ایونیہ کے شہروں اور کلازومے نائے پر قبضہ کرلیا + ارسطاغورس بالکل مایوس ہوگیا تھا اور اس نے سربرآوردہ ایونیوں سے آیندہ کی بابت مشورہ کیا خود اس کی رائے تھی کہ انھیں سارڈینیا یا تھریس چلا جانا چاہئے۔ ہکاتایوس نے یہ رائے دی کہ وقتی طور پر ملطہ کو ایرانیوں کے سپرد کرکے سب برانکی وائے کے مقابل جزیرہ لیروس

---

[۵۰] قبرص نے کیکاوس کے سامنے ہتھیار ڈال دئے تھے؛ اور داریوش کے عہد حکومت کے بعد وہ ایران کے صوبہ پنجم کے ماتحت تھا جس میں فنیقیہ اور شام بھی شامل تھے + گورگوس یوئلتھون کے بعد تخت پر بیٹھا (ہیروڈوٹس ۵، ۱۰۴) اور ایک حکمران مسمی یوئلتھون کے سکے اسوقت تک موجود ہیں (ہیڈ۱۔ "تاریخ سکہ جات" ۶۲۵)؛ مگر یہ یوئلتھون گورگوں کا پیشرو نہیں بلکہ زمانۂ مابعد کا حکمراں معلوم ہوتا ہے + (اس امر کے متعلق فاضل مصنف کا دیباچہ دیکھا جائے جس میں نظرئے کی تصحیح کی گئی ہے۔ مترجم اردو)

[۵۱] کاریہ کے حالات۔ ہیروڈوٹس ۵، ۱۲۱ اور ۶، ۲۵۔ اس کا بوسولٹ ۲، ۴۳ سے مقابلہ کیا جائے +

چلے جائیں اور موقعہ پاکر ملطہ واپس آجائیں۔ لیکن اس کی بات پر کسی نے توجہ نہیں کی باب
اور آخر کار یہ ہی قرار پایا کہ کچھ نہ کیا جائے + اس پر ارسطاغورس میدان عمل چھوڑ کر
تھریس چلا گیا جہاں اس نے کچھ دن تک ایک لٹیرے اور ڈاکو کی سی زندگی بسر کی اور
آخر کار کسی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ہستیایئوس پہلے تو سارڈس اور ایونیہ گیا اور
ایرانیوں سے سازشیں کرنی شروع کردیں؛ لیکن اسے ہر جگہ سے نکالا گیا۔ بالآخر
اس نے متی لنہ کے باشندوں سے آٹھ سہ طبقہ جہاز لئے اور بائی زنطہ کو اپنا مرکز
بنا کر وہاں سے بحری رہزنی شروع کردی +

اس طریقے سے باغی یونانیوں نے اپنے ناقص عناصر کو نکال کر پھینک دیا؛
لیکن اس کے بعد بھی انھیں کوئی بدیہی کامیابی حاصل نہیں ہوئی + ایونی اور لسبوسی
متفق اور متحد تھے اور راس میکالے پر تمام حلیفوں نے جمع ہو کر یہ طے کیا کہ ملطہ کی تو صرف
ملطی ہی حفاظت کریں، مگر سمندر پر جملہ حلفار متحد ہو کر ایرانیوں کا مقابلہ کریں اس لئے
کہ ایرانی بیڑے میں فینیقی، قبرصی، سلیسی اور مصری شامل ہیں + یونانی بیڑا جزیرہ لادے
میں جو ملطہ کے مقابل واقع ہے مجتمع ہوا؛ اس میں ملطہ کے اسّی، پری اینے کے بارہ،
میوس کے تین، تیوس کے سترہ، خیوس کے سو، اریتھرائے کے آٹھ، فوکیہ کے تین،
لسبوس کے ستر، ساموس کے ساٹھ، غرض یہ کہ کل تین سو ترپن ۳۵۳ جہاز تھے، اور اس
سے ان بلدیات کے تمول اور قوت کا پتہ لگتا ہے۔ ان کے مقابل ایرانیوں کے پاس
چھ سو جہاز تھے + ایرانی سپہ سالاروں کو یہ یقین تھا کہ وہ محض قوت و جبر دت سے یونانیوں
کو نیچا نہیں دکھا سکتے اس لئے انھوں نے اپنے خود سروں کے ذریعے سے علیحدہ علیحدہ
یونانی دستوں سے گفت و شنود شروع کی ابتدا میں تو انھیں اس میں کچھ کامیابی نہیں
ہوئی، بلکہ اس کے برعکس یونانیوں نے یہ کوشش شروع کردی کہ اپنے بیڑے کو
حقیقی معنے میں آلہ حرب بنادیں اور فوکیہ کے تنومند رہبر دیونی سیوس نے اپنی خدمات
تمام جہازوں کے ملاحوں کو فن حرب سکھانے کے لئے پیش کیں جس کے ایک ہفتہ بعد
تک جہازوں میں نہایت جوش و خروش رہا۔ لیکن ہر کام کی ابتدا میں لوگوں کو ایک
خاص لطف آیا کرتا ہے اور اس جوش کے ساتھ علاوہ تکان اور اشکال کے احساس کے
دیگر احساسات کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ ہر امر محض رضا و رغبت پر منحصر تھا اور عامۃ الناس

باب ۱۵ کو اس کی کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوئی کہ اس بلدیہ کا ایک فرد جس نے سب سے کم مدد دی تھی کیوں فوج کا سپہ سالار مقرر کیا جائے۔ غرض یہ ہے کہ ان باتوں سے متاثر ہو کر ملاحوں نے (بجائے قواعد وغیرہ کے) موسم گرما کے ایام ساحل پر بسر کرنے کو ترجیح دی + جب یہ باد مخالف چل ہی رہی تھی تو ایک لڑائی ہوئی جسمیں ساموسیوں نے اپنے گیارہ جہازوں کو چھوڑ کر اپنے حلیفوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور میدان سے روانہ ہو گئے۔ اصل یہ ہے کہ ان پر خفیہ طور سے ان کے خود سر ایاکیس نے ایران کے موافق اثر ڈالا تھا اور وہ اس عاقلانہ نتیجے پر پہونچ گئے تھے کہ جب انکا بیڑا اس درجہ بے سر وسامانی کی حالت میں ہے تو اس سے یقیناً کچھ نہیں ہو سکتا۔ ساموسیوں کی دیکھا دیکھی لسبوسیوں نے بھی وہی کیا۔ باقی جہاز اور خاصکر خیوسی دستہ نہایت بہادری سے لڑا، لیکن ایسی حالت میں یونانیوں کی شکست ناگزیر تھی اور سب سے زیادہ خیوسیوں کو ہی مصیبت کا منہ دیکھنا پڑا۔ انھوں نے اپنے جہاز تو راس میکالے پر چھوڑ دیے اور خشکی کے راستے سے شمال کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن جب وہ ایفی سوس کے علاقے سے ہو کر گذر رہے تھے تو وہاں کے باشندوں نے (جنھوں نے جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا) انھیں چور اور ڈاکو سمجھا اور انھیں اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ ان کے ملک میں کہیں ان عورتوں کی عصمت دری کرنے کو تو نہیں آئے ہیں جو تھس موفوریا* کے تہوار میں مشغول تھیں، اور ان میں سے اکثر کو قتل کر دیا +

اس کے برعکس دیونی سیوس نے یہ دکھا دیا تھا کہ جب حالات اور واقعات مخالف ہوں تب بھی بہادری اور جانبازی کیا کچھ کر سکتی ہے۔ وہ تین فنیقی جہاز لے کر فنیقیہ گیا جہاں اس نے چند تجارتی کشتیاں گرفتار کیں، وہاں سے وہ سسلی چلا گیا جہاں کے مغربی سمندر میں اس نے قرطاجنیوں اور اٹرریوں کے خلاف چھاپے مارنا شروع کیے + غرض یہ ہے کہ خود غرض ہستیا یوس اور محب وطن دیونی سیوس دونوں نے اپنے

---

* تھس موفوریا ایک زنانہ تہوار تھا جو دیمیتر دیوی اور اس کی بیٹی پرسی فونے کے اعزاز میں اکتوبر کے اواخر میں ماہ پیانپ سیون کی گیارہویں تاریخ کو منعقد ہوتا تھا۔

(مترجم اردو)

مقاصد میں ناکامی کے بعد اپنی باقی ماندہ زندگی لوٹ مار میں صرف کی + اب ملطہ نے ہتھیار رکھدئے اور بغاوت کے چھٹے سال ایرانیوں نے اس پر قبضہ کر کے سب مردوں کو تہ تیغ کر دیا اور عورتوں اور بچوں کو دریائے دجلہ کے کنارے پر شہر ایمپے بھیج دیا اور دیدیما کا حرم برباد و ویران کر دیا^۸ + ملطہ کے قدیم دوستوں اور خاصکر ایتھنزیوں کو اس کے زوال سے بے حد قلق ہوا اور جب شاعر فری نخوس نے اپنا درامہ "تسخیر ملطہ" ایتھنزیوں کے سامنے پیش کیا اور اس کے ذریعے سے ان پر اس قدر اثر ڈالا کہ ان کے دل بھر آئے تو چونکہ اس نے ان کے غم واندوہ کی یاد تازہ کی تھی اس لئے انھوں نے اس پر ایک ہزار درہم جرمانہ کئے + حقیقت یہ ہے کہ وہ اس بات سے شرمندہ تھے کہ انھوں نے ملطیوں کی کافی وشافی مدد نہیں کی تھی^۹ + ہستیایئوس نے چندروز اور ڈاکہ زنی جاری رکھی اور خیوس اور ایولیہ کو تباہ و ویران کر دیا۔ اس کے بعد اسے یونانیوں نے پکڑ لیا اور ارتافرنز اور ہرپاگوس نے جنھوں نے اسے گرفتار کیا تھا بمقام ساردس اسے مصلوب کر کے اس کا سر داریوش کے پاس بھیج دیا۔ مگر داریوش کو ان کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور یہ کہہ کر کہ یہ ایک ایسے شخص کا عضو رئیس ہے جو ایران کے محسنوں میں سے تھا اسے مناسب اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کر دیا، اور حقیقت بھی یہ ہے کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ ایرانی سیادت ایونیہ کا ہی مخالف تھا یا صرف چند صوبوں سے ہی اسے پرخاش تھی^۱۰ + جس سال ملطہ کی تسخیر عمل میں آئی ہے اس کے دوسرے سال ایرانیوں نے تمام ایونی اقلیمی بلدیات پر قبضہ کر کے ان میں آگ لگادی اور ان کے باشندوں کو غلام بنا کر بیچ ڈالا منجملہ جزائر کے

---

۸ اس بت خانے میں اپولو کا جو تانبے کا بت رکھا تھا جسے کاناخوس نے ڈھالا تھا اسے ایرانی اپنے ساتھ ہمدان لے آئے۔ پوسانیاس ۱۶، ۲ اور دیگر کتب میں اس کا حوالہ دیا ہوا ہے +

۹ ہیروڈوٹس ۶، ۲۱

۱۰ ہیروڈوٹس ۶، ۲۰ یہ خیال پیش کرتا ہے کہ ہستیایئوس صرف ارتافرنز کے ہی خلاف تھا +

باب ۱

لسبوس، ٹینیے ڈوس اور خیوس کا بھی بعینہ یہی حشر ہوا۔ یہاں مردوں کو جانوروں کی طرح شکار کیا گیا اور ایرانیوں نے وہاں کے باشندوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جیسا حال کے زمانے میں ترکوں نے کیا ہے٭ صرف ساموس اس لئے بچا رہا کہ اس نے ایران کی خدمات انجام دی تھیں مگر اسے بھی ایاکیس کو اپنا خودسر تسلیم کرنا پڑا +

ہم نے اس بغاوت کے بیان میں ہیروڈوٹس کا اتباع کیا ہے اور واقعات کی جو تاویل اس نے کی ہے اسے ہوبہو نقل کر دیا ہے۔ اس نے یہ قصہ نہایت عمدہ طرز سے ناٹک کے پیرائے میں بیان کیا ہے اور مختلف اشخاص کے ذاتی خصائل پر بہت زور دیا ہے + اگر ہم بعض حوالہ جات اور اشارات کو پیش نظر رکھیں جو اس کی تاریخ میں پائے جاتے ہیں اور خاص طور پر ہیکاتایوس کے حالات کو نظر انداز نہ ہونے دیں تو ہم اندرونی تاریخ کا مفصلہ ذیل تسلسل پائیں گے:- ایونی بلدیات میں ایک وطن پرست فریق تھا جس کا نصب العین یہ تھا کہ اپنے ملک کے کندھوں سے ایران کا جوا اتار کر پھینک دے۔ اس گروہ کا مرکز شہر ملطہ تھا اور اس کے بہت سے قائم مقام تعلیم یافتہ دائروں میں موجود تھے۔ انھیں اپنی قومی تاریخ کے واقعات خوب یاد تھے اور ان کی وہ قدر کرتے تھے۔ انھیں سلطنت ایران کی کمزوریوں کا بخوبی علم تھا اور ان کا سب سے ممتاز رکن ہیکاتایوس تھا + مگر یہ لوگ نہایت ہوشیار تھے اور ان کا خیال تھا کہ ایسی بغاوت کرنا جس کی کامیابی کی امید نہ ہو بالکل بے کار ہے + اس کے علاوہ بلدیات کی زمام حکومت خودسر حاکموں کے ہاتھ میں تھی جن کے تعاون اور ہم کاری کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا تھا بلکہ جن کا مفاد اسی میں مضمر تھا کہ ایرانی اقتدار قائم رہے + یہ محض ایک اتفاقی امر تھا کہ تمام خودسروں میں سب سے زیادہ ملطہ کے خودسر ایرانیوں سے متنفر تھے اور انھوں نے اپنے خودغرضانہ مقاصد کو پورا کرنے کی غرض سے محبان وطن کے گروہ سے بات چیت شروع کر دی + خودسر ارسطاغورس میدان تدبر میں کچھ مہارت رکھتا تھا۔ اس نے بلدیات کی آزادی کے مسئلے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور ساتھ ہی حلیف جمع کرنے شروع کئے۔ ابتدا میں تو اس نے جنگ کا تمام و کمال کام اپنے ذمہ لیا، لیکن اس نے اس کی نگرانی حسب دلخواہ نہیں کی اور جب یونانی افواج کی پسپائی کے بعد ایرانی سپاہ نے ایونی بلدیات پر حملہ کیا تو دفعتہً انتظام اس کے قابو سے باہر ہو گیا اور

٭ اگر فاضل مصنف بجائے "ترکوں" کے "یونانیوں" کا لفظ لکھتا تو یقیناً واقعات کے مطابق ہوتا۔ مترجم اردو

اس سے اور ہیکاتائیوس نے بحری قزاقی کے میدان میں پناہ لی + اب جنگ کی صورت باب
پہلے سے ذرا پھر بہتر ہو گئی، مگر بدقسمتی سے فوج میں تادیب و ترتیب کا نام بھی نہ رہا تھا۔
غرض یہ ہے کہ اس لڑائی کا نتیجہ یونانیوں کے حق میں مضر ثابت ہوا اور سب سے
پہلے جنھوں نے ہتھیار رکھے وہ جنوبی حلیف یعنی قبرصی تھے اس کے بعد ایران نے
اپنی تمام تر قوت ایونیہ کے خلاف صرف کر دی + جس وجہ سے آخرکار پانسہ ایرانیوں کے
موافق پلٹ گیا وہ ایک تو یونانیوں کی نااتفاقی تھی اور دوسرے یہ بات تھی کہ یونانی
فوج میں معمولی قابلیت کا بھی کوئی کماندار نہ تھا۔ الغرض بدانتظامی رفتہ رفتہ غداری کی صورت
میں تبدیل ہو گئی اور ساموس کی علیحدگی کے بعد ایونیہ کا خاتمہ ہو گیا۔

ایرانیوں نے ہیلیسپونٹ، بحیرہ مرمرہ اور باسفورس کے بلدیات کو تسخیر
کیا: بائی زنطہ اور کالکیڈون کے باشندے میسیمبریا بھاگ گئے اور ایرانیوں نے
ان شہروں کو جلا کر خاکستر کر دیا + ان واقعات سے کچھ عرصہ پیشتر ملتیادیس نے ایتھنزیوں
کے نام سے لیمنوس اور امبروس پر قبضہ کر لیا تھا لیکن اب اسے ان جزیروں کو چھوڑ کر
ایتھنز بھاگ آنا پڑا[۱۱۵] + ادھر آرتافرنز نے مفتوحہ اضلاع کا انتظام ترتیب دیا اور ہیروڈوٹس کے
بیان کے بموجب چند نہایت مفید قوانین جاری کرائے۔ اس نے جملہ بلدیات کو ایک دوسرے
سے ایسے معاہدے کرنے پر مجبور کیا جن کی رو سے انھیں آیندہ باہمی تنازعات پنچوں کے سپرد
کرنے پڑے + اس کے علاوہ اس نے تمام ممالک کی پیمائش کرا کر خراج کا تعین کیا اور
ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ اس کے زمانے میں خراج کی اتنی ہی تعداد تھی + ان سب اصلاحوں
کا یہ نتیجہ ہوا کہ اندرونی آزادی کے اعتبار سے ان کی حالت پہلے سے بھی بہتر ہو گئی +
ایرانی حکومت نے یونانی ساحلی بلدیات کے برتاؤ میں ترتیب دہی اور تنظیم آوری کا ثبوت
دیا، اور حقیقت یہ ہے کہ بعض امور میں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھیں ایونیوں کا مفاد خود ایونیوں سے

---

[۱۱۵] ہیروڈوٹس ۶، ۱۴۰ اور ۶، ۴۳، ۱۴۰، ۱۴۶ + ان جزیروں کی فتح کی تاریخ کا ہنوز تیقن نہیں ہوا + میرا ذاتی خیال ہے کہ
ایونیائی معیار کی قدیم طرز کی جو درہمی جو تھریسی خرسونیز میں برآمد ہوئی ہے جس کے ایک جانب محافظ دیبی کی
شبیہ کندہ ہے اور جس کا ذکر ہیڈ نے صفحہ ۲۲۲ پر کیا ہے وہ دراصل ملتیادیس کی حکومت کی یادگار ہے
ہیڈ اس سکے کو سنہ ۵۰۰ ق م سے سنہ ۴۸۰ ق م تک کا خیال کرتا ہے +

باب۷ بھی زیادہ ملحوظ تھا +

جس طرح ایرانیوں نے بلاد شمالی کو اپنا مطیع کر لیا تھا اسی طرح جنوب میں بھی اپنا اثر پیدا کیا + سیرنہ کے خاندان باتیس کا فرماں روا شاہ آر کے سی لاؤس سوم شہنشاہ کیکاؤس کا مطیع ہو گیا، اور جب کسی نے اسے برقہ میں قتل کر دیا تو اس کی والدہ فیریتیمے نے مصر کے ایرانی صوبہ دار اریاندز سے مدد کی درخواست کی[1] آخر کار برقہ پر قبضہ ہو گیا، فیریتیمے کے دشمنوں کا نہایت بے رحمی سے خاتمہ کر دیا گیا، اور ایرانی فوج برابر یوئس پیریدیس تک بڑھتی چلی گئی + باتیس کے خاندان نے پانچویں صدی ق م کے وسط تک سیرنہ پر ایران کی برائے نام ماتحتی میں حکومت کی +

نوٹ باب ۱

اس باب کے واقعات کے لئے ہماری سند ہیروڈوٹس ۵، ۲۸ تا ۶، ۴۲ ہے لیکن ساتھ ہی ہمیں تنقید کے اس اصول کا اتباع کرنا چاہئے جس سے بیانات زبان زد عام میں سے قصے کہانیوں کو حقیقی واقعات سے جدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے + لیکن اگر ہیروڈوٹس کسی خاص شخص کے مقاصد کا حال نہیں بھی بیان کرتا پھر بھی ہمیں اس شخص کے مقاصد کی طرف اپنا ذہن منتقل کرنا چاہئے + ممکن ہے کہ ہیروڈوٹس کے بیان کا ایک جزو خود ہکاتایوس کی اطلاع پر مبنی ہو + دیودورس کے جزو ۱۰، ۲۵ میں چند دلچسپ واقعات کا اعادہ کیا گیا ہے + جو واقعات اس کتاب کے پہلے باب سے ساتویں باب تک آئے ہوئے ہیں ان کے لئے کوکس: "یونانی مدبروں کی سوانح عمریاں" جلد ۱ (لندن ۱۸۸۵ء) کا مطالعہ کیا جائے +

---

[1] سیرنہ کے واقعات کے لئے ہیروڈوٹس ۴، ۱۴۵ تا ۱۶۷ اور ۲۰۰ تا ۲۰۵، اور بوسولٹ ۲، ۲۱ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے + برقہ کی ایرانی پیش قدمی زیادہ سے زیادہ ۵۱۶ ق م کے موسم خزاں میں ہوئی ہوگی +

باب (۴)

مارا تھون

ایرانیوں نے یونانیوں کے خلاف انتقامی جنگ بہت جلد شروع کردی، انھوں نے بری فوج کو ہیلیسپونٹ روانہ کیا۔ اور داریوش کا نوجوان داماد مہر نوش اندرون ایشیائے کوچک سے سلیسیہ آکر بذات خود ایرانی بیڑے کو ایونیہ لے گیا اور وہاں پہونچتے ہی خود سری حکومتوں کی جگہ عمومیتیں قائم کر کے (۴۹۳ق م میں) سیدھا مقدونیہ جاکر[1] اس ملک کو اپنا مطیع و فرماں بردار کرلیا۔ اس سے پیشتر بھی میگا بازوس نے مقدونیہ کو ایران کا دست نگر کرنے کی کوشش کی تھی مگر چونکہ ایرانی سفیر سختی اور تیز مزاجی سے پیش آئے تھے اس لئے اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی اور سکندر ولی عہد مقدونیہ نے ایک چال چلکر تمام ایرانی ترکیبوں کو برباد کردیا تھا[2]۔ اس جدید مہم کا ظاہری مقصد یہ تھا کہ ایرانی اتیھنز اور ایریتریا کو اپنے کردار کی سزا دیں۔ لیکن درحقیقت ایران کی یہ خواہش تھی کہ اپنا حلقۂ اثر وسیع کرے۔ ہیرو ڈوٹس اپنی کتاب کے تیسرے مقالے میں بیان کرتا ہے کہ جب داریوش نے اسکیتیہ پر حملہ کیا ہے اسی وقت سے اس کی نگاہیں یونان کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ اور

---

[1] مہر نوش کی کارگذاریوں کے عام حالات پر ڈنکر شبہ کرتا ہے (۷، ۵، ۶۹)۔ لیکن ایک ہوشیار ایرانی کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ مختلف یونانی بلدیات کو ایران کا دست نگر رکھے اور طرز حکومت کی مطلق پروا نہ کرے۔ ابتدائی دور کے ایرانیوں میں مہر نوش ہی ایسا تھا جو یونانی خیالات کی سب سے زیادہ رعایت کرتا تھا۔

[2] ہیرو ڈوٹس ۵، ۱۷، ۲۲۔

باب ۲

کرتوتوں کے طبیب ڈیموکیدیس نے جس کا دربار ایران میں بہت کچھ رسوخ تھا پہلے تو اپنے آپ کو دیار مغرب میں جاسوس مقرر کرایا اور جب جنوبی اٹلی پہونچا تو یک لخت ایران کا ساتھ چھوڑ دیا۔[۵] یہی وجہ تھی کہ مہرنوش نے سب سے پہلے دولتمند جزیرہ تھاسوس پر حملہ کیا جس نے ایرانیوں کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہیں کی تھی۔ لیکن اس مہم کا بہت جلد خاتمہ ہو گیا۔ جب بیڑا راس کوہ آتھوس کا چکر لگا رہا تھا تو اسے ایک طوفان نے آگھیرا جس میں اس کے تین سو جہاز برباد ہو گئے۔ اس مہم میں ایرانی فوج کے کل بیس ہزار سپاہی مارے گئے اور سینکڑوں کو مچھلیاں کھا گئیں۔ اُس طرف بری فوج پر بریگی قوم نے حملہ کر دیا اور خود مہرنوش اُن سے لڑتے ہوئے زخمی ہو گیا اور گو بریگی ہی مغلوب ہوئے لیکن مہرنوش مزید اقدام کا خیال چھوڑ کر خود ایشیا واپس چلا گیا۔ ان واقعات کے دو سال بعد (یعنی ۴۹۱ ق م میں) ایرانیوں نے تھاسوس کی مکمل تسخیر کر لی اور اس طرح ان کے ہاتھ ایک ایسا جزیرہ آ گیا جس کی سونے کی کانوں ہی سے دو سو تین سو تالنت* سالانہ کی آمدنی تھی، اور ان کانوں میں سے بعض تو خاص جزیرے میں اور بعض مقابل کے ساحل پر واقع تھیں۔ ایرانیوں نے تھاسوسیوں کو اپنی فصیلیں منہدم کرنے اور اپنے جہاز ابدیرا روانہ کرنے پر مجبور کیا، خرسونیز پر ایرانی قلعہ جات تعمیر کئے اور اس طرح مقدونیہ تک تمام ملک کو اپنا باج گذار بنا لیا۔

اب داریوش نے ایک جدید حملے کی تیاریاں شروع کیں۔ اس نے ایک طرف تو ایران میں ایک نیا لشکر آراستہ کیا اور دوسری جانب اپنے قاصد یونانیوں کے پاس روانہ کئے تاکہ اطاعت اور فرماں برداری کی نشانی کی طور پر اُن سے مٹی اور پانی کا مطالبہ کریں۔ اس کے جواب میں اقلیم یونان کے بہت سے باشندوں اور تمام جزائری یونان نے (جن میں آئی گینا کے باشندے شامل تھے) سر تسلیم خم کر دیا۔ لیکن جب یہ سفیر اتھنز اور اسپارٹا پہونچے تو ان کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ انھیں ایک گڑھے میں ڈھکیل دیا گیا اور وہاں سے یہ کہا گیا کہ بہتر ہے تم اپنے

---

(۵) ڈیموکیدیس کے لئے ہیروڈوٹس ۳، ۱۲۹ تا ۱۳۸۔

* ایک تالنت = تقریباً ۵۶۶۳ روپیہ۔ (مترجم اردو)

آقا کے لئے مٹی اور پانی یہیں سے لے جاؤ[4]۔ اس موقع کو غنیمت جان کر اتھنزیوں نے اسپارٹیوں سے (جو یونانی قوم کے گویا سردار تھے) آئی گینا کی غدّاری کی شکایت کی اور شاہ کلیومنیس سرغنہ لوگوں کو گرفتار کرنے کی غرض سے خود آئی گینا گیا۔ لیکن آئی گینیوں نے اس کا مقابلہ کیا اور ان میں سے ایک شخص کریوس نے یہ دلیل پیش کی کہ اول تو کلیومنیس کو اتھنزیوں نے رشوت دیدی ہے دوسرے انہیں اس کی ضرورت نہیں کہ وہ اسپارٹا کے صرف ایک ہی بادشاہ کے احکام کو کافی سمجھیں حقیقت یہ ہے کہ آئی گینیوں کے دل میں جس شخص نے یہ خیالات ڈالے تھے وہ خود اسپارٹا کے بادشاہ کلیومنیس کا ساتھی دیمارا توس تھا ان حالات کا اندازہ لگا کر کلیومنیس نے اسپارٹا واپس جانا ہی قرین مصلحت سمجھا لیکن ساتھ ہی اس نے یہ تہیہ کرلیا کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ دیمارا توس سے ضرور انتقام لے گا۔ اسپارٹا پہونچ کر اس نے لوگوں کو ایک پرانا قصہ پھر یاد دلایا وہ یہ کہ دیمارا توس شاہ ارسطون کا بیٹا نہیں بلکہ ملکہ کے پہلے شوہر کی اولاد ہے۔ اس سے پہلے بھی یہ قصہ اسپارٹیوں کی زبان پر تھا لیکن کسی شخص نے اس پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا تھا۔ اب لیوتی کدیس نے جو یوری پونٹد خاندان کی شاخ اصغر کا سرگروہ تھا حلف لے کر اسے بیان کیا اور فیثیہ دیوی سے اصل حال دریافت کیا گیا تو اس نے بھی یہی تجویز کیا کہ دیمارا توس کسی نہایت معمولی شخص کا بیٹا ہے۔ غرض کہ اسپارٹیوں نے دیمارا توس کو تخت سے اتار کر اس کی جگہ لیوتی کدیس کو بادشاہ بنا دیا اور دیمارا توس کو ایران بھاگ جانا پڑا۔ ادھر کلیومنیس اور لیوتی کدیس دونوں نے آئی گینا کا رخ کیا اور (غالباً ۴۹۱ ق م میں) وہاں کے دس امراء کو بطور یرغمال گرفتار کرکے اتھنزیوں کے حوالے کر دیا[5]۔

باب ۲

[4] ہیرو ڈوٹس ۶، ۱۳۲۔ اس پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ڈنکر (۱، (۵) ۱۰۸) اور بعض دیگر مورخوں کا خیال ہے کہ اتھنزیوں نے قاصدوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا، لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ ثبوت نہیں دیا جاتا۔

[5] ہیرو ڈوٹس (۶، ۵۰ وغیرہ) کے بیان سے آئی گینا کے پیچ در پیچ واقعات کی ترتیب ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔ اس موضوع کے لئے اس کتاب کے تیسرے باب کا مطالعہ کیا جائے۔

باب ۲

داریوش نے اپنے بھتیجے ارتافرنز اور داتس باشندہ مدیہ کو اس مہم کا سربراہ کار مقرر کیا اور یہ چھ سو نئے جہاز لیکر روانہ ہوئے[6] + اس مرتبہ فوج ساحل کے کنارے کنارے نہیں بلکہ براہ راست جزائر کیکلادیس کی طرف چلی اس لئے کہ جیسا ہیروڈوٹس کا خیال ہے اول تو ایرانیوں نے یہ مناسب ہی نہیں سمجھا کہ اپنے پچھلے تجربے کے بعد بھی کوہ آتھوس کا دورہ کریں اور دوسرے اس نئے راستے سے وہ اپنے مطمح نظر یعنی اقلیم یونان بہت جلد پہونچ سکتے تھے۔ راستے میں انھوں نے جزیرۂ ناکسوس کو تسخیر کر کے اس کے باشندوں کو غلام بنا لیا۔ لیکن جب وہ جزیرۂ دیلوس پہونچے تو اسے انھوں نے ہاتھ نہیں لگایا اس لئے کہ یہ جزیرۂ اپولو اور ارتمیس کا جنم بھوم تھا[7] + آخرکار ایرانی جزیرۂ یوبیہ میں لنگر انداز ہوئے۔ یہاں کے شہر کارستوس نے جو ایتھنز اور ایرتریا کا حلیف تھا کچھ تامل کے بعد ان کا ساتھ دیا۔ لیکن ایرتریا خود متواتر ان کے خلاف رہا۔ ایرتریا میں تھوڑی سی ایتھنزی امدادی فوج موجود تھی مگر اکس خنیس کے کہنے سے وہ بھی چھوڑ کر چلی گئی تاکہ شہر کی تسخیر کے بعد (جو ناگزیر تھی) یہ دستہ بھی مشکلات میں نہ پھنس جائے۔ ایرتریا نے چھ روز متواتر مقابلہ کیا لیکن اس کے بعد یوفوربوس اور فلاگردس ایرانیوں سے مل گئے اور ان کی مدد سے ایرانیوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ شہر تاراج کر دیا گیا اور باشندوں کے گلوں میں غلامی کے طوق ڈال کر انھیں سوس کے قریب شہر اردریکا منتقل کر دیا گیا + اس کے بعد ایرانی آبنائے کو عبور کر کے اٹیکا آئے اور ہپیاس کے کہنے سے (جو ان کے ساتھ تھا) ماراتھون پر لنگر انداز ہوئے۔ یہاں انھیں ایک بڑا فائدہ تھا، وہ یہ کہ یہ حصہ ملک بالکل مسطح تھا اور وہ اپنی سواری سے بخوبی کام نکال سکتے

[6] ڈنکر (۷)، (۵)، ۱۱۴) کا خیال ہے کہ اس مہم میں ستر ہزار ایرانی سپاہی اور نوے ہزار ملاح شریک تھے۔ لیکن بوسولٹ سپاہیوں کی تعداد ساٹھ ہزار بتاتا ہے۔ اور ویبریوک (ص۱۶) کا تخمینہ ہے کہ فوج میں دس سے پندرہ ہزار تک تیرانداز، اور ایک ہزار سوار تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ موخرالذکر تخمینہ واقعی تعداد سے بہت کم ہے +

[7] ممکن ہے کہ ایرانیوں نے اپولو کو روشنی کے دیوتا کا قائم مقام سمجھا ہو۔ لیکن وہ اس کا بھی ہمیشہ لحاظ نہ کرتے تھے، اور انھوں نے دیلوس کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ان کے تدبر و تدبیر پر مبنی معلوم ہوتا ہے +

باب ۶

تھے۔ ساتھ ہی یہاں خاندان پی ستراتوس کے بہت سے ساتھی موجود تھے اور ایرانیوں کو ان سے ہمدردی کی اُمید تھی۔ ۵ؔ

۵ جنگ ماراتھون کا اولین حال ہیروڈوٹس ۶، ۱۰۲ تا ۱۲۰ میں دیا ہوا ہے۔ مگر نیپوس کی سوانح عمری ملتیادیس میں جو ذکر ہے وہ ہیروڈوٹس سے مختلف ہے اور غالباً اس کا دار و مدار ایفوروس پر ہے۔ جسٹن کی کتاب موسومہ "خطابت" ۲، ۹ میں جو تذکرہ ہے وہ بالکل بے کار ہے۔ اس امر کو کہ ہیروڈوٹس اس کا ماخذ سمجھا جائے ھر، سوبودا نے اپنے مضمون "روایات متعلق جنگ ماراتھون" (مطالعہ جات وائنا" ۱۸۹۴ء) میں بالکل صاف کر دیا ہے۔ حال میں جنگ ماراتھون پر بہت غور و خوض کیا گیا ہے اور مخصوص طور پر چار نقطہ ہائے نظر کو ملحوظ رکھا گیا ہے یعنی اسناد کی تنقید، واقعات مردی کو ملحوظ رکھ کر قیاس غالب اور جغرافی اور جنگی زاویۂ نگاہ۔ اس موضوع پر جو تصانیف اہم ترین ہیں وہ مفصلہ ذیل ہیں:-

کرٹیوس:- تاریخ یونان" جلد ۲۔

کامپ:- جنگ ماراتھون"، ۱۸۶۷ء۔

دیوو:- "یادداشت متعلق جنگ ہائے مدیہ" (کارروائی انجمن شاہی بلجیم۔ جلد ۴۱)۔ بروسلز ۱۸۷۵ء۔

ویکلائن:- "روایات جنگ ایران"۔ میونخ اکاڈمی۔ ۱۸۷۶ء۔

لیولنگ:- ماراتھون کے جغرافی حالات۔ ۱۸۷۶ء۔

نیوتھے:- جنگ ماراتھون"، ۱۸۸۱ء۔

کاساگراندی:- جنگ ماراتھون"، جنووا۔ ۱۸۸۲ء

فلائش مان:- "جنگ ماراتھون"

لیور:- "سالیانہ لسانیات قدیمہ" جلد ۱۲۷۔

ڈنکر:- تاریخ یونان جلد ۷۔

ڈنکر:- "ملتیادیس کا طرز جنگ آزمائی اور حرکات حربی"۔ روئداد برلن اکاڈمی ۱۸۸۶ء

باب ۲

جب ایتھنزیوں نے سنا کہ ایرانی فوج ساحل پر اتر پڑی ہے تو وہ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے دس سپہ سالاروں کی سرکردگی میں آگے بڑھے جن میں سے ایک ملتیادیس بھی تھا۔ جب وہ خرسونیز میں خود سر تھا تو اس نے دریائے ڈینیوب پر داریوش کی مخالفت کی تھی اور اسے محض ایرانیوں کی پیش قدمی کے سبب سے اپنا تخت چھوڑ دینا پڑا تھا۔ جب وہ ایتھنز واپس ہوا تو اس کے طرز حکومت کی بنا پر اس پر مقدمہ دائر کیا گیا اور جو الزام اس پر لگایا گیا تھا اگر وہ ثابت ہو جاتا تو یقیناً اسے سزائے موت برداشت کرنی پڑتی؛ لیکن غالباً چونکہ اس میں اور ایرانیوں میں باہمی عداوت تھی اور اس نے ایتھنز کے لیے جزائر امبروس و لیمنوس فتح کیے تھے اس لئے اسے رہا کر دیا گیا۔ اب چونکہ وہ ایرانیوں کے خصائل سے بخوبی واقف تھا اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۵

ڈیلبروک:۔ جنگ ایران و جنگ برگنڈی" برلن ۱۸۸۷ء

اسناد کے مسئلہ کے علاوہ ان تصانیف پر مفصلہ ذیل امور پر بحث کی گئی ہے: (۱) جب ایرانیوں نے ماراتھون کے میدان کا محض اسی لئے انتخاب کیا تھا کہ ان کا سوارہ حسب دلخواہ کام دے سکے (ہیرودوٹس ۶، ۱۰۲) تو پھر اس سوارے نے اس جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا؟ کرٹیوس کہتا ہے کہ غالباً اس کی وجہ ہوگی کہ وہ اسی وقت ساحل پر اترے تھے۔ ڈیلو و غالباً السوگرایش کا اتباع کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس وقت تک سوارہ ساحل پر اترا ہی نہیں تھا۔ ڈیلبروک ص۶۹۔ (۲) جنگ دراصل کس جگہ ہوئی؟ اس کے لئے لولنگ اور آئشن برگ کا خاص طور پر مطالعہ کیا جائے (۳) کیا ایفوروس کا اتباع کرتے ہوئے نیپوس نے جنگ کا حال اپنے پیشرو سے بہتر قلمبند کیا ہے (ڈیلبروک ص۶۹) (ایرانی حملے کی یونانیوں نے آخری لمحے پیش بندی کر لی تھی)۔ اس کے بعد چند ثانوی اہمیت کے مسائل باقی رہ جاتے ہیں۔ (۴) ایتھنزی سپہ سالاروں نے کب اور کہاں مشورہ کیا اور اس مشورے کا کیا نتیجہ نکلا؟ دیکھو بوسولٹ ۲/۵۷، (۵) مختلف فیولے (قبیلے) کس ترتیب سے کھڑے کئے گئے تھے؟ (دیکھو بوسولٹ ۲/۱۱، ۶، ۷)۔ (۶) ڈھال کے اشارہ کا کیا مطلب تھا؟ (دیکھو کوکس۔ مدبران یونان" ۲، ۶، ۱۰ وغیرہ)۔ (۷) ایتھنزی ایتھنز کی طرف کیوں پسپا ہوئے؟ (دیکھو مولر اشٹرولونگ:۔ جریدہ لسانیات قدیمہ ۱۱۹۰ء ص۴۴۳ وغیرہ)۔

اپنی جنگی قابلیت کا سکہ جا چکا تھا اس لئے اسے دس سپہ سالاروں (استراتی گور) میں شامل کرلیا گیا (اگر یہ وہی ملتیا دیس ہے جو ۵۲۴ق م میں ارخن اعلیٰ تھا تو ۴۹۰ق م میں اس کی عمر کم از کم ۶۵ سال کی ہوگی) ـ سپہ سالاروں میں جو شخص سب سے ذی اثر تھا وہ پولیمارخ کالی ماخوس تھا ـ ہم آئی گینا کے معاملے کے سلسلے میں دیکھ چکے ہیں کہ ایتھنز نے اسپارٹا کی سیادت عملی طور سے تسلیم کرلی تھی اور فوج وغیرہ ایتھنز ہی میں تھی کہ ایک تیزرو ہرکارہ فلیپیدیس مدد طلب کرنے کی غرض سے اسپارٹا روانہ کیا گیا جب وہ کوہ پار تھے نیون پر پہونچا جو تگیا کے قریب واقع تھا تو اُسے پان دیوتا کی آواز آئی کہ ایتھنزی اس کی مدد پر بھروسہ کرسکتے ہیں۔ اور جب ایتھنز کو فی الواقع فتح نصیب ہوئی تو انھوں نے اس دیوتا کے اعزاز میں اکروپولس کے پائیں ایک بت کدہ تعمیر کردیا ـ فلیپیدیس دوسرے دن اسپارٹا پہونچ گیا اور ایتھنز کا پیام اسپارٹیوں کو پہونچا دیا ـ اس کے جواب میں اسپارٹیوں نے مدد کا وعدہ کرلیا۔ لیکن فوری امداد سے اپنی معذوری ظاہر کی اور کہا کہ چودھویں رات کے چاند سے پیشتر وہ کسی قسم کی مدد نہیں کرسکتے۔ جس کی وجہ آخرکار بلا اسپارٹی امداد کے ہی ایتھنزیوں کو ایرانی حملے کی مدافعت کرنی پڑی + لیکن جب وہ ماراتھون کے قریب ہرقلیس کے مقدس حرم میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تو ان کے پاس ایسی ہمت سے کمک پہونچی جس کی انھیں قطعاً امید نہ تھی ، یعنی پلاٹیہ نے اپنا تمام و کمال لشکر جس میں ایک ہزار سپاہی تھے ایتھنزیوں کی مدد کے لئے بھیجدیا اور ان کے آنے کے بعد (اسناد مابعد کے مطابق) ان کے پاس دس یا گیارہ ہزار کی جمعیت ہوگئی ـ ایتھنزی کوہ

---

۹ ہیروڈوٹس ۶، ۱۰۶ مع حواشی اشٹائن ـ اسپارٹی اس اصول سے واقف تھے کہ مذہبی رسوم و فرائض کو دنیوی مقاصد کے لئے کس طرح استعمال کرنا چاہئے ـ لیکن جب کبھی ان کے یہاں کوئی مذہبی تہوار ہوتا تو اس وقت وہ ایسے مہمات سے بھی باز رہتے تھے جن سے فائدہ کی امید تھی (تسخیر ہیلوس ـ طوسی دیدش ۴، ۵ اور ۵، ۷۵) + بہر نہج ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ جب انھوں نے دیکھا کہ مہم تہوار سے زیادہ اہم ہے تو انھوں نے تہوار کو ملتوی کردیا (طوسی دیدش ۵، ۸۲) + اسی طرح کورنتھیوں نے ایک مرتبہ ایک مہم کو خاکنائے کے میلے کی وجہ سے ملتوی کردیا (طوسی دیدش ۸، ۹) + مقابلہ کرو بوسولٹ ۲، ۶۹ +

باب ۱۲
پنتے لیکوس کی شمالی چوٹیوں سے گذرتے ہوئے (جہاں سے وہ یوبیہ کے پہاڑوں
اور ایرانی فوج اور بیڑے کو دیکھ سکتے تھے) ماراتھون کے میدان میں پہونچ کر ایسی
گھاٹی میں رک گئے جہاں دونوں طرف چٹانیں ہونے سے وہ محفوظ تھے - یہ گھاٹی
غالبًا وہی ہے جسے اب اَوُلونا کہتے ہیں اور جو ورانا سے شمال کی جانب چلی گئی ہے - ایرانی
پڑاؤ ان کے مشرق کی طرف تھا اور ان کی پشت پر جو دلدل تھی اس کا رخ سمندر کی جانب
تھا؛ اس طرح وہ ایتھنزیوں کے بالکل مقابل نہیں بلکہ ترچھے کھڑے ہوئے تھے -
جب ایتھنزیوں نے اس کا اندازہ کیا کہ ایرانی ان سے تعداد میں زیادہ ہیں تو ان کے
دل میں طرح طرح کے شبہات پیدا ہو گئے اور وہ سوچنے لگے کہ ان کے لئے وہاں جنگ
کرنا مناسب ہے یا نہیں۔ سپہداروں میں اختلاف رائے ہو گیا اور پانچ حملے کے موافق
اور پانچ خلاف ہو گئے گویا کہ کثرت رائے حملے کے موافق نہیں تھی[1] - ملتیادیس کی یہ
رائے تھی کہ اس قسم کا حملہ ناگزیر ہے اور اس نے اپنی رائے کا اظہار فوراً پولیمارخ
کے پاس جا کر کیا اور کہا ہر شخص کی فلاح و بہبودی اسی میں ہے کہ ایرانیوں پر فوراً حملہ کر دیا
جائے ورنہ ایتھنز میں فساد برپا ہو جانے کا اندیشہ ہے اور ممکن ہے کہ جو لوگ محبان وطن
نہیں ہیں وہ شہر کو اغیار کے قبضے میں دے دیں + جب مجلس جنگ میں یہ مسئلہ پیش ہوا
تو کالی ماخوس نے حملے کے موافق رائے دی اور حالات موجودہ کے اعتبار سے اسی کی
رائے کے مطابق قرارداد منظور ہوئی - چونکہ ہر سپہدار ایک ایک دن کمان کرتا تھا

---

[1] واپسی کا مسئلہ مجلس جنگ میں پیش ہی نہیں کیا گیا - صرف یہ امر زیر بحث تھا کہ خود حملہ کیا جائے
یا دشمن کے حملے کا انتظار کیا جائے - ملتیادیس کا خیال تھا کہ حملہ کرنے میں نقصان
ہی نقصان ہے مقابلہ کیا جائے، ڈنکر، (۵)، ۱۲۵ حاشیہ ۱ + ملتیادیس نے اس خطرے
کو جو ایرانی سواروں کے حملے سے پیش آتا فوراً جارحانہ کارروائی شروع کر کے رفع کیا +
ہیرودوٹس (۶، ۱۱۲) ہمیں اس واقعے کا علم کہ ایرانی لشکر کے ایک جزو کو یونانیوں نے دلدل میں
بھگا دیا؛ پوسانیاس کی اس تصویر سے ہوتا ہے جو "ایوان بوقلموں" میں تھی (۱، ۱۵، ۳) +
ولیمر یوک کا خیال ہے کہ دس سے پندرہ ہزار تک یونانی پندرہ ہزار ایرانی تیر اندازوں اور
ایک ہزار سواروں کے خلاف لڑے، اور اسے اس بات کا یقین نہیں ہے کہ آٹھ استادیا متواتر

باب

اس لئے ان سپہ داروں نے جو ملتیادیس کے ہم خیال تھے اپنی اپنی کمان کا حق اسی کو منتقل کر دیا۔ لیکن ملتیادیس نے اپنی باری کے دن کا انتظار کیا اور جب وہ دن

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۸

یلغار کی گئی ہو۔ وہ یہ فرض کر لیتا ہے کہ ایرانیوں نے یونانیوں پر (جو ایک محفوظ مقام پر تھے) حملہ کرنے کی غرض سے پیش قدمی کی۔ اور یونانیوں نے ان کی پیش بندی کر کے ان پر دوہرے جیوش میں یلغار کی "جس کے معنی یہ ہیں کہ جنگ مدافعانہ تھی کو لیکن لشکر کے بازو آگے بڑھے ہوئے تھے" (صـ ۸۶)۔ لیکن اس کے علاوہ "یلغار کرکے" حملہ کرنے کی اور بھی مثالیں دی جا سکتی ہیں: مثلاً زینوفون کی کتاب "اقدام کورشس" ۱، ۸، ۱۷، ۱۸، میں ذکر ہے کہ جنگ کوناکسا کے موقع پر (جو میدان میں واقع ہوئی تھی) لشکر آہستہ چلتے چلتے دوڑنے لگا۔ اور طوسی دیدس (۶، ۹۷) کہتا ہے کہ سرقوسہ میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ بلاشبہ کوئی اس بات سے واقف نہ تھا کہ دشمن سطح مرتفع پر ہے جہاں یلغار کر کے پہونچ سکتے ہیں (۶-۷، استادیا)۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ماراتھون کا حملہ قابل یادگار رہے گا۔ بہر نوع دو امور قابل تذکرہ ہیں۔ اول تو یہ کہ دوڑنے میں یونانیوں کا کوئی ثانی نہ تھا اور اولمپیا میں گرمی کے انتہائی شدت کے زمانے میں دوڑیں لگائی جاتی تھیں۔ دوسرے اس موقع پر کم از کم کچھ دور تک یونانی نشیب کی طرف دوڑے، اور اس واقعہ کا ویلبریوک نے کافی لحاظ نہیں کیا ہے۔ بدیں وجہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ یونانیوں نے ضرور جد و جہد کی ہوگی۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمیں اس کا علم نہیں کہ وہ کس تیزی سے دوڑے۔ ویلبریوک کہتا ہے کہ اس دوڑنے سے سپاہی تتر بتر ہو گئے۔ مگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ ایرانیوں نے محض تیراندازی پر اکتفا کیا اس لئے انھوں نے یونانیوں کے قریب آنا ہی نہیں چاہا اسی وجہ سے یونانیوں کو اتنا موقع مل گیا کہ وہ اپنے جیش کو از سر نو مرتب کر لیں۔

میں ان مورخوں سے متفق نہیں ہوں جو محض اس وجہ سے کہ قدیم

باب۲۔ آپہونچا تو اسی وقت حملے کے لئے تیاری شروع کی + رواج کے مطابق پولیمارخ دائیں بازو پر تھا' دس قبیلے ترتیب سے ایک دوسرے کے برابر کھڑے ہوتے تھے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۹ غالباً اسلئے

وقائع واخبار میں ایرانی سوارے کا ذکر نہیں طرح طرح کے شکوک کو اپنے دل میں جگہ دیرہے ہیں۔ جنگ پلاٹیہ کی مثال سے واضح ہوتا ہے کہ عام طور پر ایرانی سوارہ یونانیوں کے خلاف بالکل بے کار تھا۔ اور ماراتھون میں یونانیوں نے اس تیزی کے ساتھ پیش قدمی کی کہ ایرانی تعجب وتحیر میں ہی رہے اور جلدی میں ضروری احکام بھی نہ دے سکے جس کی وجہ سے وہ اپنے سوارے کو کافی سرعت کے ساتھ میدان جنگ میں نہ لاسکے' اور ظاہر ہے کہ جب دست بدست لڑائی شروع ہوئی تو پھر سوارے کے کام میں لانے کا وقت نکل چکا تھا + ڈیلبریوک نے اپنی تحقیقات سے جو نتائج سوارے کی عام قابلیت اور اہمیت کے متعلق اخذ کئے ہیں ان میں ہمیں کچھ ترمیم کردینی پڑے گی سو وہ اسے ممکن سمجھتا ہے کہ سوارہ یونانی جیوش (Phalanxes) کو عقب اور جناح سے معتد بہ نقصان پہونچا سکتا ہوا در آنحالیکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ سویزرستان کے سپاہی اپنی فوج کو بہ شکل مستطیل ترکیب دے کر ہر طرف سے مدافعت کرنے کے عادی تھے + بلاشبہ ان دونوں صورتوں میں فرق ضرور ہے۔ لیکن اگر یہ واقعہ ہے کہ سب سے زیادہ قابل اعتماد سپاہی بازوؤں پر کھڑے کردئے جاتے تھے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ فوجی تادیب کے اصول کے ماہر تھے اور اپنے نیزوں کے ذریعے سے جناحی حملوں کی ہر وقت مدافعت کرسکتے تھے۔ ایسی حالت میں ڈیلبریوک کا یہ قیاس کہ ایرانی سوارہ باترتیب وباتادیب یونانیوں کے لئے اتنا ہی خطرناک ثابت ہوتا جتنا معمولی سپاہیوں کے لئے بالکل غلط ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر ہر سپہ سالار اپنے وسائل کو عمدہ طور پر استعمال کرتا تو واقعات ڈیلبریوک کے قیاس کے مطابق رونما ہوتے۔ لیکن نہ تو یہ ہمیشہ ہوا اور نہ جنگ یونان وایران سے اس کی مثالیں ہی ملتی ہیں۔ بہ نسبت اس زمانے کے سپہ سالاروں کے آجکل کا سپہ سالار ہر قسم کے ممکنات کو پیش نظر رکھ سکتا ہے اور چونکہ انھیں کسی قسم کی نظری تعلیم نہیں ہوتی تھی اس لئے

باب پلاٹیہ کے سپاہی بائیں بازو پر متعین تھے + دشمن غالباً ۸ استادیا (تقریباً ایک میل) کے فاصلے پر پڑا ہوا تھا، اور یونانیوں کے عین مقابل ہونے کی غرض سے اس نے اپنا رُخ جنوب و مغرب سے مغرب ہی کی طرف پھیر لیا تھا۔ جب نقیب ایتھنزیوں اور پلاٹیوں کی فتح و کامرانی کی دعا مانگ چکے تو (ہیروڈوٹس کے قول کے مطابق) یونانیوں نے اس کی طرف یلغار کرنا شروع کی + ایرانی اسے خلل دماغ سمجھتے تھے کہ انسانوں کی اتنی قلیل تعداد جن کے پاس نہ تو سوار ہوں نہ تیر انداز یورش کرکے ان پر حملہ کریں، لیکن وہ اپنے دشمن کے واقعی حال سے بہت جلد آگاہ ہو گئے + اس میں شبہ نہیں کہ ان کے قلب نے جہاں شہنشاہ کے بہترین سپاہی ایرانی اور شک قوم کے افراد (جو ماور دریا کے ملک کے باشندے تھے) یونانی قلب کو شکست دی۔ لیکن دونوں بازوؤں پر یونانیوں ہی کو فتح ہوئی اور جب انھوں نے دشمن کے فوج کے بعض اجزاء کو دلدل اور بعض کو ساحل کی طرف بھگا دیا تو وہ خود گھوم کر قلب کی طرف آ گئے، اسے بھی سخت شکست دی اور بالآخر ایرانیوں کو اپنے اپنے جہازوں پر پناہ لینی پڑی۔ لیکن یونانی انھیں فرار ہونے سے نہ روک سکے اور انھوں نے صرف سات ایرانی جہاز گرفتار کیے + اور یونانی بہت سے ایرانیوں کا برابر اس دلدل تک تعاقب کیے گئے جو اس میدان کے شمال میں تھی + اس لڑائی میں بعض یونانیوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے مثلاً یوفوریون کے بیٹے کیونے گیروس نے (جو ائس خیلوس کا بھائی تھا) ایک ایرانی کشتی کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لیا اور جب تک اس کا ہاتھ نہ کاٹ ڈالا اس وقت تک اس نے اس کشتی کو نہ چھوڑا + ایرانیوں کے کل ۶۴۰۰، اور یونانیوں کے ۱۹۲ سپاہی کام آئے جن میں سے خود پولیمارخ اور سپہدار استے سی لیوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۰ غالباً ان کا طرز عمل آجکل کے عام طرز عمل سے جداگانہ نہ تھا۔ اور اگر کوئی شخص ایسا نکل آتا تھا جو تمام مشکلات کا اندازہ کرکے انھیں بہ آسانی عبور کر لیتا تو اس سے صرف اس کی فراست، دانائی، اور دور اندیشی ثابت ہوتی ہے۔ میرے نزدیک ملتیادیس میں یہ صفات پائی جاتی تھیں + مقابلہ کیا جائے رسالہ اتھنیوم ۱۸۹۲ء۔ ۳۳۳۸ ص ۱۸۶ +

باب ۲

بھی تھے + اب ایرانی راس سونیوم کا دورہ کرکے مغرب کی طرف چلے تاکہ یک بیک ایتھنز پہونچکر اس پر قبضہ کرلیں + ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ جب وہ اپنے جہازوں پر سوار ہوگئے تو انھوں نے کوہ پنٹیے لیکوس پر ایک ڈھال لگی ہوئی دیکھی : اس میں شبہ نہیں کہ یہ ڈھال کسی خاص نشان کے لئے لگادی گئی ہوگی ؛ لیکن نہ تو ہمیں یہ معلوم کہ وہ کس نے لگائی اور نہ یہ کہ وہ کیوں لگائی گئی + یونانی فاتح ایرانیوں سے پیشتر ہی موقع پر پہونچ چکے تھے : وہ برابر مار اتھون سے بلاکسی قسم کے وقفے کے کینوسارگوس تک بڑھے چلے آئے اور جب ایرانیوں نے فالیروم آکر دیکھا کہ ایتھنز مدافعت کے لئے بالکل تیار ہے تو انھوں نے اپنے پیش نامے میں تبدیلی کردی اور اترنے کا خیال چھوڑکر ایشیا چلدیے + چودھویں رات کے چاند کے بعد دو ہزار اسپارٹنی بھی یلغار کرکے ایتھنز آگئے ۔ انھوں نے تین دن میں ایک ہزار دوسو اسٹادیا (یعنی تقریباً ایک سو چالیس میل طے کئے تھے اور اس خیال کو پیش نظر رکھ کر کہ یونانی سڑکوں کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی اس کارگذاری کو ایک معجزہ سمجھنا چاہئے ۔ لڑائی تو ختم ہوچکی تھی اس لئے اسپارٹیوں نے مردے دیکھنے کی خواہش کی اور انھیں دیکھ کر ایتھنزیوں کی بہت تعریف و توصیف کی اور وطن واپس چلے گئے +

ہیروڈوٹس کی تاریخ یونانیوں کے عظیم الشان کارناموں میں سے ایک نہایت سیدھا سادہ بیان ہے اور اس تصنیف کے سب سے ممتاز اور قابل لحاظ امور وہ ہیں جن کا ابھی ذکر آیا ہے + بلاشبہ اس بیان میں بہت سی باتوں کی فرد گذاشت ہوگئی ہے مثلاً فریقین کی تعداد کتنی تھی ؟ ایرانی سوارے نے جنگ میں کیوں حصہ نہیں لیا ؟ لیکن اسکا مولف واقعات بیان کرنے میں استاد ہے ! وہ کہتا ہے کہ یونانیوں کی ایک چھوٹی سی فوج نے ایرانیوں کے عظیم الشان لشکر پر حملہ کیا اور انھیں شکست دیکر ان کے جہازوں تک ان کا تعاقب کیا اور پھر اٹھارہ میل چل کر اپنے اپنے مقام پر واپس آگئے ۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ سفر انھوں نے دوسرے ہی دن جب ہر طرف سے دشمن کے حملے کا خوف لگا ہوا تھا شروع کیا ہوگا + زمانہ مابعد میں اس واقعہ کے مختلف پیرائے بیان کے گئے اور ہر شخص نے اپنے فریق اور اپنی رائے کے مطابق اس جنگ کو اہم یا غیر اہم ثابت کرنے کی کوشش کی + بعض کا خیال

تھا کہ جب محض مدافعت کا مسئلہ پیش ہوا تو ایتھنزیوں نے کسی قسم کا تامل نہیں کیا بلکہ اس کے بجائے ہر شخص بجلی کی طرح اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لئے تیار ہو گیا (ہیروڈوٹس کا خیال ہے کہ بعض نے تامل کیا)؛ اس کے برعکس بعض دیگر مورخوں کے نزدیک ماراتھون پر کوئی اہم جنگ ہی نہیں ہوئی بلکہ فریقین میں محض ایک چھوٹی سی مڈبھیڑ ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کسی مورخ کا بیان قابل وثوق نہیں؛ بلکہ اُن کے بجائے ہمیں اولین سند یعنی ہیروڈوٹس کا بیان ہی پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اور وہ صاف صاف کہتا ہے کہ ایتھنزیوں کے استقلال، چلت پھرت، اور تیزی، اور ملتیادیس کی قابلیت سے ہی فتح کا سہرا یونانیوں کے سر رہا + ہمیں پوسانیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتولوں کے لئے میدان جنگ میں ایک قبر کھودی گئی اور ایتھنزی اور پلاٹوی علٰحدہ علٰحدہ دفن کئے گئے[۵۱] + دوسری صدی عیسوی میں ایتھنزی مقبرہ تیس فٹ بلند تھا اور آج تک ایک مخروطی شکل کا اسی بلندی کا تودہ جسے اب بھی "سوروس" ("تابوت") کہتے ہیں اس مقام پر نظر آتا ہے؛ لیکن جب یہ کھودا گیا تو اس میں صرف پتھر کے پیکان نکلے + اس زمانے کے بہترین شعراء جن میں سیمونڈیس کا نام نہایت ممتاز ہے مقتولوں کی جرأت اور بہادری کی مدح سرائی کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے تھے + ایتھنزیوں نے مال غنیمت کا دسواں حصہ ڈلفی کی اپولو اور ایتھنز کی ارتمس دیبی کے نام پر چڑھایا + جو ایتھنزی اس لڑائی میں شامل ہوئے تھے انھیں "ماراتھونوماخیس" ("نبرد آزمائے ماراتھون") کا معزز خطاب دیا گیا؛ اور ملتیادیس کو بہت اعزاز کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا؛ اس کے دو بت نصب کئے گئے ایک ایتھنز کے

---

[۵۱] پوسانیاس ۱، ۳۲، ۳ - مقابلہ کیا جائے ڈنکر، ۴، ۴۴۱ جہاں جنگ کے بعض واقعات پر جن کا ہیروڈوٹس میں تو ذکر نہیں لیکن جن کا پتا زمانہ قدیم کے بعض دیگر مورخوں سے چلتا ہے بحث کی گئی ہے + جسٹن کا خیال ہے (اور ظاہر ہے کہ ایفوروس کا قیاس بھی یہی ہے) کہ ہپیاس میدان ماراتھون میں ہی کام آیا + تودے کے لئے بوسولٹ ۲، ۸۲ کا مطالعہ کیا جائے + یہ لڑائی غالباً اگست ۴۹۰ ق م میں ہوئی ہوگی (بوسولٹ ۲، ۸۳) +

باب ۲ پری تانیوم میں اور دوسرا دلفی میں۔ لیکن بدقسمتی سے وہ اپنی ہی غلطی کی وجہ سے ان اعزازوں سے زیادہ دن تک مستفید نہ ہو سکا۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ اگر وہ ستر جہاز یا ایک لشکر اور ضروری رقم اس کے سپرد کر دیں تو وہ ان کے واسطے ایک ایسے مقام کو فتح کر دے گا جس سے انھیں معتد بہ مالی فوائد حاصل ہو جائینگے، اور چونکہ وہ لوگوں کو بہت عزیز اور ان کا معتمد علیہ تھا اس لئے جو کچھ اس نے مانگا وہ اسے مل گیا + غرض یہ ہے اس نے ایک لشکر کو لیکر جزیرہ پارو س پر (جس کے باشندوں نے دائیس کی امداد کے لئے ایک جہاز روانہ کیا تھا) تاخت کی اور اس سے ایک سو تالنت کا مطالبہ کیا۔ لیکن پاروسیوں نے اس مطالبہ تسلیم کرنے پر مدافعت کو ترجیح دی اور اس خوبی سے لڑے کہ ملتیاوِیس کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا (واضح ہو کہ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ اسے ان واقعات کا علم صرف پاروسی اسناد سے ہوا۔ ملتیاوِیس نے یہ ترکیب چلی کہ ایک باندی سے جس نے عالم اسفل کی دیبیوں کے بت خانے کی (جو شہر سے باہر واقع تھا) خدمت کی تھی کچھ سمجھوتہ کیا اور اس باندی نے اسے کوئی صلاح دی (جس کی اصلیت سے ہم مطلق واقف نہیں ہیں) جس پر عمل کر کے وہ رات کے وقت خاص دیمیتر کے حرم کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ اس دیبی کے مجسمے پر قبضہ کرے تاکہ اسے شہر پر قابض ہو جانے میں آسانی ہو جائے۔ لیکن واپسی میں جب وہ اس بت کدہ کو چھوڑ کر گھبراہٹ میں ایک دیوار پر چڑھ رہا تھا تو اس کے پاؤں میں کسی قسم کی چوٹ آئی اور آخرکار وہ چھبیس روز محاصرہ کرنے کے بعد اس سے دست بردار ہو گیا + جب وہ ایتھنز واپس آیا تو عوام نے اس پر اس بنا پر مواخذہ کیا کہ اس نے شہریوں کو دھوکا دیا ہے، اور اس کی سزائے موت کا مطالبہ کیا گیا[1] اس استغاثہ کا گویا روح رواں

---

[1] ڈنکر (۷، ۵) ۱۴، ۱۵ وغیرہ مخصوص طور پر ایتھنزیوں اور زانتھی پوس کے خلاف ہے + کوکس "بران یونان" ا ۱۳۱ وغیرہ) ملتیاوِیس کے خاتمے سے سر والٹر رالے کے خاتمہ سے مقابلہ کرتا ہے اور اس کی رائیں قابل غور ہیں + میرا ارادہ ہے کہ میں کسی آیندہ موقع پر یونانی مدبروں کی ذمہ داری کے مسئلے پر بحث کروں جس کے بعد یہ مسئلہ اور بھی صاف ہو جائیگا + ایتھنزیوں کے لئے کسی مدبر کے ساتھ

باب

زانتھی پوس تھا جو کلس تھنیس کی بیٹی اگارستا کا شوہر اور الکمونی خاندان کا ایک فرد تھا + ملتیادیس کا زخم برابر بڑھ رہا تھا۔ اور اس کی طبیعت بہت ناساز تھی، اس لئے وہ مقدمے میں خود پیروی نہ کر سکا، بلکہ اثنائے مقدمہ میں وہ ایک پلنگ پر پڑا رہتا؛ اس کی جگہ اس کے دوست اس کی بریت ثابت کرنے کی کوشش کرتے اور وہ خدمات یاد دلاتے جو اس نے مارا تھون کی لڑائی اور لیمنوس کی فتح کے مواقع پر انجام دی تھیں + بہرحال عوام نے اسے فریب دہی کے جرم کا مرتکب گردانا لیکن بجائے سزائے موت کے (جس کی اس کے دشمنوں کو خواہش تھی) صرف پچاس تالنت جرمانے پر ہی اکتفا کیا گیا + لیکن ملتیادیس اس رقم خطیر کے ادا کرنے سے قاصر تھا اور اس مقدمہ کے چند روز بعد ہی اپنے زخموں کی تکلیف میں راہی ملک عدم ہوا۔ لیکن اس کی موت کے بعد اس کے بیٹے کیموں نے یہ جرمانہ ادا کر کے اپنے خاندان کے عزت و وقار کو از سر نو قائم کر دیا +

ہم یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ آیا وہ اس سزا کا مستوجب تھا یا نہیں؛ جو شخص اس مواخذے میں سب سے زیادہ پیش پیش تھا وہ زانتھی پوس تھا جس کا الکمونی خاندان سے گہرا تعلق تھا اور جس پر یہ الزام لگایا جا چکا تھا کہ اس نے جنگ مارا تھون میں غداری کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمے کی بنا فرقہ بندی پر تھی اور ممکن ہے کہ ملتیادیس کو اس کے جرم کے اندازے سے زیادہ سزا دی گئی ہو؛ لیکن اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں کہ پاروس کی مہم میں اسے سخت ناکامی ہوئی اور ایتھنزیوں کے قاعدے کے مطابق ملتیادیس ضرور سزا کا مستحق تھا۔ اس ضمن میں ایتھنزیوں کا اصول رومن اور ہمارے اصول سے مختلف تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۱ اس قسم کا برتاؤ کرنا ایک معمولی سی بات تھی۔ اور جن لوگوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ پبلک زندگی میں نمایاں حصہ لیں وہ اس سے واقف تھے کہ خاص خاص امور کے پیش آنے پر ان کا کیا حشر ہوگا یعنی ان پر جرمانہ کیا جائے گا یا انہیں جلاوطن کر دیا جائیگا یا سزائے موت برداشت کرنی پڑے گی + ملتیادیس کے جرمانے کے لئے منجملہ دیگر مورخوں کے ڈنکر، (۵) ۱۵۹۔ اور بوسولٹ "لاکے دیمون" ۱، ۲ ۴ کا مطالعہ کیا جائے۔

باب ۲

اور وہ اہم معاملات کے محرکوں کو پورا ذمہ دار گردانتے تھے؛ اس لئے اگر کسی شخص کو سزا دینی تھی تو وہ علاوہ ملتیادیس کے اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا + ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مملکت ایتھنز کے حق میں یہ ہی بہتر تھا کہ ملتیادیس کی کوشش ناکام رہے اور اسے اس ناکامی کی سزا ملے، اس لئے کہ اگر ہمیشہ ہر سپہ سالار کو بیڑا اور فوج دے دی جایا کرتی اور اس سے یہ بھی نہ دریافت کیا جاتا کہ وہ اس سے کیا کام لینا چاہتا ہے تو پھر ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہی ہوتا کہ ایتھنز میں خودسری پھر عود کر آتی + ملتیادیس کے لئے بدرجہا بہتر ہوتا اگر وہ اس قسم کے مطالبے سے باز رہتا، اور بہر صورت لوگوں نے اس مطالبے کو منظور کرنے میں سخت غلطی کی +

نوٹ

ہیروڈوٹس (۶، ۹۴) وغیرہ پھر اس باب کی سند ہے + خارون ساکن لمپساکوس نے اپنی کتاب پرسیکا میں بھی مہرنوش کی پہلی مہم کا حال بیان کیا ہے + زمانہ مابعد کے مورخوں میں نیپوس کی تصنیف "ملتیادیس" میں ایفوروس کے بیان کے اجزاء اور ایک نوشتے (میولر ۱۶۷) سے تھیوپومپوس کے خیالات کا پتہ لگتا ہے؛ ان میں سے اول الذکر نے تو ایتھنزیوں کی تعریف و توصیف میں مبالغہ آمیزی اور ثانی الذکر نے ان کے کارناموں کی بے قدری اور تذلیل کی ہے + سٹوبو دانے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہیروڈوٹس سے بہتر کوئی سند نہیں ہے (اس باب کا حاشیہ دیکھا جائے)۔ خود ویلبر یوک بھی "جنگ ایران و جنگ برگنڈی" برلن ۱۸۸۷ء) بھی جو ایفوروس کے بیان کی تصدیق کرنے کی کوشش کرتا ہے یہ ثابت کرنا نہیں چاہتا کہ ایفوروس کو ایک ابتدائی سند کی اہمیت حاصل ہے؛ وہ صرف اس قول پر اکتفا کرتا ہے کہ جو رائے اس کی تھی اس کا چوتھی صدی قم میں بھی وجود تھا۔ ویلبریوک نے اسناد کا جو آخری تبصرہ کیا ہے (ص ۲۵۷ تا ص ۲۵۹) اس سے ہمیں اتفاق ہے + ہماری رائے میں نیپوس اور پلوٹارک (ثمسطاکلیس دار سطیدسش) کو ہم ہیروڈوٹس کے ضمیمے کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں مگر ان سے اس کی تردید نہیں کر سکتے + نیپلس میں نام نہاد "ظرف داریوش" پر ایرانیوں کے اندھا کرنے کی جو مثالی تصویر ہے وہ قابل غور ہے۔ گرتیوس اور بعض دیگر مورخوں

باب ۲۷ نے اس کا لحاظ کیا ہے۔ اور اب بُوسیسٹر اس پر اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے (۱۰۸۰۴ - تصویر ۶) + ایفوردس (نوشتہ ۱۰۷) میں ملتیادیس کے آخری زمانہ کا جو حال درج ہے وہ بالکل مختلف ہے' اور نیپوس اپنی سوانح عمری "ملتیادیس" (۷، ۸) میں اسی کا اتباع کرتا ہے +

باب سوم

سنہ ۴۸۹ ق م تا سنہ ۴۸۱ ق م

ایتھنزیوں کی اس ممتاز کامیابی کے بعد یونانی مملکتوں اور بلدیات میں ازسرنو باہمی نزاعات پیدا ہو گئے۔ اسپارٹا میں کلیومنیس نے حال ہی میں اپنے ساتھی اور حریف دیماراتوس پر غلبہ حاصل کر کے اسے معزول کر دیا تھا لیکن اب صورت حال میں تبدیلی ہو چلی تھی۔ جس شخص نے دیماراتوس کے خلاف فتنہ مشتعل کیا تھا وہ دیلفی کا باشندہ مسمی کوبون تھا۔ اب دیلفی میں کلیومنیس کے مخالفوں کو تفوق حاصل ہو گیا اور انھوں نے نہ صرف کوبون کو جلا وطن کر دیا بلکہ فتیہ دیبی کو بھی ہٹا دیا۔ ظاہر ہے کہ اس انقلاب سے اسپارٹا متاثر ہوئے بغیر نہ رہا اور آخر کار کلیومنیس اپنے وطن کو خیرباد کہنے اور تھسلی میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔ تھسلی سے اس نے آرکیڈیا جا کر ایک آرکیڈی لیگ کی بنیاد ڈالی اور اس لیگ کے شرکاء نے ستیکس کے مقدس پانی کی قسم کھائی کہ جو کچھ وہ کہے گا اسی کے مطابق عمل پیرا ہوں گے۔ اسپارٹیوں کو بھی اس طرف سے خطرہ محسوس ہونے لگا اور انھوں نے کلیومنیس کے ساتھ بجنسہ وہی برتاؤ کیا جو وہ زمانہ مابعد میں پوسانیاس کے ساتھ کرنے والے تھے، یعنی اس شخص کو جسے وہ اپنے حق میں نہایت خطرناک سمجھتے تھے انھوں نے اسپارٹا طلب کیا تاکہ وہ اس کی کما حقہٗ نگرانی کر سکیں۔ اس نے قوم کے حکم کی تعمیل تو فوراً کی یعنی اسپارٹا آ گیا، لیکن یہاں

باب ۳ پہونچکر اس نے بالکل پاگلوں کی سی حرکتیں کرنی شروع کیں، مثلاً جو شخص بھی اسے ملتا اسے وہ اپنی چھڑی سے مارتا، اور آخر کار اس کی ان حرکتوں سے تنگ آکر خود اعزا و اقربا نے اسے قید خانے میں ڈال دیا۔ وہاں اُسے کہیں سے ایک چاقو مل گیا اور اس سے اس نے اپنا پیٹ پھاڑ کر خودکشی کر لی + یونانیوں کے خیال کے مطابق جو شخص خودکشی کا مرتکب ہوتا تھا وہ اپنے ناپاک اعمال کی پاداش کو پہونچ جاتا تھا لیکن کلیومنیس کے ایسے کون سے ناپاک اعمال تھے، اس کے متعلق ہر شخص کی رائے جدا گانہ تھی اس لئے کہ وہ اپنی زندگی میں اتنی بدافعالیوں کا مرتکب ہوا تھا کہ کسی شخص کو اس خاص فعل کا علم نہ تھا جو دیوتاؤں کو ناپسند ہوا ہو + کلیومنیس کی طبیعت عجیب و غریب تھی۔ وہ چالاک، مغلوب الغضب اور انوکھے مزاج کا شخص تھا اور یہ بالکل ممکن ہے کہ اپنی زندگی کے اواخر میں اس کا دماغ چل گیا ہو + اس نے ایسے وقت میں جب خود اس کی مملکت اس سے مشتبہ ہو گئی تھی ایک قوم کی قوم سے اپنی وفاداری کا حلف لوایا، اور اگر ایسے ہوشیار اور مدبر شخص کا دماغ صحیح رہتا تو کبھی وہ اسپارٹا کی طرف رُخ نہ کرتا۔ وہ ان حوصلہ مند لوگوں میں سے تھا جن کے لئے اسپارٹا کے حدود نہایت تنگ تھے۔ اور خواہ وہ صحیح الدماغ ہو یا نہ ہو کبھی نہ کبھی اس کے اور اس کے ہم وطنوں میں مڈبھیڑ ہونی لازمی تھی + وہ تھوسانیاس، آگس اور کلیومنیس اصغر کے طرز کا آدمی تھا۔ بلاشبہ ایک سچے اسپارٹی کا فرض تھا کہ ہمیشہ ذی اقتدار عمال یعنی الیفوروں کے ہم خیال اور ہم تدبیر رہیں، لیکن یہ چار اسپارٹی ایسے تھے جو مملکت پر خود حکومت کرنا اپنا فرض تصور کرتے تھے[1] اور اس سبب سے یہ امر قرین قیاس ہے کہ جس ہیلوت نے کلیومنیس کو چاقو دیا تھا اس کے خلاف لوگوں میں کسی قسم کی ناخوشی نہ پھیلی ہوگی + کلیومنیس کے بعد اس کا بھائی لیونیداس سنہ ۴۸۸ ق م میں تخت پر بیٹھا۔

کلیومنیس کا تو اس طرح خاتمہ ہو گیا۔ اب اسپارٹیوں کی یہ خواہش ہوئی کہ اس کے دست لیوتی کدلیس کو بھی نیچا دکھائیں جس نے کلیومنیس سے ملکر ائی گینا کے یرغمال ایتھنز کے حوالے

---

[1] بالکل یہی حال وینس کے دوجوں (ڈیوکوں) فالی ایرو اور فوسکاری کا تھا +

باب ۳۰

گئے تھے۔ اب اس کا ستارہ زوال پر تھا۔ آئی گینا کے باشندوں نے اس کا مطالبہ کیا کہ یرغمالوں کے معاوضے میں خود وہ ان کے حوالے کر دیا جائے؛ اور بالآخر ان کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ اسپارٹیوں نے خیال کیا کہ اگر انھوں نے اسے منتقل کر دیا تو شہر کو اس سے چھٹکارا مل جائے گا۔ لیکن ایک اسپارٹی نے خفیہ طور پر آئی گینیوں کو یہ اطلاع دی کہ اسپارٹا کے کسی بادشاہ کو گرفتار کر کے لے جانا کوئی آسان کام نہیں اس لئے کہ گو یہ ممکن ہے کہ اسپارٹی اسے اپنی خوشی سے حوالے کر دیں مگر اسپارٹیوں کی رائے پلٹ جانا بالکل ممکن ہے، اور اگر ایسا ہی ہوا تو آئی گینیوں کو ہی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ غرض یہ ہے کہ آئی گینا والوں نے یہی مناسب سمجھا کہ لیوتی کدیس کی اس تحریک کو منظور کر لیں کہ وہ خود ایتھنز جائے اور یرغمالوں کی واپسی کا مطالبہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ ایتھنز پہونچ کر اس نے نہایت عمدہ عمدہ تقریریں کیں، اس نے یرغمالوں کو امانت سے تشبیہ دی اور کہا کہ جس طرح مطالبے پر امانت واپس کر دینی چاہئے بالکل ویسے ہی یرغمال بھی واپس کر دئے جائیں؛ لیکن اس کا بہت کم اثر ہوا اور ایتھنز نے یرغمال واپس کرنے سے صاف انکار کر دیا[1]۔ اب آئی گینیوں نے ایک مقدس کشتی گرفتار کر لی؛ جس میں چند نہایت مقتدر ایتھنزی بھی بیٹھے تھے۔ اس کے جواب میں ایتھنزیوں نے ایک آئی گینی مسمی نکودروموس سے یہ طے کیا کہ وہ جزیرے کو کسی نہ کسی ترکیب سے ان کے حوالے کر دے گا؛ لیکن اس میں وہ ناکام رہے اس لئے کہ ایتھنزی کمک وقت پر نہیں پہونچی۔ بہر حال ان سب باتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ فریقین میں منافرت اور بغض کی آگ اور بھی بھڑک اٹھی اور اس خانہ جنگی کا بے چارہ آئی گینا خاص طور پر شکار ہوا۔ یعنی وہاں کے اعیانی گروہ نے سات سو عمومیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور دیمتر دیوتا

---

[1] ایتھنز اور آئی گینا کے باہمی جنگ کے لئے بوسولٹ "تاریخ یونان" ۲، ۶۲ دیکھی جائے۔ اس لڑائی کا ہیرودوٹس ۵، ۸۷ تا ۹۳ میں ذکر ہے؛ اور بوسولٹ کا قیاس ہے کہ علاوہ ان واقعات کے جن کا باب ۹۰ میں اعادہ کیا گیا ہے باقی واقعات ۴۹۰ ق م (یعنی جنگ ایران سے) پہلے ہی پیش آ چکے تھے؛ لیکن یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔ نیز ملاحظہ ہو گروٹ "تاریخ یونان" ۲ (۶)، ۸۰۹۔

کے بت کدے کی بے حرمتی کے بھی مرتکب ہوئے[۳] ان واقعات کے بعد باہمی مجادلے کی باب
نوبت آگئی اور اس میں اول تو ایتھنزیوں نے آئی گینا کو بحری لڑائی میں شکست دی
لیکن جب آرگوسی رضا کار موخر الذکر کی مدد کو آگئے تو سمندر پر اور خاص جزیرے
میں کبھی ایک فریق جیتنے لگا کبھی دوسرا اور ایک بحری معرکے میں ایتھنز کو سات جہازوں
کا نقصان برداشت کرنا پڑا +

گو ایتھنز میں کسی قسم کی خانہ جنگی نہیں ہوئی لیکن وہاں کے باشندوں میں کسی
اتحاد عمل کی صورت بھی نہیں تھی + شہر میں دو ذی اثر مدبر تھے ؛ لیسیماخوس کا بیٹا
ارسطیدش جو ایک اچھے خاندان کا فرد تھا اور کلس تھنیس کا ساتھ دے چکا تھا ، اور
دوسرے نیوکلیس کا بیٹا تمسطاکلیس جو باپ کی جانب سے تو قدیم و نجیب خاندان لیکومیدائے
کا رکن تھا لیکن چونکہ اس کی ماں یونانی نژاد نہ تھی اس لئے اسے اکاڈمی* کے مدرسے
میں شریک نہیں کیا گیا ، بلکہ اسے کینوسارگیس کے مدرسے پر ہی اکتفا کرنا پڑا[۴] + ارسطیدش

---

[۳] اس قسم کی سفاکی کی مثالوں سے آیندہ جنگ پیلوپونیز کی تاریخ بھری پڑی ہے۔
(ہیروڈوٹس ۶ ، ۹۱) + اس وقت کورنتھیوں نے محض اس وجہ سے آئی گینا کے
خلاف ایتھنز کو مدد دی کہ اول الذکر کے مقابلے میں اسے نسبتاً زیادہ خطرہ
تھا۔ لیکن جب ایتھنز نے آئی گینا کو تہس نہس کر دیا اور مغربی سمندروں پر بھی
اپنا اقتدار قائم کر لیا تو کورنتھی بھی ایتھنز سے دلی نفرت کرنے لگے +

* اکاڈیمیا ایک باغیچہ کا نام تھا جہاں ورزشی کرتب ہوتے تھے اور جہاں
زمانۂ مابعد میں افلاطون نے درس دینا شروع کیا + کینوسارگیس اور اکاڈیمیا
کے مدرسوں میں یہ فرق تھا کہ اول الذکر میں وہ لوگ بھی شریک کئے جاتے تھے
جو پدری اور مادری دونوں طرف سے ایتھنزی نہ تھے + (مترجم اردو)

[۴] ارسطیدش طبعاً نہایت ایمان دار تھا اس کے خصائل نہایت عمدہ تھے
اور وہ اپنی جماعت کے قابل ترین ارکان میں سے تھا۔ تمسطاکلیس طبعاً خود رائے
اور جدت پسند تھا۔ تمسطاکلیس کے لئے "باور" کا وہ مضمون جس کا اس باب
کے "نوٹ" میں ذکر کیا گیا ہے اور اس کی کتاب "تنقید ماخذ سوانح عمری

باب ۳

طبعاً خاموش تھا اور ہمیشہ قدیم شاہ راہ پر ہی قدم اٹھانے کو افضل و اولیٰ تصور کرتا تھا۔ اس کے برعکس تمسطاکلیس کی طبیعت میں بے چینی بھری ہوئی تھی، وہ ہمیشہ اصلاحات کی دُھن میں رہتا تھا اور اپنے مقاصد کے حصول میں وہ اپنے ضمیر کی پیروی کو ضروری خیال کرتا تھا۔ حق یہ ہے کہ دونوں مدبروں کے سیاسی مقاصد ایک ہی تھے، صرف فرق یہ تھا کہ دونوں ان کے حصول کے لئے مختلف تدابیر استعمال کرتے تھے اور مختلف حالات اور واقعات کو مختلف طرز سے اپنے کام میں لاتے تھے۔ دونوں عمومیت پسند تھے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے ارسطیدش تمسطاکلیس کے طرزِ عمل کا مخالف نہ تھا، اور یہ وہ طرزِ عمل تھا جس کی وجہ سے یونان بچ گیا اور ایتھنز ایک مشہور آفاق سلطنت بن گیا۔ لیکن اس مقصد کی تکمیل کے لئے ارسطیدش نے کوئی عملی کارروائی نہیں کی" اور ممکن ہے کہ اسی وجہ سے تمسطاکلیس نے اُسے اپنا مدمقابل سمجھا ہو +

جب ۴۹۳ ق م میں تمسطاکلیس "آرخن ایپونیموس" (ارخنِ اول) مقرر ہوا تو اُس نے پریٔ اوس کے چاروں طرف ایک فصیل تعمیر کرائی جو اس کی زندگی کی سب سے اہم کارگذاری تھی۔[۵] اس وقت تک خلیج فالیرم ہی سے ایتھنز کے بندرگاہ کا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸ تمسطاکلیس مولفہ پلوٹارک" (لائپزگ ۱۸۸۴ء) دیکھنا چاہئے + پلوٹارک ("تمسطاکلیس ا") اور نیپوس (تمسطاکلیس ا) کے مطابق اس کی ماں تھرسیں یا کاریہ یا اکارنانیہ کی رہنے والی تھی۔ اس میں سے اکارنانیہ ہی زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس سے تمسطاکلیس اور مغربی یونان کے تعلقات بہ آسانی سمجھ میں آسکتے ہیں +

[۵] اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ ۴۹۳ ق م کا آرخن مشہور تمسطاکلیس ہی ہے اس کا کوئی اور ہم نام نہیں ہے تو اس کا ذکر "تمسطاکلیس" ا، ۹۲ میں ہے + ک، و گرٹوگر کے اتباع میں بہت سے مورخوں کا قیاس ہے کہ تمسطاکلیس ۴۸۲ ق م میں ارخن تھا، لیکن بلاشبہ اس سے پیشتر ہی اس نے بیڑے کی تیاری شروع کردی ہوگی، پھر کیا یہ ممکن ہے کہ اسے بیڑے کی آراستگی سے پہلے ہی بحری بندرگاہ کا خیال نہ آیا ہو؟ دیکھو بوسولٹ ۲، ۱۲۶۔ اور کرتیوس ۲(۶)، ۸۱۱ اور ۸۱۶ +

کام لیا جاتا تھا - لیکن اس خلیج کا ساحل نہایت طویل تھا اور طوفان یا حملے کے وقت باب ۳
اس میں پناہ نہیں لی جا سکتی تھی۔ اس کا حصہ جنوب و مغرب کی طرف
بالکل کھلا ہوا تھا اور دوراسوں یعنی فالیرم اور پرئی اوس میں سے (جو اس
کو دونوں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں) صرف پرئی اوس کی طرف سے اس کی کچھ
تھوڑی بہت حفاظت ہو سکتی تھی - اس کے علاوہ اس کی حیثیت بہت سے دیگر
یونانی بندرگاہوں سے کچھ ممتاز نہ تھی اور گو وہ ضرورت کے وقت تجارتی جہازوں
کے لئے کارآمد ہو لیکن بحیثیت ایک جنگی بندرگاہ کے وہ بالکل بے کار تھا + بہر نہج
اس کے نواح میں ایک اور بندرگاہ بھی تھا جو اس سے بہتر تھا - پرئی اوس کے ناہموار
جزیرہ نما کی مشرقی جانب یعنی خلیج فالیرم کی طرف دو بالکل محفوظ گودیاں تھیں اور اسی
طرح اس کی مغربی جانب ایک بڑی گودی تھی جس کا دہانہ تنگ تھا اور اس سے بہ آسانی
ایتھنز کا مخصوص بندرگاہ کا کام لیا جا سکتا تھا - اس جزیرہ نما کے مشرق میں جو چھوٹی
چھوٹی گودیاں یعنی مونی خیا اور زیا تھیں - ان کا تعلق فالیرم سے زیادہ تھا اس
لئے کہ ان گودیوں کے دہانے اسی طرف کو تھے - لیکن اگر جزیرہ نما کو اندر کی جانب سے
ایک فصیل سے گھیر دیا جاتا تو ایسی حالت میں یہ گودیاں بھی بڑی مغربی گودی یعنی پرئی اوس
کے متعلق ہو جاتیں - یہ ہی تمسطاکلیس کی خواہش تھی چنانچہ گو یہ کام اس نے فوراً شروع کرا دیا
لیکن اس کی تکمیل زمانۂ دراز تک نہ ہو سکی +

پرئی اوس کو محفوظ کرنے سے ایک اعلیٰ درجہ کا بندرگاہ ایتھنز کے ہاتھ آ گیا + اگر
ایتھنز یونان میں ممتاز بننا چاہتا تھا تو اس کے لئے بحری قوت حاصل کرنا ازبس ضروری
اور لابد تھا اور یہ اس وقت تک بالکل ناممکن تھا جب تک وہ ایک عمدہ بندرگاہ کا
مالک نہ بن جائے - تمام ایتھنزی مدبروں میں تمسطاکلیس ہی ایسا تھا جس کے
یہ امر خوب اچھی طرح سے ذہن نشین ہو گیا تھا اور اسی نے ان تدابیر کا خاکہ کھینچا جن
کی تکمیل اس کے جانشینوں نے کی - اپنے وطن کی جو خدمت اس نے کی اس کے
نتائج یونانیوں کے لئے عموماً اور ایتھنزیوں کے لئے خصوصاً پانچویں صدی ق م
میں اس قدر بدیہی تھے کہ یونانی ان سے متاثر ہو کر یہ کہنے لگے کہ اسی نے ایتھنزیوں
کو فن ملاح گری سکھایا - لیکن بلاشبہ یہ مبالغہ آمیزی ہے اور حق یہ ہے کہ انھیں

باب ۳ ایک زمانہ دراز سے سمندر سے لگاؤ تھا اور جو کچھ تمسطاکلیس نے کیا وہ صرف یہ تھا کہ پرئی اس کو مستحکم کر کے انھیں اس قابل کردے کہ وہ اپنے قدیم فن کو کارآمد بنا سکیں۔
جب سنہ ۴۹۰ق م میں ایرانیوں نے اٹیکا پر حملہ کیا تو اس دیوار کی تعمیر میں کچھ زیادہ ترقی نہیں ہوئی تھی اور جب ایرانیوں کو ہزیمت پہونچی تو تمسطاکلیس نے چاہا کہ ایک اور طرح اپنی عظیم الشان تدبیر کو تکمیل کرے۔ پرئی اوس کے استحکام کا منشا یہ تھا کہ ایتھنز ی بیڑے کے لئے کوئی جائے پناہ بن جائے؛ لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ بیڑا بہت ہی مختصر تھا اور اس کا خیال ہوا کہ برخلاف دیگر یونانی مملکتوں کے جن کے بیڑے ہمیشہ گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔ ایتھنز کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس ایک مستقل بیڑا ہو جائے؛ اس کے لئے اسے یہ دقت پیش آئی کہ یونان میں مستقل بیڑے کے تخیل ہی کا وجود نہ تھا؛ اس لئے عموم ایتھنز کو سمجھانا اور انھیں اپنا ہم خیال بنانا نہایت دشوار تھا۔[۶]

[۶] ہمارا خیال ہے کہ تمسطاکلیس کا کارنمایاں یہ ہی تھا کہ اس نے ایتھنز کے لئے ایک مستقل بیڑا تعمیر کیا + اس وقت تک عام طور پر یونانیوں (یہاں تک کہ کورنتھ اور آئی گینا کے باشندوں) کے پاس صرف زمانہ جنگ میں بقدر ضرورت جہاز ہوتے تھے۔ تمسطاکلیس ہی پہلا شخص ہے جس نے ایتھنز کے لئے ایک مستقل بیڑے کا انتظام کر کے ایتھنز کے اقتدار اور قوت میں چار چاند لگا دئے + اس کے علاوہ مشرقی یونان میں ایتھنز ہی پہلی مملکت تھی جس میں سلح خانوں اور گودیوں کا رواج ہوا؛ اس سے پیشتر یہ طریقہ رائج تھا کہ بری جانب کشتیوں کے چاروں طرف لکڑیوں کی باڑ لگا دی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے خلیج فالیرم ایتھنز کے لئے صرف کافی ہی نہ تھی بلکہ چونکہ جہاز اتھلے پانی میں بہ آسانی کنارے پر کھینچ جا سکتے تھے اس لئے وہ گہرے پانی کے ساحل سے بدرجہا بہتر تھی + میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے تمسطاکلیس نے ہی یہ ترکیب نکالی کہ ایسی عمیق گودیاں بنائی جائیں جن میں جہاز آ جا سکیں اور جن میں بری فوجیں حفاظت کے لئے ٹھیر سکیں۔ تقریباً اسی زمانے میں سرقوسہ کے خودسر گیلون نے اپنی قلمرو میں اسی قسم کی اصلاحات کیں +

باب۳ بہرحال اس نے پیچ درپیچ طریقے سے اپنا خیال عوام کے ذہن نشین کرایا اور ایسے مقاصد کو جن کی اس کے نزدیک محض ثانوی اہمیت تھی بظاہر پیش پیش رکھ کر ایتھنزیوں سے کہا کہ قابل نفرت آئی گینا سے جو جنگ ہو رہی ہے اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایتھنز کے پاس ایک مستقل بیڑا ہونا چاہئے۔ حقیقت یہ تھی کہ خود اس کے نزدیک ایتھنز کو ایران کی طرف سے جس خطرے کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا وہ آئی گینا کی جنگ سے کہیں زیادہ اہم تھا مگر اس کا اثر عوام ایتھنز پر نہایت مشکل سے پڑ سکتا تھا۔ دوسرے یہ مسئلہ ہنوز زیر بحث تھا کہ جنگ ایران میں بیڑا کارآمد بھی ہوگا یا نہیں۔ بلاشبہ تمسطاکلیس نہایت وثوق سے یہ کہہ سکتا تھا کہ ایرانی ضرور واپس آئیں گے اور یہ بھی یقینی امر تھا کہ وہ پہلے سے زیادہ کیل کانٹے سے تیار ہو کر آئیں گے۔ جب یہ دونوں باتیں مسلم تھیں تو پھر وہ مفصلۂ ذیل طرز سے استدلال کر سکتا تھا۔ اگر ایرانی براہ راست سمندر کو عبور کر کے آئے تو انھیں سمندر پر شکست دینے کے لئے ایک بڑے بیڑے کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس وہ مہرنوش کی طرح تھریس ہو کر آئے تو ایسی حالت میں ایرانی بیڑا ایرانی فوج کو مدد دے سکے گا اور ان کے قبضہ میں ایک نہایت مفید آلۂ حرب ہوگا اور اگر وہ کسی طرح سے برباد ہو گیا تو ان کی بڑی سے بڑی فوج بھی معرض خطر میں پڑ جائے گی + لیکن ان دلائل کا یہ جواب دیا جا سکتا تھا کہ اگر ایرانی تھریس اور مقدونیہ ہو کر آگے بڑھے تو ایسی حالت میں یونان کو بڑی ساز و برگ سے بچایا جا سکتا ہے۔ اور اگر ان کی تمام تر قوت بیڑے کے آراستہ کرنے میں صرف ہو گئی تو پھر بری جنگ میں کامیابی ممکن نہیں + پلوٹارک کہتا ہے کہ[۱] تمسطاکلیس کی یہ شکایت کی گئی کہ اسی کی کوششوں کی وجہ سے بجائے نیزے اور ڈھال کے ایتھنزی شہری کے ممتاز نشانات گدے دار بیٹھکیں اور چپو بن گئے تھے۔ اس میں تو شبہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایتھنز (بری اور بحری) دونوں شعبوں میں یکتا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر اس نے دو لوں میں سے ایک یعنی بیڑے کو ترجیح دی تو پھر ہوپ لیٹوں کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہونا یقینی اور لابدی تھا +

[۱] پلوٹارک، تمسطاکلیس ۴ + پلوٹارک افلاطون کا اقتباس دیتا ہے اور اسے اصل میں

باب ۳

ایسے لوگوں کے دلائل جنھوں نے تمسطاکلیس کے خلاف آواز بلند کی بظاہر کافی وشافی تھے اور انھیں تجربہ ماضیہ سے اور بھی زیادہ تقویت پہونچی تھی۔ مثلاً ماراتھون کے معرکے پر ایتھنز کو بیڑا نہیں بلکہ ہوپ لیت ہی ایتھنز کی نجات کا باعث ہوئے تھے۔ ایتھنز یوں کو آخر ایسی کیا ضرورت تھی کہ وہ تمام تجربوں کو بالائے طاق رکھ کر ایک نئی روش اختیار کر کے ایک یقینی امر کو مشتبہ کر دیں؟ یہی سبب تھا کہ تمسطاکلیس کو قدیم خیال کے لوگوں کے ملانے میں سخت ترین دقتوں کا سامنا کرنا پڑا + عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو شخص اس کی بحری اصلاحات کا مخالف تھا وہ اس کا مشہور مدمقابل ارسطیدش تھا؛ اس رائے کے موافق بہت سے دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں اور یہ امر بعید از قیاس بھی نہیں! لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ گو قدیم مورخوں کو اس واقعہ کے ضبط تحریر میں لانے کا کافی موقع تھا مگر ہم کسی جگہ اس کا اعادہ نہیں پاتے، بلکہ اس کے برعکس پلوٹارک یہ کہتا ہے کہ ان تحریکات کا مخالف ملتیادیس تھا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ملتیادیس نے مخالفت کی بھی تو وہ چند ہی روز میں ختم ہو گئی ہوگی[ش] ممکن ہے کہ ارسطیدش ہی کی وجہ سے تمسطاکلیس

بقیہ حاشیہ

"کتاب النوامیس" ۴، ۴، ۷ وغیرہ کا خیال ہے۔ لیکن اس موقع پر جنگ سالامس کی اہمیت کو نہایت بری طرح نظر انداز کر دیا گیا ہے + افلاطون کوئی مورخ یا سیاس تو تھا ہی نہیں اور اسے ایسے معاملات میں سند کا درجہ ہرگز حاصل نہیں ہے۔ تمسطاکلیس کے درخشاں کارناموں اور جنگ سالامس کے حالات سے قدما اور موجودہ زمانے کے بہت سے مورخ اس امر کو بالکل بھول گئے ہیں کہ ایتھنز ہیلیسپونٹ میں سولن کے زمانے میں بھی صاحب اقتدار تھا اور چھٹی صدی ق م میں اعلیٰ درجے کی بحری طاقتوں میں شمار ہوتا تھا +

ش پلوٹارک: "تمسطاکلیس" ۴۔ بحوالہ اسٹسمبروتوس + ملتیادیس فاتح ماراتھون تھا اسی لئے اسے لوگ بری فوج کا پشت پناہ اور وکیل سمجھتے تھے + ہیرڈوٹس (۸، ۷۹) تمسطاکلیس اور ارسطیدش کے باہمی نزاع کا محض سرسری طور پر ذکر کرتا ہے

باب ۳ کی تحریکات کو عملی جامہ پہنانے میں اس قدر دیر لگ گئی ہو۔ مگر قدیم مورخوں کا یہ قول صریحاً غلط ہے کہ ملتیادیس نے نہیں بلکہ ارسطیدش نے اس کی براہ راست

بقیہ حاشیہ

اور پلوٹارک بھی (ارسطیدش" ۲ اور "تمسطاکلیس" ۳) محض عام رائے زنی پر اکتفا کرتا ہے + اس میں شبہ نہیں کہ پلوٹارک اپنی "سوانح عمری ارسطیدش" میں ارسطیدش کو اعیانی کہکر پکارتا ہے۔ مگر وہ خود ہی کہ اٹھتا ہے کہ ارسطیدش کلس تھنیس کا دوست تھا، اور گو پلوٹارک اپنی "سوانح عمری کیمون" (۱۵) میں اسے بھی اعیانی کا لقب دیتا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ کچھ بیہودہ اعیانیت پسند نہ تھا۔ ساتھ ہی وہ کہتا ہے کہ ارسطیدش لائی کرگس کا مدح خواں تھا، اور کلس تھنیس اور لائی کرگس کے امتزاج سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سیاسی تعریفات میں کوئی اصول مدنظر نہیں رکھا گیا + حقیقت یہ ہے کہ کلس تھنیس نے ایتھنز میں جس عمومیت کا بیج بویا تھا اسے ارسطیدش نے بارآور کیا + یہ امر کہ تمسطاکلیس عمومی اور ارسطیدش اعیانی تھا' یہ سب ان مورخوں اور مخصوص طور پر تھیوپومپوس کی بلاغت اور نکتہ سنجی کے نتائج ہیں جو ایسے قواعد کی اصولاً پیروی کرتے تھے جن کے مطابق ہر واقعے اور ہر شخص کے ساتھ خاص خاص صفات محمول کی جاتی تھیں۔ ان قواعد کے مطابق منصف مزاج ارسطیدش اعیانی گروہ کا رکن تھا اور تمسطاکلیس جو بادی النظر میں نتائج سے بالکل لاپرواہ رہتا تھا عمومی تھا + حقیقت حال بالکل مختلف تھی' یہ صاف ظاہر ہے کہ ارسطیدش نے تمسطاکلیس کی بحری طرز عمل کی تائید نہیں کی لیکن اس کا بھی ثبوت نہیں ملتا کہ اس نے اس کی تخریب کی کوشش کی ہو' اور اس کی عدم تائید سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ کسی اور سیاسی گروہ کا رکن تھا + چونکہ وہ اس تحریک میں دلچسپی نہیں لے سکتا تھا اس لئے مناسب تھا کہ وہ چندروز کے لئے ایتھنز سے چلا جائے۔ اس رائے میں (جسے میں درست سمجھتا ہوں) کہ تمسطاکلیس نے ایتھنز کی توجہ خاص کر بحری اصلاحات کی طرف مبذول کی (پلوٹارک: تمسطاکلیس" ۴ و ۱۹) بہت جلد مبالغہ آمیزی ہونے لگی (مثلاً ہیروڈوٹس ۷، ۱۴۴ اور طوسی دیدش ۱، ۹۳ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنزی ملاح گری اور جہازرانی میں اتنے ہی ماہر سمجھے جاتے تھے جتنے خود کورنتھی اور آئی گینی) + لیکن اگر پلوٹارک کا بیان

مخالفت کی تھی۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اس نے اپنے مدمقابل کے تحریکات کی تائید نہیں کی تھی اور بس۔ اس وقت تک وہ محصول جو لاؤریون کی چاندی کی کانوں پر لگایا جاتا تھا ایتھنزی شہریوں میں تقسیم ہو جاتا تھا؛ اب تمسطاکلیس نے یہ تحریک کی کہ اس کی بجائے وہ جنگی جہازوں کی تیاری میں صرف کیا جائے[۹]۔ ایتھنزیوں کے پاس صرف ستر جہاز تھے[۱۰] اور ان میں کورنتھی کشتیاں شامل تھیں؛ تمسطاکلیس نے یہ تجویز پیش کی کہ جہازوں کی تعداد بڑھا کر دو سو کردی جائے اور لاؤریون کے کانوں کا محصول جس سے ۴۸۳ ق م سے پیشتر ۵۰ تالنت سالانہ آمدنی ہوئی تھی[۱۱] بجائے باب ۱۳

بقیہ حاشیہ (تمسطاکلیس ۲) صحیح ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مبالغہ آمیزی کا اصل باعث خود تمسطاکلیس ہی تھا۔ پلوٹارک کہتا ہے کہ تمسطاکلیس اکثر شیخی بھرے الفاظ زبان سے نکالتا تھا اور ایسی حالت میں بلاشبہ بہت سے ایتھنزی ایسے ہوں گے جو اپنے دل ہی دل میں اس کا متین اور باتمیز ارسطیدش سے مقابلہ کرتے ہوں گے + اگر ہمارا خیال درست ہے اور سیاسی فریق بندی کی روایتی خصائص کا مبدأ تھیوپومپوس ہی ہے تو پھر ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ واقعات اور حالات کے باوجود موجودہ زمانے کے مورخوں نے ان پر زور دینے میں غلطی کی ہے، اور انھیں اس کی توجیہ کرنے میں کہ آخر اعیانیت پسند ارسطیدش عمومی کس طرح ہو گیا؟ بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے عمومیت کا ہی دلدادہ تھا +

۹ہیروڈوٹس ۷، ۱۴۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے تک یہ محصول تقسیم کر دیا جاتا تھا +

۱۰ہیروڈوٹس ۶، ۸۹، ۱۳۲ +

۱۱ہیروڈوٹس ۷، ۱۴۴ مع حواشی اشٹائن۔ پولی اے انوس ۱، ۳۰، ۶ ارسطاطالیس کی تصنیف "سیاسیات اٹیکا" کے ایک فقرے کا اتباع کرتا ہے جو غیر مکمل حالت میں ہمارے پاس تک پہونچا ہے۔ اس کے مطابق ایک سو دولت مند ترین اشخاص کو ایک ایک تالنت ملتا تھا اور ان پر یہ لازم تھا کہ وہ ایک سہ طبقہ جہاز تیار کریں لاؤریون سے پچاس تالنت کی آمدنی کچھ زیادہ رقم نہیں ہے؛ ان سے تھاسوس کی کانوں کا

باب ۱۳

شہریوں میں تقسیم کر دینے کے جہازوں کی آراستگی پر لگایا جائے + یہ رقم ایک بڑے بیڑے کی تیاری کے لئے بالکل کافی تھی؛ پانچویں صدی ق م اور اس کے بعد تک ایک سہ منزلہ کشتی تقریباً ایک تالنت میں تیار ہو جاتی اور مملکت ایک اور تالنت اس کے آراستہ کرنے میں صرف کرتی تھی۔ اس طرح اگر ہر سال پچاس تالنت صرف کئے جاتے تو چار سال میں ایک سو جنگی کشتیاں تیار ہو سکتیں اور ۴۸۰ق م میں ایتھنز کے پاس ایک سو اسی جہازوں کا ایک بیڑا ہوتا + یہ اعداد و شمار صرف یہ دکھانے کے لئے پیش کئے گئے ہیں کہ تمسطاکلیس کی ترکیب ممکن تھی؛ ظاہر ہے کہ ان کی بنا قیاس پر ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو حالات اس باب میں درج کئے گئے ہیں ان میں یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ قدما کے بیانات پر قیاس کا اضافہ کیا جائے +

تمسطاکلیس کے تدابیر کی کامیابی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ارسطیدش کو ۴۸۲ق م میں ملک بدر ہونا پڑا۔ جب ارسطیدش ایتھنز میں تھا تو اس نے یہ قاعدہ مقرر کر لیا تھا کہ جب کبھی اس کا مد مقابل کوئی تحریک کرتا تو وہ نفی میں محض اپنا سر ہلا دیتا؛ اور اگر تمسطاکلیس کے تدابیر کو کامیابی ہونا تھی تو یہ بہتر تھا کہ ارسطیدش ایتھنز سے کچھ فاصلے پر ہی ہو۔ مشہور ہے کہ جب رائے لی گئی تو ایک شہری کی طرف سے ارسطیدش کو خود جلا وطنی کے لئے اپنا ہی نام لکھنا پڑا اور جب اس نے اس شہری سے یہ دریافت کیا آخر ارسطیدش میں کونسا ایسا نقص ہے جس کی وجہ سے وہ جلا وطنی کا مستحق ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں لوگوں کی زبان سے اسے منصف مزاج سنتے سنتے تھک گیا ہوں۔ بدقسمتی سے یہ شخص سچ کہہ رہا تھا اور اس موقع پر ایتھنز اور یونان کو اتنے منصف مزاج رہبر کی ضرورت نہ تھی جتنی ایک قابل رہبر کی + [۱۲]

(بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱) مقابلہ کیا جائے۔ لیکن یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اس کے لئے ڈنکر، (۵) ۱۸۲، حاشیہ ۱ کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اور بوسولٹ اور کرتیوس کی صحیح رائے کا جسے اس نے "تاریخ یونان" (۶۶۲)، ۱۸۴ ۱۸۵ میں اظہار کیا ہے مقابلہ کرنا چاہیئے +

[۱۲] اسی زمانہ میں فارقلیس کے باپ زانتھی پوس کو بھی جلا وطن ہونا پڑا +

نوٹ

اس باب کے لئے سب سے بڑی سند ہیروڈوٹس ۶، ۱۳۱ وغیرہ اور ساتویں مقالے کی ابتدا ہے۔ لیکن ہم ہیروڈوٹس ہی پر اکتفا نہیں کر سکتے اس لئے کہ وہ دو نہایت اہم معاملات پر مطلق بحث نہیں کرتا، یعنی ایتھنزیوں کی ایران کے خلاف جنگی تیاریاں اور ایتھنز کے اندرونی تنازعات۔ اسی لئے سوانح عمریوں سے بھی کام لینا پڑے گا اور ان میں سے پلوٹارک کی سوانح عمری ارسطیدش و تمسطاکلیس خاص طور پر قابل ذکر ہیں، لیکن یہ بھی ۴۹۰ ق م سے ۴۸۰ ق م تک کے حالات کے لئے مخض ناکافی ہیں؛ اول تو اس دور کے ہمعصروں نے بہت ہی کم مواد چھوڑا ہے اور دوسرے زمانۂ مابعد کے مورخوں نے تاریخ میں بالکل غلط نظریے شامل کر دیئے ہیں، اور یہ "باؤئر" نے اپنی کتاب "تمسطاکلیس" (میرزے برگ ۱۸۸۱ء) میں واضح کر دیا ہے۔ نیز مقابلہ کیا جائے حواشی باب ۷، کتاب ہذا۔ اس ضمن میں تھیوپومپوس نے اصل واقعات کی حقیقت کو خاص طور پر بدل دیا ہے۔

باب (۴)

سنہ ۴۸۰ ق م

اس شکست کے بعد ایران نے یونان کی طرف رخ کرنے میں امید کے خلاف دیر کی داریوش کی خواہش تھی کہ وہ اس مرتبہ یونان پر بصد تزک و احتشام حملہ آور ہو چنانچہ وہ سنہ ۴۸۹ ق م سے سنہ ۴۸۷ ق م تک نہایت وسیع تیاریوں میں مصروف رہا لیکن سنہ ۴۸۶ ق م میں مصر باغی ہو گیا اور یونان پر حملہ کرنے سے پیشتر داریوش کو گھر کی بغاوت فرد کرنی ضروری تھی۔ اس کے علاوہ اسی زمانے میں اس کے بیٹوں کے درمیان وراثت تخت و تاج کے معاملے میں نقیض پیدا ہوئی۔ سب سے بڑا لڑکا ارتوبازان یہ کہتا تھا کہ میں ہی وارث تخت و تاج ہوں۔ مگر داریوش نے زرکسز کی ماں اتوسہ سے جو کورش کی بہن تھی اپنی تخت نشینی کے بعد شادی کی تھی اسی لئے زرکسز اپنا حق فائق بتاتا تھا۔ آخر کار اتوسہ ہی کی خواہش پوری ہوئی اور سنہ ۴۸۵ ق م میں داریوش کے انتقال کے بعد زرکسز ہی تخت نشین ہوا۔ اس نئے فرمانروا نے سب سے پہلے یعنی سنہ ۴۸۴ ق م میں ہی مصر کی بغاوت فرد کر دی اور اس کے بعد یونان کا رخ کیا۔ ہیروڈوٹس کی کتاب میں تمام ایرانی عمائدین کی ایک مجلس شوریٰ کا ذکر ہے جس میں خاندان شاہی کے افراد، سات بڑے بڑے امرا، کے قریب ترین رشتہ دار اور مختلف صوبوں کے والی شریک تھے۔ اس میں زرکسز نے حاضرین کے سامنے اپنا پیش نامہ بیان کیا اور منجملہ اور باتوں کے یہ کہا کہ اُس کا ارادہ ہیلسپونٹ پر ایک پل بنا کر اپنا لشکر یونان لے جانے کا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زرکسز مہر نو نقش

کا اتباع کرکے بری راستہ ہی اختیار کرنا چاہتا تھا۔ اس کی خود مہرنوش نے بھی تائید کی بلکہ شاید وہی اس مرتبہ بھی اس تدبیر کا بانی مبانی تھا اور چاہتا تھا کہ اپنے پہلے کارنامے کا ایک وسیع پیمانے پر اعادہ کرے۔ مگر زرکسنز کا چچا یعنی داریوش کا بھائی ارتابان سرے سے اس مہم کے ہی خلاف تھا۔ اس کا یہ قول تھا کہ بر و بحر دونوں پر یونانی نہایت بہادر ثابت ہوئے ہیں اور ایرانی کسی حالت میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اس مخالفت سے شہنشاہ مارے غصے کے کانپ اٹھا لیکن اس کے چچا نے اس خوبی سے اپنے دلائل و استدلال پیش کیے کہ اس کے استقلال میں کچھ تھوڑا سا فرق آ ہی گیا۔ لیکن اسے دو مرتبہ ایک ہی خواب نظر آیا جس میں اسے مہم سر کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اور جب شہنشاہ کے حکم کی چار و ناچار تعمیل کرکے ایک روز ارتابان شاہی خلعت زیب تن کیے ہوئے شاہی مسند پر بیٹھا اور اس کے بعد شاہی بستر پر جاکر لیٹا تو اسے بھی وہی طویل القامت خوبرو جوان نظر آیا جو زرکسنز کو نظر آیا تھا اور اس نے اسے زرکسنز کو غلط راہ بتانے پر بہت سخت و سست کہا۔ غرض یہ ہے کہ ارتابان نے آخرکار اپنی رائے بدل دی[1] اور اس مہم کے لئے جس کا ثانی تاریخ عالم میں ملنا دشوار ہے تیاریاں شروع ہوگئیں، جو ہیروڈوٹس کے بیان کے مطابق متواتر تین سال یعنی ۴۸۴ ق م سے ۴۸۱ ق م تک ہوتی رہیں۔ اول تو والیان صوبہ جات کو خود بھی اس کی بے حد خواہش تھی کہ ان سے جن افواج کا مطالبہ ہوا ہے وہ عمدہ طور پر آراستہ و پیراستہ ہوں اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے مہیا کی جائیں۔ اس پر جب انعام و اکرام کے وعدوں کا اضافہ بھی ہوا تو ان کے جوش کی انتہا نہ رہی۔ اسی زمانے میں زرکسنز نے ایک ایسا کام شروع کیا جو اس کے نزدیک بہت ہی اہم اور ضروری تھا اور جس سے

[1] یہ صاف ظاہر ہے کہ اس جگہ طول و طویل اور غیر ضروری استدلال کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ اصل میں ہوا یہ ہے کہ ایشیائے کوچک میں لوگوں نے ایک دوسرے سے یہ قصے بیان کیے اور ہیروڈوٹس نے انھیں ہو بہو نقل کر دیا۔ دیگر امور میں یہ سب ایشیائی رنگ میں رنگا ہوا ہے اور اس سے وہی مشرقی استبدادیت عیاں ہوتی ہے جس کی جھلک "عہد نامہ عتیق" میں بھی پائی جاتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس مہم کی ابتدا مہر نوش ہی کی تحریک سے ہوئی ہوگی، یعنی اس نے کوہ آتھوس اور تھریس کے درمیان ایک نہر کھدوانی شروع کی تاکہ جہازوں کو اُس راس کا دور نہ کرنا پڑے جو داریوش کے زمانے میں اس درجہ نقصان رساں ثابت ہوئی تھی۔ یہ نہر بارہ استادیا (تقریباً ڈیڑھ میل) لانبی اور (ایک مورخ مابعد کے بیان کے بموجب) ایک سو فٹ چوڑی تھی اور اس کے تعمیر کرنے میں فنیقیوں نے اپنے کمال کے جوہر خوب ہی دکھائے[1]۔ ساتھ ہی دریائے اسٹریمون کے عبور کرنے کے مشکلات کو ملحوظ رکھ کر اس دریا پر پل باندھنے کے تدابیر کئے گئے۔ لیکن جو بات سب سے زیادہ اہم تھی وہ لشکر کے سامان رسد کا مسئلہ تھا، اس لئے یہ طے کیا گیا کہ مختلف شاہراہوں پر یعنی لیو کے اکتے (پروپونتس)، تیردوزا (ملک پرتھوس)، دورسکوس (میدان وہانہ دریائے ہبزدس) اور خلیج تھرمے (مقدونیہ) پر غلہ وغیرہ جمع کر دیا جائے۔ آخرکار بری افواج بمقام کرتیالا (کاپادوسیہ) جمع ہوئیں اور وہاں سے کیلائناے ہوتی ہوئی سارڈس آئیں یہاں آتیس کا بیٹا پی تھیوس جو شاید شاہ کریسوس کا پوتا یا نواسہ تھا مقیم تھا۔ اس کے پاس بے شمار دولت تھی یعنی علاوہ غلاموں اور جائداد منقولہ کے وہ دو ہزار نقرئی تالنت اور چالیس لاکھ طلائی استاتر (تقریباً چھ کروڑ روپیہ) کا مالک تھا۔ اور جب یہ لشکر سارڈس پہونچا تو اُس نے زرکسز اور تمام ایرانی سپاہ کی دعوت کی۔ شہنشاہ نے سارڈس سے علاوہ ایتھنز اور اسپارٹا کے باقی تمام یونان کو اپنے سفیر بھیجے جن کے ذریعہ سے اس نے یونانیوں کو اطاعت کی دعوت دی اور ان سے مٹی اور پانی طلب کیا[2]۔

---

[1] ہیرڈوٹس ۷، ۲۲، ۲۴۔ اس مسئلہ کے متعلق کہ آیا یہ نہر کبھی مکمل ہوئی یا نہیں (جس کا بہت سے مورخوں کو شبہ ہے)، ڈنکر، (۵)، ۱۹۹ دیکھا جائے۔

[2] ہیرڈوٹس ۷، ۱۳۲۔ اس سلسلے میں پلوٹارک: "سوانح عمری تمسطاکلیس" کا مطالعہ کرنا چاہیے جہاں یہ ذکر ہے کہ جس شخص نے ایرانی پیغام کی ترجمانی کی تھی اسے تمسطاکلیس کی تحریک پر قتل کر ڈالا گیا اور ارتھمیوس ساکن زیلیا کے شہری حقوق اس لئے سلب کر لئے گئے کہ وہ ایرانی روپیہ (رشوت کی غرض سے) یونان میں لایا تھا۔

باب ۸

اس کے بعد اس نے موسم بہار ۴۸۰ ق م کے اوائل میں ہیلیسپونٹ کا رخ کیا جس پر ابی دوس اور سستوس کے درمیاں پل باندھ دیا گیا تھا۔ پہلا پل تو ایک طوفان کی نذر ہوا جس سے شہنشاہ کو بیحد غصہ آیا اور اس نے حکم دیا کہ پانی پر لاٹھیوں کی ضربیں لگائی جائیں اور سزا کے طور پر ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈالی جائیں؛ آخر الامر پچاس چھوٹی کشتیوں اور سہ طبقہ جہازوں کے دو پل بنائے گئے ایک میں تین سو ساٹھ اور دوسرے میں ۳۱۴ جہاز کام آئے۔ اول تو کشتیوں کے لنگر ڈال دئے گئے۔ اور ان پر دو نہایت دبیز رسے جن کی موٹائی تیس انچ (تقریباً ۱۴ گرہ) سے زیادہ تھی باندھ کر ان پر شہتیر، تختے اور مٹی ڈال دی گئی۔ اس طرح دو مکمل سڑکیں تیار ہو گئیں اور ان کے دو رویہ بلند کٹہرے لگا دئے گئے۔ زرکسز نے ابی دوس پہونچ کر اپنے لئے سنگ مرمر کا ایک تخت بچھوایا اور اس پر بیٹھکر اپنی فوج اور بیڑے کا معائنہ کیا۔

اس پل کو بخیر و خوبی عبور کرکے فوج پہلے تو شمال و مشرقی سمت تھریسی خرسونیز میں ہو کر پھر جنوب و مغربی جانب بحیرۂ تھریس کے کنارے کنارے چلی۔ جب یہ لشکر جرار ہبروس ندی کے پار دورسکوس کے میدان میں پہونچا تو اسے شمار کرنے کی غرض سے شہنشاہ نے حکم دیا کہ ایک مربع آراضی میں دس ہزار آدمی کھڑے کر دئے جائیں۔ اسی طرح بار بار یہ قطعہ سپاہیوں سے بھرا گیا تا کہ شمار کرنے کی زحمت نہ اٹھانا پڑے۔ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ یہ قطعہ ایک سو ستر بار بھرا گیا اور خالی کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگجوؤں کی تعداد ستر لاکھ تھی۔ ہمارے مورخ کو یہ علم نہیں کہ ہر صوبے سے کتنے کتنے آدمی آئے تھے لیکن وہ اس عظیم الشان لشکر کی ظاہری شکل و صورت کا نہایت دلچسپ حال بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں مفصلہ ذیل عناصر موجود تھے:-

سب سے پہلے تو ایرانی اور مددی تھے جو نیزوں، کمانوں اور تلواروں سے مسلح تھے؛ ان کے بعد کسیانی، ہیرکانی اور اشوری پیتل کے خود پہنے ہوئے اور علاوہ دیگر اسلحہ کے ہاتھ میں لکڑی کے گرز لئے ہوئے جن پر لوہے کی ٹوپیاں تھیں؛ اختیاری جن کے ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے بھالے اور تبر تھے؛ ہندوستانی اپنے سوتی لباس

باب ۴

میں کمانوں اور سر کنڈے کے تیروں سے مسلح، آریہ، پارتھی، خوارزمی، سوگدیانا اور گندھارا کے باشندے جو تقریباً بختیاریوں ہی کی طرح مسلح تھے، بحر خزر کے اطراف کے باشندے سموری لباس زیب تن کئے ہوئے، سارنگے رنگین کپڑے اور اونچی ایڑی کے جوتے پہنے ہوئے، پاکتی، اوتیانی، میکیانی، اور پاریکانی تھے۔ ان کے علاوہ اس فوج کے عرب ڈھیلی ڈھالی عبائیں پہنے ہاتھوں میں کمانیں لئے تھے، افریقہ کے حبشی شیروں اور چیتوں کی کھالیں اوڑھے ہوئے اور ہاتھوں میں لمبی کمانیں اور پتھر کے سروں کے تیر (جن پر نیل گائے کے سینگ لگے تھے) اور خاردار گرز لئے تھے اور ان کے آدھے جسم سرخ اور آدھے سفید رنگے تھے۔ اس فوج میں ایشیائی حبشی (یعنی بلوچستان کے براہوئی) بھی تھے جو بجائے خودوں کے گھوڑوں کی پیشانی کا حصہ سروں پر پہنے تھے اور سارس کے چمڑے سے ڈھال کا کام لیتے تھے، لبیہ والے بھی تھے جن کے نیزوں کی نوکیں آگ میں تپا کے سخت کر دی گئی تھیں، پفلاگونیہ والے بھی تھے جو اونچی ایڑی کے جوتے پہنے تھے اور لیگیائی، ماتی ینانی، ماریاندینیانی شامی افروجی اور ارمن بھی تھے۔ وہاں اریہ کے باشندے یونانیوں کی طرح مسلح تھے، میزیہ کے باشندے نظر آتے تھے، تھریسی لومڑی کی کھال کی ٹوپیاں، رنگین کپڑے اور ہرن کے چمڑے کے جوتے پہنے تھے، ایشیائی تھریسیوں کے بازوؤں پر رنگین کپڑا لپٹا ہوا اور وہ سروں پر پیتل کے خود پہنے ہوئے تھے جن میں کان اور سینگ بنانے والے نے اپنی صناعی کا نمونہ دکھایا تھا۔ ان کے دوش بدوش لسونیانی، ملیائی، موسکیانی، طبرے نیانی، مکرونیائی، موسی نوئکی اور ماریس تھے! اور وہیں کونکسی بھی تھے، جن کے سروں پر لکڑی کے خود اور ہاتھوں میں گائے کے چمڑے کی ڈھالیں تھیں! اور الارودیائی، ساسپیریانی، اور جزائر خلیج فارس کے باشندے بھی تھے۔ ہر دس سو، ہزار اور دس ہزار سپاہیوں پر ایک ایک افسر متعین تھا اور ہر قبائلی دستہ ایک ایک ایرانی امیر کے ماتحت تھا۔ تمام پیادہ سپاہی مہرنوش تری تان تائک میس ولد ارتابان سمرودمین، ماسس تیس برادر زرکسز گرگیس اور میگابیزو ولد زوپیروس کے زیر کمان تھے۔ صرف دس ہزار چیدہ چیدہ سپاہی یعنی نام نہاد "قشون جاودانی" ہمیشہ پورے طور پر مسلح رہتے تھے، ان ہی کے پاس بہترین ہتھیار رہتے تھے اور یہی اپنے ساتھ

باب ۶

میدان جنگ میں اپنی بیویاں، ملازم اور دیگر سامان تعیش لے جا سکتے تھے۔ ان کا کمانڈار ہیدارنیز تھا۔ یہ سب ایرانی پیدل سپاہ کی تفصیل ہوئی۔

ان کے علاوہ ایرانی فوج میں اسی ہزار سوار تھے۔ جن میں پاریکانی اور عرب شتر سوار شامل نہ تھے۔ اسپ سواروں میں آٹھ ہزار ایرانی گوپھنئے جن کے ہاتھ میں لمبی پھندے دار رسیاں بھی تھیں، مدوی اور کسیانی جو جنگی رتھوں میں سوار تھے، اور باختر اطراف بحیرۂ خزر اور لبیہ کے باشندے بھی تھے، ان سب کے کمانڈار داتس کا بیٹا ارامتھریس اور ئی تھایوس تھے۔

ایرانی سہ طبقہ جہاز (جن کی تعداد ایک ہزار دو سو سات تھی مختلف اطراف واکناف سے مفصلۂ ذیل تناسب سے آئے تھے:- فنیقیہ اور فلسطین ۳۰۰، مصر ۲۰۰، قبرص ۱۵۰، سلیسیہ ۱۰۰، پمفیلیہ جہاں کے باشندوں کے اسلحہ یونانی وضع کے تھے) ۳۰، لسیہ ۵۰، ایشیائی دوریانی ۳۰، کاریہ ۷۰، ایونیہ ۱۰۰، جزائر ۱۷، ایولیہ ۶۰، ہیلیسپونٹ ۱۰۰۔ ان کے علاوہ اس بیڑے میں تین ہزار کشتیاں، گھوڑوں کی بار برداری کی کشتیاں، اور تیس اور پچاس چپو کے جہاز اور تھے بیڑے کے امیر البحر داریوش کے دو بیٹے اریابگنز اور ہخامنز اور پرگراسپز اور میگابازو تھے، اور ان کے ماتحت مختلف اقوام کے ملاح تھے جن میں سے سب سے ممتاز ایک عورت ارتیمیزیا تھی جو اُسی لیگداموس کی بیٹی تھی جس نے ہالی کارناسوس، کوس، نسی روس اور کالیدنوس سے پانچ جہاز مہیا کئے تھے۔ قومی سپاہ کے علاوہ ۳۶۲۱۰ ایرانی، مدوی اور شک قوم کے ملاح ۳۰ نفر فی جہاز کے حساب سے تمام جہازوں میں تقسیم کر دئیے گئے تھے تاکہ وہ حسب دلخواہ نگرانی کر سکیں۔ ان کے علاوہ فی جہاز ۲۰۰ ملاحوں کے حساب سے ۱۲۰۷ جہازوں میں ۲۴۱۱۰۰ قومی سپاہ تھی اور تین ہزار دیگر کشتیوں میں ۲۴۰۰۰۰ اور سپاہی تھے۔ غرض یہ ہے کہ اگر اس میں ۱۷۰۰۰۰۰ پیدل، اسی ہزار اسپ سوار اور بیس ہزار رتھ سواروں کا اضافہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایشیا سے کل ۲۳،۱۷،۶۱۰ سپاہی آئے تھے۔

ہیروڈوٹس جنگ تھرموپلی کے جنگ کے سلسلے میں کہتا ہے کہ اس کے علاوہ یورپ میں بھی ایک کثیر التعداد فوج اس میں ملائی گئی جس میں تین لاکھ تھریسی سپاہی

باب ۴

۱۲۰ جہاز اور چوبیس ہزار ملاح تھے۔ اس طرح ایرانی فوج میں جنگجوؤں کی تعداد ۲۶،۴۱،۶۱۰ ہوئی اور اگر بقول ہیروڈوٹس فی کس ایک ملازم بھی رکھا جائے تو نان بائیوں، باورچیوں اور دیگر ملازموں کو نظر انداز کرنے پر بھی ایرانی فوج میں گویا کل ۵۲،۸۳،۲۲۰ آدمی ہوئے۔ کچھ عجب نہیں کہ اس عظیم الشان لشکر کے لئے فی یوم ایک لاکھ دس ہزار شل (تقریباً ۴۴ ہزار من) اناج درکار ہوتا تھا اور پانی کا اس قدر خرچ تھا کہ دریا کے دریا خشک ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ ان اعداد و شمار میں بے حد مبالغہ آمیزی برتی گئی ہے ہیروڈوٹس نے جو تعداد اس لشکر کے افراد کی ہمارے سامنے پیش کی ہے اس کے لئے اس چھوٹے سے پہاڑی ملک میں ہرگز کافی جگہ نہیں نکل سکتی تھی۔ دوسرے بہت سے سپاہیوں کے پاس ایک ملازم بھی نہ تھا اور اگر افسران بالاتر کے پاس فی کس ایک ملازم سے زیادہ تھے تو بھی ان کی مجموعی تعداد ہرگز اتنی نہیں ہو سکتی جتنی ہیروڈوٹس بیان کرتا ہے۔ اسی طرح ملاحوں کی تعداد بھی بڑھا کر بیان کی گئی ہے۔ بلاشبہ اس لشکر میں جو دریائے ہیروس سے تھرموپلی آیا کبھی تین لاکھ سپاہی نہیں ہو سکتے بلکہ اس میں زیادہ سے زیادہ تیس ہزار سپاہی ہوں گے۔ بہر حال اگر بڑی بڑی منہائیاں بھی عمل میں لائی جائیں تو بھی یہ حملہ دنیا کی تاریخ کے عظیم الشان حملوں میں سے شمار ہوگا۔ وہ ایک سیدھا سادھا ٹڈی دل تھا جس کا واحد نصب العین یہ تھا کہ یونان کو چٹ کر جائے۔ [۱]

---

[۱] ہیروڈوٹس کے تخمینہ کی تنقید ڈانکر، ۷، ۱۵، ۲۰۶ میں کی گئی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس لشکر جرار میں آٹھ لاکھ پیدل اور سوار، دو لاکھ باربرداری دار اور ڈھائی لاکھ ملاح تھے اور ان کے علاوہ تیس ہزار مقدونوی اور تھریسی بھی تھے۔ مصنفین مابعد خصوصاً کتے سیاس، ایفور دس (از رُوئے اقتباسات دیو دردس) نیپوس اور جسٹن کا خیال ہے کہ اس لشکر میں کل سات لاکھ سپاہی تھے اور نیپوس (دُمسطاکلیس "۲") چار لاکھ سپاہیوں کا اضافہ کرتا ہے۔ مقابلہ کیا جائے بوسولٹ ۲، ۱۴۳ + بلاشبہ جہاز ۱۲۰۷ ہی تھے۔ لیکن دیلبروک کا خیال ہے کہ یہ تعداد بھی حقیقت سے زائد ہے۔ اس کے نزدیک جنگجوؤں کی تعداد ۶۵ سے ۵۰ ہزار تک اور باربرداری والوں کی تعداد ایک سے دو لاکھ تک ہوگی۔ اس کا خیال ہے کہ

باب ۲

شہنشاہ زرکسیز نے دورسکوس سے جزیرہ نمائے آتھوس کے ابتدائی شہر اکانتھوس کی طرف رخ کیا اور وہاں پہونچ کر اس نے یہ حکم صادر کیا کہ اس کا عظیم الشان لشکر تین حصوں میں آگے بڑھے اور خلیج تھرما پر از سر نو متحد ہو جائے۔ جب وہ تھرما پہونچا تو اسے جنوبی افق پر تھسلی کے پہاڑ نظر آئے اور اس نے پہلی مرتبہ کوہ اولمپوس اور کوہ اوسا کو دیکھا جن کے درمیان مشہور آفاق دریائے پے نیوس بہتا تھا۔ چونکہ فوج کو وادی ٹمپے میں ہو کر جانے کے بجائے پہاڑوں کو عبور کرنے کا حکم تھا اور اس کی خواہش اس وادی کو اپنی آنکھ سے دیکھنے کی تھی اس لئے وہ سمندر کا راستہ اختیار کر کے وہاں پہونچا اور تھسلی کے متعلق جس نے اس کی اطاعت کا اقرار کر لیا تھا، معلومات حاصل کر کے ان مخبروں کی رپورٹیں سنیں جنھیں اس نے یونان روانہ کیا تھا۔ انھوں نے اسے اطلاع دی کہ اس کی سیادت تھسالویوں، دولوپیون، آئے نیانیوں، پرھائے بیون، لوکریون، مگنے تیون، مالسیون، فطیہ کے اکائیاتیون اور (سوائے تھسپیا) اور پلاٹیہ کے بیوتیہ کے تمام بلدیات نے تسلیم کر لی ہے۔ یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے کہ یہی وہ اقوام ہیں جنھیں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۷۔ فیصلہ کن واقعہ یہ ہے کہ سپاہیوں کی اس عظیم الشان تعداد کی قواعد اور ان کی خورد نوش کے انتظام کے لئے ہرگز جگہ نہ تھی اور اس کے نزدیک جو تعداد اس نے مقرر کی ہے وہ بھی رقبے کے حدود کو مدنظر رکھ کر زیادہ سے زیادہ ہے۔ لیکن غالباً اس میں بھی مبالغہ آمیزی ہے۔ اس کی کس کو پرواہ تھی کہ بار برداری والوں کے پاس سامان خورد نوش ہے یا ان کی نقل و حرکت کے لئے کافی جگہ موجود ہے۔ اور جنگجوؤں کی جس تعداد کا اس نے تخمینہ کیا ہے اُس سے دگنی تعداد (یعنی ۹۰ ہزار سے ایک لاکھ تک) کی نگرانی اور سامان خورد نوش کا انتظام کیا جا سکتا تھا۔

جہاں تک طرز شمار کا تعلق ہے اس کی وہی قیمت ہے جو کسی تماشہ گاہ پر پہرہ دینے سپاہیوں کی ہوتی ہے ممکن ہے کہ شہنشاہ کو خوش کرنے کے لئے افسر ایک ہی سپاہی کو بار بار حلقۂ شمار میں بھیج دیتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ اگر صحت درکار تھی تو بہتر ہوتا اگر ہر رسالے کے سپاہی شمار کر لئے جاتے۔ لیکن ایسی صورت میں سپاہیوں کی تعداد بڑھا کر بتانا بالکل ناممکن ہو جاتا۔

باب

"لیگ ہمسایگاں"* میں رائے دینے کا بھی حق حاصل تھا اور چونکہ لیگ کے ارکان کی جملہ تعداد صرف بارہ تھی اور جیسا اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے علاوہ بیوتیہ کے ایک جزو کے صرف تین ہی (یعنی نوکسیوں، اور دوریانیوں اور ایونیائیوں) کا نام اس میں نہیں پایا جاتا اس لئے انھیں ریاستوں کو ۱۲/۹ کا غلبہ آرا حاصل تھا ۵۔ ان ریاستوں میں سے جن کا نام اس

* "امفک ٹیونک لیگ"۔ ایک انجمن تھی جس کا مستقر انتھیلا تھا اور جس میں تمام یونانی ممالک کے نمایندے شریک ہوتے تھے اس کا تعلق دیلفی کے مشہور بت خانے سے تھا +

(مترجم اردو)

(۵) ہیروڈوٹس (۷، ۱۳۲) اُن اقوام کا ذکر کرتا ہے جنھوں نے ایرانیوں کے سامنے سر اطاعت خم کیا اور ان میں وہ صرف "انجمن ہمسایگان" کے اراکین شمار کرتا ہے ہمیں یہ بھی علم ہے کہ اس زمانے میں دیلفی کی کاہنہ کا طرز عمل اصول وطنیت کے بالکل منافی تھا اور ان دونوں باتوں سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ یونان کے ایران پسند فریق کی (جس کا اس زمانے میں یقیناً وجود تھا) یہ کوشش تھی کہ دیلفی کی انجمن اور اس کی کاہنہ کے ذریعے سے اپنا ملک دشمن کے حوالے کر دیں۔ اس سے اس زمانے کی اخلاقی حالت کا پتہ چلتا ہے کہ بارہ رایوں میں سے نو تو ایران کے موافق اور صرف تین مخالف نکلیں۔ اور ان تین ارباب رائے میں سے صرف وہی ایسے تھے جو قطعی طور پر اس کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ دیلفی کے پجاریوں کو اتنی جرات تو نہ تھی کہ اپنے جذبات کا علی الاعلان اظہار کریں، لیکن انھوں نے اپنے پیچیدہ طرز عمل سے اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ جو تقاریر دیلفی کی دیبی کی طرف منسوب کی جاتی ہیں وہ بعد میں بنالی گئی ہوں لیکن اگر دیلفی سرد مہری کا برتاؤ نہ کرتا تو یہ تقریریں دیبی کی طرف بھی منسوب نہ کی جاتیں یہ یونانیوں کی مستحفظ طبیعت اور مذہبی جذبات کی قوت کا بدیہی ثبوت ہے کہ انھوں نے اس سخت آزمائش کے بعد بھی "انجمن ہمسایگاں" اور دیلفی کی کاہنہ کو اپنی اپنی جگہ قائم رکھا اور گو آخر الذکر کا اخلاقی اقتدار افسانہ ماضی ہو چکا تھا مگر اسے کوئی ظاہری نقصان نہیں پہونچایا گیا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یونانی محبان وطن نے اپنی عین چالاکی سے کاہنہ کی ظاہری مخالفت سے باز رکھا ورنہ وہ یونانی محبان وطن کو سخت ترین ایذا پہونچاتی۔ جو یونانی خاکنائے پر جمع تھے

باب ۴

فہرست میں نہیں ہے- دوریاتی اور ایونیائی یعنی اسپارٹی اور ایتھنزی ہی سب سے اہم تھے اور وہ اُس حصۂ یونان کے گویا پھول تھے جن میں حب وطن کا گہرا رنگ بھرا ہوا تھا اور جنھیں یہ حق حاصل تھا کہ خود اپنے آپ کو "ارض یونان" کا لقب دیں- ان مملکتوں کی لیگ کا مرکز خاکنائے کورنتھ تھا- انھوں نے یہ طے کیا کہ جب ان کی قوم کو اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق کامیابی حاصل ہو جائے گی تو ان یونانیوں کو جنھوں نے ایرانی حملہ آوروں کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے دلیفی کے دیوتا کے سامنے خراج پیش کرنا پڑیگا- گو محب وطن یونانیوں میں دوریانی تعداد میں بہت زیادہ تھے لیکن پر جوش مدافعت کا مبدا اور منبع ایونیانی یعنی ایتھنزی تھے۔[7]

بلاشبہ ایرانیوں کا وار براہ راست ایتھنز ہی پر تھا؛ لیکن یہ بعید از قیاس نہیں کہ اگر وہ چاہتے تو ایرانیوں سے ایسا معاہدہ کر لیتے جس کی رو سے وہ تو محفوظ رہتے مگر باقی ماندہ یونان کو سخت نقصان پہونچتا اور اس میں کلام نہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۹- انھوں نے یہ تجویز کیا کہ اگر انھیں آئندہ محاربے میں فتح ہو گئی تو وہ دلیفی کے لئے ایک بہت بڑا انعام تجویز کرتے ہیں؛ اور گو یہ انعام کسی کو دیا نہیں گیا لیکن یونانیوں کا مقصد حاصل ہو گیا- اول تو پجاریوں کو سبز باغ دکھائے گئے دوسرے ابتدا میں دلیفی اور ایرانیوں کا تعلق بھی منقطع ہو گیا تھا- غرض یہ ہے کہ پجاریوں نے وطنیت کا جامہ پہن لیا اور اس کے مطابق دیوی سے کرامات ظہور میں آنے لگے- اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ پجاریوں کو ان کا مقررہ عشر نہیں ملا، اس لئے کہ یونانیوں کی یہ عادت تھی کہ جب اپنے قسموں اور حلفوں کی تاویل کرتے تو اس میں سب سے زیادہ اپنا مفاد ملحوظ رکھتے اور ساتھ ہی پجاریوں کو اس کا خیال رکھنا پڑتا کہ وہ کسی قسم کی شکایت کا لفظ بھی اپنی زبان پر نہ آنے دیں- زمانۂ مابعد میں اسپارٹیوں نے "انجمن ہمسائگان" کی اصلاح کرنے کی کوشش کی مگر ایتھنزیوں نے انھیں اس اصلاح سے باز رکھا۔

[7] اب بوسولٹ ان قراردادوں پر حرف زنی نہیں کرتا "تاریخ یونان" ۲، ۱۲۹، جو خاکنائے پر منظور ہوئی تھیں- ہیروڈوٹس ۷، ۱۳۲ سے مقابلہ کیا جائے کرتیوس ۲ (۶)، ۸۱۷ +

کہ ہیروڈوٹس کا یہ قول کہ ایتھنز ہی کی مدافعت ہی کی وجہ سے یونانی آزادی محفوظ رہی بالکل درست ہے۔ ۷ ۔ اگر زرکسنز اپنے وسائل کو بحسن وخوبی کام میں لاتا تو محض کثرت تعداد کی بنا پر ہی وہ یونانیوں کو بری لڑائی میں ضرور شکست دیدیتا، خاصکر اگر ایرانی بیڑا جناحی حرکت کرکے اور عقب میں حملہ کرکے یونانیوں کا خیال مرکز سے ہٹا دیتا۔ غرض یہ کہ یونانی آزادی کا دارو مدار بیڑے پر تھا اور اس ملک میں نہ صرف بہترین جہاز ایتھنز ہی کے پاس تھے بلکہ امیر البحر کے پاس بھی کافی تعداد میں تھے۔ ایتھنزیوں میں تمسطاکلیس ہی سب سے زیادہ تعریف کا مستحق تھا۔ اسی نے پری اوس کے استحکامات درست کرائے، اسی نے جہازوں کی تعداد بڑھائی اور اب جب فتیہ دیبی حتی المقدور ایتھنزیوں کو بددل کرنے اور ایرانی فتح کو نسبتاً آسان بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتی تھی تو اسی نے کاہنہ دیلفی کی تقریروں کو توڑ مروڑ کر ان کی ایسی تاویلیں کرنی شروع کیں کہ اس سے عوام متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اس کے مخصوص تجاویز کو مدد ملی۔ مثلاً جب فتیہ نے کہا کہ "صرف چوبی دیواریں ہی باقی رہ جائیں گی" تو اس کے جواب میں تمسطاکلیس فوراً بول اٹھا کہ یہ چوبی دیواریں ہمارے جہاز ہی ہوسکتے ہیں۔ اس پر کاہنہ بولی کہ "اے آسمانی سالامس تو زن نژاد بچوں کو تباہ و برباد کردے گا" جس کا بادی النظر میں صرف ایک ہی مطلب نکل سکتا تھا، وہ یہ کہ یونانیوں کو بحری جنگ میں شکست ملے گی۔ مگر تمسطاکلیس نے یہ کہا کہ کاہنہ کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے اور وہ یونانیوں کو نہیں بلکہ غیر یونانیوں کو خطرے سے آگاہ کرتی ہے اس لئے کہ اگر یونانیوں کو خطرے سے آگاہ کرنا مقصود ہوتا تو یقیناً کاہنہ سالامس کو "آسمانی" نہ کہتی بلکہ اسے "بدشگون" کے لقب سے مخاطب کرتی۔ ظاہر ہے کہ فتیہ کو یہ کسی طرح پہلے سے معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ لڑائی سالامس پر ہی ہوگی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشینگوئی کا یہ حصہ آخری وقت بڑھایا گیا ہوگا۔ یہاں بھی حسب معمول اس دیبی نے ابہام سے کام لیا اور اگر تمسطاکلیس دیلفی کے پجاریوں کی جماعت سے زیادہ چالاک نہ ہوتا تو وہ ضرور اپنی ترکیبوں سے ایتھنزیوں کو دل برداشتہ کردیتے۔

---

۷) ہیروڈوٹس (۷، ۱۳۹) نے اس زمانے میں ایتھنزیوں کی تعریف و توصیف کی ہے جب عام طور پر لوگ ان پر ظلم وستم اور خودسری کا الزام رکھتے تھے۔

جب زرکسز ساردس ہی میں تھا تو محب وطن یونانیوں نے اپنے قائم مقام (پرد بولی)
خاکنائے کورنتھ بھیجے اور ان کی ایک مجلس نے یہ تصفیہ کیا کہ ہر ایک اندرونی نقیض (خاصکر
ایتھنز اور آئی گینا کا باہمی جھگڑا) بالائے طاق رکھ دیا جائے اور آرگوس، کورکایرا، کریٹ
اور گیلون والی سرقوسہ کو یونانیوں کے دوش بدوش لڑنے کے لئے مدعو کیا جائے +

انھوں نے پرچہ نویس اور جاسوس بھی ایران روانہ کئے، لیکن وہاں پہونچتے ہی ایرانیوں
نے انھیں گرفتار کر لیا مگر ساتھ ہی شہنشاہ نے انھیں خاص طور پر یہ اجازت دیدی کہ جو کچھ
انھوں نے دیکھا ہو اس کی اطلاع اپنے وطن روانہ کر دیں ؂۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسے
خداوند تعالی نے کافی عقل و فراست عطا فرمائی تھی، مثلاً جب وہ ابی دوس میں تھا تو اس
نے دیکھا کہ چند جہاز جن میں اناج بھرا ہوا تھا پیلوپونیز اور آئی گینا جا رہے ہیں، لیکن
اس نے یہ کہا کہ دراصل یہ اناج ہمارے ہی لئے جا رہا ہے اور ان جہازوں کی مطلق
مزاحمت نہیں کی۔ اس نے آرگوسیوں کے پاس ایک پیام روانہ کیا اور انھیں شرکت
جنگ کی دعوت دی، لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ ہرقلیس کے برادرزادوں
نے ایران کی مخالفت کا اعلان کر دیا اور کہا کہ ہمیں اس کی مطلق پرواہ نہیں کہ ہمیں
اس مہم کا افسر اعلےٰ بنایا جائیگا یا نہیں، ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا اور اسپارٹا کا
درجہ مساوی ہو اور اس کی ضمانت کے طور پر اسپارٹا ہم سے تیس سال کے لئے
صلح کرے۔ اس پچھلی شرط کو تو اسپارٹیوں نے قبول کر لیا لیکن جہاں تک اعلےٰ
ترین کمان کا تعلق ہے وہ ایک جو بھی پیچھے ہٹنا پسند نہ کرتے تھے آخر یونانیوں کے
قاعدے کے مطابق انھوں نے بال کی کھال نکالنا شروع کر دی، مثلاً انھوں نے یہ
کہا کہ ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ شاہ آرگوس کو وہی اختیارات حاصل ہوں جو اسپارٹا
کے دو بادشاہوں کو حاصل تھے جس کے معنی یہ ہوئے کہ آرگوس کے خلاف ہمیشہ کثرت
رائے رہیگی۔ آرگوسی اس رمز کو سمجھ گئے اور انھوں نے اُسے نامنظور کر دیا۔ آرگوس
کے طرز عمل سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ آرگوس اور
زرکسز کے درمیان گفت و شنود شروع ہو گئی ہے اور زرکسز نے اپنے سفیر آرگوس

(؂ ہیروڈوٹس ۷، ۱۴۵ وغیرہ +

باب ۷

روانہ کردیئے ہیں۔ لیکن کم سے کم آرگوسیوں نے آنے والی جنگ میں ظاہر طور پر ایران کا ساتھ نہیں دیا اور یہی یونانیوں کے لئے ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ یونانیوں نے جو سفارت سسلی روانہ کی وہ بھی ناکام واپس آئی اور یہاں بھی قطعی انکار کے بجائے گیلون نے اپنی طرف سے مطالبات پیش کیے۔ اس نے اس پر اپنی رضامندی ظاہر کی کہ وہ بیس ہزار ہوپ لیٹ، دو ہزار سوار، دو ہزار تیر انداز، دو ہزار گوپھنئے، دو ہزار ہلکے پیدل دو سو سہ طبقہ جہاز اور تمام یونانی فوج کا سامان رسد مہیا کرے گا بشرطیکہ اسے تمام یونانی افواج کا سپہ سالار اعظم بنایا جائے۔ اور جب اسپارٹی سفیر نے اسے منظور کرنے سے صاف انکار کر دیا تو اس نے کہا کہ یہ نہیں تو مجھے کم سے کم بری یا بحری افواج کی کمانداری ہی سپرد کر دی جائے۔ اسپارٹیوں نے اس شرط کو بھی قبول کرنے سے انکار کیا تو (ہیروڈوٹس کے بیان کے بموجب) اس نے انہیں خدا حافظ کہکر چلتے وقت اپنا خیال ظاہر کیا کہ اگر وہ اس کی مدد کے بغیر اپنا کام چلا سکے تو وہ سمجھیگا کہ اسسال موسم بہار ہی نہیں آیا ۱؎۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرقوسہ کے خود سر کو اس کا مطلق اندازہ نہ تھا کہ کسی قوم کے بہار کے کیا معنی ہیں بعض مورخون کا خیال ہے کہ گیلون نے ابھی سے یونان کو مدد دینے کا تہیہ کر لیا تھا مگر اسی زمانے میں قرطاجنیوں نے اس کے ملک پر حملہ کر دیا اس لئے وہ کسی قسم کی امداد نہ دے سکا۔ اگر ایرانی سفیر جنگ ہمرا کے بعد آیا تھا تو ایسی حالت میں گیلون یہ کہہ سکتا تھا کہ میں نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا، اور اگر ہمرا کی لڑائی ۴۸۰ ق م تک نہیں ہوئی تو بھی اس میں شبہ نہیں کہ اس نے اپنا فرض غایت خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ جب خود سسلی میں طرح طرح کے جھگڑے اور مناقشے برپا تھے تو وہ یونان کی براہ راست مدد کس طرح کر سکتا تھا؟ جس مقام سے سب سے زیادہ امید افزا وعدے آئے تھے وہ کورکائرا تھا؛ وہاں کے باشندوں نے

۱؎ (Ar. Rhet) ۱، ۷ اور ۳، ۱۰ کے مطابق بجنسہ یہی مثال فارقلیس نے جنازے کی تقریر کے موقع پر بیان کی تھی۔ اور اس وقت اس کے کچھ معنے بھی تھے۔ لیکن اگر ایسا ہی ہو تو بھی اسے گیلون کی طرف غلط طور سے منسوب کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ ممکن ہے کہ اس کا عام گفتگو میں آزادی سے حوالہ دیا جاتا ہو۔

باب ۲۶

حکم دیا کہ فوراً ساٹھ جہازوں کا ایک بیڑا روانہ ہو جائے؛ لیکن جب وہ راس مالیا پر پہونچا تو اسے روک لیا گیا تاکہ اگر بالفرض یونانیوں کو ہی شکست ہو جائے تو بھی وہ ایرانیوں کا ساتھ دینا شروع کر دیں [۱۰] اب کریٹی باقی رہ گئے اور چونکہ ڈیلفی کی کاہنہ نے اپنی ایک پیشینگوئی سے انھیں ڈرا دیا تھا اس لئے وہ بھی ایرانیوں کی مخالفت کا اعلان کرنے سے باز رہے۔ [۱۱]

تھسالویوں نے مجبوراً ایرانیوں کا ساتھ دیا تھسلی میں الیوادائے خاندان جو سب سے زیادہ ذی اقتدار تھا ایران کے طرفداروں میں سے تھا؛ لیکن عوام کو یہ طرز عمل پسند نہ تھا اور انھوں نے ان پروبولوں کے پاس جو خاکنائے پر جمع تھے استمداد کی درخواست بھیجی۔ اس پر یونانیوں نے دس ہزار سپاہی اسپارٹی یوائےنیٹوس اور ایتھنزی ثمسطاکلیس کی سرکردگی میں ٹیمپے روانہ کئے [۱۲] لیکن وہ بہت کم قیام کرنے پائے تھے کہ ان کے پاس سکندر شاہ مقدونیہ کے سفیر آ گئے جنھوں نے انھیں اطلاع دی کہ ایرانیوں کا لشکر عظیم الشان ہے اور ہیروڈوٹس کے بیان کے بموجب (جو زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے) یہ بھی کہا کہ ایرانی پہاڑوں کو عبور کر کے جناحی حرکت کریں گے اور انھیں بہ آسانی مغلوب کر لیں گے۔ غرض یہ کہ آخرالامر تھسالوی ایرانیوں سے جا کر مل گئے۔ [۱۳]

یہ اب بھی ممکن تھا کہ یونانی تھسلی کے جنوبی سرحد پر دشمن کا مقابلہ کریں

---

[۱۰] مقابلہ کرو بوسولٹ: "لاکے ڈیموں" ۱/ ۴۰۳+

[۱۱] ڈیلفی کی دیوی نے جو حکم کریٹیوں کو دیا وہ اپنی (مثلث الوزن) بحر کی وجہ سے مشتبہ ہے؛ لیکن اس کے لئے اسی باب کا پانچواں حاشیہ دیکھا جائے۔ اگر ہم اس امر کا لحاظ کریں کہ پیلوپونیز کے اکائیائیوں تک میں کسی قسم کا جوش و خروش نہ تھا (ہیروڈوٹس ۸/ ۷۳)، اور خود ارکیڈی بھی دل سے اس قصے میں شریک نہیں تھے تو اس سے اسپارٹیوں اور ایتھنزیوں اور ان کے حلیفوں کی اور بھی قدر ہوتی ہے۔

[۱۲] بوسولٹ: "تاریخ یونان" ۲/ ۱۴۷+

[۱۳] جنگ کے دوران میں پروبولوں کی جگہ مختلف ممالک کے قائم مقام اسٹراٹی گوئی مقرر ہو گئے

باب ۷

اور اُنھوں نے اسکا تہیہ کرلیا![۱۴] یہ وہ مقام تھا جہاں خشکی اور سمندر دونوں پر وہ اپنا بیڑا اور فوج کھڑی کرسکتے تھے یعنی بیڑا تو راس ارتی میزیوم کے قریب اور فوج درہ تھرموپلی پر قیام کرسکتی تھی۔ دریائے سپرکائیوس کے جنوب میں انتھیلا کے بت خانۂ دمیتر کے قریب ہی زنجیرۂ ایتا اس مقام پر جہاں زمین سے گرم چشمے نکلتے ہیں ساحل کے بالکل قریب آجاتا ہے یہاں ایک درہ تھا اور اس سے انتھیلا کے مشرقی اور مغربی جانب دو نہایت تنگ راستے نکلے تھے جن میں ہو کر تھسلی اور وسطی یونان کی واحد شاہراہ جاتی تھی۔ اس درّے میں یہ خوبی تھی کہ اس میں ایک مٹھی بھر آدمی کھڑے ہو کر ایک بڑی فوج سے لڑ سکتے تھے۔ واضح ہو کہ جزیرہ یوبیہ جنوب سے شمال کی طرف ٹھیک اسی جگہ تک آتا ہے اور شمال و مشرق میں راس ارتی میزیوم پر آکر ختم ہو جاتا ہے۔ جو ماگنیسیں کے ملک کے چوڑے چکلے جنوبی میدان اور کوہ پیلیون کے مقابلے میں واقع ہے۔ یونانیوں کے لئے یہ آبنائے بحری جنگ کیلئے نہایت مناسب تھی اس لئے کہ اگر یہاں لڑائی ہوئی تو وہ ایرانی بیڑے کو تھرموپلی جانے اور برّی جنگ میں حصہ لینے سے باز رکھ سکتے تھے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ کوئی شخص ایرانیوں کو اسی جگہ جنگ آزمائی کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا تھا، اور یہ بالکل ممکن تھا کہ اُن کے جہاز ارتی میزیوم اور یوبیہ دونوں کو چھوڑ کر جزیرے کا طواف کرنے لگیں۔ لیکن مسئلۂ زیر بحث یہ تھا کہ اگر یونانیوں نے ایرانی فوج کا تھرموپلی پر انتظار کیا تو کیا یہ ممکن تھا کہ بیڑا اُسے چھوڑ کر چلا جائے؟ اس کے برعکس بیڑے کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ برّی افواج کا ساتھ دے ہر شخص کو اس کا خیال تھا کہ ایرانی ارتی میزیوم میں ہو کر بڑھنے کی کوشش کریں گے اس لئے یونانیوں نے تھرموپلی اور ارتی میزیوم دونوں پر قبضہ کرلیا۔ لیکن فرق یہ تھا کہ ایک طرف تو تمام و کمال یونانی بیڑا ارتی میزیوم پر پڑا ہوا تھا اور دوسری جانب فوج کا محض ایک جزو تھرموپلی پر قابض تھا۔ بیڑے کی نگرانی اتھنزیوں کے سپرد تھی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲۴ (بوسولٹ: "تاریخ یونان" ۲، ۱۳۹ و ۱۴۰) یہ ضرورت کے وقت اپنی مجلس مشورت منعقد کیا کرتے تھے۔

۱۴ ہیروڈوٹس ۷، ۱۷۵۔

باب ۷

لیکن اس میں انھیں بہت سی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اسپارٹی بری فوج کے قائد تھے اور وہ اپنے خیالات اور عمل دونوں میں یکتا تھے۔ یہ اس صورت حال کا خاکہ ہے جو اگست ۴۸۰ء قم کے اختتام پر تھی ؎۱

یونانیوں نے دریافت حال کے لئے تین کشتیاں روانہ کیں یعنی ایک کورنتھ کو دوسرے آئی گینا کو اور تیسرے ایتھنز کو لیکن شومی قسمت سے یہ تینوں برباد ہوگئیں اور کورنتھ اور آئی گینا والے جہازوں کے تو ملاحوں تک کا پتہ بھی نہیں ملا۔ اب یونانیوں نے کالکس کا رخ کیا جہاں خالکاسے ذرا کم چوڑی ہے تاکہ حملے کی دونوں جانب سے مدافعت ہوسکے۔ جب ایرانی بیڑا اس ارتی میزیوم کے مقابل پہونچا تو اُسے ایک شدید طوفان نے گھیر لیا جو تین روز مسلسل رہا۔ اس سے ایرانیوں کو خطیر نقصان اٹھانا پڑا یعنی ان کی بے شمار بار برداری کی کشتیاں اور چار سو جنگی جہاز اس طوفان کی نذر ہوئے۔ اس کے برعکس یونانیوں کو کسی قسم کا گزند نہیں پہونچا۔ اور اپنے معبود بوریاس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ ارتی میزیوم چلے گئے۔ ایرانیوں نے افی تائے کے قریب خلیج پیگاسائے میں پناہ لی مگر یونانیوں نے ان کے پندرہ جہاز گرفتار کر لئے +

اب ہم ہیروڈوٹس کا اتباع کرتے ہوئے بری معاملات کی طرف رجوع ہوتے ہیں ہم تھرموپلی کی جغرافی حالت بیان کر چکے ہیں، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ امتداد زمانہ سے اس نواح کی شکل وصورت میں بہت تبدیلی ہوگئی ہے اور دریائے سپرکائیوس جو مٹی اپنے ساتھ لاتا ہے اس کی وجہ سے ایسے مقامات کے درمیان جہاں ۴۸۰ء قم میں سخت مٹی تک نہ تھی اب چار میل کا فاصلہ ہے۔ زرکسنز درے کے مغرب اور یونانیوں نے اس درے کے تنگ ترین حصے میں آکر پڑاؤ ڈالا۔ ان کے لشکر میں تین سو اسپارٹی، ایک ہزار تگیا اور مین تی نیہ کے باشندے ایک سو بیس آرکیڈی اور خومینوس کے شہری، چار سو کورنتھی سپاہی، دو سو فلیوس ایتی می کے نائے، سات سو تھسپیائے کے شہری تھے اور ان کے ساتھ چار سو تھبزی بھی تھے

؎۱ بوسولٹ (۲، ۱۴۵) اس قول کو نقل کرتا ہے کہ پیش قدمی کارنیا اور اولمپیا کے تہواروں کے سبب سے رکی ہوئی تھی اور ان تاریخی اور سنوی نتائج کا حوالہ دیتا ہے جو اس واقعے سے اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں ان اقوال پر اس قدر وثوق نہیں ہونا چاہیے کہ ان سے ہم کسی تاریخ کے تعین کا استدلال کریں ‘‘

باب ۲ جنھیں یونانیوں نے یرغمال کے طور پر گرفتار کرلیا تھا۔ اس جمعیت کے علاوہ لوکرس اوپنتیا کی تمام فوج (جس کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں ہوسکا) اور ایک ہزار فوکسی بھی شامل تھے۔ غرض یہ کہ علاوہ لوکرسیوں کے اس فوج کی مجموعی تعداد پانچ ہزار دو سو تھی اور یہ سب لیونیداس شاہ اسپارٹا کی زیر کمان تھے۔ ممکن تھا کہ اسپارٹی اس سے زیادہ فوج روانہ کردیتے۔ لیکن چونکہ کارنیا* کی عید سر پر تھی اس لئے انھوں نے یہ طے کیا کہ اس کے بعد تمام اسپارٹی سپاہ میدان کارزار کی طرف جلد سے گا اور اسی طرح دیگر اطراف و اکناف یونان کے افواج اولمپیا کے میلے کی وجہ سے زیادہ تعداد میں نہ پہونچ سکی + یونان کی تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ اپنا ملک بچانے کے لئے یونانیوں نے اپنے مذہبی جذبات کو قربان کردیا ہے اور ان میلوں کو نظر انداز کرنے میں ایسی کوئی بڑی قباحت نہ تھی اس لئے کہ ان کا خیال تھا کہ اپنے ملک کے معبودوں کو بیرونی زد سے بچانا ہی بہترین عبادت ہے۔ اصلی واقعہ یہ تھا کہ پیلوپونیز کے اکثر یونانی یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ یونان متوسط کے شمالی سرحد پر جاکر لڑیں بلکہ ان کی یہ رائے تھی کہ پیلوپونیز اور اس کے ساتھ ساتھ تمام یونان کی حفاظت خلیج کورنتھ پر کی جاسکتی ہے اور تمام یونانیوں کو جو اس حفظ مدافعت کے دوسری جانب ہیں اپنی اپنی قسمت پر چھوڑ دینا چاہیے۔ اصل میں اسپارٹیوں نے صرف تین سو سپاہی روانہ کئے کہ اول تو ان کے ہمسایہ حلیفوں کی یہ خواہش نہ تھی کہ تھرموپلی میں مدافعت کی جائے بلکہ خود انھیں بھی اس کا یقین نہیں تھا کہ وہاں کسی قسم کی مدافعت کی ضرورت بھی ہے دوسرے تھرموپلی پر بجنسہ وہی اعتراضات ہوسکتے تھے جو درۂ ٹیمپے پر۔ ساتھ ہی اسپارٹا کی شان کے یہ بھی شایاں نہ تھا کہ اس کی لیگ کے جو اراکین تھرموپلی جاکر لڑنا چاہیں ان کا ساتھ چھوڑ دے۔ اس لئے انھوں نے کمال بہادری اور انتہائی تنگ نظری سے یہ طے کیا کہ صرف تین سو چیدہ چیدہ سپاہی بہ قیادت شاہ لیونی داس شمال کی طرف روانہ کردئیے جائیں اور یہ تین سو اپنے ورثا کو اسپارٹا چھوڑ دیں تاکہ اگر بدقسمتی سے

* اپولو کارنیوس کے اعزاز میں میلہ ہوتا تھا جو بھیڑ بکریوں کا محافظ دیوتا تھا +
(مترجم اردو)

سب کے سب بھی کام آئیں تو بھی وہ وارث آئندہ ملک کی حفاظت کرسکیں۔ اگر تھرموپلی میں اُسی طرح ایک لشکر جرار ایرانیوں کے مقابلے کے لئے ہوتا جیسا ایک سال بعد پلاٹیہ میں تھا تو زرکسیز کا وسطی یونان پہونچنا محال ہوجاتا۔ اس لئے کہ یہ لشکر اُس درے پر نہایت استحکام سے قابض ہوجاتا جس پر ہوکر ایفیالتیس* ایرانیوں کو لایا۔ اور اگر یونانی زیادہ دیر تک مدافعت کرتے تو انہیں اپنی غیر منظم حالت کی وجہ سے ضرور پسپا ہونا پڑتا + لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حملے کی شدت اور زور کی وجہ سے یونانی ہماری طرح اطمینان کے ساتھ غور نہیں کرسکتے تھے؛ اور اگر ایرانی یوریپوس‡ میں شمال و مشرق کی طرف سے داخل ہوتے تو وہ یونانیوں کے عقب میں اپنی فوج اتار کر تھرموپلی سے یونانی لشکرگاہ پر قبضہ کرسکتے تھے ؎۱۶ +

* اس کا مشہور ایتھنزی مدبر سے خلط مبحث نہیں کرنا چاہئے۔ یہ ایفیالتیس مالِس کا باشندہ تھا اور اسی نے ایرانیوں کو تھرموپلی کا راستہ بتایا تھا +

(مترجم اردو)

‡ یوبیہ اور بیوتیہ کے درمیانی آبنائے کا ایک حصہ ہے +

(مترجم اردو)

؎۱۶ اس مسئلہ پر کہ تھرموپلی میں اس قدر کم یونانی فوج کیوں تھی بوسولٹ ۲، ۱۴۸ کا مطالعہ کیا جائے۔ اسپارٹا کم از کم اپنے "نیک منصوبوں" کا ثبوت دینے پر تو مجبور تھا۔ "حقیقت میں لیونیڈاس محض ایک امید موہوم پر روانہ کیا گیا تھا اور اسے ایفوروں نے اسپارٹا کے پیلوپونیزی طرز عمل پر گویا قربان کردیا" (بوسولٹ ۲، ۱۴۹) - دیکھو کرٹیوس "تاریخ یونان" ۲ (۲)، ۱۸ + ڈیلبریوک اسے تسلیم کرتا ہے کہ اگر جنگی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یونان نے بد دلی سے تھرموپلی کی حفاظت کرنے میں غلطی کی اور چونکہ دشمن اس مقام کو بہ آسانی محصور کرسکتا تھا اس لئے یہ بالکل غیر محفوظ تھا۔ لیکن اسپارٹی کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہتے تھے۔ اور لیونیڈاس نے اس طرز عمل کو جسے ڈیلبریوک (صفحہ ۹۰) بجا "کوتاہ اندیش شجاعت" کا لقب دیتا ہے انتہا کو پہونچا دیا۔ اس کی یہ رائے خلاف انصاف نہیں ہے لیکن اگر وہ ان واقعات پر بھی جو حقیقت میں "کوتاہ اندیش شجاعت" کے لقب کے

باب

زرکسنر نے پہلے تو یونانی قیام گاہوں پر ایک نگاہ ڈالی۔ اسے یہ اطلاع ملی کہ بجائے اس کے کہ اسپارٹی ایرانی حملے کی وجہ سے ذرا بھی ہراساں یا خوفزدہ ہوں وہ اپنی ورزشوں اور بناؤ سنگھار میں اس طرح مشغول ہیں جیسا اپنی کسی عید کے موقعہ پر۔ آخر اس نے چار روز انتظار دیکھ کر حکم دیا کہ حملہ کیا جائے۔ سب سے پہلے تو مدی اور کسیانی یونانیوں پر حملہ آور ہوئے لیکن انھیں شکست ملی؛ اس کے بعد قشون جاودانی میدان میں کود پڑے لیکن اول تو ان کے نیزے یونانیوں کے نیزوں سے چھوٹے تھے اور قبل اس کے کہ وہ اپنے دشمنوں کو زخمی کرسکیں خود ان کے بدن زخموں سے چور ہو گئے؛ دوسرے اسپارٹی غضب کے قواعد داں تھے اور انھوں نے اس قسم کے حرکات کئے کہ ایرانیوں کو یقین ہو گیا کہ وہ میدان سے بھاگ رہے ہیں اور اس کے بعد مڑ کر انھوں نے ایرانیوں پر ایک کاری زخم لگایا؛ بہر حال قشون جاودانی کو بھی شکست ہوئی۔ زرکسنر اپنے تخت پر بیٹھا ہوا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور روایت ہے کہ دو ایک مرتبہ صورت حال سے اس درجہ خوفزدہ ہوا کہ اچھل اچھل پڑا۔ دوسرے دن بھی صورت واقعات کچھ اسی قسم کی رہی اور شہنشاہ بے حد پیچ وتاب کھا رہا تھا کہ ایک مالسی جس کا نام ایفیالتیس تھا اس کے پاس آیا اور اس سے وعدہ کیا کہ وہ ایرانیوں کو ایک کوہستانی راستے پر ہو کر یونانیوں کے عین عقب میں پہونچا دیگا۔ یہ سُن کر زرکسنر نے ہیدارنیز اور اس کا دستہ اس کے ساتھ کر دیا۔ انھیں ساتھ لے کر یہ رہنما مغرب کے وقت چلا اور علی الصبح درے کی چوٹی پر پہونچ گیا جس کی حفاظت ایک ہزار فوکسی کر رہے تھے؛ لیکن انھوں نے کسی قسم کی مدافعت نہیں کی بلکہ اپنا مقام چھوڑ کر قلۂ کوہ پر چلے گئے۔ ایرانیوں نے بھی اس کی مطلق پروا نہیں کی اور خود اپنی جناحی حرکت پوری کر کے رُکے۔ جب اس کی اطلاع یونانیوں کو ہوئی تو انھوں نے آیندہ کا پیش نامہ تیار کرنے کے لئے ایک مجلس مشورت منعقد کی۔ مباحثے کے بعد اکثر

بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٢٨۔ مستحق تھے اس کا اطلاق کرتے تو مناسب تھا۔ کیا اس کا یہ خیال درست ہے کہ تھمسٹوکلی پر تو یونانی "کوتاہ اندیش" اور "شجاع" تھے لیکن ماراتھون اور طاقچہ کے مقامات پر جو کچھ انھوں نے کیا وہ رموز فن حرب کے مطابق تھا؟ اور کیا انھوں نے یہاں فریقین کی قوت کا پہلے اندازہ کر لیا اور اس کے بعد جارحانہ یا مدافعانہ طرز عمل اختیار کیا؟

باب ۲

یونانی اپنے اپنے گھر واپس چلے گئے، صرف اسپارٹی اور تھسپیائے کے سپاہی اپنی خوشی سے رہ گئے اور انھوں نے جبراً تھبزیوں کو بھی روک لیا۔[۱۷] جس لشکر کی ایفیالتیس قیادت کر رہا تھا وہ تو ابھی فاصلے پر تھا۔ ان یونانیوں نے اس کے آنے کا راستہ دیکھے بغیر خود پیش قدمی کر کے حملہ کر دیا۔ اس معرکے میں ان کے نیزے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، لیونیداس کام آیا، اور آخر کار ایرانیوں نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مگر وہ بہادر لڑتے ہی گئے، اور ایک چھوٹے سے ٹیلے پر کھڑے ہو کر تلواروں، ہاتھوں اور دانتوں سے ایسی لڑائی جاری رکھی جس کی کامیابی کی انھیں کسی حالت میں امید نہ تھی۔ یہاں تک کہ ایک ایک یونانی نے اپنی جان قربان کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک اسپارٹی سپاہی دئے نکیس سے کسی نے یہ شکایت کی کہ ایرانی اس کثیر تعداد میں تیر چلا رہے ہیں کہ اُن سے آسمان تک سیاہ ہو رہا ہے تو اس نے برجستہ جواب دیا کہ یہ تو شکر کا مقام ہے اس لئے کہ ایسی حالت میں ہم سائے میں لڑ سکیں گے۔[۱۸] اس کے برعکس ارسطودیموس کو آنکھ کی کوئی شکایت تھی اس لئے وہ میدان جنگ کے قریب مقام الپینی میں رہ گیا تھا۔ اس بزدلی پر وہ بہت مطعون کیا گیا، مگر آخر کار اس نے بھی پلاٹیہ کی لڑائی میں اپنی جان قربان

[۱۷] ڈنکر (۷، ۵-۷، ۲۵) کا خیال ہے کہ تھبزی جبراً نہیں روکے گئے بلکہ وہ وطن کی طرف سے لڑنے کے لئے رضاکار تھے "اگر وہ اپنی خوشی سے نہ رہتے تو لیونیداس انھیں روک بھی نہیں سکتا تھا اس لئے کہ یہ ناممکن تھا کہ وہ بجائے ایرانیوں کے تھبزیوں سے برسرپیکار ہوتا" لیکن واقعہ یہ تھا کہ شاہ اسپارٹا کا صرف ایک حکم ہی تھبزیوں کے رکنے کے لئے بالکل کافی تھا اور چار سو تھبزی جن کا ضمیر صاف نہ تھا کبھی تین سو اسپارٹیوں سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ اس کا یقین نہیں آسکتا کہ تھرموپلی کو بچانے کے لئے تھبز سے رضاکار آئے جب اسپارٹی بھی محض اپنی خودداری اور قومی عزت کے بچاؤ کی خاطر سے اس کی حفاظت کرتے تھے + بدیں وجوہ ہیروڈوٹس کا بیان (جو بوسولٹ ۲، ۷۰، ۱ کے خلاف ہے) یقیناً صحت پر مبنی ہے۔

[۱۸] اس مقولے میں جو دئے نکیس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اندرونی معنی بھی نکلتے ہیں۔ یونانی زرہ بکتر پہنے تھے اس لئے ان کے جسموں پر ایرانی تیر کچھ کارگر نہ تھے۔

کرو ی۔ لکھا ہے کہ جب دست بدست جنگ میں شدت ہوئی تو تھبزیوں نے میدان سے ہٹکر ایرانیوں سے رحم کی درخواست کی۔ مگر لڑائی کی گڑبڑ میں بعض تو مارے گئے اور باقی ماندہ مع اپنے سپہ سالار لیون تیادیس کے اپنے ماتھوں پر کنگ کا ٹیکہ لگا کر فرار ہو گئے۔ لڑائی ختم ہونے پر زرکسز نے نعشوں کے ڈھیر کا معائنہ کیا اور جب لیونی داس کی نعش اسے دکھائی گئی تو اس نے حکم دیا کہ اس کا سر کٹوا کر صلیب پر چڑھا دیا جائے۔ اس لڑائی کے بعد ایرانیوں کو کسی قسم کی رکاوٹ کا خطرہ نہیں رہا ۔ ۱۹ھ

اس سے پیشتر ہی سمندر پر چند نہایت اہم واقعات ظہور پذیر ہو چکے تھے۔ یونانی بیڑے میں ۱۲۷ ایتھنز کے جہاز، ۴۰ کورنتھی، ۲۰ مگاری، ۲۰ کالکسی، ۱۸ آئی گینی، ۱۲ سکیونی، ۱۰ لاسے دیمونی، ۸ ایپی دورسی، ۷ ایریتیری، ۵ تروسے زینی، ۲ استیرا کے، دو پچاس چپو والے کیوس کے اور سات پچاس چپو والے لوکرس کے جہاز تھے۔ غرض کہ کل ۲۷۱ جہاز اور نو پچاس چپو والی کشتیاں تھیں اور یہ سب اسپارٹی امیرالبحر یوری بیادیس کے زیر کمان تھیں۔ مناسب یہ ہوتا کہ یہ بیڑا کسی ایتھنزی امیرالبحر کی ماتحتی میں رکھا جاتا۔ مگر حلیفوں نے (جن میں تعداد اغلب دوریانیوں کی تھی) ایک ایتھنزی کا حکم ماننے سے انکار کر دیا، اور ایتھنزیوں میں حب وطن کا اتنا مادہ موجود تھا کہ وقت پر اپنے مسلمہ حقوق کو پس پشت ڈالنے اور یونانی مفاد کو مقدم گردانے کے لئے وہ تیار ہو جاتے تھے۔ جب حلیفوں نے یہ دیکھا کہ ایرانی بیڑے میں بے شمار جہاز ہیں تو ان میں سے بعض کو واپس جانے کی خواہش ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ واپس چلے جاتے تو یوبیہ کو بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا اسی لئے یوبیوں نے یوری بیادیس

۱۹ھ اس کی تاریخ کے لئے ڈنکر ۷ (۵)، ۱۴۹ اور بوسولٹ ۲، ۱۵۳ دیکھنا چاہیئے +
تھرموپلی کے تین دن کے میدان کارزار سے ایک روز پیشتر ہی ارتی میزیوم کی سہ روزہ جنگ شروع ہو گئی تھی۔

تھرموپلی کے نقصانات کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا اس کے لئے ڈنکر ۷ (۵)، ۲۵۱ + ہیروڈوٹس کا خیال ہے کہ اس میں بیس ہزار ایرانی اور چار ہزار یونانی کام آئے + بوسولٹ ("لاسے دیمون" ۲۹) نے اسپارٹی قربانی کے اخلاقی سبق پر زور دیا ہے +

سے التجا کی کہ وہ وہیں قیام کرنے کا حکم دیدے۔ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ انھوں نے تمسطاکلیس کو تیس ٹالنٹ رشوت دے کر اس سے وعدہ لے لیا کہ جو وہ چاہتے ہیں وہی ہوگا۔ اور اس میں سے یوری بیادیس کو پانچ ٹالنٹ اور ادی مانتوس کو (جس نے واپسی کے لئے سب سے زیادہ شور مچایا تھا) تین ٹالنٹ ملے۔ تمسطاکلیس نے اس رقم کا بیشتر حصہ اپنے ہی پاس رہنے دیا اور جن جن کو اس نے روپیہ دیا وہ برابر اسی خیال میں رہے کہ وہ ایتھنز کی خزانۂ عامرہ سے برآمد ہوا ہے! بہر حال یونانی اپنی جگہ برابر ثابت قدم رہے۔

اب ایرانیوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ تمام یونانی بیڑے کو بیک وقت گرفتار کر لینا چاہئے اس لئے انھوں نے دو سو جہاز یوبیہ کا دور کرنے کے لئے روانہ کئے اور یہ جہاز بجائے مجمع یوبیہ کا چکر لگانے کے جزیرۂ اسکیاتھوس کے بھی چاروں طرف گھوم آئے۔ یونانیوں کو یہ خ... ایک غوطہ خور نے دی اور انھوں نے اُسی وقت یہ تہیا کر لیا کہ وہ ان جہازوں سے ضرور لڑیں گے مگر اس سے پیشتر وہ ان جہازوں سے قسمت آزمائی کر چکے تھے جو پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس لڑائی میں انھوں نے اپنی مہارت جنگ کا ثبوت دیا کہ پہلے تو اپنے جہازوں کا ایک دائرہ بنایا اور ان کے رخ اوپر کی طرف کرکے دشمن کے جہازوں پر جو انھیں گھیرے تھے ایک ایک کرکے حملہ کیا۔ اور اسی طرح تیس گرفتار کر لئے۔

نمبر۱ اس قول کی تنقیح کے لئے کہ تمسطاکلیس کو رشوت دی گئی تھی ڈنکر ۵ ، ۲۰ ... مطالعہ کیا جائے۔ ممکن ہے کہ اس نے باقی ماندہ رقم ایتھنز کے خزانے داخل کر دی ہو۔

نمبر۲ ڈنکر (۷،۵) ، ۲۲۲ ، ۵ ہیروڈوٹس پر دیودورس کے بیانات (۱۱ ، ۱۲) کو ترجیح دیتا ہے۔ مگر مجھے اس میں نہ تو کوئی نیا واقعہ ملا ہے اور نہ کوئی نیا طرز استدلال دیودورس نے ہیروڈوٹس کے بیان کا محض اعادہ کیا ہے اور اس پر لسانی اور لفاظی کا رنگ چڑھا دیا ہے۔ اس کے لئے بوسولٹ ۲ ، ۱۰۵ کا مطالعہ بھی سود مند ہوگا۔

باب ۶

رات کے وقت ایرانی جہازوں کو جو یوبیہ کا دور کر رہے تھے ایک طوفان نے آگھیرا اور انھیں بالکل برباد کر دیا۔ اس کی خبر یونانیوں کو ان ۵۳ اٹیکائی جہازوں سے ملی جو آب آکر ان میں شامل ہوئے۔ دوسرے دن ایرانیوں نے پھر قسمت آزمائی کی لیکن کوئی فیصلہ کن نتیجہ نہ نکلا۔ اور اس جنگ میں الکبیادیس کے باپ کلی نیاس نے جس نے از خود ایک جہاز آراستہ کیا تھا اور اس پر دو سو جہاز راں مقرر کئے تھے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ مگر یونانیوں کو معتد بہ نقصان پہونچا اور اتھنزیوں کے جہازوں میں سے نصف کام آئے۔ غرض یہ ہے کہ تھرموپلی کی خبر پہونچنے سے پہلے ہی واپسی کی گفتگو شروع ہو گئی تھی اور اب جہازوں نے فوراً وطن کا رخ کر دیا۔ واپسی میں تھمسطاکلیس نے حکم دیا کہ یوبیہ کے ساحل پر جہاں جہاں چشمے ہوں اور جس جس مقام پر ایرانی لشکر قیام کرنے پر مجبور ہو وہاں کی چٹانوں پر ایونیوں اور کاریوں کے لئے ایک دعوت نامہ کندہ کر دیا جائے کہ وہ آئیں اور یونانیوں کے ساتھ تعاون کریں۔ اس کا خیال تھا کہ اگر بالفرض انھوں نے اس دعوت کو نامنظور بھی کیا پھر بھی ایرانی اُن سے مشتبہ ضرور ہو جائیں گے۔ مگر اس چال میں اسے مطلق کامیابی نہیں ہوئی۔

جنگ ارتمیزیوم کے بعد زرکسز تمام ملاحوں کو تھرموپلی کے میدان میں لایا جہاں اس نے ایک ہزار کے علاوہ تمام نعشیں چھپا دی تھیں اور اسی جگہ کا واقعہ ہے کہ اس نے دریافت کیا کہ اب یونانی کیا کر رہے ہوں گے؟ جس کا اسے یہ جواب دیا گیا کہ وہ اولمپیا کا تہوار منانے میں مشغول ہیں جہاں سب سے کامیاب مقابلہ کرنے والے کو صرف پتوں کے ایک گھیرے پر قناعت کرنا پڑتی ہے۔ اس کے بعد فوج نے جنوب کا رخ کیا۔ چونکہ تھسالوی ایرانیوں سے مل گئے تھے اس لئے ان کے دشمنوں یعنی فوکیسیوں نے وطن پرستوں کی طرف داری کی تھی۔ اب تھسالوی ایرانیوں کو دورس میں ہو کر فوکس لے گئے اور اسے تاراج کیا؛ مگر وہ ڈلفی کے بت خانے کو برباد کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور جب ان کی فوج اتھینے پردنویا ("دور اندیش") کے مندر پر پہونچی تو طرح طرح کی کرامات ظہور پذیر ہونے لگیں، مثلاً کوہ پارناسوس کی چٹانیں گر پڑیں۔ غرض یہ ہے کہ دشمن کو فرار ہوتے ہی بن پڑی اور دو مخصوص یعنی فیلاکوس اور اوتونوس نے جنھیں بعد میں الوہیت کا رتبہ دیا گیا بہت سے مفروروں کو ملک عدم کا راستہ

باب ۱۶

دکھا دیا۔ اس کے بعد ایرانیوں نے اپنا قدم اٹیکا کی طرف بڑھایا[22]

چونکہ ایتھنزیوں کا یہ خیال تھا کہ ایرانی پیش قدمی کو بیوتیہ میں روک دیا جائے گا، اس لئے انھوں نے اپنے شہر کی حفاظت کا مطلق انتظام نہیں کیا تھا۔ اب انھوں نے یہ التجا کی کہ یونانی بیڑا سیدھا سالامس آجائے[23] اور اپنی حفاظت کا خود ہی انتظام کرنے پر مجبور ہوئے۔ وہ ایرانی حملے کی تاب کسی طرح نہیں لاسکتے تھے اس لئے نہ تو ان کی خواہش تھی اور نہ یہ ان کے امکان میں تھا کہ وہ حملہ آوروں کا انتظار کریں۔ چنانچہ وہ اپنی عورتوں اور بچوں کو ٹروائے زین، آئی گینا اور سالامس روانہ کرکے خود جہازوں پر سوار ہو گئے۔ انھیں اپنا عزیز وطن چھوڑنے میں جو روحانی صدمہ ہوا ہوگا اس میں ایک خاص وجہ سے کمی ہو گئی، یعنی اتھینا دیبی کے پجاریوں نے یہ اعلان کر دیا کہ قلعے کا مقدس سانپ بھی اپنا ریٹھان چھوڑ کر چلا گیا ہے اور اسے جو غذا ملتی تھی وہ ویسی کی ویسی ہی پڑی رہ گئی ہے[24] الغرض سالامس پر جو یونانی بیڑا مجتمع ہوا وہ ارتی میزیوم کے بیڑے سے بھی بڑا تھا یعنی لاکے دیمون سے چھ جہاز، کورنتھ سے ۴۰، سکیون سے ۱۵، اپی دورس سے ۱۰، ٹروائے زین سے ۵، ہرمیونے سے ۳، ایتھنز سے ۱۸۰، مگارا سے ۲۰، امیریسیا سے ۷، لیوکاڈیا سے ۳، آئی گینا سے ۳۰، کالکس سے ۲۰، ایریتریا سے ۷، کیوس سے ۲، ناکسوس سے ۴، استیرا سے ۲، کتھنوس سے ۱، اور کرد توں سے ایک جہاز (جو

---

[22] زرکسیز کو ڈیلفی کے حملے سے مطلق سروکار نہ تھا۔ (ہیروڈوٹس ۸، ۳۵)+ بوسولٹ (۲، ۱۶۱) نے اس مہم کے متعلق زمانہ حال کے مورخوں کے قیاسات درج کر دیئے ہیں۔ ۱۲

[23] ویگند نے اپنی کتاب "بیوتیہ میں ایرانیوں کی شکست کے زمانے میں پلاٹیہ کا حال" میں ارتی میزیوم کے بعد شہر پلاٹیہ کے انجام کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے جس سے ہم متفق نہیں ہیں +

[24] شگونوں اور فالوں کی تاویل میں کس درجہ لچک تھی! ممکن ہے کہ دیوتاؤں کے شہر سے چلے جانے کے برے معنے لئے جاتے +

باب ۷ فلشیہ کے کھیلوں کے میری فائے لوس کے زیر کمان تھا)، غرض یہ کہ کل ۳۱۸ جہاز اور ماکسیون، سفی نیون اور سیریٔ فیون کے پاس سے پچاس چپو کی کشتیاں جمع ہوئیں۔ آخر الامر ایرانیوں نے ایتھنز پر قبضہ کر لیا۔ بعض لوگ چوبی دیواروں والے فال کی تاویل کر کے قلعے میں رہ گئے اور ایرانیوں کا اس وقت تک متواتر مقابلہ کرتے رہے جب تک انھوں نے اگراؤلوس کے غار کے قریب (جو قلعے کے شمال کی طرف تھا) چڑھ کر صدر دروازے کو اندر کی جانب سے کھول نہیں دیا۔ ایرانیوں نے اب قلعے پر قبضہ کر کے جو لوگ اس میں ملے انھیں تہ تیغ کیا اور بیت خانوں کو آگ دیدی۔ بہر حال ایتھنز کے لئے یہ ایک نہایت نیک شگون تھا کہ ایرکتیوم کے مقدس زیتون کے درخت میں سے (جو جل گیا تھا) ایک سبز شاخ برآمد ہوئی اور دو روز کے قلیل عرصے میں سوا گز لانبی ہو گئی!

جب بیڑے کو ایتھنز کی تسخیر کی خبر پہونچی تو اس کے ملاحوں نے اُس خطرناک مقام سے جہاں وہ پڑے ہوئے تھے چلا جانا چاہا اس لئے کہ انھوں نے سوچا کہ اگر سالامس اور آئی گینا کے درمیان شکست ہوئی تو پھر وہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ روایت ہے کہ خود تھمسٹاکلیس بھی اس سے مایوس ہو گیا کہ وہ یونانیوں کو وہاں ٹھیرنے کی ترغیب دے سکے گا یہاں تک کہ اسی کے دیسے کے ایک شہری مستیٔ منے سفی لوس نے اس کا دل بڑھایا اور اسے ہمت مرداں مدد خدا کا سبق دیا[۵]۔ اب یوری بیادیس کی صدارت میں ایک مجلس جنگ منعقد ہوئی اور اس میں اس نے یہ دلیل پیش کی کہ بلا شبہ ایرانیوں کے جہازوں کی تعداد زیادہ ہے اور اس کا اثر سالامس جیسے مقام پر اتنا نہیں پڑے گا جتنا کھلے سمندر پر۔ دوسرے یہ کہ پیلوپونیز دیگر یونانیوں کے لئے بھی نہایت قیمتی ہے اور اس کی حفاظت یقیناً سالامس بہتر کسی اور جگہ سے نہیں کی جا سکتی۔ اس کے علاوہ یہاں سے وہ میگارا اور آئی گینا کی بھی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اس پر کورنتھی ادی مانتوس نے یہ کہا کہ

---

[۵] ہیروڈوٹس ۸، ۵۷۔ لیکن اب کوئی منے سفی لوس کے اثر کو باور نہیں کرتا۔ بوسولٹ ۲، ۶۹۹+

باب

ایتھنزیوں نے اپنا ملک دوسروں کے حوالے کر دیا ہے اس لئے انھیں اس معاملے میں مداخلت کرنے کا مطلق استحقاق نہیں؛ مگر یوری بیادیس نے نہایت قابلیت کے ساتھ اس کا یہ جواب دیا کہ اگر ایتھنزی اٹلی کے ضلع سرتیس میں چلے گئے جس کی انھیں یقیناً آزادی حاصل ہے تو بہت سے یونانی ایسے نکلیں گے جو اس نقصان کو محسوس کریں گے۔ الغرض ایتھنز نے صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ اس وقت تک اس نے جو تحمل اور بردباری دکھائی ہے اس کی انتہا کر کے وہ اپنے آپ کو نقصان نہیں پہونچانا چاہتا۔ بالآخر یوری بیادیس نے وہیں قیام کرنے کا حکم دیدیا۔

ادھر ایرانی بھی چاہتے تھے کہ سالامس میں ہی تمام معاملات کا تصفیہ ہو جائے اور انھیں اس کے متعلق کسی قسم کا شک وشبہ نہ تھا؛ صرف ارتیمیزا ہی اس کے خلاف تھی اور اس کی یہ رائے تھی کہ اگر شہنشاہ خاکنائے پر ہو کر بری فوج کے ہمراہ بڑھے اور یونانی بیڑے کی پروا نہ کرے تو ایسی حالت میں یونان نسبتاً آسانی سے فتح ہو جائے گا۔ مگر زرکسیز کے نزدیک ایرانی بیڑے کی شکست کا کوئی سوال ہی نہ تھا اور اس نے یہ تہیہ کر لیا کہ جنگ کا فوراً چھڑ جانا ہی مناسب ہے۔

اس وقت تک یونانی لشکرگاہ میں کسی قسم کا تصفیہ نہیں ہوا تھا۔ پیلوپونیزی افواج کا سپہ سالار لیونی داس کا بھائی کلیومبروتوس تھا۔ اس نے خاکنائے پر قابض ہو کر اسے مستحکم کر لیا اور اس کی حفاظت کے لئے اسپارٹا، آرکیڈیا، الیس، کورنتھ، سکیون، اپی دورس، فلیوس، تروئے زین اور ہرمیونے کے سپاہی متعین کئے۔ پیلوپونیزی جہاز رانوں کو اپنے وطن کی فکر لگی رہتی تھی؛ اس لئے انھوں نے آخری مرتبہ کوشش کی کہ کسی طرح جہاز خاکنائے سے چلے جائیں؛ اور اگر تھسٹاکلیس ایک چال نہ چل دیتا تو وہ ضرور اپنی ترکیب میں کامیاب ہو جاتے۔ اس نے اپنے خدمتگار سکی نوس کے ذریعے سے (جسے اس نے بعد میں تھسپیائے کے حقوق شہریت دلوا دئے) ایرانیوں سے یہ کہلوایا کہ یونانیوں کا میدان چھوڑ کر بھاگنے کا ارادہ ہے اور اب اس کا موقع ہے کہ ایرانی حملہ کر کے انھیں بالکل تہ وبالا کر دیں۔ زرکسیز کو یہ تو معلوم تھا کہ یونانی اپنے ملک اور قوم کے خلاف اکثر غدارانہ حرکات کرتے ہیں؛ چنانچہ اس نے اس شخص کی اطلاع کو باور کر کے اپنے

باب ۱۴ بیڑے کو جو خلیج فالیردم میں پڑا ہوا تھا۔ لڑائی کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا۔ بیڑے کے تین حصے کئے گئے[۱]۔ ایک حصے سے تو مونی کیا سے تقریباً سالامس تک تمام سمندر گویا پاٹ دیا[۱] دوسرا حصہ جس میں اکثر فنیقی ملاح تھے اٹیکائی ساحل کے متوازی شمال کی جانب کوہ آئے گالیوس تک (جو ایتھنز اور الیوسس کے درمیان سمندر میں کو نکلا ہوا ہے) ڈال دیا اور تیسرے حصے کو یہ حکم ملا کہ وہ جزیرۂ سالامس کا دور کر کے یونانیوں کی پسپائی میں حتی المقدور مخل ہو (واضح ہو کر اس سالامس والے بیڑے کا ہیروڈوٹس نے کہیں ذکر نہیں کیا۔ اور اس کے متعلق جو کچھ معلومات ہمیں حاصل ہیں اُن سب کا ماخذ ائس خیلوس ہے[۲۶]) اس ناکہ بندی کی اطلاع ارسطیدش نے کی جو حال ہی

---

[۲۶] سالامس کی لڑائی کے لئے ہیروڈوٹس ۸، ۹۳-۹۶ کے علاوہ ائس خیلوس کا بیان ("ایرانیان" ۶، ۳ وغیرہ) اور دیودوروس ۱۱، ۱۷ وغیرہ میں الیفوروس کے اقتباسات دیکھے جائیں۔ میری قطعی رائے ہے کہ موخرالذکر بالکل صحیح روایت نقل کرتے ہیں؛ اور الیفوروس کی تحریر کے مطابق مصری جہازوں نے ضرور سالامس کا دورہ کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ اول تو یہ خیال بالکل فطری اور قدرتی تھا اور دوسرے اس سے پہلے بھی ارتی میزیوم کی لڑائی کے موقع پر اس پر عمل کیا گیا تھا۔ بوسولٹ (۲، ۶۷۱) کا خیال ہے کہ جنگ ۲۰ ستمبر کو نہیں بلکہ اسی مہینے کے اواخر میں ہوئی ہوگی۔ ڈنکر (۷ (۵)، ۲۸۴) نے فریقین کے بیڑوں کے متعلق ایک نظریہ قائم کیا ہے جسے میں تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس کا خیال ہے کہ ایتھنزی مغربی جانب الیوسس تک پھیلے ہوئے تھے (ص ۲۸۹)۔ اس کے ثبوت میں جن فقروں کا اس نے حوالہ دیا ہے ان میں اس کا پتہ بھی نہیں۔ اس کا اندازہ ہے کہ ہر جہاز ۱۵۰ فٹ جگہ میں آتا تھا اور اگر بیڑے میں تین سو جہاز تھے تو گویا ۴۵ ہزار فٹ طویل جگہ درکار ہوگی۔ لیونشکے (: "مطالعہ الیفوروس" جلد ا سنہ ۱۸۷۷ء) کا خیال بالکل درست ہے کہ ایرانی جنوب سے یعنی کھلے سمندر کی جانب سے آگے بڑھے۔ لیکن چونکہ یونانی مغرب کی طرف یعنی جزیرہ سالامس کے مقابل میں تھے اس لئے یونانی مغربی بازو پر جو لڑائی ہوئی اس کا

باب ۴

میں اپنی جلا وطنی سے واپس بلا لیا گیا تھا۔ سب سے پہلے تو اس نے ثمسطاکلیس کو اس کی خبر کی؛ ثمسطاکلیس کے ذریعہ سے باقی ماندہ سپہ سالاروں کو بھی اس کا علم ہو گیا اور اس کی تصدیق تینے ووس کی ایک کشتی کے ملاحوں نے کی جو اسی وقت آئے تھے۔ یونانی بیڑے میں تین سو اسی جہاز تھے اور ایرانی جہازوں کی تعداد اس سے کم از کم دوگنی ہو گی۔ دونوں بیڑے اس طرح صف آرا ہوئے کہ بائیں بازو پر اتھنزی فینقیوں کے مقابل اور دائیں بازو پر پیلوپونیزی ایونیائیوں کے سامنے کھڑے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳۷۔ رخ مغرب سے مشرق کی طرف کو تھا + دیو دوروس (۱۱، ۱۹) کا یہ خیال غالباً صحیح ہے کہ ایرانیوں کے مغربی بازو پر جو ایونیائی تھے انھوں نے سب سے زیادہ دیر تک یونانیوں کا مقابلہ کیا۔ جنگ سالامس کی تفصیل کے لئے مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ کیا جائے:-

(۱) برائی ٹنگ: "جریدۂ سالانہ لسانیات قدیمہ" ۱۲۹، ۵۹ ۸ وغیرہ +

(۲) باؤئر: "جنگ سالامس میں ایونیائیوں کا حصہ" N.Rh. Mus ۲۹، ۲۲۴ وغیرہ

(۳) لولنگ: "علم توصیف البلدان Topography کا تعلق تاریخ اور فلسفے سے"

(۴) جہازوں کی تعداد کے لئے بیلوخ: "آبادی دنیائے یونان و روما" ص ۵۰۸ وغیرہ (میری نظر سے گڑون کی کتاب "جنگ سالامس" (مضامین مدرسہ امریکانی اتھنز) ابھی تک نہیں گذری)

میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ اس وقت تک یہ امر پورے طور پر پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچا کہ اس لڑائی کی ابتدا میں یونانی جہاز کس ترتیب سے کھڑے کئے گئے تھے۔ ویکلائن "ثمسطاکلیس اور سالامس کی بحری جنگ" روئداد انجمن علمیہ بیویریا (سنہ ۱۸۹۲ء) نے اب یہ ثابت کر دیا ہے کہ زرکسز نے اپنے تمام تدابیر سے محض ثمسطاکلیس کے پیام کے باعث روگردانی کر کے جنوب کی جانب سے اس لئے حملہ کیا کہ یونانی کہیں فرار نہ ہو جائیں۔ اس سے پیشتر ایک مورخ کو مختلف واقعات کی جہت سمجھانے میں جو مشکلات پیش آتی تھیں ان کا اب سامنا نہیں کرنا پڑتا +

ہوئے۔ یہ لڑائی تو غالباً ۲۷ یا ۲۸ ستمبر ۴۸۰ ق م کو ہوئی اور اس میں بھی یونانیوں کی تادیب اور تہذیب کی حالت ایرانیوں سے بہتر تھی؛ دونوں میں سب سے بڑا فرق یہ تھا کہ ایک طرف تو یونانی اپنی اور اپنے مذہب کی آزادی کی خاطر لڑ رہے تھے اور گو دوسری جانب ایک شخص بادشاہ کے حکم سے مختلف النوع اقوام مجتمع ہو گئی تھیں لیکن انھیں متحد الخیال کرنے کے لئے کوئی حبل متین موجود نہ تھی۔ پھر بھی چونکہ خود شہنشاہ اس جنگ میں حصہ لے رہا تھا، لہٰذا (ہیروڈوٹس کے قول کے مطابق) بہ نسبت ارتی میزیوم کے ایرانیوں نے کہیں زیادہ جوہر دکھائے۔ جنگ کے تفصیلی واقعات کے متعلق ہمیں بہت کم معلومات حاصل ہیں کہ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یونانی امیر البحر نے بہت زیادہ حکم احکام نافذ کئے ہوں بلکہ ہر شخص نے حتی الوسع اپنی جودت دکھائی اور کارہائے نمایاں انجام دینے کی کوشش کی۔ بلاشبہ ارتی میزیوم کی طرح یونانی مرکز سے محیط کی طرف لڑے اور انھیں تدبر حربی کے فقدان کی وجہ سے نقصان پہونچا؛ لیکن اس کی تلافی ان کے جوش وخروش نے کر دی۔ آخر کار یونانیوں نے ایرانیوں کو شکست دی اور موخر الذکر فالیردم کی طرف پسپا ہو گئے۔ اس سے قبل انھوں نے جزیرۂ پسی تالیا پر جو سالامس اور اقلیم یونان کے درمیان واقع ہے قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن اس کا محافظ لشکر سالامس کی پسپائی کی وجہ سے ایرانی فوج سے علٰحدہ ہو گیا؛ اور ارسطیدس نے جزیرہ پر اتر کر اس کا خاتمہ کر دیا۔

یونانی جزیرۂ سالامس کے کنارے پر شب باش ہوئے اور دوسرے دن جنگ جاری رکھنے کی فکر میں لگ گئے؛ مگر صبح ہونے پر انھوں نے دیکھا کہ ایرانی بیڑے کا پتہ بھی نہیں۔ ہوا یہ کہ لڑائی کے خاتمے پر زرکسز نے ایک جنگی مجلس طلب کی جس میں مہرنوش نے یہ تحریک کی کہ شہنشاہ بیڑا لے کر فوراً ایشیا واپس چلا جائے اور ساتھ ہی چونکہ بری لشکر سے کوئی خاص فائدہ نہیں پہونچا اس لئے اس کے بیشتر حصے کو بھی وطن واپس کر دے۔ آخر میں اس نے صرف یہ مطالبہ کیا کہ صرف تین لاکھ سپاہی ملک تسخیر کرنے کے لئے اس کی قیادت میں چھوڑ دئے جائیں۔ ارتی میزیا نے بھی اس تحریک کی تائید کرتے ہوئے ایسے دلائل بیان کئے جن سے شہنشاہ کی چاپلوسی مدنظر تھی۔ چنانچہ زرکسز نے فوراً یہ حکم دیا کہ بیڑا واپس ایران روانہ

باب ۴

ہو جائے۔[۲۷] جب یونانیوں نے دیکھا کہ بیڑا میدان چھوڑ کر چلا گیا ہے تو انھوں نے فوراً ایرانیوں کا تعاقب کرنا شروع کیا؛ لیکن ایرانی اُن کے ہاتھ نہیں آئے اور جب وہ اندروس پہنچے تو انھوں نے بھی ایک مجلس جنگ منعقد کی تھی جس میں تمسطاکلیس نے یہ تحریک کی کہ انھیں چاہیئے کہ وہ فوراً ہیلیسپونٹ جاکر پل توڑ ڈالیں؛ لیکن یوری بیادیس نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے یہ دلیل پیش کی کہ انھیں ایسی کوئی کارروائی نہیں کرنی چاہیئے جس سے ایرانی بالکل ہی مایوس ہو جائیں۔ آخر کار تمسطاکلیس نے سر تسلیم خم کیا بلکہ اس کے علاوہ یہ بھی ظاہر کیا کہ یونانیوں نے ایرانیوں کے تعاقب کا خیال دراصل اُسی کی تحریک سے چھوڑ دیا ہے؛ اور ایک شخص (جو بعض کے نزدیک سکی نوس تھا اور بعض کے خیال کے مطابق ارناکیس) ایک مرتبہ اور زرکسر کے پاس (جو اسوقت تک اٹیکا ہی میں تھا) یہ مطلع کرنے کیلئے روانہ کیا کہ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی تمسطاکلیس نے شہنشاہ کی یہ خدمت انجام دی ہے۔[۲۸] تمسطاکلیس جیسے شخص کی باتوں

---

۲۷ ڈنکر اور بوسولٹ (۲، ۱۰۰) یہ فرض کر لیتے ہیں کہ بیڑا آئندہ شب تک نہیں چلا۔ مجھے اس کا مطلق یقین نہیں اس لئے کہ اگر ایسا ہوا تھا تو یہ امر بحث طلب رہ جاتا ہے کہ آخر یونانیوں نے دوسرے روز تمام دن کیا کیا؟ گو ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ مجلس جنگ جزیرۂ اندروس میں منعقد ہوئی تھی مگر یہ دونوں مورخ اس کا انعقاد سالامس ہی میں فرض کر لیتے ہیں۔

۲۸ ہیروڈوٹس ۸، ۱۰۹۔ ڈنکر {۷ (۵)، ۲۹۶} اور بوسولٹ (۲، ۱۸۲) کو اس کا یقین ہے کہ جب تمسطاکلیس نے زرکسر کو اس امر سے مطلع کیا کہ یونانی ہیلیسپونٹ نہیں جائیں گے تو اس کا اصلی مطلب یہ تھا کہ شہنشاہ کو اس کے برعکس یقین ہو جائے اس لئے کہ اس سے پیشتر ایک مرتبہ تمسطاکلیس زرکسر کو دھوکا دے چکا تھا۔ اس کا حقیقت میں یہ چال چلنے سے یہ مقصد تھا کہ زرکسر فوراً واپس چل دے اور ایسا ہی ہوا۔ مگر میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ شہنشاہ کو اس کا کیوں یقین آتا کہ تمسطاکلیس نے پہلی مرتبہ اُسے دھوکا دیا؟ اس پیغام کا لب لباب یہ تھا کہ یونانی فرار ہونا چاہتے ہیں اور یہ بالکل صحیح تھا

باب ۴ سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ اپنے دشمن کو ایک مرتبہ نیچا دکھا کر فوراً اس کی رضامندی ازسرنو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ہیروڈوٹس کا یہ بھی بیان ہے کہ اس نے دھمکیاں دیکر کارستوس، پاروس اور شائد بعض دیگر جزائر کے باشندوں سے مختلف رقوم وصول کرلیں مگر اندروسیون نے روپیہ دینے سے صاف انکار کردیا، اور چونکہ انھوں نے ایران کی طرفداری کی تھی اس لئے انھیں محصور کرلیا گیا + ۲۹ھ

نوٹ

اس باب کے لئے اولین سند ہیروڈوٹس مقالہ ۷، ۸ ہے۔ اس کے بعد دیودوروس ۱۱، ۱-۲۶، پلوٹارک کی سوانح عمری تمسطاکلیس وارسطیدش، اُسخیلوس کا ناٹک "ایرانیاں" اور سموندیس کے چٹکلے آتے ہیں + ۴۸۰ ق م کے واقعات بیان کرنے میں ہیروڈوٹس نے یہ کوشش کی ہے کہ روایت عامہ کے مطابق ایران کی قوت وجبروت کا اندازہ کرنے میں مبالغہ آمیزی سے کام لے؛ اسی لئے جو اعداد و شمار اس نے دئے ہیں وہ قابل وثوق نہیں + دیودوروس لفاظ اور لسان ہے اور ایفوروس کا اتباع کرکے بہت ناقابل یقین قصوں کا اضافہ کرتا ہے اس قسم کے اضافوں کی ایک مثال باب میں ہے جہاں اس نے لیونی داس کی آخری کشمکش کا ذکر کیا ہے میں یہ بھی تسلیم نہیں کرسکتا کہ ایفوروس نے اس خوبصورتی سے واقعات کو مقامی راویوں سے اخذ کیا ہے کہ اسے ہم ہیروڈوٹس سے بھی قابل اعتبار سمجھنے لگیں۔ لیکن ان تمام امور کے باوجود ممکن ہے کہ دیودوروس (ایفوروس) کسی خاص واقع کو ہیروڈوٹس سے زیادہ صداقت سے بیان کرے؛ مثلاً جنگ سالامس کے بعض واقعات کو جو اس نے بیان کئے ہیں ہم ہیروڈوٹس کے تذکرے کا تتمہ سمجھ سکتے ہیں۔ میں نے بہت سے ایسے واقعے بیان کرنے میں جو غیر مصدقہ بلکہ بعض تو غلط محض ہیں ہیروڈوٹس کا اس لئے اتباع کیا ہے کہ وہ یونانیوں کے عام روایات کا اعادہ کرتے ہیں؛ اس قسم کے روایات کی جھلک پلوٹارک کے بہت سے مقولوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور یہی سال ۴۸۰ ق م وہ زمانہ ہے جب یونانی سورماؤں کے جسم میں گویا پہلی مرتبہ جان ڈالی گئی ہے اور بعض افسانے کے بجائے انھیں جیتے جاگتے انسانوں کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ ۱۲

۲۹ھ ہیروڈوٹس (۸، ۱۱۲) ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ شائد تمسطاکلیس نے اپنی جیب بھرنے کے لئے یہ رقوم وصول کیں؛ لیکن اگر اس نے خاص ہی پیام رسانوں کے ذریعے سے روپیہ وصول کیا جنھوں نے سرکاری اعلان بھی مشتہر کئے تو پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا مقصد روپیہ کو اپنے تصرف میں لانے کا کیسے ہو سکتا تھا +

باب ۵

پلاٹیہ اور میکالے

ان واقعات سے چندروز بعد زرکسز اپنی فوج کو لے کر اٹیکا سے ایران کی طرف چلدیا۔ مہرنوش اس کے ساتھ تھسلی گیا، وہاں پہونچکر اس نے اپنے مطلوبہ تین لاکھ سپاہی منتخب کئے جن میں قشون جاودانی، ایک ہزار ایرانی سوار مع دیگر ایرانی سپاہ کے مددی، شک اور ہندوستانی شامل تھے۔ شہنشاہ اسی راستے سے ہوکر واپس گیا جس سے وہ آیا تھا، مگر اس کے لشکر کو طرح طرح کی بیماریوں نے گھیر لیا جس سے اس کو معتدبہ نقصان اٹھانا پڑا۔ ان واقعات کی تفصیل سے یونانی اس قدر لاعلم تھے ہیروڈوٹس جن امور کا اپنی کتاب میں اعادہ کرتا ہے ان کا خود اسے بھی پوری طور پر یقین نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ زرکسز دریائے استریمون سے سمندر کے راستے چلا، لیکن اس کے جہاز کو طوفان نے آگھیرا، اور جہاز کو ہلکا کرنے کی غرض سے اس نے چند ایرانی امرا کو جہاز سے کود پڑنے کے لئے حکم دیا جس کی انھوں نے فوراً تعمیل کی۔ شہنشاہ نے جہاز کے کپتان کو اس کا انعام دیا کہ اس نے اسے بحفاظت تمام صحیح و سلامت پہونچا دیا مگر اس کے بعد یہ الزام لگا کر کہ اسکی رہبری کے دوران میں اتنے معصوم ایرانیوں کی جانیں گئی ہیں اُسے قتل کرا دیا۔ ایرانی استبداد اور شخصیت کے متعلق یونانیوں میں طرح طرح کے افسانے مشہور تھے اور یہ قصہ ان کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ [۱]

[۱] زرکسز کی پسپائی کے لئے بوسوٹ ۲، ۱۸۴۔ اور سرج گرمن کے لئے ۲، ۱۰۷ کا مطالعہ کیا جائے۔

باب ۵

ابتدا میں تو یونانی ایرانیوں کی پسپائی میں سدّ راہ ہونا چاہتے تھے مگر چونکہ ۲ اکتوبر ۴۸۰ ق م کو سورج گرہن پڑ گیا اس لئے یونانی فوج نے جو کلیومبروتوس کی سرکردگی میں تھی اس خیال کو ترک کر دیا اور اس کے بجائے کارستوس کے ملک کو تاراج اور اندروس کی تسخیر کی بے سود کوشش کر کے بڑا مال غنیمت کو فراغت سے تقسیم کرنے کی غرض سے سالامس روانہ ہو گیا۔ وہاں یہ طے کرنے کے بعد کہ دیلفی کے بت خانے کے لئے پندرہ گز طویل مجسمہ روانہ کیا جائے وہ قیمتی مال بانٹنے کے لئے خاکنائے گئے۔ جب رائے دہی کی تختیاں جو تبرکاً پوسئیدون کی قربان گاہ پر رکھی گئی تھیں شمار کی گئیں تو معلوم ہوا کہ ہر سپہ سالار نے پہلا انعام تو اپنے لئے اور دوسرا تمسطاکلیس کے لئے تجویز کیا ہے! اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آج کل کے زمانے میں اس قسم کے معاملات میں جو منافقت برتی جاتی ہے اس کے وہ قائل نہ تھے اور انھیں اپنے اعزاز و احترام کا جو شوق ہوتا تھا اس کا بے غل و غش اظہار کرتے تھے۔

اس کے بعد تمسطاکلیس اسپارٹا گیا جہاں اس کی بہت قدر و منزلت کی گئی۔ اسے اور یوری بیادیس کو زیتون کے پتوں کا ایک ایک گھیرا ملا اور اسپارٹیوں نے اس کو اپنے شہر کی بہترین گاڑی نذر کی اور جب اس نے شہر کو خیرباد کہا تو تین سو اسپارٹی سوار لقونیہ کی سرحد تک اس کے جلو میں گئے۔ ادھر ارتا بازو بھی زرکسنز کے ساتھ ہلیسپونٹ گیا تھا وہاں سے وہ مہرنوش کے ساتھ واپس ہو گیا اور راستے میں اولنتھوس پر قبضہ کر کے اس شہر کو خالکدیسیوں کے حوالے کر دیا۔ لیکن جب وہ پوتیدیہ پہونچا تو گو اس سے وہاں کے بعض شہریوں نے عہد و پیمان کر لئے تھے مگر وہ اس پر قبضہ نہ کر سکا۔ اب ایرانی بیڑا ایونیہ کی حفاظت کرنے کی غرض سے جزیرۂ ساموس پر مجتمع ہوا۔ یونانیوں کے پاس صرف ایک سو جہاز تھے اور ان کا بیڑا بھی شاہ لیوتی کدیس کی سرکردگی میں پہلے آئی گینا میں جمع ہوا؛ اس میں جو اتھنزی جہاز تھے ان کا کماندار تمسطاکلیس کا مد مقابل زانتھی پوس تھا اور اتھنزی بری فوج ارسطیدیس کے زیر کمان تھی؂۔ یہاں چند ایونیائیوں

؂ مقابلہ کیا جائے بوسولٹ ۲، ۱۸۹؛ اسی طرح دیو دورس ۱۱، ۲۷ کے بموجب تمسطاکلیس کو اس لئے پس پشت ڈال دیا گیا کہ اتھنزیوں کو اس امر کا یقین ہو گا کہ اسے اسپارٹا نے رشوت دے دی ہے۔ غالباً تمسطاکلیس کی اب بھی یہی خواہش تھی کہ اتھنزی افواج برابر سمندر پر مجتمع رہیں اور اگر بالفرض رشوت کا

باب ۵

نے جن میں سے اکثر جزیرۂ خیوس کے باشندے تھے یونانی امیر البحروں کے پاس آکر ان سے التجا کی کہ وہ خیوسیوں اور ان کے ایشیائی بھائیوں کو آزاد کرادیں، مگر انھیں یہ مایوس کن جواب ملا کہ ساموس پہونچنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا "فیلیا ہائے ہرقل" (جبل الطارق) پہونچنا۔ (۳) اس کے بعد بیڑا مشرق کی طرف چلا مگر چونکہ یونانی بظاہر ایرانیوں سے خوف زدہ تھے اس لئے وہ بیڑے کو دیلوس سے آگے نہیں لے گئے۔ خوش قسمتی سے جو ایرانی ساموس میں تھے وہ خود یونانیوں سے ڈرتے تھے +

مہرنوش نے اپنے راستے میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر یونانیوں سے گفت وشنود شروع کردی۔ اس نے کاریہ کے ایک باشندے کی وساطت سے آیندہ واقعات کے متعلق کاہنوں کی رائے طلب کی اور عملی میدان میں سکندر شاہ مقدونیہ کے ذریعے سے (جسے عام طور پر اتیھنز کا مہمان اور مربی سمجھا جاتا تھا) اتیھنزیوں سے کہلوایا کہ اتیھنز اور ایران کے باہمی تعلقات خوش گوار ہونے چاہئیں، اور ان سے دریافت کرایا کہ وہ ایران سے مفاہمت کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں + جب اسپارٹیوں نے یہ سنا تو انھوں نے اس کی تردید کے لئے اپنی سفارت بھی اتیھنز روانہ کی۔ اس پر اتیھنزیوں نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ اس کا اعلان کردیا کہ جب تک آفتاب اپنے راستے پر قائم ہے اس وقت تک وہ ارض یوناں کے مفاد کے لئے برابر لڑے جائیں گے، اور ان معبودوں اور سورماؤں کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴۳۔ الزام غلط ہو پھر بھی اس تدبیر سے اتیھنز کو بجائے فائدے کے نقصان ہی پہونچتا، اس لئے کہ مہرنوش کو شکست دینے کے لئے اب اس کی اشد ضرورت تھی کہ وہ بری جنگ آزمائی کے لئے تیار ہو جائے۔ ہم جنگ میکالے کے حال میں دیکھتے ہیں کہ اگر مہرنوش کی شکست سے پہلے ایرانی بیڑا برباد ہوجاتا تو بھی اس سے اتیھنز کو کوئی فائدہ نہ پہونچتا + بہرحال ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ اسپارٹا نے تمسطاکلیس کو صرف اس لئے رشوت دی کہ وہ اتیھنزی فوج کو تمام وکمال سمندر پر روانہ کردے +

(۳) ہیروڈوٹس ۸، ۱۳۲ + یونانی ساموس کے فاصلے سے خوب واقف تھے اور یہ صرف اندرون ملک کے باشندوں کا خیال ہوسکتا تھا۔ ہیروڈوٹس یہاں طعنہ آمیز معلوم ہوتا ہے +

باب ۵ نام کے لئے اپنی جانیں تک قربان کردیں گے جن کے حرموں کو ایرانیوں نے اس بے دردی کے ساتھ نذر آتش کردیا ہے۔ اسپارٹا نے یہ وعدہ کیا کہ اگر ایتھنز کو پھر جنگ آزمائی کرنی پڑی تو وہ ان تمام باشندوں کو جو جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے اپنی پناہ میں لے گا۔ لیکن ایتھنزیوں نے اس پر زور دیا کہ اس کے بجائے یہ بدرجہا بہتر ہوگا کہ اسپارٹی وقت پر اپنی سپاہ بیوتیہ پہونچادیں اور لڑائی کے لئے فوراً تیار ہوجائیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر اسپارٹی جنگ ایران میں ٹھیک موقع پر آجایا کرتے تو ان کے حلیف کو اس قدر اذیت نہ پہونچتی۔

موسم بہار ۴۷۹ ق م میں مہرنوش جنوب کی طرف چل دیا۔ بیوتیوں کی خواہش تھی کہ اسے اپنے ملک میں ٹھیرالیں مگر وہ خود پھر ایک مرتبہ ایتھنز پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہیلیسپونت کے ایک باشندے مسمّٰی موری خدیس کے ذریعے سے ایتھنزیوں کو اطاعت کی دعوت دی اور ایتھنز ہی ایک شخص مسمّٰی لیکدیس نے یہ تحریک بھی کی کہ ایسے موقع پر ایتھنزیوں کے لئے اطاعت ہی مناسب ہے۔ مگر شہریوں کو اس پر اس درجہ غصہ آیا کہ انھوں نے اسے سنگسار کرڈالا اور ایتھنز کی عورتیں اس کی بیوی بچوں پر ٹوٹ پڑیں اور انھیں بھی ملک عدم پہونچادیا۔[54] آخر کار ایتھنزی جس طرح پہلے اپنا شہر چھوڑ کر سالامس چلے گئے تھے ویسے ہی اس مرتبہ بھی چلے گئے اور جزیرے میں پہونچ کر انھوں نے اپنے پیام رساں اسپارٹا روانہ کئے تاکہ وہ ایتھنز، میگارا اور پلاٹیہ کی طرف سے اس کی متفقہ درخواست پیش کریں کہ اسپارٹی فوج فوراً ایرانیوں کے خلاف بھیجدی جائے لیکن اسپارٹی اور دیگر پیلوپونیزی خاکنائے پر ایک فصیل تعمیر کرنے میں مشغول تھے اس لئے انھوں نے جواب کو معرض التوا میں ڈال کر یہ کہا کہ وہ عید ہیا کنتھیا کی وجہ سے اپنا لشکر فوراً روانہ نہیں کرسکتے۔ آخر الامر کئے کیوس نے جو تگیا کا باشندہ تھا اور جو اسپارٹا میں بہت ہر دلعزیز تھا اُن سے کہا کہ مزید تعویق نہایت نامناسب ہے اور بہتر یہ ہے کہ اسپارٹی فوراً ایک لشکر شاہ پلیستارخوس (ولد لیونی داس)، کے رشتہ کے بھائی اور متولی سلطنت پوسانیاس کی ماتحتی میں روانہ کیا جائے۔ اس پر اسپارٹیوں نے اس تعویق کو چھپانے اور اپنا اثر برابر قائم رکھنے کی غرض سے ایک اور ترکیب چلی۔ انھوں نے ایتھنزی سفیروں کی درخواست کو پھر ایک مرتبہ سن کر

[54] ہیرڈوٹس ۹، ۴، ۵

جواب دیا کہ جس فوج کے لئے وہ کہہ رہے ہیں وہ تو سرحد تک پہونچ بھی گئی۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس لشکر کی تیاری اور اس کی روانگی کس قدر جلد عمل میں آئی تو اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹی فوج اور سامان حرب کس درجہ مکمل تھا۔ اس سے ایک اور فائدہ بھی ہوا، یعنی آرگوسیوں کو (جو اسپارٹا سے دشمن تھے) اس فوج کے جانے کا علم تک نہ ہوا اس لئے وہ اس کے سدِّ راہ نہ ہو سکے، بلکہ جب انھیں معلوم ہوا کہ فوج نکل بھی گئی اس وقت مہرنوش کو اس واقعے کی محض اطلاع پر اکتفا کرنا پڑا۔ اب مہرنوش نے ایتھنز میں جو کچھ باقی تھا وہ بھی تباہ و برباد کر دیا اور میگارا پر جناحی پیش قدمی کر کے (جس کا خواہ یہ مقصد تھا کہ لکدمونیوں کے ایک رسالے کو مرکز سے علیحدہ کر دے یا یہ کہ اس کی پسپائی کا حال ظاہر نہ ہو) آخر کار بیوتیہ واپس چلا گیا جہاں اس کے سوارے کو اپنے کارہائے نمایاں دکھانے کے لئے ایک وسیع میدان موجود تھا۔ اس نے اپنا پڑاؤ پلاٹیہ کے مغرب میں دریائے اسوپوس کے کنارے پر ڈال دیا اور یونانی اس سے بالکل مقابل ایریتھرائے کے قریب ٹھیر گئے۔ واضح ہو کہ ایرانی فوج میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جنھیں آیندہ لڑائی کے متعلق حسن ظن نہ تھا اور ایک دعوت میں جو تھبز کے ایرانیوں کو اتاگی نوس نے دی تھی۔ ایک ایرانی نے اورخومینوس کے ایک باشندے سے جو اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا اپنے خطرے کا اظہار کیا اور کہنے لگا کہ بیوتیہ کی ایرانی فوج میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جو اس لڑائی میں کام آئیں گے۔ ہیرودوٹس کا بیان ہے کہ مہرنوش کو ایک خاص موقع پر ایرانی خصائل سے واقف ہونے کا موقع ملا۔ ایک ہزار فوکسی سپاہیوں کو ایرانی فوج میں مجبوراً شامل ہونا پڑا تھا، مہرنوش کے سوارے نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور یہ معلوم ہوا کہ گویا وہ انھیں جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں، لیکن اس سے ان میں کسی قسم کا خوف و ہراس پیدا نہیں ہوا بلکہ وہ نہایت خاموشی سے لڑائی کی تیاری میں مشغول رہے، اور صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ایرانیوں کو ان کے قدیم دشمنوں یعنی تھسالویوں نے ان کے خلاف اکسایا ہے۔ اس پر مہرنوش نے یہ جواب دیا کہ سوائے اس کے اس کا کوئی اور مقصد نہ تھا کہ وہ اس موقع پر اپنی بے باکی اور جرات کا ثبوت دے سکیں۔ (بالکل اسی قسم کا اثر زمانۂ مابعد میں "دس ہزار" نے ایشیا میں پیدا کیا)۔

باب ۵

یونانیوں کا پہلا معرکہ ایرانی سوارے کے ساتھ ہوا۔[۵] اور اس لڑائی میں ایرانی سرگروہ ماسستیوس بھی کام آیا جس کی وجہ سے ایرانیوں میں بہت ہراس پیدا ہو گیا۔ اب یونانی نقل مکان کر کے مغرب کی طرف چلے اور چشمہ گارگافیہ کے جنوب و مغرب کی سمت میں کھڑے ہو گئے۔ اس وقت اُن کی فوج حسب مفصلۂ ذیل عناصر پر مشتمل تھی :۔ دائیں بازو پر اسپارٹی تھے، اور ان میں دس ہزار ہوپ لیت تھے جن میں سے پانچ ہزار خاص اسپارٹی شہری تھے اور ان کے ساتھ ۳۵ ہزار مسلح ہیلوت بھی تھے ان کے علاوہ ۱۵۰۰ اسپاہی تگیا سے، پانچ ہزار کورنتھ سے، تین سو پوتیدیہ سے چھ سو

---

۵ بوسولٹ (۲، ۱۹۷) کے مطابق پلاٹیہ کی لڑائی اواخر جولائی یا اوائل اگست ۴۷۹ء ق م میں ہوئی اور اس کے تذکرے میں میں نے ہیروڈوٹس ۹، ۲۸-۸۹ کا اتباع کیا ہے۔ اس کا بوسولٹ ۲، ۱۹۷ تا ۲۱۴ سے مقابلہ کیا جائے۔ مقامات کے لئے فیشر، "یونان کی یاد اور اس کے اثرات" ص۵۳۳ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ جس "جزیرے" کا ہیروڈوٹس ۹، ۵۱ میں ذکر کرتا ہے اس کا مطلق پتہ نہیں چلتا۔ ایتھنز سے تھبز کو سڑک جاتی ہے وہ درۂ "رؤس ثلاثہ" یا "رؤس البلوط" میں ہو کر گذرتی ہے جسے اب درۂ گیفتو کاسترو کہتے ہیں۔ دیکھو بیڈیکر، "یونان"۔ طبع دوم ص۱۶۷ + بعض کا خیال ہے کہ ہیروڈوٹس (۹، ۵۲، ۵۴، ۵۹) لاکے ڈیمونیوں اور دیگر یونانیوں کے ساتھ بہت سختی کا برتاؤ کرتا ہے، اور بوسولٹ (۲، ۲۰۳، ۲) کہتا ہے کہ وہ (باب ۴۰ میں) تھبزیوں کے ساتھ بھی سختی کے ساتھ پیش آتا ہے، لیکن یہ مسئلہ نہایت دقیق ہے کہ یہ سلوک انصاف پر مبنی ہے یا نہیں۔ ویکلائن اور ڈیلبریوک ص۱۰۸ دونوں پوسانیاس کی سپہ سالاری اور فن حرب میں مہارت کی تعریف کرتے ہیں اور ڈیلبریوک ہیروڈوٹس کے بیان کو باور کرنے میں مشکلات بتاتا ہے اور صحیح جنگی اصول کو مدنظر رکھ کر فوجی نقل و حرکت کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ وہ (خصوصاً ص۲۶۵ میں) یہ فرض کر لیتا ہے کہ مہرنوش اور پوسانیاس نے دفاعی تدابیر اختیار کر کے اچھی مہارت حربی کا ثبوت دیا۔ مگر ہمیں مفصلۂ ذیل نکات بھی ملحوظ رکھنے چاہئیں :۔

ماراتھون، پلاٹیہ اور زمانۂ مابعد میں سکندر اعظم کی مہمات میں دراصل جن امور کا مقابلہ تھا اس میں ایک طرف تو مہارت فن حرب، تادیب اور لوازمات جنگی اور دوسری جانب قوت حیوانی اور

باب۵

آرکیڈی اورخومینوس سے، چارسو میکے نائے اور ترنزسے، ایک ہزار فلیئوس سے، تین ہزار سکیوں سے، آٹھ سو اپی ڈورس سے، ایک ہزار تروئے زین سے، تین سو ہرمیونے سے، ۶۰۰ ایرتریا سے، ۴۰۰ خالکدیس سے، ۵۰۰ امبریسیہ سے، ۸۰۰ لیوکاس اور اناکتوریوم سے، ۵۰۰ آئی گینا سے، تین ہزار میگارا سے، ۶۰۰ پلاٹیہ سے، ۲۰۰ پالے اور گیفالے نیا سے اور ۸۰۰۰ ایتھنزی شہری اس لشکر میں شامل تھے جن میں سے ایتھنزی ارسطیدش کی ماتحتی میں مغربی بازو پر استادہ تھے۔ اس لشکر میں ایک ہزار آٹھ سو غیر مسلح باشندگان تھسپیائے اور ۱۰۸۲۰۰ مسلح جنگ جو تھے جن میں سے ۳۸۷۰۰ ہوپ لیت اور ۶۹۵۰۰ ہلکے ہتھیاروں والے سپاہی تھے۔ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ مہرنوش کی فوج میں پچاس ہزار یونانی اور تین لاکھ غیر یونانی تھے اور دونوں فوجیں اس انداز سے پڑی ہوئی تھیں کہ ایرانی لکدمونیوں کے مقابل اور یونانی (جو ایرانی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴۷ - نالائق سپہ سالار تھے! گویا ایک مہذب قوم کا نیم وحشیوں سے مقابلہ تھا + ویلبر یوک بیچ کہتا ہے کہ ایرانی تیراندازوں اور سواروں پر انحصار کرتے تھے، درانحالیکہ یونانیوں کی فوج کا بیشتر حصہ بھاری ہتھیار بند پیدل سپاہ پر مشتمل تھا۔ دراصل یہی اس کا راز ہے کہ پلاٹیہ کی لڑائی کا کوئی معتدبہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ یہاں ایرانی اتنے آگے بڑھ آتے ہیں کہ دشمن تک ان کے تیر پہونچ سکیں اور اس کے بعد رک کر خندقیں کھود لیتے ہیں یہاں تک کہ دشمن ان پر حملہ کر کے انھیں تہ تیغ کر دیتا ہے۔ حملے کے ابتدا ہی میں ایرانی سوارے کو کم از کم اسپارٹی عقب پر ٹوٹ پڑنا چاہئے تھا، لیکن ان سے یہ بھی نہ ہو سکا + اصل یہ ہے کہ ایرانی صرف کسی چھوٹے موٹے دستے پر اپنے تیروں کے بوچھار کے ذریعے سے خوف جاری کر سکتے تھے لیکن جب تک تجربہ نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی شخص بھی اس کی رمز سے واقف نہ تھا" اور ہم یونانیوں کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انھوں نے اپنے دشمن کی پرواہ تک نہ کی جس سے وہ مطلق واقف نہ تھے اور جس کی قوت و جرءت زباں زد عام تھی۔ ایرانیوں سے ڈرنے کے بجائے یونانیوں نے اس کی کمزوریوں کا اچھی طرح سے اندازہ کر لیا اور آخر کار ایتھنزیوں نے تو مارا تھون کے میدان میں نہایت سرعت سے حملہ کر کے اور اسپارٹا نے پلاٹیہ پر باطمینان تمام مدافعت کر کے انھیں نیچا دکھایا +

باب ۵

فوج میں تھے (مثلاً بیوتی، لوکری، مالسی، تھسالوی اور فوکسی) اتھنزیوں کے سامنے تھے غرض یہ کہ فریقین نے شگون لئے اور دونوں کو یہ صلاح دی گئی کہ بالفعل دفاعی تدابیر ہی بہتر ہیں اس لئے حملے کے لئے دونوں نیک ساعت کے منتظر رہے۔ علاوہ مہرنوش کے جو کیتھے ریون کی طرف چھاپہ مار کر ایک یونانی بدرقہ کا سدراہ ہوا دونوں میں سے کسی نے بھی نقل و حرکت نہیں کی اور دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل متواتر دس روز تک پڑی رہیں۔ گیارھویں دن ارتابازو کی رائے کے خلاف مہرنوش نے جنگ آزمائی کا تہیہ کر لیا۔ رات آنے پر سکندر شاہ مقدونیہ نے (جو ایرانی لشکر میں وہی چالیں چلنے میں استاد تھا جو تمسطاکلیس یونانی لشکر میں چلا کرتا تھا) اتھنزیوں کو آئندہ واقعات کی اطلاع دیدی اور اتھنزیوں نے تمام یونانی لشکر میں مشہور کر دیا کہ ایرانی حملہ ہونے والا ہے۔ جب پُوسانیاس کو اس کا علم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ اتھنزی اور اسپارٹی اپنی اپنی جگہ ایک دوسرے سے تبدیل کر لیں تاکہ وہ یونانی جو ایرانی طریق جنگ سے واقف ہوں وہ ایرانیوں کے ہی مقابل آجائیں۔ جب مہرنوش کو اس کا علم ہوا تو اس نے بھی اسی اصول کے مطابق اپنی فوج کو حرکت کرنے کا حکم دیا جس پر پُوسانیاس نے پھر اتھنزیوں اور اسپارٹیوں کی جگہ تبدیل کر دی۔ اس کی خبر پانے پر مہرنوش نے اپنا پچھلا حکم منسوخ کر کے دستوں کو پھر از سر نو اپنی اپنی اصلی جگہ پہونچا دیا۔ اب مہرنوش نے ایک نقیب کو حکم دیا کہ وہ اسپارٹیوں کو لڑنے کے لئے للکارے، مگر اس للکار کا کسی فرد بشر نے جواب نہیں دیا۔ ایرانیوں نے گارگانیہ کے چشموں کو بھرت ڈال کر بھر دیا تھا اس لئے یونانیوں کو پانی کی کمی محسوس ہونے لگی اور انھوں نے از سر نو اپنا مقام بدلنے کا ارادہ کر کے یہ چاہا کہ ایک مقام پر جسے "جزیرہ" کہتے تھے اور جو شہر بلاٹیہ کے کوہستانی دروں کے قریب تھا، چلے جائیں۔ لیکن لشکر کے قلب نے جس میں سپاہیوں کے چھوٹے چھوٹے دستے شامل تھے یہ حرکت اتنی بری طرح کی کہ ابتدائی خیال کے برعکس فوج جنوب و مغرب کی طرف ذرا زیادہ ہٹ گئی۔ یہ دیکھ کر پُوسانیاس اپنے اسپارٹی سپاہیوں کو لے کر ادھر ہی کی طرف چلا مگر وہ بھی جتنا تیز جانا چاہتا تھا اتنا تیز نہ چل سکا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اسپارٹی امومفارے توس نے جو ایک فوجی قسمت کا کماندار تھا دشمن کے

باب ۵ رو برو پیچھے ہٹنے کو سخت توہین آمیز خیال کیا اور عرصۂ دراز تک تعمیل حکم سے قطعی انکار کرتا رہا۔ مگر آخر کار اسے بھی اپنے سپاہیوں کو ساتھ لے کر جانا پڑا + اب ایتھنزیوں نے بھی اسپارٹیوں کے قریب جانے کی خواہش کی تاکہ پُوسانیاس کی خواہش کے مطابق وہ اس جوف کو بھر دیں جو قلب کی غلط حرکت کی وجہ سے ہو گیا تھا؛ لیکن انھیں اسپارٹی فوج آخر تک نہ ملی اور آخرالامر وہ میدان ہی میں رہ گئے۔ جب مہرنوش کو اس کا علم ہوا کہ اسپارٹی اپنے قدیم مقام پر موجود نہیں تو وہ ان کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا پُوسانیاس نے ایتھنزیوں سے کہلوا بھیجا کہ انھیں سپاہیوں کی مدد کے لئے فوراً پہونچنا چاہئے، مگر اُن کے آنے سے پیشتر ہی لڑائی شروع ہو گئی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ ایرانیوں نے اسپارٹیوں پر حملہ کر دیا تھا اور چونکہ شگون ناموافق تھے اس لئے نہایت استقلال کے ساتھ بغیر کسی قسم کا جواب دئیے ہوئے وہ بہت دیر تک دشمن کے تیروں کی بوچھار کو برداشت کرتے رہے اور جب انھوں نے ایرانیوں پر لپہ کیا تو ایرانی اپنی ڈھالیں ایک دوسرے کے برابر برابر رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت ایرانیوں کی حالت نہایت قابل رحم تھی، اس لئے کہ ایک طرف تو ان کے ہتھیار ناقص تھے اور دوسری جانب انھیں ایک بہادر مسلح اور پھرتیلے دشمن کا مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا۔ آخر کار ایرانیوں کو شکست ہوئی اور خود مہرنوش بھی میدان کارزار میں کام آیا۔ بعض ایرانی تو وقتی طور پر ایک چوبی استحکام کے پیچھے جو ایک ٹیلے پر بنا ہوا تھا چلے گئے، باقی تھبز بھاگ گئے۔ ارتاباز و بہت سے سپاہیوں کو ساتھ لے کر اول تو براہ راست فوکس گیا اور وہاں سے بہ سرعت تمام ایشیا کا رُخ کیا + یہ سب تو اسپارٹی محاذ میں ہو رہا تھا؛ ادھر ایران کے یونانی حلیفوں کو بھی ایتھنز کے ہاتھوں شکست ملی ہی تھی۔ چونکہ کورنتھی میگاری اور فلیوسی غلطی سے جنوب کی طرف ذرا زیادہ بڑھ کر پلاٹیہ کے قریب ہرائیوم تک پہونچ گئے تھے اس لئے ایرانیوں پر جو فتح ہوئی اس میں حسب دلخواہ حصہ نہیں لے سکے، بلکہ بعض ایرانی دستوں نے انھیں پیچھے بھی ہٹا دیا۔ ایرانی اس وقت تک برابر چوبی استحکام میں چھپے ہوئے تھے اور چونکہ بغیر محاصرے کے ان کی تسخیر ناممکن تھی اور ایتھنزی ہی اس فن میں ماہر تھے اس لئے پہلے ایتھنزیوں نے اپنا مفوضہ کام ختم کیا اس کے بعد از سر نو جاں فروشی کے لئے تیار ہو کر استحکام پر قبضہ

باب ۶

کرلیا[۶۵]۔ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ اُن ۲۶۰۰۰۰ ایرانیوں میں سے جنھوں نے اس لڑائی میں حصہ لیا تھا تین ہزار بھی باقی نہیں بچے؛ ان کے برعکس اُن یونانیوں میں سے جن کے سر فتح کا سہرا تھا صرف ۹۱ اسپارٹی، ۱۶ تگیائی اور ۵۲ ایتھنزی کام آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ نویس نے صرف ہوپ لیتوں کا ہی شمار کیا ہے[۶۷]۔ یہ ضرور ہے کہ قدیم زمانے میں فاتح اور مفتوح کے نقصانات میں عظیم الشان تفاوت ہوتا تھا اور جس طرح الیاڈ کے دور میں دشمن کے سپاہی زندہ گرفتار نہ کیے جاتے تھے اسی طرح اب بھی یہی قاعدہ جاری تھا؛ اور یہ بھی عیاں ہے کہ فن حرب میں یونانیوں کو ایرانیوں سے زیادہ مہارت حاصل ہو گی۔ یونانیوں کے ہاتھ لاتعداد مال غنیمت لگا؛ ایشیائی رواج کے مطابق ایرانیوں کی جنگ آزمائی کا واحد مقصد یہ تھا کہ انھیں مال غنیمت ملے؛ ساتھ ہی وہ جنگ میں بھی عیش و عشرت اور تزک و احتشام کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے چنانچہ جو کچھ زر و جواہر ایرانی لشکر گاہ میں تھا وہ سب فاتحوں کو مل گیا۔ اس میں سے یونانیوں نے اس کا ایک حصہ دیوتاؤں اور سپہ سالار پیوسانیاس کے لئے وقف کر دیا؛ باقی میں سے جو کچھ انفرادی جعل و فریب کی زد سے بچا اُسے آپس میں تقسیم کر لیا۔ مثلاً آئی گینا والوں کو تجارت میں مہارت تامہ حاصل تھی؛ ان پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے ہیلوتوں سے جو مال غنیمت کو یکجا کر رہے تھے سونے کی ایک بہت بڑی مقدار خفیہ طور پر تانبے کے داموں

---

۶۶ ایتھنزیوں نے آخر اس فن میں کیسے مہارت حاصل کی؟ ہیروڈوٹس کے حواشی میں اشٹائن کہتا ہے کہ چونکہ لکدمونیوں کے پاس کوئی قلعہ نہ تھا اس لئے محاصرہ کرنے کے فن سے وہ بالکل نابلد تھے۔ مگر دیگر حلیفوں کے ممالک میں تو قلعے بھی تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزیوں نے اس خاص فن میں ایسے مواقع پر مہارت پیدا کی ہو گی جن کا ہمیں پتہ بھی نہیں۔ حقیقت امر یہ ہے کہ عروج ایتھنز کے ارتقا کے متعلق ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں اور جنگ آزادی کے واقعات نے تمام واقعات پیشیں کو بالکل تاریک کر دیا ہے۔ ۱۲

۶۷ ہیروڈوٹس ۹، ۷۰ ؛ پلوٹارک (ارسطیدیس ۱۹) کے نزدیک ۱۳۶۰ یونانی کام آئے؛ اس کے متعلق بوسولٹ کہتا ہے کہ یہ اطلاع کلی دیموس سے اخذ کی گئی ہے + ۱۲

باب ۵

خرید لی [۸] یونانیوں نے ایک طلائی تپائی جو ایک ایسے فیلپائے پر نصب تھی جس کے چاروں طرف تین تانبے کے سانپ لپٹے ہوئے نظر آتے تھے ڈلفی روانہ کی، اس فیلپائے کو قسطنطین اپنے آباد کردہ "روماے جدید" میں لے آیا اور وہ آج تک دار الخلافت عثمانیہ "اٹ میدان" میں نصب ہے اور اس وقت بھی اس پر ان یونانی بلاد کے نام کندہ ہیں جنھوں نے اسے ڈلفی کے دیوتا کی نذر کیا تھا۔ اس پر ئپوسانیاس نے اپنا نام بھی کندہ کرایا تھا لیکن بعد میں اسپارٹیوں نے اسے مٹوا دیا[۹]۔ اس جنگ کی یادگار کے طور پر ئپوسانیاس نے پلاٹیہ میں ایک نئے میلے کی بنیاد ڈالی جس کا نام اس نے ایلیئو تھے ریا* رکھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اس میلے کی وجہ سے پلاٹیہ کی بھی اولمپیا کی طرح ایک غیر جانبدارانہ حیثیت ہوگئی[۱۰]۔ شہر تھبز زمانۂ دراز تک یونانی جیوش کا مقابلہ کرتا رہا

---

[۸] لامپروس اپنے مضمون "جنگ پلاٹیہ کے بعد کے واقعات" ("مطالعہ تواریخ"۔ ایتھنز ۱۸۸۲ء) میں آئی گینوں کو اس الزام سے بری کرتا ہے + ۱۲

[۹] چڑھاوں کے لئے بوسولٹ ۲، ۱۰ ۲) دیکھنا چاہئے

* = "آزادی" +

[۱۰] پلوٹارک: "ارسطیدش ۲۱ + جنگ پیلوپونیز کی ابتدا میں پلاٹیہ والوں نے اس غیر معمولی اہمیت کا حوالہ دیا جو انھیں واقعات زیر بحث کی وجہ سے حاصل ہوگئی تھی (طوسی دیدش ۲، ۷۱ و ۲ ۷ + ۳، ۶۸) مگر غالباً وہ مبالغہ آمیزی سے کام لے رہے تھے + مجتمع شدہ یونانی جیوش ضرور قابل تکمیل وعدے کر سکتے تھے لیکن انھیں بین قومی معاہدے کرنے کا ہرگز اختیار نہ تھا + بوسولٹ ("ڈلا کے دیمون") کی رائے کے باوجود میرا خیال نہیں کہ کوئی ایسی یونانی لیگ قائم ہوئی ہو جس کا مرکز پلاٹیہ ہو اور اس کی کتاب "تاریخ یونان" ۲، ۲۱۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس نظریہ کا موئد نہیں رہا + ممکن ہے کہ فتح و نصرت کے جوش میں کسی نے اس قسم کی تحریک کی ہو اور نعرۂ مسرت کے ساتھ اسے منظور بھی کر لیا گیا ہو: مگر جب یہ جوش و خروش جاتا رہا تو کسی نے اس کا خیال بھی نہیں کیا۔ بہر حال پلوٹارک نے اسطیدش اور اپنے وطن مالوف بیوتیہ کے موافق جتنا مواد ہو سکا ہے وہ سب جمع کر دیا ہے۔

باب ۲ مگر آخر کار اسے بھی ہتھیار ڈال دینے پڑے، اور علاوہ اتاگینوس کے (جو فرار ہو گیا) باقی تمام رہبروں کو کورنتھ میں تہ تیغ کر دیا گیا۔

قدیم راویوں اور افسانہ نویسوں کو اس بات سے بہت مسرت ہوتی ہے کہ فلاں فلاں واقعات بہ یک وقت پیش آئے، اور بیان کیا جاتا ہے کہ جس روز زرکسز کے لشکر کا پلاٹیہ کے میدان کارزار میں خاتمہ ہوا اسی روز ایشیائے کوچک کے ساحل پر عظیم الشان ایرانی بیڑے کا بھی کام تمام ہو گیا[۱]۔ ہمیں اس کا علم ہے کہ لیوتی کدیس کی ماتحتی میں یونانی بیڑا دیلوس میں اور ایرانی ساموس میں تھا اور ان دونوں کے قریب ہی ایک ایرانی فوج راس میکالے پر پڑی تھی جس کی تعداد ساٹھ ہزار بیان کی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنزی صرف یہ چاہتے تھے کہ ان کے عزیز شہر کو مہردونس کی طرف سے جو خطرہ ہے وہ باقی نہ رہے اور ان کی یہ خواہش ہرگز نہ تھی کہ مہردونس کو شکست دینے سے پیشتر وہ ایرانی بیڑے پر حملہ آور ہوں، ورنہ ان کا خیال تھا کہ اگر ایرانی بیڑے کا خطرہ باقی نہ رہا تو چونکہ بری فوج کی پیلوپونیزیوں کو زیادہ پرواہ نہ تھی اس لئے اسپارٹی خاکنائے سے بڑھ کر ایرانی سپاہ پر حملہ کرنے میں لیت ولعل کریں گے؛ اور یہ ظاہر ہے کہ بحری معاملات میں ایتھنزی خواہشات اور ان کی رائے ہی وزنی سمجھی جاتی تھیں[۲]۔ اسی اثنا میں ساموسیوں نے اپنے سفیر یونانیوں کے پاس ان کی مدد چاہنے کے لئے روانہ کئے جس کے جواب میں لیوتی کدیس بیڑا لے کر مشرق کی طرف چل دیا؛ اور یہ سن کر ایرانی فوراً ساموس چھوڑ کر راس میکالے چلے گئے جہاں انہوں نے خندقیں بنا لیں۔ اب یونانیوں نے ان کا تعاقب کیا، اور انھیں شکست دے کر خندقوں پر قابض ہو گئے اور ایرانی جہازوں کو آگ لگا دی۔ اس معرکے میں ایتھنزیوں نے مخصوص طور پر کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

ساموس کا مقصد تو حاصل ہو گیا تھا۔ اور اب اسے اور خیوس،

---

[۱] غالباً میکالے کی لڑائی جنگ پلاٹیہ کے چند روز بعد ہوئی ہوگی۔ بوسولٹ ۲، ۱۴ ۲۔

[۲] مقابلہ کیا جائے بچ: Rh. Mus. ۲۷، ۲۵۸ وغیرہ۔ بوسولٹ ۲، ۱۹۰۔

باب ۵

لسبوس، اور بعض چھوٹے چھوٹے جزیروں کو محالفے میں شامل کر لیا گیا ان[۱۳] کے علاوہ جو یونانی بلاد ایشیائی ساحل پر تھے وہ بھی لیگ میں شامل ہونا چاہتے تھے، لیکن اکثر یونانی ان سے بے تعلق ہی رہنا مناسب سمجھتے تھے اس لئے کہ انھیں ہمیشہ ایرانیوں کی طرف سے خطرہ لگا رہتا تھا۔ اسپارٹیوں کی یہ رائے تھی کہ ایشیائے کوچک اور جزائر کے ایونیائیوں کی فوجی ہستی کو محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ انھیں نقل مکان کرنے کی صلاح دی جائے، اور جن شہروں کے باشندے پچھلی جنگ میں ایرانیوں سے مل گئے تھے انھیں نکال کر ان کی جگہ انھیں آباد کر دیا جائے؛ لیکن اتھنز نے اس تحریک کی مخالفت کی اور آخر الامر اس کا نفاذ نہیں کیا گیا۔ اتھنزی اپنے آپ کو اپنے ایونیائی ہم نسلوں کے قدرتی محافظ تصور کرتے تھے اور یہی ان کے افعال سے ظاہر ہوتا تھا؛ لیکن اس معاملے میں ایونیائیوں کا ساتھ دیکر انھوں نے اپنے جانی دشمن یعنی تھبزیوں کو بچا لیا + ہم عنقریب ایک اور بحث کے سلسلے میں بیان کریں گے کہ اسپارٹیوں نے پھر ایک مرتبہ دشمنان ملک یونانیوں کو سزا دینی چاہی مگر پھر اتھنزی سد راہ ہوئے۔ اس کے بعد اسپارٹیوں نے ان معاملات میں مداخلت کرنا چھوڑ دیا اور تھبزیوں کے گہرے دوست بن گئے +

ان واقعات کے بعد پیلوپونیزی تو بقیادت لیوتی کدیس اپنے وطن واپس چلے گئے، لیکن اتھنزیوں نے اپنی توجہ ہلیسپونٹ کی طرف مبذول کی؛ انھوں نے ایونیائیوں اور ہلیسپونتیوں کے ساتھ مل کر زانتھی یوس کی قیادت میں ایرانیوں کے خلاف جنگ جاری رکھی اور آگے بڑھ کر سستوس پر قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد ہیروڈوٹس اپنی غیر فانی تصنیف ختم کر دیتا ہے [۱۴] +

---

[۱۳] ہیروڈوٹس ۹، ۱۰۶ +

[۱۴] ہیروڈوٹس ۹، ۱۱۴۔ طوسی دیدش ۱، ۸۹ + سستوس کی تسخیر موسم بہار ۴۷۸ ق م میں عمل میں آئی۔ ملاحظہ کیا جائے بوسولٹ ۲، ۳۲۱ + جنگ ایران کا بیان ختم کرنے کے وقت ہم چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ پھر یہ بتا دیں کہ اگر بالفرض ان روایات سے جو زبان زد عام تھیں اور جنھیں ہیروڈوٹس نے نقل کیا ہے یہ ثابت نہ بھی ہو کہ یونانیوں سے ایرانی تعداد میں بد جہاز زیادہ تھے

باب ۵

نوٹ باب ۵

۴۷۹ق م کے لئے مخصوص سند ہیروڈوٹس ۸، ۱۱۳ اور ۹، ۱ وغیرہ ہے؛ اس کے مقابلے میں نہ تو دیودورس ۱۱، ۳۰-۳۳ اور نہ پلوٹارک کی سوانح عمری ارسطیدس کی کچھ اہمیت ہے اس لئے کہ دیودورس نے تو ایفورس کی نقل کی ہے اور ایفورس نے صرف یہ کیا ہے کہ ہیروڈوٹس کا بیان اپنے سامنے رکھ کر اس میں لفاظی اور لسانی کا عنصر اضافہ کر دیا۔ ملاحظہ کیا جائے بادر: جریدۂ لسانیات قدیمہ" تتمہ مئا" ۳۲۰+ ہم نے آگے چل کر باب ۷ میں پلوٹارک کی سوانح عمری ارسطیدس کی تنقید کی ہے۔ پلوٹارک نے جنگ پلاٹیہ کا جو حال لکھا ہے اس کے خاص واقعات جنگ کے لئے بہت کم قیمت ہیں اور اس سے صرف یونانی نقطۂ نظر اور مقامی تاریخ معلوم ہو جاتی ہے + پوسانیاس چڑھاوے کے مضمون پر کچھ روشنی ڈالتا ہے + رول، نے "نوشتہ ہائے یونان قدیمہ" مشہ میں قسطنطنیہ کے اژدہا دار فیلیپائے کا کتبہ نقل کیا ہے، اور اس کی تصحیح فابریکیوس نے "جریدۂ انجمن آثار قدیمہ" ۱، ۱۷۵ وغیرہ میں کی ہے۔ ڈیلبروک (ص ۱۶۳ و ص ۱۶۴) یہ فرض کر لیتا ہے کہ یونانی فوج میں ۳۵ سے ۴۰ ہزار تک جنگجو تھے اور مہرنوش کی فوج میں اس سے ذرا زیادہ تھے، اور ہیروڈوٹس کی خاموشی کو بطور دلیل کے پیش کرتا ہے، اسی لئے وہ قاطع و ناطق نہیں؛ مگر اس جگہ پر تفصیلی بحث نہیں کی جا سکتی +

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵۴ - (جس پر ڈیلبروک خاص طور پر زور دیتا ہے) پھر بھی اس واقعے سے کہ ایرانی فوج ایک قومی جمعیت تھی جس میں اجیر سپاہی نہ تھے، یہ اغلب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد زیادہ ہوگی۔ اگر شہنشاہ ایران جیسے حکمراں نے اپنی فوج میں اجیر سپاہیوں کو بھرتی نہیں کیا تھا تو بھی وہ محض تعداد پر انحصار کرنے پر مجبور ہو گیا ہوگا + یہ مسئلہ کہ فوج میں پانچ لاکھ سپاہی تھے یا تیس لاکھ محض غلبۂ شہادت سے طے ہو سکتا ہے + اسی زمانے میں قرطاجنی سسلی کے یونانیوں پر حملہ آور ہوئے لیکن ان کی فوج میں اجیر سپاہی تھے اور وہ ایرانی فوج سے بالکل مختلف تھی۔ اس دور میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اور زمانۂ مابعد میں تین قسم کے لشکر ہوتے تھے: (۱) غیر مرتب اور غیر منظم قومی لشکر (ایران)۔ (۲) باترتیب و قواعد داں قومی لشکر (یونان)۔ (۳) اجیر سپاہیوں کا لشکر (قرطاجنہ)

باب ۵ بقیہ حاشیہ صفحہ ۸ ۶۵ یونان میں بھی قومی لشکر کے تتمے کے طور پر ایسے سپاہیوں سے کام لیا جاتا تھا) + لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زرکسنر نے اس ٹڈی دل سے آخر کیا کام لیا؟ تھرموپلی میں بہترین ایرانی فوج یعنی مدوی اور کیسانی دستے (جن کا ہیروڈوٹس ۷، ۶۱ و ۶۲ میں سب سے پہلے بیان ہے) ابتدا میں میدان جنگ کو روانہ کروئے گئے اور ان کے بعد ایرانیوں اور قشون جاودانی کو بھیجا گیا + اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باقی ماندہ خوش پوش اور نمائشی قبائل بے کار ثابت ہوئے، اور قریب تھا کہ زرکسنر کی فوج کا بالکل ہی قلع و قمع ہو جائے۔ لطف یہ ہے کہ اسے ہزاروں کی تعداد میں جو فوج یورپ سے ملی اس کا کہیں ذکر ہی نہیں اور لاکھوں سپاہیوں نے جنگ میں کسی قسم کا حصہ نہیں لیا + تاریخی مقاصد کو مدنظر رکھ کر ہم مفصلۂ ذیل نتائج پر پہونچتے ہیں :- فوجی نقطۂ نظر سے اس ٹڈی دل نے جو روایت کے بموجب زرکسنر کے ساتھ یورپ گیا تھا بالکل کچھ بھی نہیں کیا۔ جو تعداد بیان کی جاتی ہے نہ تو اس کی کوئی سند ہے اور نہ وہ قرین قیاس ہی ہے لیکن چند خاص امور ہیں جن کی بنا پر ہم مجبور ہوتے ہیں کہ دیلبریوک کی طرح (ص ۱۳۹ وغیرہ) روایتی تعداد میں زیادہ قطع و برید کریں ہیروڈوٹس (۸، ۱۱۳) کا بیان ہے کہ مرنوش نے ایرانی لشکر میں سے صرف مدیوں، مشکوں، بختیاریوں، اکثر ہندوستانیوں اور بعض دیگر اقوام کے سپاہیوں کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے منتخب کیا، تو کیا ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ موخر الذکر اقوام سے صرف چند ہی افراد ہوں گے؟ اس کے علاوہ یہ واقعہ ہے کہ زرکسنر برابر تھرموپلی تک بڑھا چلا گیا اور اس کا کسی نے مقابلہ نہیں کیا جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس کی فوج یقیناً مرعوب کن ہوگی۔ آخری بات یہ ہے کہ ص ۱۳۹ اور ص ۱۴۳ پر دیلبریوک نے جو استدلال کیا ہے وہ حلیمیانی طریق جنگ پر صادق آتا ہے، مگر ہم جانتے ہیں کہ مشرقی اقوام کے عام خیال کے بموجب زرکسنر اس پر مجبور تھا کہ محض کثرت تعداد سے اپنے مقاصد پورے کرے۔ دیلبریوک تفصیل کی تنقید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایرانیوں کی تعداد کبھی اتنی زیادہ نہیں ہو سکتی جتنی بیان کی جاتی ہے، ورنہ وہ کسی حالت میں اس قدر جلد اتنا فاصلہ نہیں طے کر سکتے تھے جو ہیروڈوٹس ان کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اسی بنا پر دیلبریوک کے قیاس کے مطابق زرکسنر نے اسکیتھیوں کے خلاف جو مہم سر کی تھی اس میں اس کے ساتھ صرف پانچ ہزار نفوس تھے۔ وہ کہتا ہے کہ پل تک پہنچنے کے وقت زیادہ تعداد سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بہر حال یہ سب تفصیلیں افسانہ آمیز ہیں اور ان کی مدد سے دیگر روایات کی تنقید نہیں کی جا سکتی۔ برگنڈی کی فوج کی تعداد میں بلاشبہ مبالغہ آمیزی برتی گئی اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارا شک و شبہ درست ہے اور ہمیں اس تعداد کا جو ہم تک پہونچی ہے یقین نہیں کرنا چاہئے؛ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایرانی تو زیادہ تعداد میں اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور تھے اور برگنڈی والے زیادہ تعداد میں آ ہی نہیں سکتے تھے +

باب ۶
سسلی اور قرطاجنہ

جب زرکسیز نے یونانیوں پر مشرق میں حملہ کیا ہے اُسیوقت یا تقریباً اُسی زمانے میں سسلی کے یونانیوں پر قرطاجنی حملہ آور ہوئے، اور مشرق کی طرح مغرب میں بھی مشرقی اقوام کے حملے کو پسپا کر دیا گیا۔ لیکن ان واقعات کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے اس کی ضرورت ہے کہ ہم تاریخ سسلی کا پہلے سے مطالعہ کریں۔

۵۰۰ ق م کے قریب سوائے بلدیۂ سرقوسہ کے باقی اہم ترین شہروں پر خودسر حکمرانوں کا تسلط ہو گیا تھا، اور سرقوسہ کی قسمت میں بھی آخر کار اسی قسم کا انقلاب لکھا تھا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ خاص ارض یونان میں خودسری کبھی کی مفقود ہو چکی تھی مگر سسلی میں ایک آزاد شہر بھی باقی نہ رہا تھا۔ یہ دراصل سسلی کے بلاد کی مخصوص ترکیب کا نتیجہ تھا، یعنی ایک طرف تو اُنکی آبادی مخلوط تھی اور اسمیں مختلف النسل یونانی اور دیسی باشندے شامل تھے، دوسری جانب قدیم یونانی بلاد کو روایات کا پاس ولحاظ کرنا پڑتا تھا، مگر سسلی کے شہر جدید تھے اور اُنھوں نے صرف مصلحت وقت کی پابندی کر کے اپنے دستور مرتب کئے تھے۔ اسی لئے جزیرے میں غیر یونانی عنصر کی زیادتی کی وجہ سے بعض مرتبہ ایک قابل شخصی حکمراں کا وجود مفید ثابت ہوتا تھا۔ ۵۰۵ ق م میں کلیاندروس گیلا کے تخت پر بیٹھا مگر اُسے لوگوں نے ۴۹۸ ق م میں قتل کر دیا، اور اُس کے بعد اُس کا بھائی بقراط گدی نشین ہوا۔ بقراط میں مشکل اور دقیق امور کو سر کرنے کی صلاحیت تھی، چنانچہ اُس نے اپنی حکومت کے حدود شمال اور شمال و مشرق کی طرف وسیع کر کے کالی پولس، ناکسوس، لیون تی نی اور خاص زانکلے تک (جو آبنائے کی گویا کنجی تھی) سر کر لیا۔ زانکلے میں اُس نے ایک شخص مسمی سکی تھیس کو اپنا قائم مقام مقرر کیا جس نے ملطہ کی

باب ۲۰ تاراجی کے بعد ایونیائیوں کو سسلی کے شمالی ساحل کے مقام کالے اگتے پر ایک نوآبادی قائم کرنے کی دعوت دی۔ اس دعوت کو ساموس اور ملطہ کے بعض باشندوں نے قبول کر لیا مگر یہاں آنے کے بعد رھیگیوم کے خودسر اناکسی لاس کے کہنے سے وہ اپنے محسن کے خلاف ہو گئے۔ اُس نے انھیں یہ رائے دی کہ وہ کالے اگتے کے ساتھ خاص شہر زانکلے پر بھی قابض ہو جائیں، اور جب سکی تھیس کہیں غیر حاضر تھا تو وہ زانکلے پر چڑھ آئے اور قبضہ کر لیا۔ اب سکی تھیس اپنے آقا بقراط سے مدد کا طالب ہوا، مگر مدد دینے کی بجائے موخر الذکر نے زانکلے ساموسیوں کے ہاتھ فروخت کر کے خدمات ماضیہ کے گویا معاوضے کے طور پر سکی تھیس کو زنداں میں ڈال دیا، مگر وہ بہت جلد قید سے نکل کر داریوش کے پاس بھاگ گیا۔ اب اناکسی لاس نے ایک چال چل کر زانکلے پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد شہر کا نام میسینے پڑ گیا جو رفتہ رفتہ مسانا ہو گیا۔ یہ اسی سسلیے کی مثال ہے کہ اُس زمانے میں جو شخص نتائج سے خائف رہتا تھا اُسے اُسی شخص کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا تھا جو بالکل بلا غل وغش کام کر سکتا تھا۔ اناکسی لاس نے جو آبنائے کی دونوں طرف کی اراضی پر قابض تھا، اپنی اس حیثیت سے ایک مفید کام نکالا، یعنی سکی لایوم پر ایک فوجی بندرگاہ تعمیر کیا اور وہاں سے ایٹروریول کو آبنائے میں گزرنے سے روکتا رہا، جس کی وجہ سے جنوبی ممالک اُن کی قزاقی سے نسبتہً محفوظ ہو گئے۔

بقراط اپنے بہت سے مقاصد میں کامیاب ہو گیا تھا مگر ایک مقصد میں جسے وہ سب سے زیادہ مفید سمجھتا تھا وہ ناکام رہا، اور وہ مقصد سرقوسہ کی فتح تھی۔ اُس نے سرقوسیوں کو دریائے ہیلوروس کے کنارے شکست بھی دیدی مگر کورنتھ اور کورکائرا کی مداخلت کی وجہ سے وہ شہر پر قبضہ نہ کر سکا اور اُسے صرف کامارینا کے قبضے پر (جو سرقوسہ کی ایک نوآبادی تھی) قناعت کرنی پڑی۔ بالآخر جب وہ سقالی شہر ہیلا کے خلاف جنگ میں مارا گیا تو اُس کی جگہ اُس کا بہترین سپہ سالار گیلون گیلا کی مسند خودسری پر بیٹھا اور یہ اپنی ترکیبوں سے بلا کسی قسم کے کشت وخون کے سرقوسہ پر قابض ہو گیا۔ ہوا یہ کہ اس شہر میں

امرا اور طبقۂ ادنیٰ کے درمیانی جھگڑے اور مناقشے پیدا ہو گئے تھے اور موخرالذکر نے امرا کو شہر سے نکال دیا تھا، اس پر امرا کی درخواست پر گیلون نے سُرقوسہ کے معاملات میں مداخلت کی اور اُس نے ترکیب چل کر نہ صرف امرا کو شہر میں داخل کر دیا بلکہ خود بھی اُن کے ساتھ سُرقوسہ جا کر ۴۸۵ھ ق۔م میں وہاں کا خود سر بن بیٹھا ؛

اب گیلون نے سُرقوسہ کو ایک ایسی سلطنت کا پائے تخت بنا لیا جس میں گیلا اور کامارینا کے علاوہ، سُرقوسہ کے شمالی حصص یعنی یوبیہ اور میگارا کے سے مقامات بھی شامل تھے، اور (اسی کے ساتھ) جزیرے کا جنوبی و شرقی ثلث بھی وابستہ تھا۔ اپنے جدید پائے تخت کی آبادی بڑھانے کے لئے اس نے گیلا کے نصف باشندے، کامارینا کے جملہ باشندے اور یوبیہ اور میگارا کے امرا کو ترک وطن کر کے سُرقوسہ میں آباد ہونے کا حکم دیا اور موخرالذکر دونوں مقامات کے ادنےٰ درجے کے باشندوں کو نخّاس میں فروخت کرا دیا لطف یہ ہے کہ خود سروں میں گیلون سب سے نیک طبیعت کا شمار کیا جاتا تھا یہاں تک کہ بجائے "خود سر" کے اُسے بعض "بادشاہ" کہہ کر پکارتے تھے۔ اور تعجب ہے کہ ایسے شخص نے شہروں اور انسانوں کے ساتھ اس درجہ سخت برتاؤ جائز رکھا!! بہرحال سُرقوسہ پہلے سے بہت وسیع ہو گیا اور گیلون نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا جس میں اکثر آرکیڈی نیزہ بردار تھے اور ساتھ ہی جہازوں کا ایک بیڑا بھی تیار کیا۔ یہ فوج اور یہ بیڑا زمانۂ مابعد میں نہایت کارآمد ثابت ہوا ؛

اناکسی لاس اور گیلون کے علاوہ جزیرے میں دو اور خود سر بھی تھے یعنی تیریلوس والیٔ ہمرا اور تھےرون والیٔ اکراگاس (جو ۴۸۸ھ ق۔م سے حکمراں تھا)، (اول الذکر خود سر ریگیوم کا اور ثانی الذکر گیلون کا خسر تھا)۔ تیریلوس اور تھےرون میں سخت دشمنی تھی اور ہمیشہ باہمی نقیض پیدا رہتی تھی۔ آخر کار اول تو تھےرون نے ہمرا کے خود سر کو اُس کے شہر سے نکال باہر کیا جس کے بعد تیریلوس اور اناکسی لاس نے یہ سمجھ کر کہ سُرقوسہ اور اکراگاس کے حکمرانوں کا وہ تنہا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے قرطاجینوں کو اپنی مدد کے لئے بُلا لیا ؛

ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ جزیرے کا مغربی حصہ سامیون کے قبضے میں تھا اور ان کے مرکز قدیم قرطاجنی نوآبادیاں یعنی موتیہ، پانورموس اور سولوس تھے چھٹی صدی ق م میں قرطاجنیوں نے ان مغربی نوآبادیوں کے چاروں طرف ایک صوبے کی بنیاد ڈالی اور اس کے بعد ان کی حفاظت کا دار و مدار اسی پر ہوگیا - اسی صدی کے اختتام پر شاہ اسپارٹا کے بیٹے دوری اوس نے کوہ ایرکس کے ضلع میں اُس اراضی پر جو عام طور سے ہرقل کے ورثا کی ملکیت سمجھی جاتی تھی ایک سلطنت تعمیر کرنیکی کوشش کی، مگر قرطاجنیوں، فنیقیوں اور ایلی میوں نے اُسے شکست دیدی اور ایک معرکے میں خود وہ بھی کام آیا - اس کامیابی سے قرطاجنیوں کے دل بڑھ گئے اور وہ یونانی آبادیوں پر حملے کرنیکے لئے موقع کی تاک میں رہے + جس زمانے کا ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں اس میں انھیں اسکا موقع مل گیا، یعنی ایک تو خود سردن نے قرطاجنیوں سے مدد چاہی اور دوسرے زرکسنر نے یورپی یونانی پر حملہ کر دیا - اس حملے کی خبر ان فنیقیوں کے ذریعے سے جو شہنشاہ کی رعایا تھے قرطاجنہ پہنچی اور انھوں نے وہاں کے حکام سے درخواست کی کہ اگر وہ سسلی پر حملہ کر دینگے تو ایرانیوں کو خاطر خواہ مدد پہنچ جائے گی [1]

روایت ہے کہ اس مہم کی تیاری میں قرطاجنیوں کو تین سال یعنی اتنی ہی مدت درکار ہوئی جو زرکسنر کو اپنی تیاریوں میں ہوئی تھی، اور اس کے نتائج بھی اسی کے مطابق اور متناسب تھے - کہا جاتا ہے کہ قرطاجنہ کے باشندے سسلی کے حملے کے لئے جو فوج لائے اس میں تین لاکھ نفوس تھے اور اس میں بحیرۂ روم کی ہر ایک قوم کے افراد مثلاً ہسپانیہ، غالیہ، لیگوریا، سارڈینیا، کورسیکا اور افریقہ کے باشندے شامل تھے اور جس

---

[1] ایفوروکس قطعہ ۱۱۱ - دیودوروس ۱۱، ۲۰ + ان واقعات کا بیک وقت ظہور میں آنا اس قدر بدیہی اور قدرتی امر ہے کہ ان پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا + بجنسہ اسی طرح قرطاجنیوں نے ۴۰۹ ق م میں پھر سسلی پر حملہ کیا اور اس حملے کا بھی ایرانیوں کی مداخلت سے جو اس سنہ میں ہوئی گہرا تعلق ہے - ہمیں یہ نہیں معلوم کہ ایرانیوں کا جو قرطاجنیوں نے ساتھ دیا اس کی اصلی صورت کیا تھی، آیا ایرانیوں نے احکامات صادر کئے تھے یا محض استدعا کی تھی - اہل ایٹرور یہ بھی لیگ میں شامل تھے مگر وہ ۴۷۴ ق م مسخر نہیں ہوے -

بیڑے میں وہ قرطاجنہ سے سلی گئے اُس میں ۲۰۰ جنگی جہاز اور تین ہزار سے زائد بار برداری کے جہاز تھے۔ اس تمام لشکر کا کماندار قرطاجنہ کے دو بادشاہوں میں سے ایک یعنی ہانو کا بیٹا ہملکار تھا + یہ فوج پانورموس میں اتر کر فوراً ہمسایہ بلدۂ ہمرا کی طرف روانہ ہوئی جس کی تھےرون حفاظت کر رہا تھا، مگر چونکہ وہ نہ تو قابلیت میں اور نہ اقتدار میں کسی طرح قرطاجنیوں کا مقابلہ کر سکتا تھا اس لئے اس نے گیلون کے سامنے دست طلب دراز کیا جس نے نہ صرف عین وقت پر پچاس ہزار پیدل اور پانچ ہزار سوار روانہ کردیئے بلکہ عجیب وغریب مہارت فن حرب کا ثبوت دیا، یعنی اول تو اس نے چند چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں دشمن کو شکست دی اور پھر ایک عظیم الشان جنگ میں اُسے سخت ہزیمت دیکر اسکی بری فوج اور بیڑے کو (جسکے ملاح بری فوج کی مدد کے لئے خشکی پر اتر پڑے تھے) بالکل تہ وبالا کر دیا + ہملکار نے دیوتاؤں کا غصہ فرو کرنیکی غرض سے آگ روشن کی تھی، مگر جب واقعات اسکے خلاف رونما ہوئے تو وہ خود اس میں کود کر بھسم ہوگیا + فوج میں سے چند سپاہیوں نے قرطاجنی فنیقی صوبے میں پناہ لی اور بیڑے میں سے بیس جہاز جن کے ملاح خشکی پر نہیں اتارے گئے تھے افریقہ واپس چلے گئے۔ لیکن شومئی قسمت سے راستے میں ایک طوفان نے انھیں آگھیرا اور ایک کشتی کے علاوہ سب کے سب اسکی نذر ہوگئے + پندار نے جنگ ہمرا کی اہمیت پلاٹیہ اور سالامس کے برابر ٹھرائی ہے اور سرقوسیوں کو انھی تاج ظفر مندی کا مستحق گردانا ہے جو خود ایتھنزیوں اور اسپارٹیوں کو اُس نے دیا تھا۔ اس میں وہ قطعاً حق بجانب ہے؛ لیکن وہ یہ بھول جاتا ہے کہ چونکہ گیلون کی فوج میں بہت سے اجیر سپاہی تھے اس لئے فن حرب میں مہارت اور عمدہ تہذیب وترتیب فوج، جوش وطنیت سے زیادہ اس فتحیابی کے اصلی اسباب تھے۔ باب ۵

مشرقی اور مغربی محاربوں کے نتائج بھی ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

مشرق تو وطنی تحریک پلاٹیہ اور میکالے کے بعد بھی برابر جاری رہی یعنی فریقین میں کسی قسم کی صلح نہیں ہوئی، بلکہ یونانی جہاں ایونی بغاوت سے پیشتر تھے وہاں سے بھی انھیں ہٹا دیا گیا۔ مگر مغرب میں گیلون اور قرطاجنیوں میں باہمی صلح ہو جانیکے باعث قبل از جنگ عود کرائی اور قرطاجنیوں کو صرف دو ہزار تالنت بطور خرچہ تاوان جنگ ادا کرنے پڑے۔ اصل میں گیلون اس نتیجہ پر پہنچ گیا تھا اور وہ حق بجانب تھا کہ جزیرے کے مغرب میں

باب ۲ بہت سی غیر یونانی رعایا کا وجود سسلی کے یونانیوں کے مفاد کے خلاف ہے جو مال غنیمت سونا، چاندی، ہتھیار اور غلام یونانیوں کو ملا اسکی تعداد عظیم الشان تھی، اور وہ یقیناً پلاٹیہ کے مال غنیمت کے برابر ہوگا + جنگ میں کوئی شخص گرفتار نہیں کیا گیا، مگر جو لوگ بھاگ سکے انھیں یہ امید ہوگئی کہ ممکن ہے کہ انھیں غلام بنانے پر اکتفا کیا جائے۔

اس طرح اکراگاس کے بہت سے باشندوں کے پاس پانچ پانچ سو غلام ہوگئے جن کی قیمت کا اندازہ کم سے کم ساٹھ ساٹھ ہزار روپیہ کیا جاسکتا ہے + سرقوسہ اور اکراگاس کے باشندوں کے ہاتھ جو غلام اور روپیہ اس طرح لگا اُسے انھوں نے امور عامہ مثلاً بت خانوں، آب رسانوں وغیرہ کے بنانے پر وقف کر دیا۔ گیلون کی شہرت میں اس کی بیوی دامارتیتے کا بھی حصہ ہے، یعنی ایک سکہ جو غالباً چاندی کی دو درہمی تھی اس واقعے کی یادگار کے طور پر مسکوک ہوا اور اس کا نام دامارتیتے کے نام پر دامارتیتیوم رکھا گیا۔ اس سکے کے چند نمونے اس وقت تک موجود ہیں گیلون نے ویلفی میں چڑھانے کے لئے پلاٹیہ کی تپائی کے جواب میں ایک تپائی بھیجی اور پندار کی طرح سمونڈیس نے اس پر ایک کتبہ کندہ کرایا جس میں اس نے ہمرا کے فاتحوں کو ساروس اور پلاٹیہ کے فاتحوں کا ہمسر بنا دیا +

ترطاجنہ کی شکست کی وجہ سے سرقوسہ میں گیلون کا اقتدار پہلے سے بھی زیادہ ہوگیا۔ اسکا رویہ عام طور پر شخصی حکمرانوں کا سا تھا اور اس نے بہت سے شہریوں کے املاک اور مکانات ضبط کر کے دس ہزار اجیر سپاہیوں میں تقسیم کر دئے جنھیں اس نے حقوق شہریت بھی عطا کئے۔ اس کی حرکت قدیم شہریوں کو نہایت بڑی معلوم ہوئی؟ لیکن جب ایک مرتبہ مسلح شہریوں کے ایک مجمع کے روبرو غیر مسلح کھڑا ہو کر اس نے اپنے افعال کا من وعن حساب بتایا تو اس کا شہریوں پر اتنا اچھا اثر پڑا کہ انھوں نے نعرہ ہائے مسرت بلند کر کے اُسے بادشاہ کا لقب دیدیا[1] اور جس طرح لیوپولڈ شاہ بلجیم نے ۱۸۴۸ءمیں عوام کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کر کے اپنی منزلت وحیثیت قائم رکھی بالکل یہی طرز عمل گیلون نے بھی اختیار کیا

[1] غالباً دس ہزار اجیر سپاہی مناسب طور سے ذی اقتدار شہریوں کی جماعتوں میں تقسیم کر دیئے گئے ہوں گے۔

باب

وہ طبعًا خوش خلق تھا اور اُسکی عام سج دھج سپاہیانہ تھی۔ اس میں اور اسکے ہمعصر کیمیون میں (اور غالبًا ملتیادیس میں بھی جو خود ایک خودسر رہ چکا تھا) بہت سی باتیں مشترک اور ملتی جلتی تھیں ۳۳۔ اُس کا انتقال ۳۶۷؁ ق م میں ہوا اور سرقوسی قوم نے اُس کے جنازے کے موقع پر اپنے جذبات وفاداری و اطاعت شعاری کا ایک اور ثبوت دیا۔

گیلون کے بعد اُس کا چھوٹا بھائی ہیئے رون تخت نشین ہوا اور اُسے یہ موقع مل گیا کہ اطمینان سے گیلون کے کارہائے نمایاں کے نتائج سے مستفید ہو۔ وہ شعرا اور فضلا کا سرپرست تھا اور اُسکا دربار اپنی درخشانی اور تزک و احتشام کیلئے چاردانگ عالم میں مشہور رہا۔ گیلون اور ہیئے رون کا ایک چھوٹا بھائی پولی زیلوس بھی تھا مگر چونکہ ہیئے رون نے اُسے معاملات مملکت میں حصہ نہیں لینے دیا، اور آپس میں مناقشہ برپا ہو گیا اسلئے پولی زیلوس ہیئے رون والئی اکراگاس کے پاس بھاگ گیا جسکی وجہ سے دونوں کے درمیان تنازعات پیدا ہوتے رہگئے۔ اُدھر ہیمرا والے تھے رون سے باغی ہو گئے تھے اور اگر جنگ ہوتی تو ممکن تھا کہ وہ ہیئے رون کو امداد دینے کیلئے تیار ہو جاتے، مگر دونوں حکمرانوں نے آخرکار معاہدہ کر کے اپنے اپنے پناہ گزینوں کو واپس کر دیا۔ ہیئے رون کی سیاسی حیثیت اتنی ارفع و اعلیٰ نہ تھی جتنی گیلون کی، اور چونکہ وہ نمائش اور دکھاوے کا بہت دلدادہ تھا اسلئے وہ اس حیثیت پر قانع نہیں رہا بلکہ اُسکی یہ آرزو تھی کہ وہ ایک بڑی مملکت کی بنیاد رکھے اور ایک سورما کیطرح مشہور ہو جائے۔ اس نصب العین تک

۳۳ بدقسمتی سے ملتیادیس کے خصائل کے متعلق ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔ اسکی سپہ سالاری میں اُسکی شخصیت بالکل چھپ گئی ہے اور ماراتھون اور پاروس کے واقعات کے سامنے ان سے پیشتر کے حالات بالکل تاریک ہو گئے ہیں۔ ویسے تو عام طور پر اس زمانے کے "چٹکلوں" سے تاریخ پر بہت روشنی پڑتی ہے، لیکن تعجب ہے کہ ایتھنز میں ان کی تحریر ۴۸۰؁ تک شروع نہیں ہوتی۔ ایک حد تک یہی وہ زمانہ ہے جس سے پہلے یونانیوں کو عمومًا اور ایتھنزیوں کو خصوصًا جوش نہیں آیا تھا، اور جسکے بعد انھوں نے بجائے محض خودسروں اور فلسفیوں کے خصائل کے عام انسانی خصائل کا مطالعہ شروع کیا۔ اس سے پیشتر عام جمہوری شہری کو مشکل سے کوئی انفرادی اہمیت دی جاتی تھی۔

باب ۶

پہنچنے کیلئے اُس نے ایک سیدھا سادہ طریقہ اختیار کیا یعنی کتانا کے باشندوں کو شہر بدر کر کے اُن کے تمام املاک و مکانات دس ہزار نئے شہریوں کو دیدئے جنمیں بعض سرقوسی اور بعض پلوپونیزی تھے اور اس نئے کتانا کا نام اینا رکھا۔ پندار نے ہیئے رون کی تعریف نہایت عمدہ اور چیدہ الفاظ میں کی ہے اور بیان کیا ہے کہ ہیئے رون ہی وہ شخص تھا جس نے اسلئے بلدئے میں ہیلوس* (یعنی دوریائیوں) کے ادارات رائج کئے۔ اس خودسر کے تلوّن کا حال اُسکے سکوں سے ظاہر ہوتا ہے۔۵۵ وہ ہمیشہ مشکوک و مشتبہ رہتا تھا اور چاپلوسی کو پسند کرتا تھا۔ مگر اسکے اطالوی کارناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی طبیعت میں عمق بھی تھا۔ اسلئے اُس نے اپنی قوت و جبروت کا مظاہرہ لوکری اور کیمے میں کیا اور حقیقت میں اُسنے موخرالذکر بلدے میں یونان کیلئے نہایت مفید کام انجام دئے۔

اول تو اُس نے لوکری کو جسکے تعلقات سرقوسہ سے اچھے رہتے تھے، رھیگیوم اور زانکلے کے خودسر اناکسی لااس سے ۴۷۷ ق م میں بچایا اور پندار اس کا حوالہ اپنے دوسرے اولمپیائی قصیدے میں دیتا ہے لیکن اس سے بھی اہم اور قابل لحاظ وہ سرپرستی تھی جو اسنے بلدۂ کیمے میں کی۔

مفصلۂ ذیل واقعات اولمپیاد ۷۶ یعنی ۴۷۴ ق م میں پیش آئے: کیمے کے خلاف (جو اٹلی میں یونانی تہذیب و تمدن کے گویا ہراول کا کام دیتا تھا) وہ غیر یونانی جو کم و بیش شہر کے نواح میں رہتے تھے آپس میں متفق الرائے ہو گئے۔ دیوڈی سیوس ساکن ہالی کارناسس لکھتا ہے کہ اس محالفے میں جملہ ترہینائی یعنی ایٹروری، امبریائی اور دوریائی شامل تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے اصل باشندے بھی نوآبادکار ایٹروریوں کے ساتھ ہو گئے تاکہ کیمے کے یونانیوں کا قلع قمع کر دیں۔ واضح ہو کہ کیمے والوں کے پاس صرف ساڑھے چار ہزار پیدل اور چھ سو سوار تھے، اور دراں حالے کہ حلیفوں کے پاس

* ہرقل کا ایک بیٹا۔

۵۵ یہ وہی سکے ہیں جنھیں کرتیوس اپنی "تاریخ یونان" ۲ (۶) ۸۶۳ میں لیک کا اتباع کر کے ایٹنا اہی نسا کی طرف منسوب کرتا ہے۔ مگر دراصل وہ ہیئے رون کے زمانے کے کتانا کے سکے ہیں۔ مقابلہ کیا جائے ہولم "کتانا" (لیوبک ۱۸۷۳ء) صفحہ ۴۲ و ۴۳ اور ہیڈ "تاریخ سکہ جات" صفحہ ۱۲۰

کم سے کم پانچ لاکھ پیدل اور اٹھارہ ہزار سوار ہوں گے۔[۵] لیکن باوجود اس کے یونانیوں کو ہی فتح ہوئی[۶] اور ارسطو دیموس (عرف مالاکوس) نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے یہاں تک کہ وہ اس اعیانی مملکت کے عمومی فریق کا سرگروہ ہو گیا۔[۷] اس لڑائی

باب ۲۱

[۵] اوسکن قوم کا وطن کمپانیا تھا اور ایٹرورین، امبریائی اور دونیائی ان سے بالکل علیحدہ تھے مگر کیا یہ قرین قیاس نہیں کہ موخر الذکر بھی کیمے کے دشمنوں سے مل گئے ہوں گے؟ غالباً دیونی سیوس ساکن بالی کارناسوس نے (جس نے ان لڑائیوں کے واقعات چھوڑے ہیں) یہ حالات تمائیوس سے نقل کئے ہوں گے۔

[۶] باوجود اس کے بلدیات سوئے سولا اور نولا جنھوں نے یونانی طرز معاشرت اختیار کر لی تھی اب غیر یونانیوں کے مطیع ہو گئے۔

[۷] دیونی سیوس ساکن بالی کارناسوس ۷، ۲ میں "دیمون پروستاتیس ("رہبر عموم") کا ذکر ہے دیون کاسیوس کا اقتباس (I,on) ۷، ۵ میں دیا ہوا ہے اور اس میں رومن ٹریبیون کو اپروستاتاس کا لقب دیا ہے۔ یہ ناممکن نہیں کہ رومن اورات پر کیمے کے ادارات کا اثر پڑا ہو اس لئے کہ رومنوں کو ہمیشہ خود سری کا خوف لگا رہتا تھا اور اس زمانے میں وہ بجائے "رہبر عموم" کے دیمارخوں کی ایک مجلس قائم کرنا چاہتے تھے۔

بوسولٹ ۲، ۲۷۵ اور (سنویت کے لئے) شوئیگر: "تاریخ روما" ۲، ۱۹۲ وغیرہ اور ۲۵۰ وغیرہ کا مقابلہ کیا جائے۔ جنگ کیمے غالباً ۵۲۴ ق م میں اور جنگ اریکیا ۵۰۴ ق م میں ہوئی + رومن سفرا کیمے، ارسطو دیموس کی حکومت کے چودھویں سال (دیونی سیوس ساکن بالی کارناسوس ۷، ۱۲) یعنی ۴۹۱ ق م یا ۴۹۲ ق م میں آئے + دیونی سیوس ساکن بالی کارناسوس کے بیان کے مطابق (۷، ۹۔ "بابت اولاد مقتولین") ارسطو دیموس نے تقریباً ۲۰ سال حکومت کی اس لئے اس کی موت کے وقت مقتولین کی اولاد میں سے بعض کی عمر تقریباً ۲۰ سال کی تھی۔ لیکن بیس سال کی مدت کو دہرایا گیا ہے اس لئے یہ حصہ یہاں ذرا مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح روما کے "ٹریبیون عوام" اور "دیمون پروستاتیس" میں مناسبت ہے اسی طرح "فوجی ٹریبیون مع اقتدار کانسل" اور اس اتھنزی اتراکی گو کی ہی قانونی شکل تھی۔ دونوں میں صرف فرق یہ تھا کہ رومن اتھنزیوں سے زیادہ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اپنے دستوری خیالات کو معروف و محدود کر دیں۔

باب ۶ کے بیس سال کے بعد اریگیا کے باشندوں نے پورسینا کے بیٹے ارنس کے خلاف اس بلدیے سے مدد کی درخواست کی۔ اب چونکہ اعیانی گروہ کسی نہ کسیطرح سے ارسطودیوس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے اسے دو ہزار سپاہیوں کو ساتھ لیکر لاطینی ساحل کی طرف روانہ کیا۔ اور جب وہ مظفر و منصور کیمے واپس آیا تو وہاں کی حکومت کو اپنے قبضے میں کر کے وہاں کا خود سر بن بیٹھا۔ جب ٹارکوئی نس سپرسس جھیل ریگی لس کی لڑائی کے بعد روما سے نکالا گیا ہے تو اُس نے اس خودسر کے دربار میں آکر پناہ لی اور اسی کو اپنا والی و وارث مقرر کیا۔ دیونی سیوس نے جو کچھ اس خودسر کے بارے میں لکھا ہے اس میں تعصب اور جانبداری کوٹ کوٹ کر بھری ہے، اور اس کا بیان ہے کہ اس نے نہایت سختی سے شخصی طرز پر حکومت کی، بالآخر تقریباً ۴۸۵ء ق م میں مقتول اعیانیوں کے ورثا نے جو پہاڑوں میں جا گھسے تھے نکل کر اسے شکست دی اور قتل کر دیا۔ اس کے بعد ہم پڑھتے ہیں کہ ان واقعات کے دس سال بعد ایٹروریوں نے کیمے پر پھر دباؤ ڈالنا شروع کیا ان تمام واقعات کی بھول بھلیوں میں سے ہو کر نکلنا ذرا دشوار ہے، مگر ہمیں دو مفروضات قائم کرنے پڑیں گے اول تو یہ کہ غیر یونانی اقوام خواہ وہ ایٹروری ہوں یا اطالوی ہمیشہ اسی کوشش میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح سے کیمے پر قابض ہو جائیں؛ دوسرے یہ کہ ارسطودیموس کے خاتمے پر جب اعیانیت از سر نو عود کر آئی اسوقت ایٹروریوں نے یہ سوچا ہوگا کہ اب حملے کے لئے موقعہ بہت اچھا ہے اسلئے کہ ایک تو انقلابات نے کیمے کو بہت کمزور کر دیا ہے۔ دوسرے وہ بہ نسبت عمومیت کے اعیانی حکومت کو بآسانی مغلوب کر لیں گے۔ غرض انھوں نے کیمے کو دبانا شروع کیا جس پر اس نے ہیئے رون سے مدد چاہی اور اس نے ۴۷۴ء ق م میں ایٹروریوں کو ایک بحری جنگ میں جو کیمے کے قریب لڑی گئی تھی شکست دیدی۔ اس فتح کا راگ پنڈار نے اپنے پیتھوی قصیدے میں گایا ہے۔ اسکے علاوہ اس فتح کی ایک اور یادگار بھی موجود ہے؛ وہ تانبے کا ایک خود ہے جو ہیئے رون نے ایٹروری مال غنیمت سے تیار کر کے اولمپیا بھیجا تھا اور جو اب تک عجائب خانہ برطانیہ میں محفوظ ہے۔ کیمے کی لڑائی سے ایٹروری اقتدار بہت کم ہو گیا اور وہ اس پر مجبور ہو گئے کہ رومنوں سے چالیس سال کے لئے ایک ایسا معاہدہ کریں جس سے خود انھیں کسی قسم کا فائدہ نہ تھا۔ اس کے بعد یونانی بلادیا یونانی تجارت کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ اس فتح کے بعد ہیئے رون نے بہ مقام آئی ناریا (اسکیا)

جو غالباً کیمے والوں نے اُسے بطور تحفے کے نذر کیا تھا، ایک قلعہ تعمیر کرایا، مگر زلزلوں اور آتش فشانیوں کی وجہ سے اُسے اس جزیرے کو بہت جلد خیرباد کہنا پڑا۔ باب ٦

جس کام کی گیلون نے ہمراین ابتدا کی تھی اُسے ہیئے رون نے اس طرح کیسے پر تکمیل کو پہنچایا۔ مغرب میں یونانیوں کے سب سے بڑے دشمن قرطاجنی اور اٹروری ہی تھے اور اس کی مثال کے لئے ہم صرف ایک واقعے کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ فوکیہ کے آبادکاروں کے لئے یہ بالکل ناممکن ہو گیا تھا کہ ان دونوں اقوام کے مقابلے میں وہ شہر الالیہ میں رہ سکیں زرکسیز کے خواہشات کے مطابق سسلی کے یونانیوں پر قرطاجنی آپڑے چنانچہ اس موقع کو غنیمت جانکر اٹروری بھی یونانیوں پر حملہ آور ہوئے اور بالآخر ملتیادیس، لیونی داس اور تمسطاکلیس نے جس خطرے سے مشرقی یونانیوں کو نجات دی تھی اُسی سے گیلون اور ہیئے رون نے مغربی یونانیوں کو بچایا۔ فرق یہ تھا کہ مغربی یونانی مختلف الجنس تھے اور ان کے خصائل کے اعتبار سے مغرب میں تو ہشیار اور دوراندیش خودسروں، اور مشرق میں محب وطن رہبروں کی جاں فروشیوں کی وجہ سے یہ نتائج مترتب ہوئے۔

ہیئے رون نے اٹلی کے معاملات میں جو آخری مداخلت کی اُسکا ذکر کرنے سے پیشتر ہمیں اس دوران کی مختصر تاریخ سسلی کا بیان کرنا چاہیے۔ ۴۷۶ء ق.م میں اناکسی لاس والی مسانا وارہیگیوم کا انتقال ہو گیا اور اس کے نابالغ بیٹوں کا متولی اُسکا آزاد شدہ غلام مکوس مقرر ہوا ابتدا میں تو اس کی وجہ سے کسی قسم کی پیچیدگیاں نہیں پڑیں اور بالکل اسطرح تھے رون کی موت پر بھی (جو ۴۷۲ء ق.م میں ہوئی) کامل سکون اور امن قائم رہا۔ تھے رون کے بعد اسکا ناقابل اور ظالم بیٹا تھراسی داکوس تخت نشیں ہوا اور اس نے ازراہ حماقت ہیئے رون سے لڑائی ٹھانی، مگر اس میں وہ خود ہی مغلوب ہوا جسکے بعد اہل ہمرا کیطرح اکراگاس کے باشندے بھی آزاد ہو گئے۔ اسی لئے پنڈار نے ہمرا کے فاتح کی شان میں جو قصیدہ لکھا ہے (اولمپیائی قصیدہ ۱۲) اس میں وہ آزادی بخش معبود کی تعریف کرتا ہے۔ آزاد شدہ شہر ہیئے رون کے پر اثر امن میں آگئے اور اس نے اپنے نسبتی بھائیوں یعنی اناکسی لاس کی اولاد کے ملک کو بھی اپنی ہی حفاظت اور حمایت میں لے لیا۔ روایت ہے کہ ۴۷۳ء ق.م میں یاپی گیون نے تارنتم اور راہگیوم کے متفقہ لشکر کو شکست دینے کے بعد خاص بلدہ راہگیوم پر حملہ کر دیا اور اس کے ملک میں گھس آئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز یونانیوں کو اقتدار تامہ حاصل نہیں تھا۔ مگر چونکہ یاپی گیون کیطرف سے کوئی خاص فوری

باب ٦

خطرہ نہ تھا اسلیئے ان لڑائیوں کا کوئی مستقل نتیجہ نہیں نکلا + اب ہیئے رون نے اپنے نسبتی بھائیوں کو ملکی تھوس سے حساب فہمی کی صلاح دی جس پر اس نے انھیں پائی پائی کا حساب دیدیا، اس کے بعد وہ اس ملک کو خیرباد کہہ کر یونان چلا گیا اور بالآخر ٤٦٧ق م میں تگیا میں اسکا انتقال ہوگیا + ہیئے رون بھی اسی سال یا اس سے اگلے سال مرگیا + جو واقعات سسلی اور سرقوسہ میں اس کی موت کے بعد پیش آئے انھیں کسی آئندہ باب میں بیان کیا جائے گا۔ ؎

نوٹ باب ٦

علاوہ بعض نوشتوں کے جنھیں بوہولٹ (٣، ٢١٨) شمار کرتا ہے اس باب کے ہمعصر یا تقریباً ہمعصر اسناد وہ قصائد ہیں جو پنڈار نے ہیئے رون (اولمپیائی ۱، میثوی ۱، ۲، ۳) تھے رون (اولمپیائی ۲، ۳) خرومیوس (نیمیائی ۱، ۹) زینو کرانیس (میثوی ٦، فاکناتی ۲) کی تعریف و توصیف میں لکھے تھے، اور ساتھ ہی وہ حاشیہ نویس بھی ہیں جن کا تاریخی ماخذ تمائیوس ہے۔ ان کے علاوہ ہیرو ڈوٹس میں بھی بعض بعض جگہ چند واقعات دیئے گئے ہیں اور طوسی دیدیش کے مقالہ ٦ میں (جہاں وہ غالباً انطاکوس کا اتباع کرتا ہے) کچھ تھوڑا سا مواد موجود ہے + انطاکوس اور اس کے ہم وطن مورخوں فلستوس اور تمائیوس کی تحریروں کے صرف اجزا ہی سے ہم واقف ہیں۔ دیودوروس (مقالہ ۹) نے جو کچھ سسلی کے متعلق لکھا ہے اُس میں سے اکثر کا ماخذ تمائیوس ہی ہے، لیکن اُس نے ایفوروس کے تحریرات سے بھی

؎ میں پھر ایک مرتبہ اس اہم تباین کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرتا ہوں۔ مشرق میں تو ایک قومی لشکر کا مقابلہ ایک اور قومی لشکر نے کیا؛ لیکن مغرب میں خود سروں اور اجیر سپاہیوں نے اجیر سپاہیوں سے جنگ آزمائی کی۔ مغرب میں فریقین کے لشکروں کی ترتیب و تنظیم تقریباً ہم شکل تھی؛ مشرق میں یونانی لشکر ایرانی سے کہیں زیادہ آراستہ اور مودب تھا اور اس میں ایرانی لشکر سے کہیں زیادہ جوش و خروش تھا + بدیں اسباب میری رائے ہے کہ زرکسز مجبور تھا کہ ایک عظیم الشان لشکر کو ساتھ لیکر یونان پر حملہ آور ہوا۔

باب ۲۶

مددلی ہے + اسکے علاوہ پولی ائےنوس نے بھی چند واقعات کا اعادہ کیا ہے۔ مگر جسٹینوس نے تروگوس، پوپیی اوس کے جو اقتباسات دئے ہیں اُن سے بہت کم سودمند باتیں اخذ کی جاسکتی ہیں + حال کے مورخوں میں سے مندرجہ ذیل کا مطالعہ کیا جائے :-

(۱) ہولم : "تاریخ سسلی قدیمہ" ۱-۱۷۱ وغیرہ

(۲) ا میلتزر : "تاریخ قرطاجنہ" ا، ۱۴۲ وغیرہ

(۳) بوسولٹ : "تاریخ یونان" ۲، ۲۱۸ وغیرہ خاص کر صفحہ ۱۴۹ وغیرہ

موخرالذکر نے قدیم مورخوں کے اقتباسات دیتے ہوئے زمانہ حال کے مورخوں کی آراء کو جمع کیا ہے جس سے معاملات کے سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اس نے ۲، ۲۶۵ میں جس رائے کا اظہار کیا ہے اُسکے خلاف یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمائیوس کی اس کے خاص سسلی کا باشندہ ہونیکی وجہ سے اہمیت ہے + نیز مقابلہ کیا جائے کرٹیوس : تاریخ یونان ۲ (۶)، ۸۶۱ وغیرہ۔ سسلی کے سکوں پر جو کتبے منقوش ہیں (جنکا ذکر اسکے صفحہ ۸۶۳ پر ہے) اور جو دراصل پانچویں صدی ق-م کے ہیں، اُن پر وائل نے نہایت مدلل بحث کی ہے + اس میں شبہہ نہیں کہ قرطاجنی فوج کی تعداد میں بہت کچھ مبالغہ آمیزی کی گئی ہے +

4418

اصطلاحات

جلد اول

تاریخ ، سیاسیات وغیرہ

Autocracy	شخصی حکومت
Aetiology	بدئیات
Antiquarianism	قدامت شناسی
Archon	آرخن
Cheirotonia	دست شماری
Chronology	سنویات
Commissary, Commissioner	مامور
Commission	ماموریہ
College (of ephors, of Cardinals)	حلقہ
Directory	نظامت
Dictator	آمر مطلق
Discipline	تادیب
Eponym	مورث اعلی
Ethnography	نسلیات
Epigraphy	کتبیات
Homogeneous	ہم جنس ، ہم نسل
Indo-European	ہند و یورپی

Interpellation	استیضاح
Logography	وقائع نگاری
Legend	افسانہ
Myth	خرافہ
Mythology	وثنیات
Muses	ملکات، میوز
Mysteries	اسرار یونانی
Nomoiagraphoi	غیر مکتوب قوانین
Numismatics	مسکوکیات
Oracle	فال، فالگاہ، فالگو
Patronyn	جدی نام
Phylae	کٹم
Phratria	برادری
Polemarch	سپہ سالار
Political Crisis	سیاسی بحران
Synchronism	ہم زمانگی
Tyrannis	خود سری حکومت
Thesmothetes	مقنن

فلسفہ وغیرہ

Antithesis	تضاد
Anthromorphism	تشبیہہ
Chaos	خوائے بحت

Enhemerisn	یوہمریت
Objective	ظہوری ، معروضی
Polytheism	ارباب پرستی
Rationalism	عقلیت
Subjectivity	مضمونی ، موضوعی

ادبیات وغیرہ

Antistrophe	جوابی دور
Aesthetics	جمالیات
Comedy	سروریہ
Dithyramb	مستانہ نظم
Didactic	پند آموز
Erotic	عشقیہ
Elegiac	مرثیہ نما
Gnomic	پند آموز
Gymnasium	ورزش گاہ
Hexameter	شش رکنی بحر
Hymn	مناجات
Iambic verse	وزن اوتادی
Lyric	مزماری
Narrative Poetry	بیانیہ نظم
Pentameter	پنج رکنی بحر
Rhapsodist	قصہ خوان

Satire	هجو
Strophe	دور

فن تعمیر

Capital	تاج
Entablature	حاشیہ
Peristyle	قطار
Portico	پیش طاق
Plastic art	فن پیکر پزیری
Rosette	پھول
Trigyliph	تریکھا
Volute	لہریہ

دیگر علوم و فنون

Basin of a river	طاس
Ceramics	خذفیات
Colour Scale	لوح الالوان
Geology	ارضیات
Metrology	مقیاسیات
Topography	توصیفیات

فہرست اعلام تاریخ یونان قدیم جلد اول و دوم

A

Abantes	ابانتیز، اباسی
Abas	اباسس
Abron	ابرون
Abu Simbel	ابو سمبل
Abydos	ابی دوس
Acarnania	اکارنانیہ
Acamas	اکاماس
Acamantis	اکامانتس
Acarnania	اکارنانیہ
Achaia	اکائیہ
Achaeans	اکائیائی
Acharnae	اکارنائے
Achemenidae	ہخامنشی
Achilleirium	اخی لائرم
Achilles	اکی لیس
Achradina	اخرادینا
Acrae	اکرائے
Acroceraunian Mountains	کوہ اکروسےرونیہ
Acrisius	اکریزیوس
Acrocorinthus	اکروکورنتھوس
Acropolis	اکروپولس
Acte	اکٹے
Acusilaus	اکوزی لاوس
Admetus	ادمی توس
Adrastus	ادراستوس
Adramyttium	ادرامی تیوم
Adriatic	بحیرۂ اڈریاٹک
Adonis	ادونس
Adyattes	ادیاتیس
Aeacus	ایاکوس
Aeetes	ایئےٹیس
Aegae	ائےگے
Aegean Sea	بحیرۂ ایجین
Aegis	ائی گس
Aegeis	ائی گیس
Aegeus	ائےگیوس
Aegialeus	ائےگیالیوس
Aegialeia	ائےگیالیا
Aegialii	ائےگیائی
Aegina	ائےگینا
Aegimius	ائےگیمیوس
Aegira	ائےگیرا
Aegium	ائےگیوم
Aegyptus	ائےگپتوس
Aenantae	ائےنان ٹے
Aenaria	ائےناریہ
Aeinanes	ائےنیانی

آئے نوس	Aenus
ایولسی	Aeolid
ایولسی	Aeolidae
ایولس	Aeolis
ائے پی تو سی	Aepytiae
ائے پی توس	Aepytus
ائے سم نے تیس	Aesymnates
ایتھلیوسس	Aethleus
ایتھرا	Aethra
ایٹولیہ	Aetolia
ایٹولوی	Aetolian
ایٹولیس	Aetolus
ائے تیون	Aetion
اگائیوس	Agaeus
اگامیم نون	Agamemnon
اگارستے	Agariste
اگے نور	Agenor
اگے سی لاؤس	Agesilaus
اگس	Agis
اگوگے	Agoge
ایاکس	Ajax
اکائی واشا	Akaiwasha
اکراگاس	Akragas
الالیہ	Alalia
الازیر	Alazeir
الکائیوس	Alcaeus
الکی نور	Alcenor
الکی نو ئس	Alcinous
الک مینے	Alcmene
الکون	Alcon
اے لے تیس	Aletes
الیوائس	Aleuas
الیوسس	Aleus
الموس	Almus
الفیوس	Alpheius
التھائے مینس	Althaemenus
الیاتیس	Alyattes
اماسس	Amasis
اماتھوس	Amathus
امبراکیہ - امبریسیہ	Ambracia
امبروس	Ambros
امیان توس	Amiantus
امورگوس	Amorgos
امفکٹیونیز	Amphictyones
انجمن ہمسایگان	Amphictionic League
امفی دماس	Amphidamas
امفیا	Ampheia
امفم نس توس	Amphimnestus.
امفیون	Amphion

آرگوس ہی پیوم	Argoshippium
آرگی رپے	Argyrippe
اریادنے	Ariadne
آریون	Arion
ارسطیون	Aristion
ارسطوکلیس	Aristocles
ارسطوقراطیس	Aristocrates
ارسطودیموس	Aristodemus
ارسطوماخوس	Aristomachus
ارسطومنیس	Aristomenes
ارسطون	Ariston
ارسطاطالیس	Aristotle
اروانیہ	Aroania
آرنے	Arne
آرتمیس	Artemis
آریائی ۔ آریہ	Aryan
اسکلے پیوس	Asclepius
اسکرہ	Ascra
ازینے	Asine
ازیوس	Asius
اسوپوس	Asopus
اشور بنی پال	Assurbanipal
اشور ہددن	Assurhaddon
اشوری	Assyrian
استارتے	Astarte
استیاز ۔ ازالیا	Astyages
استی پالیا	Astypalaea
اتابیریوس	Atabyrius
اتالانتا	Atalanta
اتھاماس	Athamas
اتھینا ۔ اتھینی	Athene
اتھینی ۔ اتونیہ	Athene Itonia
اتھینس	Athenis
ایتھنز	Athens
اتھوس	Athos
اتریوسی	Atreidae
اٹیکا	Attica
اتیسی	Atyadae
اتیس	Atys
اوگیاس	Augeias
اولیس	Aulis
اوتولیکوس	Autolycus
اورورا	Aurora
اوکسی زیہ	Auxesia
اوکسو	Auxo
ازانیہ	Azania

B

بابل	Babylon
باکھوس	Bacchus
بافیوم	Bapheium

برقہ	Barca
بازی لی کاتا	Basilicata
باتوس	Battus
باتھیکلس	Bathycles
بیلے رو فون	Bellerophon
بیاس	Bias
بسالتے	Bisaltae
بسانتھے	Bisanthe
بتھی نیا	Bithynia
بتون	Biton
بوئے بائس	Boebeis
بوئے درومیون	Boedromion
دہانۂ بول بی تی نوم	Bolbitic Estuary
بوریاس	Borias
بوریس تھینیس	Borysthenes
باس فورس	Bosporus
برانچی دائے	Branchidae
برین تے سیون	Brentesion
برین ویزی	Brindisi
بنار باشی	Bunarbaschi
بوپالس	Bupalis
بورا	Bura
بوتا دائے	Butadae
بگزن تیوم	Buxentium
بوزی گائے	Buzygae
بیبلوس	Byblos
بیزنطہ	Byzantium

C

کابےری	Cabeire
کادموسی	Cadmean
کادموس	Cadmus
کادیس	Cadys
کالابری	Calabri
کالابریا	Calabria
کالاماتا	Calamata
کالوریا	Calauria
کالخاس	Calchas
کالیدونی	Caledonian
کالی گولا	Caligula
کالیاس	Callias
کالی خوروس	Callichorus
کالی نوس	Callinus
کالی پولس	Callipolis
کالی رہوئے	Callirrhoe
کالستے	Calliste
کالونداس	Calondas
کالورے	Calore
کالیکے	Calyce
کالیدون	Calydon

Calymnos	کالیمنوس
Camarina	کامارینا
Cambyses	کامبیز ۔کیکاؤس
Camerus	کامیروس
Campania	کمپانیا
Canaan	کنعان
Candaules	کانداؤلیس
Cappadocia	کپادوسیا
Capri	کاپری
Cardia	کاردیہ
Carian	کاروی ۔کاریائی
Carneius	کارنیوس
Carpathos	کارپاتھوس
Carthage	قرطاجنہ
Caryae	کاریائے
Carystus	کاریس توس
Casmenae	کازمے نائے
Casos	کاسوس
Castalia	کستالیہ
Castor	کاستور
Catana	کتانہ
Caucones	کاؤکونیس
Caulonia	کاؤلونیہ
Cayster	کیستر
Cecrops	کیکروپس
Ceineus	کئی نیوس
Ceisus	کئی سوس
Celeus	کے لیوس
Cenchreae	کنکریائے
Centaur	قنطور
Centriadae	کنتریاوائے
Ceos	کیوس
Cephallenia	کیفالے نیہ
Ceryces	کیری کیز
Chaeronia	خیرونیا
Chalcidice	خالکدس ۔خالی کی دیکے
Chalcedon / Chalchedon	خالکے دون
Chalcis	خالکس
Chalcon	خالکون
Chalybus	خالی بس
Chaonian	خاؤنیانی
Charilaus	خاری لاؤس
Charites	خاری تیس
Charon	خارون
Charondas	خاروند اس
Cheilon	خئی لون
Cheiromache	خے روماخے
Cheiron	خیرون

خیرونیہ	Cheironia
خرسفرون	Cherisphron
خرسونیز	Chersonesus
خیوسی	Chians
خیمائیرا	Chimaera
خیوس	Chios
خیتیوم	Chitium
ختم	Chittim
خونیز	Chones
خوریاتائے	Choreatae
خرومیوس	Chromius
خیتری	Chytri
سکئےکون	Cicone
کےئریوم	Cierium
کیمیریائی	Cimmerians
کتھائےرون	Cithaeron
کلکس	Cilix
کلادیوس	Cladeus
کلاروس	Clarus
کلازومےنائے	Clazomenae
کلی نیاس	Cleinias
کلس تھینس	Cleisthenes
کلئی تور	Cleitor
کلیوبس	Cleobis
کلیوبولوس	Cleobulus
کلیوداؤس	Cleodaeus
کلیومبروتوس	Cleombrotus
کلیومینیس	Cleomenes
کلیونائے	Cleonae
کلیوآس	Cleuas
کلی تم نسترا	Clytemnestra
کنےموس	Cnemus
کنوپوس	Cnopus
کنوسوس	Cnossos
کنیدوسی	Cnydian
کوودروسی	Codrid
کوودروس	Codrus
کولوفون	Colophon
جھیل کوپاس	Copiac Lake
کورکائیرا	Corcyra
کورفو	Corfu
خلیج کورنتھ	Corinthian Gulf
کورنتھ	Corinth
کورونیہ	Coronea
کوس	Cos
کرامیون	Cramion
کریس فونتیس	Cresphontes
کریٹ	Crete
کرےتھیوس	Cretheus
کریسا	Crisa

کریسائی	Crisaean
کریسوس	Croesus
کروتون	Croton
کریپتیا	Crypteia
کیوماتا	Cumana
کیوریتیس	Curetes
کیوریوم	Curium
کیاریتوس	Cyaretus
سیاؤش۔ سیاگزا	Cyaxarcs
کبی بیلے	Cybele
کیلادیس۔ جزائر مدور	Cyclades
کیکلوپی۔ سیکلوپیز	Cyclopes
کیکلوپس	Cyclops
کیدونیہ	Cydonia
کیلون	Cylon
کیمے	Cyme
کین تھوس	Cynthus
کی نوریا	Cynuria
قبرسی	Cypriote
قبرص۔	Cyprus
کیپ سی لوس	Cypselus
کیپ سی لوسی	Cypselidae
سیرینہ	Cyrene
کورش	Cyrus
کیتھرا	Cythera

کیتھیروس	Cytherus
کیتھنوس	Cythnus
	D
داکتی لی	Doctyli
دے دالدائے	Daedalidae
دائے دالوس	Daedalus
داماسخ تھون	Damasichthon
داماسوس	Damasus
دامیہ	Damia
دامون	Damon
داناؤسی	Danae, Danaids
دانائی	Danai
داناؤس	Danaos
داف نوس	Daphnus
داردانہ	Dardana
داردانی	Dardani
داریوس ہستاسپس	Darius Hystaspus
داسکی لیوم	Dascylium
داسکی لوس	Dascylus
داؤلس	Daulis
دؤناوا	Daunava
داؤنوسی	Daunian
داؤنوس	Daunus
دیانیرہ	Deineira
دی فونتس	Deiphontes

دیلوس	Delos
دیلفی	Delphi
دیلفی نیوم	Delphinium
دیماراتوس	Demaratus
دیمیتر	Demeter
دیمودوکوس	Demodocus
دیموناکس	Demonax
دیموفون	Demophon
دیمیورگی	Demiurgi
دیوکالیون	Deucalion
دیومیدیس	Deumedes
دیاکری	Diacrii
دیاک توری دیس	Diactorides
دیئے نا	Diaina
دیاسیہ	Diasia
دکائے ارخیا	Dicaearchia
ددی میوس	Didymeus
دندی مینے	Dindymene
دیومیدیس	Diomedes
دیونے	Dione
دیونی سیہ	Dionysia
دیونی سوس	Dionysus
دیوسکوری	Dioscuri
دیوسکوریاس	Dioscurias
دپوئے نوس	Dipoenus
دپولیا	Dipolia
دپیلون	Dipylon
درکے	Dirce
جکارو	Djakkaru
دودونا	Dodona
دولونکی	Dolonci
دولوپیس	Dolopes
دونتاس	Dontas
دوریوس	Doreius
دوریانی	Dorian
دوریداس	Doridas
دوریسوس	Dorissus
دوروس	Dorus
دوری کلائی داس	Dorycleidas
دوتاداس	Dotadas
دراکو	Draco
دریوپیس	Dryopes
دریوپی	Dryopian
دوراتسو	Durazzo
دیمے	Dyme
دی نامیس	Dynames
دیراخیوم	Dyrrachium
دیس پونتیوم	Dyspantium

E

ہمدان	Ecbatana

Echestratus	اخیس تراتوس
Echemus	ایخے موس
Edones	ایدونی ۔ ایدونیس
Egypt	مصر
Eira	ایرا
Eisphora	ائیس فورا
Elam	ایلام
Elatea	ایلاتیہ
Elba	ایلبا
Elea	ایلیا
Elean	ایلیائی
Electryon	الکتریون
Eleusinia	ایلیوزی نیا
Eleusis	ایلیوسیس
Elis	ایلیس
Elymi	ایلی می
Emporiae	ایم پوریائے
Enomontes	اینوموتیس
Eoae	ایوآئے
Eos	ایوس
Epaminondas	اپامینونداس
Epeius	اےپیوس
Ephesus	ایفے سوس
Ephorus	ایفےروس
Epicnemidii	ایپک نے میدئی
Epidamnus	ایپی دامنوس
Epidaurian	ایپی دوروسی
Epidaurus	ایپی دوروس
Epigoni	ایپی گونی
Epimenes	ایپی مینیس
Epimenides	ایپی مینیدیس
Epirotes	ایپایروٹسی
Epirus	ایپائیروس
Epizephyrii	ایپی زیفیرئی
Erech	ایریخ
Erechtheis	ایریخ تھائیس
Erechtheus	ایریخ تھیوس
Eresus	ایرے سوس
Erigone	ایری گونے
Erytheia	ایری تھیا
Erythrae	ایریتھرائے
Eryx	ایریکس
Eshmun	اشمون
Eteocles	اےتیوکلس
Etruscan	ایتروزی
Euboea	یوبیہ
Euboic	یوبیائی
Euhesperides	یوہیس پری دیس
Eumolpidae	یومولپوسی
Eunomus	یونوموس

Eupatridae	یوپاترد
Euphaes	یوفائیس
Euripides	یوریپدیس
Euripus	یوریپوس
Europa	یوروپا
Eurotas	یوروتاس
Eurypon	یوری پون
Eurypontidae	یوری پونتڈی
Eurysacidae	یوری ساکدائے
Eurysacides	یوری ساکی دیس
Eurysthenes	یورس تھینیس
Eurystheus	یورس تھیوس
Eurytas	یوری تاس
Eurytus	یوری توس
Euxinus	اکشین
Exopolis	ایکسوپولس

G

Gameleon	گامے لیون
Garganus	گارگانوس
Gela	گیلا
Gelas	گیلاس
Geomoroi	گیوموروی
Georgi	گیورگی
Gephyraeans	گیفیرائی
Gergithae	گرگی تھائے
Gerontes	گیرون تیس
Gerousia	گیروزیا
Geryones	گے ریونیس
Gilio	جی لیو
Glaucupis	گلاؤکوپیس
Glaucus	گلاؤکوس
Gnorimoi	گنوری موے
Golden Horn	شاخ زرین
Gomphi	گومفی
Gordius	گوردیوس
Gorgon	گورگون
Gortyn	گورتین
Gras	گراس
Gulas	گولاس
Gyaros	گیاروس
Gyges	گی گیس
Gylippus	گی لپوس
Gymnetes	گیم نیتیس
Gyrton	گیرتون

H

Haemus	ہےموس
Haliartus	ہالیارتوس
Halicarnassus	ہالی کارناسوس
Halus	ہالوس
Halys	ہالیس۔ قزل ارماق

ہاوما	Haoma
ہارمونیہ	Harmonia
ہارموسٹ	Harmost
ہارپاگوس	Harpagus
ہیبروس	Hebrus
ہیکاتونیسوس	Hecatonesus
ہیگےسکلیس	Hegesicles
ہیگےسس تراتوس	Hegesistratus
ہیلیوسی	Heliadae
ہیلی آرتوس	Heliartus
ہیلی کے	Helice
ہیلی کون	Helicon
ہیلیوس	Helios
ہیلا	Hella
ہیلانی کوس	Hellanicus
ہیلین	Hellen
ہیلے نوس	Hellenus
ہیلس پونٹ	Hellespont
ہفایس توس	Hephaestus
ہیرا	Hera
ہرقلیہ	Heracleia
ہیرائیوم	Heraeum
ہرقل	Herakles
ہرقلی۔ ہرقلیان	Heraklidae
ہرمس	Hermes
ہرمیونی	Hermione
ہرموس	Hermus
ہیرودوتس	Herodotus
ہسیود	Hesiod
ہسیودی	Hesiodic
ہستیا	Hestia
ہستیایوتس۔ ضلع ہستیا	Hestiaeotis
ہیسی خیدائے	Hesychidae
ہکوامی نوس	Hexaminus
خطی	Hittite
ہیمرا	Himera
ہپارخوس	Hipparchus
ہپیاس	Hippias
ہپوبوتائے	Hippobotae
ہپوکلی دیس	Hippocleides
ہپوکلوس	Hippoclus
ہپودامیا	Hippodamia
ہپوناکس	Hipponax
ہپونیکوس	Hipponicus
ہپونیون	Hipponion
حصارلک	Hissarlik
ہپوتھوُن	Hippothoon
ہپوتھوُنتس	Hippothoontis
ہپیس	Hippys

ہومر	Homer
ہومری	Homeric
ہیاکنتھیا	Hyacynthia
ہیاکنتھوس	Hyacinthos
ہیامیسا	Hyameia
ہیانتھی داس	Hyanthidas
ہیبلا	Hybla
ہیبلون	Hyblon
ہیڈریا	Hydreai
ہیدروس	Hydrus
ہیئے لے	Hyele
ہی لیس	Hylles
ہیلوس	Hyllus
ہی پانس	Hypanis
ہی پاتا	Hypata
ہی پرم نسترا	Hypermnestra
ہیرنیتھو	Hyrnetho
ہی سیائے	Hysiae
	I
یاکھوس	Iacchus
یالی سوس	Ialysus
یاپی گیا	Iaphygia
یاپی گی	Iaphygian
یاپکس	Iapyx
ابی کوس	Ibicus

اکاریوس	Icarius
اکوس	Icos
ایدا	Ida
ادالیوم	Idalium
اداس	Idas
ادومے نیوس	Idomeneus
الیاد	Iliad
الیوم	Ilium
الیریا	Illyria
الیریائی	Illyrian
امبراسوس	Imbrasu
امبروس	Imbros
اناخوس	Inachos
ہندویوروپی	Indo-European
اینو	Ino
یو	Io
یولکوس	Iolcus
یولے	Iole
ایونیائی	Ionian
یوس	Ios
افی گے نیا	Iphigenia
افی توس	Iphitus
اساغورس	Isagoras
اسخیا	Ischia
اسمے نوس	Ismenus

لسبوس	Lesbos
لیسخائے	Leschae
لیتو	Leto
لیوکاس	Leucas
لیوکوتھیا	Leucothia
لبرنی	Liburnian
لخاس	Lichas
لمان	Liman
لمناتس	Limnatis
لندوسی	Lindian
لندوس	Lindus
لپارا	Lipara
لوکری	Locri
لوکرس	Locris
لیکاؤن	Lycaon
لی کیوم	Lyceum
لیسیہ ۔ لیکیہ	Lycia
لیکوسی	Lycidae
لیکومیدائے	Lycomidae
لیکوس	Lycus
لیکوسورا	Lycosura
لیدیہ	Lydia
لیدوی	Lydian
لیدوس	Lydus
لیگداموس	Lygdamus
لینکیوس	Lynceus
لیسا ندر	Lysander
لیسانیاس	Lysanias
لی سیس	Lysis

M

ما	Ma
مقدونیہ	Macedonia
مقدونی	Macedonian
میاندر	Maeander
میاندریوس	Maeandrius
جھیل مایوتس	Maeotic Lake
یونان کبیر	Magna Graecia
مگنیشیا	Magnesia
ماگنیتس	Magnetes
ماگنیزی	Magnisi
مالاکوس	Malacus
مالاوس	Malaus
مالیا	Malea
مالیس	Males
مانیس	Manes
مین تی نیہ	Mantinea
ماراتھون	Marathon
مسالیا	Masalia
ماسو	Masu
مازاریس	Mazares

میتی لنے	Mitylene
مولوسی	Mollosian
مولیکریا	Molycrea
موناکو	Monaco
مونوے کوس	Monoecus
مونتے لیونے	Monteleone
موسخی	Mosehi
موتھاکیس	Methaces
موتھونے	Mothone
موتئے	Motye
میموس	Mummius
موزائیوس	Musaeus
میکالے	Mycale
میکے نائے	Mycenae
میکونوس	Myeonos
میرون	Myron
میرسوس	Myrsus
میزوی - میزیائی	Mysian
میزون	Myson
میوس	Myus
N	
بخت نصر	Nabuchodonossor
نابوناہد	Nabunahid
ناواریس	Nauaris
نوکراتس	Naucratis
نوپاکتس	Naupactus
نوپلیا	Nauplia
ناکسوسی	Naxian
ناکسوس	Naxos
نیاپولس	Neapolis
نکتار	Nectar
نیدا	Neda
نیدون	Nedon
نیگرو	Negro
نے لیوسی	Neleidae
نے لیوس	Neleus
نی میائی	Nemean
نیوبولے	Neobule
نیودامودیس	Neodamodes
نیوبطلیموس	Neoptolemus
نفیلے	Nephele
نیسوس	Nessus
نستوس	Nestus
نقیہ - نکائیہ	Nicaea
نکاندر	Nicander
نیس	Nice
نکولاؤس	Nicolaus
نیوبے	Niobe
نسوس	Nisus

Samia	سامیہ
Sane	سانے
Sangarius	سانگاریوس
Sappho	سافو
Sardis	ساردس۔ سارد
Saronic Gulf	خلیج سارون
Sarpedon	سارپیدون
Scamander	سکاماندر
Schoenus	سکوے نوس
Scripu	سکریپو
Scyathus	سکیاتھوس
Scylletion	سکی لے تیون
Scyllis	سکی لس
Scythian	اسکیتھی
Sebastapol	سیبوستوپول
Seisachteia	سی زاختیا
Selene	سیلینے
Selinus	سلی نوس
Selymbria	سیلمبریا
Semele	سیمیلے
Semitic	سامی
Seriphos	سیری فوس
Servius Tullius	سرویس تولیس
Seti	سیتی
Shakalsha	شاکلشا
Shardana	شاردانا
Sicani	سکانی
Sicanian	سکانی
Sicel	صقالی
Sicily	سسلی
Sicyon	سکیون
Sidon	صیدا
Sigeium	سگیوم
Sigeum	سگیوم
Singos	سنگوس
Sinope	اسنوف
Siphnos	سفنوس
Sipylos	سپی لوس
Siris	سیرس
Sisyphos	سسی فوس
Sithonia	ستھونیا
Smaethus	سماے تھوس
Smindridas	سمندریداس
Smyrna	سمرنا۔ ازمیر
Soli	سولی
Solon	سولون
Solus	سولوس
Solygeius	سولی گیوس
Soma	سوما
Sophists	سوفسطائی

سوفوکلیس	Sophocles
سورنتو	Sorrento
سوڈس	Sous
اسپارٹا	Sparta
اسپارٹی	Spartan
اسپارٹائی	Spartiate
سپاتا	Spata
سپرخیوس	Spercheus
ستاگیروس	Stageirus
ستینی کلاروس	Stenyclarus
استرابو	Strabo
ستری مون	Strymon
ستم فالوس	Stymphalus
ستیرا	Styria
ستیکس	Styx
سی بارسی	Sybaritic
سیبارس	Sybaris
سی بوتاس	Sybotas
سی لوسون	Syloson
سی نوے کیا	Synoicia
سی نوے کزموس	Synoikismos
سرقوصہ	Syracuse
سیروس	Syros
سیرتیس	Syrtes
سسی تیا	Syssitia

T

تابالوس	Tabalus
تیئے ناروم	Taenarum
تامان	Taman
تناگرا	Tanagra
تانائس	Tanais
تنتالوس	Tantalus
تاراس	Taras
تارنتوم	Tarentum
تارکوئی نیئس سوپربس	Tarquinius Superbus
تاتے سوس	Tatessus
تاؤری	Tauri
تورومے نیوم	Tauromenium
تے گیتوس	Tygetus
تیوسی	Teans
تیگیا	Tegea
تے گیائی	Tegeatae
تیلامون	Telamon
تلخی نیس	Telchines
تیلے بوئی	Teleboaus
تیلیکلوس	Teleclus
تیلے ماخوس	Telemachus
تیلی فوس	Telephus
تیلے سیکلیس	Telesicles

تیلوس	Tellus
تیلیس	Telys
تیمے نیوم	Temeneum
تیمے نوس	Temenus
تیمیسا	Temesa
تیمپے	Tempe
تیمپسا	Tempsa
تینے دوس	Tenedos
تینوس	Tenos
تیوکری	Teocri
تیوس	Teos
تیرینا	Terina
ترپاندر	Terpander
تیرا دی اوترانتو	Terra di Otranto
تیرا نووا	Terranova
تھالو	Thallo
طالیس	Thales
تھاپسوس	Thapsus
تھاسوس	Thasos
تھیاگینیس	Theagenes
تھیبائیس	Thebais
تھیبز	Thebes
تھیوکلیس	Theocles
تھیودوروس	Theodorons
تھیودوسیا	Theodosia
تھیوگنس	Theognis
تھیوپومپوس	Theopompus
تھےرا	Thera
تھیراس	Theras
خلیج تھرمائے	Thermaie Gulf
تھےسیوسی	Theseidae
تھےسیوس	Theseus
تھیس موفورس	Thesmophorus
تھیس پس	Thespis
تھیس پیائے	Thespiae
تھسالیوتس	Thessaliotus
تھسالوس	Thessalus
تھس تیوس	Thestius
تھسلی	Thessaly
تھےتس	Thetis
تھورناکس	Thornax
توتمیس	Thothmes
تھریسی	Thracian
بحیرۂ تھریس	Thracian Sea
تھراسی بولوس	Thrasybulus
طوسی دیدش	Thucydides
تھوری ای	Thurii
تھی اس تیس	Thyestes
تھی موئے تاس	Thymoitas
تھی ریا	Thyrea

Tibareni	تبارینی
Timaeus	تمائیوس
Timandra	تمندرا
Tiryns	ترینز
Tisamenus	تسامینوس
Titormus	تتورموس
Torone	تورونے
Torrhebus	تورھیبوس
Trapezus	ترا پی زوس
Triacades	تریاکادیس
Tricca	تریکا
Triopas	تریوپاس
Triopian Promontary	راس تریوپیوم
Triopium	تریوپیوم
Triphylia	تری فیلیا
Triphylian cities	بلدیات تری فالیہ
Triptolimus	ترپتولیموس
Tritaea	تری تایا
Troizene	تروئے زینے
Trojan	ترویانی
Troy	تروائے
Tursha	ترشا
Tydeus	تی ڈیوس
Tyndaridae	تین داریوسی
Tyndarius	تین داریوس
Tyras	تیراس
Tyre	صور
Tyrian	صوری
Tyrtaeus	تیرتائیوس
U	
Umbrian	امبریائی
V	
Velia	ویلیہ
Vesta	ویستا
Via Popilia	ویاپوپی لیا
Vibo	ویبو
X	
Xanthus	زانتھوس
Xenophanes	زینوفانیس
Xuthus	زوتھوس
Z	
Zacynthus	زاکینتھوس
Zaleucus	زالیوکوس
Zancla Messana	زانکلے مساتا
Zanes	زانیس
Zephyrium	زیفیریوم
Zethus	زیتھوس
Zeugitae	زیوگی تائی
Zeus	زیوس
Zophyrus	زوفیروس

صحت نامہ

تاریخ یونان قدیم

جلد ۱ و جلد ۲ باب ۱ لغایت ۶

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۱۶	تو موجود تھے ہی نہیں	موجود نہیں تھے	۱۹	۱۱	رکھا ہے اور یہ	رکھا۔ یہ
۹	۸	عیسویت، کی	عیسویت کی	۲۰	۱	متحد	متفق
۱۰	۱۶	باوجودیکہ مشرق	مشرق میں تو	〃	۲۳	Griechioche	Griechische
		ہیں مطلق۔	مطلق۔	۲۱	۱۶	اور	
۱۰	۱۷	پھر بھی	اس کے برعکس	۲۲	۱۰	اُپلچ	اِلچ
۱۱	۳	دیں، تو	دیں تو	〃	۱۷	Daremburget-	Daremburg et-
〃	۲۲	اسی کمی کی	اسی کی	〃	〃	Saglic	Saglio
۱۶	۱۰	میں (سنہ ق	(سنہ ق م تا	۳۳	۱۶	Alter thunwi-	Alterthumwi-
		م تا سنہ ۳۳۶ ق م)	سنہ ۳۳۶) میں	〃	〃	ssen-schaft	ssen Schaft
۱۷	۱۳	ڈُنگہ	ڈُنکہ	۲۳	۲۰	Bibbotheca	Bibliotheca
۱۸	۴	Problem	Problems	۲۴	۳	کا تو سرے	کا سرے
〃	۱۲	Thirll-wall	Thirlwall	〃	۱۲	اشٹان	اِشٹارُن
〃	۱۳	دیو، ریو، لی	دیکوریوئی	۲۵	۸	گو	×
۱۹	۵	شائع ہوئی ہے	ہوئی ہے	۱۶	۱۶	Moyer	Meyer
〃	۶	کِلنٹن	کلِنشٹن	۲۷	۱۱	اِبرم	اگرم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸	۸	برائے نام	نام نہاد
۲۹	۱۷	Xui	xvi
۳۹	۱	خالکریس	خالکِدیس
۴۲	۴	میں	کی طرف
//	۱۷	ظروف کوہی	کوہی ظاس
۴۴	۲	Geographic	Géographie
//	۱۱	اولمپیاہیکانے	اولمپیا، ہیکے تائی
//	۱۵	Lcake	Leake
//	۱۷	اکلرہفس	اُگرِغس
//	۲۱	ہیین سین	ہِکن سن
۴۹	۲۳	Willanowitz	Williamowitz
//	۴	Honerische	Homerische
//	//	Unterswchun	Untersuchun-
//	۵	gen	gen
۵۰	۲۰	اخبار	وقائع
۵۱	۲۵	آباء اجداد	آباء واجداد
۵۵	۲۴	Sfamme	Stamme
۵۶	۲۰	ہے، ایولیانی کسی کو	ہے یا ایولیائی۔ کسی کو
//	۲۳	ہیں آپ	ہیں۔ آپ
۶۲	۱۵	الہ پرستی	ارباب پرستی
۶۳	۱۶	یاگاسابے	پاگاسائے
//	۱۹	صورِ	صوّر
//	۲۰	کادمیائیوں	کاڈموسیوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۴	۵	تھارکی لیس	تھا۔ اکی لیس
//	۱۲	کیکلوپس	کیکلوپس
۶۶	۲۳	نکیاویلی	نکیاویلی
۶۷	۲۴	کی	کیا
۶۸	۲۳	اُن کا	اُن کے قیام کا
۶۹	۲۰	قیضیہ	قبضہ
	//	پیلوپیوں	پیلوپیوں
۷۱	۹	نیلوس	نیلوس
	۱۴ اور ۱۶	پیئوسانیاس	پیوسانیاس
۷۳	۲۳	Ethek	Ethik
۷۵	۱۰	لائپزگ	لائپزگ
//	۱۵	Staatsalter-	Staatsalter-
//	//	thiimes	thuemer
۷۷	۱۱	اپاٹرس	ایپاٹروس
//	۱۴	نے جو	نے (جو
۔	۱۶	میرڈوٹس	ہیروڈوٹس
//	۲۱	Keepert	Kiepert
۷۸	۴	پیشرّاس رووں	اس کے پیشروؤں
۸۰	۱۰	رے لیکیس اور ایک	رے لیگیس ایک
۸۳	۹	اپنی تضییع اوقات کی	گویا تجسس کیا
۸۴	۱۲	پیلاسکی	پیلاسگی
۸۵	۱۷	پیوسانیاس	پیوسانیاس
۸۶	۶	کیپرٹ	کیپرٹ
۸۷	۷	پئوسانیاس	پئوسانیاس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۷	۱۹	کورنتیں	کورنے تیس	۱۲۳	۲۱	L. Ort	l'art
۹۱	۲۳	اور	×	۱۲۴	۱۶	narrs	Narr.
//	۲۴	اور	یا		۱۷	اتھونا	اتھینا
۹۲	۱۸	کی ایک	کی یہ ایک	۱۲۵	۲۰	بائی زنطیوس	بیزانطیوس
۹۳	۲۱	بزگمان	بزوگمان	۱۲۷	۲۴	لامپروس کے	لامپروس کو
۹۵	۱۳	واقعتہً	واقعتاً	۱۳۱	۱۲	کردیا ہو اور تھبنز	کردیا ہو۔ تھبنز
//	۲۰	میں	نے	۱۳۲	۱۱	واپیے	واہیے
۹۶	۱۳	بڑھنے	پڑنے	۱۳۵	۶	چند خاص حصے	×
۹۷	۷	گئیں	گئی ہوں	۱۳۶	۸	داتاؤس	داناؤس
//	۱۷	تضا	تضاد	۱۳۶	۱۴	اکری سیوس	اکری زیوس
۹۸	۱۷	اس بات	اسباب	۱۳۹	۱۵	اتھی	ان ہی
۹۹	۱۳	Nnach	nach	۱۴۵	۱۹	آثارات	آثاریات
۱۰۴	۱۸	L,ile	l'île	۰۰	۲۲	گیا ہے جلاوطنی	گیا ہے کہ جلاوطنی
۱۰۷	۹	کے	میں	۱۴۶	۲۴	Rovue des	Revue des
۱۱۰	۸	اور،	یا	//	//	eludes	études
۱۱۱	۱۵	اپنی کتاب	اپنے مضمون	//	//	grecrues	grecques
۱۱۳	۱۳	بعص	بعض	۱۴۸	۱۸	اور اس پوچا	اور کیا اس پوجا
۱۱۴	//	Murray's Hand-book	Hand-book	۱۵۰	۱۳	یتن واریوسی	یمن واریوسی یا
						دیوسکوری	دیو سکوری
۱۱۵	۷	کیکلونیں	کیکلوتیں	۱۵۱	پیشانی	جلد دوم	جلد اول
۱۱۶	۱۳	برآمد	درآمد	۱۵۲	۷	سوُر	سوّر
۱۱۷	۱۶	شلی ان	شلی مان	۱۵۳	۱	ہونگے اور ان کا	ہونگے، لہذا اُن کا
۱۱۸	۱۲	ہرجگہ	غرض ہر جگہ	۱۵۴	۳	اور چونکہ	نیز چونکہ
۱۲۰	۶	پیداساً اور یہ وتا	پیداساً یہ وتا	//	۱۷	کانی دون	کالی دون

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۵	۲	کوئی بندرگاہ بھی	خیالی بندگاہ آتی
〃	۱۴	سینائیوں	سینیائیوں
〃	۱۵	ارگو	آرگو
۱۵۷	۱۳	غیر فانی ہیں	غیر فانی ہوگئی ہیں
۱۶۱	۴	قہار معبود بھی	قہار بھی
〃	۱۷	اسی طرح	اسی طرح وہ
۱۶۳	۵	زیوس تو	زیوس
〃	۶	تھا	ہے
۱۶۵	۲۵	"ایش"	رولنس
۱۶۹	۶	پجاری	پجارنیں
۱۷۰	۱	تھا	ہے
۱۷۶	۲۲، ۲۳	پیوسانیتاس	پیوسانیاس
۱۷۷	۸	ہینے لاؤس	ہینے لاؤس)
〃	۱۲	اٹلس	ایلیس
۱۷۸	۶	عوراً ایسکلائی کو وزرا	فوراً ایسکلائی کو جو وزرا
۱۷۹	۳	کرینگے اس	کرینگے کہ اس
〃	۱۲	برائے نام	نام نہاد
〃	۱۴ و ۱۵	فراری یعنی ہیلوٹی کے نیلیوس	فراری ہے جو ہیلوٹسی نیلیوس
〃	۱۷	دورداس	دوریداس
〃	۲۴	۸۰ Dur	۸۰ Dur.
〃	رر	کورنتھ گا	کورنتھ" کا
۱۸۰	۹	آپی دوروس	ایپی دوروس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۱	۲۰	فیلوز نیوٹن	فیلوز، نیوٹن،
۱۸۲	۷	ارگیڈیا	آرکیڈیا
〃	۱۴	۲، ۱، ۲	۲، ۱، ۲
〃	۱۵	ہیلوناس	میلوناس
〃	۲۴	Allerthums	Alterthums
۱۸۳	۲	لسیوس	لسبوس
۱۸۴	۱۲	کاریائیوں کے	کاریائیوں سے
رر	۲۳	پیوسانیتاس	پیوسانیاس
۱۸۵	۱۸	〃	〃
〃	۲۳	اشترابو	اشترابو
۱۸۶	۶	Milot	Milet
〃	۸	گرلوفیلوس	کرلوفیلوس
〃	۹	استراپو	استرابو
〃	۲۴	Prienonsium	Prienensium
۱۸۸	۲	کولوفون	کولوفون
۱۸۹	۱۲	اکفورٹ	فرانکفورٹ
۱۹۰	۱۹	کرنیوس	کرتیوس
	۲۱	۲، ۶، ۴۴، ۷	۶، ۴۴، ۷
۱۹۲	۲۴	اولمپیاروں	اولمپیادوں
۱۹۳	۱۰	Gotterdiencte	Gotterdienste
〃	۱۱	Vorgesch.	Vorgesch. von Rh.
۱۹۴	۲ و ۴	پوستیذون	پوسئیذون
۱۹۵	۳۰	لقوتیہ	لقونیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۷	۶	خیبتوم	خی تیوم
″	۱۸	Ohnelalsch	Ohnefalsch
″	۲۳	Richtr.	Richter
۱۹۸	۲	گویا	کاپا
	۱۳	زیگرمنڈ	زیگزمنڈ
۱۹۹	۲۱	Wandeung	Wanderung
۲۰۲	۱۷	کارڈنر	گارڈنر
۲۰۳	۵	ہوتے ہیں	ہوں
″	۱۹	کیبیے یاوندی مینے کی	کیبیلے یاوندیمینےکی
۲۰۴	۱۰	by Kishe	lykische
″	۱۷	Bendorf	Benndorf
″	″	Rericht	Bericht
″	″	Expeditionem	Expeditionen
″	۱۸	nache	nach
	۲۱	اشٹٹگارٹ	اشٹٹگارٹ
	۲۴	ٹیوبنگس	ٹیوبنگس
۲۰۵	۱۸	ہومر کے	ہومری
۲۰۶	۲۳	Hufi	Aufl.
۲۰۷	۱۸	Enturckelung	Entwickelung
″	۲۳	زینگے پس	زینگے بش
۲۰۹	۶	اور	×
″	″	بلکہ ایک ہی	بلکہ درحقیقت ایک ہی
۲۱۰	۸	دوسرے یہ کہ	علاوہ ازیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۲	۹	وہ	ایونیانی
۲۱۴	۲	اور	×
۲۱۵	۸	کہ عامۃ الناس بے غرضی	کہ یہ عامۃ الناس کی بے غرضی
″	۱۱	شلومان	شیوبان
″	۵	Homershe	Homerische
۲۱۷	۱۰	پڑھے	پڑھتے
۲۲۰	۱۸	تھے	ہیں
۲۲۲	۱۸	استعمال نہ	استعمال نہیں
″	۱۱	جو آجکل	آجکل
″	۱۵	سوبون	سولون
″	۱۷	پئوسانناس	پئوسانیاس
۲۲۳	۲۲	کار آور	بار آور
۲۲۴	۱۸	Handle:	Handb.
۲۲۵	۴	شہر کہ	شہر کو
″	۱۳	رہتے تھے	ہوتے تھے
۲۲۶	۲۱	ینائی	می نیائی
۲۲۷	۴	پولی وکیتوس	پولی دیکتوس
″	۹	پرتانس	پری تانس
۲۲۸	۱۷	لپکرگوس	لیکرگوس
۲۲۹	۱۸	Moellendorff	Mœllendorff
″	۲۳	لائے دیون	لاکے دیون
۲۳۱	۴	اپوتو	اپولو
″	۲۱	جقدار	حقدار
۲۳۲	۳	باہی	بانی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۲	۴	اور	بلکہ
″	۱۹	برعکس پ	برعکس ہے۔ پ
۲۳۴	۱	کرسکتے ہیں	کرسکیں گے
″	۶	تمسلط	متسلط
۲۳۶	۱۴	Crwerb	Erwerb
″	۲۴	Buselt	Busolt
۲۳۷	۲۲	۲۳۴۷۷	۲۳۴، ۷
۲۳۸	۱۰	اور	بلکہ
۲۳۹	۱۷	اُن	ان
″	۲۱	uuber	ueber
۲۴۲	۷	بادشاہ سامنے رکھکر	بادشاہ اس کے سامنے ہوکر
۲۴۳	۶	موسیقی کی تعلیم	موسیقی
″	۱۰	کو	×
۲۴۶	۴	فائدہ اٹھایا اور	فائدہ اٹھاکر
۲۴۷	۵	پے ریوئگی	پے ریوٹگی
۲۵۰	۲۳	پیزا پنتا لیون	پیزا والے پنتا لیون
۲۵۲	۵	اختترع	اختراع
″	۱۱	سیپوتاس	سیبوتاس
″	۱۲	دائیتا	اندانیسہ
۲۵۶	۳،۱	پئوسانیاس ۲،۴، ۳)	پئوسانیاس ۴، ۳، ۲)
۲۵۷	۳	بھی	×

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۷	۲۲	۴، ۱۲، ۷۰،۴	۴، ۱۲، ۷، ۴
۲۵۹	۵	اب	یہاں
″	۲۱	سرناری	منزناری
۲۶۱	۲۲	ازپنے	ازینے
۲۶۲	۱	مرکز حکومت	مرکزی پہلو لئے ہوئے
″	۹	اکتے	اکٹے
″	۲۲	ریزلاؤ	بریزلاؤ
″	″	سوور یانی	دوریانی
۲۶۳	۲۱	نیشوی	فیشوی
۲۶۴	۹	اگر	آگر
۲۶۷	۹	میئڈونی	فئیڈونی
۲۷۳	۲۴	بوسولٹ پر	بوٗسولٹ:
۲۷۴	۵	یاد رکھنا چاہئے	یاد رکھنا چاہئے کہ
″	۶	پرکنے	پرگنے
۲۷۵	۲۳	لاکے دبوتیان	لاکے دیمونیان
۲۷۷	۶	خبریں	ضربیں
۲۷۹	۱۹	بوسولٹ	بوٗسولٹ
۲۸۳	۱۷	میں پائے جاہیں	پائے جاتے ہیں
۲۸۴	۲۳	رتبے	حیثیت
۲۸۵	۱۶	مثالب	معائب
۲۸۷	۱۱	بن گیا!	بن گیا،
″	۱۸	رکھی گئی۔ بااینہمہ	رکھی گئی، بااینہمہ
۲۸۸	۵	جاتا ہے۔	جاتا ہے،
۲۹۰	۲۳	اعمال	افعال

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۱	۱۵	زوُتھوس	زؤتھوس
۲۹۵	۱۱	خیال کی یہ	خیالی کی کہ یہ
۲۹۸	۳	جمع ہونے	جمع ہوتے تھے
//	۱۶	ایتوئی	ایتالی
//	۲۲	۲۰ ہیلوس	۲۰۔ ہیلوس
//	دو	کیمونوس	کیمولوس
۳۰۰	۴	معلوم ہوتا ہے	×
۳۰۱	۱۱	۲ ، ۴	۲، ۴
//	۱۶	۶ ، ، ۵	۶، ، ۵
//	۱۹	۲ $\frac{۲۲۱}{۲۵۰}$	۲، $\frac{۲۲۱}{۲۵۰}$
۳۰۲	۲۱	ترجمان کئے	"ترجمان" کے
//	۲۳	راستے	واسطے
۳۰۳	۱۵	سیرووہ	سپرووہ
۳۰۴	۱۲	کرلیا تھا	کرلیا ہوگا،
//	۱۴	کرنے لگے	کرنے لگے ہونگے
۳۰۵	۵	جاتا	جاتا
//	۱۴	آفریقیہ	افریقیہ
۳۰۹	۲	جنمیں	انمیں
۳۱۷	۲۳	Olmpia	Olympia
۳۲۳	۲۲	اورتی گیا	اوڑتی گیا
۳۲۴	۱۷	اکپانویں	اکیاون ویں
//	۲۴	۲ ، ۶ ۶	۲، ۶ ۶
۳۲۷	۲۴	دو مختلف	مختلف
۳۲۷	۱۳	۲۵ ،	۲۷

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۳۳	۲ و ۹	؟	!
//	۱۶	Sehaeffe	Schaeffe
//	۲۲	۱ ، ۴	۱، ۴
۳۳۴	۲۳	ہندی پجاری	پجاری
۳۳۵	۱۵	۶ ، ۴ ، ۸	۶، ۴، ۸
//	۲۳	ولیبا ڈلزن	ولیباڈن
۳۳۶	۲۴	باکھوس	باکھوسی
۳۵۳	۱۹	۵ ، ، ،	۵، ، ،
//	۲۳ و ۲۴	سنال گرہ) ۱،	سال گرہ ۱،
//		کرتیوس	کرتیوس
۳۵۴	۱۸	Cyclaes	Cyclades
۳۶۰	۱۷	اسکیشیہ	اسکیتھیہ
۳۶۰	۱۹	بوسفوروس یونانی	بوسفوروس کے یونانی
۳۶۴	۱۷	("خیمہ گاہ تھا")	"خیمہ گاہ" تھا۔
۳۶۵	۲۱	اور پہلے	اور اول الذکر نے پہلے
۳۶۶	۳	ستری ہون	ستری سون
//	۲۳	chalcidieac	Chalcidicae
۳۶۸	۱۸	Monatsher.	Monatschr.
//	۲۳	Mordthmand	Mordtmann
۳۷۱	۱۵ و ۱۳	بحیرۂ اسود سے میسامبریا تک واقع تھی	بحیرۂ اسود پر نوآبادئ میسامبریا واقع تھیں
۳۷۳	۱۷	پالی یولی	پالی پولی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷۸	۲	رہی	رہیں				موزوں ومناسب تھا
۳۸۰	۲۱	Corcys	Corcyr.	۴۱۹	۱۷	Kaenige	R. Schubert :
۳۸۴	۱	ببیر	بکبیر			R. Schubert :	
۳۸۵	۷	Debaco	Debacq			Geschichte	Geschichte
۳۸۸	۱۲	سیتاپوتوم اور	میتاپونتوم اور			der on	der koenige
		سیپبارس	سیبارس			Lydier	von Lydier
۳۹۰	۲۴	Aquitie	Apulie	۴۲۱	۲۲	لیا	لیا ہو
۳۹۴	۲۳	سالیانہ	سالنامہ	۴۲۳	۴	خیوسلیوں	خیوسیوں
۳۹۵	۲۱	" تاریخ	"تاریخ سرنہ"	۴۲۵	۲۱	Meyer	Meyer
۴۰۱	۲۴	" Ser Mim	'Ser Num' میں	۴۳۱	۱۷	ششلہ	۱۸۸۲ء
۴۰۳	۱۶	۴ش	۲۴	″	۲۱	Eveis	Evers
۴۰۵	۱۶	سیھمنا	مے تھیمنا	″	۲۳	انیوں	یونانیوں
۴۰۷	۵و۷	ڈولفن	ڈولفن	۴۳۴	۱	سندوی	سیدوی
۴۱۰	۱۲	امیدوار ازدواج کے	امیدوران ازدواج	۴۳۹	۲۰	ہاریاکوس	ہارپاگوس
۴۱۲	۲	تھتنریوں	تھبتریوں	۴۴۰	۲۵	ہے	رہے
۴۱۳	۵	اکیموتی	اکمیونی	۴۴۲	۵	کے	کر
۴۱۴	۱۲	منگارا	میگارا	″	۱۰	ان کی تہذیب و تمدن کے وہ یادگار تھے اس حیثیت سے	اپنی قومی تہذیب و تمدن کی پشت پناہی کرکے۔
۴۱۵	۲۰	Peliquiae	Reliquiae				
″	۲۲	سیدگاری	میگاری				
۴۱۶	۲	لیریہ اور ایران	لیدیہ وایران	۴۴۹	۱۱	ہیلیس پونتر....	ہیلیس پونت....
۴۱۷	۸	شوقین	شوقین تھے	″		آخرکار پتاکوس	پتاکوس
″	۲۳	مملکت کی شہرت....	مملکت کیلئے ایک	″	۱۵	اسی اثنا ہیں	×
		.....مناسب تھی	تھسالوی کی بہ نسبت	۴۵۶	۲۵	جوئے	خوائے
			ایک لدوی زیادہ	۴۵۹	۲۵	ثانیہ	ثانی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶۳	۱	شکلس	شکلیں
۴۷۰	۲	یونان کبیری اور سسلی	یونان کبیر و سسلی
"	۱۰	گروتونا	کروتوں
۴۷۶	۱۴	حکومت اکابر	اماریت
"	۱۶	یبون تی نے	لیونتی نی
۴۷۷	۱	یبون تی نی	"
۴۸۱	۱۳	Panly	Pauly
	۱۵	اکبرے	اکبیر
۴۸۵	۱۵	ہنر	ہند
۴۹۳	۱۲	شواز تز	شوارتز
"	۱۴	آئین	ہمیں
"	۲۲	پئوسائناس	پئوسانیاس
۴۹۴	۱۱	athens	Athens
"		Wochsmith	Wachsmuth:
"		stadtges-	Stadtges-
"	"	chichte	chichte
۴۹۵	۱۷	کیکروپس	کیکروپس
۴۹۶	۱	ہی تاریخی	ہی کم تاریخی
۴۹۸	۴	اراتھون	ماراتھون
	۱۷	طبقے	طبقہ
۴۹۹	۱۶	لہ	کہ
		....	کہ کیکروپس کے
		....	زمانے میں اور
		....	تھے سیوس تک
		....	ابتدائی بادشاہوں
		....	کے عہد میں ملک اٹیکا
		....	مختلف بلدیات میں
		....	منقسم تھا۔
۵۰۰	۴	مالکتوں	ملکتوں
۵۰۴	۲۴	Lugehil	Lugebil:
۵۰۵	۲۴	تیویفر	تیوپیفر
۵۰۶	۱۳	ہیوکلئی ویس	ہیوکلئی دیس
	۲۳	توزی کا آ	توتوی کا آ
۵۰۹	۲۴	فلی	فلیبی
۵۱۰	۵	Phihippi	Philippi
۵۱۳	۲۲	رتبہ	رتبہ تھا
۵۱۶	۲۰	Platleg	Plat. Leg
۵۱۷	۳۲ و ۳۳	تھا	ہے
"	۶	پے ایوگی	پے ندیوگی
۵۱۸	۲۳	سطابق	کے مطابق
"	"	percy	Percy
		-Gardenes	Gardner
۵۲۰	۹	ٹومز	ٹومزر
"	۱۲ و ۱۳	Veryassung in	Vervassung
"	"	der aristh-	in der aris-
"	"	telisehen	totelischen
"	"	Br. Veryas-	Vervassungs
		sungs	

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۲۴	۲۳	ردیول	ادبول
۵۲۷	۱۶	پرسانیاس	پئوسانیاس
〃	۲۰	ا۔ تیفر	ا۔ شیفر
			A. Schaeffer
۵۲۹	۱۲	رہبری فرائض	رہبری کے فرائض
۵۳۱	۸	پتوپفر	تیوپفر
〃	۲۲و۲۳	رہپارقوس	ہپارخوس
۵۳۴	۱۷	حلفت	مخالفہ
۵۳۶	۶	ثمنآلون	ثمناتوں
〃	۱۲	یاکھوس	باکھوس
۵۳۸	۹	افراجی	افروجی
۵۳۹	۱	سمونڈیس	سموندلیس
〃	۱۹	ولیفی	دیلفی
۵۴۰	۱	ارسطوگی نون	ارسطوگی تون
〃	۱۱	ماہود	باوجود
〃	۱۲	ط	X
۵۴۱	۱۹	ارگوش	آرگوس
۵۴۲	۳	ساروس	سائروس
〃	۱۹	Lakedar-monice	Lakedae-monier
〃	۲۳	۷ ہم	ہم
۵۴۳	۱۳	جنوس	خیوس
	۱۷	لیکراتیس	پولی کراتیس
۵۴۹	۳	اسکیشیوی	اسکیتھوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۴۵	۲۲	۹۴۔۶۰ گائیوس	۴۹۔ باگائیوں
۵۴۷	۳	کالیروم	فالیروم
۵۴۸	۶	سوپرلیس	سوپرلس
۵۴۹	۱۱	ایوانورس	ایواغورس
〃	۱۸	بھتوسی دیدش	طوسی دیدش
۵۵۱	۱۴	لیکروپس	کیکروپس
۵۵۲	۲۴	مسلط	ملطہ
۵۵۳	۶	ایتھنز	ایتھنزی
۵۶۰	۲۲	Telesilla	Suid :
〃	〃	(Suid)	Telesilla
۵۶۴	۲	ارشطیدش	ارسطیدش
۵۶۵	۲۲	بن	میں
۵۶۶	۱۲	ارستطون	ارسطون
۵۶۷	۲	روانکی	روانگی
۵۷۱	۱۰	اسپارما	اسپارٹا
۵۷۴	۱۱	سارکوس	ہپارکوس
۵۷۵	۲۱	گورگوں	گورگوس
۵۷۶	۱۵	میں کہیں ان	میں ان
۵۷۷	۱۶	سلہ	ٹلہ
۵۷۹	۲	ورا پھر بہتر	ذرا بہتر
〃	۲۲	جو ورہی	چو ورہی
۵۸۳	۲۴	ضوع	موضوع
۵۸۵	۹	قصوص	مخصوص
۵۹۳	۲۲	حسٹن	جسٹن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۹۵	۲۰	۳۱	۵۹۴
۵۹۶	۶	پھر	x
۶۰۰	۱	+	؛
〃	۱۳	ائی گینوں	ائی گی نیوں
۶۰۲	۱۵	۳۸	۶۰۱
۶۰۴	۹	ہیں-	ہیں،
۶۰۶	۴	لیا	کیا
۶۰۸	۸	ہوئی	ہوتی
۶۱۵	۶	تھر	پتھر
〃	۱۲	اتی نپاقی	اتی نیانی
〃	۲۰	ہروکس	ہروس
۶۱۶	۲۲	۶۱۰-۱۷، ۲۳	۶۱۰، ۱۷، ۲۳
۶۱۷	۱۳	ہیروس	
〃	۲۱	نیوس	نیپوس
۶۱۸	۱۱	اکائیاٹیوں	اکائیانیوں
۶۲۰	۸	مسج	نمسج
〃	۲۰	ہمائکان	ہمائگان
۶۲۳	۵	کوپھنے	گوپھنے
۶۲۵	۱۰	اکن نیس	اگن میس
۶۳۴	۱۰	ریٹھال	ریٹھان
۶۳۹	۵	متحد امخیال	متحد الخیال
۶۴۰	۱۲و۱۸و۲۰	تمسطاکلیس	تمسطاکلیس
۶۴۹	۱۸	گارگانیہ	گارگافیہ
۶۵۳	۱۱	ورنہ	اور نہ
۶۵۴	۱۱	سبحث	مبحث
〃	۱۷	زانتھی یوس	زانتھی پوس
۶۵۵	۶	یاونر	باؤنر
۶۵۶	۱	۶۸	۶۵۵
〃	۱۵	حلمیانی	حکمیاتی
۶۶۲	۱۸	؟	؛
۶۶۵	۱۸و۲۳	مالی کارناسوس	ہالی کارناسوس
〃	۱۱	Lon	Dion
〃	۱۷	دیولی سیوس	دیونی سیوس
〃	۲۴	استرائی گوس	استراتی گوس
۶۶۶	۵	سپرس	سپیرلبس
۶۶۷	۹	تمسطاکلیس	تمسطاکلیس
〃	۱۱	خضائل	خصائل
〃	۱۳	سعاملات	معاملات
〃	۵	مسانادارھیگیوم	مسانا و رھیگیوم
〃	۲۳	پانی گیوں	یانی گیوں
〃	۲۴	راھگیوم	رھیگیوم
۹۶۸	۱۰	ناکنائی	خاکنائی